

وَقَدْ طَعَّمَهُ اللَّهُ وَأَفْطَرَهُ بِمَنْزِلَةِ الْفَتَاوَى
 اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں
 (۵۲/۲۴)

زُفْعَةُ الْقَارِي

شرح

صَحْحُ الْمُجَارِي

تصنيف

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

فریدی کتب خانہ
 ۳۸ اردو بازار لاہور



نزهة القاصي

ضلع کراچی

شرح

صحیح البخاری

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ
سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فریدی کی مثال (رجسٹرڈ)
۳۸- اردو بازار لاہور

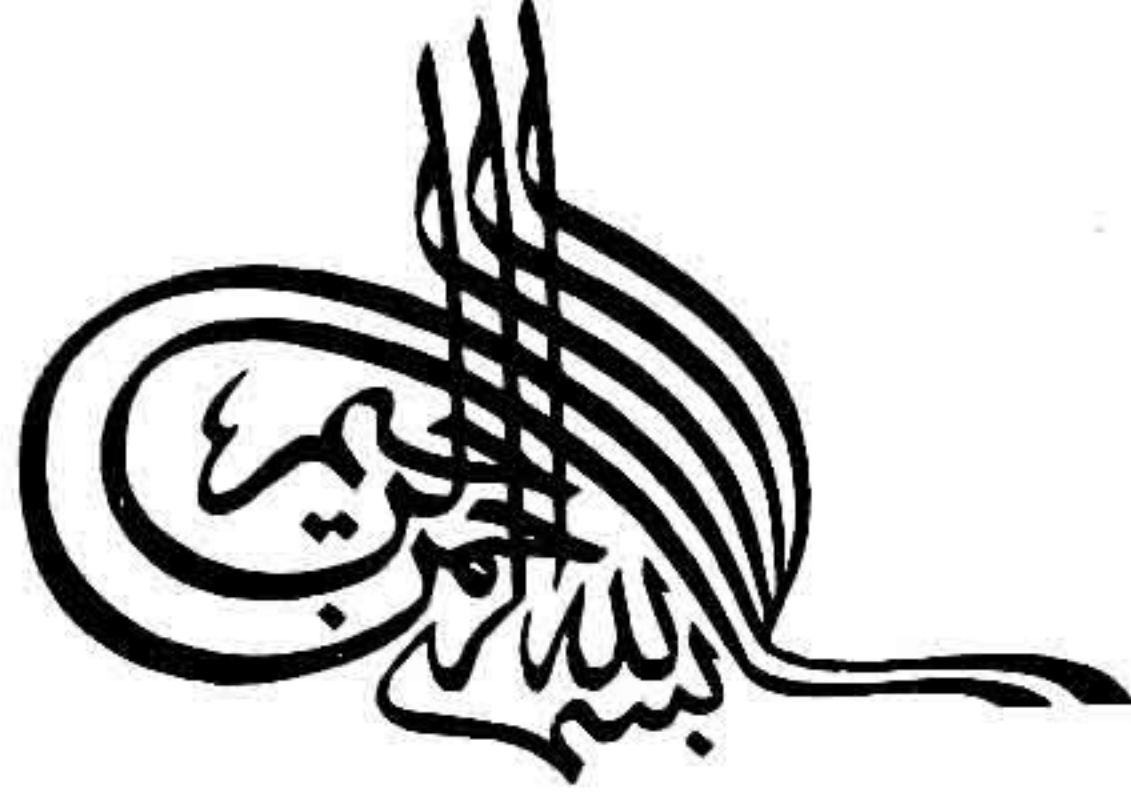
Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



الطبع الاول : ربيع الثاني ١٤٢١ هـ / جولائی ٢٠٠٠ء
الطبع الثاني : رمضان المبارك ١٤٢٨ هـ / دسمبر ٢٠٠٧ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : = / روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®

Phone No: 092-42-7312173-7123435

Fax No. 092-42-7224899

Email: info@faridbookstall.com

Visit us at: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال (رجسٹرڈ) ۳۸- اردو بازار لاہور

فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۳۱۲۱۷۳-۷۱۲۳۴۳۵

فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۲۲۴۸۹۹

ای۔میل: info@faridbookstall.com

ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد اول)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۳	عمد تابعین میں کتابت حدیث		شرح بخاری کی تکمیل پر ہدیہ تبریک
۷۳	عمر بن عبدالعزیز کی اس طرف توجہ	۳۷	از: محمد عبدالکلیم شرف صاحب قادری
	لا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ	۴۳	دیباچہ
۷۳	تعالیٰ علیہ وسلم اضافہ ہے	۴۷	امتنان و اشکر
۷۵	تبع تابعین کے دور میں	۴۸	ابتدائیہ
۷۵	اس دور میں باقاعدہ کتابیں تصنیف ہوئیں	۶۳	مقدمہ
۷۷	حفظ حدیث کا شوق اور اہتمام	۶۳	حدیث کی اہمیت
۷۷	عمد نبوی میں حفظ احادیث	۶۵	چند وہ احکام جو قرآن میں مذکور نہیں
۷۸	اہل عرب کا حافظہ	۶۶	قرآن کا ماننا رسول کے ماننے پر موقوف ہے
۷۹	عمد صحابہ میں حفظ حدیث کا منظر	۶۶	احادیث کے بغیر قرآن کی تفسیر ناممکن ہے
۸۰	عمد تابعین کا حال		دعویٰ اسلام کے بعد احادیث نہ ماننے کی
۸۰	روایت میں احتیاط	۶۷	منجائش نہیں
۸۴	رواۃ کی تنقید	۶۸	منکرین حدیث کی دلیل
۸۶	خلاصہ کام	۶۸	اس کا مفصل رد
۸۷	مصطلحات	۶۸	عمد رسالت میں کتابت حدیث
۸۷	اقسام حدیث	۷۰	آنحضور ﷺ کے مکتوبات
۸۷	دوسری تقسیم	۷۱	حدیث لا تکتبوا عنی کی بحث
۸۸	تیسری تقسیم	۷۲	عمد صحابہ میں کتابت حدیث

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۰۳	طبقات کی تقسیم کسی کو نافع نہیں	۸۸	حدیث ضعیف اور اس کے اقسام
۱۰۳	فائدہ	۸۸	حدیث موضوع
۱۰۳	اقسام کتب	۸۸	موضوعیت کے ثبوت کے پندرہ طریقے
۱۰۴	کتب احادیث		افادہ 'موضوعیت کے ثبوت کے تین اور
۱۰۶	امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۹	طریقے
۱۰۶	ولادت	۹۰	شرائط راوی
۱۰۶	نام و نسب	۹۱	اسباب طعن
۱۰۶	والد ماجد	۹۳	مزید اصطلاحات
۱۰۷	یتیمی و تربیت	۹۳	بخاری کی تعلیقات کی تفصیل
۱۰۷	حفظ حدیث کی ابتداء	۹۶	معنعن کی شرط
۱۰۸	تحصیل علم	۹۶	امام بخاری و مسلم کا اختلاف
۱۰۹	حافظ 'جودت ذہن	۹۷	مثله و نحوه
۱۱۰	سمرقند میں امتحان	۹۷	الفاظ و روایت
۱۱۰	بغداد میں امتحان	۹۷	حدث و اخبار کا فرق
۱۱۱	تعدد طرق پر احاطہ	۹۷	امام بخاری کا مذہب
۱۱۱	علل قاذحہ کی معرفت	۹۸	یہ حدیث صحیح نہیں کا مطلب
۱۱۳	عادات و اطوار	۹۸	احادیث سے استدلال کی کیفیت
۱۱۳	ذہلی سے روایت	۹۸	عقائد قطعیہ
۱۱۵	کرامت	۹۹	عقائد ظنیہ
۱۱۵	عبادت و ریاضت	۹۹	احکام
۱۱۷	ادب	۹۹	فضائل و مناقب
۱۱۷	اعتراف فضل	۹۹	موضوع حدیث کسی کام کی نہیں
۱۱۷	کلمات اساتذہ	۹۹	ضعاف کی تقویت کے طرق
۱۱۸	کلمات معاصرین	۱۰۲	طبقات کتب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۴	ابواب	۱۱۹	مشائخ اور ان کے طبقات
۱۳۵	مطابقت کے چند اصول	۱۲۰	تلامذہ
۱۳۵	تعداد احادیث	۱۲۰	نیشاپور کا فتنہ
۱۳۶	بخاری شریف کی زندہ کرامت	۱۲۲	بخاری اکوواپسی
۱۳۶	نسخوں کے اختلاف	۱۲۳	جلد و طئی
۱۳۶	شرح	۱۲۴	علامت و وفات
	عمدۃ القاری کے خلاف ایک پروپیگنڈے کی	۱۲۴	مزار پاک
۱۳۹	حقیقت	۱۲۴	کرامت بعد وصال
۱۴۰	عمدۃ القاری کی برتری	۱۲۵	تاریخ ولادت، عمر وصال
۱۴۱	اردو شرحیں	۱۲۵	حضور غوث اعظم کی تاریخ
۱۴۲	اس کی خوبیاں	۱۲۵	بارگاہ رسالت میں مقبولیت
۱۴۳	ترجمہ بخاری	۱۲۶	فقہی مذہب
۱۴۳	مسامحات بخاری	۱۲۷	امام بخاری مجتہد مطلق تھے
۱۴۴	اصح کتب کا مطلب	۱۲۸	صحیح البخاری
	حدیث کی کوئی کتاب ضعیف سے خالی	۱۲۸	نام
۱۴۴	نہیں	۱۲۸	وجہ تصنیف
۱۴۵	ضعیف سے روایت	۱۲۹	تصنیف کی غرض
۱۴۷	سند میں تسامح	۱۲۹	ادب و اہتمام
۱۴۸	متن میں تسامح	۱۳۰	کہاں تصنیف کی؟
۱۴۹	استنباط مسائل کا حال	۱۳۱	بارگاہ رسالت میں مقبولیت
۱۵۱	رضاعت کا مسئلہ	۱۳۲	شرائط
۱۵۲	غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت	۱۳۳	تکرار احادیث
	میاں نذیر حسین صاحب کی لن قرانی اور	۱۳۳	تکرار کے بارہ فوائد
۱۵۲	اس کا جواب	۱۳۴	تقطیع

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۵۶	اس پر چار گرفت	۱۵۲	قسط اول
۱۵۶	صحیحین کے اٹھارہ خاص بخاری کے	۱۵۳	میاں صاحب کی محمد بن فضیل پر جرح
۱۵۶	گیارہ رواۃ صاف	۱۵۳	اس پر چار گرفت
۱۵۷	باب وحدیث میں عدم مطابقت	۱۵۳	یہ رجال صحیحین سے ہیں
۱۵۹	تدلیس	۱۵۳	رافضی اور شیعہ کا فرق
۱۵۹	امام بخاری کے مستخرجہ مسائل کو امت نے		صحیحین میں تیس سے زائد راوی شیعہ
۱۵۹	تسلیم نہیں کیا	۱۵۴	ہیں
۱۵۹	امام بخاری کی دیگر تصانیف	۱۵۴	قسط ثانی
۱۶۲	ایک ارشاد	۱۵۴	میاں صاحب کی بحر بن بشر پر جرح
۱۶۳	فقیہ کامل ہونے کے لیے کتنی رباعیات	۱۵۴	اس پر چھ گرفت
۱۶۳	درکار ہیں؟		اس جرح سے صحیحین کے گیارہ خاص
۱۶۵	حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۵	بخاری کے چھ رواۃ صاف
۱۶۵	مولد و مسکن	۱۵۵	قسط ثالث
۱۶۶	کوفہ مرکز علوم تھا	۱۵۵	ولید بن مسلم پر جرح
۱۶۶	کوفہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے	۱۵۵	اس پر چار گرفت
۱۶۶	بسایا تھا		اٹھائیس صحیحین کے 'خاص بخاری کے
۱۶۶	کوفہ کے بارے میں حضرت عمر کے	۱۵۶	تیس راوی صاف
۱۶۶	ارشادات	۱۵۶	قسط رابع
۱۶۶	حضرت سلمان فارسی کا ارشاد	۱۵۶	میاں صاحب کی عطف پر جرح
۱۶۶	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد	۱۵۶	اس پر تین گرفت
۱۶۶	کوفہ میں غدار کون تھے؟		صحیحین کے بیس خاص بخاری کے نو
۱۶۶	کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آباد ہوئے جن	۱۵۶	اور گئے
	میں ستر بدری تین سو شرکاء بیعت	۱۵۶	قسط خامس
۱۶۶	رضوان تھے	۱۵۶	میاں صاحب کی مغیرہ بن زیاد پر جرح

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۷۷	امام باقر اور امام اوزاعی کے واقعات	۱۶۶	امام بخاری اتنی بار کوفہ گئے کہ شمار نہیں
۱۷۸	اساتذہ حضرت امام کا ادب کرتے تھے	۱۶۷	اس وقت کے مشاہیر
۱۷۸	اس عہد کے مرجع اعظم تھے	۱۶۸	حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ
۱۷۹	عظیم محدث ہونے کے شواہد	۱۶۸	حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۱۸۰	تین سوتابعمین سے حدیث سنی	۱۶۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیوض
۱۸۰	ائمہ حدیث کی شہادتیں	۱۶۹	اگر کوفہ کو نکال دیا جائے تو صحاح ستہ ختم
۱۸۲	بشارت نبوی		صحابہ میں چھ قاضی تھے تین کوفہ میں آباد
۱۸۳	یہ حدیث چار صحابہ سے مروی ہے	۱۶۹	ہوئے
	علامہ سیوطی شافعی کا ارشاد کہ اس سے امام	۱۶۹	امام مسروق کا ایک ارشاد
۱۸۴	اعظم مراد ہیں	۱۶۹	زمانہ
۱۸۴	دیگر علماء کے ارشادات	۱۶۹	تیس صحابہ کا زمانہ پایا
۱۸۴	تصانیف امام اعظم	۱۷۰	حضرت امام تابعی تھے
۱۸۵	مسانید	۱۷۱	تابعی ہونے کیلئے صرف روایت صحابی شرط ہے
۱۸۵	ان مسانید کی اسناد	۱۷۱	حضرت امام نے پچپن جمع کیے
۱۸۶	خصوصیت	۱۷۲	صحابہ سے سماع حدیث
۱۸۶	جرح و تعدیل میں حذاقت	۱۷۲	تعلیم
۱۸۷	قلت روایت کا سبب	۱۷۳	تحصیل حدیث
۱۸۸	فقہ کی حقیقت		امام جعفر صادق اور حضرت امام کی گفتگو اور
۱۸۸	فضیلت فقہ	۱۷۴	ان حضرات کی تشفی
۱۹۰	ضرورت فقہ		معاندین کا اقرار کہ امام بخاری کے اساتذہ
۱۹۱	بنیاد فقہ	۱۷۵	سب سے زیادہ کوفہ کے تھے
۱۹۲	کوفہ میں ان سے بڑا کوئی محدث نہ تھا	۱۷۵	ایک شافعی بزرگ کا ایک اعتراف
	نظم قرآن و احادیث کے معانی پر دلالت	۱۷۶	بصرے کے مشائخ سے اخذ حدیث
۱۹۲	کے طریقے	۱۷۷	چار ہزار مشائخ سے احادیث حاصل کیں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	ایک درجے کی چند احادیث متعارض ہوں	۱۹۳	خبر واحد کی حیثیت
۲۰۰	تو ترجیح اسے ہے جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں	۱۹۴	احکام کے مدارج اور اس کا سبب
۲۰۰	امام اعظم اور امام اوزاعی کا مکالمہ	۱۹۴	جب قرآن و حدیث میں تعارض ہو تو کیا کیا جائے؟
۲۰۰	ایک لطیفہ	۱۹۴	صحابہ کرام کا طریقہ کیا تھا؟
۲۰۱	شبہات اور جوابات	۱۹۵	قراءۃ خلف امام کی ایک جھلک
۲۰۱	حدیث مصراۃ کی بحث	۱۹۶	امام بخاری کا اعتراض اور جواب
۲۰۳	الوضوء مما مست النار		احناف کے مسلک پر قرآن و حدیث میں تعارض نہیں
۲۰۴	جنازہ اٹھانے سے وضو ہے یا نہیں؟	۱۹۷	قراءت خلف امام پر امام اعظم کا ایک استدلال
	جس عورت کا نکاح ہوا مگر کچھ مقرر نہ ہوا	۱۹۷	یہ قیاس عقلی نہیں، حدیثی ہے
۲۰۴	خلوت سے پہلے مرگئی کیا حکم ہے؟	۱۹۷	غیر مقلدین امام بخاری کو دنیا کا سب سے بڑا قیاس مانتے ہیں
۲۰۶	اشعار کی بحث	۱۹۷	عمل بالحدیث
۲۰۷	احادیث کے علل قاصرہ خفیہ		قیاس سے حتی الوسع اجتناب
۲۰۹	معانی حدیث کی فہم	۱۹۷	قیاس کے خلاف حدیث ضعیف پر عمل
۲۱۰	امام اعظم کا اعتراف تفقہ	۱۹۷	منی کی طہارت و نجاست
۲۱۱	ایک لطیفہ	۱۹۷	غیر مقلدین حدیث کے خلاف قیاس پر عامل
۲۱۱	لو قتله بابا قبیس کا جواب	۱۹۷	ماء قلیل میں نجاست پڑے تو پاک ہے یا ناپاک
۲۱۱	انت ابا جہل بخاری میں	۱۹۸	غیر مقلدین و امام بخاری حدیث صحیح کے خلاف ضعیف پر عمل کرتے ہیں
۲۱۲	ایک اور طعن کا جواب		
۲۱۲	امام بخاری اور اقوال رجال سے استدلال	۱۹۹	
	اقوال فقہاء پر اعتماد اصل میں قرآن و حدیث پر اعتماد ہے	۱۹۹	
۲۱۲	غیر مقلدین اقوال رجال کے پیچھے تقلید واجب ہے	۱۹۹	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۲	حدیث انما الاعمال بالنیات	۲۱۳	محدثین عوام کو فقہاء کے پاس بھیجتے
۲۲۲	سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱۳	طلاق کی قسم کا مسئلہ
۲۲۳	اس حدیث کی حیثیت	۲۱۳	بیویوں کے بدل جانے کا قصہ
۲۲۳	یہ ام الاحادیث ہے	۲۱۴	حضرت امام اعظم کی مخالفت کے اسباب
۲۲۳	سبب ارشاد	۲۱۴	قاضی ابن ابی لیلیٰ کا واقعہ
۲۲۴	الاعمال	۲۱۵	افتاء پر پابندی
۲۲۴	نیات	۲۱۵	پابندی منسوخ
۲۲۴	ارادہ، عزم، قصد	۲۱۶	تہمتیں
۲۲۵	امام شافعی کا مذہب	۲۱۶	علامہ سخاوی کا جواب
۲۲۶	احناف کا استدلال	۲۱۶	ہمارے اسلاف کا طریقہ
۲۲۸	صرف نیت پر ثواب	۲۱۶	تلامذہ
۲۲۹	تفریع	۲۱۷	وفات
۲۲۹	ہجرت کے معنی	۲۱۷	سفاح کے مظالم اور اس کے خلاف تحریک
۲۲۹	دنیا	۲۱۷	منصور اور ابراہیم
۲۲۹	ہجرت کی اقسام	۲۱۷	بغداد میں طلبی
۲۳۰	حدیث وحی کے اقسام	۲۱۷	عمدہ قضا رد کر دیا
۲۳۰	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۱۸	نظر بندی
۲۳۱	افضل النساء کون ہیں؟	۲۱۸	زہر خورانی اور وفات
۲۳۱	ایک اطیفہ	۲۱۸	تجہیز اور تدفین
۲۳۲	حارث بن ہشام	۲۱۹	مزار پاک مرجع خلافت ہے
۲۳۲	نبی اور رسول کی تحقیق	۲۱۹	الپار سلاں کی تعمیرات
۲۳۳	نبی اور رسول کی تعداد	۲۲۰	خطبہ
۲۳۴	صحف انبیاء کی تعداد	۲۲۰	الحمد للہ شروع کتاب میں نہ ہونے کی توجیہ
۲۳۴	وحی کے معانی	۲۲۲	حدیث باب کیف کان بدء الوحی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۳۷	حراء میں نزول وحی کی صورت	۲۳۵	اس حدیث میں صرف دو مذکور ہیں
۲۳۷	تفصیلی کیفیت	۲۳۶	فرشتے مستقل نوع ہیں
۲۳۷	ما انا بقاری کا معنی	۲۳۶	نزول وحی کے وقت کی حالت
۲۳۸	الجہد کی تحقیق	۲۳۷	صلصلۃ الجرس کا مطلب
۲۳۹	ایمان افروز توجیہ	۲۳۷	ان دو صورتوں میں کیا راز ہے؟
۲۳۹	بسم اللہ کی سورہ کا جزء نہیں	۲۳۸	حدیث حراء
۲۵۰	خشیت کی توجیہ	۲۳۸	روایہ کی تحقیق
۲۵۲	ورق	۲۳۹	انبیاء کے خواب بھی وحی ہیں
۲۵۲	ورق کی صحابیت	۲۳۹	ظہور نبوت کی ابتداء
	حدیث مرسل جمہور اور احناف کے نزدیک	۲۳۹	حراء میں خلوت کی ابتداء
۲۵۳	حجت ہے	۲۴۰	تحث کے معنی
۲۵۵	عربی، عبرانی، سریانی		حراء میں کس شریعت کے مطابق عبادت
۲۵۵	انجیل کی زبان	۲۴۱	فرماتے تھے؟
۲۵۵	زبان کی ابتداء	۲۴۲	خلوت کے فوائد
۲۵۵	حضرت ابراہیم کی زبان	۲۴۲	حراء میں کتنے دن خلوت فرمائی؟
۲۵۵	عربی زبان کی ابتداء	۲۴۳	اہل کی تحقیق
۲۵۶	ابن اخیک	۲۴۳	ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۲۵۶	ناموس	۲۴۵	ایام وحی میں حراء کی خلوت
۲۵۷	یومک کی شرح	۲۴۵	ضروریات زندگی جمع کرنا منافی توکل نہیں
۲۵۸	فترت کی تحقیق	۲۴۶	نزول اقراء کی تاریخ
۲۶۰	فترت وحی کے ایام میں اضطراب	۲۴۶	فرشتوں کی حقیقت
۲۶۱	لفظ جبرئیل کی تحقیق	۲۴۶	حراء میں جبرئیل علیہ السلام آئے تھے
۲۶۱	جبرئیل ابتداء ہی سے مامور تھے یا نہیں؟		جبرئیل کی انبیاء علیہم السلام کی بارگاہوں
۲۶۲	ایک غلط روایت کی تنقید	۲۴۶	میں حاضری کی تعداد

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۷۳	رتخ اور ریاح کا فرق	۲۶۲	اسرائیل بھی وحی لائے تھے
۲۷۴	فوائد	۲۶۳	حدیث فترۃ وحی
۲۷۴	دیگر کتب الہیہ کے نزول کی تاریخ	۲۶۳	ابن شہاب زہری
۲۷۴	حدیث ہر قل	۲۶۳	ابو سلمہ
۲۷۴	عبید اللہ بن عبد اللہ	۲۶۳	حضرت جابر بن عبد اللہ
۲۷۴	حضرت ابو سفیان	۲۶۴	سب سے پہلے کیا نازل ہوا؟
۲۷۵	حضور کی ایک عطا	۲۶۵	حدیث مسلسل بالشفقتین
۲۷۵	یزید بن ابو سفیان	۲۶۵	حضرت ابن عباس
۲۷۵	ہر قل	۲۶۵	عبادہ اربعہ
۲۷۶	والانامہ کی برکت	۲۶۶	خلاصہ حدیث
۲۷۶	ہر قل کا فرمرا	۲۶۷	سعید بن جبیر شہید
۲۷۶	فتح قسطنطنیہ	۲۶۸	قبول دعاء کی ایک علامت
۲۷۶	تعظیم و توہین کے اثرات	۲۶۹	کرامت
۲۷۷	قریش	۲۷۰	ایک تطبیق
۲۷۷	قصی کا لقب قریش نہیں		تعلیم معانی خطاب سے موخر ہو سکتی ہے یا
۲۷۷	ابو سفیان کے ساتھ کتنے آدمی تھے؟	۲۷۰	نہیں؟
۲۷۷	ایلیا	۲۷۰	جبرئیل صرف واسطہ نزول تھے
۲۷۸	دعوت اسلام کے مکتوب	۲۷۰	ایک اشکال کا جواب
۲۸۲	دھیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷۱	حدیث مسلسل کا مطلب
۲۸۲	عظیم بصری	۲۷۱	اللہ عزوجل پر کچھ واجب نہیں
۲۸۲	عدی بن حاتم	۲۷۱	حدیث دورۃ قرآن
۲۸۳	فقر، ہ	۲۷۱	حضور اجود الناس ہیں
۲۸۳	ایریمین	۲۷۲	رمضان میں زیادہ فیاضی کی وجہ
۲۸۴	عبد اللہ بن اریس	۲۷۲	بیت العزت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۷	معاذ بن جبل	۲۸۴	ابن ابی کبشہ
۲۹۸	وقال معاذ نومن ساعة جدو ايمانكم	۲۸۴	بنی الا صفر
۲۹۸	اليقين للايمان كله	۲۸۵	ابن الناطور
۲۹۹	حضرت ابن مسعود	۲۸۵	سند کی توضیح
۲۹۹	وقال ابن عمر	۲۸۶	حزاء
۳۰۰	حضرت ابن عمر	۲۸۶	علم نجوم منسوخ ہے
۳۰۱	حقیقت تقویٰ	۲۸۶	ملك الختان قد ظهر
۳۰۱	حدیث بنی الاسلام	۲۸۷	ایک عجیب و غریب بات
۳۰۳	بنی الاسلام علی خمس	۲۸۸	رومیہ
۳۰۳	حدیث شعب الایمان	۲۸۸	ضفاطر
۳۰۳	حضرت ابو ہریرہ	۲۸۹	حمص
۳۰۵	بضع	۲۹۰	کتاب الایمان
۳۰۶	الحیاء	۲۹۰	ایمان بنیاد ہے
۳۰۷	حدیث من سلم المسلمون الخ	۲۹۱	ایمان کی تعریف
۳۰۷	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص	۲۹۱	ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟
۳۰۷	عن عمرو بن شعيب کی تفصیل	۲۹۱	دلائل
۳۰۹	یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے	۲۹۲	ضروریات دین
۳۰۹	حدیث ای الاسلام افضل	۲۹۲	ضروریات مذہب اہل سنت
۳۰۹	ابو موسیٰ اشعری	۲۹۲	تعلیقات
۳۱۱	حدیث ای الاسلام خیر	۲۹۵	ت الحب فی الله والبغض الخ
۳۱۱	کسے سلام کرنا چاہیے؟	۲۹۵	کتب عمر بن عبدالعزیز
۳۱۲	کون عمل افضل ہے؟	۲۹۶	عمر بن عبدالعزیز
۳۱۳	حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لایہ الخ	۲۹۷	عدی بن عدی بن عمیرا
		۲۹۷	ان للايمان فرائض

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	حدیث یوشک ان یكون خیر مال المسلم	۳۱۳	انس بن مالک
۳۲۷	غنم الخ	۳۱۵	حدیث حب رسول
۳۲۷	ہر تکلیف مسلمان کی سیئات کا کفارہ ہے	۳۱۵	قسم کا فائدہ مشابہات کا حکم
۳۲۸	یہ بیعت کب ہوئی؟	۳۱۶	مشابہات کے معانی حضور جانتے ہیں
۳۲۹	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۱۷	محبت کے اسباب و اغراض
۳۲۹	حدیث کا مفاد	۳۱۷	شرح پر ایک تعقب
۳۲۹	حدیث قد غفرک اللہ ما تقدم الخ	۳۱۷	حدیث حب رسول
	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		حدیث ثلاث من کن فیہ وجد حلاوة
۳۳۰	معصوم ہیں	۳۱۸	الایمان
۳۳۰	ذنب کے معنی کی تحقیق	۳۱۹	یہ ام الاحادیث میں سے ہے
۳۳۰	حدیث یدخل اهل الجنة الجنة	۳۱۹	حدیث حب النصار
۳۳۱	حدیث فضیلت فاروق اعظم	۳۲۰	اوس و خزرج
۳۳۲	حدیث الحیاء من الایمان	۳۲۰	نفاق
۳۳۳	حدیث امرت ان اقاتل الناس الخ	۳۲۰	حدیث غنوبات گناہ کا کفارہ ہیں یا نہیں؟
۳۳۴	بے نمازی کا حکم	۳۲۱	عبادہ بن صامت
۳۳۴	حدیث ای العمل افضل	۳۲۲	شہد کا معنی
۳۳۵	حج مبرور کی علامت	۳۲۲	بدر
۳۳۵	ایمان عمل قلب ہے	۳۲۲	نقباء
۳۳۵	افضل الاعمال کا مطلب	۳۲۲	بیعت عقبہ
۳۳۵	حج افضل ہے یا جہاد؟	۳۲۳	مصعب بن عمیر
۳۳۶	حدیث مومنا او مسلما	۳۲۳	گناہ میں کسی کی اعانت نہیں
۳۳۹	سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۲۵	حدود کفارہ ہیں یا نہیں؟
۳۳۷	تالیف قلب کے لیے عطا	۳۲۵	احناف کا مسلک اور دلیل
۳۳۸	تلقین کی وجہ	۳۲۶	تطبیق

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۵۶	حدیث یخرج من الناس من قال الخ	۳۳۹	ت ثلث من جمعهن فقد جمع الايمان
۳۵۶	تصدیق اور اقرار دو چیزیں ہیں	۳۳۹	عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۵۷	لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم ہے	۳۴۱	حدیث کفران العشیر
۳۵۷	حدیث لا تحزن ذلك اليوم عیدا	۳۴۲	حدیث اذا التقا المسلمان بسيفيهما
۳۵۷	یوم ولادت اقدس میں عید منانا شروع ہے	۳۴۲	احنف بن قیس
۳۵۸	حدیث جاء رجل من اهل نجد ثائر الراس	۳۴۲	حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۵۸	طلحہ بن عبید اللہ	۳۴۳	هذا الرجل سے کون مراد ہے؟
۳۵۹	توجیہات	۳۴۴	حدیث انك امرء فيك جاهلية
۳۶۲	حدیث من اتبع جنازة الخ	۳۴۴	حضرت ابو ذر غفاری
۳۶۲	ت خشيت ان اكون مكذبا	۳۴۶	تطبیق
۳۶۲	ابراہیم تیمی	۳۴۶	حدیث اينالم يظلم
۳۶۳	ت کلهم يخاف النفاق الخ	۳۴۷	ایک اشکال کا جواب
۳۶۳	ابن ابی ملیحہ	۳۴۸	حدیث اية المنافق
۳۶۳	توجیہ	۳۴۹	حدیث اربع من كن فيه كان منافقا خالصا
۳۶۵	ایمانی کا ایمان جبرئیل کی بحث	۳۴۹	نفاق کی علامت انہیں میں منحصر نہیں
۳۶۵	ت ما خافه الا مومن	۳۵۰	حدیث من صام رمضان ايمانا الخ
۳۶۵	حدیث سباب المسلم فسوق	۳۵۰	حدیث انتدب الله عزوجل لمن خرج الخ
	حضرت امام کی طرف اس کی نسبت ثابت	۳۵۲	جماد فرض کفایہ ہے
۳۶۶	نہیں	۳۵۲	ت احب الدين الى الله
۳۶۶	ابو وائل	۳۵۲	حدیث ان الدين يسر
۳۶۶	مرجیہ	۳۵۳	ت اذا اسلم العبد وحسن اسلامه
۳۶۶	قتالہ کفر کی توجیہ	۳۵۴	حدیث اذا احسن احدكم اسلامه
۳۶۷	حدیث جبرئیل	۳۵۵	حدیث احب الدين ما داوم عليه
۳۶۷	مکمل	۳۵۵	نوافل و مستحبات پر بھی پابندی چاہیے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۸۴	علوم خمسہ کی بحث	۳۶۷	یہ حدیث ام الاحادیث ہے
	اہل سنت انبیاء کرام و اولیاء عظام کے لیے	۳۶۸	یہ حدیث کتنے صحابہ سے مروی؟
۳۸۶	علم غیب عطائی مانتے ہیں		آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے
۳۸۷	اس کی تائیدات	۳۶۸	کے لیے امتیازی جگہ
۳۸۸	اس آیت میں پانچ کی تخصیص کی حکمت	۳۷۰	زکات
۳۸۸	ذاتی و عطائی کا فرق نہ ماننے والوں کا رد	۳۷۲	ایمان اور اسلام مرادف ہیں یا نہیں؟
۳۹۰	حدیث مشتبہات سے پچنا دین کی حفاظت ہے	۳۷۴	تقدیر کے معنی
۳۹۰	امام شعبی حضرت عامر	۳۷۶	احسان کی توضیح
۳۹۰	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۷۸	عبادت کے معنی
۳۹۰	مشتبہات کی تفسیر	۳۷۸	عبادت اور تعظیم میں فرق
۳۹۲	دل کی اہمیت		غیر مقلدین کی خود ساختہ تعریف کا
۳۹۴	حدیث وفد عبدالقیس	۳۷۹	رد بلیغ
۳۹۴	ابو جمرہ		انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لیے مافوق
۳۹۵	وفد عبدالقیس	۳۸۰	الفطری قوت کا اثبات
۳۹۵	دست بوسی و قدم بوسی		ما المستول عنها باعلم من السائل
۳۹۶	حضرت اشبح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۸۰	کی محققانہ بحث
۳۹۶	نبیذ اور اس کا حکم	۳۸۱	علم غیب کے سلسلے میں اہل سنت کا عقیدہ
۳۹۷	اللہ و رسولہ اعلم کا ایک استعمال	۳۸۱	نبوة کے معنی
۳۹۷	ایمان اور اعمال میں تغائر اس کی دلیل	۳۸۲	غیب دانی خاصہ نبی ہے
۳۹۷	اشکال اور جواب		اس مرتبہ میں بعض غیوب پر مطلع نہ ہونا
۳۹۸	ولکن جہاد و نية	۳۸۲	غیب دانی کے منافی نہیں
۳۹۹	حدیث اذا انفق الرجل على اهله		دوسرا درجہ جمیع ما کان وما یکون کا
۳۹۹	حدیث لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله	۳۸۲	حصول یہ کب حاصل ہوا؟
۳۹۹	ابو مسعود انصاری	۳۸۳	علامات قیامت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	اکثر اہل عرب اللہ عزوجل کے وجود کے قائل تھے	۴۰۰	ت الدین النصیحة
۴۱۱	حدیث بالفاظ اخر	۴۰۱	حدیث الدین النصیحة
۴۱۲	صحابہ بخت سوار کرنے سے روک دیئے گئے تھے	۴۰۱	حضرت جریر بن عبد اللہ عجل
۴۱۲	اصل اشیاء میں اباحت ہے	۴۰۱	ایضاً
۴۱۲	لا ازید ولا انقص کی توجیہ	۴۰۲	حضرت مغیرہ کا وصال اور حضرت جریر کا خطبہ
۴۱۳	مناولت و مکاتبت	۴۰۳	کتاب العلم
۴۱۳	حضرت عثمان نے کتنے مصاحف لکھوائے تھے؟	۴۰۳	حدیث اذ اوسد الامر الی غیر اہلہ الخ
۴۱۴	واقعہ سریہ خلد سے استدلال	۴۰۳	علم کی تعریف
۴۱۴	حدیث کسریٰ کی جانب والائامہ	۴۰۳	علم کی تقسیم
۴۱۴	حدیث خاتم	۴۰۳	کتاب العلم کی کتاب الایمان سے مناسبت
۴۱۵	حدیث ثلثہ نفر	۴۰۴	اعرابی
۴۱۵	حضرت ابو واقد قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۰۴	حدث واخبر کافرق
۴۱۶	حضور سے قرب قرب الہی ہے	۴۰۵	حدیث خلد
۴۱۶	اللہ کے حیا فرمانے کا مطلب	۴۰۶	خلد اور مومن کے مابین وجہ شبہہ
۴۱۶	حدیث لیبلغ الشاهد الغائب	۴۰۶	استدلال
۴۱۶	عبد الرحمن بن ابی بکرہ	۴۰۶	تکمیل
۴۱۷	یہ خطبہ کب دیا تھا؟	۴۰۷	فوائد
۴۱۸	تکمیل	۴۰۸	اخذ حدیث کے طریقے
۴۱۸	شاہد کے معنی حاضر	۴۰۹	بعض متشددین کا رد
۴۱۹	فوائد	۴۰۹	حدیث ضام بن اقلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۱۹	ان العلماء ہم ورثۃ الانبیاء	۴۱۰	معززین کا مجمع میں تکیہ لگا کر بیٹھا جائز ہے
		۴۱۰	نام نامی یا کنیت کے ساتھ پکارنا جائز نہیں

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۲۹	بچے کا سماع کب صحیح ہے؟	۴۲۰	ت لو وضعتہم الصمصام
۴۳۰	حدیث العلم کفیث الکثیر	۴۲۰	تکمیل
۴۳۱	تطبیق	۴۲۰	علم دین چھپانے کی وعید
۴۳۱	قال اسحاق سے کون مراد ہے؟	۴۲۱	حدیث یسروا ولا تعسروا
۴۳۲	ت لا ینبغی لاحد عنده شئی من العلم	۴۲۱	حدیث یدکر الناس فی کل خمیس
۴۳۲	ربیعہ بن عبد الرحمن	۴۲۲	کسی کار خیر کیلئے دن مقرر کرنا
۴۳۲	حدیث یقل العلم ویظهر الجہل	۴۲۲	حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی
۴۳۳	حدیث فضل علم	۴۲۲	حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۳۴	دودھ اور علم میں مناسبت	۴۲۳	کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں
۴۳۴	حدیث یشہر الفتن ویکثر الهرج	۴۲۳	تمام صحابہ عادل ہیں
۴۳۴	حدیث ما من شئی لم اکن ارتیہ الاراثہ	۴۲۴	فنیلت فتنہ
۴۳۴	حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۴۲۵	حضور قاسم بھی ہیں اور خازن بھی
۴۳۴	ذات النطاقین کا خطاب	۴۲۵	اسے علم کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں
۴۳۵	حضرت عبد اللہ بن زبیر کی ولادت	۴۲۵	اس حدیث سے ثابت کہ حضور اول الخلق ہیں
۴۳۵	بچے کو شہادت کا مشورہ	۴۲۵	ت تفقہوا قبل ان تسودوا
۴۳۵	بچے کو کفن پہنایا	۴۲۷	حدیث لا حسد الا فی اثنین
۴۳۵	بچے کو سولی پر دیکھ کر	۴۲۷	حدیث اللہم علمہ الکتاب
۴۳۵	تاج کے روبرو ترکی بہ ترکی جواب	۴۲۸	ت رحل جابر مسیرۃ شہر
۴۳۵	وصال	۴۲۹	عبد اللہ بن امیس
۴۳۶	تکمیل		حدیث عقلت من النبی صلی اللہ تعالیٰ
۴۳۷	علم جمیع ما کان وما یکون کا ثبوت	۴۲۹	علیہ وسلم
۴۳۷	اس حدیث میں شئی اعم العام ہے	۴۲۹	حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
	اس کے عموم میں ذات باری تعالیٰ کا مشاہد	۴۲۹	تطبیق
۴۳۸	بھی داخل ہے	۴۲۹	فوائد

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۴۶	تکمیل	۴۳۸	احکام
۴۴۶	فوائد	۴۳۸	سورج گھن کی نماز
۴۴۷	حدیث تعین الیوم للوعظ	۴۳۸	حضور نے بیداری میں اللہ عزوجل کو دیکھا
۴۴۷	مجلس خیر کے لیے دن معین کرنا سنت ہے	۴۳۹	حدیث سلونی عما شئتم
۴۴۷	نابالغ بچوں کے فوت ہونے کا ثواب	۴۳۹	اشیاء کے غیر منصرف ہونے کی وجہ
۴۴۷	حدیث من کذب علی	۴۳۹	الف ممدودہ زائدہ علامت تانیث ہے
۴۴۸	ربیع بن حراش	۴۳۹	کسے سوال ممنوع ہیں؟
۴۴۸	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۴۰	سلونی عما شئتم کی توضیح
۴۴۹	غزوہ احد میں سولہ زخم کھائے	۴۴۰	حدیث اذا تکلم اعدا ثلثا
۴۴۹	مسند خلافت	۴۴۰	تین بار سلام کی توجیہ
۴۴۹	شہادت	۴۴۱	حدیث ثلثة لهم اجران
۴۴۹	مناسبت	۴۴۱	مولیٰ کے معانی
۴۵۰	حکم وضع میں احتیاط لازم ہے	۴۴۱	کتاب سے کیا مراد ہے؟
۴۵۰	احادیث کو پوری صحت سے پڑھنا واجب ہے	۴۴۱	ایک اشکال کا جواب
۴۵۰	حدیث ایضاً	۴۴۲	تکمیل
۴۵۰	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۴۳	حدیث عظة النساء
۴۵۱	راہ خدا میں پہلی تلوار	۴۴۳	عورتوں کے مجمع میں وعظ ممنوع ہے
۴۵۱	حواری کا خطاب	۴۴۴	حدیث من اسعد الناس بالشفاعة
۴۵۱	قبول حق	۴۴۴	شفاعت کے مدارج
۴۵۱	حضرت علی کا اعلان حق	۴۴۵	فوائد
۴۵۱	لاش مبارک منتقل کی گئی	۴۴۵	ت و کتب عمر بن عبدالعزیز
۴۵۲	حضور سے رشتے	۴۴۵	ابو بکر بن حزم انصاری
۴۵۲	اس احتیاط کا نکتہ	۴۴۵	تدوین حدیث کی ایک کڑی
۴۵۲	جو اچھی طرح یاد ہوا سے بیان کرنا ضروری ہے	۴۴۶	حدیث قبض العلم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	اس مصحف کے علاوہ حضرت علی کے پاس	۴۵۲	حدیث ایضاً
۴۵۸	کوئی خاص قرآن نہ تھا	۴۵۳	حدیث ایضاً
۴۵۸	العقل	۴۵۳	حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۵۸	حدیث حضرت ابو ہریرہ مثنویں میں ہیں	۴۵۳	انہوں نے تین بار بیعت کی
۴۵۸	حدیث لکھنے کی ابتداء	۴۵۳	ان سے بھیڑیے نے کلام کیا
۴۵۹	حضرت ابو ہریرہ نے بھی احادیث لکھیں		حضور ما کان وما یکون کی خبر دیتے
۴۶۰	حدیث قرطاس	۴۵۳	ہیں
۴۶۰	تکمیل	۴۵۴	پہلی ثلاثی
۴۶۱	شبہات اور جوابات		روایت بالمعنی کے عدم جواز پر استدلال اور
۴۶۱	اھجر کی تحقیق	۴۵۴	اس کا جواب
۴۶۱	اھجر حضرت عمر کا قول نہیں	۴۵۴	حدیث تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی
۴۶۱	ہجر کے معنی ہذیان کے بن ہی نہیں سکتے		حیات مبارکہ تک نام اور کنیت کا جمع کرنا
	تعمیل حکم نہ کرنے کے الزام کے چھ	۴۵۵	ممنوع تھا
۴۶۲	جوابات	۴۵۵	بعد وصال یہ ممانعت نہ رہی
۴۶۲	حضرت ابو بکر و عمر حضور کے وزیر ہیں		حضور ﷺ نے محمد بن حنفیہ کو اپنا نام اور
۴۶۲	حضرت فاروق کی رائے کے مطابق وحی آتی تھی	۴۵۵	اپنی کنیت عطا فرمائی
۴۶۲	پچیس مواقع میں تطابق		حضور ﷺ جانتے تھے کہ حاملہ کے پیٹ
	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا لکھوانا	۴۵۵	میں کیا ہے؟
۴۶۲	چاہتے تھے؟	۴۵۶	خواب میں زیارت
	حضور نے حضرت علی کی خلافت کی کوئی	۴۵۶	یہ حدیث متواتر ہے
۴۶۳	وصیت نہیں کی تھی	۴۵۶	چند احادیث متواترہ
۴۶۳	ان الرزیه کل الرزیه کا جواب	۴۵۷	حدیث هل عندکم کتاب
	حدیث رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی	۴۵۷	حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴۶۳	الآخرہ	۴۵۷	شیعوں کی تردید

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۷۱	توف بکالی	۴۶۳	حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۴۷۱	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴۶۴	سو توں کو جگا کر ذکر الہی کی تلقین جائز ہے
۴۷۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۴۶۵	حدیث سو سال کے بعد آج کا کوئی زندہ نہ رہے گا
۴۷۲	حضرت یوشع بن نون علیہ السلام	۴۶۵	یہ کب فرمایا؟
۴۷۲	حضرت یوشع نے سورج اور چاند کو روکا	۴۶۵	ایک اشکال کا جواب
۴۷۲	حضرت خضر	۴۶۵	حدیث اکثر ابوہریرہ
۴۷۳	زمانہ	۴۶۶	کثرت روایت کی وجہ
۴۷۳	یہ نبی تھے یا صرف ولی؟		حدیث آنحضور ﷺ نے حضرت ابوہریرہ کو قوی
	حضور اقدس ﷺ اور صحابہ سے ان کی	۴۶۷	الحافظہ کر دیا
۴۷۳	ملاقات ثابت		حضور ﷺ کو یہ اختیار ہے جسے جو چاہیں
۴۷۳	چار نبی زندہ ہیں	۴۶۷	عطا فرمادیں
	حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج	۴۶۷	حدیث حفظت وعائین
۴۷۳	کرتے ہیں	۴۶۸	وعائین سے کیا مراد ہے؟
۴۷۴	تطبیق	۴۶۹	حدیث لا ترجعوا بعدی کفاراً
۴۷۴	موسیٰ بن میشا	۴۶۹	ایک شبہ اور اس کا جواب
۴۷۵	ایک تعارض اور تطبیق	۴۷۰	احکام
۴۷۵	حضرت موسیٰ حضرت خضر سے اعلم ہیں		منکرین اجماع کا استدلال اور اس کا
	دینی بات کے اختتام پر واللہ اعلم کہنا	۴۷۰	جواب
۴۷۵	ادب ہے	۴۷۰	حدیث موسیٰ اور خضر علیہما السلام
۴۷۵	یہ مجمع البحرین کہاں ہے؟	۴۷۰	تکمیل
۴۷۵	ایک شبہ کا جواب	۴۷۰	کشتی کا تختہ کیوں توڑا؟
۴۷۶	مصنف کا جواب	۴۷۰	بچے کو کیوں قتل کیا؟
۴۷۶	توشہ مچھلی تھی	۴۷۱	دیواریں کیوں سیدھی کیں؟
۴۷۷	روایات مختلفہ میں تطبیق	۴۷۱	حربن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۸۶	حدیث سوال الیہود عن الروح	۴۷۷	یہ لوگ سحرہ کے بعد کتنی دیر چلے؟
۴۸۶	دو روایتوں میں تطبیق	۴۷۸	قص کے معنی
۴۸۶	روح کے اطلاقات	۴۷۸	دونوں کی ملاقات کہاں ہوئی؟
	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روح		حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے
۴۸۷	کی حقیقت جانتے ہیں	۴۷۹	تشریف آوری کا مقصد پوچھا
۴۸۷	علامہ عینی کی تحقیق		حضرت خضر باطنی علوم کے مطابق عمل
۴۸۸	عالم امر اور عالم خلق	۴۷۹	کرنے پر مامور تھے
۴۸۸	وما اوتوا قراءۃ شاذہ ہے	۴۸۰	حضرت یوشع بھی ہمراہ تھے
۴۸۸	قراءات شاذہ حجت ہے	۴۸۰	ایک شبہ کا جواب
۴۸۹	حدیث لو لا قومک حدیث عہد بکفر	۴۸۱	مختلف روایات میں تطبیق
۴۸۹	اسود	۴۸۲	بچے کے قتل کرنے کی تفصیل
۴۸۹	تکمیل		قیموں کی دیوار کس بستی میں درست کی
۴۸۹	حطیم کو کعبے سے علیحدہ کرنے کی تاریخ	۴۸۲	تھی؟
۴۸۹	حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر	۴۸۲	دیوار درست کرنے کی تفصیل
۴۸۹	عبدالملک سفاک نے اسے ڈھادیا	۴۸۳	دونوں کی جدائی
	امام مالک نے ہارون کو دوبارہ بنانے سے	۴۸۳	اکیس مسائل
۴۹۰	روک دیا	۴۸۴	گمراہ و ملحد صوفیہ کا رد
۴۹۰	کعبے کی تعمیر سات بار ہوئی ہے	۴۸۵	حدیث من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا
	صرف حطیم کی جانب منہ کر کے نماز	۴۸۵	تکمیل
۴۹۰	درست نہیں	۴۸۵	غصے کے اقسام و احکام
۴۹۰	اس حدیث کا مفاد		اپنی آبر و اور مال بچانے میں مار ڈالا جانے والا
۴۹۱	حدیث حدثوا الناس بما یعرفون	۴۸۵	شہید ہے
	حضرت ابو طفیل بن عامر رضی اللہ تعالیٰ	۴۸۵	یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے
۴۹۱	عنه	۴۸۵	فوائد

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۹۹	رتح کے نکلنے سے بہر حال وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ نہ ہو	۴۹۱	صحابہ کرام میں سب سے اخیر میں ان کا وصال ہوا
۴۹۹	وضو مطلقاً ہر نماز کیلئے شرط ہے اگرچہ نماز جنازہ ہو	۴۹۱	اس حدیث کی سند بعد میں کیوں ذکر کی؟
۴۹۹	احناف اور شوافع کے دلائل	۴۹۱	تناسب
۴۹۹	نماز سے باہر آنے کیلئے تسلیم فرض نہیں	۴۹۲	حدیث ما من احد يشهد ان لا اله الا الله
۵۰۰	امام بخاری کے ایک الزام کا جواب	۴۹۲	اس حدیث کی تاویل
۵۰۰	نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟	۴۹۳	فوائد
۵۰۰	حدیث غرامحجلین	۴۹۳	ت لا يتعلم العلم مستحي
۵۰۰	نعیم بن عبد اللہ الجمر	۴۹۳	امام مجاہد
۵۰۰	مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا منع ہے	۴۹۴	ت نعم النساء نساء الانصار
۵۰۰	مسجد میں وضوء کا پانی گرانا منع ہے	۴۹۴	حدیث اذا احتلمت المرأة
۵۰۱	امت کے معانی	۴۹۴	حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۵۰۱	وضوء اگلی امتوں میں بھی تھا	۴۹۵	عورت کے بھی منی ہوتی ہے
۵۰۱	البتہ وضوء کا یہ اثر اس امت کے ساتھ خاص ہے	۴۹۵	ازواج مطہرات احتلام سے محفوظ ہیں
۵۰۱	من شاء ان يطيل انخراشادر سول ہے	۴۹۶	تربت يمينك کے معنی
۵۰۲	حدیث لا ينصرف حتى يسمع صوتا او يجدر يحا	۴۹۶	بچے کے مال باپ کے مشابہ ہونے کا سبب
۵۰۲	حضرت سعید بن مسیب	۴۹۶	فوائد
۵۰۳	عباد بن تمیم	۴۹۶	کتاب الوضوء
۵۰۳	اس سے مراد خروج ریح کا یقین ہے	۴۹۷	مناسبت
۵۰۳	حدیث فتوضا، وضوء، اخفيفا	۴۹۷	وضوء کب مشروع ہوا؟
۵۰۳	حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۴۹۸	وضوء ہر نماز کیلئے فرض تھا خواہ محدث ہو خواہ نہ ہو
		۴۹۸	حدیث لا يقبل صلوة من احدث حدث کے معنی اور اقسام

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۱۰	وضو کرنے کے بعد نماز نہ پڑھی ہو جب بھی	۵۰۴	فقام النبی کی جگہ فنام صحیح ہے
۵۱۰	دوسرا وضوء جائز ہے اگر مجلس بدل گئی ہو	۵۰۵	کتنی رات گزری تھی؟
۵۱۰	من زاد او نقص الح کی تاویل	۵۰۵	انوار الباری کی غلطی
۵۱۰	حاجی کیلئے عرفات یارستے میں مغرب	۵۰۵	ابن عباس کو کس طرح پھیرا؟
۵۱۰	پڑھنی جائز نہیں	۵۰۵	انبیاء کی نیند ناقض وضوء نہیں
۵۱۰	فوائد	۵۰۵	فیض الباری کی غلطی
۵۱۱	حدیث المضمضة والاستنشاق من غرفة	۵۰۶	انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں
۵۱۱	ایک ہی چلو سے کلی کرنی اور ناک میں پانی	۵۰۶	ت اسباغ الوضوء
۵۱۱	ڈالنا بھی جائز ہے	۵۰۷	حدیث اسباغ الوضوء
۵۱۱	داہنے ہی ہاتھ سے کلی بھی کرے اور ناک	۵۰۷	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۵۱۱	میں پانی بھی ڈالے	۵۰۷	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۵۱۱	حضرت معاویہ اور حضرت امام حسن کا		آزاد کردہ غلاموں میں یہ سب سے پہلے
۵۱۱	مکالمہ	۵۰۸	ایمان لائے
۵۱۲	سر کے مسح کے لیے نیاپانی لیا		صحابہ میں صرف انہیں کا قرآن میں نام
۵۱۲	رش کے معنی دھونے کے بھی ہیں	۵۰۸	مذکور ہے
۵۱۲	ابوداؤد کی ایک روایت کی توضیح	۵۰۸	عرفہ کسے کہتے ہیں؟
۵۱۲	مسح کے معانی	۵۰۹	اسباغ کے معنی
۵۱۳	احکام		لم یسبغ الوضوء سے وضو متعارف مراد
۵۱۳	حدیث لو ان احدکم اذا اتی اہلہ	۵۰۹	ہے
۵۱۳	کشف عورت سے پہلے دعا پڑھے	۵۰۹	وضوء بہ معنی استنجاء مراد لینا مضحکہ خیز ہے
۵۱۳	باب کا ثبوت	۵۰۹	مزدلفہ
۵۱۳	وضوء سے پہلے تسمیہ فرض نہیں	۵۰۹	دوسرا وضوء آب زمزم سے کیا تھا
۵۱۳	حدیث لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله صحیح		دوسرا پانی ہوتے ہوئے آب زمزم سے
۵۱۳	نہیں	۵۰۹	وضوء ممنوع ہے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہی حدیث ہے	۵۱۴	حدیث اذا اراد ان يدخل الخلاء
۵۲۲	احناف کا جواب	۵۱۴	خبث اور خبائث کے معانی
۵۲۲	فیض الباری کا رد	۵۱۵	وضوء کے درمیان استنجا کا بیان
۵۲۲	حضرت صدر الشریعہ کی محققانہ توجیہ	۵۱۶	حضور کے استعاذے کی حکمت
۵۲۳	حدیث عراق کی بحث	۵۱۶	اس دعاء سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھے
۵۲۴	لا صق بالارض کی توجیہ	۵۱۶	بیت الخلاء سے باہر کی دعا
۵۲۵	حدیث ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۵۱۷	حدیث وضع الماء عند الخلاء
۵۲۵	کن یخرجن باللیل	۵۱۷	حدیث اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة
۵۲۵	ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۵۱۷	حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ
۵۲۶	تکمیل	۵۱۸	حضرت عبدالمطلب کی نائمال
۵۲۷	تطبیق	۵۱۸	قسط طنیہ کے پہلے حملے میں یہ شریک تھے
۵۲۷	مصنف کی تحقیق کہ یہ دو واقعے ہیں	۵۱۸	ان کے مزار پاک پر دعا کرنے سے بارش ہوتی ہے
۵۲۸	آیۃ الحجاب سے کیا مراد ہے؟	۵۱۸	تکمیل
۵۲۸	مختلف شان نزول میں تطبیق	۵۱۸	فننحرف کی تشریح
۵۲۹	حدیث قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتک	۵۱۹	باب سے مطابقت
۵۲۹	ازواج مطہرات کے پردے کے تین مدارج	۵۱۹	غائط کے معنی
۵۲۹	نزول حجاب واقعہ افک سے پہلے کا ہے	۵۱۹	علامہ عینی کی توجیہ
۵۳۰	آیت حجاب کب نازل ہوئی؟	۵۱۹	اس بارے میں سات مذاہب ہیں
۵۳۰	حضرت زینب کی عمر نکاح کے وقت تیس سال کی تھی	۵۲۲	حدیث ارتقیبت علی ظہر بیت لنا
۵۳۱	مسائل	۵۲۲	تکمیل
۵۳۱	حدیث الاستنجاء بالماء	۵۲۲	عہد صحابہ میں مشہور تھا کہ قبلے کو استنجا کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا منع ہے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۴۳	حدیث الوضوء مرتین مرتین	۵۳۱	باب کا مقصد
۵۴۴	حدیث الوضوء ثلاثا ثلاثا	۵۳۱	مسائل
۵۴۴	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۳۲	حدیث حمل العنزة عند الاستنجاء
	اسلام لانے میں ان کا چوتھا پانچواں نمبر	۵۳۲	یستنجی بہ حدیث ہی کا جزو ہے
۵۴۴	ہے	۵۳۳	حدیث النهی عن الاستنجاء باليمين
۵۴۴	ذوالنورین خطاب	۵۳۳	ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۵۴۴	ایام خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے	۵۳۴	پانی پیتے وقت سانس نہ لے
۵۴۵	دولت کی فراوانی	۵۳۴	شرمگاہ کو داہنا ہاتھ لگانا منع ہے
۵۴۵	حمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۳۵	حدیث الاستنجاء بالاحجار
۵۴۶	ہر ایک کیلئے الگ الگ پانی لینا بہتر ہے	۵۳۵	استنفض بھا کا معنی
۵۴۷	مخالفین کے استدلال کا جواب	۵۳۵	کن چیزوں سے استنجاء درست ہے؟
۵۴۸	سز کا مسح ایک بار سنت ہے	۵۳۵	بڈی گوبر سے ممانعت کی علت
۵۴۸	احناف کے دلائل	۵۳۵	بڈی گوبر جنوں کی خوراک ہے
۵۴۸	شوافع کے استدلال کا جواب	۵۳۶	تطبیق
۵۴۹	ولكن عروة يحدث	۵۳۷	ایک مشہور اعتراض کا محققانہ جواب
۵۵۰	اگر ایک آیت نہ ہوتی تو بیان نہ کرتا کی توجیہ	۵۳۸	حدیث النهی عن الاستنجاء بالروث
۵۵۰	تطبیق کی سب سے اچھی صورت	۵۳۸	رکس کے معنی
۵۵۱	ت ذکرہ عثمان	۵۳۸	سند کی توضیح
۵۵۲	حدیث الاستنشار فی الوضوء	۵۳۸	استنجاء میں تین ڈھیلے کا حکم
۵۵۳	حدیث الاستجمار وترا	۵۳۹	احناف کے دلائل
۵۵۳	اذا استيقظ کی قید اتفاقی ہے	۵۳۹	تین کے عدد کی توجیہات
	دوسری روایتوں میں "اللیل" کا بھی ذکر	۵۴۱	امر کبھی استبقا علی الفعل کیلئے آتا ہے
۵۵۴	اتفاقی ہے	۵۴۱	اس کی دو نظیریں
۵۵۴	علت منصوصہ مدار حکم ہے	۵۴۲	حدیث الوضوء مرة مرة

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۶۵	حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۵۵۵	یہ حکم تعبدی ہے
۵۶۶	حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۵۵۵	شیطان ناک پر رات گزارتا ہے
۵۶۶	مسائل مستنبطہ	۵۵۵	حدیث ویل للعقاب من النار
۵۶۶	علامہ نووی کی غلط فہمی	۵۵۶	مسح سے کیا مراد ہے؟
۵۶۶	حدیث استحباب التیمن فی کل شئی	۵۵۶	مصنف کی تحقیق
۵۶۷	تیا من کہاں مستحب ہے؟	۵۵۶	روافض کا رد
۵۶۷	حدیث خروج الماء من بین اصابعہ صلی	۵۵۷	ت یغسل موضع الخاتم
۵۶۷	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۵۵۷	ابن سیرین
۵۶۷	جو افعال تشریف و تکریم کے قبیل سے ہیں	۵۵۹	حدیث ایضاً
۵۶۷	ان میں تیا من مستحب ہے	۵۶۰	حدیث التوضی فی النعال
۵۶۷	نماز کا وقت شروع ہوتے ہی پانی کی تلاش	۵۶۰	عبید بن جریج
۵۶۷	واجب ہے	۵۶۰	غایت باب
۵۶۸	انگشتان مبارکہ سے پانی ابلنے کا واقعہ عظیم	۵۶۰	وضوء میں پاؤں پر مسح کافی نہیں
۵۶۸	مجمع میں ہوا	۵۶۱	اس پر اجماع ہے کہ پاؤں دھونا فرض
۵۶۹	دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے افضل	۵۶۱	ہے
۵۶۹	پانی	۵۶۲	رکن عراقی اور شامی کا استلام نہیں
۵۶۹	انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں مٹانی	۵۶۲	سبب کی تحقیق
۵۶۹	چاہئیں	۵۶۲	یتوضا اپنے حقیقی معنی میں ہے
۵۷۰	انسان کے جسم کے بال اس کے مرنے کے	۵۶۳	زرد رنگ رنگتے ہیں اس کی توجیہ
۵۷۰	بعد بھی پاک رہتے ہیں	۵۶۳	تلبیہ کس وقت سے پکاری جائے؟
۵۷۰	فضلات مبارکہ طاہر ہیں	۵۶۴	حدیث التیا من فی کل شئی
۵۷۱	اجزاء انسانی سے انتفاع جائز نہیں	۵۶۴	حضرت ام عطیہ
۵۷۱	جب کتابرتن میں منہ ڈال دے	۵۶۴	تکمیل
۵۷۲	توضیح باب مناسبت اور غایت باب	۵۶۵	باب کے ساتھ مطابقت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۸۵	ہمارا جواب		حدیث التبرک بشعر النبی صلی اللہ تعالیٰ
۵۸۶	ہمارے دلائل	۵۷۳	علیہ وسلم
۵۸۶	لامستم النساء کی تفسیر	۵۷۳	عبیدہ اور ابو طلحہ انصاری
۵۸۷	احناف کا جواب		رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ
۵۸۸	مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟		الوداع کے موقع پر اپنے سر کے بل منڈوا
۵۸۹	من ضحك فی الصلاة	۵۷۴	کر تقسیم فرمائے
۵۹۰	ان اخذ من شعرہ الخ	۵۷۴	موئے مبارکہ سے تبرک حاصل کرنا
۵۹۱	لا وضوء الا من حدث		حدیث حضرت ابو طلحہ نے موئے مبارک حاصل
۵۹۲	فنزفه الدم	۵۷۵	کیے
۵۹۳	یصلون فی جراحاتهم	۵۷۵	حدیث اذا شرب الکلب فی الاناء
۵۹۳	لیس فی الدم وضوء		کتے کے جھوٹے برتن کو دھونے کے بارے
۵۹۴	امام طاووس	۵۷۶	میں فقہاء کا اختلاف
۵۹۵	حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ		حدیث ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے والا جنت میں
۵۹۶	حضرت امام باقر کی رافضیوں سے بیزاری	۵۷۸	داخل ہوا
۵۹۷	عصر بثرۃ الخ	۵۸۰	مسائل
۵۹۷	بزق دما الخ	۵۸۱	حدیث زمانہ نبوی میں کتے مسجد میں آتے تھے
۵۹۷	حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۸۱	حدیث کی تشریح
۵۹۸	فیمن احتجم	۵۸۲	حدیث کتے کا شکار
۵۹۸	لا یزال العبد فی الصلوة	۵۸۲	حضرت عدی بن حاتم
۵۹۹	حکم المذی	۵۸۳	تکمیل اور وجہ مطابقت
۵۹۹	حضرت مقداد بن اسود	۵۸۴	مسائل
۵۹۹	حضرت محمد بن حنفیہ	۵۸۵	ت من یرج من دبرہ الخ
۶۰۰	رافضیوں کے ایک امام غائب	۵۸۵	ہمارا اور شوافع کا اختلاف
۶۰۰	تکمیل	۵۸۵	وجہ استدلال

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۱۱	تطبیق	۶۰۱	تطبیق
۶۱۲	وتر تین رکعت ہے	۶۰۱	مسائل
۶۱۲	انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں	۶۰۱	مذی ناقض وضو ہے یا نہیں
۶۱۲	ایضاح البخاری کا رد	۶۰۲	حدیث اذا جامع ولم یمن
۶۱۳	سنت فجر کے بعد سونے کی بحث	۶۰۲	زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۱۵	مسائل	۶۰۲	حدیث اذ قحطت الخ
۶۱۶	ت المرأة بمنزلة الرجل	۶۰۲	باب سے مطابقت
۶۱۶	حضرت سعید بن مسیب	۶۰۳	حدیث المسح علی الخفین
۶۱۷	چوتھائی سر کے مسح کی بحث	۶۰۳	اقوال رجال سے استدلال
۶۱۷	مطابقت	۶۰۳	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۶۱۹	ت ایجزی ان یمسح الخ	۶۰۵	تکمیل
۶۱۹	حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۵	حضرت عبدالرحمن بن عوف کی امامت
۶۲۲	حدیث	۶۰۶	ثبوت باب
۶۲۲	ایک اشکال	۶۰۶	غایت باب
۶۲۲	جواب	۶۰۷	چوتھائی سر کا مسح
۶۲۲	اشکال دوم	۶۰۷	صرف عمامے پر مسح کافی نہیں
۶۲۵	ت ان يتوضوا بفضل سواكه	۶۰۸	شوافع کا استدلال اور جواب
۶۲۵	ماء مستعمل کی تعریف	۶۰۸	مسائل
۶۲۵	حکم	۶۰۸	ت لا باس بالقرأة فی الحمام
۶۲۸	تعلیق کی توجیہ	۶۰۸	باب کی توضیح
۶۲۷	حدیث یاخذون من فضل وضوئه	۶۱۰	ت ان کان علیہم ازار الخ
۶۲۸	حدیث فشربت من وضوئه	۶۱۰	احکام
۶۲۸	حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ		حدیث قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
۶۳۰	خاتم نبوت	۶۱۱	وسلم العشر الاواخر

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۵۵	کھانے میں چھری کا استعمال	۶۳۲	توضا بالحمیم
۶۵۵	حدیث اکل السویق ولم يتوضا	۶۳۳	حدیث کان الرجال والنساء يتوضون
۶۵۵	حضرت سید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶۳۵	حدیث صب علی من وضوئہ
۶۵۶	سورج لوٹانے کا معجزہ صحیح ہے	۶۳۵	محمد بن منکدر
۶۵۷	شوکانی صاحب کا رد	۶۳۷	حدیث غسل یدیه ووجہہ ومج فیہ
۶۵۸	حدیث اکل کتفائیم صلی ولم يتوضا	۶۳۸	حدیث اشتد وجع النبی صلی اللہ تعالیٰ
۶۵۸	حدیث المضمضة من اللبن	۶۳۸	علیہ وسلم
۶۵۹	حدیث اذا نعس احدکم	۶۳۲	حدیث يتوضا بالماء
۶۵۹	مطابقت	۶۳۲	صاع اور مد کی تحقیق
۶۶۰	حدیث ایضاً	۶۳۳	وضو میں پانی کی مقدار
۶۶۰	نماز میں سونا تا قضا وضو نہیں	۶۳۴	غسل میں پانی کی مقدار
۶۶۱	مختلف احادیث کا محمل	۶۳۵	فرق کی تحقیق
۶۶۲	ایضاح البخاری کا رد	۶۳۷	صدقہ فطر کی مقدار گیسوں سے دو کلو
۶۶۲	حدیث الوضوء عند کل صلوۃ	۶۳۷	پینتالیس گرام ہے
۶۶۲	کیا حضور پر ہر نماز کے لیے وضو فرض تھا؟	۶۳۸	حدیث المسح علی الخفین
۶۶۳	حدیث لعل الله يخفف عنهما	۶۳۸	یہ تعین ہے یا مند
۶۶۵	لا یستتر کے معنی	۶۵۰	موزوں پر مسح افضل ہے یا پاؤں دھونا
۶۶۶	قبر میں پیشاب کے بارے میں سوال ہوگا	۶۵۱	حدیث مسح علی الخفین
۶۶۶	تعارض اور تطبیق	۶۵۱	حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ
۶۶۷	یہ دونوں مسلمان تھے کہ کافر؟	۶۵۱	عنہ
۶۶۷	گناہ کبیرہ کی تعریف	۶۵۲	حدیث المسح علی الخفین
۶۶۸	تعداد	۶۵۲	ت اکل لحماً فلم يتوضا
۶۶۸	پیشاب سے نہ پھینکا کبیرہ ہے	۶۵۳	حدیث اکل کتف شاة الخ
۶۶۹	غیبت اور نیمہ کافر	۶۵۴	حدیث يحتز من کتف شاة

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۸۸	حدیث غسل الدم	۲۷۰	تخفیف عذاب کی علت
۲۸۸	حدیث حکم الاستحاضة	۲۷۱	لطیفہ
۲۸۸	ہر نجاست بقدر درہم معاف ہے	۲۷۳	انوار الباری کا رد
۲۸۹	پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی	۲۷۴	کشمیری صاحب کا ارشاد
۲۹۰	نجاست دور ہو سکتی ہے	۲۷۵	لعل تحقیق کے لیے ہے
۲۹۰	حیض کی شناخت	۲۷۵	امام بخاری پر تطفل
۲۹۱	خارج من غیر السبیلین بھی ناقض	۲۷۶	گنگوہی صاحب کا رد
۲۹۱	وضو ہے	۲۷۷	حدیث بول الاعرابی فی المسجد
۲۹۱	سبیلین سے غیر مقدار چیز کا نکلنا بھی	۲۷۸	حدیث ایضاً
۲۹۱	ناقض وضو ہے	۲۷۸	یہ اعرابی کون تھے؟
۲۹۲	مغذور کا حکم	۲۷۹	تناسب ابواب
۲۹۳	حدیث حکم المنی	۲۸۰	حدیث بول الصبی علی رسول اللہ صلی
۲۹۳	منی ناپاک ہے	۲۸۰	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۲۹۵	دیوبندی شراح کا رد	۲۸۰	حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۲۹۵	محمود الحسن صاحب کا رد	۲۸۲	حدیث البول قائماً
۲۹۶	علامہ نووی کی لغزش	۲۸۳	حدیث ایضاً
۲۹۷	ت صلی فی دار البرید والسرقة	۲۸۳	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا افادہ
۲۹۸	حدیث عکل وعرینہ	۲۸۴	حدیث ایضاً
۷۰۰	دواء ابھی پیشاب پینا جائز نہیں	۲۸۴	حدیث حذیفہ کے جوابات
۷۰۲	حدیث الصلوة فی مراتب الغنم	۲۸۵	یہ حدیث کھڑے ہو کر پیشاب کرنے
۷۰۲	ایضاح البخاری کا رد	۲۸۵	والوں کو مفید نہیں
۷۰۳	مراتب غنم و معاطن ابل کے احکام	۲۸۷	ایک حدیث کا حل
۷۰۴	کے مختلف ہونے کی وجہ	۲۸۷	تحفة الاحوذی کا رد
۷۰۵	ت لا باس بالماء ما لم یغیرہ	۲۸۷	صاحب تحفہ کی ہاتھ کی صفائی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۲۴	امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ		امام بخاری کا مسلک اور دیگر ائمہ کے مذاہب
۷۲۵	حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۷۰۵	
۷۲۵	نبیذ سے وضو کی بحث	۷۰۶	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی پر تعقب
۷۲۶	التیمم احب الی من الوضوء بالنبیذ	۷۰۶	حدیث قلمتین پر علامہ عینی کی جرح
۷۲۶	امام عطار رحمۃ اللہ علیہ	۷۰۷	امام مالک کے مذہب پر کلام
۷۲۹	ایک خاص نکتہ	۷۰۷	مذہب امام شافعی پر کلام
۷۳۰	حدیث کل شراب اسکر فہو حرام	۷۰۸	ت لا باس بریش المیتة
۷۳۱	ت امسحوا علی رجلی فانہا مریضة	۷۰۸	ت قال الزہری فی عظام الموتی
	حدیث بای شیئی دوی جرح النبی صلی	۷۰۸	کشمیری صاحب کی امام ابو یوسف پر عنایت
۷۳۱	اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	۷۰۹	ت لا باس بتجارة العاج
۷۳۲	سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۱۰	حدیث الفارة اذا سقطت فی السمن
۷۳۳	حدیث فوجدتہ یستن	۷۱۰	امام بخاری کا ایک تسامح
۷۳۳	حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷۱۲	حدیث ذم الشہید
۷۳۴	حدیث یشوص فاه بالسواک	۷۱۳	حدیث لا یبولن احدکم فی الماء الدائم
۷۳۵	ت ارانی اتسوک بسواک الخ	۷۱۴	ماء قليل کا حکم
۷۳۵	نعیم جعل ساز	۷۱۵	ابن تیمیہ کا رد
۷۳۷	حدیث فضل من بات علی الوضوء	۷۱۶	غیر مقلدین کا رد
۷۳۹	کتاب الغسل	۷۱۶	بیر بضاء کی بحث
۷۳۹	حدیث الوضوء قبل الغسل	۷۱۷	ت اذا رای فی ثوبہ دما
	حدیث کیفیۃ غسل النبی صلی اللہ تعالیٰ	۷۱۸	ت صلی وفی ثوبہ دم
۷۴۰	علیہ وسلم		حدیث طرح الجیفۃ علی ظہرہ صلی اللہ
۷۴۱	حدیث الغسل من فرق	۷۱۹	تعالیٰ علیہ وسلم
۷۴۱	حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۷۲۲	ایضاح البخاری کا رد
۷۴۲	حدیث الغسل من صاع	۷۲۳	ت کرہہ الحسن وا بو العالیۃ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۵۹	حدیث اذا اصاب احد انا جنابة	۷۴۳	حدیث ایضاً
۷۵۹	ت اللہ احق ان يستحي منه	۷۴۳	حدیث غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۷۶۲	حدیث فرار الحجر بثوب موسى عليه السلام	۷۴۴	وميمونة
۷۶۲	حدیث نزول جراد ذهب على ايوب عليه السلام	۷۴۴	حدیث افاضة الماء على الراس ثلثا
۷۶۲	حدیث صلوۃ الضحیٰ	۷۴۴	حضرت سليمان بن صرد رضي الله تعالى عنه
۷۶۵	حدیث حضرت ام ہانی رضي الله تعالى عنها	۷۴۵	حضرت جبير بن مطعم رضي الله تعالى عنه
۷۶۵	ت يحتجم الجنب وان لم يتوضا	۷۴۶	حدیث افاضة الماء على سائر جسده ثلثا
۷۶۹	حدیث ان المومن لا ينجس	۷۴۶	حلاب کی تحقیق
۷۶۹	حدیث نوم الجنب قبل الغسل	۷۴۸	ت ادخل يده في الطهور ولم يغسل
۷۷۰	حدیث ایضاً	۷۴۸	ت لم يرباسا بما ينتفع الخ
۷۷۱	حدیث ایضاً	۷۴۸	حدیث اغتسل انا والنبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۷۷۱	حدیث اذا جلس بين شعبها الاربع	۷۴۹	حدیث غسل اليدين في الغسل
۷۷۲	حدیث اذا جامع ولم ينزل	۷۵۰	حدیث اغتسال المرأة مع زوجها
۷۷۳	كتاب الحيض	۷۵۱	حدیث ایضاً
۷۷۵	ت اول ما ارسل الحيض	۷۵۱	ايضاح البخاري كارد
۷۷۵	حدیث هذا امر كتبه الله على بنات ادم	۷۵۲	ت انه غسل قدمه بعد ما جف
۷۷۵	عليه السلام	۷۵۳	حدیث كنت اطيب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
۷۷۵	حضرت قاسم بن محمد رحمته الله عليه	۷۵۳	ايضاح البخاري كارد
۷۷۶	تطبيق	۷۵۵	حدیث كان يدود على نسائه
۷۷۷	ايك اشكال اور جواب	۷۵۵	ازواج کی تعداد
۷۷۸	ايضاح البخاري كارد	۷۵۷	حدیث بقاء اثر الطيب بعد الاحرام
۷۷۹	حدیث ترجيل الحائض راس زوجها	۷۵۸	حدیث اذا ذكر في المسجد انه جنب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۹۷	حدیث استعمال الطیب للحائضہ	۷۷۹	حدیث ایضاً
۷۹۹	حدیث استعمال المسک للحائض		حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
۸۰۱	حدیث اہللت بعمرہ فی حجة الوداع	۷۷۹	علیہ
	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حج کی تفصیل	۷۷۹	حضرت ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۰۲		۷۸۲	ت
۸۰۳	حضرت ام المومنین نے تمتع کیا تھا		تمسک الحائض المصحف بغلافہ
۸۰۶	حدیث ان اللہ وکل بالمرحم ملکا	۷۸۲	ایضاح البخاری کا رد
۸۰۸	حدیث حدیث عائشہ فی حجة الوداع		حدیث قراءۃ القرآن متکثراً فی حجر
۸۰۹	ت کن نساء یبعثن الا عائشہ	۷۸۳	الحائض
۸۱۰	ت ان نساء یدعون بالمصابیح	۷۸۳	حدیث مضاجعة الحائض
۸۱۰	بنت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہا		حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۸۱۱	ت تدع الصلوۃ	۷۸۳	تعالیٰ عنہا
۸۱۲	حدیث فلا یامرنا بقضاء الصلوۃ	۷۸۴	حدیث یدبشرنی وانا حائض
۸۱۲	معاذہ بنت عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا	۷۸۵	حدیث ایضاً
۸۱۲	حروریہ	۷۸۶	حدیث ایضاً
	حدیث حضرت وانا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		حدیث خرج فی اضحیٰ او فطر فمر علی النساء
۸۱۴	تعالیٰ علیہ وسلم	۷۸۸	ت
۸۱۵	حدیث ولیشهدن الخیر ودعوة المسلمین		لا باس ان تقر الایۃ ولم یر
۸۱۶	ت لغایت		بالقراءۃ للجنب باسا یدکر اللہ علی کل اخیانہ
۸۱۶	قاضی شریح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۷۹۱	ت
۸۱۹	حیض وطمہ کی اقل مدت	۷۹۳	انی لا ذبح وانا جنب
۸۲۱	ایضاح البخاری کا رد	۷۹۵	حدیث غسل الدم
۸۲۲	حدیث کنا لا نعد الکدرۃ والصفوۃ شیئاً	۷۹۵	حدیث المستحاضۃ تعتکف
	حدیث لكل صلوۃ المستحاضۃ	۷۹۶	حدیث ازالۃ الدم من الریق
۸۲۲	المستحاضہ تغسل لكل صلوۃ	۷۹۶	حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۴۷	اقبل ابن عمر من ارضه بجرت	۸۲۲	ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۸۴۷	فمسح بوجهه ویدیه ثم رد السلام	۸۲۳	حدیث ان صفیہ حاضت
۸۴۷	حضرت ابو جہیم بن حارث بن صمہ رضی اللہ عنہما	۸۲۳	حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۸۴۷			حدیث رخص للحائض ان تنفر ان حاضت
۸۴۹	حدیث حدیث عمار فتمعکت	۸۲۵	ایضاح البخاری کا رد
۸۴۹	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ	۸۲۵	حدیث الحائض تفتسل وتصلی
۸۵۱	اختلاف علماء	۸۲۶	حدیث امراة ماتت فی بطن
۸۵۳	یجزیه التیمم ما لم یحدث	۸۲۷	حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۵۳	ام ابن عباس وهو متیمم	۸۲۷	نماز میں دو سکتے یاد رکھا ہے
	لا باس بالصلوة علی السنجة	۸۲۸	حدیث اصابة ثوب المصلی علی الحائضة
۸۵۴	والتیمم	۸۲۹	حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۵۵	حدیث اشتكى الناس من العطش	۸۲۹	ایضاح البخاری کا رد
۸۵۵	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۲۹	کتاب التیمم
۸۵۶	فی سفر	۸۳۱	حدیث انقطع عقد لی
۸۵۶	سفر میں نماز قضا ہونے کے واقعات کتنے ہیں؟	۸۳۱	آیت تیمم کس سفر میں نازل ہوئی؟
۸۵۸	اذ انام لم نوقفه	۸۳۲	دوسرا اشکال اور حل
۸۶۳	اجنب فی لیلة باردة	۸۳۶	ایضاح البخاری کی لایعنی تقریر
۸۶۳	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸۳۶	چوتھا اشکال اور اس کا حل
۸۶۴	سریہ ذات السلاسل	۸۳۷	حدیث اعطیت خمسا
	حدیث مناظرة ابن مسعود والی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۸۳۹	تعداد خصائص
۸۶۵		۸۳۹	حدیث انها استعارت من اسماء قلادة
		۸۴۳	حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
		۸۴۳	التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء
		۸۴۷	قال الحسن فی المریض



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فقہ اعظم ہند مولانا مفتی شریف الحق امجدی مدظلہ العالی کی خدمت میں شرح بخاری کی تکمیل پر ہدیہ تبریک^(۱)

زندگی اللہ تعالیٰ کا وہ عظیم عطیہ ہے کہ اگر اس کا ایک ایک لمحہ رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے صرف کر دیا جائے اور ہر بن موصد ہزار زبانوں میں تبدیل ہو کر رب کریم کی حمد اور سپاس گزاری میں محو ہو جائے تو یکے از ہزار بھی ادا نہ ہو سکے۔

اس جہان رنگ و بو میں ہزاروں افراد پیدائش کے مرحلے سے گزرتے ہیں اور ہزاروں موت کی مہیب وادیوں میں اتر جاتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہیں جو مقصد زندگی کو سمجھتے ہیں اور اسے پورا کرنے کے لیے اپنی سی جدوجہد کرتے ہیں؟ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

عمر ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
یا جنید اندر خراساں یا اولیں اندر قرن

سرزمین پاک و ہند وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے ہزاروں ایسے افراد پیدا ہوئے جو نہ صرف خود صراطِ مستقیم پر گامزن تھے۔ بلکہ ان گنت بندگانِ خدا کے لیے نقوشِ کف پائے مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) روشن کر گئے اور بقول شیخ سعدی ”ویں جہمی کند کہ بگیرد غریق را“ کا مصداق ثابت ہوئے۔

ایسی ہی ایک شخصیت فقہ اعظم ہند، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ العالی ہیں، جو بلاشبہ نادر روزگار فقہ اور پاک و ہند کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ناظم تعلیمات اور شعبہ افتاء کے صدر نشین ہیں۔ ان کے ماتحت تبحرِ فضلاء کی ایک جماعت ہے جو امتِ مسلمہ کو پیش آنے والے مسائل میں قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔

(۱) یہ مقالہ حضرت فقہ اعظم ہند کی حیات میں لکھا گیا تھا، حضرت نے ملاحظہ بھی فرمایا اور ایک مکتوب میں پسندیدگی کا اظہار بھی فرمایا، افسوس کہ ۶ صفر مطابق ۱۱ مئی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء بروز جمعرات صبح کی نماز کے بعد رحلت فرما گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی موجودہ دور کے پاک و ہند کے علماء اہل سنت و جماعت کی صف اول کے ممتاز ترین عالم اور جامع الصفات شخصیت ہیں۔ وہ بیک وقت فقیہ بھی ہیں اور محدث بھی، مدرس بھی ہیں اور مناظر بھی۔ وہ خطیب بھی ہیں اور ادیب بھی۔ معقولات کے متبحر فاضل بھی ہیں اور منقولات کے بحر موج بھی۔ غیرت ملی کا پیکر بھی ہیں اور عشق خدا و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مجسمہ بھی۔ انہیں بجا طور پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے پیر خانے کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پروفیسر ڈاکٹر سید امین میاں مدظلہ العالی نے ”فقیہ اعظم ہند“ ایسے پر شکوہ لقب سے نوازا ہے۔ جس پر ہندوستان کے اکابر علماء اہل سنت نے مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس عظمت و جلالت کے ساتھ وہ اخلاق جمیلہ کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان میں اسلاف کی سادگی اور اصغر نوازی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو مردم خیز قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب بہار شریعت) کے ساتھ جاملتا ہے۔ آپ کی ارجمندی ہے کہ آپ کو اس وقت کے متحدہ پاک و ہند کے اساطین علم و فضل اور مقتدایان رشد و ہدایت سے اکتساب فیض کا موقع ملا۔ ابتدائی عربی کتب سے لے کر صدر ا، حمد اللہ، ہدایہ اور ترمذی شریف تک کتب درس نظامی دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ، مصباح العلوم، مبارک پور (جو اس وقت جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے نام سے شہرہ آفاق ہے) میں پڑھنے کا موقع ملا اور جلالہ العلم، حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مراد آبادی کے فیض علم سے بہرہ ور ہوئے۔ شوال المکرم ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں مدرسہ مظہر اسلام، مسجد بی بی جی، بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری کے پاس صحاح ستہ پڑھ کر دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت صدر الشریعہ کے یہ دو شاگرد حافظ ملت اور محدث اعظم پاکستان وہ ہیں جن کا علمی اور روحانی فیض نہ صرف پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچا ہوا ہے، بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی جلوہ گر ہے۔ مفتی صاحب ان دونوں کے فیض و برکت کے جامع ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ امجدیہ میں نہ صرف حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کے مرید ہیں بلکہ ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور احسن العلماء حضرت سید شاہ حسن حیدر میاں، سابق سجادہ نشین مارہرہ شریف نے بھی انہیں اجازت و خلافت سے نوازا۔ مختصر یہ کہ اکابر عصر کی عنایات اور نوازشات کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہوا جسے آج دنیا شارح بخاری اور فقیہ اعظم ہند کے محترم القاب سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

حضرت شارح بخاری کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی سے درس بخاری شریف لیا اور چودہ ماہ ان کی خدمت میں رہ کر کار افتاء کا تجربہ حاصل کیا۔ گیارہ سال دارالعلوم مظہر اسلام، بریلی شریف میں مدرس بھی رہے اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں کی راہنمائی میں فتوے بھی لکھتے رہے۔ اس دور میں تقریباً پچیس ہزار فتوے آپ کے قلم سے لکھے گئے ہوں گے۔ افسوس کہ وہ فتوے محفوظ نہیں رہ سکے۔ اس کے علاوہ

متعدد مدارس میں معقولات و منقولات کی آخری کتابیں اور دورہ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء سے شہرستان علم و فن الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور میں تشریف فرما ہیں اور اس وقت صدر مفتی بھی ہیں اور ناظم تعلیمات بھی، جدید مسائل کی تحقیق کے لیے قائم ”مجلس شرعی“ کے سرپرست بھی ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم ہند نے تصانیف کا بھی اچھا ذخیرہ تیار کیا ہے۔ ان میں سرفہرست نزہۃ القاری شرح بخاری ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس پر وہ بلاشبہ ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔ الحمد للہ! یہ شرح نو جلدوں میں مکمل ہو گئی ہے اور چھپ بھی گئی ہے۔ اس شرح کا آغاز مولانا علامہ یسین اختر مصباحی (دہلی) اور مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ) کی تحریک پر ہوا۔ اختصار کے پیش نظر مکرر احادیث کا ذکر صرف ایک دفعہ کیا ہے اور بخاری شریف کے ابواب ذکر نہیں کیے ورنہ احادیث کو مکرر لانا ضروری ہوتا۔ البتہ اہم تراجم ابواب پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور ابواب کے ذکر کا فائدہ ”احکام مستخرجہ“ کا عنوان قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔ ہر حدیث کا نمبر لگا دیا گیا ہے اور اس کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔ یہ حوالہ بھی دے دیا گیا ہے کہ حدیث بخاری شریف اور صحاح ستہ کی دیگر کتب میں کہاں کہاں واقع ہے؟

مقدمہ میں دیگر ضروری معلومات کے علاوہ خاص طور پر تین عنوانوں پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ (۱) مسامحات بخاری (۲) امام اعظم کی مختصر سوانح اور (۳) فقہ حنفی کا تعارف۔ شرح بخاری میں حدیث کا صحیح ترجمہ اور صحیح مطلب بیان کرنے کے ساتھ ہی حضرات حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور دلائل سے بتایا ہے کہ مذہب حنفی کو کیوں ترجیح ہے؟ اسی طرح اعتقادی مباحث میں مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور برتری اس طرح بیان کی ہے کہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مختصر یہ کہ موجودہ دور میں اردو میں لکھی گئی یہ مکمل اور بہترین شرح ہے۔ جو علماء و کلاء، مدرسین، طلبہ اور عوام و خواص کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شارح بخاری کو دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور اس شرح کو ملت اسلامیہ کے لیے مفید اور مقبول بنائے۔

۱۹۹۶ء میں شارح بخاری نے حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں، سجادہ نشین مارہرہ شریف کے ہمراہ زامبیا، زمبابوے، حرمین شریفین اور پاکستان کا سفر کیا۔ ۲۸ / اگست کو حضرت شارح بخاری، جناب حاجی ابو بکر (کراچی) کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ، راقم الحروف اور دیگر اساتذہ و طلبہ نے ان کا پر تپاک استقبال کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ تصویر کو جائز قرار نہیں دیتے، تو آپ کا پاسپورٹ کس طرح بن گیا؟ انہوں نے فرمایا: ہمارے ایک شاگرد نے ہمیں ناشتے کی دعوت دی۔ ان کے ہاں گئے تو ہماری تصویر بنالی گئی۔ فلیش کی چمک دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کو بیرونی دورے پر بھجوانے کے لیے پاسپورٹ بنوانا ہے، اس کے لیے آپ کی تصویر لی گئی ہے۔

روانہ ہونے لگے تو مجھے فرمایا کہ آپ کے پاس وقت ہو تو ہمارے ساتھ چلیں۔ مجھے کیا انکار ہو سکتا تھا؟ حاجی ابو بکر صاحب گاڑی چلا رہے تھے۔ پہلے حضرت پیر کی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دی، پھر حضرت میراں حسین زنجانی کے

مزار پر حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ دو مور یہ پل کے پاس پہنچے تو بارشوں کی وجہ سے جل تھل کا سماں تھا۔ گاڑی وہیں چھوڑی اور ٹانگے پر سوار ہو کر حضرت میراں حسین زنجانی کے مزار پر پہنچے۔ مغرب کی نماز ادا کی۔ واپسی پر ڈیفنس کی ایک کوٹھی پر لے گئے جہاں کھانا بھی کھایا اور حضرت شارح بخاری سے گھڑی کے چین کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت سٹیل کے چین کو جائز قرار دیتے ہیں۔ رات گئے واپسی ہوئی۔

۳۱/ اگست کو راقم الحروف کراچی میں حضرت سید محمد شاہ دولہا بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کھارادر، کراچی کے عرس میں شریک ہوا۔ رات کے بارہ بجے راقم بعنوان ”کرامات اولیاء اور بعد از وصال استمداد“ مقالہ پیش کر رہا تھا کہ حضرت شارح بخاری لاہور سے فیصل آباد اور ملتان ہوتے ہوئے کراچی تشریف لائے اور اسی وقت عرس کی محفل میں پہنچ گئے۔ راقم کے بعد حضرت نے پر مغز خطاب فرمایا اور ابتدا میں چند کلمات راقم کے بارے میں فرمائے۔ اگرچہ راقم اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا، تاہم حضرت کے اخلاق کریمانہ اور اصغر نوازی کی جھلک دکھانے کے لیے ذیل میں نقل کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا:

مجھ سے پہلے رئیس القلم مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری تقریر کر رہے تھے، وہ تقریر کے بھی بادشاہ ہیں، تحریر کے بھی بادشاہ ہیں، تدریس کے بھی بادشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو روحانیت کے بھی بادشاہ ہوں گے۔ (ادکما قال)

ایسے کلمات اپنے سے کم درجہ شخص کے لیے وہی کہہ سکتا ہے جس کے سینے میں سمندر کی وسعت ہو۔ راقم مقالہ پڑھ کر اپنی قیام گاہ پر چلا گیا۔ رات ڈیڑھ بجے کا وقت ہو گا کہ حضرت شارح بخاری نے ٹیلی فون کے ذریعے حکم دیا کہ میری قیام گاہ حاجی ابو بکر صاحب برکاتی کی کوٹھی پر آ جاؤ۔ چنانچہ راقم رات کے دو بجے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات وہیں گزاری۔

۱۹۹۸ء میں راقم انڈیا گیا تو ممبئی، دہلی، بریلی شریف سے ہوتا ہوا ۱۱ نومبر کو ٹرین (کاشی) کے ذریعے چھ بجے صبح بنارس پہنچا۔ سربراہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، عزیز ملت حضرت مولانا عبد الحفیظ مدظلہ العالی کے ہونہار صاحبزادے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ یہ حضرات اس فقیر کو لے کر گاڑی پر روانہ ہوئے۔ نوبے صبح کا وقت ہو گا، جب ہم اہل سنت و جماعت کے ہندوستان میں سب سے بڑے ادارے الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور پہنچے اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ طلباء راستے کے دونوں طرف قطاریں بنا کر کھڑے ہیں۔ گاڑی سیدھی دارالحدیث کے عظیم الشان گنبد کے پاس جا کر کھڑی ہوئی، باہر نکلا تو سب سے پہلے حضرت شارح بخاری مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ممبئی کے پاس کوٹے جا رہا ہوں۔ وہاں ایک مقدمے کا فیصلہ کرنا ہے، میں چاہتا تھا کہ آپ سے ملاقات کر کے روانہ ہوں۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! یہ ہیں بڑے لوگوں کی بڑی باتیں، اس کے بعد دیگر اساتذہ اور طلباء سے ملاقات ہوئی۔ الجامعہ الاشرفیہ کی زیارت اور وہاں کے اساتذہ اور طلباء سے ملاقات کر کے جو مسرت ہوئی، اس کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہے۔ یاد رہے کہ دہلی سے روانگی کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا یسین اختر مصباحی مدظلہ نے ٹیلی فون کے ذریعے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

فقیر کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ اسی لیے مولانا نعیم الدین اور مولانا نفیس احمد بنارس کے اسٹیشن پر استقبال کے لیے تشریف فرما تھے۔

جامعہ اشرفیہ میں فقیر کے دیرینہ کرم فرما اور پیکر اخلاص مولانا محمد احمد مصباحی، محدث کبیر حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ (شیخ الحدیث) فاضل نوجوان اور محقق مولانا مفتی نظام الدین، ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر مولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا بدر عالم مصباحی، مولانا زاہد علی سلامی اور دیگر اساتذہ سے بھی ملاقات ہوئی جو فقیر کی یادوں کے البم کا قیمتی اثاثہ ہے۔ ہمارے ہاں یہ رسم ہے کہ کسی اہم شخصیت کی رحلت کے بعد ان کے عرس کا اہتمام کرتے ہیں، ان کی سوانح اور خدمات پر کوئی کتابچہ یا کسی ماہنامے کا نمبر شائع کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ اہتمام بھی خال خال شخصیات کے لیے ہوتا ہے، لیکن زندگی میں اس بات پر توجہ نہیں دی جاتی کہ ان کی دینی، علمی اور روحانی خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا جائے یا ان کے حالات اور علمی افادات قلم بند کیے جائیں۔

الحمد للہ! اب کسی قدر سوچ میں تبدیلی آرہی ہے۔ حضرت شارح بخاری مولانا مفتی شریف الحق امجدی اس اعتبار سے بھی خوش قسمت ہیں کہ اہل سنت کے اصحاب فکر و دانش نے ان کی حیات مبارکہ میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

اس تبدیلی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو اہل سنت و جماعت کو بیداری اور کار خیر کی دعوت دیتی ہیں:

۱۔ ۱۹۹۴ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے طلباء نے شارح بخاری سیمینار منعقد کیا جس کے لیے دو سو کے قریب مقالات شارح بخاری پر لکھے گئے۔

۲۔ رضا اکیڈمی، ممبئی نے جولائی ۱۹۹۱ء میں ایک سیمینار منعقد کیا، جس کا عنوان تھا ”امام احمد رضا کی قلمی خدمات“ اس سیمینار میں علامہ یسین اختر مصباحی، بانی دار القلم، دہلی کو ”امام احمد رضا ایوارڈ“ اور گیارہ ہزار روپے نقد پیش کیے گئے۔

۳۔ رضا اکیڈمی، ممبئی ہی نے ۷ / فروری ۱۹۹۸ء کو ایک سیمینار منعقد کیا اور پانچ جلیل القدر علماء کو ”امام احمد رضا ایوارڈ“ اور پچیس ہزار روپے نقد پیش کیے۔ ان میں سرفہرست شارح بخاری مدظلہ العالی ہیں۔ امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۲ء) باقی ارباب فضل و کمال اور اصحاب علم و قلم کے نام یہ ہیں:

ملک التحریر: علامہ ارشد القادی مدظلہ العالی، امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۳ء)

بحر العلوم مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی مدظلہ العالی، امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۴ء)

مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت مفتی غلام محمد خان ناگپوری، امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۵ء)

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین امجدی، امام احمد رضا ایوارڈ (برائے ۱۹۹۶ء)

ان حضرات کے حالات اور ان کی خدمات کے لیے ملاحظہ ہو ”سوغات رضا“ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔

۴۔ ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء میں علامہ یسین اختر مصباحی نے ”شارح بخاری“ کے نام سے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی ہے، جسے دائرۃ البرکات، قصبہ گھوسی، ضلع مئو نے شائع کیا ہے۔

۵۔ ۶ نومبر ۱۹۹۹ء کو رضا اکیڈمی، ممبئی کے زیر اہتمام ”جشن شارح بخاری“ منایا گیا، جس میں شارح بخاری مدظلہ کو شرح بخاری مکمل کرنے پر ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کیا گیا۔

یاد رہے کہ رضا اکیڈمی، ممبئی جواں سال، مجاہد سنیت جناب محمد سعید نوری اور جناب عبدالحق رضوی کی قیادت میں کام کر رہی ہے۔ رضا اکیڈمی، ممبئی نے اہل سنت و جماعت کی عام روش سے ہٹ کر لڑیچہ کی اشاعت اور تقسیم پر توجہ دی ہے۔ اب تک اکیڈمی فتاویٰ رضویہ کی قدیم اشاعت کے عکس کے علاوہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ایک سو سائل بیک وقت حسین و جمیل ٹائٹل کے ساتھ شائع کر چکی ہے۔ درس نظامی کی کثیر التعداد کتب بھی شائع کی ہیں اور ہر سال دیدہ زیب اور حیرت انگیز حد تک خوبصورت کیلنڈر بھی شائع کرتی ہے۔

۶۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی / اسلام آباد بھی کئی سال سے رضویات پر کام کرنے والے محققین کو امام احمد رضا ایوارڈ (طلائی تمغہ) دیتا ہے، جامعہ ازہر شریف اور جامعہ عین شمس، قاہرہ کے تین اساتذہ کو بھی ”امام احمد رضا ایوارڈ“ دے چکا ہے۔

۱۔ بساتین الغفران (امام احمد رضا بریلوی کے عربی دیوان) کے مرتب و محقق، جناب شیخ سید حازم محمد احمد المحفوظ، استاذ کلیتہ اللغات و الترجمة، جامعہ ازہر۔

۲۔ ساٹھ کتابوں کے مصنف اور ”سلام رضا“ کا منظوم عربی ترجمہ اور ایک سو پانچ صفحات کا مقدمہ لکھنے والے ڈاکٹر حسین مجیب مصری، استاذ کلیتہ الاداب، جامعہ عین شمس، قاہرہ۔

۳۔ دکتور رزق مری ابوالعباس، استاذ اللغہ العربیہ و آدابہا، کلیہ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ، جامعہ الازہر، جن کی نگرانی میں فاضل نوجوان ممتاز احمد سیدی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے جامعہ ازہر میں پانچ سو چھتیس صفحات پر مشتمل مقالہ برائے ایم فل لکھا، جس کا عنوان ہے

الامام احمد رضا خان البریلوی الہندی شاعر عربیاً

اور بحمدہ تعالیٰ اس میں ”بتقدیر ممتاز“ کامیابی حاصل کی۔

یہ صورت حال یقیناً خوش آئند ہے۔ اگر ارباب تحقیق قلم کاروں کے اعزاز و تکریم کا یہ سلسلہ جاری رہا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب ہمارے ہاں کسی قسم کے لڑیچہ کی کمی نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد عجز و نیاز دعا ہے کہ حضرت شارح بخاری، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ کا سایہ تادیر عزت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے، ان کے بکثرت جانشین پیدا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کو لڑیچہ کی قوت اور اہمیت کا ہمہ گیر شعور عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۳ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

۲۱ جنوری ۲۰۰۰ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

دیباچہ

اس کتاب کو ناظرین کے ہاتھوں تک پہنچانے میں مجھے کتنی دسواریاں اٹھانی پڑیں اس کی داستان بہت طویل ہے عبادت

کے سلسلے میں سب پہلا مرحلہ سرمایہ کا تھا۔

زیادہ شکل تھا۔ مگر اس سلسلے میں مغزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق صاحب سلمہ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے ہمیشہ حوصلہ افزائی کی یہاں تک کہ دیکھا کہ آپ لکھیں تو میں چھوڑوں گا۔ پھر انھیں کی کوششوں سے سرمایہ اکٹھا ہوا۔ اور انھیں کی مسلسل اٹھک محنتوں سے یہ

کتاب چھپ گئی۔ اب الشہ عزوجل کی تائید سے پہلا حصہ کسی نہ کسی طرح آپ کے مطالعہ میں ہے۔ طباعت کے سلسلے میں جن

حضرات نے تعاون فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی کی فہرست الگ صفحہ پر کر دی گئی ہے۔ ان میں فخریت عالی جناب الحاج سیٹھ

علی محمد احمد، لکی موٹر ٹریننگ اسکول ڈونگری بمبئی اور ان کے بھائی محسن بنت عالی جناب الحاج سیٹھ محمد ابراہیم احمد صاحب

مالک فرنیچر اسٹورس بھنڈی بازار بمبئی نے اتنی بڑی رقم عطا فرمائی کہ ہماری جماعت میں اب تک شاید ہی کسی نے کسی مذہبی

کتاب کی اشاعت کیلئے دی ہو۔ ان دونوں صاحبان نے تلبیت کر دیا کہ اس دور الحاد میں بھی علم دین کے پرستار زندہ

ہیں۔ اور زندہ رہیں گے۔ مولیٰ عزوجل انھیں اور انکی آئندہ نسل کو ہمیشہ ہمیشہ داریں میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے

دوسرے معاونین بھی لائق صد تشائش ہیں کہ انھوں نے بھی الشہ عزوجل کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداً

کی نشر و اشاعت میں اپنی توفیق کے مطابق بھرپور حصہ لیا۔ میں رب العزت تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا

ہوں کہ میرے ان سرپرستوں کو داریں میں اپنے خزانہ غیر متناہیہ سے اتنا عطا فرما، جو تیری شان و وسعت کرم کے لائق ہے

نیز تمام ناظرین سے بھی میری عاجزانہ التماس ہے کہ وہ ان تمام معاونین کے لئے مصمم قلب سے دعائے خیر

فرماتے رہیں۔

۴۳ عزیز مولانا بدر عالم مدرس دارالعلوم خفیہ غوثیہ بھڑوہ بنارس اور مولوی عظیم الدین پورنوی سکھانے بڑی جانفشانی سے مسوئے

کو صاف کیا ہے۔ نیز جناب مولانا طلحہ حسین صاحب نعمانی صد الدین مدرسہ قادریہ چیرماکوٹ اور عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق، مولوی

اشرف رضا، مولوی خورشید اور سلیم نے پروف ریڈنگ (کاپی کی تصحیح) بڑی عرق ریزی کے ساتھ کی۔ الشہ عزوجل ان سب لوگوں کو عالم با

عمل و با فیض بنائے۔ ان سے دین کی مقبول دنیا باں خدمات لے۔ ان کے فیض کو عام کرے داریں میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

سوائے جناب طلحہ حسین صاحب نعمانی کے یہ لوگ نوآموز ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کتاب کی غلطیاں اب بھی رہ گئی ہوں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله والصلوة على جيبه وعلى آله وصحبه

میں کبھی یہ سمجھ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ جیسا کم علم اور کاہل انسان، اصح کتب بعد کتاب اللہ کی شرح لکھ سکے گا لیکن تقدیر مطلق جس سے جو چاہے کام لے لے۔ ہوا یہ کہ جب الجامعۃ الاشرفیہ کے عظیم دارالافتاء کی ذمہ داری مجھے سپرد کی گئی۔ اور میں اشرفیہ حاضر ہو گیا تو فاضلان گرامی جناب مولانا افتخار احمد، اور جناب مولانا یسین اختر صاحب، استاذان ادب جامعہ اشرفیہ نے مجھے اس بات پر مجبور کیا کہ میں کوئی اہم تصنیفی کام کروں۔ میرے سامنے ناتمام اشرف السیر کا کام تھا میں نے یہ سوچا کہ اسی کو مکمل کر دوں لیکن دارالافتاء سے جن کا تعلق ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ سارا وقت اسی کی نذر ہو جاتا۔ اسی اثنا میں جناب مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی لفظ ہو گئے کہ فتاویٰ امجدیہ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ چونکہ فتاویٰ امجدیہ مکمل پڑھ کر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کو سنا چکا تھا اسلئے شاید مجھ سے زیادہ موزوں آدمی مل بھی نہیں سکتا تھا۔ پہلی ہی جلد پر نظر ثانی و تصحیح اور تحشیہ میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ پہلے مجھ سے فراغت ہوئی۔ تو پھر ان دونوں حضرات کا اصرار بڑھا۔ تقریباً روزانہ یہ لوگ تقاضا کرتے پھر ازراہ عنایت ان لوگوں نے اپنا تعاون بھی پیش کیا۔ ابتدا میں سوچا کہ اشرف السیر کو مکمل کر لوں۔ مگر اس میں ان لوگوں کا وقت بہت ضائع ہوتا۔ کئی جگہ مجھے غور و خوض کرنا پڑتا۔ اس لئے انھیں حضرات کے مشورے سے یہ طے ہوا کہ بخاری شریف کا ترجمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ کام ۱۳۹۶ھ میں شروع ہوا۔ ابھی چند حدیثوں کا ترجمہ ہو پایا تھا کہ آنکھ کی تکلیف شروع ہو گئی۔ چھ ماہ تک مسلسل علاج کے بعد اطمینان ہوا تو پھر کلیمی صاحب فتاویٰ امجدیہ کی دوسری جلد لے کے پہنچے۔ اس میں تقریباً سال بھر گزر گیا۔ اس سے فراغت کے بعد پھر ان دونوں حضرات نے تقاضا شروع کیا۔ بالآخر ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ فروری ۱۹۸۲ء کو پھر ترجمے کا کام شروع ہوا۔ اسی اثنا میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب بھروی صدر المدرسین مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد تشریف لائے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ کہیں کہیں کچھ ضروری تشریحی نوٹ بھی لگا دوں تو بہتر ہوتا۔ انکے مشورے کے بعد تشریحی نوٹ جگہ جگہ لگا دیئے۔ کہ یک بیک مولانا یسین اختر اور مولانا افتخار احمد صاحبان ریاض چلے گئے۔ اور کام بالکل بند ہو گیا۔ اس کے بعد عزیز سعید مولانا حافظ عبدالحق اس پر ابھارتے رہے۔ روزانہ تقاضا کرتے رہے۔ آخر کار ۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء شب شنبہ سے کام شروع کر دیا۔ اب خیال آیا کہ ترجمے کیلئے شروع دیکھنی پڑتی ہیں اس میں سے نوٹ کے لئے انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ لاؤ ایک متوسط درجے کی مستقل شرح ہی نہ کیوں لکھ ڈالوں۔ اس طرح میں نے یہ شرح لکھنی شروع کر دی۔ اس سلسلے میں مجھے جو دشواریاں اٹھانی پڑی ہیں ان کا تذکرہ فضول ہے۔ رب تقدیر متعالی کا شکر ہے کہ اس کا پہلا حصہ پریس جا رہا ہے۔

خصوصیات

①

کتاب کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لئے میں نے مکرر احادیث کو صرف ایک بار لیا ہے۔ وہ بھی جہاں میں نے مناسب جانا وہاں۔ البتہ حدیث کے مختلف الفاظ کو اکٹھا کر دیا ہے۔ ابتدا از جب تک مولانا افتخار احمد اور مولانا یسین اختر صاحب کا تعاون رہا تو کوشش یہ کی کہ مختلف روایتوں کے مختلف الفاظ عربی متن کے ساتھ ایک ہی جگہ جمع کر دیا جائے۔ اور قوسین کے درمیان رکھ کر حوالہ دے دیا جائے۔ مگر ان حضرات کے جانے کے بعد میں یہ تو نہ کر سکا۔ البتہ شرح میں تکمیل کا عنوان قائم کر کے مختلف روایتوں کے الفاظ کے ترجمے کو جمع کر دیا ہے۔

②

ابواب کو بالکل ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ پھر احادیث کو مکرر لانا ضروری ہو جاتا۔ مگر اہم ابواب پر شرح میں کلام پورا پورا مذکور ہے۔ نیز ابواب کے ذکر سے جو فائدہ تھا۔ وہ ایک عنوان، احکام، استخراج، قائم کر کے پورا کر دیا گیا ہے۔

③

جو حدیث جن صحابی سے مروی ہے ان کے حالات بالالتزام بیان کر دیئے ہیں کہیں کہیں بعض تابعین کا بھی ذکر آگیا ہے۔

④

میں نے ہر حدیث پر نمبر لگا دیا ہے اور حدیث کے اہم مضمون کو سامنے رکھ کر اس کا ایک عنوان بھی قائم کر دیا ہے۔

⑤

حدیث بخاری شریف میں کہاں کہاں ہے۔ اور صحاح ستہ میں کہاں کہاں ہے۔ اس کے حوالے حاشیے میں دیدیئے ہیں۔

عینی میں اس کی تفصیل ہے۔ مگر علامہ عینی صرف کتاب کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔ حدیث کی تلاش میں دشواری کم تو ہو جاتی ہے۔ مگر بہت کچھ باقی رہتی ہے۔ اس لئے میں نے باب کا بھی حوالہ دیدیا ہے۔

شروع میں صرف ابواب لکھ دیتا تھا۔ مگر بعد میں بعض اعزہ کے اصرار پر بخاری کے صفحات کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن دوسری

کتابوں کے حوالے میں اس کا التزام نہ کر سکا۔ البتہ بعد میں المعجم المفہوس لالفاظ الحدیث سے حوالے نقل کر دیئے ہیں اس سلسلے میں آپ کو اعداد ملیں گے۔ ان کا حل یہ ہے کہ مسلم شریف کے حوالے میں یہ حدیث کا نمبر ہے۔ مثلاً یہ لکھا ہے۔ ایمان ۵۔ تو اس کا

مطلب یہ ہو گا کہ کتاب الایمان کی پانچویں حدیث۔ مسلم کے علاوہ بقیہ کتابوں میں یہ ابواب کے نمبر ہیں مثلاً ابوداؤد، طہارۃ ۵۔

لکھا ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کتاب الطہارت کے پانچویں باب میں یہ حدیث ہے۔ اس سے بھی ناظرین کو بہت کچھ آسانی ہو جائیگی۔

یہ پانچ اہم خصوصیت اس شرح کی ہے۔ بقیہ وہ عام باتیں جو شرح میں ہونی چاہیئے ان سب کو بقدر ضرورت لانے کی

کوشش کی ہے۔ اختلافی مباحث میں، میں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ لمبی تلخ و ترش نہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہی پائیں گے۔

البتہ مقدمہ میں کہیں کہیں صبر کا دامن چھوٹ گیا ہے۔ اس کے لئے میں کسی سے مغفرت کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

ط۔ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں۔

مقدمے میں، میں نے تین باتیں بالقصد اضافہ کی ہیں۔ ایک "مسامحات بغماسی" دوسری حضرت امام اعظم کی مختصر سوانح

حیات "ادبیری" فقہ حنفی کا تعارف "اس کی کیا ضرورت تھی یہ وہیں مذکور ہے۔

اب کتاب ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کا مجھے احساس ہے کہ مجھ سے غلطیاں ہوئی ہوں گی۔ اکابر اقران اجاب سب سے درخواست ہے کہ اگر انھیں کہیں کوئی غلطی ملے تو مجھے مطلع کریں۔ اس پر پوری سنجیدگی سے غور کروں گا۔ اگر ان کی رائے درست ہوگی تو اسے تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہ ہوگا۔

رخصت ہوتے ہوئے ان حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں۔ درخواست ہے کہ میرے لئے میرے اساتذہ میرے ماں باپ میرے تمام متعلقین اور میرے تمام معاونین کے لئے فلاح دین و دنیا کی دعا کریں۔

اے عفو و غفور، کریم و رحیم، معبود مجھے اس کا احساس ہے کہ اس کتاب میں مجھ سے ضرور غلطیاں ہوئی ہوں گی ان سب کو معاف فرما۔ تو جانتا ہے کہ کوئی بھی غلطی دانستہ نہیں۔ میرے علم و فہم کی کوتاہی کی بنا پر ہے۔ آئندہ میرے دماغ میرے قلم میری زبان کو غلطی سے محفوظ فرما۔ اور اسے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے بے نیاز مولیٰ تیری بارگاہِ قدس میں اتہائی عجز و انحاج کے ساتھ التجا ہے۔ کہ اپنے اس بندہ بے نوا کی اس ناچیز کوشش کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما۔ اسے میری نجات اور اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

سبنا تقبل منا انک انت السميع العليم

ی تو انی کہ دہی اشک مرا حسن قبول

اے کہ در ساختہ قطرہ بارانی را !

محمد شریف الحق امجدی

خادم الاقاد الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۸ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ

۳ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امنان و شکر

جامعہ شرفیہ آبادی سے ایک کیلو میٹر جانب جنوب میدان میں ہے جو دیہاتی علاقہ ہے، اس میں جو بجلی ہے وہ دیہاتی لائن سے ہے جس کی وجہ سے آئے دن بجلی غائب رہتی ہے، ضعف بصارت کی وجہ سے لالٹین وغیرہ میں کام نہیں کر سکتا، دن کے اوقات دارالافتاء کی نذر ہیں، رات میں شرح کا کام ہوتا ہے اور بجلی کی غیبت میں کام نہیں ہوتا۔ اس کے لئے میں نے برکاتی برادران الحاج سیٹھ علی احمد والحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحبان کو لکھا کہ اگر ایک چھوٹا جرئیٹر آجائے تو کام تسلسل سے ہوتا رہے گا، یہ سال گذشتہ کی بات ہے۔ اس وقت ہندوستانی چھوٹے جرئیٹر کی قیمت چار ہزار تھی، ان دونوں ہزاروں نے چار ہزار کی رقم بلاتا خیر بھیج دی، مگر جب بنارس میں جرئیٹر خریدنے کے لئے آدمی گیا تو معلوم ہوا کہ اب اس کی قیمت لگ بھگ آٹھ ہزار روپے ہیں۔ میں نے ان حضرات کو صورت واقعہ لکھی۔ اتفاق سے حضرت عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ صاحب مدظلہ سربراہ علی الجامعہ الشرفیہ بھی ان دنوں ممبئی تشریف رکھتے تھے۔ الحاج سیٹھ ابراہیم احمد صاحب نے حضرت سے استدعا کی کہ جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب برکاتی کے فرزند رشید جناب بابو خاں سے اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب کو لے کر بابو خاں کے یہاں گئے اور ضرورت پیش فرمائی، انھوں نے بہت عمدہ ایک جاپانی جرئیٹر عطا فرمایا جس سے بحمدہ تبارک تعالیٰ میری بہت بڑی پریشانی دور ہو گئی۔ مزید یہ کہ حاجی صاحبان نے وہ چار ہزار روپے جلد ثانی کی اشاعت کیلئے دیرے میں خود بھی دعا کرتا ہوں اور تمام ناظرین سے ملتی ہوں کہ ان تینوں کے لئے اپنے مخصوص اوقات میں دعا خیر کرتے ہیں اسے ایزد متعال ان لوگوں کو اور قیامت تک آنے والی ان کی نسلوں کو شاد و آباد رکھنا، حوادث و آفات سے محفوظ رکھنا اور اپنی رحمت بے غایت سے ہمیشہ نوازتے رہنا اور ان سے راضی رہنا، آمین ثم آمین بجاہ حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

عزیز گرامی قدر مولانا بدر عالم سلمہ استاذ جامعہ حنفیہ غوثیہ بھرڈیہ بنارس نے اس جلد کے تمام مسودات کو بڑی عرق ریزی محنت و جانفشانی کے ساتھ بمبضہ کیا ہے۔ اعز الاعزہ مولانا حافظ عبد الحق سلمہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اس تالیف کیلئے میرے دست و بازو ہیں۔ مسودے کا بمبضہ سے مقابلہ، کاپی کی تصحیح، کاتبوں کے یہاں دوڑ دھوپ، طباعت کی سرانجام دہی، یہ سب کچھ انھیں کی رہن منت ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ ہتہ القاری وجود ہی میں نہ آتی۔ اللہ عزوجل ان دونوں کو اپنی شان کرمی سے دارین میں اتنا دے کہ یہ دونوں جہان میں مستغنی رہیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله على تواتر آلائه وتسلل نعمائه والصلوة والسلام على سيد انبيائه واحب احبائه
وعلى اله وصحبه اكرامته واعز اعزائه۔

اللہ عزوجل کا بے پایاں احسان و کرم ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عنایت بے غایت ہے کہ ”نزهت القاری شرح بخاری“ کی دوسری جلد پریس جا رہی ہے اس میں کافی تاخیر ہو گئی، اس کا سبب کتاب صاحبان کی ہربانیاں ہیں۔ احادیث کے حوالہ جات کے سلسلے میں احباب کی فراموشی کی بنا پر ہم نے اس جلد میں اس کا التزام کیا تھا کہ صحاح ستہ میں جہاں جہاں حدیث مل سکے جلد کتاب، باب، صفحات کی تفصیل کے ساتھ درج کر دئے جائیں، میں نے اس کی بھرپور کوشش کی کہ اس کی پوری پابندی کروں مگر یہ کام کتنا مشکل ہے یہ وہی سمجھ سکتا ہے جس نے اسکو کیا ہو۔ المعجم المفہرس نے اس میں بہت کچھ آسانی پیدا کر دی مگر پھر بھی دشواری بہت کچھ باقی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ میں اسے اخیر تک نبھانہ سکا، اخیر میں حدیث سے دیگر کتابوں کے مفصل حوالہ جات کے اندراج کو ترک کرنا پڑا۔ البتہ اس کا التزام رہا کہ بخاری شریف میں جہاں جہاں حدیث مل سکے اس کو مفصل درج کر دیا جائے۔

تصحیح کے سلسلے میں اس جلد میں بھی ناظرین کو اطمینان نہیں دلا سکتا کہ کوئی غلطی نہیں رہ گئی۔ یہ سیری بدقسمتی ہے کہ مجھے کوئی ایسے صاحب نہیں مل سکے جو تصحیح کا قابل اطمینان کام کر سکیں اس کے باوجود کہ میں نے خاطر خواہ معاوضہ دینے کی بھی پیشکش کی اس لئے ناظرین سے پھر وہی درخواست ہے کہ جہاں کوئی غلطی انھیں ملے مجھے مطلع کریں۔

جلد اول میں طبع ثانی کے بعد بھی بعض حضرات نے کچھ غلطی کی نشاندہی کی ہے خصوصاً عزیز اسعد جناب مولانا رحمت اللہ صاحب بلرامپوری شیخ الحدیث دارالعلوم غریب نواز الہ آباد، اس کی تصحیح حاضر ہے۔

صفحہ	سطر	اغلاط	تصحیح
۲۳۹	۸	صلبی بیٹیاں	صلبی بیٹی
۲۴۹	۴	قبیلہ ادس	قبیلہ دوس
۳۲۲	۲۶	مفعول	مفعول فیہ
۳۲۵	۷	کا	کو
۳۸۴	۱۳	اخیر کے ہمزہ کو	وہ ہمزہ جو لام کلمہ تھا اسے

احسن شوق الی دیار لقیت فیہا جمال سلی
کرمی رساند از ان نواحی پیام و صلت بجانب ما
جمال دئے تو قبلہ جاں حریم کوئے تو کعبہ دل
فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی

حج و زیارت

جب سے شعور بیدار ہوا اس وقت سے اس کی تڑپ تھی کاش کبھی اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در کی حاضری نصیب ہو جائے اس تمنّا کی تکمیل کے لئے کتنی دعائیں کیں کتنے آنسو بہائے انکو شمار نہیں کر سکتا۔ جب حجاج اور زائرین کے قافلے حرمین طہین جاتے دل میں ہو کہ اٹھتی مگر تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ اب جبکہ عمر کے اخیر منزل میں ہوں اسباب و وسائل پر نظر کرتا تو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوتا مگر اللہ عز و جل اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پر چاہیں کرم فرمائیں، اس بے مایہ پر بھی نگاہ کرم ہو گئی اور سال گذشتہ انھوں نے مجھے بلالیا۔

ہوا یہ کہ محسن ملت الحاج سیدھ ابراہیم احمد صاحب برکاتی مالک فرینڈ اسٹورس بھنڈی بازار بمبئی کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ مجھے اپنے صرفے سے حج و زیارت کرائیں۔ چنانچہ بغیر میری کسی تحریک و خواہش کے مجھے خط لکھا اور ساتھ ہی تھا درخواست کے فارم بھی بھیج دئے کہ اگر آپ پسند کریں تو فارم پر دستخط کر کے بھیج دیں میں بقیہ سب کارروائی انجام دے لوں گا۔ جب حاجی صاحب موصوف کا یہ خط ملا تو فرط مسرت سے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا کچھ دیر تک تو ایسا محسوس ہوا گویا میں خواب دیکھ رہا ہوں لیکن بیداری پر خواب کا گمان کب تک رہتا، میں نے بلا تامل ضروری خانہ پری اور دستخط کر کے فارم ان کے پاس بھیج دیئے چونکہ حاجی صاحب موصوف نے خود ہی ہوائی جہاز سے سفر کی پیشکش کی تھی اسلئے مجھے بھی کوئی تامل نہ ہوا سا کہا گذشتہ کے ریکارڈ سے امید واثق تھی کہ درخواست منظور ہو ہی جائے گی اب میں انتظار کی گھڑیاں گننے لگا۔ لیکن اس سال عازمین حج و زیارت کی کثرت کی وجہ سے ہوائی جہاز سے بھی سفر کے خواہش مند بہت سے حضرات کی درخواستیں نامنظور ہوئیں، اس میں میری بھی درخواست تھی اگر میں بغیر ان کی وساطت کے از خود براہ راست درخواست دیئے ہوتا تو شاید اس سال محرم ہی رہ جاتا مگر حاجی صاحب موصوف حج و زیارت کے سلسلے کے تمام امور سے واقف تھے اس لئے انھوں نے فوراً بلاتا خیر متبادل کارروائی کی حج و زیارت کے سلسلے میں ایک ہزار ایسی محفوظ سیٹیں ہیں کہ اگر کسی کا کوئی عزیز یا شناسا سعودیہ عربیہ میں ہو، اور وہ تمام اخراجات کے لئے ڈرافٹ بھیج دے تو اسے اس ایک ہزار محفوظ نشستوں میں سے منظوری مل جاتی ہے۔ چنانچہ حاجی صاحب موصوف نے جدہ میں رہنے والے اپنے ایک شناسا سے ڈرافٹ منگالیا اور اس طرح ان ایک ہزار محفوظ نشستوں میں سے میرے لئے منظوری حاصل ہو گئی اور پہلے جہاز سے میری منظوری آگئی۔

اس سال حج کمیٹی اور حکومت ہند کے مابین کچھ معاملات میں ایسا الجھاؤ پیدا ہوا جس کی وجہ سے ہوائی جہاز کے روانگی کی تاریخیں بہت تاخیر سے متعین ہوئیں اس کے نتیجے میں عازمین حج و زیارت کو بہت ذہنی کوفت بھی اٹھانی پڑی اور پریشانی بھی ہماری حکومت کا محکمہ ڈاک اتنا جو پٹ ہو چکا ہے کہ اس پر اعتماد ہی نہیں کیا جاسکتا نہ خطوط کا اعتبار نہ تار کا، رجسٹریاں اتنی دیر میں ملتی ہیں کہ اس کے بھروسے پر اس کا اندیشہ تھا کہ شاید جہاز کی روانگی کی تاریخ گزر جانے کے بعد امیدواروں کو طے اسلئے اندازے سے اکثر عازمین وقت سے بہت پہلے بمبئی پہنچ گئے یہی میرا بھی حال ہوا حاجی صاحب موصوف ہی کے مشورے کے مطابق ۱۰ جولائی بروز چہار شنبہ گھر سے بمبئی کے لئے نکل گیا اور ۲۳ شوال ۱۴۱۲ جولائی بروز جمعہ بعد نماز مغرب بمبئی پہنچ گیا

اسٹیشن پر لینے کے لئے خود حاجی ابراہیم احمد صاحب اور ان کے بڑے بھائی حاجی علی احمد صاحب موجود تھے بمبئی تک بھیجے کے لئے میرے تحت جگر و حید الحق سلمہ اور عزیز ارشد مولینا حافظ عبد الحق زید مجددیم استاذ الجامعۃ الاشرفیہ بھی ہمراہ تھے۔ بمبئی میرا قیام عطاری مسجد پھول والی گلی بھنڈی بازار میں رہا۔ وہاں اس مسجد کے خطیب اور بمبئی میں اہلسنت کے اہم نقیب جناب قاری سراج ازہر صاحب نے سر آنکھوں پر رکھا ہر قسم کا آرام اور سہولت پہنچائی۔ ۱۲ جولائی سے لے کر ۲۷ جولائی تک بمبئی قیام رہا اس اثنا میں بمبئی کے کثیر احباب نے دعوت تواضع کی مثلاً حاجی علی احمد برکاتی خود حاجی ابراہیم احمد صاحب برکاتی الحاج سیٹھ احسان اللہ خان صاحب عرف پہلوان سیٹھ جناب سیٹھ مصطفیٰ خان صاحب کرلا، حافظ غلام دستگیر صاحب الحاج سیٹھ عبد المجید صاحب، جناب سیٹھ للن صاحب چمبور جناب سیٹھ ریاض الدین صاحب وغیرہم خصوصیت سے عزیز مولنا ولی اللہ سلمہ خطیب نورانی مسجد چمبور اور اس محلہ کے دیگر احباب اہلسنت نے۔ حضرت مولنا سید شاہ حامد اشرف صاحب بانی دارالعلوم محمدیہ نے دارالعلوم میں مدعو کیا اور وہاں تمام طلبہ و مدرسین کے سامنے گل پوشی و ضیافت فرمائی، مولیٰ عزوجل ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عالیجناب الحاج سیٹھ ابراہیم احمد برکاتی کے صاحبزادے الحاج سیٹھ زبیر احمد برکاتی سلمہ نے پاسپورٹ و ڈرافٹ اور ہوائی جہاز کے ٹکٹ اور دیگر لوازمات کے لئے کافی جدوجہد کی مولیٰ عزوجل ان کو بھی ان کی خدمات کا دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائے، بہت ہی نیک سعید خوش اخلاق صاحبزادے ہیں۔

میں گھر سے اکیلا ہی چلا تھا مناسب سا بھتی کی تلاش تھی بمبئی جا کر معلوم ہوا کہ حضرت الحاج شاہ ابوالحسنین آل رسول صاحبزادہ و جانشین حضرت سید العلماء قدس سرہ مع اپنی والدہ ماجدہ عمرہ مکرمہ کے اسی جہاز سے جا رہے ہیں، اس سب سے پناہ مسرت ہوئی اور حقیقت میں یہ صاحب البرکات حضرت سیدنا شاہ ابوالبرکات قدس سرہ کا اپنے اس ناکارہ غلام پر خصوصی کرم تھا کہ اپنے صاحبزادے والا تبار کی اس عظیم سفر میں ہمراہی کا شرف عطا فرمایا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ جناب مولنا خلیل احمد خاں پٹھان خطیب مسجد آستانہ مخدومہ ہائیم شریف اور جناب مولنا قاری تراب علی صاحب خطیب مینارہ مسجد بھی اسی ہوائی جہاز سے جا رہے ہیں میں نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ مجھے اپنے گھر اور اپنے جیب کے در پر بلا یا تو ہمراہی بھی ایسوں کی عطا فرمائی جو سب میرے حسب منشاء تھے، فالحمداً

ہمارا ہوائی جہاز سات بجے شام کو قبل مغرب روانہ ہوا اور گیارہ بجے ۲ منٹ پر جدہ پہنچ گیا۔ مغرب کی نماز ہوائی جہاز ہی میں پڑھی، ہوائی جہاز کے علمہ نے مغرب کے وقت اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ تمام حجاج نے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حسین میاں صاحب نے گھڑے ہو کر پورے رکوع و سجدے کے ساتھ نماز مغرب پڑھی چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی گھڑے ہونے میں کوئی وقت نہیں ہوتی اس لئے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنے میں نماز صحیح نہیں ہوگی اس لئے کہ قیام فرض ہے اسی طرح رکوع اور سجدہ بھی سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے یہ تینوں فرض ادا نہیں ہو پاتے حجاج کو اس کا خیال رکھنا فرض ہوا ہوائی جہاز سے نکل کر ایر پورٹ کے ہال کمرے میں آئے، اسی ہال کمرے میں باجماعت نماز عشاء ادا کی گئی، تقریباً ساری رات اسی ہال کمرے میں گزری۔ ہال کمرہ ایر کنڈیشن تھا، تمام حجاج سردی سے ٹھٹھک گئے۔ سعودی ہوائی جہاز کے علمہ نے بہت ہی

سست روی اور تاخیر سے حجاج کو باہر نکالتے تقریباً ہوائی جہاز کے پہنچنے کے دو گھنٹے کے بعد مسافرین کو باہر نکالنا شروع کیا وہ بھی اتنی سستی کے ساتھ کہ ساڑھے چار سو حاجیوں کو نکالنے میں تین گھنٹے کا وقت لگ گیا، لائن میں کھڑے کھڑے تمام حاجی تھک کر چور ہو گئے مگر عیش پرست نجدی ملازمین کو اس کی کوئی بھی پرواہ نہ ہوئی خدا خدا کر کے ایرپورٹ سے باہر نکلے تو حضرت حسنین میاں صاحب کو لینے کے لئے جدہ شہر سے ان کے رشتے دار موجود تھے، ڈرافٹ بھنانے کے بعد میں انھیں کی گاڑی میں حضرت حسنین میاں کے ساتھ مکہ معظمہ حاضر ہوا ہماری گاڑی جب مسجد حرام شریف کے پاس شارع عبداللہ بن زبیر پر پہونچی تو حرم شریف میں نماز فجر ہو چکی تھی، نمازی باہر نکل رہے تھے گاڑی وہیں ایک طرف کھڑی کر دی گئی حضرت حسنین میاں اور ان کے رشتے دار شیخ جمال اللیل صاحب کے دفتر کی تلاش میں گئے مستورات موٹر ہی میں رہیں۔ میں ترساں لڑاں حرم شریف میں نماز فجر کے لئے چلا اس وقت میرا جو حال تھا اس کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ وضو خانہ وہاں سے کافی دور تھا مجبوراً نرم شریف ہی سے وضو کیا مسجد حرام شریف میں حاضر ہوا جب کعبہ شریف پر نظر پڑی تو فوراً سرت میں بے اختیار منہ سے چیخ نکلی گئی دھاڑیں مار مار کر رونے لگا کچھ دیر تک خود فراموشی کا عالم رہا مگر پھر خیال آیا کہ باہر مستورات اکیلی ہیں مجھے نماز فجر پڑھ کر جلدی پہنچنا چاہئے۔ سسکیوں کے ساتھ نماز فجر ادا کی علاوہ رکوع اور سجدے کے نگاہ جمال کعبہ سے ہٹتی نہ تھی۔ بہت اختصار کے ساتھ نماز ادا کر کے اٹے قدم باہر آیا موٹر کے پاس پہونچا، اتنے میں حضرت حسنین میاں صاحب بھی واپس آگئے اور ہلوگ عبدالکریم نوری صاحب کے دفتر میں پہنچے دو ایک مکان دیکھے گئے مگر وہ پسند نہ آئے میری خواہش یہ تھی کہ ایسا مکان ملتا جس میں مستورات الگ رہیں اور مرد الگ رہتے مگر چار آدمیوں میں اس قسم کا مکان لینا ہم لوگوں کی وسعت سے باہر تھا اسلئے میں حسنین میاں صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ مولانا خلیل احمد صاحب سے ملکر مشترکہ طور پر ایسے دو مکانات لئے جائیں کہ مستورات کے لئے الگ اور مردوں کے لئے الگ رہائش ہو سکے، مگر مولانا خلیل احمد صاحب جدہ سے دوسری موٹر میں آئے تھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں اترے ہیں۔ ناشتے کے بعد عمرہ کرنے کے لئے ہم لوگ حرم شریف میں حاضر ہوئے معلم صاحب نے کسی انتہائی گنوار آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیا تھا جسے یہ تک معلوم نہ تھا کہ باب السلام کہاں ہے اور حرم میں داخلہ کے آداب کیا ہیں وہ ہلوگوں کو کسی دروازے سے اندر لے گیا اور حجر اسود کے پاس کھڑا کر کے یہ کہہ کر کہ آپ لوگ طواف کیجئے میں اس دروازے پر بیٹھا ہوں چلا گیا، جبکہ معلمین کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ پہلی بار کی حاضری میں ان کا کوئی آدمی ساتھ ساتھ رہتا ہے جو عمرے کے پورے ارکان ادا کرتا ہے۔ خیر ہم لوگوں نے از خود ہی طواف کیا، بھیڑ مگم تھی اس لئے بڑے اطمینان سے طواف ہوا کن یا کن کا اسلام ہر پھیرے میں نصیب ہوا البتہ حجر اسود کے بوسہ لینے میں اڑدھام زیادہ تھا اور دشواری بھی تھی اس لئے صرف ایک بار نصیب ہوا، یہ بھی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے ورنہ کتنے ایسے بھی حجاج ہیں جنہیں حجر اسود کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی طواف سے فارغ ہو کر ہم دونوں اس شخص کے پاس آئے وہ ہم لوگوں کو لے کر صفامردہ کی سعی کرائے بغیر دروازے سے باہر آگیا اور قیام گاہ کی طرف لے چلا۔ ہلوگ ابھی صبح ہی کو حاضر ہوئے تھے صفامردہ کے جائے وقوع سے واقف نہ تھے اسلئے اس کے پیچھے چلے، انتظار کرتے رہے کہ وہ اب بتائے گا، یہ صفا ہے یہاں سے سعی شروع کر دو، مگر وہ ہلوگوں کو لے ہوئے معلم صاحب کے گھر پہنچ گیا، اس پر مجھے تعجب ہوا اور غصہ بھی آیا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم لوگوں کو صفامردہ پر کیوں

نہیں لے گیا، سچی کیوں نہیں کرائی، تو اس نے کہا جلدی کیا ہے سچی پھر کر لیجئے گا۔ غصہ تو بہت آیا مگر ہملوگوں نے صبر کیا میں
 کہا ہم ابھی سچی کریں گے صفامردہ پر لے چلو، وہ ہملوگوں کو لے کر پھر لے قدم چلا اور مسجد حرام شریف لایا، مجھے پھر شبہ نہ
 کہ معلوم نہیں یہ کہاں لے جا رہا ہے، میں نے پھر اس سے کہا ہم لوگوں کو صفاپر لے چلو اس نے کہا ہاں صفای پر لے چل
 رہا ہوں۔ بہر حال وہ ہم لوگوں کو لا کر صفاپر چھوڑ کر چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ میں چلتا ہوں آپ لوگ آجائیے گا۔ اس کے جانے
 کے بعد ہم نے سچی کی، سبحان اللہ دیوانوں کی ایک بھیڑ ہے جو صفامردہ کے درمیان انتہائی جوش و مستی کے ساتھ پروانوں
 کی طرح دوڑ رہی ہے ہم نے بھی نیت کی اور سچی شروع کی زندگی بھر چلتے رہے اور کبھی کبھار دوڑے بھی ہیں مگر سچی میں جو
 لذت تھی جو کیفیت تھا جو مستی تھی وہ بیان سے باہر، سچی کرنے کے درمیان ہی مولانا خلیل احمد خاں مل گئے میں نے ان سے
 کہا کہ میری خواہش یہ ہے کہ ہم سب ایک ساتھ رہیں اور اس طرح کا مکان لیا جائے وہ بھی ہماری اس رائے پر بہت خوش
 ہوئے سچی سے فارغ ہونے کے بعد ان کے ہمراہ ان کی قیامگاہ پر آئے وہیں حجامت بھی بنوائی دن بھر وہیں رہے حسین میاں تو
 درمیان میں چلے آئے، بعد عصر وہ آئے اور مکان کی تلاش شروع ہوئی۔ مسفلہ میں شارع حمزہ پر ۲۶ ہزار ریال میں ہم کو ٹھکانہ
 ملے ہوئے ہیں جس میں ایک بڑا ہال تھا اس میں ہم سب مرد تھے، دو کوٹھریاں تھیں ان میں مستورات رہیں۔ کمرے میں ایس، سی
 بھی فٹ تھا اور فرنیچر بھی تھا باورچی خانہ غسل خانہ الگ الگ تھا پانی کے لئے ٹل لگے ہوئے تھے کوئی وقت نہیں تھی۔
 حمدہ شاہی ضلع بستی کے منشی حاجی محبت علی صاحب مع اہلیہ کے بھی ہم لوگوں کے ساتھ تھے۔

اب ہم لوگوں کا دو گروپ بن گیا، ایک مولانا خلیل احمد خان صاحب پٹھان کا دوسرے میرا اور حسین میاں اور
 منشی محبت علی صاحب کا، گروپ کا مطلب صرف یہ ہے کہ کھانے پینے کے لئے دو حصے ہو گئے، ہمارا کھانا اپنے ہمراہیوں
 کے ساتھ الگ پکتا تھا اور مولانا خلیل احمد خان صاحب وغیرہ کا الگ، ہملوگ سب بڑے اتفاق و اتحاد اور محبت و
 یگانگت کے ساتھ رہے عام طور پر حجاج کے مابین جو تم ترطاک ہو جاتا ہے اس سے ہم لوگ محفوظ رہے، میں اپنے ساتھ غلہ نہیں
 لے گیا وہ لوگ کچھ غلہ لے گئے تھے لیکن اپنی غایت مہربانی سے اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے۔

زندگی کی معراج

کہ معظمہ میں نو دن قیام کے بعد دسویں دن مدینہ طیبہ کے لئے گورنمنٹ کی بس سے ۱۱ بجکر ۴۰ منٹ پر
 چلے اور ساڑھے سات بجے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ بس اسٹینڈ سے سامان لکڑی کے ٹھیلے پر لدوا کر
 مسجد اقدس کے قریب جانب خرق ایک گلی کے نکرط پر سامان رکھا گیا مولانا خلیل احمد خان صاحب مکان کی تلاش میں نکلے
 اسی اثنا میں عشار کی نماز بھی ہو گئی قریب ہی شارع رومیہ میں دلد طیبہ نام کی بلڈنگ میں دو کمرے چھتیس سو ریال میں لے گئے
 ایک میں مردوں نے قیام کیا دوسرے میں عورتوں نے۔ مکان پہنچنے کے بعد جب اطمینان ہوا تو مسجد اقدس کے دروازے بند
 ہو چکے تھے اس لئے اس وقت حاضری نہ ہو سکی ارادہ یہی تھا کہ رات کے پچھلے پہر نہادھو کر کپڑے بدل کر بارگاہ اقدس میں حاضری
 دیں گے اس اثنا میں کہیں سے گنبد خضریٰ کی بھی زیارت نہ ہو سکی لیکن ہوا یہ کہ مجھے شدید نزلہ کی شکایت تھی، کسی چائے کی دوکان
 کی تلاش میں میں نکلا گلی میں سیدھے جنوب کی طرف چلا گیا اس گلی کے باہر وہ وسیع میدان ہے جو مسجد اقدس اور جنت البقیع
 کے درمیان ہے، میں اس میدان میں نکل گیا جب داہنی طرف مردانہ نظر اٹھائی تو سامنے گنبد خضریٰ اپنی پوری زیبائیوں اور عظمتوں

کے ساتھ جلوہ فرماتا تھا، نظر پڑتے ہی میں پہلے ہکا بکارہ گیا اور صلوٰۃ و سلام بھی نہ عرض کر سکا کچھ دیر تک سکتے و خود فراموشی کا عالم رہا بدن کا پتار ہا کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو میں نے دست بستہ صلوٰۃ و سلام عرض کرنا شروع کیا انتہائی خوشی میں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا، روتا جاتا صلوٰۃ و سلام عرض کئے جاتا، اس وقت کی کیفیت ایسی تھی کہ نہ وہاں سے قدم آگے بڑھانے کی جرات ہوتی تھی اور نہ پیچھے ہٹانے کی جرات تھی شاید یوں ہی رہ جاتا کہ ایرانی غولے بیابانی کی طرح میرے قریب سے گزرے اور ان وحشیوں نے مجھے دھکا دیدیا تنہ زور سے کہ میں گرتے گرتے بچا اور وہ سلسلہ ٹوٹ گیا، ان ناپاکوں کے ساتھ جسم کے مس ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے قبل والا رابطہ اس وقت پیدا نہ ہو سکا کچھ دیر کے بعد میں چائے کی تلاش میں چلا گیا۔ چائے پی کر قیامگاہ پر آیا اور سونے کے لئے لیٹا اس کے باوجود کہ سفر کی تکان تھی بس اسٹینڈ سے قیامگاہ تک پیدل آنے کا بھی اثر تھا مگر نیند کو سوس دور تھی، کبھی اپنی اس فیروزہ بخشی پر خوشی کی لہر آتی کہ کہاں میں اور کہاں یہ ارض پاک، کبھی یہ خیال کہ اپنا یہ سیاہ منہ داغدار دامن لے کر سرکار کی بارگاہ میں کیسے حاضر ہوں انتہائی ندامت سے پسینے میں شرابور ہو ہو گیا، کبھی انکی رحمت بے پناہ کا تصور کر کے اپنے اس ہر اس و ندامت کو دور کرتا، اس حال میں میں کبت تک رہا یا نہیں، پھر نیند آگئی دو بجے آنکھ کھلی سب سا تھی بے خبر سو رہے تھے، میں اٹھا اور کپڑے نکالے خوب اچھی طرح غسل کیا پھر پورے جسم پر خوشبو ملی کپڑے پہنے، کپڑوں پر بھی جہانت تک ہو سکا خوشبو ملی ایک نیا جوڑا خاص اسی وقت کے لئے اٹھا رکھا تھا اسے پہنا اور پر سے شیروانی پہنی۔ شیروانی پہنتے وقت یہ خیال آیا کاش کہ میں اپنے ہمراہ جبہ لایا ہوتا اور بجائے شیروانی کے جبہ پہنتا اس لئے کہ جبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس تھا اور شیروانی تو ماضی قریب کے ہندیوں کی ایجاد ہے پھر سفید رنگ کا وہ عمامہ جو نور چشم واکر طحیح سلمہ نے ساتھ کر دیا تھا باندھا۔

میں جب نہا کر غسل خانے سے نکلا تو حضرت حسنین میاں صاحب بھی پیدار ہو چکے تھے انھوں نے بھی غسل کیا کپڑے بدلے اور ہم دونوں ساتھ ساتھ بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے چلے، باب جبریل سے داخل ہوئے تہجد کی اذان ہو چکی تھی پوری مسجد اقدس آدمیوں سے بھر چکی تھی ہلوگ و وصفوں کے بیچ میں ہو کر باب ابو بکر صدیق تک چلے گئے کہیں کوئی گنجائش نظر نہیں آئی مجبوراً باہر نکل کر چاروں طرف نظر دوڑائی قریب ہی تھوڑی سی جگہ نظر آئی ہم دونوں وہاں پہنچے پہلے نوافل پڑھی پھر نماز فجر کی اذان کا انتظار کرتے رہے، اذان کے بعد ہم دونوں نے اپنی نماز الگ پڑھی۔ ہم ابھی فرض سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ جماعت ہونے لگی، ہم لوگ نماز سے فارغ ہو کر اوراد و وظائف میں مشغول رہے، جب جماعت ہو چکی اور بھڑک ہوئی تو ہلوگ باب السلام سے مسجد اقدس میں داخل ہوئے، بھڑاب بھی بہت تھی، دبتے دھکے کھاتے ہم لوگ مواجہہ اقدس کی طرف چلے تقریباً ۱۵ منٹ میں مواجہہ اقدس تک پہنچے مگر پیچھے سے لوگوں نے اتنے زور سے دھکے دئے کہ ہلوگ وہاں کھڑے نہ رہ سکے دل مسوس کر رہ گئے اور پیچھے سے جو ریل سلسل چلا آ رہا تھا اسی کے دباؤ سے ہلوگ بلا قصد و اختیار باب جبریل تک پہنچ آئے سوچا گیا کہ اب پھر واپس چلیں لیکن لوگوں کے اذہام کی وجہ سے ہم لوگ واپس نہ ہو سکے باہر نکلے تو دیکھا کہ سیہ پوش ایرانی مرد و عورت کچھ کھڑے کچھ بیٹھے پورے میدان پر قابض ہیں زور سے سلام پڑھ رہے ہیں، ایک شور برپا تھا، بہر حال کچھ دور جا کر ہلوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ ملی وہیں سے کھڑے کھڑے سلام عرض کیا گیا مگر معلوم نہیں کیا بات تھی کہ رات والا کیف و سرور

حاصل نہ ہو سکا، ہمارے چاروں طرف ایرانیوں کا غول بیا بانی تھا، قریب ہی سر پر سیاہ پگڑی رکھے ان کا کوئی مجتہد تھا جو انھیں بلند آواز سے سلام پڑھوا رہا تھا ابتداءً تو اس کی طرف کوئی دھیان نہیں کیا مگر جب ہلوگ صلوٰۃ و سلام سے فارغ ہو گئے تو میں نے سنا وہ مجتہد حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر سلام پڑھوا رہا تھا جس میں اور بہت سے کلمات کے ساتھ خاص طریقے سے یہ دو کلمے بھی تھے "السلام علیک ایہا المظلومۃ - السلام علیک ایہا الشہیدۃ"

رافضیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دروازے میں دبا دیا تھا اس وقت وہ امید سے تھیں، دبنے کے صدمے سے اسقاط ہو گیا اور اسی میں حضرت سیدہ کا وصال ہو گیا اپنے اسی جھوٹے اعتقاد کے مطابق وہ حضرت سیدہ کو مظلومہ اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبراہے صرف اسی ایک موقع پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی رافضیوں کے منہ سے یہ تبراسنا ہے۔

یہ ہے نجدی حکومت کی حق پرستی کہ رافضی علانیہ مسلسل تبرائیں تو ان سے کوئی پریشانی نہیں لیکن اگر کوئی سنی وادفہ شوق ہو کر جالیوں کو بوسہ دیے یا منبر اقدس کو بوسہ دیے تو اسے جھڑکتے بھی ہیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے تو حرمین طہین جا کر یہ محسوس کیا کہ وہاں آثار و مزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے سوا اور کوئی چیز جرم نہیں۔ ڈاڑھی منڈاؤ فلم دیکھو گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ اس پر عریاں فحش محارب اخلاق سین دیکھو گانے سنو تصویریں کھینچو تصویریں بچو خریدو کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں دن رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازاروں میں علانیہ مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں نجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں قرآن مجید کی جو بے حرمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھ دیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو بعد عشاء کو ڈرا پھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے چیلوں کے ساتھ قرآن مجید کی جلدوں کو بھی ٹرک میں اس طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے، قرآن مجید کی جلدوں کو بوروں میں کس کر گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انھیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جا کر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی نجدی سپاہی یا مطویٰ کو تو فینق نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو ٹوکے۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہیں۔ مگر انھیں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں میں نے کسی حاجیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پر آمادہ ہو گئے، غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناکردنیاں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خواہ اس پر چوں تک نہیں کرتے، آثار و مزارات کے ہاتھ لگانے و بوسہ دینے پر نجدیوں کے بجا تشدد کا خطبہ البتہ رات دن پڑھتے رہتے ہیں۔

بہر حال ایرانیوں کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتیٰ کہ انھیں تبرائیں کی بھی اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھنا شروع کیا کہ حظیرہ اقدس جالیوں کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی سست کیسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کے دھکا دیدیا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو مس کریں مجھے بہت ہی غصہ آیا میں نے اس بد بخت سے کہا النظر الی داخل الشباك شرک حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے مونڈھوں کو پوری طاقت سے پکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زائرین کھڑے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا، جی میں تو آیا کہ اس ظالم سے دود دہا تھ کر لوں اگرچہ جانتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر سرکار اپنے چشمان مبارک سے دیکھ تو لیتے کہ کفار قریش کے جانشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالیجاہ میں ان کے روبرو کتنا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا ہوں۔

بجرم عشق تو ام می کشند غوغائیست : تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا ئیست

مگر پھر خیال آیا کہ یہاں جنگ و جدال اور غوغا حرام ہے اس لئے خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا میں کھڑا ہو کر غصہ بھری ہوئی آنکھوں سے اس موزی کو گھور رہا تھا اور وہ مجھے گھور رہا تھا اسے اتنی تاب کہاں، پھر وہ لپک کر میری طرف بڑھا اور اور میرا ہاتھ پکڑ کر کچھ دور گھسیٹ کر لے گیا پھر پیچھے سے دھکا دے کر اپنی جگہ واپس آ گیا میں نے بڑی حسرت سے بارگاہ عرش جاہ میں عرض کیا: علمک بحالی کف عن سوالی۔

اس کے برخلاف ایک دن دیکھا کہ بیت فاطمہ کے پاس ایک ایرانی سر پر گپڑ رکھے بیت فاطمہ میں جالیاں پکڑا ہوئے جھانک رہا تھا اور نجدی سپاہی کھڑا دیکھ رہا تھا اسے ڈانٹا نہ پھسکا را میں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور جی بھر کے بیت فاطمہ کی زیارت کی آٹھ بجے صبح کا وقت تھا اچھی خاصی اندر روشنی تھی اندر کا سارا منظر صاف نظر آ رہا تھا، آخر اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ الکفر ملہ واحدہ۔ نجدی اپنے ایرانی بھائیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک نہ کریں تو رشتہ اخوت کی توہین ہے۔

اس وقت تو ہم واپس آ گئے۔ پھر نوبت بجے حاضر ہوئے، اس وقت عام طور پر زائرین اپنی اپنی قیامگاہ پر ہوتے ہیں، مسجد اقدس اور مواجہہ مبارکہ میں بھیڑ بہت کم ہوتی ہے۔ حسب آداب زیارت باب جبریل سے داخل ہوا۔ اب کی بار حاضری کا رنگ ہی کچھ اور تھا، قدم لڑکھڑا رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، پولا جسم کانپ رہا تھا۔ آس و یاس، خوف ورجا، امید و بیم کی وہ کشمکش کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کبھی اپنی بد اعمالیوں و بدکرداریوں پر نظر جاتی تو شرم و خجالت سے قدم بندھ جاتے۔ معان کی رحمت آواز دیتی، آؤ آؤ ع

ایں درگہ مادرگہ نو میدی نیست : شفاعتی لاہل الکلب اُرس امتی

تو ہمت بندھتی، بصد شوق یہ عرض کرتا ہوا آگے بڑھتا۔ سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں: چاہتا ہی تھا کہ سید مہم مواجہہ اقدس میں حاضر ہوں اسی طرف مڑا بھی کہ نجدی سپاہی نے روک دیا اور اشارہ کیا کہ سید مہم مسجد اقدس میں جاؤ۔ دل پر ہاتھ رکھ کر یہی کرنا پڑا۔ سامنے ہی صفحہ تھا، ان کے ان دیوانوں کا ڈیرہ جو دنیا و مافیہا کو خیر آباد کہہ کر ان کی دیوار تلے پڑے رہتے تھے، جگہ خالی نظر آئی حاضر ہو کر دو رکعتیں بہت مختصر پڑھیں۔ اور آگے بڑھا۔ اب میرے قدم اس حصے میں تھے

جوان کے عہد مبارک میں مسجد تھی۔ سامنے ریاض الجنۃ ہے جس کی داہنی جانب منبر اقدس ہے، اور سامنے ہی محراب نبوی فرطسرت میں اختیار سے باہر ہو جاتا۔ جی چاہتا کہ میں رقص کروں مگر معاذ اللہ رقص اور یہاں سے

بے ادب پانہ اس جا کہ عجب درگاہ سیت با خدا دیوانہ باشی با محمد ہوشیار

ریاض الجنۃ کے ایک ایک ستون کو دیکھا۔ جی چاہا کہ اسی وقت ہرستون کے پاس دو گانہ شکرانہ ادا کروں مگر دل کی ہوک کچھ اور تھی اس لئے محراب نبوی میں حاضر ہو کر دو گانہ پڑھا اور پھر منزل مقصود کی طرف چلا۔ ایک منٹ بھی نہ گزرا کہ میں کعبہ مقصود مواجد اقدس میں حاضر تھا۔ جالیوں اور مسجد اقدس کے مابین اب بھی زائرین کا تانتا بندھا تھا۔ اس لئے میں کتر کر ہوا بہ اقدس کے مقابل ستونوں کے درمیان کھڑا ہو گیا، متعاً یہ تصور بندھا کہ، سرکار، سامنے جلوہ فرما ہیں اور میں رد و بد حاضر ہو کر سلام عرض کر رہا ہوں۔ اب وہ نور خوشی بلکہ سرخوشی میں وہ کیفیت طاری ہوئی جس کا تحمل مشکل ہو رہا تھا۔ دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سینے سے باہر نکل پڑے گا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ رہی تھی۔ اس بارگاہ عرش جاہ میں نذر گزارنے کے لئے ہم غبار کے پاس سوائے آنسوؤں کی لڑی کے اور ہے ہی کیا۔

سرکار کے جتنے بھی اسماء طیبات یاد آتے گئے سب کے ساتھ سلام عرض کیا۔ پورے درود تاج کے اسماء دلائل الخیرات کے کثیر اسماء ان کے علاوہ اور کثیر اسماء۔ مجھے یاد نہیں کتنی دیر تک کھڑا صلوٰۃ و سلام عرض کرتا رہا۔ پھر حضرت صدیق اکبر کے مواجد اقدس میں حاضر ہوا۔ اب عالم خیال میں سو اچودہ سو برس پہلے مکہ کی گلیوں میں پہنچ گیا اور حضرت صدیق اکبر کی ہر ہر قربانی ہر ہر ادا یاد آتی گئی، اور جب تک پوری زندگی کا ایک ایک ورق ختم نہ ہو گیا صلوٰۃ و سلام عرض کرتا رہا۔ اس کے بعد فطری طور پر حضرت فاروق کی طرف دامن دل کھینچا اور ان کے مواجد اقدس میں حاضر ہوا یہاں بھی وہی کیفیت پیدا ہوئی۔ گھر سے شمشیر بکھٹ نکلنے سے لے کر قیصر و کسریٰ کی شوکت و عظمت خاک میں ملا کر عظمت اسلام کا سکہ چار دانگ عالم میں بٹھانے ابو لؤلؤ کے حملہ اور اصحاب شوریٰ کے انتخاب تک کے سارے واقعات ذہن کے پردوں پر ابھرتے گئے پھر شہادت و تدفین پر آکر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ اسی کے ساتھ ان پر صلوٰۃ و سلام کا بھی سلسلہ ختم ہوا پھر آداب زیارت کے مطابق دونوں حضرات کے درمیان کھڑے ہو کر مشترکہ سلام عرض کرنے اور بارگاہ اقدس میں سفار کرنے کی انتہائی الحاج و زاری کے ساتھ درخواست پیش کرنے کے بعد پھر کعبہ مقصود پر ہٹا، کچھ دیر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد اب درخواستیں اور اجاب کے سلام پیش کرنے کی نوبت آئی۔ وہ فرطسرت کا طوفان تھم چکا تھا، باطنیان عرض حاجات کرنے لگا۔ چونکہ زندگی کی یہ معراج میرے محسن اعظم الحاج سیٹھ ابراہیم احمد برکاتی کی عنایت سے حاصل ہوئی تھی اس لئے سب سے پہلے ان کا اور ان کے صاحبزادے الحاج زبیر احمد کا سلام عرض کیا اور جو کچھ ہو سکا مانگا۔ پھر دیگر اعزہ احباب کی باری آئی، جہاں تک یادداشت نے کام کیا سوچ سوچ کر سب کا سلام اور سب کی التجائیں پیش کیں۔ اخیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا مشہور و معروف سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ عرض کیا اور واپس ہوا، باب جبریل سے باہر نکلا تو گیارہ بج چکے تھے۔

دس دن مدینہ طیبہ قیام رہا۔ اس اثنائے روزانہ تقریباً ہر نماز کے بعد حاضری دیتا تیرا احمد شریف، قبا، مسجد قبلتین

عز وہ خندق کے میدان میں بنی ہوئی مساجد خمسہ و دیگر مساجد مثلاً مسجد غمامہ وغیرہ کی بھی زیارت کرتا رہا۔
جنت البقیع شریف بھی روزانہ حاضر ہوتا رہا۔ یہ دس دن یوں گزر گئے جیسے چند منٹ۔

واہا السویعات ذہبت آن عہد حضور بارگاہت : جب یاد آوت موبے کر نہ پرت درد ادہ مدینے کا جانا

واپسی میرا ارادہ تھا کہ شہداء بدر کی بارگاہ میں حاضری میں ضرور دوں گا۔ اس کے لئے اپنی پرائیویٹ گاڑی کی گئی۔ ۲۸ روز قعدہ مطابق ۱۴ اگست بروز بدھ عصر کے قبل پہنچے ہوئے آنسوؤں اور حسرت زدہ قلب و جگر کے ساتھ مدینہ طیبہ کو وداع کیا۔ احرام کے کپڑے قیام گاہ ہی پر پہن لئے تھے۔ ذوالحلیفہ جسے اب پیر علی کہتے ہیں اگر عصر کی نماز ادا کی گئی اور احرام کی نیت بھی۔ پھر موٹر روانہ ہوا۔ مغرب میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ بدر شریف پہنچ گئے مغرب ادا کر کے احاطہ مبارکہ میں داخل ہوئے اور اسلام کے ان جاں نثاروں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جن کے مقدس خون نے اسلام کو اس وقت سینچا تھا جب سوائے چند نفوس قدسیہ کے کوئی اسلام کا نام لیوانہ تھا۔ وہاں سلام و فاتحہ خوانی کے بعد عشاء کی نماز پڑھی گئی اور پھر قافلہ مکہ معظمہ چلا۔ راستے میں منزل مستورہ پر موٹر رکھی ہم سب نے کھانا پیا ڈرائیوروں نے آرام کیا۔ تقریباً دو گھنٹے وہاں رُکے اس کے نتیجے میں ڈھائی بجے مکہ معظمہ پہنچے۔

حاجی عبدالستار صاحب بٹاٹے والے کے توسط سے ایک مدنی صاحب کے یہاں میلاد شریف میں بھی شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بمبئی والے حاجی بابا کی کوششوں سے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب خلف الرشید حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ انھوں نے اپنی دیرینہ روایت کے مطابق ہمیں کھانے پر بھی مدعو کیا۔ اس طرح دوبار شرف ملاقات حاصل ہوئی۔ مکہ معظمہ واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ حکومت نے امسال اپنے یہاں کے حساب سے تیس کی رویت مانی ہے اور امسال حج بتاریخ ۲۵ اگست بروز یکشنبہ ہوگا۔ جنت المعلیٰ حاضری دے چکا تھا، ابھی تک غار حرا کی زیارت نہیں کی تھی۔ بتاریخ ۱۸ اگست بروز یکشنبہ میں اور حضرت حسنین میاں صاحب اور قاری تراب علی صاحب غار حرا کی زیارت کے لئے گئے، وہاں پہاڑ کے دامن میں نجدیوں کے مقرر کردہ افراد ہرزبان میں مسلسل لوگوں کو اوپر جانے سے منع کرتے رہتے تھے، حرام، شرک وغیرہ سناتے رہتے مگر میں نے دیکھا کہ نیچے سے لے کر جبل نور کی چوٹی تک آنے والوں اور جانے والوں کا سلسلہ بندھا ہوا ہے، ان غریبوں کی چیخ پکار کا کسی پر کوئی اثر نہیں ع

واعظ بر سر رہا ہے پئے جا رہا ہوں میں

ہم تینوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا، حضرت حسنین میاں صاحب کا چند ماہ پہلے اپنڈسائٹس کا آپریشن ہوا تھا وہ کچھ دور جا کر واپس آگئے مگر میں اور قاری تراب علی صاحب غار شریف تک پہنچے یہاں بھی بھیر کافی تھی۔ نبر لگایا۔ کچھ دیر کے بعد اندر جانے کا موقع مل گیا۔ غار کے اندر جاتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس دنیا میں نہیں بلکہ کسی اور ہی عالم میں ہوں جو سر اسر نور و نہایت اور رحمت ہے دو رکعت نماز پڑھی کچھ دعائیں مانگی کہ پیچھے سے دوسرے امیدواروں کے دھکا دینا شروع کیا اور دل نسوس کر یہ کہتا ہوا ہے حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

قبلے کی طرف دڑا میں سے باہر آگیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ غار حسرا سے کعبہ نظر آتا ہے۔ میں نے بھی نزہۃ القاری جلد اول ص ۱۸۵ پر ان پر اعتماد کرتے ہوئے لکھ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ غار کا منہ کعبہ شریف کے مخالف سمت ہے، غالباً جانب شرق، اور کعبہ وہاں سے جانب مغرب ہے۔ البتہ غار کی پشت سے حرم شریف نظر آتا ہے۔ میں تو ضعف بصارت کی وجہ سے نہ دیکھ سکا مگر قاری تراجم سلی صاحب نے دیکھا اور اشارے سے مجھے بتایا۔

منیٰ کی حاضری سنت یہی ہے کہ آٹھ ذوالحجہ کو نماز فجر پڑھ کر منیٰ چلا جائے، لیکن حاجیوں کی کثرت کی وجہ سے معلمین آٹھویں شب کو عشاء بعد ہی سے حجاج کو منیٰ بھیجنا شروع کر دیتے ہیں اس لئے ہم لوگوں نے بھی عشاء کے بعد ہی حج کا احرام باندھا، چونکہ طواف افاضہ کے بعد، سعی صفامروہ کے مابین بہت رش رہتا ہے اس لئے ہم سب لوگوں نے نفل طواف کر کے سعی بھی کر لی۔ بارہ بجے کے پہلے قیام گاہ پر آئے۔ دو بجے معلم صاحب کے دفتر پہنچے کچھ دیر موٹر تلاش کرنے میں لگی، بالآخر موٹر ملی اور ہم لوگ نماز فجر کے بعد منیٰ پہنچ گئے، یہ دن اور رات منیٰ میں گزری۔ نو کو آٹھ بجے کے بعد عرفات چلے اور غالباً گیارہ بجے حاضر ہو گئے۔ منیٰ میں جب ہم موٹر میں بیٹھے تو معلوم ہوا کہ حضرت حسنین میاں صاحب کی پھوپھی غائب ہیں۔ حضرت حسنین میاں صاحب ان کی تلاش کے لئے موٹر سے اتر گئے، جب ہم ہملوگ عرفات پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک دوسری موٹر میں یہاں آگئی ہیں ان کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا مگر اب حضرت حسنین میاں صاحب کی فکر ہوئی کہ وہ منیٰ میں پریشان ہوں گے، ایک گھنٹہ اسی الجھن میں گزرا کہ وہ بھی بارہ بجے آگئے۔ اب اطمینان ہوا۔ تازہ وضو کیا اور اپنے کام میں لگ گئے۔

مگر پاس ہی کچھ حجاج ایسے بھی تھے جو غپ شب ہنسی مذاق میں مصروف تھے جس کی وجہ سے حضور قلب حاصل نہ ہو سکا مگر جیسے بھی ہو سکا اپنے کو مشغول رکھا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ مسجد نمروہ کی حاضری دوں مگر ساتھیوں نے باصرار منع کیا کہ اولاً مسجد نمروہ یہاں سے کافی فاصلے پر ہے دھوپ بھی بہت سخت ہے ثانیاً واپسی میں خیمے کی تلاش مشکل ہوگی اور اگر خیمے تک نہ پہنچ سکے تو مزدلفہ پیدل جانا پڑیگا ناچار وہیں خیمے میں نماز ظہر ادا کر لی۔ پھر مشغول ہو گیا طے یہی کیا تھا کہ آج قیلول نہیں کر لے سکتے مگر تھوڑی دیر کے بعد منیہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں سونے پر مجبور ہو گیا خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا سید حسن حیدر صاحب سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ برادر حضرت سید العلماء احرام باندھے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں، مفتی صاحب آپ حج کیلئے آئے اور مجھ سے نہیں ملے میں نے عرض کیا سرکار مجھے اس کی خبر ہی نہیں تھی کہ حضور بھی حج کے لئے آئے ہوئے ہیں پھر مسکرا کر فرمایا اچھا چلتے ہیں پھر ملیں گے، میں گھبرا کر اٹھا خواب کی اس کیفیت پر خوشی بھی ہوئی اور تعجب بھی، پھر میں نے تازہ وضو کیا اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کی، زبانی جتنی آیتیں و سورتیں یاد تھیں سب کی تلاوت کی پھر کچھ اور ادا پڑے پھر خیال آیا کہ درود رضویہ بھی پڑھوں، کھڑے ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے ان گنت درود رضویہ پڑھا تنے میں عصر کا وقت ہو گیا ساتھیوں کو جمع کر کے باجماعت نماز عصر ادا کی پھر خیمے سے باہر نکل کر وقوف کیا کچھ دیر تک کوئی خاص کیفیت نہ پیدا ہو سکی مگر پھر رحمت ایزدی اس حقیر کی جانب متوجہ ہوئی پھر تو ایسا محسوس ہونے لگا

لگا کہ بہت و جلال مجھے جلا کر خاک کر دیں گے، منہ سے چنچیں نکلنے لگیں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا دعاؤں کا پڑھنا دھڑ دھڑا ہوا گیا، بہت دیر تک یہی حال رہا پھر سکون ہوا متوسط آواز سے دعائیں پڑھنے لگا اتنے میں کسی نے کان پر منہ رکھ کر کہا دعائیں بلند آواز سے پڑھتے تاکہ آپ سے سن کر ہم لوگ بھی پڑھیں میں ابتداء میدان میں اکیلا ہی کھڑا تھا اب مرا کے دیکھا تو دس بارہ آدمی میرے پیچھے کھڑے ہیں جن میں کسی سے بھی میں آشنائے تھا معلوم کی طرح میں بلند آواز سے دعا کا ایک ایک جز پڑھتا پھر وہ لوگ پڑھتے اس میں ایک نیا کیف نئی لذت محسوس ہوئی۔ میں اسی عالم سرشاری میں تھا کہ ساتھیوں میں سے کسی نے آواز دے کر کہا کہ چلے ورنہ موٹر میں جگہ نہیں ملے گی میں نے دعا تقریباً ختم کر لی تھی جو باقی تھی اسے پوری کی اخیر میں حاجی ابراہیم احمد صاحب کے لئے خصوصاً اور اپنے سب اعزہ و احباب کے لئے عموماً مختصر دعا کر کے مڑا تو دیکھا خیمہ خالی ہے سب ساتھی موٹر پر جا چکے ہیں پیچھے کھڑے رہنے والے سب آدمیوں نے مجھے مصافحہ کیا اور حج کی مبارکباد دی میں نے بھی ان لوگوں کو مبارکباد دی اور گیٹ کی طرف بڑھا اور سامنے کھڑی ایک موٹر میں بیٹھ گیا، بیٹھنے کے بعد مرا کے دیکھا تو سب ہمراہی اسی موٹر میں تھے غروب آفتاب میں بھی بیس پچیس منٹ باقی تھے میں نے اس وقت کو بھی رائیگاں نہیں جانے دیا غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بعد بس اسٹارٹ ہوئی، مزدلفہ پہنچے، میں اور حسین میاں اور مستورات موٹر سے اتر کر مزدلفہ کے میدان میں گئے، میں نے یہ سوچ کر کہ سرکار حسن میاں صاحب مدظلہ نے ملاقات کا وعدہ کیا ہے۔ شاید وہ اپنوں کی بھر میں نہ تشریف لائیں، تنہا کہیں اچھبیوں میں رہوں تو ممکن ہے کرم فرمائیں، ان لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور ایک نامعلوم سمت چل پڑا، ایک جگہ خالی دیکھ کر چادر بچھائی، قریب ہی تل تھا وضو کر کے نماز مغرب اور عشاء پڑھی نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ کچھ اور لوگ آگئے ہیں ان میں ایک صاحب دمہ کے مریض تھے انھیں کھانسی آئی اور بہت سا بلغم میرے قریب ہی تھوک دیا اس لئے میں وہاں سے بھی اٹھا اور کسی اور جگہ کی تلاش میں نکل پڑا کچھ دور چلنے کے بعد ایک جگہ کافی میدان خالی تھا کچھ لوگ کنکریاں چن رہے تھے میں نے بھی وہیں کنکریاں چنیں پھر چادر بچھا کر تھوڑی دیر لیٹ گیا لیکن نیند نہیں آئی، نیند آتی بھی کہاں سے ایک گنہگار سیہ کا بوندہ جبار و قہار معبود کی بارگاہ میں حاضر ہے لاکھوں لاکھوں کی بھر ہے معلوم نہیں کسے قبول کیا جائے گا اور کسے دھتکارا جائے گا مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں گھر بار چھوڑا اعزہ اقربا ر چھوڑے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے یہاں حاضر ہوں پتہ نہیں کس گروہ میں ہوں گھر اگر اٹھ بیٹھا، اللہ نے توفیق دی اس کی یاد کی اسی عالم میں ایک بار بے اختیار نگاہ اوپر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ احرام باندھے قبلے کی طرف سے چلے آ رہے ہیں میں اٹھ کھڑا ہوا چاہا کہ آگے بڑھ کر قدمبوسی کی سعادت حاصل کروں مگر قدم جیسے بندھ گئے تھے یہاں تک کہ آئیو الے بزرگ بہت قریب آگئے، اب یہ دیکھتا ہوں کہ وہ مفتی اعظم نہیں کوئی اور بزرگ ہیں انھوں نے آتے ہی سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا مگر میرے ہوش و حواس غائب تھے کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے مجھے نہ تو ان کی دست بوسی کا خیال رہا اور نہ یہ ہو سکا کہ بیٹھنے کی درخواست پیش کرتا انھوں نے خود ہی مسکرا کر فرمایا اجازت ہو تو آپ کی چادر پر بیٹھ جاؤں میں نے عرض کیا ضرور ضرور تشریف رکھیں یہ میری سعادت ہے بیٹھنے کے بعد مجھے میرا نام، وطن، مشغلہ دریافت کیا۔ میں نے سب کچھ اختصار کے ساتھ عرض کر دیا پھر میں نے

ان سے ان کا نام وغیرہ پوچھا تو فرمایا، نام پوچھ کے کیا کیجے گا میں سیلانی آدمی ہوں آج یہاں کل وہاں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں میں نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، پھر میں نے عرض کی دعا مغفرت فرمائیں تو کہہ سالا
اللهم اغفر لاسی هذا بار بار اس کی تکرار فرمائی، پھر چنانک کھڑے ہو گئے اور فرمایا اب ہم چلتے ہیں ملنے کا وعدہ
کیا تھا اس لئے آگے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، اور تیزی سے جانب قبلہ بڑھے۔ مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ انھیں
کھڑا دیکھتا رہا یہ بھی خیال نہ ہوا کہ کب ملنے کا وعدہ فرمایا تھا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔

بہت دیر تک غور کرتا رہا کہ یہ کون بزرگ تھے اور کیا قصہ ہے مجھے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ یہ میری خوش بخشی تھی کہ کسی اللہ
والے نے مجھ بے مایہ پر کرم فرمایا، اس خوشی میں بہت دیر تک گن رہا پھر اپنے کام میں لگ گیا جب صبح صادق کے وقت قیام
کی فر ہوئی اور پورے میدان میں جگہ جگہ اذانیں ہونے لگیں تو پھر میں نے تازہ وضو کیا نماز فجر پڑھ کر وقوف کیلئے کھڑا ہو گیا
اپنے اور اپنے اعزہ کے لئے جتنی ہو سکی دعائیں کیں پھر قریب طلوع آفتاب پیدل ہی منی کی طرف چل پڑا، پیدل چلنے کا
ایک فائدہ یہ ہوا کہ وادی محسر میں تیز رفتاری سے چلنے کی سنت ادا ہو گئی، منی پہونچ کر پولیس سے پوچھ کر اپنے معلم کے خیمے میں
آیا۔ جب میں خیمے میں آیا تو اپنا خیمہ تلاش کرتے ہوئے ایک طرف جا رہا تھا کہ حاجی صفدر حسین صاحب بمبئی ولے نے آواز
دی اور باصرہ اپنے خیمے میں لے گئے پھر بہ اصرار کھانا کھلایا چائے پلائی، انھوں نے قربانی کے لئے کسی کمپنی کو پیسے دیدیئے تھے
میں نے ان سے کہا کہ اپنے یہ کیا کیا، انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہم لوگ احرام کب کھولیں اور کنکری کب ماریں، میں نے اُسے
کہا کہ کنکری تو آپ ابھی جا کر مار آئیے اور احرام بعد مغرب کھول لے گا، پتہ نہیں کمپنی والے کب قربانی کریں۔ پھر میں اپنے خیمہ میں
آیا، ابھی تک میرے خیمہ میں کوئی نہیں پہنچا تھا، میں چادر بچھا کر لیٹ گیا کچھ دیر کے بعد ساتھی آئے گئے۔ عصر بعد کنکری مارنے
کے لئے ہم لوگ گئے اس سے فارغ ہونے کے بعد ہمارے ساتھی مذبح گئے، میں اتنا تھکا ہوا تھا کہ مذبح جانے کی ہمت نہ
کر سکا۔ قاری تراب علی صاحب کو پیسے دیدیئے اور میں وہاں سے واپس ہو کر مسجد خیف میں حاضر ہوا نماز مغرب پڑھی
عشاء تک حاضر رہا عشاء پڑھ کر خیمہ میں آیا، لوگ قربانی کر کے واپس آچکے تھے، احرام بھی کھول چکے تھے میں نے بھی سر
منڈایا اور احرام کھول دیا نہا کر سو گیا، بہت گہری نیند آئی یہاں تک کہ صبح تک سوتا ہی رہا۔

آج گیارہ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور طواف افاضہ کیا، حرم شریف کا پورا صحن مسجد حرم کے والان حجاج سے
بھرے ہوئے تھے، آدمیوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر کعبہ کے گرد دیوانہ وار طواف کر رہا تھا، بھیڑ دیکھ کر میری ہمت جواب
دے گئی مگر طواف کرنا ہی تھا، اپنے مشائخ سلسلہ سے استعانت کر کے بھیڑ میں گھس گیا اور طواف شروع کر دیا جدوجہد
کر کے کعبہ شریف کے بالکل قریب پہونچ گیا یہاں تک کہ کبھی کبھی میرے اور کعبے کے درمیان کوئی حائل نہ رہتا، دو پھرے حطیم
کی دیواروں سے لگ کر کئے پچیس منٹ میں طواف سے فارغ ہو گیا، اس وقت میرے ساتھ صرف قاری تراب علی صاحب
تھے، طواف کے بعد ہم دونوں مسجد حسرام کی چھت پر چڑھ گئے وہاں سے طواف کرنے والوں کا منظر دیکھ دیکھ کر روح جھوم
جھوم اٹھتی۔ ہم لوگ بہت دیر تک یہ منظر دیکھتے رہے پھر قیامگاہ پر آئے اور عصر کے بعد پھر منی پیدل چلے اس وقت
جمرات پر بھیڑ بہت کم تھی اطمینان سے بطریق مسنون و مستحب تینوں جمرات پر کنکریاں ماری گئیں اور خیمے میں واپس آئے۔

۱۲ رذی الحجہ کو سوئے کنکری مارنے کے اور کوئی کام نہیں تھا اس لئے ناشتے کے بعد مولینا افتخار احمد صاحب سابق استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے ملنے کے لئے چلا گیا یہ ریاض میں رہتے تھے مع اپنے بال بچوں کے حج کے لئے آئے تھے، ان سے ملاقات کے بعد الحاج سیٹھ اسماعیل جانی اور حاجی عبدالستار بٹاٹے والے سے ملنے کیلئے گئے ان سے ملاقات کر کے حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضری کو سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت خود ہی کرم فرماتے ہوئے تشریف لائے دوپہر کا وقت اسی میں بیت گیا، کھانا کھا کر میں چاہتا تھا کہ کچھ دیر آرام کروں کہ سب ساتھیوں نے یک بیک رمی جمرہ کا پروگرام بنالیا میں نے سب کو منع کیا مگر کوئی نہیں مانا، خیمے میں صرف حضرت حسنین میاں کی والدہ ماجدہ اور ان کی پھوپھی صاحبہ رہ گئیں میں نے طے کر لیا تھا کہ بعد عصر کنکری مارنے جاؤ گا پھر سیدل مکہ معظمہ واپس ہو جاؤنگا، سب لوگ چلے گئے میں بیٹھا رہا اتنے میں بریلی شریف کے کچھ حضرات ملاقات کے لئے تشریف لائے انھوں نے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کی دعوت دی میں نے قبول کر لی پھر دوسری باتیں شروع ہو گئیں اتنے میں اچانک میرے کانوں میں آواز آئی، جمرہ پر آؤ مجھے پانی پلاؤ۔ آواز انتہائی دردناک تھی جیسے جاں بلب پیاسا کسی کو پکار رہا ہو۔ میں نے اس کو اپنا واہمہ سمجھا مگر تین بار یہی آواز آئی اب میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بریلی والوں سے معذرت کی کہ چونکہ مجھے کل ہی جدہ جانا ہے اس لئے میں کنکری مارنے جا رہا ہوں، اوند میں تیزی سے جمرہ کی طرف چلا راستے میں مولینا خلیل احمد خان صاحب کا قافلہ بھی مل گیا ساتھ ساتھ جمرہ پر پہنچے سب نے جمرہ اولیٰ کی رمی کی طرح کر لی اس سے فارغ ہو کر جمرہ ثانیہ کی طرف ہلے گئے جا رہے تھے کہ مولینا خلیل احمد خان صاحب ہکا بکنا گئے سرچشمہ غائب ہو گئے پاؤں چلے آ رہے ہیں اور فرمایا کہ حضرت واپس چلے آئے اس وقت ہرگز کنکری نہ ماریے میری جان بچ گئی، میں گر پڑا تھا سمجھے ہوئے تھا کہ اب میں گیا، کلمہ تک پڑھ لیا تھا، آپ کی زیارت مقدر تھی کہ کچھ لوگوں نے ترس کھا کر مجھے اٹھایا اور جان بچی۔ ہمارا قافلہ منتشر ہو چکا تھا قاری تراب علی حاجی منشی محبت علی مع اہلیہ کا پتہ نہ تھا باقی ماندہ لوگ واپس ہوئے اتنے میں ایک سفید ریش بزرگ سر پر افغانیوں کی طرح عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے میرے پاس تھرا س تھا مجھ سے پانی مانگا میں نے تھرا س کے ڈھکنے میں بھر کر انھیں پانی پیش کیا وہ پینے کے لئے بیٹھ گئے آدھا پانی پی کر مجھے واپس کر دیا میں نے اصرار سے کہا کہ اور پی لیجئے مگر ڈھکنا انھوں نے مجھے تھما دیا اور کھڑے ہو گئے میں نے باقی ماندہ پانی پیا۔ اب دیکھتا ہوں تو ان بزرگ کا پتہ نہیں اتنے میں میرے ساتھی آگے بڑھ چکے تھے میں لپک کر ان کے ساتھ ہو گیا سڑے یہ ہوا کہ اس وقت واپس چلیں پھر شام کو آکر کنکری ماری جائے گی۔

چونکہ میں پہلے جہاز سے گیا تھا، واپسی کے لئے بھی میرا پہلا ہی جہاز تھا جو وہاں کی تیرہ ذی الحجہ اور ہندوستان کی بارہ م
۲۹ اگست بروز جمعرات تھا، قاعدے کے مطابق بارہ ایک بجے دن تک ایر پورٹ پہنچ کر منسٹ کا اوکے کرنا ضروری تھا اسلئے ہم لوگ بارہ ہی کو کم مغیر آگئے۔ میں دو بجے رات کو حرم شریف میں حاضر ہوا، نماز فجر کے بعد طواف وداع کیا اور بعد حسرتہ یاس بیت اللہ شریف کو اخیر سلام کر کے قیامگاہ پر آیا، ۲ بجے جدہ پہنچے لیکن ہمارا ہوائی جہاز رات میں گیارہ بجکر بایس منٹ بعد جدہ سے چلا واپسی میں نجدی ایر پورٹ پر وہی بد نظمی اور عاجیوں کی ایذا رسانی کی کار فرمائی تھی۔

اس کے باوجود کہ حجاج صبح ہی کو ایرپورٹ پہنچ چکے تھے اور ۱۲ بجے تک تو تمام ہی حجاج آگے تھے مگر حجاج کو اندر نہیں جانے دیا گیا، جہاز چھوٹنے سے کچھ پہلے سامان اندر جانے لگا تو وہ مارا ماری وہ اٹھا پٹخ کر اگر قاری تراب علی صاحب میر ساتھ نہ ہوتے تو شاید میں اندر مع سامان کے نہیں جاسکتا تھا، پھر اندر پہنچنے کے بعد قطار میں اتنی دیر تک کھڑا رہنا پڑا کہ سارے حاجی تھک کر چور ہو گئے، خیر خدا خدا کر کے ہوائی جہاز تک پہنچے۔ جہاز اسٹارٹ ہوا اور ہم ۷ بجے صبح کو دبئی کے ٹائم سے، دبئی پہنچ گئے۔ ایرپورٹ پر لینے کے لئے حاجی ابراہیم احمد صاحب برکاتی جناب قاری سراج ازہر صاحب رضوی عزیز مولانا ولی اللہ صاحب مع اپنے احباب کے اور عبدالرزاق بٹاٹے والے موجود تھے۔ واپسی میں بھی عطاری مسجد ہی میں قیام رہا اب کی بار بھی ان سب احباب نے وہی کمر فرمائی فرمائی جو پہلے کر چکے تھے۔ تین دن قیام کے بعد ہانگری سے گھر واپس آگیا، فالحمد للہ علی ذلک والصلوٰۃ والسلام علی جیبہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حج و زیارت سے مشرف تو ہو چکا مگر وہ رہ کر خیال آتا ہے ۷

لاکھ شکھی پی ایک ہے جو اور پی پی ہے مویے
ناجانوں اس جھنڈ میں کون سہاگن ہوے

محمد شریف الحق امجدی

خادم الاقار الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

۶ ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۸۵ء شب پنجشنبہ

مقدمہ

حدیث کی اہمیت | یہ بات ہر دیندار مسلمان کو معلوم ہے کہ دین کے اصول و فروع اعتقادیات عملیات سب کی بنیاد قرآن و احادیث ہیں۔ اجماع امت اور قیاس کی جو بھی حیثیت ہے وہ کتاب اللہ و احادیث ہی کی بارگاہ سے سند ملنے کے بعد ہے اور یہ دونوں واجب الاعتقاد و العمل ہونے میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ احادیث سے انکار کے بعد قرآن پر ایمان کا دعویٰ باطل محض ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید نے ایک نہیں سیکڑوں جگہ رسول کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت قرار دیا۔ ارشاد ہے۔

مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ - النساء آیت (۸۸) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہی قرار دیا کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ۔ ہم نے رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔ النساء۔ آیت (۶۴)

جگہ جگہ فرمایا، اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ کہیں فرمایا، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑا کامیاب ہوا۔ جس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ضرور گمراہ ہوا۔ کہیں فرمایا کہ مومن کی شان یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کے لئے بلائیں تو بلاذریغ یہ کہے کہ ہم نے سنا اور مانا۔ ارشاد ہے۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔ النور آیت (۵۹) مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلا یا جائے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کر دیں تو ان کو سمعنا و اطعنا کہنا ہی ضروری ہے۔

جن لوگوں نے رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنے میں چون و چرا کیا ان کے بارے میں صاف صاف فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔

فَلَا وَرَءَاكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَزَنًا مِّمَّا قُضِيَتْ

تہا زعات میں تمہیں حکم نہ مان لیں اور پھر اس فیصلہ پر اپنے جی میں کوئی

کھکھ نہ پائیں اور اسکو کما حقہ مان لیں۔

وَيَسْلِمُوا لِسُلْطَانِهِ۔ النساء آیت (۶۵)

یہاں تک کہ رسول کے پکارنے کو اللہ نے اپنا پکارنا قرار دیا۔ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ

الانفال آیت (۲۳)

اے ایمان والو جب اللہ اور رسول تمہیں پکاریں تو فوراً حاضر ہو۔
رسول کی نافرمانی تو بڑی بات ہے نافرمانی کی سرگوشی پر بھی پابندی لگادی گئی ہے ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا مَنَّا جَيْتُمْ فَلَا تَنَاجُوا بِاللَّهِ
قَالَهُ وَإِنْ مَعْصِيَتِ الرَّسُولِ - المجادلہ آیت (۹) نہ کرو۔

حتی کہ رسول کی نافرمانی کو منافقین کا طریقہ بتایا۔ فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ
رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودَ النِّسَاءِ
آیت (۶۱) لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ دوزخی دوزخ میں حسرت سے یہ کہیں گے۔

يَوْمَ تَقَلَّبُ دُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْسَ شَا
أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ - الاحزاب آیت (۶۶)

یہاں تک کہ رسول کے فیصلہ کے بعد ایمان والوں کا یہ اختیار اللہ عزوجل نے سلب کر لیا کہ وہ مانیں یا نہ مانیں بلکہ انھیں سر
سليم خم کرنا ہی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ. وَمَنْ يَنْصِبِ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا - الاحزاب آیت (۳۶)

کسی مومن مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ اللہ اور رسول کوئی فیصلہ
کر دیں تو انھیں اپنے اس معاملہ میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو
اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ ضرور کھلا ہوا گمراہ ہے۔

رَسُولِ كِ مَخَالَفَتِ بِرَبَانِكِ دَهْل عَذَابِ كِي دَهْل اِرْشَادِ هُوِيْ.
وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَى
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ تُولِهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ
وَسَاءَتْ مَصِيرًا - النساء آیت (۱۱۵)

اس کے بعد کہ حق کا راستہ واضح ہو چکا جو بھی رسول کی مخالفت کرے
اور ایمان والوں کے راستہ کو چھوڑ کر اور کوئی راستہ چلے ہم اس کو
اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں لے جائیں گے اور وہ
برا ٹھکانہ ہے۔
جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ دنیا

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمُ

فِتْنَةٌ أَوْ يَصِيبُهُمُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ النور آیت (۶۲) میں ان پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے یا آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔

قرآن مجید کے ان ارشادات پر غور کرو۔ قرآن مجید نے کس طرح جگہ جگہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا اور اللہ کے ساتھ ساتھ رسول کی نافرمانی پر وعید ارشاد فرمائی رسول کے بلانے کو اللہ نے اپنا بلانا قرار دیا۔ رسول کی نافرمانی کے لئے سرگوشی بھی منع فرمائی رسول کے فیصلہ کو واجب التسلیم قرار دیا۔ وہ بھی اس حد تک کہ جو رسول کے فیصلے کو نہ ماننے، اس میں ذرا بھی تردد کرے وہ مومن نہیں۔ رسول کے حکم سے رد گردانی کرنے والوں کو منافق فرمایا۔ رسول کے حکم کو اس درجہ واجب الاتباع قرار دیا کہ رسول کے حکم کے بعد نہ ماننے کا کسی مومن کو حق نہ دیا۔ جو نہ ماننے اس کے لئے جہنم کی وعید سنائی کیا یہ سب باتیں اس کی دلیل نہیں کہ جس طرح اللہ عزوجل کا ہر ارشاد واجب التسلیم ہے اسی طرح رسول کا بھی ہر فرمان واجب الاعتقاد والعمل ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول کے مابین تفریق کرنے والوں کو صاف صاف سنا دیا۔

وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ وَنَكْفُرُ بِبَعْضِ مَا يُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا
بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا
أَعَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا۔ النساء آیت (۱۵۱)

اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق کر دیں اور کہتے ہیں
کچھ کو ہم مانتے ہیں اور کچھ کو ہم نہیں مانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس
کے بیچ میں راستہ بنالیں یہ لوگ ٹھیک کافر ہیں۔ ہم نے کافروں کے
لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تو رسول کو واجب الاتباع نہ ماننے کا مطلب ہوا ان آیتوں کا انکار اور قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا انکار پورے قرآن کا انکار ہے۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ۔ البقرة (۸۵) کیا کچھ کتاب پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کے ساتھ کفر کرتے ہو؟
غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے مثلاً

① "افان" قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں کہ نماز پنج گانہ کے لئے اذان دیجائے مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعار اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

② نماز جنازہ قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں مگر یہ بھی فرض ہے اس کی بنیاد ارشاد رسول ہی ہے۔

③ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں مگر تحویل قبلہ سے پہلے ہی نماز کا قبلہ تھا یہ بھی صرف ارشاد رسول ہی

ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا قرآن میں حکم نہیں مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد صرف ارشاد رسول ہی ہے۔ اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی تو کوتاہی کرنے والوں کو توبہ کی گئی۔ مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا اسی اثنا ایک قافلہ آگیا کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي أَنِ أَنْفُصُوا إِلَيَّ وَتَرَكُوا كَلَّ قَائِمًا۔ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّحْمِ وَلَمْ يَلْجَأِ إِلَى صُحُورِ النَّاسِ قِيْنٌ۔ (جمعہ۔ آیت ۱۱۱)

انہوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔ تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا

یہ صرف اسی بنا پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشاد رسول بھی واجب الاعتقاد و العمل ہے اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

علاوہ ازیں قرآن خدا کی کتاب ہے، واجب القبول ہے، یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عزوجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی اور اگر لکھی لکھائی جلد بندھی بندھائی کتاب اتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ خدا کی کتاب ہے کہیں سے بھی اڑ کر آسکتی ہے کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبریل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہنچانے کہ یہ جبریل یا فرشتہ ہے۔ کوئی جن، کوئی شیطان، کوئی شعبہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبریل ہوں فرشتہ ہوں یہ خدا کی کتاب لایا ہوں غرض کہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی قطعی دلیل نہیں رہ جاتی، ساری دلیلوں کا منہ یہ ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یہ خدا کی کتاب ہے، یہ جبریل ہیں، یہ آیت لے کے آئے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبریل کی معرفت، قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی ناقابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجئے رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں انہیں میں یہ فرمایا۔ مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی سننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا، احادیث ہوئیں۔ اب کوئی بتائے ایک منہ سے دو قسم کی باتیں نکلیں ایک قسم مقبول اور دوسری مردود یہ کس منطق سے درست ہوگا ایک قسم کو مردود قرار دینے کا مطلب ہوگا دوسری قسم کو بھی مردود قرار دینا۔ غرضیکہ حدیث کے ناقابل قبول ماننے کے بعد قرآن کا بھی ناقابل قبول ہونا لازم ہے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن کریم میں تمام چیزوں کا بیان ہے مگر ان میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے لئے محل اور مبہم ہیں مثلاً عبادات اربعہ نماز روزہ زکوٰۃ حج کو لے لیجئے۔ قرآن مجید میں ان سب کا حکم ہے۔ مگر کیا قرآن مجید سے ان عبادات کی پوری تفصیل کوئی بتا سکتا ہے۔ اگر احادیث کو ناقابل اعتبار ٹھہرا دیا جائے۔ تو پھر ان عبادات پر عمل کیسے ہوگا کیونکہ ان سب کی بنیاد

ان سب کی تفصیل احادیث ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صلو کما رأیتونی اصلی متفق علیہ۔ اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔ عبادات سے قطع نظر قرآن مجید کی سیکڑوں آیات وہ ہیں کہ اگر ان کی توضیح احادیث میں مذکور نہ ہوتی تو وہ لایخل رہ جاتیں مثلاً ارشاد ہے۔

إِلَّا تَتُوبُوا فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْرُتْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا. التوبہ آیت (۲۰)

اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے (تو رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا) اللہ نے ان کی اس وقت مدد کی جب کافروں کی شرارت سے انھیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جبکہ دونوں غار میں تھے جب رسول اپنے ساتھی سے فرماتے تھے غم نہ کھا اللہ ضرور خود ہمارے ساتھ ہے۔

احادیث سے قطع نظر کر کے کوئی بتا سکتا ہے کہ کافروں نے کیا شرارت کی تھی۔ رسول کو کہاں سے باہر تشریف لے جانا پڑا یہ ساتھی کون تھے یہ غار کون تھا۔ اور کیوں ساتھی کو تسلی تشفی دینے کی حاجت پیش آئی۔ دوسری جگہ فرمایا۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ. التوبہ آیت (۲۵)

اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی۔ یہ جگہیں کون کون ہیں صرف قرآن سے کوئی بتا سکتا ہے۔ اور فرمایا۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا. التوبہ آیت (۱۱۸)

ان تینوں پر اللہ کی مہربانی ہوئی جن کے معاملہ کو ملتوی فرما دیا گیا تھا۔ یہ تینوں کون تھے ان کا معاملہ کیا تھا کیوں ان کا معاملہ ملتوی کیا گیا۔ کیا بغیر احادیث کے ان سوالوں کے جوابات دینا ممکن ہے۔ اور ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ. فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا. التوبہ آیت (۱۰۸)

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ پہلے ہی دن سے اس لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اچھی طرح پاک پسند کرتے ہیں۔

یہ مسجد کون ہے۔ یہ لوگ کون ہے۔ احادیث سے قطع نظر کر کے کوئی بتائے تو؟

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ قرآن میں اس کی صد ہا مثالیں موجود ہیں کہ اگر احادیث میں ان کی توضیح نہ ہوتی تو ان کا ابہام کسی طرح دور ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کے بعد قول رسول کو حق تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اسی وجہ سے عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام امت بلا تکیہ نہ کر قرآن کی طرح احادیث کو واجب الاعتقاد واجب العمل مانتی چلی آئی ہے۔ البتہ اس زمانے میں بعض کلمہ گوئی کا دعویٰ کرنے والے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو احادیث کو ناقابل قبول

مانتے ہیں۔ لیکن دیگر مذہبوں کی طرح دامن بچا کر یوں کہ قول رسول ضرور حجت ہے۔ مگر آج جو احادیث کا ذخیرہ ہے وہ رسول کے اقوال و اعمال کا مجموعہ نہیں۔ یہ غبی نو مسلموں نے سازش کر کے اپنی من مانی باتوں کو رسول کی طرف منسوب کر دیا ہے یہ قطعاً لائق اعتبار نہیں۔ اپنے اس دعویٰ پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں آج احادیث کے جو دفتر ملتے ہیں ان میں کوئی بھی عہد نبوی میں مرتب ہوا نہ عہد صحابہ میں حتیٰ کہ عہد تابعین میں بھی مرتب ہوا یہ سب دفاتر دوسری تیسری صدی اور اس کے بعد مدون کئے گئے ہیں اتنی لمبی مدت تک لاکھوں لاکھ احادیث یاد رکھنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اور عجیب بات ہے کہ اکثر محدثین غبی النسل ہیں۔ امام بخاری بخارا کے امام مسلم نیشاپور کے امام ترمذی ترمذ کے ابو داؤد بھستان کے ابن ماجہ قزوين کے باشندے تھے۔ اور یہ وہ مسلم الثبوت محدثین ہیں کہ فن حدیث میں ان کی ہر بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ منکرین حدیث کے اس دعوے کی بنیاد اس پر ہے کہ دوسری صدی سے پہلے احادیث لکھی نہیں گئیں صرف زبانی یادداشت پر اعتماد رہا۔ اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ احادیث کی کتابت کا کام عہد رسالت ہی میں شروع ہوا ہے اور ہر دور میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا۔ تو ان کے دعوے کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا اس لئے ہم پہلے ناظرین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کتابت حدیث کا کام عہد رسالت ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ اور ہر عہد میں تسلسل کے ساتھ باقی رہا۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث ① حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے سیکڑوں احادیث لکھیں ان کے

مجموعے کا نام صادقہ تھا۔ بخاری اصحابہ۔ طبقات ابن سعد۔

② احادیث کا ایک مجموعہ حضرت انس نے لکھا تھا۔ بخاری۔ تدریب الراوی۔

قتادہ روایت کرتے ہیں۔

كان يملئ الحديث حتى اذا كثرت عليه الناس جاء

سبحان من كتب الفاها ثم قال هذه احاديث

سمعتها وكتبتها عن رسول الله وعرضتها عليه

تفسير العلم ۹۵، ۹۶۔

حضرت انس حدیث لکھوایا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہو گئی تو وہ

کتابوں کا صحیفہ لے کر آئے اور لوگوں کے سامنے رکھ کر فرمایا یہ وہ

احادیث ہیں جن میں نے رسول اللہ سے سنا لکھی ہیں اور آپ کو

پڑھ کر سنا بھی دی ہے۔

③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی احادیث لکھوائی تھیں۔ یہ ذخیرہ ان کے صاحبزادے کے پاس تھا (جامع بیان العلم)

④ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب میں احادیث کو جمع فرمایا تھا جس کا نام ہی کتاب سعد بن عبادہ تھا۔ یہ

کئی پستوں تک ان کے خاندان میں رہا۔ (مسند امام احمد)

⑤ سعد بن زید رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ نے بھی دفتر کے دفتر احادیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔ (فتح الباری)

ہمام ابن منبہ کا صحیفہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے انھیں دفتروں سے نقل ہوا تھا اب چھپ بھی گیا ہے جس کی اکثر احادیث بخاری مسلم مسند امام احمد میں بعینہ بلفظ موجود ہیں۔

④ سمرہ بن جذب رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ تہذیب۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے۔

بینما نحن حول رسول الله نكتب (داری ص ۲۶) اس وقت کہ ہم لوگ حضور کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے۔

اس سے ظاہر ہو کہ عام طور پر کچھ صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لکھا کرتے تھے ابن عباس اور ابن عمر کے صحابہ کا ذکر ملتا ہے۔

الجامع لاخللاق الراوی وآداب السامع متاثر ہے۔

یروى عن عبد الله بن عمر كان اذا خرج الى السوق عبد الله بن عمر کے بارے میں یہ روایت ہے کہ وہ جب بازار جاتے

نظروا في كتبه وقد اكد الراوى ان كتبه كانت تو اپنی کتابوں پر ایک نظر ڈال لیا کرتے۔ راوی نے بتا کید یہ بات کہی

في الحديث۔ ہے کہ یہ کتابیں حدیث کی تھیں۔

حضرت ابن عباس کے چند صحیفے تھے طائف کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں ان کے چند صحیفے لے کر

حاضر ہوئے تاکہ وہ ان لوگوں کو ان میں تحریر کردہ احادیث سنادیں اس وقت حضرت ابن عباس کی بیٹائی کمزور ہو چکی تھی وہ پڑھ

نے سکے فرمایا تم لوگ مجھے پڑھ کر سناؤ تمہارا سنانا اور میرا پڑھنا برابر ہے۔ طحاوی ص ۲۸۴ ترمذی ص ۲۳۲۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی صحیفے تھے جو انھوں نے عہد نبوی میں لکھا تھا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ وصال اقدس کے بعد کے

لکھے ہوئے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہو گا کہ عہد صحابہ میں احادیث لکھی گئیں اور منکرین تو مطلقاً عہد صحابہ میں بھی کتابت حدیث

کے منکر ہیں۔

نحن نكتب سے اشارہ ملتا ہے کہ اس خدمت کو ایک جماعت انجام دیتی تھی۔ اور اس کی تائید دوسری روایت

سے بھی ہوتی ہے۔

کان عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ناسٌ خدمت اقدس میں کچھ صحابہ حاضر تھے میں بھی تھیں سب سے کم عمر تھا۔

من اصحابه وانا معهم وانا اصغر القوم فقال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر قصد اچھوٹا بندھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے پھر جب لوگ باہر آئے تو میں نے ان

فليتبوا مقعده من النار فلما خرج القوم قلت سے کہا۔ حضور نے جو فرمایا وہ آپ لوگوں نے سنا اٹھے باوجود

کیف تحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انما كثرت عن آب لوگ کیسے حدیث بیان کرتے ہیں وہ لوگ ہنسے اور
وقد سمعتم ما قال وانتم تنهكون في الحديث عن کہا اے بھتیجے کچھ میں نے حضور سے سنا ہے وہ سب ہمارے پاس
رسول الله صلى الله عليه وسلم فضحكو او قالوا لکھا ہوا ہے۔
يا ابن اخينا ان كل ما سمعنا منه عندنا في كتاب

جمع الزوائد ۱۵۰۲/۱۷

اس کے علاوہ جستہ جستہ بہت سے احکام و مسائل کے بارے میں یہ ثبوت موجود ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے۔

① شہ میں جب مکہ فتح ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق اور مکہ کی حرمت کے مسائل بیان فرمائے اس پر ایک یمن کے باشندے نے خواہش ظاہر کی یہ احکام لکھوا کر عنایت فرمائیں آپ نے فرمایا، اکتبوا لابی شاہ یہ احکام ابو شاہ کے لئے لکھ دو۔ بخاری ابو داؤد۔

② حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت (خونہا) کے مسائل لکھوا کر بھجوائے۔ مسلم شریف ص ۴۹۔

③ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے پاس مردہ جانوروں کے احکام لکھوا کر بھجوائے مشکوٰۃ ابو داؤد۔

④ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے متعلق مسائل کو ایک جگہ لکھوایا تھا جس کا نام کتاب الصدقہ تھا مگر اعمال و احکام تک اسے روانہ نہ فرما سکے اور وصال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے عہد میں اسی کے مطابق زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم جاری کیا اور اسی کے مطابق وصول ہوتی تھی۔ ابو داؤد۔

⑤ اسی کتاب الصدقہ کا مضمون وہ ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس کو دیا تھا جس وقت انہیں بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تھا۔ اس میں اونٹوں، بکریوں، اور سونے چاندی کی زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل تھی۔ بخاری ص ۱۹۲۔

⑥ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ اخیر ایام میں کثیر احادیث کا ایک صحیفہ لکھوا کر عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدست یمن بھجوا یا تھا۔ موطا امام مالک ص ۲۳ میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل یمن کے پاس ایک مکتوب عمرو بن حزم کے ہاتھ بھیجا تھا جس میں فرائض سنن اور دیات لکھے تھے۔

⑦ زکوٰۃ کے احکام پر شکل ایک صحیفہ ابو بکر بن حزم والی بحرین کو لکھوایا تھا۔ یہ صحیفہ دیگر امراء کو بھی بھیجا گیا تھا۔ یہ مکتوب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابن حزم سے لے لیا تھا۔ دارقطنی، مسند امام احمد۔

⑧ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریریں تھیں۔ دارقطنی،

۹) عمرو بن حزم کو بن کا حاکم بنانے وقت فرائض، صدقات، دیات، طلاق، عتاق، نماز، صحیف شریف جمع کرنے سے متعلق احکام پر مشتمل ایک تحریر لکھائی تھی۔ مسند امام احمد، مستدرک، کنز العمال۔

۱۰) مختلف فرائین و احکام جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائل کو بھیجے

۱۱) معاہدات، تحریریں مثلاً صلح حدیبیہ وغیرہ۔ ابن ماجہ، طبقات ابن سعد۔

۱۲) وہ دالانائے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلاطین و امراء کے پاس بھیجے۔

۱۳) عبد اللہ بن حکم صحابی کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک تحریر تھی جس میں مردہ جانوروں کے احکام مذکور

تھے۔ معجم صغیر، طبرانی۔

۱۴) نماز، روزہ، سود، شراب، وغیرہ کے مسائل و اہل بن حجر کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوائے تھے۔

۱۵) اُشیم نامی مقتول کی بیوی کو اپنے مقتول شوہر کی دیت دلانے کا فرمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوایا تھا۔ یہ فرمان

ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس تھا۔ ابو داؤد، دارقطنی۔

۱۶) ترکاریوں، سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ حکم نامہ لکھوا کر حضرت معاذ بن جبل کے پاس میں بھجوا یا تھا۔ دارقطنی۔

۱۷) رافع بن خدیج صحابی کے پاس ایک مکتوب گرامی تھا جس میں یہ مندرج تھا کہ مدینہ بھی مثل مکہ حرم ہے۔ مسند امام احمد۔

۱۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ احکام لکھوا کر دیئے تھے جو ان کے پاس تھا۔ بخاری چپٹا۔

۱۹) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تم نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے سنا ہے وہ لکھ کر بھیج دو۔ چنانچہ انھوں نے کچھ احادیث لکھوا کر بھیجیں۔ بخاری چپٹا۔

ایک شبے کا ازالہ کچھ لوگوں کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے شبہ ہوتا ہے کہ حضور نے ارشاد

فرمایا لا تکتبوا عنی من کتب عنی غیر القرآن فلیصحہ مسلم جلد ثانی، ص ۴۱۴، قرآن کے علاوہ میری کوئی حدیث نہ

لکھو اگر لکھا ہو تو اسے مٹا دو۔

اولاً علماء کو اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا یہ درحقیقت حضرت ابوسعید پر موقوف ہے۔

یعنی ارشاد رسول نہیں، انھیں کا قول ہے۔

ثانیاً بر تقدیر صحت علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

۱۰، یہ ممانعت نزول قرآن کے وقت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب قرآن نازل ہو رہا ہو، یا جب میں قرآن لکھوار ہا ہوں

تو اس وقت صرف قرآن ہی لکھو۔

۲) حدیث و قرآن کو ایک ہی چیز پر مت لکھو۔ ان دونوں صورتوں میں قرآن کا حدیث کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ تو ہی تھا۔

۳) منافقت کا حکم مقدم ہے یعنی بالکل ابتدائی دور میں تھا۔ بعد میں جب قرآن کے ساتھ احادیث کے التباس کا خطرہ نہ رہا احادیث لکھنے کی اجازت دیدی۔

۴) س۔ س۔ بارے میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر یہ لکھ لیں گے تو زبانی یاد نہ رکھیں گے۔ صرف کتاب کے بھر دوسہ پہرہ جائیں گے انہیں احادیث لکھنے سے منع فرمایا۔ اور جن کے بارے میں یہ اندیشہ نہ تھا۔ بلکہ اطمینان تھا کہ وہ لکھیں گے تو بھی زبانی یاد رکھیں گے انہیں لکھنے کی اجازت دیدی۔ فتح الباری ص ۱۸۳۔

عہد صحابہ میں کتابت حدیث | یہ صحیح ہے کہ کچھ صحابہ اور کچھ تابعین احادیث لکھنے کو ناپسند کرتے تھے کہ جیسے ہم نے زبانی سنا کر یاد کیا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی صرف زبانی یاد رکھیں۔ مگر یہ بات عام صحابہ میں نہ تھی۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ علم لکھ کر مقید کر لو۔ داری ص ۱۸۳۔ مستدرک ص ۱۸۳۔ ۱۔ انہیں دونوں کتابوں میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی ارشاد منقول ہے۔ اور داری میں حضرت ابن عمر کا بھی چنانچہ ان ارشادات پر عمل ہوا۔

۱) مسلم ص ۲۶ میں ہے کہ خود حضرت انس نے محمود بن ربیع سے حضرت عثمان کی ایک طویل حدیث سنی تو اپنے صاحبزادے کو حکم دیا اسے لکھ لو صاحبزادے نے لکھا۔ طحاوی ص ۲۸۲ میں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت انس نے اپنے لڑکے سے حدیث لکھوائی۔

۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی احادیث لکھوا کر یا خود لکھ کر محفوظ کر دیا تھا۔ حسن بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور احادیث کی متعدد کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو یہ سب میرے یہاں لکھی ہوئی ہیں۔

فتح الباری ص ۱۸۳۔

۳) بشر بن ہشک حضرت ابو ہریرہ کی کتابیں عاریتہ لے کر نقل کرتے۔ نقل کے بعد ان کو سناتے سناتے کے بعد پوچھتے ہیں نے آپ کو جو سنایا ہے وہ سب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہاں طحاوی ص ۲۸۲۔

۴) ابان مشہور تابعی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس سنا گو ان کی تختیوں پر حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ داری ص ۱۸۳۔

۵) عبد اللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں بیٹھ کر احادیث بنوی پوچھ کر لکھ لیتے تھے۔

۶) حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ میں ابن عمر سے جو احادیث سنا ان کو لکھ لیتا۔ داری۔

۷) یہی حضرت سعید بن جبیر اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیثیں لکھا کرتے تھے کاغذ بھر جانا تو کسی اور چیز پر لکھتے۔ داری ص ۱۶۹۔ طحاوی ص ۲۸۲۔

۸) حضرت ابن عمر کی مرویات کو خاص طور سے نافع نے جمع کیں۔ طبقات ابن سعد وغیرہ۔

۹، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی احادیث کو عروہ بن زبیر نے لکھ لیا تھا۔ الکفایہ ص ۱۲۹

۱۰، حضرت جابر کی احادیث کو قتادہ بن دعامہ سروسی نے لکھ کر جمع کر لیا تھا۔ طبقات ابن سعد ص ۲۲

۱۱، حضرت ابن عباس کی مرویات کو ان کے تلمیذ گریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ طبقات ص ۲۳

عہد تابعین میں کتابت حدیث | لیکن اب تک جو بھی ہوا۔ انفرادی طور پر اپنے شوق و ذوق کے مطابق ہوا۔ پھر ان صحائف

میں کوئی ترتیب نہ تھی۔ جن بزرگ نے جن سے جو حدیث جب سنی لکھ لی۔ یہاں تک کہ اس اہم و بنیادی کام پر سب سے پہلے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو توجہ ہوئی۔ اور انھوں نے باقاعدہ تدوین احادیث کے لئے وقت کے متنازع افراد کو مقرر فرمایا۔ مثلاً ابوبکر بن عمر بن حزم قاضی مدینہ قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری سعد بن ابراہیم وغیرہ۔ نیز اسی دور میں ربیع بن صبیح اور سعد بن عروہ اور شعبی نے بھی احادیث کی تدوین شروع کر دی تھی۔

دارمی میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی مدینہ ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ احادیث رسول و احادیث عمر اور موطا میں اتنا زائد ہے اور ان کے مثل دیگر صحابہ کے آثار جمع کر کے لکھو کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔ بخاری کتاب العلم میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور بیٹھو تاکہ جو نہیں جانتا ہے وہ سیکھے۔ اس لئے کہ علم اس وقت تک ضائع نہ ہو گا جب تک اسے راز نہ بنالیا جائے۔ بخاری ص ۲۱۲

اس خادم کا خیال ہے کہ اتنا حصہ رسول اللہ کی احادیث کے علاوہ اور کچھ نہ قبول کیا جائے۔ حضرت امام بخاری یا کسی راوی کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ اور دارمی اور موطا میں سند آ ہے۔ اس لئے خود امام بخاری کے طور پر دارمی اور موطا کی روایت مقدم ہوگی۔ خود امام بخاری نے سند کے ساتھ جو ذکر کیا ہے۔ وہ صرف ذہاب العلماء تک ہے۔ جب یہ فرمان ابوبکر بن حزم کے پاس پہنچا تو انھوں نے احادیث کے کئی مجموعے تیار کرائے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ ان کی خلافت میں بھیجیں لیکن ابھی بھیجے نہیں پائے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال میں وصال ہو گیا۔ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور امام زہری کے استاذ تھے۔

احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ کی مرویات کو بہت بڑی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ ان سے فقہ و عقائد کے بنیادی مسائل ماثور ہیں اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی احادیث جمع کرنے کا زیادہ اہتمام کیا تھا۔ عمرہ بنت عبدالرحمن کو حضرت عائشہ نے خاص اپنی آغوش کرم میں پالا تھا۔ یہ بہت ذہین عالمہ فاضلہ تھیں۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ احادیث شریکے یہ سب سے بڑی حافظہ تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے، قاضی ابوبکر بن عمر بن حزم کو خاص ہدایت کی کہ عمرہ کے

مسائل، اور روایات کو قلم بند کر کے بھجا جائے۔

ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ھ جو امام زہری کے نام سے متعارف ہیں اور ان کو ابن شہاب بھی کہا جاتا تھا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ محدثین کی حدیثیں سننے جاتے تو اپنے ساتھ تختیاں اور کاغذ لے رہے جتنا سنتے لکھتے جاتے۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۶

صاح بن کیسان کہتے ہیں کہ میرا اور زہری کا زمانہ طالب علمی میں ساتھ تھا۔ زہری نے مجھ سے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے حدیثیں لکھیں۔ کنز العمال ص ۲۳۵

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مختلف دیار اور اصناف سے احادیث کے لکھے ہوئے دفتر کے دفتر جمع کئے اور انھیں امام زہری کے حوالہ کیا کہ انھیں سلف سے مرتب کریں۔ تدریب الراوی۔

ممر کا کہنا ہے کہ امام زہری کی لکھی ہوئی احادیث کے ذخیرے کئی اونٹوں پر لا دے گئے۔ امام زہری اس وقت کے اہم علماء تھے۔ حدیث وفقہ میں ان کا کوئی مثل نہ تھا۔ تمام اجلہ محدثین اصحاب سنیہ حتیٰ کہ امام بخاری کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ انھوں نے احادیث اس لگن و محنت سے جمع کیں کہ مدینہ طیبہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جا جا کر مرد، عورت، بچے، بوڑھے، بوجھل جاتا اس سے حتیٰ کہ پردہ نشیں عورتوں سے بھی پوچھ پوچھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال و اقوال سننے اور لکھتے۔

ان کی تصنیفات کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ جب ولید بن یزید کے قتل کے بعد روایات و احادیث کے صحائف و لب کے کتب خانے سے منتقل کئے گئے تو صرف امام زہری کی مرویات و تصانیف گھوڑوں گدھوں پر لا کر لائی گئیں۔

امام زہری نے احادیث کے جمع کرنے کے ساتھ ان کو سند کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اسی واسطے ان کو علم اسناد کا واضح کہا جاتا ہے۔

ابن شہاب زہری نے احادیث کی جمع و ترتیب و تہذیب کا جو کام شروع کیا اسے ان کے لائق تلامذہ ہمیشہ ترقی دیتے گئے یہاں تک کہ انھیں کے مشہور تلمیذ جلیل امام مالک بن انس متوفی ۱۸۱ھ نے موطا لکھی جن میں احادیث کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب وار جمع کیا۔

سعد بن ابراہیم بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ یہ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے بھی احادیث کے دفتر کے دفتر لکھوائے اور تمام بلاد اسلامیہ میں بھجوائے۔

ہشام بن الفار کا بیان ہے کہ عطاء بن رباح تابعی متوفی ۱۴۴ھ سے لوگ حدیث پوچھ پوچھ انھیں کے سامنے لکھ جاتے تھے۔ دارمی ص ۶۹

سلمان بن موسیٰ کہتے ہیں میں نے نافع (متوفی ۳۸ھ) کو دیکھا کہ وہ حدیث بیان کرتے اور ان کے تلامذہ ان کے ساتھ لکھتے

جاتے۔ دارمی

ایک شخص حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۰۸ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میرے پاس آپ کی بیان فرمودہ کچھ حدیثیں لکھی ہوئی ہیں کیا میں ان کی آپ سے روایت کر سکتا ہوں۔ انھوں نے اجازت دیدی۔ ترمذی ص ۲۳۹
حمید الطویل نے بھی حضرت حسن بصری کی کتابیں نقل کی تھیں۔ تہذیب التہذیب ص ۳۹

ابو قلابہ (متوفی ۱۰۸ھ) نے وفات کے وقت اپنی کتابیں ایوب سختیانی کو دینے کی وصیت کی تھی۔ اس وصیت کے مطابق یہ کتابیں شام سے اونٹ پر لاد کر لائی گئیں۔ ایوب نے بتایا کہ اس کا کرایہ بارہ چودہ درہم دیئے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۲
ابراہیم غنمی کہتے ہیں سالم بن ابی الجوزاء (متوفی ۱۰۸ھ) حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ سالم نے بعض صحابہ کرام سے بھی حدیثیں سنی ہیں۔ ترمذی ص ۲۳۲، دارمی ص ۶۶،

تابع تابعین کے دور میں کتابت حدیث حضرات تابعین کے زمانہ میں لکھے گئے صحائف حدیث کے چند نمونے پیش کئے گئے اب اس کے بعد در تبع تابعین کی سیر کیجئے۔ اس عہد میں اتنی کثرت سے احادیث کے صحائف لکھے گئے کہ ان سب کا استقصا بہت دشوار ہے۔

چند کے نام سنئے! محمد بن بشر کا بیان ہے کہ مسعر (متوفی ۱۵۵ھ) کے پاس ایک ہزار احادیث لکھی ہوئی تھیں دس کے سوا سب میں نے لکھ لیا۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۲،

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے مسعر (متوفی ۱۵۲ھ) سے سن کر دس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۲،

حماد بن سلمہ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب تھی۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۲،

سفیان ثوری میں گئے تو ایک تیز لکھنے والے کاتب کی تلاش ہوئی۔ لوگوں نے ہشام بن یونس کو پیش کیا یہ امام ثوری کی حدیثیں لکھا کرتے تھے۔ تذکرہ ص ۲۱۲،

ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو مشائخ سے حدیثیں لکھی ہیں۔

شعیب بن حمزہ (متوفی ۱۶۳ھ) نے بہت زیادہ احادیث لکھیں۔ امام زہری بولتے جاتے اور شعیب لکھتے جاتے۔ امام احمد نے شعیب کی کتابیں دیکھ کر فرمایا کہ شعیب کی کتابیں بہت صحیح اور درست ہیں۔ تذکرہ ص ۲۱۲،

ابو عوانہ (متوفی ۱۶۳ھ) پڑھا تو جانتے تھے لیکن لکھنا نہیں جانتے تھے۔ مگر جب کسی سے حدیث سنئے تو لکھوا لیتے۔ تذکرہ ص ۲۱۹،

ابن ہبشہ نے حدیث کی بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ صالح بن کیسان کہتے ہیں میں نے عمارہ بن غزبہ کی حدیثیں ابن ہبشہ

ہی کی اصل کتاب سے نقل کی تھی۔ تذکرہ ص ۱۲

سلیمان بن ہلال (متوفی ۱۴۷ھ) کی بھی کئی کتابیں تھیں جن میں انھوں نے اپنی سنی ہوئی احادیث کو جمع کیا تھا۔ مرتے وقت وصیت کر گئے عبدالعزیز بن حازم کو دی جائیں۔ تذکرہ ص ۱۲۹

حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ نے اپنی لکھی ہوئی بیس ہزار احادیث لوگوں کو سنائیں۔ تذکرہ ص ۲۵۴

امام غنڈر (متوفی ۱۶۳ھ) کے پاس بھی اپنی مسوع احادیث کی کئی کتابیں تھیں یحییٰ بن یعین نے کہا ان کی کتابیں سب سے زیادہ صحیح ہیں۔ ابن ہدی نے کہا ہم حضرت شعبہ کی زندگی ہی میں غنڈر کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ تذکرہ ص ۱۲۱

ان شواہد سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ محدثین کی عام عادت تھی جو سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے۔ اسی دور میں باقاعدہ کتب احادیث کا سلسلہ بھی قائم ہو گیا۔ چنانچہ مکہ معظمہ میں ابن جریج (متوفی ۱۵۵ھ) نے۔ بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۲ھ) نے اور رزیع بن صبیح (متوفی ۱۴۱ھ) نے یمن میں معمر بن راشد (متوفی ۱۵۳ھ) نے کتابیں لکھیں۔ اسی عہد میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ) اور محمد بن اسحق (متوفی ۱۵۵ھ) نے غزوات و سیر پر کتابیں لکھیں۔

ان کے بعد امام اوزاعی (متوفی ۱۵۴ھ) نے شام میں امام ابن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے خراسان میں حماد بن سلمہ (متوفی ۱۶۷ھ) نے بصرہ میں سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں جریر بن عبد الحمید (متوفی ۱۸۸ھ) نے رے میں ہشیم (متوفی ۱۸۲ھ) نے واسط میں کتابیں لکھیں۔ قریب قریب اسی دور میں امام مالک نے اپنی مشہور کتاب موطا لکھی۔ زرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالک نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں وصال کے بعد آپ کے گھر سے بہت سے صندوق برآمد ہوئے جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی احادیث کے تھے۔ ابو معشر سندی (متوفی ۱۸۷ھ) نے مغازی پر ایک کتاب لکھی۔ امام شافعی کے استاد، ابراہیم بن محمد اسلمی (متوفی ۱۸۴ھ) نے موطا، امام کے طرز پر ایک موطا لکھی تھی۔ ابن عدی نے کہا کہ یہ موطا، امام مالک سے دگنی تھی۔ تذکرہ۔

امام اعظم کے تلمیذ یحییٰ بن زائدہ کو فی (متوفی ۱۸۲ھ) نے بھی احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا۔ تذکرہ ص ۲۴۶

عبد الرحیم بن سلمان کنانی نے بھی کئی ایک کتابیں لکھیں۔ تہذیب ص ۲۶

معانی بن عمران موصلی (متوفی ۱۸۵ھ) نے کتاب السنن، کتاب الزہد، کتاب الادب، کتاب الفتن وغیرہ لکھیں۔ تذکرہ ص ۲۶۵

امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الآثار، کتاب النخراج وغیرہ تصنیف کیں۔

امام محمد موطا، کتاب الآثار، کتاب الحج وغیرہ تصنیف کیں۔

ولید بن مسلمہ (متوفی ۱۹۵ھ) نے مختلف ابواب پر ستر سے زائد کتابیں لکھیں۔ تذکرہ ص ۲۸۴۔

ابن وہب (متوفی ۱۹۷ھ) نے اہوال قیامت اور جامع وغیرہ لکھیں۔ ایک ضخیم موطا بھی انھوں نے تصنیف کی تھی۔

حفظ حدیث کا شوق اور اہتمام

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ بات دیکھنی ہے کہ رواۃ حدیث کے ارشادات رسول اچھی طرح سننے اور کماحقہ یاد کرنے اور یاد رکھنے کی کتنی کوشش کرتے تھے۔

عہد نبوی میں حفظ احادیث | خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا احساس رہتا کہ سامعین میری بات اچھی طرح سنیں اور سمجھیں۔ اسی لئے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے۔ اور اہم باتوں کو تین بار دہراتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادہا ثلثاً حق تفہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ فرماتے تو تین بار تکرار فرماتے عنہ۔ بخاری ص ۲ تاکہ اسے بخوبی سمجھ لیا جائے۔

دوسری طرف صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ جب مجلس اقدس میں حاضر ہوتے تو ہمہ تن گوش ہو کر اس طرح خاموش بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ارشادات سنانے اور سننے والوں کے ذہن اور حافظے میں بٹھانے پر اتنی توجہ تھی اور خود صحابہ کرام بھی پوری توجہ سے سنتے اور سمجھتے اور یاد رکھتے تو پھر یہ خطرہ کہ صحابہ کرام نے ارشادات رسول کماحقہ نہیں سنایا بخوبی نہیں سمجھایا ان کے حافظے میں نہیں آیا سا قاطع ہو گیا۔

صحابہ کرام نے احادیث کو اس طرح یاد رکھا تھا کہ جس ترتیب سے مختلف اشیاء کا ذکر حضور نے فرمایا ہوتا اس ترتیب سے اپنے تلامذہ کو بھی یاد کرانے اور یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے کسی لفظ کا وہ جانا تو بڑی بات ہے۔ اگر کسی سے تقدیم و تاخیر ہو جاتی اور وہ ترتیب بگڑ جاتی تو اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ مسلم میں ہے کہ ابن عمر کے سامنے کسی نے انکی روایت کردہ حدیث بنی الاسلام علی خمس کو یوں پڑھ دیا الحج و صیام رمضان یعنی حج کو صوم پر مقدم کر کے پڑھا حضرت ابن عمر نے ٹوک دیا، لا، صیام رمضان والحج۔ یوں نہیں۔ صیام رمضان پہلے اور حج بعد میں۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ارشادات

رسول کس اہتمام سے یاد رکھتے تھے کہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر بھی حافظے میں محفوظ رہتی اور دوسروں کو اسی ترتیب سے یاد رکھنے کی ترغیب دیتے۔ حالانکہ اس واقعے میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر ارشادات رسول کی ترتیب بدل جاتی یہ بھی حضرت ابن عمر کو گوارا نہ ہوا۔

تو پھر اس کی کہاں گنجائش کہ وہ رسول پر جھوٹ باندھیں۔ اگر بالفرض کہیں شبہ ہو جاتا کہ زبان وحی ترجمان سے کون سا لفظ نکلا تھا تو اس کو ظاہر کر دیتے۔ کہ یہ فرمایا تھا یا یہ۔ جس کی نظیر احادیث میں ہزاروں ہیں۔

اہل عرب کا حافظہ | اس سلسلے میں صحابہ کرام کی بات تو جانے دیجئے عام اہل عرب کو قدرت نے حافظے کی قوت اتنی دی تھی کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس عہد اور اس سے پہلے عہد میں لغات عرب، کی کوئی ڈکشنری لکھی ہوئی نہیں تھی۔ زبان کا سارا سرمایہ بدوؤں کے حافظے میں محفوظ تھا۔ زبان عرب کتنی وسیع ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ عربی زبان میں شہد کے اتنی، سانپ کے دو سوشیر کے پانچ سو تلوار کے ہزار نام موجود تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اس کے برعکس متعدد معانی رکھنے والے مشترک الفاظ کے ذخائر بھی ان کے یہاں کم نہیں۔

سینے! عین کے اڑتالیس معانی لکھنے کے بعد بھی اہل لغت نے وغیرہ وغیرہ تحریر کیا ہے۔

اسی طرح عجز کے ستر اکہتر معانی معلوم ہیں۔ علی ہذا القیاس۔

اب غور کیجئے جس قوم کے حافظے کا یہ حال ہو وہ اگر اپنے سب سے بڑے محسن پیشوا مقتدر رسول رب العالمین کی ہزار ہا ہزار حدیثیں لفظ بلفظ یاد رکھیں تو اس میں کیا استعداد ہے۔

پھر یہ لاکھوں لاکھ حدیثیں یاد کرنے والا صرف ایک شخص نہیں انھیں متفرق طور پر یاد رکھنے والے بھی ہزاروں ہزار ہیں کسی نے سو روایت کی کسی نے ہزار دو ہزار روایت کی۔ کسی نے پانچ ہزار روایت کی۔ مثلاً سب سے زیادہ کثیر الروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد صرف پانچ ہزار تین سو چوبیس ہیں۔ ان کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے بعد حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں۔

ایسے قوی الحافظ افراد کا ہزار دو ہزار احادیث کا یاد رکھ لینا کون سی بڑی بات ہے۔ کیا ایسے شعرا نہیں گذرے ہیں کہ انھیں زبانی ہزار ہا ہزار اشعار یاد ہوتے تھے۔

پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دفعہ سن لیا پھر اسے یاد رکھنے کی کوشش نہیں کی یا اس پر کوئی توجہ نہ کی بلکہ صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ ارشادات رسول سننے کے بعد اس کی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ سننے کے بعد بھولنے نہ پائیں سننے کے بعد اسے اچھی طرح حفظ کرتے۔ پھر بار بار اس کا دور کرتے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سننے تھے جب حضور مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم لوگ آپس میں اس کا دور کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص کل حدیثیں بیان کر جاتا۔ سب سنتے پھر دوسرا پھر تیسرا۔ کبھی کبھی ساٹھ ساٹھ آدمی مجلس میں ہوتے اور یہ سب باری باری سناتے۔ جب ہم اٹھتے تو ہمیں حدیث اس طرح یاد ہوتی گویا ہمارے دلوں میں بودی گئی ہیں مجمع الزوائد ۱/۱۶۱،

حضرت معاویہ اپنا چشم دید حال بیان کرتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد صحابہ کرام مسجد نبوی میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کا مذاکرہ کرتے۔ مستدرک ۱/۹۴،

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کہیں بیٹھتے تو ان کی مجلس کا موضوع یا تو احادیث ہوتیں یا قرآن کا پڑھنا اور سننا ہوتا۔

اس کے باوجود کسی صاحب کا حافظہ اس بوجھ کو برداشت نہ کرتا تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے حافظے کو اتنا قوی بنا دیتے کہ پھر وہ کوئی بات بھول نہ پاتے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

ظاہر ہے کہ جب انسان میں مذہبی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو وہ بڑے سے بڑے حیرت انگیز معجزات عقل کا رنامے انجام دے لیتا ہے۔ صحابہ کرام کی مذہبی زندگی، حضور کے ساتھ ان کی دار فتنگی، اور دین کی نشر و اشاعت کے ساتھ کی شیفنگی، رضا الہی کی طلب، اور آخرت کی سرخروئی کی تڑپ کتنی تھی۔ اس کا اندازہ آج نہیں کیا جاسکتا۔ اگر انھوں نے اس جذبہ سے متاثر ہو کر اپنے موروثی قوی حافظے میں ہزار ہا ارشادات رسول کو جمع کر لیا تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔

عہد صحابہ میں حفظ حدیث کا منظر اصحاب کرام نے جس ذوق و شوق سے احادیث کو سن لیا دیکھا، محفوظ رکھا، اسی دلولہ و جوش کے ساتھ پھیلایا، وہی دلولہ و ذوق و شوق اپنے تلامذہ میں بھی پیدا فرما دیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ حدیثوں کا آپس میں مذاکرہ کرتے رہنا۔ دور کرتے رہنا۔ بار بار دہراتے رہنا۔ اور (ذہن میں) حاضر رکھنا۔ اگر ایسا نہ کر دگے تو جاتی رہیں گی۔ داری، وہ یہ بھی تاکید کیا کرتے تھے کہ ہر روز کچھ حدیثیں بیان کرتے رہو۔

حضرت علی اپنے اصحاب سے فرماتے۔ احادیث ایک دوسرے سے بیان کرتے رہو۔ اگر ایسا نہ کر دگے تو چلی جائیں گی۔ مستدرک ۱/۹۵، نیز فرماتے۔ آپس میں ملتے رہو۔ احادیث کا دور کرو۔ اسے چھوڑ نہ دو۔ کنز العمال ۱۲/۵۶،

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی اس کی تاکید اکیہ کرتے رہتے۔ کہ حدیثیں ایک دوسرے سے سنتے اور ایک دوسرے کو سناتے رہو۔ اسی طرح وہ باقی رہ سکتی ہیں۔ مستدرک ص ۹۵ ج ۱،

ایک دفعہ انھوں نے اپنے تلامذہ سے پوچھا کہ تم لوگ آپس میں اکٹھے بیٹھ کر احادیث سنتے سناتے ہو بھی یا نہیں۔ تلامذہ نے جواب دیا جی ہاں ہم لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی ساتھی حاضر نہ ہو تو اگر کوئی کوئی کے آخری سرے پہ ہوتا تو وہیں جا کر اس سے ملتے۔ داری ص ۹۵،

مشہور تابعی عطاء کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی خدمت میں حدیثیں سننے کے بعد اٹھتے پھر ان کو بار بار سنتے اور سناتے انھوں نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں میں ابو زبیر کا حافظہ سب سے اچھا تھا۔ اس لئے ان کو ہم سب سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں مستدرک ص ۹۴ ج ۱، امام زہری عشاء کی نماز کے بعد حدیث سنتے سناتے کے لئے بیٹھتے تو صبح کر دیتے۔ داری ص ۹۵۔

عہد تابعین کا حال تابعین نے احادیث یاد کرنے، یاد رکھنے زیادہ سے زیادہ پھیلانے کا جو جذبہ صحابہ کرام سے حاصل کیا تھا۔ اسے اپنے تلامذہ میں پیدا کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہے۔ تابعین ہمیشہ اپنے تلامذہ تبع تابعین کو دور کی تاکید کرتے رہتے۔ اور ان کے تلامذہ اس پر جی جان سے عمل کرتے۔ امام زہری، علقمہ، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، سے منقول ہے کہ وہ ہمیشہ دور حدیث کی تاکید کرتے رہتے (داری) اس کا اثر یہ تھا کہ مشہور محدثین کے یہاں دور حدیث کی مجلس رات بھر رہتی عشاء بعد شروع ہوتی نماز صبح پر ختم ہوتی۔ داری ص ۱۸، تہذیب ص ۲۱ ج ۱،

یونس کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری کے پاس سے حدیثیں سننے کے بعد آپس میں ان کا دور کرتے۔ یہاں تک کہ اسماعیل بن رجا کا یہ دستور تھا کہ دور کے لئے اگر کوئی نہیں ملتا۔ تو مکتب کے بچوں کو جمع کر کے ان کے آگے حدیثیں پڑھتے۔ تاکہ احادیث کی ضبط کی کوشش میں ناغہ نہ ہو۔ داری ص ۴۸، تہذیب ص ۲۹۶ ج ۱،

ان شواہد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ راویان حدیث احادیث کے محفوظ رکھنے ان کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے۔ دنیا میں کسی فن کے حفظ و ضبط، نشر و اشاعت کی ایسی عظیم الشان تاریخ نہیں ملتی جو احادیث کے حفظ و ضبط کے ساتھ وابستہ ہے۔

عہد تبع تابعین میں چونکہ باقاعدہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اور اس عہد کی بہت سی کتابیں آج بھی موجود ہیں۔ اس لئے ان پر تفصیلی گفتگو کی حاجت نہیں۔

روایت میں احتیاط ان سب کے باوجود ایک اور اہم بات بھی ذہن نشیں کر لینی ضروری ہے۔

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اپنی احادیث سننے یاد رکھنے اور انھیں کما حقہ دوسرے تک پہنچانے کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی تھی مثلاً فرمایا۔

اللہم ارحم خلفائی قلنا یا رسول اللہ من خلفک قال الذین یاتوا من بعدی یرون احادیثی و یعلمونہا الناس نصر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ ۱۷

اے اللہ میرے جانشینوں پر رحمت نازل فرما لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے جانشین کون لوگ ہیں فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے میری حدیثوں کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اسکی تعلیم دیں گے اس شخص کو اللہ تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی پھر اسے یاد کیا تاکہ دوسرے تک اسے پہنچائے۔

میری ہر بات دوسروں تک پہنچاؤ اگرچہ وہ چھوٹی سی ہی کیوں نہ ہو اور جو مجھ بالقصد جھوٹ باندھے گا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔ مجھ سے جو کچھ سنو اسے بیان کرو مگر ہمیشہ سچ کہنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا اس کے لئے جہنم میں گھر بنایا جائے گا جس دن وہ جائیگا طہرائی۔

بَلِّغُوا عَنی ذلِکَ اَیَّہُ ذَمَّ کَذِبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فلیتَوَّأ مقعدہ من النار۔ بخاری ص ۴۹ ج ۱،

حدِّثُوا عَنی بما تسمعون ولا تقولوا الا حقاً ومن حذَّب علی بنی لہ بیتاً فی جہنم یوقع فیہ۔ طہرائی۔

لئے ارشاد کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام میں حدیث سننے اور جمع کرنے کا ایسا والہانہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ جی جان سے احادیث سننے اور انھیں یاد رکھنے اور ان کی اشاعت میں لگے رہتے۔ یہ جذبہ اتنا شدید تھا کہ اگر انھیں معلوم ہوتا کہ کوئی حدیث فلاں کے پاس ہے۔ تو سب کام کاج چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے اور وہ حدیث سننے۔

اسی بخاری کتاب العلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ صرف ایک حدیث سننے کے لئے ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے گئے۔ یہ حال حضرت جابر کا تھا۔ جو خود احادیث کے خزانہ تھے۔ ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ اس کے باوجود ان کا یہ حال تھا۔

وہیں دوسری طرف یہ فرمایا۔ میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب مت کرنا۔ مجھ پر جھوٹ مت باندھنا۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ جہنمی ہے۔ اس کا اثر یہ تھا کہ اجلہ صحابہ کرام اس اندیشہ کی وجہ سے احادیث بیان کرنے سے بچتے تھے۔ کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

حواری رسول اللہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ ارشاد اسی بخاری کتاب العلم میں مذکور ہے۔ انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے عرض کیا۔ جیسے اور لوگ احادیث بیان کرتے ہیں۔ آپ کیوں نہیں بیان کرتے تو فرمایا بیٹے میں ہمیشہ آنحضور کے ساتھ رہا سفر میں بھی حضر میں بھی۔ مگر چونکہ حضور نے فرمایا ہے۔

من کذب علی فلیتبوا مقعدہ من النار لہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

مطلب یہ ہوا کہ مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ سہواً کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ حضور نے جو بات نہ کہی ہو وہ حضور کی طرف منسوب کر دوں۔ اس لئے احتیاط کرتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

انہ لیسنعی ان احد ثکم حدیثا کثیرا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من تعد علی حدیثا فلیتبوا مقعدہ من النار لہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے مجھے یہ بات روکتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حالانکہ یہ مکثرین حدیث میں سے ہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیا کی احادیث مروی ہیں پھر بھی یہ فرما رہے ہیں ان کا طریقہ یہ تھا کہ جس حدیث کے بارے میں ذرا بھی شبہ ہوتا کہ اچھی طرح یاد نہیں اسے بیان نہیں کرتے اور فرماتے غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو بیان۔ داری ص ۱۱۷۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمر کو اس کا بہت اہتمام رہتا کہ حدیث میں ذرا بھی کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ تذکرہ ص ۱۱۸۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا۔

کان ممن یتحرى فی الاداء ویشدد فی الروایۃ۔

ویزجرت لامدہ عن التہاون فی ضبط الالفاظ

تذکرہ ص ۱۱۹۔

یہ ان لوگوں میں سے تھے جو حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔ اور روایت میں بہت سختی برتتے اور اپنے شاگردوں کو الفاظ یاد کرنے میں سستی کرنے پر ڈانٹتے تھے۔

کان ممن یتحرى سے ظاہر ہے کہ یہ عادت صرف حضرت ابن مسعود کی نہیں تھی۔ بلکہ دوسرے حضرات کی بھی تھی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بوڑھے ہو گئے تو حدیث بیان کرنا بند کر دیا۔ اگر کوئی شخص ان سے حدیث پوچھتا

تو فرماتے۔ اب ہم بڑے ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت ابن عمر اپنے تلامذہ کو تاکید کرتے رہے کہ جب تم حدیث بیان کرو تو پہلے تین دفعہ سے دوہراؤ۔ داری ص ۱۷۷،
حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بتا کید یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے وہی حدیث بیان کی جائیں۔ جن پر کامل یقین ہو۔

احادیث کے حفظ و ضبط کے اس اہتمام اور روایت میں اس اعلیٰ درجہ کے احتیاط کے باوجود ایسا بھی ہوتا کہ
اگر کوئی صحابی ایسی حدیث بیان کرتا جو مشہور و معروف نہ ہوتی تو اس کی تائید کے لئے دوسرے حضرات کو تلاش کیا جاتا
اگر کوئی مل جاتا تو اسے تسلیم کیا جاتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ دادی کو پوتے کی
میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ ملے گا تو کتنا۔ حضرت صدیق اکبر نے صحابہ کرام دریافت فرمایا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی حدیث
یاد ہو تو بیان کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دادی کو پوتے
کی میراث سے چھٹا حصہ دلایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ اس بات کو تمہارے سوا اور بھی کوئی جانتا ہے۔ انھوں
نے بتایا محمد بن مسلم بھی یہ جانتے ہیں جب محمد بن مسلم نے اگر شہادت دی تو اس کے مطابق حضرت صدیق اکبر نے فیصلہ
فرمایا۔

ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروقی اعظم کے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ تو
حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ تائید میں کوئی شاہد پیش کرو۔ حضرت ابو موسیٰ انصار کے مجمع میں گئے۔ انصار میں بہت سے
حضرات کو یہ حدیث یاد تھی۔ ان میں سے ایک صاحب کو یہ ہمراہ لائے۔ حضرت عمر کے سامنے شہادت دلوائی۔ تذکرۃ الحفاظ
ایک دفعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمانا شروع کیا۔ تو فرمایا کہ ڈر لگتا ہے کہ
کوئی زیادتی یا کمی نہ ہو جائے۔ مگر اس حدیث کو عمارؓ نے بھی سنا ہے۔ اس لئے بیان کرتا ہوں۔ عمار کو بلوا کر ان سے پوچھ
لو۔ حضرت عمار کو بلوا کر دریافت کیا گیا۔ انھوں نے اس کی تصدیق کی۔ ابو داؤد طیالسی۔

مگر چونکہ احادیث دین کی بنیاد تھیں۔ اس لئے ان کا بیان کرنا بھی ضروری تھا۔ اس لئے جن احادیث پر پختہ یقین ہوتا
اسے بیان کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ قرآن میں یہ دو آیتیں نہ ہوں کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى
مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّهٗ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ
وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُّوْا
فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

جو لوگ ہماری اناری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس
کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرمادی، ان پر
اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں مگر
جو توبہ کریں اور سنواریں اور بیان کریں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور

بقرہ ۱۵۹-۱۶۰

میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں

اب ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہر عاقل فیصلہ کرے جن بزرگوں میں یہ خوف سمایا ہو کہ کوئی غلط بات رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا جہنم میں ٹھکانہ بنانے کے مراد ہے۔ وہ کبھی بھی اس کی جرأت نہیں کر سکتے کہ جو
بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو اور یہ لوگ حضور پر جھوٹ باندھ کر یہ کہیں کہ حضور نے یہ فرمایا کہ چونکہ
دین کی بنیاد احادیث پر قائم ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتہ بہما
حساب اللہ وسنۃ رسوله ۛ

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں ان اگر دونوں کو پکڑے رہو گے
تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، کتاب اللہ اور سنت رسول۔

اس لئے دین کی بقا کے لئے احادیث کی نشر و اشاعت ضروری تھی۔ اسی بنا پر اچھی طرح یاد ہوتے ہوئے انکو چھپانا حرام بلکہ
موجب لعنت ہے۔ اس لئے جن صحابہ کو جو احادیث بخوبی یاد تھیں ان کو انھوں نے بیان فرمایا۔

بخوبی اچھی طرح یاد کرنے، یاد رکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ عہد تابعین میں راویوں کی جرح تبدیل
چانچ پر کہ پر محدثین کی بہت کڑی نظر تھی۔ صحابہ چونکہ باجماع امت سب کے سب عادل ثقہ ہیں۔ اس لئے ان کی ذات جرح سے
بالا تر ہے۔ قرآن میں ان کے لئے فرمایا۔

وَالرَّمٰهُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی ۝ وَکَانُوْا اٰحَقَّ بِهَا فَاَهْلًا ۛ

اور پر سیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار
اور اہل تھے۔

اور فرمایا۔

اللہ ان سے راضی ہوا یہ لوگ اس سے راضی ہوئے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۛ

البتہ تابعین میں عادل غیر عادل سبھی ہیں۔ اس دور میں رافضی، خارجی، بلکہ معتزلی بد مذہب پیدا ہو چکے تھے اس لئے

ضرورت ہوئی کہ راویوں پر کٹری نظر رکھی جائے۔ چنانچہ محدثین نے اس طرف توجہ کی تو راویان حدیث کے احوال پر مکمل اسرار الرجال کا عظیم شاہکار عالم وجود میں آگیا۔ جس کے ذریعہ ہر راوی کے خدوخال آئینے کی طرح سامنے آجاتے ہیں مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کے بقول اس فن کی بدولت پانچ لاکھ مشہور علماء کا تذکرہ ہمیں مل جاتا ہے۔ لے

راوی بدعقیدہ ہے تو اس کی روایت نامقبول، راوی فاسق ہے تو اس کی روایت نامقبول، راوی حدیث کے علاوہ کسی اور معاملہ میں ایک بار بھی جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت نامقبول اور اگر اس نے کوئی حدیث گڑھ لی ہے تو پھر اس کی روایت اتنی نامقبول کہ وہ موضوع، راوی خلاف وقار و خلاف مروت افعال کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی روایت نامقبول اور اگر اس کا حافظہ کمزور ہے کہ بات اچھی طرح یاد نہیں رہ سکتا تو اس کی روایت نامقبول۔ اگر کسی کی تلقین قبول کر لیتا ہے مثلاً اس نے بیان کیا کہ یہ حدیث یوں ہے کسی نے کہا یوں نہیں یوں ہے۔ اس نے مان لیا تو اس کی روایت نامقبول راوی تمام خوبیوں کا جامع ہے مگر جو روایت کرتا ہے وہ ثقہ راویوں کے خلاف ہے تو اس کی روایت نامقبول، سب کچھ درست ہے مگر اس نے اپنی کتاب کی کا حقہ حفاظت نہیں کی تو اس کی روایت نامقبول۔ سب کچھ صحیح ہے مگر سند میں ایک راوی کا نام چھوٹ گیا ہے تو روایت نامقبول۔

دنیا میں اگر انصاف ہے تو انصاف ہی سے پوچھو کہ ان تمام پابندیوں کے بعد اور ان تمام احتیاط کے باوجود کیا اس کی گنجائش رہ سکتی ہے کہ کوئی غلط بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہو جائے۔ اور وہ گرفت میں نہ آئے۔

یہی وجہ ہے کہ ناخدا تیرہوں نے اپنے اغراض فاسدہ کے پیش نظر حدیثیں گڑھی ہیں۔ مگر محدثین نے پکڑ لیا اور بتا دیا کہ یہ موضوع ہے محدثین کو اس میں اتنا ملکہ راسخہ حاصل تھا کہ جیسے ایک ماہر صراف کھوٹے کھرے سونے چاندی پر کھ لیتا ہے۔ اسی طرح یہ حضرات صحیح حدیث کو محدوش سے الگ کر لیتے تھے۔

ایک شخص نے بڑے فخر سے کہا کہ میں نے سینکڑوں حدیثیں گڑھ کر پھیلا دی ہیں۔ تو جواب دینے والے نے کہا۔ کوئی حرج نہیں۔ یحییٰ بن معین، اور احمد بن حنبل موجود ہیں۔ وہ چھان پھٹ کر تمہاری گڑھی ہوئی حدیث صحیح حدیث سے الگ کر لیں گے اس لئے جہاں تک عقل و انصاف اور دیانت کا تقاضہ ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ آج احادیث کے جو ذخائر موجود ہیں ان میں مندرجہ جن احادیث کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ قابل اعتبار ہیں تو وہ از روئے عقل و نقل قابل اعتماد دلائل اعتماد ہیں۔

خلاصہ کلام

ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو احادیث کا حقیقہ یاد کرنے اور دوسرے تک پہنچانے کا حکم دیا ترغیب دی۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح ارشاد فرماتے کہ حضور کی ہر بات سننے والے کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائے حتیٰ کہ اہم باتوں کو تین تین بار ارشاد فرماتے۔

صحابہ کرام جو سنئے انھیں بلفظ یاد رکھنے کی بھرپور پوری کوشش کرتے اور یہی حال بعد کے راویوں کا بھی تھا۔ صحابہ کرام نے عہد رسالت ہی سے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور ہر دور میں احادیث لکھ کر محفوظ رکھنے کا کام مسلسل جاری رہا۔

اور وہ احادیث بیان کرنے میں حد درجہ احتیاط کرتے تھے۔ وہی بیان کرتے جن کے بارے میں اچھی طرح صحیح صحیح یاد ہونے پر اطمینان رہتا ذرا بھی شبہ ہوتا تو ہرگز نہ بیان کرتے۔

راوی میں کوئی ایسا نقص ہوتا جس کی وجہ سے اس کی روایت مخدوش ہوتی تو اس کو بر ملا ظاہر کر دیتے تھے۔ اس بارے میں کسی کی رورعایت نہیں کرتے۔

صرف انھیں راویوں کی روایت قابل تسلیم ہوتی جن میں ایسا عیب نہ ہو جس سے روایت مجروح ہو۔

ان سب پابندیوں اور احتیاط کے باوجود اگر احادیث کا ذخیرہ غیر معتبر ہے تو پھر دنیا میں کیا معتبر ہے۔ اس پر بھی غور کرنا پڑے گا۔

رہ گیا یہ کہنا کہ یہ تمام بڑے بڑے محدثین عجمی ہی کیوں ہوئے عربوں میں ایسے کیوں نہ ہوئے میرے خیال میں اس سے زیادہ لچر پوچ بات دنیا میں کسی نے نہیں کہی ہوگی۔ کسی بات کا صدق و کذب لائق اعتماد ہونا نہ ہونا، عجمی اور عربی ہونے پر موقوف نہیں۔ ایک عربی جھوٹا کذاب جعل ساز ہو سکتا ہے اور ایک عجمی پکا سچا راست باز دیانت دار خدا ترس ہو سکتا ہے۔ غالباً ان لوگوں کو حضرت بلال حضرت سلمان حضرت صہیب اور حضرت نجاشی پر بھی اعتراض ہو گا کہ یہ لوگ کیوں مسلمان ہوئے۔ اور غالباً ان کی مرویات پر بھی شبہ ہو گا۔

اگر اسلام صرف اہل عرب کے لئے خاص ہوتا تو یہ سوال اپنی جگہ کچھ وزن رکھتا۔ مگر اسلام عربی، عجمی، اسود، احمر، ابیض، اسر سب کے لئے عام ہے تو پھر محدثین کے گروہ میں عجمیوں کو دیکھ کر اچنبھا کیوں ہوتا ہے۔

یہ محدثین عجمی ہیں مگر ان تمام روایت کی بنیاد عربوں ہی پر ہے۔ پھر آپ کو کیا اعتراض ہے اگر اعتراض ہے تو پھر اعلان کر دیجئے کہ غیر عرب اسلام میں کوئی حق نہیں اس کے بعد پھر آپ خود اپنا شجرہ نسب بیان کریں کہ آپ کون ہیں جب عربی

نہیں تو آپ کو احادیث پر کلام کرنے کا حق کہاں سے ملا۔ بلکہ آپ مسلمان کیسے ہیں یہ تو بقول آپ بحق عرب محفوظ ہے

مصطلحات

حدیث | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل حال اور تقریر کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات اس میں تعمیم کرتے ہیں کہ صحابی اور تابعی کے اقوال و افعال احوال و تقریرات بھی، حدیث ہیں۔ لیکن عام شائع ذائع پہلا ہی محاورہ ہے۔ لفظ حدیث سے اول وہلہ میں ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول یا فعل یا حال یا تقریر ہے۔

تقریر سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کچھ کیا یا کہا۔ اور حضور نے سکوت اختیار فرمایا۔ یہ تقریر ہے۔

اثر | عام طور پر صحابی یا تابعی کے قول کو کہتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو بھی اثر کہتے ہیں جیسے ادعیہ مانورہ۔

خبر | خبر اور حدیث اصل میں مرادف ہیں۔ مگر کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال ہی کو حدیث کہتے ہیں۔ اور سلاطین امراء حکام اور گزشتہ زمانے کے احوال کو خبر کہتے ہیں۔

اقسام | حدیث کی تین قسمیں ہیں۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول فعل حال اور تقریر کو مرفوع۔ اور صحابی کے قول فعل کو موقوف۔ اور تابعی کے قول فعل کو مقطوع کہتے ہیں۔

حدیث کا مرفوع ہونا کبھی صراحۃً ہوتا ہے۔ جیسے صحابی کا کہنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ یا یہ کرتے دیکھا۔ یا کسی کا یہ کہنا کہ حضور کے سامنے فلاں نے یہ کہا یا کیا اور حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ یا کسی راوی نے یہ کہا کہ فلاں نے اس کو حضور تک پہنچایا یا مرفوع کیا۔

علماء مرفوع یہ ہے کہ کوئی صحابی جو کتب سابقہ سے خبر نہ دے رہا ہو ایسی خبر جس میں عقل کو دخل نہ ہو جسے بغیر حضور سے سنے نہ جانا جاسکتا ہو مثلاً گزشتہ واقعات کی خبر دینی یا آئندہ کے حالات بتانا مثلاً قیامت کے احوال ملائم فتن وغیرہ یا کسی فعل پر مخصوص ثواب یا عقاب کی خبر یا صحابی کا یہ کہنا کہ لوگ حضور کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ یا یہ کہنا یہ سنت ہے۔ دوسری تقسیم | راویوں کی کثرت اور قلت کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، عزیز، واحد، حدیث متواتر | وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر دور میں اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا جھوٹ متفق ہونا محال عادی ہو۔

مشہور | وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر قرن میں دو سے زائد ہوں۔

غریب وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر طبقے میں دو ہوں۔

غریب وہ حدیث ہے جس کے راوی کسی زور میں یا ہر دور میں صرف ایک ہوں، غریب کو خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ راویوں کے احوال کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔

صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل تام الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔ شذوذ و نکارت و جملہ عیوب سے خالی ہو۔

صحیح لغیرہ جس کے اندر صحت کے شرائط میں کچھ کمی ہو اور کثرت طرق سے اس کی تلافی ہو گئی ہو۔

حسن لذاتہ جس کے ضبط میں کچھ کمی ہو بقیہ صحت کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی نہ ہوئی ہو۔

حسن لغیرہ وہ حدیث ضعیف ہے جس کی کثرت طرق سے تلافی ہو گئی ہو۔

حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحت کے تمام شرائط یا بعض نہ پائے جاتے ہوں اور اس کی تلافی بھی نہ ہوئی ہو۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔

اول ضعیف بضعف قریب یعنی ضعف اتنا کم ہے کہ اعتبار کے لائق ہے مثلاً یہ ضعف، اختلاط راوی، سوئے حفظ،

تدلیس کی وجہ سے ہے۔ یہ متابعات و شواہد کے کام آتی ہے۔ اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے۔

دوم ضعیف بہ ضعف قوی و وہن شدید۔ جیسے وہ حدیث جو راوی کے فسق و غیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہو بشرطیکہ

ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو۔ یہ احکام میں لائق احتجاج نہیں۔ البتہ مذہب راجح پر فضائل میں مقبول۔ ہاں تعدد و

مخارج و تنوع طرق سے انجبار کے بعد بالاتفاق مقبول۔

سوم وہ جس کا راوی وضاع کذاب یا متہم بالکذب ہو۔ یہ حدیث ضعیف کی بدترین قسم ہے۔ بلکہ بعض محاورات کی بنا پر

مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اگر اس کا مدار کذاب پر ہو تو اسے بھی موضوع کہتے ہیں۔ بنظر دقیق ان اصطلاحات پر یہ قسم

موضوع حکمی میں داخل۔

چہارم موضوع، یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ کہیں لائق اعتبار حتیٰ کہ فضائل میں بھی، بلکہ اسے حدیث کہنا بطور مجاز ہے۔

حقیقت میں یہ حدیث ہی نہیں۔

حدیث موضوع کسی حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت پندرہ طریقوں سے ہوتا ہے۔

اس کا مضمون قرآن عظیم یا سنت متواترہ، یا اجماع قطعی، قطعی الدلالت یا عقل صریح یا حس صریح یا تاریخ

یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ تاویل و تطبیق کا کوئی احتمال نہ رہے۔

۴) یا اس کا معنی ایسا شیعہ و فہم ہو جس کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ سے معقول نہ ہو۔ جیسے کسی فساد یا ظلم یا عیب یا بیوقوفی یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہو۔

۵) یا اتنی بڑی جماعت جس کا عدد حد تو اتر تک پہنچا ہو اور ان میں جھوٹ کا یا ایک دوسرے کی تقلید کا احتمال نہ رہے۔ اس کے کذب و لطلان کی گواہی مستند الی احسن دے۔

۹) یا خبر کسی ایسی چیز کی ہو کہ اگر وہ واقع ہوتی تو اس کی نقل و روایت مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں۔

۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت، یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تنہید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

۱۱) یا اس کے الفاظ رکیک و سخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل اس کا مدعی ہو کہ یہ الفاظ بعینہا حضور ارفع العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

۱۲) یا ناقل رافضی، حضرات اہل بیت کرام علی سید ہم و علیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو ان کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے لمحکم لخمی و دمک دیو ہیں امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وہ مناقب جو صرف نواصب کی روایت سے آئیں۔ روافض نے مناقب امیر المومنین حضرت علی و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تین لاکھ کے قریب حدیثیں وضع کی ہیں۔ اسی طرح نواصب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں حدیثیں گڑھی ہیں۔

۱۳) یا قرآن حالیہ گواہی دے رہے ہیں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گڑھ کر پیش کر دی ہے۔

۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرار تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ کام صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا تھا جس کی لیاقت صد ہا سال سے معدوم۔

۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو۔ مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوائے سماع روایت کرے پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سنا معقول نہ ہو۔

افادہ | جو حدیث ان پندرہ سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے اس باب میں کلمات علماء تین طرز پر ہیں
اول | انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کہ اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر مدار ہو۔ امام سخاوی نے

نفع النیث میں اسی پر جزم فرمایا لکھتے ہیں۔

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معه من انضمام شیئ مما سیاتی۔

اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو تفتیش حدیث میں استقصاء تام کرے اور بایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک کذاب بلکہ وضاع کی روایت کے علاوہ کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

دوم | وضاع کذاب پر تفرد ہو ایسا وضاع کذاب جس سے عہد انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افتراء کرنا ثابت ہو۔ وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین، اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصد افتراء اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متهم بکذب ہو۔ یہ علامہ ابن حجر وغیرہ علماء کا مسلک ہے۔ نخبہ و نثر یہ میں ہے۔

الطعن اما ان یکون بکذب الراوی بان یروی عنه ما لم یقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعمدا لذلك او تہمتہ بذلک الاول هو الموضوع والحکم علیہ بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذب۔ والثانی هو المتروک۔

حدیث میں طعن کبھی راوی کے کذب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اس سے وہ بات مروی ہو جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو۔ اور کبھی، تہمت کذب کی وجہ سے ہوتا ہے پہلی قسم موضوع ہے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم بطریق ظن ہوتا ہے نہ بروجہ یقین۔ اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دوسری قسم کو متروک کہتے ہیں۔

سوم | بہت سے علماء جب حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں اس کی وجہ میں فرماتے ہیں یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متهم بکذب کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متهم بکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں ہے۔

اس سے متبادر ہوتا ہے کہ اگر راوی متهم بکذب ہو تو موضوع ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے جو حدیث ان اٹھارہ عیوب سے پاک ہو اس کے بارے میں اجماع ہے کہ وہ موضوع نہیں۔

شرائط راوی | عادل ہونا، عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو تقویٰ کی پابندی اور خلاف مردت حرکات سے بچنے کا ملکہ ہو۔

۱۔ حدیث ضعیف سے لیکر یہاں تک سب فتاویٰ ضعیفہ دوم رسالہ منیر العین سے لیا گیا ہے۔

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ شرک، کفر، فسق، بدعت سے بچنا ہے۔ گناہ صغیرہ سے بچنا عدالت کی شرط نہیں۔ البتہ صغیرہ پر اصرار سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔

مروت سے مراد ایسے خسیس و رذیل کاموں سے بچے جو اگرچہ مباح ہیں مگر وہ وقار کے خلاف سمجھے جاتے ہیں جیسے بازاروں میں کھانا، صرف تہنڈ باندھ کر کھونا۔

ضبط حدیث۔ یعنی حدیث کو محفوظ رکھنا، اس میں کمی بیشی اور کوئی خلل نہ ہونے دینا اس طرح کہ بوقت ضرورت بلا تردد بیان کر سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ضبط صدر۔ ضبط کتاب،

ضبط صدر :- یہ ہے کہ حدیث کو اس طرح یاد رکھے کہ جب چاہے اس کو بعینہ بیان کر سکے۔

ضبط کتاب :- یہ ہے کہ جس کتاب میں حدیث لکھی ہے اس کو پورے طور سے محفوظ رکھے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہونے پائے اتصال سند راوی سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

اسباب طعن دس ہیں۔ پانچ راوی کی عدالت سے متعلق ہیں اور پانچ ضبط سے۔ عدالت سے متعلق پانچ طعن یہ ہیں۔ کذب، اتہام بکذب، فسق، جہالت یعنی گناہ ہونا، بدعت،

کذب :- یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے بالقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان و افتراء کیا ہے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے ایک بار بھی قصداً حدیث گڑھی ہے تو مدۃ العمر اس کی حدیث مقبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرے۔ بر بنائے مذہب مشہور ایسے راوی کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

اتہام بکذب :- یہ ہے کہ اگرچہ حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت نہیں مگر وہ اور باتوں میں جھوٹا مشہور و معروف ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو متروک کہتے ہیں۔ ایسا شخص اگر جھوٹ بولنے سے توبہ کرے اور بچے ہونے کی عادت ڈال لے اور یہ ثابت ہو جائے کہ اب جھوٹ نہیں بولتا تو اس وقت اس کی روایت مقبول ہے۔

فسق :- فسق عملی مراد ہے یعنی گناہوں سے بچے جھوٹ بھی گناہ ہی ہے۔ مگر حدیث کے معاملے میں یہ طعن دیگر مطاعن سے سخت ہے۔ اس لئے اس کو عام گناہوں سے علیحدہ مستقل طعن کی قسم بنایا گیا۔

جہالت :- یہ کہ کسی راوی کا نام نہ مذکور ہو جیسے کوئی یوں کہے مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ اس سے طعن کی وجہ یہ ہے کہ جب راوی کا نام ہی معلوم نہیں تو یہ پتہ بھی نہ چل سکے گا کہ یہ عادل ہے یا غیر عادل۔ اس کی روایت قابل قبول ہے یا نہیں۔

ایسی حدیث کو مبہم کہتے ہیں۔ حدیث مبہم کے مقبول و غیر مقبول ہونے میں تفصیل ہے۔ اگر یہ ابہام صحابی میں ہے مثلاً تابعی نے کہا مجھ سے ایک صحابی نے حدیث بیان کی تو یہ بالاتفاق مقبول ہے۔ غیر صحابی میں اگر

ہے اور راوی کی عدالت وثقہ ہونے کی صراحت نہیں تو غیر مقبول۔ جیسے کسی نے کہا ایک شخص یا شیخ نے حدیث بیان کی اور اگر صفت تعدیل و توثیق کے ساتھ ہے تو بھی عند التحقیق نامقبول۔ ہاں اگر یہ ایہام کسی مسلم الثبوت امام حادق کہے تو مقبول ہے۔ **بدعت** سے مراد یہ ہے کہ جو بات دین میں مشہور و معروف ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہو اس کے خلاف اعتقاد رکھنا۔ جب کہ کسی شبہ اور تاویل کی بنا پر نہ ہو۔ اور اگر یہ اعتقاد ضروریات دین کے خلاف ازراہ عناد ہو تو کفر ہے۔ مبتدع، بدعتی کی روایت کے مقبول و مردود ہونے میں تفصیل ہے۔ اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو تو بالاتفاق مردود۔ اور اگر حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اگر اس کی یہ روایت بدعت کی طرف داعی یا اس کی مروج یا مؤید ہے تو قطعاً مردود۔ اور اگر ایسی نہیں تو بھی محتاطین کا یہی طریقہ ہے کہ مبتدعین کی حدیث نہیں قبول کرتے کبھی کبھی اس غامض طریقے سے بد مذہبی داخل کر دیتے ہیں کہ اس کی تہ تک پہنچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

ضبط سے متعلق پانچ طعن یہ ہیں۔ کثرت غلط، فرط غفلت، مخالفت ثقات، وہم، سوئے حفظ، کثرت غلط کے معنی ظاہر ہیں۔

فرط غفلت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کی تلقین قبول کرے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا ہو گا وہی مان لے۔

مخالفت ثقات حدیث کی سند یا متن ثقت و اوق کے خلاف ہو۔ ایسی حدیث کو سنا دیتے ہیں۔

وہم حدیث کے یاد ہونے کا ظن غالب نہیں پھر بھی بیان کر دیا۔ اگر راوی کی اس حرکت پر قرآن سے اطلاع ہو جائے تو وہ حدیث معطل ہے۔ یہ صنف بہت دقیق اور مشکل ہے یہاں تک کہ علماء نے فرمایا دار تقنی کے بعد کوئی ان جیسا نہیں پیدا ہوا جو حدیث کے علل قادمہ کے پہچاننے کا ان جیسا ماہر ہو۔

سو حفظ سے یہاں مراد یہ ہے کہ راوی کو لسیان کا عارضہ ہو اور اس حد تک کہ اس کی غلطی صواب پر زائد یا برابر ہو اور اگر

اس کا صواب خطا سے زائد ہے تو اس کی روایت مقبول ہے۔ اس لئے کہ خطا و لسیان سے بالکل کون منزه رہا۔

حتیٰ کہ امام بخاری و امام مسلم بھی سو حفظ کا عارضہ اگر مدۃ العمر رہا تو اس کی روایت معتبر نہیں۔ بعض محدثین نے اسے بھی شاذ مانا۔

اور اگر اخیر عمر میں اس کا یہ عارضہ کسی وجہ سے مثلاً بیماری یا کبر سنی یا ضعف بصارت یا زوال بصارت یا کتابوں کے ضائع ہونے

کی وجہ سے عارض ہو گیا تو ایسی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔ ایسے راوی کی ایسی احادیث جو سو حفظ عارض ہونے سے پہلے

روایت کی ہیں اور یہ معلوم ہو تو مقبول ہیں۔ اور زمانہ لسیان کی معتبر نہیں۔ ہاں تعدد طرق و متابعات و شواہد سے تقویت کے

بعد مقبول ہیں۔

یہ کل دس وجوہ طعن ہوئے۔ ان کی قوت و شدت کے اعتبار سے یہ ترتیب ہے کذب، تمہیت کذب، کثرت غلط،

فرط غفلت، فسق، دہم، مخالفت ثقات، جہالت، بدعت، سو حفظ، لہ

مزید اصطلاحات

سند و اسناد | طریق حدیث کو کہتے ہیں یعنی وہ راوی جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے اور سند کے ذکر کو اسناد کہتے ہیں۔
مسند | اس حدیث کو کہتے ہیں جو مرفوع ہو اور جس کی سند متصل ہو۔ یہی عام اصطلاح ہے بعض محدثین ہر حدیث متصل کو مسند کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ موقوف یا مقطوع ہو۔ بعض محدثین ہر حدیث مرفوع کو مسند کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ مرسل یا منقطع یا معضل ہو۔

متن | جہاں سند ختم ہوتی ہے اسے متن کہتے ہیں یعنی وہ قول یا فعل یا واقعہ جو روایت کیا گیا۔

متصل و اتصال | متصل وہ حدیث ہے جس کی روایت میں کوئی راوی چھوٹا نہ ہو اور یہ عمل "اتصال" ہے۔

تعلیق و مُتَلَق | ابتدا سے سند سے اگر راوی ساقط ہو تو اس حدیث کو مُتَلَق کہتے ہیں خواہ تمام راوی ساقط ہوں یا ایک دو اور اس فعل کو تعلیق کہتے ہیں۔

امام بخاری کے ابواب میں تعلیقات بکثرت ہیں۔ یہ سب حدیث متصل کے حکم میں ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ اس کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ذکر کریں گے لیکن یہ ان کی احادیث مسندہ کے حکم میں نہیں۔ بعض تعلیقات کو انہوں نے اس کتاب میں دوسری جگہ مسند ذکر کر دی ہیں۔ وہ بہر حال احادیث مسندہ کے مرتبے میں ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ جن تعلیقات کو جزم و یقین کے کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے وہ اکثر صحیح ہیں۔ مثلاً یہ ذکر کیا کہ فلاں نے کہا۔ اور جنہیں شک و ضعف کے کلمات سے ذکر کیا مثلاً کیوں بیان کیا گیا۔ کہا گیا۔ روایت کیا گیا۔ ان کی صحت میں کلام ہے۔ اگرچہ بعض ان میں بھی صحیح ہیں۔ بایں ہمہ جب انہوں نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا تو وہ بالکل بے اصل بھی نہیں مانی جائیں گی۔ ضرور ان کے علم میں ان کی کچھ اصل ہوگی۔

تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری کی تعلیقات کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

① وہ تعلیقات جنہیں خود امام بخاری نے اپنی ہی کتاب میں کسی جگہ سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ خواہ انہیں صیغہ جزم کے ساتھ ذکر کیا ہو خواہ صیغہ ترمیض کے ساتھ۔ صیغہ جزم کی بکثرت مثالیں ہیں۔ صیغہ ترمیض کی مثال یہ ہے کہ کتاب الطب میں ہے

② وہ تعلیقات جنہیں امام بخاری نے اپنی کتاب میں کہیں سند متصل کے ساتھ نہیں ذکر کیا۔ اور اسے صیغہ 'جزم' کے ساتھ ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہے جیسے وقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ لہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۷) ایسی تعلیق جو ضعیف ہو۔ جیسے قال طاؤس قال معاذ بن جبل لا اهل اليمن ايتوني بعرض ثياب خيصر
وليس في الصدقة مكان الشعير والذرة اهاون عليكم فخير لاصحاب النجى صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة
اس تعلیق کی سند طاؤس تک صحیح اور متصل ہے۔ مگر طاؤس کا حضرت معاذ سے سماع ثابت نہیں۔ اس لئے معمولی ضعف
کے ساتھ ضعیف ہے۔

⑤ وہ تعلیقات جنہیں صیغہ ترمیض سے ذکر کیا۔ مگر وہ کسی اور محدث کی شرط پر صحیح ہیں جیسے یہ تعلیق وید ذکر عن عبد اللہ بن السائب قرء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المؤمنون فی الصبح حتی اذا جاء ذکر موسیٰ وھارون او ذکر عیسیٰ اخذتہ سلعة ۵۵ اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۵۵

۵) ایسی تعلیق جو حسن ہو جیسے وید کہ عن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اذا بعت فکيل و اذا ابتعت فاکتل اے دارقطنی اور ابن ماجہ اور بزار نے روایت کیا۔ اور یہ حسن ہے۔

④ ایسی تعلیق، جو معمول ضعف سے ضعیف ہو مگر معمول بہ ہو۔ جیسے وید ذکر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ
 قضی الدین قبل الوصیۃ کہ کتاب الوصایا۔ اے امام ترمذی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مگر اس کا ایک راوی
 ضعیف ہے۔ مگر اہل علم کے عمل سے قوی ہو گئی۔

۸) ایسی تعلیق جو ضعف شدید کے ساتھ ضعیف ہو۔ اور معمول بہا ہو۔ جیسے یہ تعلیق دیکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ لا یتطوع الامام فی مکانہ، کتاب الصلوٰۃ^{نہ}۔ اسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا مگر اس میں

[illegible]

دوہرا ضعف ہے اس کا ایک راوی، لیث ہے یہ ضعیف ہے اور اس کے شیخ الشیخ مجہول ہیں۔ مگر اس پر بھی اہل علم کا عمل ہے اس لئے یہ بھی قوی ہو گئی۔ حکم یہ ہے کہ امام وہیں نقل نہ پڑھے جہاں فرض پڑھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر آ کے پڑھے اگر مسجد ہی میں پڑھنا چاہتا ہے تو دائیں بائیں ہٹ کر پڑھے۔

مرسل وارسال اگر سند میں راوی کا سقوط آخر سند سے ہو تو اسے حدیث مرسل کہتے ہیں اور اس فعل کو ارسال جیسے کوئی تابعی کہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **اجہود** امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک ثقہ کی حدیث مرسل حجت ہے۔ اس لئے کہ راوی کو اپنے شیخ کے ثقہ ہونے پر اعتماد کلی نہ ہوتا تو ارسال نہ کرتا۔

منقطع و انقطاع وہ حدیث ہے جس کے درمیان سند میں کچھ راوی چھوٹ گئے ہوں: خواہ ایک خواہ متعدد مگر متعدد مسلسل نہ چھوٹے ہوں۔ متفرق جگہوں سے چھوٹے ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں۔ اور یہ فعل انقطاع ہے۔

معضل اگر درمیان سند میں مسلسل دو راوی چھوٹے ہوں تو وہ حدیث معضل کہلاتی ہے۔

فائدہ کبھی منقطع بول کر محدثین، غیر متصل مراد لیتے ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے منقطع مذکورہ بالا غیر متصل کے تمام اقسام کو شامل ہوگی جس میں مرسل بھی داخل ہے۔

مدلس و تدلیس تدلیس کے لغوی معنی: بچتے وقت سامان کے عیب کو چھپانا ہے اس کا ماہ دلس ہے جس کے معنی فریب اور دھوکہ دینے کے ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں تدلیس اسے کہتے ہیں کہ راوی نے جس سے حدیث سنی ہے اس کا نام نہ لے بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لے اور لفظ ایسا استعمال کرے جس سے سماع سمجھا جاسکتا ہو اور یہ یقین نہ ہو کہ یہ راوی چھوٹ بول رہا ہے جیسے یوں کہے۔ فلاں سے روایت ہے۔ یا فلاں نے کہا۔ ایسی حدیث کو مدلس اور ایسے راوی کو مدلس کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو تدلیس۔

حدیث مدلس کے مقبول و نامقبول ہونے کے سلسلے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جس محدث کی یہ عادت ہو کہ دھوکہ دہن و ثقاہت سے ہی تدلیس کرتا ہے اس کی حدیث مقبول ہے۔ جیسے سفیان بن عیینہ اور اگر اس کی عادت یہ ہے کہ ثقہ و غیر ثقہ سب سے تدلیس کرتا ہے تو اس کی روایت نامقبول جب تک کہ اس کی روایت ایسے لفظ سے نہ کرے جو سماع قطعی دلالت کرے۔

مضطرب و اضطراب اگر حدیث کے متن یا اسناد میں راویوں کا باہم، کمی یا زیادتی، تقدم و تاخر، تبدیل و تغیر یا تھیف اختصار، حذف وغیرہ کی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے۔ اور یہ فعل اضطراب کہلاتا ہے۔ حدیث مضطرب کے اختلاف میں تطبیق ممکن ہو تو وہ مقبول ہے۔ ورنہ اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔

مدرج اگر راوی تن میں اپنا یا کسی اور کا شلا صحابی یا تابعی کا کوئی کلام کسی فائدہ کے لئے ذکر کر دے مثلاً لفظ کا معنی

بیان کرنے یا تفسیر کرنے یا مطلق کو مقید کرنے کے لئے ہو تو یہ حدیث مدرج ہے اور یہ فعل ادراج۔

معنعن | وہ حدیث ہے جس کی سند لفظ عن فلان عن فلان سے ذکر کی جائے۔ اور اس فعل کو عنعنہ کہتے ہیں۔ بدس کی حدیث معنعن مقبول نہیں۔ مگر جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ صرف ثقات ہی سے تدلیس کرتا ہے۔

حدیث معنعن کے مقبول ہونے کے لئے امام بخاری نے یہ شرط کی ہے کہ تلمیذ شیخ دونوں کی ملاقات کا ثبوت کسی اور طریقے سے ہو۔ کچھ لوگوں نے ملاقات کے علاوہ یہ بھی شرط کی ہے کہ یہ بھی ثابت ہو کہ راوی نے اس شیخ سے حدیث اخذ کی ہے۔ مگر امام مسلم نے ان دونوں سے اختلاف کیا اور مقدمہ مسلم میں دلائل سے ثابت کیا کہ نہ اخذ کے ثبوت کی ضرورت ہے نہ لقاء کی۔ صرف معاشرت کافی ہے۔ اس لئے کہ جب معاشرت ثابت ہے اور راوی ثقہ غیر مدلس ہے۔ اور یہ کہہ دیا ہے کہ فلاں سے روایت ہے تو یہ لقاء اور اخذ دونوں کا ثبوت ہے۔

شاذ و محفوظ | کوئی ثقہ ثقات کے خلاف روایت کرے۔ اگر ان میں سے کسی کو ترجیح دی گئی ہو تو راجح کو محفوظ اور مرجوح کو شاذ کہتے ہیں۔

منکر و معروف | اگر کوئی ضعیف راوی اپنے سے بھی اضعف کے خلاف روایت کرے تو اضعف کی روایت منکر اور ضعیف کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

بعض محدثین نے شاذ و منکر میں دوسرے راوی کی مخالفت کی قید نہیں لگائی۔ بلکہ یہ کہا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو تنہا کوئی ثقہ روایت کرے۔ اور اس کے موافق یا معارضہ کوئی روایت نہ ہو۔ بعض نے ثقہ کا بھی قید نہیں لگائی مطلقاً تفرّد کی بنا پر شاذ کا حکم لگایا۔ اسی طرح منکر میں بھی مخالفت کی قید بعض حضرات کے یہاں معتبر نہیں۔ حدیث میں اگر فسق یا فطر غفلت و کثرت غلطی کی وجہ سے طعن ہو تو اسے بھی منکر کہتے ہیں۔

معلل | جس کی اسناد میں کچھ خفی، دقیق ایسے عیوب ہوں جو اس کی صحت میں خلل انداز ہوں جن پر کوئی بہت ہی متبحر مابہر حاذق، ناقد محدث ہی مطلع ہوتا ہے۔ جیسے سند متصل بیان ہوئی مگر حقیقت میں وہ منقطع ہے۔ حدیث کو مرفوع بتایا گیا مگر وہ حقیقت میں موقوف ہے۔

متابع | دو یا چند راویوں کا کسی حدیث کو ایک دوسرے کے موافق ذکر کرنا۔ ان میں اصل کو متابع اور دوسری کو متابع کہتے ہیں۔ اصل سے مراد یہ ہے کہ مثلاً کسی محدث نے کوئی حدیث ذکر کی پھر کہا اس کی متابعت فلاں نے کی۔ تو اول متابع اور ثانی متابع کہلاتی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی محدث اس کے برعکس ذکر کرے۔ مثلاً بعد والی کو پہلے ذکر کر کے ثانی کے بارے میں کہے تابعہ فلاں۔ اب متابع متابع اور متابع متابع کہلائے گی۔ متابعت کی دو قسمیں ہیں۔ تام، ناقص متابعت تام

یہ ہے کہ راوی کتب شیخ ہی سے متابعت ہو۔ یعنی اول سند سے۔ ناقص یہ ہے کہ اپنے شیخ سے اوپر کسی سے ہو۔

مثله ونحوہ اگر متابعت لفظ ومعنی دونوں میں ہو تو اس کو مثلاً سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر صرف معنی میں ہو تو نحوه سے

شاید اگر اتفاق روایت صرف ایک صحابی پر ہو تو متابعت اور اگر دو یا زیادہ پر ہو تو اسے "شاید" کہتے ہیں۔ بعض حضرات

نے کہا کہ اگر صرف معنی میں موافقت ہو تو شاید ہے۔ اور لفظ ومعنی دونوں میں ہو تو متابعت ہے خواہ ایک صحابی سے ہو خواہ متعدد

صحابی سے۔ کبھی شاید و متابع کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کر دیتے ہیں۔

اعتبار متابع اور شاہد کی معرفت کے لئے حدیث کی مختلف سندوں کے تتبع اور تلاش کو اعتبار کہتے ہیں۔

الفاظ روایت سندوں کے ذکر میں مختلف الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں مثلاً قَالَ، أَخْبَرَ، أُنْبَأَ، حَدَّثَ، رَوَى،

سَمِعَ، سَمِعْتُ وغیرہ۔

امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ قَالَ، سَمِعَ، أَخْبَرَ، حَدَّثَ، أُنْبَأَ سبب ہم معنی ہیں۔ اور یہی مذہب امام زہری امام

مالک اور امام ابن عیینہ و یحییٰ القطان اور اکثر اہل حجاز و اہل کوفہ اور حضرت امام اعظم کا ہے۔ ابن حاجب نے اپنی مختصر میں

اس کو ترجیح دی۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ مگر امام مسلم اور ترمذی وغیرہ یہاں تفریق ہے۔ یہ لوگ

کہتے ہیں کہ اگر شیخ قرأت کرے اور تلمیذ سنے تو اسے حَدَّثَ سے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر تلمیذ قرأت کرے اور شیخ سنے تو اسے

أَخْبَرَ وَاُنْبَأَ سے بیان کیا جاتا ہے اور یہی امام ابن جریر اور امام اوزاعی اور امام شافعی اور ابن وہب اور جمہور اہل مشرق

کا مسلک ہے۔ امام بخاری نے اس سلسلے میں کتاب العلم میں مستقل ابواب باندھے ہیں۔ ان کی شرح میں اس پر تفصیلی

مفتاد ہوگی۔

ہم نے ان مصطلحات کو اس لئے لکھ دیا ہے کہ شرح میں یہ بار بار آئیں تاکہ ناظرین کو سمجھنے میں الجھن نہ ہو۔ علاوہ ازیں

اردو میں صحیح، غلط کا مقابل ہے۔ اس لئے اگر کسی حدیث کے بارے میں محدثین نے یہ لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں تو آج کل کے

مکراد فرتے نادان قعوام کو مرید دینے کے لئے یہ باور کرانا چاہئے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے یعنی موضوع یا باطل ہے بے

اصل ہے۔ ناظرین محدثین کی اصطلاح میں ایک نظر ڈال لیں تو انھیں معلوم ہو جائے گا کہ محدثین کی زبان میں صحیح غلط کا مقابل

نہیں۔ بلکہ ان کی ایک خاص اصطلاح ہے کہ وہ صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کمال میں اعلیٰ درجے پر فائز

ہو۔ اس کے مقابل سات اقسام اور ہیں۔ اس لئے محدثین کے اس فرمانے کا کہ "یہ حدیث صحیح نہیں" یہ مطلب نہیں ہوتا کہ

یہ موضوع یا باطل یا بے اصل ہے۔ بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث کی سب سے اعلیٰ قسم صحیح لذاتہ نہیں ہو سکتا ہے صحیح لغوہ

ہو جس لذاتہ ہو جس لغوہ ہو جس کی صحت یا نظیریں موجود ہیں۔ جو اس کی پوری تحقیق و تفصیل دیکھنا چاہے وہ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ منیر العین کا مطالعہ کرے جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں چھپ چکے ہیں۔

محدثین کہیں فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ اور وہ حسن لذاتہ ہوتی ہے۔ کبھی فرماتے ہیں صحیح نہیں۔ اور وہ حدیث صحیح لغیرہ ہوتی ہے۔ کبھی فرماتے ہیں صحیح نہیں اور وہ حدیث حسن لغیرہ ہوتی ہے۔ اس لئے کسی حدیث کے بارے میں محدثین کے اس فرمانے سے کہ صحیح نہیں اس کے باطل موضوع ہونے پر دلیل لانا جہالت ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ قابل لحاظ ہے کہ محدثین کا کسی حدیث پر جرح صرف اس سند کے ساتھ خاص ہوتی ہے جس پر جرح کی گئی ہے۔ ایسا بہت ہے کہ کسی حدیث پر اس کی ایک سند کے لحاظ سے ضعیف بلکہ موضوع ٹک ہونے کا حکم لگا دیا گیا۔ مگر دوسری سند سے وہ ثابت ہے۔ جیسے میزان الاعتدال میں ہے کہ امام احمد بن حنبل نے حدیث طلب العلم فریضہ کو کہا یہ کذب ہے۔ مگر علامہ ذہبی نے فرمایا یہ حکم اس مخصوص سند کے اعتبار سے ہے جس میں ابراہیم بن موسیٰ المروزی ہے۔ ورنہ یہ حدیث دوسرے طرق سے ثابت ہے اگرچہ وہ سب ضعیف ہیں۔

حدیث الصلاة بالسواک خیر من سبعین صلوة کو علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں باطل کہا۔ علامہ سخاوی نے فرمایا۔ یہ حکم اس سند کے لحاظ سے ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

ان سردایات الضعیف یکون فیہ الصحیح
والضعیف والباطل فیکتبونہا ثم تسمیز
اعل الحفظ والاتقان بعض ذلک من بعض
وذلك سهل علیہم معروف عنہم ولہذا
اجمع السفیان الثوری حین نہی عن الروایۃ
عن الکلبی فقیل لہ انت تروی عنہ فقال انا
اعرف صدقہ عن کذبہ (شرح مسلم ص ۱۲)

ضعیف راوی کی روایتوں میں صحیح بھی ہوتی ہیں اور ضعیف اور باطل بھی۔ محدثین ان سب کو لکھتے ہیں۔ پھر اہل حفظ و اتقان انکو ایک دوسرے سے الگ کر دیتے ہیں۔ یہ ان کے لئے آسان ہے۔ اور ان کے نزدیک روزمرہ کا کام ہے اسی دلیل سے سفیان ثوری نے اس وقت استدلال کیا جب انھیں کلبی کی روایت قبول کرنے سے منع کیا گیا اور کہا گیا آپ اس سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ میں اس کے سچ کو جھوٹ سے امتیاز کر لیتا ہوں۔

احادیث سے استدلال کی کیفیت

جن چیزوں کا اثبات مقصود ہوتا ہے وہ چار قسم کی ہیں۔

① عقائد قطعیہ: جیسے توحید، رسالت، قرآن کا کتاب اللہ ہونا، ان کا اثبات صرف حدیث متواتر سے ہو گا خواہ اس کا تواتر لفظی ہو خواہ معنوی۔

② عقائد ظنیہ :- جیسے قبر کے احوال، میزان اعمال وغیرہ، ان کا اثبات خبر واحد سے بھی ہوتا ہے۔

③ احکام :- ان کے اثبات کے لئے حدیث صحیح یا کم از کم حسن لغیرہ ہونی لازم ہے۔ احادیث ضعاف ان تینوں اقسام میں ناکافی ہیں۔

④ فضائل و مناقب :- خواہ فضائل اعمال ہوں خواہ فضائل اشخاص ان سب میں علماء ضعیف حدیث بالاتفاق معتبر مانتے ہیں۔

امام شیخ الاسلام ابو زکریا نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ۔ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم یجوز
و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترہیب
بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعاً۔

علمائے محدثین و فقہاء وغیرہم نے فرمایا فضائل اعمال ترغیب و ترہیب
میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے اگر وہ موضوع نہ ہوں۔

لیکن کبھی مقام احتیاط میں احادیث ضعاف احکام میں بھی بطور سند کام آتی ہیں۔ یہی امام نووی اذکار میں بعد عبارت مذکورہ کے ارشاد فرماتے ہیں۔

واما الاحکام كالحلال والبيع والنکاح والطلاق و
غیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح والحسن
الا ان یکون فی احتیاط فی شی من ذلک کما اذا
وساد حدیث ضعیف بکراہیۃ بعض البیوع او
الانکحة فان المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا
یحیب۔ (الاذکار ص ۷)

کہ حلال و حرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارے میں صرف
حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی
بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے
تو مستحب ہے کہ ان سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

رہ گئی حدیث موضوع یہ کسی باب میں کسی کام کی نہیں حتیٰ کہ علم کے بعد اس کی موضوعیت ظاہر کئے بغیر اس کا بیان کرنا
بھی جائز نہیں۔

ضعاف کی تقویت کے طرق

اوپر مذکور ہوا کہ حدیث ضعیف کبھی حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ بھی ہو جاتی ہے تو ضروری معلوم ہوا کہ ایک مختصر سا خاکہ اس کا

بھی پیش کر دیا جائے۔

① تعدد طرق: جب کوئی حدیث ضعیف اگر متعدد سندوں سے مروی ہو تو وہ کبھی حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اگرچہ وہ طرق ضعات ہوں۔

امام عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں۔

قد اجمع جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف
اذا کثرت طرقہ والمحوذہ بالصیح تارة وبالحسن
حدیث ضعیف جب متعدد طریقوں سے مروی ہو تو جمهور محدثین اسے
لائق استدلال جانتے ہیں اور اسے کبھی صحیح کے ساتھ اور کبھی حسن کے
ساتھ لاحق کر دیتے ہیں۔

حصول قوت کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ طرق بہت کثیر ہوں۔ صرف دو بھی مل کر قوی ہو جاتے ہیں۔ تیسرے میں ہے
ضعیف بضعف عمر بن الواقد لکنہ یقوی بوردودہ
بطلان یقین۔
عمر بن واقد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لیکن دو طریقوں سے آنے کی
وجہ سے قوت پا گئی۔

② کسی حدیث ضعیف پر اہل علم کے عمل کرنے سے بھی وہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ امام ترمذی نے جگہ جگہ حدیث پر کلام کرنے کے
بعد فرمایا۔ والعمل علی ہذا عند اہل العلم۔ ایک جگہ اس کے تحت ملا علی قاری نے لکھا۔

قال النوری داسنادہ ضعیف نقلہ میرک
فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل
اہل العلم۔
علامہ نووی نے فرمایا اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کو میرک نے
نقل کیا۔ اس قول سے امام ترمذی کی مراد یہ ہے کہ اہل علم کے عمل
سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔

③ مجتہد کے استدلال سے بھی حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ علامہ محمد امین بن عابدین شامی نے لکھا۔
ان المجتہد اذا استدلل بحديث کان تعینا لہ
صافی التخریر وغیرہ (ردالمحتار)
کسی حدیث سے کسی مجتہد کا استدلال اس کے صحت کی دلیل ہے
جیسا کہ تخریر وغیرہ میں ہے۔

④ صالحین کے عمل سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے۔ صلوٰۃ التسبیح جس روایت سے ثابت ہے وہ ضعیف ہے۔ امام
حاکم اور بیہقی نے اس کے قوی ہونے کی علت حضرت عبداللہ بن مبارک تلمیذ امام اعظم کے عمل کو بتایا۔ ایلاناعبدی لکھنوی لکھتے ہیں۔
قال البیہقی کان عبد اللہ بن مبارک یصلیہا
امام بیہقی نے کہا عبداللہ بن مبارک صلاۃ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

وتداولہا الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقوية للحديث المرفوع (الآثار المرفوعة ص ۴۷) وجہ سے اس حدیث مرفوع کو قوت مل گئی۔ اور بعد کے صلحاء اس کو ایک دوسرے سے اخذ کر کے پڑھتے تھے۔ اس

⑤ کبھی تجربہ اور کشف سے بھی حدیث کو قوت مل جاتی ہے۔ حضرت ملا علی قاری مرقاہ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا میں تحریر کرتے ہیں۔

سید الکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی کہ جولا الہ الا اللہ ستر ہزار بار کہے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔ میں نے یہ کلمہ طیبہ ستر ہزار بار پڑھا تھا مگر کسی خاص شخص کی نیت نہیں کی تھی۔ ایک دعوت میں گیا۔ اس میں ایک جوان بھی تھا جو کشف میں مشہور تھا۔ یہ جوان کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ تو بتایا کہ میں اپنے والدین کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں اس کلمے کا ثواب اس کے والدین کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھی حالت میں دیکھتا ہوں۔

امام محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔

فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث۔ میں نے اس حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے اور اس کے کشف کی صحت اس حدیث سے جانی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی "نسیم الریاض شرح شفا" میں اور علامہ سید احمد طحطاوی "حاشیہ در مختار" میں نقل فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوا انے سے برس ہو جاتی ہے۔ علامہ ابن الکحل صاحب مدخل نے اس خیال سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں بدھ کے دن ناخن ترشوا لیا۔ انھیں برس ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابن الکحل سے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا تھا؟ کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ حدیث میرے نزدیک ثابت نہیں۔ فرمایا اتنا کافی تھا کہ وہ حدیث میرے نام سے تمھارے کان تک پہنچی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیرا فوراً اچھے ہو گئے اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سنکر مخالفت نہ کروں گا۔ اسی قسم کا واقعہ بدھ کے دن پھینا لگوانے کے بارے میں بھی پیش آیا ہے۔ مسند الفردوس داہن عساکر۔

البتہ اگر حدیث موضوع ہے کتنے ہی طرق سے مروی ہو اگر سب پر موضوع ہی ہو تو وہ جوں کی توں ناقابل اعتبار رہے گی۔ اس لئے کہ جھوٹ سے جھوٹ کی تقویت نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں حدیث موضوع معدوم ہے۔ اور معدوم نیست محض کو کوئی بھی قوی نہیں کر سکتا۔

کتب حدیث کے طبقات

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کے چار طبقات قائم کئے ہیں

طبقہ اولیٰ: وہ کتابیں جو سب سے زیادہ صحیح و مشہور و مقبول ہوں۔ جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک۔

طبقہ ثانیہ: وہ کتابیں جو قریب قریب پہلے طبقے کے صحیح و مشہور و مقبول ہوں۔ مگر ان میں ضعیف احادیث کا تناسب پہلے طبقے سے زیادہ ہو۔ جیسے جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی۔

طبقہ ثالثہ: امام بخاری اور امام مسلم سے پہلے کے یا ان کے معاصر یا قریب قریب معاصر ایسے محدثین کی کتابیں جو مسلم الثبوت ماہر ہیں۔ مگر ان کی کتابوں میں طبقہ ثانیہ کے اعتبار سے بھی ضعیف احادیث زیادہ ہیں۔ بلکہ ان میں ایسی احادیث بھی ہیں جنہیں موضوع تک کہا گیا ہے۔ جیسے مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مُصَنَّف عبد الرزاق، مُصَنَّف ابن ابی شیبہ، سنن دارقطنی، سنن بیہقی، طبرانی داؤد طیالسی کی مُصَنَّفات۔

طبقہ رابعہ: امام بخاری و مسلم سے متاخر محدثین کی کتابیں جن میں مذکورہ احادیث کا قرون سابقہ میں ثبوت ہمیں نہیں ملتا۔ جیسے دیلمی ابو نعیم اور ابن عساکر و حاکم کی تصانیف۔ ان احادیث کا قرون سابقہ میں ثبوت نہ ملنے کا سبب دو ہی ہے۔ یا تو قدما کو یہ احادیث نہیں ملیں۔ یا انھوں نے کسی علتِ قادمہ کی بنا پر ان احادیث کو لیا ہی نہیں۔

کتب احادیث کے ان طبقات کا یہ مطلب نہیں کہ بعد کے طبقات کی خصوصاً طبقہ رابعہ کی احادیث باطل نامقبول ہیں بلکہ اس کا ماحصل صرف کتب احادیث کا ایک اجمالی تعارف ہے۔ ورنہ طبقہ رابعہ تک کی کتابوں میں حسن بلکہ صحیح احادیث بھی بکثرت موجود ہیں۔ خود شاہ ولی اللہ نے امام حاکم کی مستدرک کو طبقہ رابعہ میں داخل مانا حالانکہ اس کی اکثر احادیث اعلیٰ درجے کی صحیح و حسن ہیں بلکہ اس میں صد ہا احادیث شیخین امام بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ خود انھیں شاہ ولی اللہ نے بستان المحدثین میں امام ذہبی سے نقل کیا۔

مستدرک میں بہت کافی احادیث ان دونوں بزرگ یعنی بخاری و مسلم دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں۔ بلکہ آدمی کے قریب ایسی ہی احادیث ہیں۔ اور چوتھائی احادیث ایسی ہیں کہ بظاہر صحیح الاسناد ہیں لیکن ان دونوں کی شرط پر نہیں۔ باقی چوتھائی دہیات و مناکیر بلکہ کچھ موضوعات بھی ہیں۔

شاہ صاحب نے بستان میں رُبَع کتاب کے بارے بظاہر صحیح الاسناد لکھا۔ مگر علامہ سیوطی نے تدریب میں امام

ذہبی کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:-

فیه جملة وافرة علی شرطها وجملة كثيرة علی
 شرط واحد هما لعل مجموع ذلك نحو نصف الکتاب
 دینہ نحو الربع مما صحّ سندہ و فی بعض لشی
 اولہ علة وما فی و هو نحو الربع فهو مناصیر و
 واهیات لا یصح فی بعض ذلك موضوعات له

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حاکم کی مستدرک میں تین چوتھائی کے قریب صحیح احادیث ہیں۔ اس لئے ان طبقات کی تقسیم کا
 مطلب یہ لینا کہ بعد کے طبقات کی کل احادیث ناقابل قبول ہیں کسی طرح صحیح نہیں۔ یہ بات ضرور اپنی جگہ درست ہے کہ
 طبقہ رابعہ ثالثہ بلکہ عند التحقیق طبقہ ثانیہ تک میں ہر قسم کی احادیث کا اختلاط ہے بہر شخص صحیح حسن کو ضعیف سے پرکھ نہیں سکتا
 اس لئے ان کتابوں کے بارے میں ماہر ناقدین کی رائے معلوم ہونے کے بعد ہی اعتماد چاہئے۔ یہ حکم صرف طبقہ رابعہ ہی کا نہیں بلکہ
 طبقہ ثالثہ بلکہ طبقہ ثانیہ کیلئے بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس موضوع پر ایک بہت مفید و جامع و کامل
 رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام مدارج طبقات الحدیث ہے۔ اس میں ثابت فرمایا کہ شاہ ولی اللہ کی یہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ
 جامع ہے نہ مانع نہ ناقد کو مفید نہ مقلد کو۔

فائدہ یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ احادیث صحاح کا انحصار صرف صحاح ستہ میں نہیں۔ اور نہ احادیث کا حصر کتب مصنفہ میں۔
 صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی صحیح احادیث ہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ بہت سی صحیح احادیث تدوین
 سے رہ گئی ہوں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ مگر ان کی جامع صحیح میں بشکل چار ہزار ہوں گی اور احادیث کیا ہوئیں؛
 اس پر دوسرے محدثین کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ کسی محدث نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں نے تمام احادیث کو کسی
 کتاب میں جمع کر دی ہیں۔ اور نہ کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اے تمام احادیث بالاستیعاب یاد ہیں۔ اس لئے بہر حال اس کا امکان
 قوی ہے کہ حضرات محدثین کی ہزار کوششوں کے باوجود لاکھوں احادیث تدوین سے رہ گئی ہوں۔

اقسام کتب

کتب حدیث کتب حدیث کی تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے پیرہ قسمیں ہیں۔ جامع، سنن، مسند، معجم، جز، مفرد،

لہ تدوین الراوی ص ۵، لہ مقدمہ فتح الباری ص ۵،

غریبہ مستدرک، مستخرج، رسالہ، اربعین، امالی، اطراف۔

جامع وہ کتاب ہے جس میں یہ آٹھ مضامین ہوں۔ عقائد۔ احکام۔ تفسیر۔ سیر و مغازی۔ آداب۔ مناقب۔ سنن۔ اشراذ علامات قیامت جیسے بخاری و ترمذی۔ مسلم شریف میں اگرچہ یہ آٹھوں باتیں ہیں مگر تفسیر برائے نام ہے اس لئے یہ جامع نہیں سنن میں داخل ہے۔

سنن جن میں ابواب فقہ کی ترتیب سے احکام سے متعلق احادیث ہوں۔ جیسے سنن ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ۔
مسند جس کی ترتیب صحابہ کرام کے مراتب کے اعتبار سے ہو۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبل۔
معجم جس کی ترتیب میں اسانذہ کے مراتب کا لحاظ ہو۔

جزء جس میں کسی ایک مسئلہ سے متعلق احادیث مذکور ہوں۔ جیسے جزء قرأت۔

مفرد جس میں صرف ایک شیخ کی مرویات جمع ہوں۔

غریبہ جس میں صرف ایک تلمیذ کے مفردات مذکور ہوں۔

مستدرک وہ کتاب جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علیٰ شیحین۔

مستخرج وہ کتاب جس میں کسی اور کتاب کی احادیث کے ثبوت کے لئے اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ اشیح کی دوسری سندوں کو ذکر کیا جائے جیسے مستخرج لابن نعیم علی البخاری۔

رسالہ جس میں جامع کے آٹھوں عنوانوں میں سے مخصوص عنوانوں سے متعلق احادیث مذکور ہوں۔ جیسے امام احمد کی کتاب الزہد والادب۔

اربعین جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں۔ جیسے اربعین نووی۔

امالی جس میں کسی شیخ کی لکھائی ہوئی احادیث یا فوائد حدیث ہوں۔ جیسے امالی امام محمد۔

اطراف وہ کتاب جس میں حدیث کا کوئی ایسا جزء ذکر کیا جائے جو بقیہ حدیث پر دلالت کرتا ہو۔ پھر اس حدیث کے تمام سندوں کو ذکر کر دیا جائے یا اس میں کچھ مخصوص کتابوں کی سندیں ذکر کی جائیں۔ جیسے اطراف الکتب الخ لابی العباس اور اطراف المزنی۔

کتب احادیث

محدثین نے سیکڑوں کتابیں لکھیں ان میں کچھ ناپید ہو گئیں اور کچھ گمنا می میں رہیں۔ علامہ سیوطی نے جمع البواع میں پچاس

سے زائد کتب احادیث کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت ان چھ کتابوں کو حاصل ہوئی جامع صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ،

ان کو صحاح ستہ بھی کہتے ہیں۔ ان پر صحاح ستہ کا اطلاق عام عرف کی بنا پر ہے۔ بعض محدثین نے ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں داخل مانا۔ صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ زیادہ لائق اور مناسب یہ ہے کہ داری کو صحاح ستہ میں داخل کیا جائے۔ اس لئے کہ اس کے رِوَاۃ کم ضعیف ہیں اور اس میں احادیث منکرہ اور شاذہ بہت کم ہیں۔ اس کی سند عالی ہے۔ اس کی ثلاثیات بخاری سے نادر ہیں صحاح ستہ کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ ان میں ضعیف بلکہ موضوع بھی ہیں۔ ان کو صحاح اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں بہ نسبت دیگر کتابوں کے ضعیف احادیث کم ہیں۔ ان کی اکثر غالب صحیح ہیں۔

صحیح بخاری

ان سب میں جس کو سب پر صحت و قوت کے اعتبار سے فوقیت ہے وہ جامع صحیح بخاری ہے۔ یہی اکثر محدثین کی رائے ہے۔ حتیٰ کہ یہ مقولہ تقریباً متفق علیہ ہے۔ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری۔ البتہ بعض مغاربہ صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دیتے ہیں۔ حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا کہ صحیح مسلم سے بڑھ کر آسمان کے نیچے کوئی کتاب نہیں۔ اور بعض ان دونوں کو ایک درجے میں رکھتے ہیں۔ مگر صحیح ہی ہے کہ بخاری کو تمام کتب حدیث پر صحت و قوت میں ترجیح ہے رہ گئی صحیح مسلم تو اس کی فوقیت، حسن بیان، جودت وضع، خوبی ترتیب اور اسناد میں دقیق اشارات اور بہترین نکات کی رعایت میں ہے۔

موازنہ | باعتبار صحت کے بخاری، صحیح مسلم پر بدرجہا فائق ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے صحیح ہونے کا مدار اتصال سند، اتقان رِوَاۃ عدم شذوذ و نکارت و دیگر علل و سقم سے خالی ہونے پر ہے۔ اور اس بنا پر صحیح بخاری، صحیح مسلم سے بہت آگے ہے۔

اتصال سند کی قوت دونوں کی شرائط سے ظاہر ہے۔ امام بخاری معاشرت کے ساتھ لقا بھی شرط کرتے ہیں۔ اور امام مسلم صرف معاشرت۔ اگرچہ صرف معاشرت اتصال کے لئے کافی ہے مگر لقا سے جو قوت زائد ہوگی وہ کسی پر مخفی نہیں۔

اتقان رجال کی بات یہ ہے کہ اولاً امام بخاری طبقہ ثانیہ یعنی ان تلامذہ سے جو شیخ کی خدمت میں کم رہے بہت کم روایت کرتے ہیں وہ بھی جن جن کر۔ اور امام مسلم طبقہ ثانیہ کی روایت بلا جھجک لاتے ہیں ثانیاً وہ رِوَاۃ جن سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں وہ چھ سو بیس ہیں۔ ان میں صرف اسی ضعیف ہیں۔ اور جن سے صرف امام مسلم روایت کرتے ہیں وہ چھ سو بیس ہیں جن میں ایک سو ساٹھ ضعیف ہیں۔ ثالثاً امام بخاری کے جو راوی ضعیف ہیں وہ ان کے براہ راست استاد ہیں

جن کے حالات کو وہ خود جانتے ہیں۔ انکو اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں۔ برخلاف امام مسلم کے، کہ ان کے جن راویوں پر حکم منع ہے وہ بالواسطہ شیخ ہیں۔ یہ خود ان کو اچھی طرح پرکھ نہیں سکتے تھے۔ دابغاً مجرد راویوں سے امام بخاری نے بہت کم روایت کی ہے امام مسلم نے بہت زیادہ کی ہے۔

عدم شذوذ و عدم علل قادمہ کی جہاں تک بات ہے تو اس سلسلے میں جو اعداد شمار ہیں وہ یہ ہیں بخاری کی صرف اسی احادیث میں یہ نقص نکالا گیا ہے۔ اور مسلم کی ایک سو تیس میں۔ اس لحاظ سے بھی صحیح بخاری صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ بات صرف موازنہ کی حد تک ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحیحین اپنی نظیر آپ ہیں۔

امام بخاری

ولادت امام بخاری کی ولادت ماوراءالنہر کے مشہور شہر بخارا میں ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بروز جمعہ مبارک بعد عصر ہوئی۔ اس وقت سلاطین عباسیہ کی سلطوت و شوکت کا سکہ چار دانگ عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ پورا ماوراءالنہر بشمول بخارا انھیں کے زیر نگیں تھا بخارا میں ان کی طرف سے والی رہتا تھا۔ یہ عہد ہارون الرشید کے بیٹے امین کا تھا۔

نام و نسب امام بخاری کا نام محمد تھا اور کنیت ابو عبد اللہ۔ امیر المومنین فی الحدیث، ناصر الاحادیث النبویہ، ناشر الموارث احمدیہ القاب ہیں۔ مگر ان سب پر بخاری ایسا غالب آیا کہ سب القاب پیچھے رہ گئے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بزدربہ ہے۔ بزدربہ کے معنی کاشتکار کے ہیں یہ مجوسی تھا اور مجوسیت ہی پر مرا۔ امام بخاری کے پردادا مغیرہ اس وقت کے والی بخارا ایمان جعفری کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور ان کے ساتھ عقد موالات کر لیا جو احناف کے مذہب میں موجب توریث ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے والوالاء لمحمة کلحمة النسب۔ حضرت تیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا اگر کوئی مشرک کسی مسلمان کے ہاتھ پر ایمان لائے تو سنت کیا ہے فرمایا۔ دھوا دلی الناس بحیاء و ممانہ۔ وہ اس کی موت اور زندگی کا سب سے زیادہ حقدار ہے لہٰذا وہ امام بخاری کو بھی جعفری کہا جاتا ہے۔ یہ ایمان امام بخاری کے شیخ مسندی کے پردادا ہیں۔

بزدربہ کے والد کے نام میں اختلاف ہے کسی نے بزدربہ کسی نے اخف کہا۔ کسی نے کچھ اور نام بتایا ہے۔

والد ماجد امام بخاری کے والد ماجد بڑے ممتاز بزرگ اور متبحر عالم تھے۔ امام بخاری کے شیخ امام عبد اللہ بن مبارک

لے ترمذی ابن ماجہ داری مشکوٰۃ۔ طبعات کبریٰ چپ،

تلیذ امام اعظم ابو حنیفہ کی صحبت میں رہتے تھے صاحب روایت محدث تھے۔ عبد اللہ بن مبارک امام مالک اور ان کے اصحاب و معاصرین سے روایت کرتے تھے۔ بڑے ہی مستجاب الدعوت بزرگ تھے۔ ایسے کہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے کہ میری سب دعائیں دنیا ہی میں نہ قبول کر لے کچھ آخرت کے لئے رہنے دے۔ اکل حلال کے ایسے پابند تھے کہ حرام و حرام مشبہات سے بھی بچتے تھے۔ وصال کے وقت فرمایا: میرا مال حرام تو حرام مشبہات سے بھی پاک ہے۔ اکل حلال استجابت دعا کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

یقینی و ترمیمی | امام بخاری ابی صغیر الحسن ہی تھے کہ ان کے والد ماجد انھیں داغ یقینی دے گئے ان کی پرورش والدہ ماجدہ نے کی۔ عہد طفلی ہی میں امام بخاری کی بینائی جاتی رہی۔ بہت علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ان کی والدہ ماجدہ ان کی بینائی کے لئے ہمیشہ گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتی رہیں۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آتشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تیری دعا قبول فرمائی تیرے بچے کی بینائی واپس فرمادی۔ صبح کو امام بخاری بینا ہو کر اٹھے۔ پھر آنکھوں میں وہ روشنی آئی کہ چاندنی میں لکھا پڑھا کرتے تھے۔ خراسان میں بھی ایک دفعہ بھی حادثہ پیش آیا تو کسی نے بتایا کہ سر موند کر خطمی کا لپ سر پر کریں۔ بینائی واپس آجائے گی۔ امام بخاری نے یہی کیا اور پوری بینائی واپس آگئی۔ اور ایسی کہ پھر کبھی نہ گئی۔

حفظ حدیث کی ابتداء | حسب دستور امام بخاری مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے جب قریب قریب دس سال کے ہوئے۔ تو بالہام ربانی تحصیل حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ اور امام بخاری وہاں کے مشہور محدثین کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے حاضر ہونے لگے۔ مثلاً سلام بن محمد بیکندی۔ محمد بن یوسف بیکندی۔ عبد اللہ بن محمد سندی۔ ابراہیم بن اسحاق وغیرہ۔ چند مہینوں میں اتنا عبور ہو گیا کہ محدثین کو ٹوکنے لگے۔ بخارا میں ایک مشہور محدث داخل تھے۔ امام بخاری ان کے یہاں بھی حدیث حاصل کرنے جاتے تھے۔ ایک دن انھوں نے ایک حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر اس طرح پڑھی۔ سفیان عن ابی الزبیر عن ابی اھیم۔ امام بخاری نے بلا تاخیر ان سے کہا۔ ابوالزبیر۔ ابراہیم کے راوی نہیں۔ پھر آپ نے عن الزبیر عن ابراہیم کیسے پڑھا۔ داخل نے نو عمر بچہ دیکھ کر جھڑک دیا۔ امام بخاری نے پھر کہا۔ کہ اصل میں دیکھ لیں کیا ہے۔ اس پر داخل مکان میں تشریف لے گئے۔ اور کتاب کا اصل نسخہ لے کر آئے اور امام بخاری سے دریافت کیا۔ تم یہ بتاؤ صحیح نام کیا ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ ابوالزبیر نہیں بلکہ زبیر بن عدی ہیں۔ یہی ابراہیم کے تلمیذ ہیں۔ داخل نے اس کے مطابق اپنی کتاب درست کر لی۔ اس وقت امام بخاری کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ اسی قوت حفظ کا نتیجہ تھا کہ سولہ سال کی عمر میں امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابیں

اور اصحاب امام اعظم کی کتابیں حفظ کر لیں۔ ۱۰

تحصیل علم ۱۱۰ھ

میں امام بخاری کی عمر جب سولہ سال کی تھی۔ اپنے بڑے بھائی احمد بن اسمعیل اور والدہ کے ہمراہ حج کو گئے۔ والدہ اور بھائی توج سے فارغ ہو کر وطن واپس ہو گئے مگر امام بخاری مکہ معظمہ رہ گئے۔ وہاں تحصیل علم و تصنیف و تالیف و علم دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں قضایا الصحابہ و التابعین لکھی اور اسی عمر میں اپنی مشہور کتاب کتاب التاریخ مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر چاندنی میں لکھی اور ابھی ڈاڑھی مونچھ بھی نہیں نکلی تھی کہ محدثین نے ان سے احادیث اخذ کرنا شروع کر دیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اگر امام بخاری نے جب تحصیل حدیث شروع کی تھی اسی وقت مکہ آجاتے تو ان اونچے طبقے کے محدثین سے انھیں بھی بلا واسطہ تلمذ حاصل ہو جاتا جن سے ان کے معاصرین کو ہے مگر تاخیر سے مکہ حاضری کی وجہ سے ان اونچے طبقے والوں سے تلمذ نہ ہو سکا مگر ان کے قریب العهد بزرگوں سے حاصل ہوا۔ مثلاً یزید بن ہارون ابوداؤد طیالسی۔ علامہ ابن حجر کا بیان بدیہ الساری مقدمہ فتح الباری میں مختلف ہے۔ ۱۱۰ھ پر مبداء طلب حدیث کے باب میں یہی ہے کہ ۱۱۰ھ میں حج کیا اس حساب سے امام بخاری کی عمر اس وقت سولہ سال ہوئی۔ لیکن ثناء الناس کے عنوان کے تحت ۱۱۰ھ پر خود امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا حج کیا۔ اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری نے پہلا حج ۱۱۲ھ میں کیا تھا۔ لیکن میں نے پہلا قول اختیار کیا اس لئے کہ اس میں علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں کہ میں حمیدی کے یہاں گیا جب کہ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ یعنی اول حج کے سال ۱۰۰ھ سنہ ۱۱۰ھ۔ تو دیکھا کہ ان میں اور ایک صاحب کے درمیان ایک حدیث کے بارے میں بحث ہو رہی تھی۔ حمیدی نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ لو وہ آگئے جو ہمارا فیصلہ کر دیں گے۔ میں نے حمیدی کے حق میں فیصلہ دیا۔ کیونکہ حق ان کے ساتھ تھا۔ چونکہ حج کے بعد امام بخاری مکہ ہی میں رہ گئے تھے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ جب پہلا حج کر کے مکہ میں مقیم تھا تو یہ واقعہ پیش آیا۔ رواد سے تعبیر میں کچھ رد و بدل ہو گیا۔ علامہ سطلانی نے بھی اپنی شرح کے مقدمہ میں یہی لکھا ہے کہ ۱۱۰ھ سولہ سال کی عمر میں حج کے لئے گئے۔ طبقات کبریٰ میں بھی علامہ سبکی نے یہی لکھا ہے۔

۱۱۰ھ میں امام عبدالرزاق یمن میں باحیات تھے۔ امام بخاری نے ان کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر کسی نے بتایا

کہ وصال ہو گیا ہے تو یمن نہیں گئے۔ ان کے تلمیذ سے اخذ حدیث فرمائی۔

امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ میں علم حدیث کی طلب کے لئے دوبار مصر دوبار شام دوبار جزیرہ گیا۔ چار بار بصرہ، چھ

سال حجاز میں رہا۔ کوفہ و بغداد کتنی بار گیا۔ اس کا شمار نہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اس عہد میں بغداد کی طرح کوفہ بھی علم دین خصوصاً علم حدیث کا مرکز اعظم تھا۔ آج رفاض اور غیر مہلین کے پروفیسر ڈیڑے سے متاثر ہو کر لوگ کوفہ کو جو چاہیں کہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس عہد میں کوفہ کی علمی مرکزیت دنیا اسلام میں مسلم تھی اس کے علاوہ امام بخاری اور بھی دور دراز شہروں کے سفر کئے ہیں۔ مثلاً بخ گئے اور حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے اخذ حدیث کیا۔ ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثیات روایت کی ہیں۔ ان جگہوں کے علاوہ نیشاپور، مرو، ری واسط، قیساریہ، عسقلان وغیرہ بھی گئے لے

قوت حافظہ و جودت ذہن | تعلیم و تعلم کے لئے سب سے اہم جو چیز ہے وہ حافظہ اور جودت ذہن ہے۔ اللہ عزوجل نے

امام بخاری کو یہ تمام باتیں بدرجہ اتم عطا فرمائی تھیں جس کے چند واقعات گزر چکے ہیں۔ ان کے حافظے کا یہ حال تھا کہ جس بات کو ایک مرتبہ سن لیتے یا پڑھ لیتے یاد ہو جاتی پھر کبھی نہ بھولتے۔ اسماعیل بن حاشد کہتے ہیں کہ میں اور چند ساتھی امام بخاری کے ہم سبق تھے۔ ہم لوگ حدیث سننے کے لئے بصرہ کے محدثین کے پاس جایا کرتے تھے۔ ہم لوگ جو سننے لگے لیا کرتے۔ امام بخاری کچھ نہیں لکھتے سن کر چلے آتے۔ ہم نے ان سے بار بار کہا کہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ تم بھی جو سنو لکھ لیا کرو۔ امام بخاری پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد انھوں نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی۔ اور ملامت کر کے تنگ کر دیا۔ اب تک جتنی حدیثیں لکھ چکے ہو مجھے سناؤ۔ اس اثناء میں پندرہ ہزار احادیث ہم لوگوں نے لکھی تھیں۔ ہم نے اپنے نوشتوں سے دیکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ تو یہ حال ہوا کہ ہمارے نوشتوں میں غلطی تھی ان کی یادداشت میں کوئی غلطی نہ تھی ہم نے اپنے مکتوبات کی ان کی یادداشت سے تصحیح کی۔ پورے مقابلے کے بعد فرمایا۔ تم لوگ سمجھتے ہو کہ میری سرگردانی بے کار ہے۔ میں وقت ضائع کر رہا ہوں؟ محمد بن ازہر کہتے ہیں کہ میں محمد بن حرب کے یہاں حدیث سننے کے لئے جاتا تھا۔ امام بخاری بھی جاتے تھے۔ میں لکھتا تھا وہ نہیں لکھتے تھے کسی نے کہا کہ محمد بن اسماعیل لکھتے نہیں تو میں نے کہا۔ اگر تم سے کوئی حدیث لکھنے سے رہ جائے تو ان سے پوچھ کے لکھ لینا۔ محمد بن حام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ، فریابی، کے حلقہ درس میں حاضر تھے امام بخاری بھی تھے۔ فریابی نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی حدیثنا سفیان عن ابی عروبة عن ابی الخطاب عن ابی حمزة اس سند میں حضرت فریابی نے راویوں کی کینٹیں ذکر کیں نام نہیں لیا۔ پھر پوچھا بتاؤ کہ ان تینوں کے کیا نام ہیں۔ حاضرین مجلس نہ بتا سکے۔ امام بخاری نے بتایا کہ عروبة، معمر بن راشد ہیں اور ابوالخطاب قتادہ بن دعاسہ اور ابو حمزہ حضرت انس ہیں۔ امام بخاری کے ہنہ سے سینے ہی حاضرین پر

سکتہ طاری ہو گیا۔ لہ ایک دفعہ سمرقند میں چار سو محدثین نے متفقہ طور پر طے کیا کہ امام بخاری کو مغالطہ میں ڈال دیں اس کے لئے انھوں نے عراق کی اسناد میں شام کی، اور شام کی اسناد میں عراق کی، حرم کی اسناد میں یمن کی، اور یمن کی اسناد میں حرم کی غلط ملط کر کے سات دن تک یہ لوگ امام بخاری کو پریشان کرتے رہے مگر ان کا حربہ کارگر نہ ہوا۔ یہ لوگ ایک بار بھی امام بخاری کو مغالطہ نہ دے سکے نہ سند میں نہ متن میں۔

بغداد میں امتحان جب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے ان کے حافظے و وسعت علم کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لئے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں رد و بدل کر کے انھیں جانچا جائے چنانچہ سو احادیث میں سے ہر ایک کے متن کو دوسری سند کے ساتھ اور دوسرے کی سند کو اس کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دس آدمی سوال کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ایک ایک شخص کو دس دس حدیثیں دی گئیں۔ ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اس میں امام بخاری مجلس عام میں تشریف لائے اور ہزار ہا ہزار محدثین، فقہاء، عوام و خواص شریک ہوئے۔ جب مجمع پُر سکون ہو گیا تو حسب قرار داد ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ایک ایک کر کے اپنی دسوں حدیثوں کو پڑھا۔ ہر حدیث کے سننے کے بعد امام بخاری یہ فرماتے تھے۔ میں اسے نہیں پہچانتا۔ اسی طرح دسوں آدمیوں نے باری باری کھڑے ہو کر اپنے اپنے سوال کو دہرایا۔ سب کا جواب یہ تھا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ اس پر بے علم خوش ہوئے کہ امام بخاری واقعی ان احادیث کو نہیں جانتے مگر اہل علم جان گئے کہ معاملہ کیا ہے۔ جب دس آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری نے پہلے شخص سے فرمایا۔ آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی۔ وہ اس طرح نہیں صحیح یوں ہے اس متن کی سند یہ ہے۔ جس ترتیب سے اس نے پیش کی تھی اسی ترتیب سے ہر ایک کی تفہیم کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دسوں آدمیوں کی بیان کردہ سو احادیث پر اسی ترتیب سے کلام فرمایا۔ جس ترتیب سے ان لوگوں نے سوال کیا تھا۔ جب امام بخاری فارغ ہوئے تو تمام مجلس سے تحسین و آفریں کا شورا اٹھا۔ اور حاضرین نے امام بخاری کے خدا داد فضل و کمال کا لوہا مان لیا۔ اسی موقع پر کسی زندہ دل و ذہن مجاہد اکبش نطاح یہ زبردست سینگ مارنے والا مینڈھا ہے۔

سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ میں ایک دن محمد بن سلام بیکندی کے حلقہ درس میں پہنچا تو انھوں نے فرمایا۔ تھوڑی دیر پہلے آکر آئے ہوتے تو میں تم کو وہ بچہ دکھاتا جسے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں یہ سنکر وہاں سے اٹھا۔ اور امام بخاری کی تلاش شروع کر دی۔ آخر کار ان کو ڈھونڈ نکالا۔ ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں وہ صاحبزادے ہو جنہیں ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ مجھے اس سے بھی زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ اور میں جن جن صحابہ سے روایت کرتا ہوں ان میں سے اکثر کے مفصل حالات

جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کہاں پیدا ہوئے کہاں کا وصال ہوا کہاں رہتے تھے میں صرف اسی حدیث کی روایت کرتا ہوں کہ اصل کتاب و سنت میں پاتا ہوں۔ یہ واقعہ سولہ سال سے کم عمر کا ہے۔

تعدد طرق پر احاطہ اس عہد میں احادیث کا ایسا چرچا تھا کہ جسے بھی دین سے شغف ہوتا وہ کچھ نہ کچھ احادیث ضرور مع سند و متن کے یاد رکھتا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ایک حدیث بیسوں سندوں کے ساتھ مندرج تھی۔ محدثین اپنی اپنی صواب دید پر ایک یا چند طریقے پسند فرمالتے۔ امام بخاری کا اس خصوص میں بھی یہ امتیاز ہے کہ اس عہد میں احادیث کے جو طرق موجود تھے ان سب پر انھیں احاطہ تھا۔ وہ بھی پوری رد و تدح، جرح و تعدیل کے ساتھ۔ اس سلسلے میں متعدد واقعات ہیں۔

یوسف بن موسیٰ مروزی کا بیان ہے کہ میں بصرے کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ منادی کی آواز سنائی دی۔ اے علم کے طلب گارو! محمد بن اسماعیل یہاں آئے ہوئے ہیں۔ جن کو ان سے حدیث سننی ہو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یوسف نے بتایا کہ میں نے دیکھا ایک دُبلّا پتلا نوجوان ستون کے پاس حد درجہ سادگی پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ یہی امام بخاری تھے۔ منادی کی ندا سن کر لوگ چاروں طرف سے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی ہمیں احادیث لکھانے کے لئے کوئی مجلس منعقد کیجئے۔ امام بخاری نے دوسرے دن کے لئے وعدہ کر لیا۔ دوسرے دن صبح کو مجلس درس منعقد ہوئی۔ امام بخاری نے فرمایا اے اہل بصرہ! میں وہی احادیث لکھواؤں گا جو تمہارے شہر کے محدثین کے پاس ہے مگر ایسی سند کے ساتھ جو ان کے پاس نہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے منصور کی سند سے ایک حدیث لکھوائی۔ او بصرہ میں یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ مشہور تھی۔ اسی طرح امام بخاری نے کثیر احادیث لکھوائیں۔ اور سب کے بارے میں فرمایا۔ تمہارے یہاں کے لوگ اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور میں فلاں سند کے ساتھ روایت کرتا ہوں۔

علل قاعدہ میں مہارت کبھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ہر عیب سے پاک ہے صحیح ہے جرح کی کوئی گنجائش نہیں مگر حقیقت میں کوئی ایسا سقم ہوتا ہے کہ وہ حدیث ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔ مثلاً بظاہر متصل ہے مگر حقیقت میں متصل نہیں۔ بظاہر مرفوع ہے مگر حقیقت میں موقوف ہے یا متن میں رد و بدل ہو گیا ہے۔ یا سند میں۔ یا کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے۔ اس کی شناخت حدیث کا بہت اہم فن ہے۔ حتیٰ کہ عبدالرحمن بن مہدی نے کہا کہ ان علل کی معرفت بغیر الہام کے نہیں ہو سکتی۔ محدثین نے فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محدث یہ پہچان جاتا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے مگر علت کسی کو نہیں بتا سکتا جیسے ماہر سنار

لے لطائف الشافعیہ الکبریٰ ج ۱

سونے کو رکھ کر جان جاتا ہے کہ کیسا ہے مگر دوسرے شخص کو کچھ نہیں سکتا۔ اس فن میں بھی امام بخاری یکتا تھے۔

ایک دفعہ نیشاپور میں جو امام مسلم کا وطن تھا۔ امام بخاری تشریف فرما تھے امام مسلم امام بخاری سے ملاقات کے لئے آئے۔ اسی اشار میں کسی نے یہ حدیث پڑھی۔

عن ابن جریج عن موسیٰ بن عقبہ عن سہیل

بن ابی صالم عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال کفارة المجلس

اذا قام العبد ان يقول سبحانک اللہ و محمدک

استغفرک لا الہ الا انت استغفرک فانوب الیک

اس حدیث کو سنکر امام مسلم نے کہا۔ سبحان اللہ کتنی عمدہ حدیث ہے۔ کیا اس حدیث کی سند اس سے بڑھ کر دنیا میں

ہے؟ امام بخاری نے فرمایا نعم لکنہ معلول۔ ہاں سند تو اچھی ہے لیکن معلول ہے۔ امام مسلم اس کو سننے ہی کا پٹھ اٹھے اور کہا

لا الہ الا اللہ آپ مجھے اس کی علت بتا دیجئے۔ امام بخاری نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اسے پوشیدہ

ہی رہنے دو۔ امام مسلم نے اٹھ کر امام بخاری کے سر کو بوسہ دیا۔ اور عاجزی کے ساتھ درخواست کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا

کہ رو دیں گے۔ آخر کار امام بخاری نے فرمایا اتنا بعد ہو تو اس کی غیر معلول سند سنو حدیثنا موسیٰ بن اسماعیل حدیثنا وحبیب

حدیثنا موسیٰ بن عقبہ عن عون بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفارة المجلس

الحدیث۔ اس کو سننے کے بعد امام مسلم باغ باغ ہو گئے اور امام بخاری سے کہا۔ اے امام میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی

نظیر نہیں۔ جو آپ سے بغض رکھے وہ حاسد ہے۔ اس فقہ کو بہت سی نے مدخل میں اس طرح لکھا ہے۔ امام مسلم امام بخاری کی خدمت

میں حاضر ہوئے ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور عرض کیا کہ اجازت دیجئے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں اے استاذ

الاستاذین و سید المحدثین و طیب الحدیث فی مللہ :- آپ سے محمد بن سلام نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

حدیثنا محمد بن محمد بن یزید قال اخبرنا ابن جریج حدیثنا موسیٰ بن عقبہ عن سہیل بن

ابی صالم عن ابیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کفارة المجلس۔ الحدیث۔ یہ سنکر امام بخاری

نے فرمایا یہ حدیث مجھے اور ایک طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔ حدیثنا احمد بن حنبل حدیثنا یحییٰ بن معین قال حدیثنا حاج

بن محمد عن بن جریج قال حدثني موسى بن عقبة عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال كفارة المجلس - الحديث - یہ حدیث سننکرام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیث اچھی ہے۔ اس سند کے ساتھ دنیا میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں۔ مگر یہ معلول ہے۔ اس لئے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع سہیل سے ثابت نہیں۔ پھر سابقہ مذکورہ طریقہ سے حدیث بیان فرمائی اور فرمایا یہ اس سے بھی بہتر ہے۔

نیشاپور ہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری ایک جنازے میں جا رہے تھے ذہلی امام بخاری سے رواد اور علل کے بارے میں سوالات کرتے جاتے تھے اور وہ فریتر کی طرح یوں بتاتے جاتے تھے جیسے قل هو الله پڑھ رہے ہوں۔ عادات و اطوار امام بخاری کے والد نے ترکے میں بہت زیادہ مال چھوڑا تھا اور وہ اس مال کو مضاربہ پر دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے ذمے پچیس ہزار درہم امام بخاری کے باقی پڑ گئے۔ امام بخاری نے دس درہم ماہانہ کی قسط مقرر فرمادیا۔ مگر کچھ وصول نہ ہوا۔

ایک بار ابو حفص نے امام بخاری کے پاس کچھ سامان تجارت بھیجا کہ اسے بیچ دیں۔ تاجروں کو پتہ چلا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پانچ ہزار درہم نفع دینے کو کہا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ امام بخاری نے فرمایا، اس وقت آپ لوگ جائیں اور صبح کو آئیے گا۔ دوسرے دن صبح کو تاجروں کا دوسرا گروہ آیا اس نے دس ہزار نفع دینے کو کہا۔ امام بخاری نے فرمایا میں نے رات ہی کو نیت کر لی تھی کہ پہلے گروہ کو دوں گا۔ نیت بدلنا پسند نہیں کرتا۔

ایک بار امام بخاری لکھ رہے تھے آپ کی باندی گزری اس کے پاؤں سے دوات کو ٹھوکر لگی اور دوات گر گئی امام بخاری نے اس سے فرمایا۔ دیکھ کر چلا کر دو۔ باندی نے شوخی سے جواب دیا جب راستہ نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور کہا! جاؤ تم آزاد ہو۔

امام بخاری نے کبھی اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن یحییٰ ذہلی تھے۔ یہی بزرگ اس کا سبب بنے کہ امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ مگر امام بخاری نے ان کی مرویات کو صحیح بخاری میں بھی درج فرمایا۔ البتہ بجائے محمد بن یحییٰ کے یا تو صرف محمد ذکر کرتے ہیں یا بجائے باپ کے خاندان کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد لکھتے ہیں۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بتایا کہ ذہلی مجھ پر جرح کرتا ہے۔ اگر میں اس کا نام بطرز مشہور لکھوں تو وہ متعین ہو جائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ جو شخص ان پر جرح کرتا ہے اس کو یہ عادل جانتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کی جرح درست ہے۔ اور میں مجروح ہوں۔ یعنی

عادل وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے۔ اور جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کیا تو اگر جرح صحیح تو امام بخاری مجروح اور جرح غلط تو ذہلی کا ذہب اور غیر عادل۔

مگر خلیجان اب بھی باقی رہتا ہے۔ کہ جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کی۔ تو صرف روایت میں ان کا نام بدلنے سے یہ احتساب کیسے ختم ہو گیا۔ وہ تو اب بھی اپنی جگہ باقی رہا۔ اگر ذہلی صادق تو امام بخاری مجروح اور امام بخاری بے داغ تو ذہلی غیر عادل۔ بات یہ ہے کہ معاصرین کی جرحیں قابل اعتنا نہیں جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کسی اختلاف کی وجہ سے کر رہا ہے۔ امام بخاری اور ذہلی میں مسئلہ خلقِ قرآن پر شدید اختلاف ہوا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ذہلی امام بخاری پر معاصرانہ چمک کی وجہ سے جرح کرتے تھے۔ اس لئے وہ جرح ناقابل اعتبار ہے۔

اس کے باوجود کہ میراث میں کثیر دولت پائی تھی۔ چاہتے تو رؤیسانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے۔ مگر امام بخاری بہت سادہ زادانہ طور پر گزار بسر کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹے میں دو تین بادام پر گزارہ کرتے کبھی صرف سوکھی گھاس پر۔ چالیس سال تک بے شویب کے سوکھی روٹی کھائی۔ بیمار پڑے اور اطباء نے قارورہ دیکھا تو انھوں نے بتایا کہ ان کا قارورہ راہبوں کے قارورے کے مثل ہے۔ یہ صرف سوکھی روٹی کھاتے ہیں۔ جس سے آنتیں سوکھ گئی ہیں۔ لوگوں کے بہت اصرار کرنے پر مشکل تمام شیرہ انگور سے روٹی کھانا قبول کیا۔

محمد بن حاتم وراق کہتے ہیں کہ امام بخاری جب سفر میں رہتے تو ہم تمام خدام کو ایک کمرے میں رکھتے اور خود سب سے علیحدہ ایک کمرے میں۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے اور چمنان سے آگ جلا کر چراغ جلاتے اور احادیث کے دفاتر پڑھتے کہیں کہیں نشان لگاتے اور پھر تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا کہ رات کو آپ نے بار بار خود زحمت اٹھائی مجھے جگا دیتے۔ فرمایا تم! جو ان ہو اور گہری نیند سوتے ہو تمہاری نیند خراب ہوتی۔

امام بخاری بہت مابہر تیر انداز تھے۔ شاید باید ہی کوئی تیر خطا کرتا۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اپنی طویل صحبت میں صرف دو بار میں نے ان کے تیر کو خطا ہوتے دیکھا۔ ایک مرتبہ فیر بر میں تھے۔ امام بخاری سوار ہو کر تیر اندازی کے لئے نکلے۔ خدام ساتھ تھے۔ شہر نامہ کے اس دروازے پر جس سے ہنر کے دہانے تک ماسہ جاتا ہے۔ ہم لوگ تیر اندازی کرنے لگے۔ امام بخاری کا ایک تیر پل کی میخ میں جالکا جس سے میخ پھٹ گئی۔ امام بخاری نے فوراً تیر اندازی موقوف کر دی اور ہم لوگوں کو واپسی کا حکم دیا۔ اور ایک گہرا سانس لیا۔ اور ابو جعفر سے فرمایا تم سے ایک کام ہے اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور کہو کہ بخاری کے تیر سے میخ پھٹ گئی ہے۔ دو باتوں میں سے ایک کرو۔ یا تو اجازت دو ہم اس کی میخ بدل دیں۔ یا اس کی قیمت لے لو۔ اور غلطی معاف کرو۔ اس پل کے مالک حمید بن اخضر تھے میں نے جا کر امام بخاری کو یہی پیغام انھیں پہنچایا۔ تو حمید نے کہا کہ امام بخاری سے جا کر میرا سلام کہو اور عرض

کرد۔ آپ سے مواخذہ نہیں۔ میرا تمام مال آپ پر قربان۔ میں نے واپس آکر امام بخاری کو جب ان کا جواب سنایا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرط مسرت میں اس دن ہم لوگوں کو پانچ سو احادیث سنائیں اور تین سو درہم صدقہ کئے ایک دن امام بخاری حدیث بیان کر رہے تھے ان کے ایک تلمیذ ابو معشر ضریر کو وہ حدیث بہت پسند آئی۔ وہ عالم کبف میں ہاتھ اور سر بلانے لگے۔ ان کی اس حرکت پر امام بخاری مسکرا دیئے پھر بعد میں امام بخاری کو احساس ہوا اور ابو معشر ضریر سے معافی مانگی

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل مجھ سے غیبت پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ اس میں اتنے محتاط تھے کہ نقد و جرح میں راویوں کے حالات بیان کرنا ضروری ہے۔ مگر آپ نے اس موقع پر بھی انتہائی احتیاط کی۔ یہاں تک بدرجہ مجبوری اگر کسی کے کاذب ہونے کو ظاہر کیا ہے تو بطور حکایت مثلاً کذب فلاں سماحہ بالکذب فلاں۔

ایک بار جب کہ فربر میں قیام تھا۔ بخارا کے قریب ایک مسافر خانہ کی امام بخاری نے تعمیر شروع کی۔ خدام و متعقدین کو ساتھ لے کر کام شروع کیا کام شروع ہوا تو بہت سے لوگ رضا کارانہ طور پر کام کرنے کے لئے آگئے۔ انہوہ کثیر جمع ہو گیا۔ امام بخاری خود کام کرتے، اینٹیں اٹھاتے، دیواریں لگاتے، ایک خادم نے عرض کیا، آپ رہنے دیں ہم لوگ کافی ہیں، فرمایا یہ تکلف آخرت میں نفع بخش ہوگی۔ کام کرنے والوں کے لئے امام بخاری نے ایک گائے ذبح کی۔ ہم فربر سے تین روپے کی روٹیاں لائے تھے۔ ایک روپے کی پانچ من کے حساب سے۔ پندرہ من روٹیاں تھیں۔ آج کل کے حساب سے یہ کل روٹیاں چونتیس کلو گرام سے کچھ تھوڑی سی زائد تھیں۔ ابتداء میں امام بخاری کے ساتھ صرف سو آدمی تھے۔ مگر اب تعداد بہت بڑھ گئی تھی، مگر امام بخاری کی کرامت کہ سب نے آسودہ ہو کر کھایا۔ اور روٹیاں کافی بچ گئیں۔

امام بخاری کی فیاضی کا عالم یہ تھا کہ کبھی کبھی ایک دن میں تین تین سو درہم صدقہ کر دیا کرتے۔ مزاربت سے انکی آمدنی پانسو ماہانہ تھی۔ یہ ساری رقم طلبہ پر صرف کر دیتے تھے۔ ایام تحصیل میں اپنے شیخ آدم بن ایاس کے یہاں تھے۔ کھانے پینے کا سامان و نقد سب خرچ ہو گیا مگر سے خرچ آنے میں دیر ہو گئی۔ ان دنوں انھوں نے گھاس کھا کر گزارا کیا کسی سے سوال کیا کرتے قرض بھی نہیں مانگا۔ تین دن ہی حال رہا تیسرے دن ایک اجنبی صاحب آئے جنہیں امام بخاری بھی پہچانتے نہ تھے۔ اور اشرافیوں کی تحصیل نذر کی۔

عبادت و ریاضت | ان سب خوبیوں پر ستراد یہ کہ بہت ہی زبردست عبادت گزار تھے۔ کثرت سے نوافل پڑھتے۔ شب بیداری کرتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کا اتنا شوق تھا کہ گویا وہ روحانی غذا تھی، رمضان المبارک آجاتا تو تلاوت قرآن تقریباً

جو بیس گھنٹے جاری رہتی۔ بعد عشاء تراویح پڑھتے۔ اس میں ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت کرتے۔ اس طرح پورا قرآن مجید پورا کرتے۔ پھر آدھی رات سے سحر تک دس پارے روز پڑھتے۔ دن میں روزانہ پورا قرآن مجید ختم کرتے۔ افطار کے وقت ختم فرماتے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہر قرآن مجید کے ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے لہ

اس سے ان غیر مقلدین کو ہدایت حاصل کرنی چاہئے۔ جو اپنے آپ کو امام بخاری کا کٹر مقلد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ روزانہ ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے یہ ناجائز و بدعت ہے۔ امام اعظم کے اس ختم کو تو بدعت کہہ دیا۔ امام بخاری کے اس عمل کو کیا کہیں گے کہ وہ روزانہ ایک ختم دس پارے، چار سو آیات کی تلاوت کرتے تھے۔

بیز غیر مقلدین نے آرام پسند کاہل افراد کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے تراویح بجائے بیس کے آٹھ رکعت کر دی ہے۔ وہ آئیں اور دیکھیں امام بخاری بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے تھے اس لئے کہ قرآن میں کم از کم چھ ہزار آیتیں ہیں۔ اور آٹھ رکعت میں کل ایک سو ساٹھ آیتیں ہوتی ہیں اس طرح تیس رات میں کل چار ہزار ساٹھ آیتیں ہوئیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تو لازم آئے گا کہ تراویح میں پورا قرآن ختم نہ کرتے۔ یہ روایت کے خلاف ہونے کے ساتھ خلاف سنت بھی ہے۔ سنت یہ ہے کہ کم از کم ایک ختم قرآن مجید پڑھا جائے۔ اور احناف کے مسلک پر بلا کسی دغدغے کے درست ہے۔ بیس رکعت میں بحساب فی رکعت بیس آیات چار سو آیتیں ہوئیں۔ اور پندرہ دن میں چھ ہزار۔ اس طرح فی رکعت بیس آیات کے حساب سے قرآن مجید رمضان میں ضرور ختم ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ امام بخاری پندرہ ہی دن میں تراویح کے اندر ختم قرآن کر لیتے تھے۔ اس لزوم میں کوئی حرج نہیں۔

اس کا امکان ہے کہ پندرہ دن قرآن مجید اور پندرہ دن سورہ تراویح پڑھتے ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے صدی الساری مقدمہ فتح الباری میں لکھا

اذا كان اول ليلة من رمضان يجتمع اليه اصحابه
فيصلي بهم ويقرا في كل ركعة عشرين آية
كذلك الى ان يختم القرآن
جب رمضان کی پہلی رات آتی تو ان کے اصحاب ان کے پاس جمع ہوتے
یہ انہیں پڑھاتے، ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن
ختم کرتے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف ایک قرآن ختم کرتے ہو ہو سکتا ہے دو قرآن ختم کرتے ہوں۔ اس دوسرے احتمال پر یہ شبہ

وارد ہوتا ہے کہ اگر رمضان انیس دن کا ہو تو لازم آئے گا کسی دن میں کے بجائے چالیس آیتیں پڑھی جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باعتبار اغلب اکثر کے بیس آیتوں کو ذکر کیا گیا۔ اور یہ تو اتنا اغلب و اکثر ہے کہ انیس دن میں صرف ایک دن کا تخلف ہے۔

عبادت میں استغراق | ایک دفعہ کسی باغ میں امام بخاری کی دعوت تھی۔ ظہر کی نماز کے بعد نفل پڑھنی شروع کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کرتے کا دامن اٹھایا۔ اور اپنے ایک ساتھی سے کہا: دیکھو تو میرے کرتے کے اندر کچھ ہے، انھوں نے دیکھا کہ ایک بھڑے جس نے سولہ سترہ جگہ ڈنک مارا ہے۔ اور یہ سب جگہیں سوچ گئی ہیں۔ کسی نے کہا کہ پہلی بار جب اس نے ڈنک مارا تھا تو نمازیوں نہیں توڑ دی؛ فرمایا میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا اسے پوری کئے بغیر نماز توڑنے کو جی نہیں چاہا۔

ادب | ایک دفعہ امام بخاری مسجد میں حدیث بیان فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی میں لگے ہوئے تنکے کو نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا۔ امام بخاری نے لوگوں کی نظریں بچا کر اس تنکے کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس تنکے کو مسجد کے باہر پھینکا۔ ان لوگوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنے کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لئے مسجد کی چٹائیاں جھاڑ کر مسجد کے فرش پر گرا دیتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے کہ چٹائی کے گرد و غبار کو جھاڑ کر مسجد کے فرش پر کرنا منع ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی اپنے پہنے ہوئے کپڑے سے گندگی پونچھ کر اپنے بدن میں مل لے۔ اسے کون پسند کرے گا؛ اصل مسجد فرش ہے اور چٹائی وغیرہ اس کا لباس۔

اعتراف فضل | امام بخاری کے کمال کی معراج یہ ہے کہ ان کے فضائل و مناقب کا اعتراف خود ان کے عہد کے تمام اساطین ملت وائمہ حدیث وارباب فضل و کمال نے کیا۔ اور ان کے بارے میں ایسے ایسے عظیم الشان کلمات مدح و ثناء کہے ہیں۔ جو امام بخاری کی جلالت شان کی دستاویز ہیں۔ اور ان میں صرف تلامذہ اصاغر ہی نہیں بلکہ اساتذہ بھی ہیں اور معاصرین بھی۔ اگر ان تمام کلمات کو جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات ناکافی ہیں۔ علامہ ابن حجر جیسے علم کے بحر ناپید کنار نے یہاں تک لکھ دیا کہ امام بخاری کی عظمت شان میں اتنے کلمات کہے گئے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو کاغذ و قلم ختم ہو جائیں گے مگر کلمات ختم نہ ہوں گے اس لئے کہ وہ ایسے بحر تھے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

کلمات اساتذہ | ابو مصعب احمد بن ابوبکر زہری نے کہا کہ محمد بن اسماعیل حدیث کی بصیرت اور حدیث کی سمجھ امام احمد بن حنبل سے زیادہ رکھتے ہیں۔ کسی نے اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا آپ حد سے آگے بڑھ گئے تو ابو مصعب نے کہا اگر تم مالک کا زمانہ پاتے انھیں اور امام بخاری کو دیکھتے اور پہچانتے تو کہتے دونوں ایک ہی ہیں۔

قتیبہ بن سعید نے کہا: میں فقہار، زہاد، عباد کے پاس بیٹھا میں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہماہ میں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: سرزمین خراسان نے بخاری جیسا آج تک پیدا نہیں کیا۔ قتیبہ سے، شراب کے نشہ سے مست کی طلاق کے بارے میں سوال ہوا اتنے میں امام بخاری آگئے قتیبہ نے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا: لو یہ احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، علی بن مدینی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے یہاں بھیج دیا۔ یعنی یہ تنہا ان تینوں امہ کے مجموعہ ہیں۔ اسحق بن راہویہ ایک مرتبہ مسجد میں منبر پر بیٹھے ہوئے حدیث بیان کر رہے تھے امام بخاری بھی موجود تھے۔ ایک حدیث پر انھیں امام بخاری نے ٹوک دیا۔ اسحق بن راہویہ نے امام بخاری کے قول کو مان لیا۔ اور حاضرین سے فرمایا: اے محدثین! اس جوان کو دیکھو! ان سے حدیثیں سیکھو اگر یہ امام حسن بصری کے زمانے میں ہوتے تو وہ بھی حدیث و فقہ کی معرفت میں انکے محتاج ہوتے۔

علی بن مدینی نے کہا: بخاری نے اپنے مثل کو نہیں دیکھا۔ بخاری جس کی تعریف کر دیں وہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ حالانکہ علی بن مدینی وہ جلیل محدث ہیں کہ خود امام بخاری نے فرمایا: میں علی بن مدینی کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے کو چھوٹا نہیں جانا۔ رجاء بن رجاء نے کہا: بخاری کی فضیلت علماء پر ایسی ہی ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر۔ وہ اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں جو زمین پر چلتے ہیں۔

کلمات معاصرین | یہ تو بہت ہوتا ہے کہ شفیق اساتذہ اپنے ہونہار تلامذہ کو نوازتے ہیں۔ مگر ایک معاصر دوسرے معاصر کے فضل و کمال کا بہت کم اعتراف کرتا ہے۔ اپنے اوپر تفوق تسلیم کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ معاصرانہ چشمک مشہور ہے۔ مگر امام بخاری کے فضل و کمال کا یہ زریں ورق ہے کہ ان کے معاصرین نے بھی نہایت صفائی اور تصریح کے ساتھ ان کے فضل و کمال بلکہ اپنے اوپر ان کی برتری کو بھی تسلیم کیا ہے۔

عبد اللہ بن عبد الرحمن داری نے کہا: میں نے حرمین، حجاز، شام، عراق کے علماء کو دیکھا مگر امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔ وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ سمجھ والے ہیں۔

ابو الطیب حاتم بن منصور نے کہا: کہ امام بخاری علم کی بصیرت اور عبور میں اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں۔ امام ابو بکر محمد بن اسحق بن خریزمیہ نے کہا: آسمان کے نیچے بخاری سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہیں۔ امام ترمذی نے کہا: علی و اسانید کا بخاری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ امام مسلم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: آپ کے مثل دنیا میں کوئی نہیں۔ پہلے امام مسلم کا قول گزر چکا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ استاذ الاستاذین، سید المحدثین، طیب الحدیث فی عللہ۔ ابو عمر و خفاف نے کہا: بخاری نے اپنا مثل نہیں دیکھا یہ امام احمد اور اسحق وغیرہ سے ہیں درجے اعلم باحدیث

ہیں۔ جو ان کی گستاخی کرے اس پر میری طرف سے ہزار لعنت۔

عبد اللہ بن حماد آملی نے کہا! میری آرزو ہے کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا اور جو شرف اس بال کو حاصل ہے مجھے حاصل ہوتا۔ سلیم بن مجاہد نے کہا! میں نے ساٹھ سال سے بخاری سے زیادہ فقہ اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔ موسیٰ بن ہارون حمال بغدادی نے کہا! اگر تمام اہل اسلام اکٹھے ہو کر یہ چاہیں کہ محمد بن اسماعیل جیسا کوئی اور پالیں تو یہ ناممکن ہے۔ رہ گئے تلامذہ اور بعد کے علماء نے کیا کہا! اس کا سلسلہ اتنا دراز ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔

مشائخ اور ان کے طبقات امام بخاری کا فضل و کمال یہ بھی کچھ کم نہیں کہ انھوں نے علم حدیث کی تحصیل میں اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ہم جس سے حدیث حاصل کر رہے ہیں یہ ہم سے بڑا ہے کہ برابر ہے کہ چھوٹا۔ انسان کے دماغ میں جب پندار کا غرور پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے چھوٹے تو چھوٹے ہیں برابر تو برابر ہیں اپنے بڑوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ جاہل رہنا پسند کرتا ہے۔ جمل مرکب میں گرفتار رہنا قبول کرتا ہے مگر دوسرے سے کچھ پوچھنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ یہ پندار انسان کو علم سے محروم رکھتا ہے۔ کبھی بے جا حیا آڑے آتی ہے۔ مگر امام بخاری ان دونوں عیبوں سے پاک تھے۔ اس حدیث الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث ما وجدھا فہو الحق بھا علم مومن کی گشدہ دولت ہے جہاں بھی پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ کے سچے عامل تھے اسی لئے ان کے اساتذہ کی ہرست میں جہاں اس وقت کے مسلم الثبوت مشائخ محدثین ہیں وہیں ان کے معاصرین و تلامذہ بھی ہیں۔ ان کے اساتذہ پانچ طبقات کے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار اسی ہے۔

طبقہ اولیٰ وہ مشائخ جو ثقات تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے محمد بن عبد اللہ انصاری مکی بن ابراہیم ابو عاصم، انیس عبد اللہ بن موسیٰ اسماعیل بن ابی خالد اور نعیم صاحب حلیہ وغیرہ۔

طبقہ ثانیہ وہ مشائخ جو طبقہ اولیٰ کے معاصرین ہیں مگر وہ ثقات تابعین سے روایت نہیں کرتے جیسے آدم بن ابی ایاس، ابو سہر سعید بن ابی ریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ۔

طبقہ ثالثہ وہ مشائخ جو کبار تبع تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل وغیرہ۔

طبقہ رابعہ امام بخاری کے درس کے رفقاء جنھوں نے امام بخاری سے پہلے علم حدیث کی تحصیل شروع کی تھی جیسے ابو حاتم دازی، محمد بن عبد الرحیم، حمید بن حمید، احمد بن نصر، محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ۔ امام بخاری نے اس وقت ان لوگوں سے روایت کی

جب ان کے مشائخ وصال پا گئے اور جو احادیث ان کے پاس تھیں وہ کسی اور کے پاس نہ تھیں۔

طبقہ خامسہ | اس طبقے میں وہ محدثین ہیں جو امام بخاری کے تلامذہ تھے۔ جیسے عبداللہ بن حماد آملی، عبداللہ بن عباس خوارزمی اور حسین بن محمد قبانی۔

تلامذہ | اس زمانے میں حرین طہین کے سوا کوفہ، بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند، بخارا، علوم دینیہ کے اہم مراکز تھے۔ ان شہروں میں امام بخاری بار بار گئے۔ بے شمار لوگوں کو حدیث پڑھائیں اور یہ سلسلہ ابتداء ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ جہاں جاتے لوگوں کو حدیث پڑھاتے۔ اور ساتھ ہی ساتھ علم حدیث کی تحصیل بھی کرتے۔ کبھی کبھی ہزار ہا ہزار کے مجمع میں حدیث اِملاکراتے۔ محمد بن صالح نے کہا! میں نے بغداد میں ان کی حدیثیں لکھنے والوں کا مجمع بیس ہزار تک دیکھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے تلامذہ بخارا سے لے کر حجاز، شام، مصر تک پھیل گئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ جن لوگوں نے ان سے صحیح بخاری سنی ان کی تعداد نوے ہزار ہے۔ یہ صحیح بخاری کا حال ہے۔ اس کے علاوہ امام بخاری سے احادیث اخذ کرنے والوں کی کیا تعداد ہے؟ یہ آج کون شمار کر سکتا ہے۔ جب کہ اس عہد میں گنتی نہ ہو سکی۔

نیشاپور کا فتنہ | جب شہر میں بغداد سے امام بخاری نیشاپور آئے۔ اہل نیشاپور کو جب ان کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے دو تین منزل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ عوام و خواص، علماء و صلحاء دُعا بھیجتے تھے۔ اور اس شان سے نیشاپور آئے کہ اس وقت تک اس شان و شوکت کا استقبال نیشاپور میں نہ کسی عالم کا ہوا تھا نہ کسی حاکم کا۔ یہ امام مسلم کا بیان ہے۔ اس وقت نیشاپور میں محمد بن یحییٰ ذہلی مشہور محدث عوام و خواص کے مرجع اعظم تھے یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دی۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کل میں خود ان کے استقبال کو چلوں گا جس کا جی چاہے چلے۔ نیشاپور میں اگر امام بخاری نے دارالبحارین میں قیام کیا۔ امام ذہلی نے لوگوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ امام بخاری سے علم کلام کا کوئی مسئلہ نہ پوچھنا۔ خدا خواستہ اگر وہ ہمارے مسلمات کے خلاف کوئی بات کہیں گے تو ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہو جائے گا۔ جس پر خراسان کے مافضی ناصبی، جہمی، مرجی ہنسیں گے۔

امام بخاری نے جب احادیث کا درس دینا شروع کیا۔ تو لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اتنی بھر ہونے لگی کہ دارہی نہیں بام و در بھر گئے۔ دوسری درس گاہیں خالی ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ معتزلہ نے خلق قرآن کا مسئلہ پوری دنیا کے

اسلام میں پھیلا رکھا تھا۔ اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن اشرع ذیل کا کلام ہے۔ جس طرح اس کی ساری صفات قدیم غیر مخلوق ہیں اسی طرح قرآن بھی قدیم و غیر مخلوق ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ یہ اختلاف بغداد میں اٹھا اور پورے بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ اس سلسلے میں متشدد خابلیہ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ ہماری قرأت کو بھی غیر مخلوق کہنے لگے۔ یہ مسئلہ خواص سے بڑھ کر عوام میں بھی پھیل چکا تھا۔ معتزلی و غیر معتزلی کی علامت بن چکا تھا۔ ابھی نیشاپور میں امام بخاری کو درس حدیث دیتے ہوئے دو تین دن ہی گزرے تھے کہ کسی نے بھری مجلس میں ان سے سوال کر دیا:-

قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

امام بخاری نے اس سے منہ پھیر لیا۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تین بار پوچھا ہر بار امام بخاری نے منہ پھیر لیا۔ اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اس شخص نے بہت الحاح کے ساتھ اصرار کیا تو امام بخاری نے یہ جواب دیا قرآن اشرع کلام غیر مخلوق ہے۔ اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور امتحان بدعت ہے۔

اس پر اس شخص نے فساد مچا دیا اور یہ کہا کہ امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق۔ اس پر ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ انھوں نے یہ کہا ہے اور کچھ یہ کہتے کہ نہیں کہا ہے۔ یہاں تک کہ آپس میں مار پیٹ کی نوبت آگئی گھروالوں نے بیچ بچاؤ کر کے جمع کو ہٹایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ نیشاپور کے بعض مشائخ نے جب دیکھا کہ امام بخاری کے آنے ہی ہماری مجلسیں اجڑ گئیں تو انھوں نے اس سائل کو سکھا کر بھیجا تھا۔ چونکہ ذہلی ان بزرگوں میں سے تھے جو ہماری تلامذت کو بھی غیر مخلوق مانتے تھے اس لئے انھوں نے یہ اعلان کر دیا جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام بند کر دیا جائے۔ اب جو محمد بن اسماعیل کے یہاں جائے اسے مہتمم جانو۔ کیونکہ ان کی مجلس میں وہی جائے گا جو ان کے مذہب پر ہوگا۔ امام بخاری لاکھ کہتے رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا مگر اب ان کی یہ بات سننے والا کون تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام مسلم اور احمد بن مسلمہ کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے یہاں جانا چھوڑ دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ذہلی نے یہ کہا کہ جو یہ کہے کہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ امام مسلم موجود تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ احمد بن مسلمہ بھی چلے آئے۔ امام مسلم نے وہاں سے آتے ہی ذہلی سے جتنی احادیث لکھی تھیں سب اونٹ پر لاد کر واپس کر دی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں، ذہلی کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ اس کی وجہ یہی ناراضگی بتائی جاتی ہے۔ مگر حیرت اس پر ہے کہ اس کے بالقابل انھوں نے امام بخاری کی بھی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب امام مسلم اور احمد بن مسلمہ ذہلی کی مجلس سے چلے آئے تو ذہلی نے یہاں تک کہہ دیا

کہ یہ شخص (بخاری) میرے ساتھ شہر میں نہیں رہے گا۔ اس کے بعد احمد بن مسلمہ امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یہ شخص یعنی ذہلی پورے خراسان خاص کر اس شہر میں مقبول ہے۔ ہم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے اس معاملہ میں بات کر سکے آپ نے کیا سوچا ہے؟ یہ سنا کہ امام بخاری نے اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لی اور کہا:۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر
بالعباد اللہم انک تعلم انی لعماد المقام بیسا بوسا شراً
ولا بطراً ولا طلباً للریاسة لہ
میں اپنے معاملہ کو اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں جو بندوں کو دیکھتا ہے۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے نیشاپور میں قیام کا ارادہ اپنی بڑائی و بزرگی ظاہر کرنے اور ریاست حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا۔

ذہلی نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا ہے اب میں اپنے وطن چلا جاؤں گا۔ اے احمد! میں کل صبح ہی کو کوچ کر دوں گا۔
بخارا کو واپسی | نیشاپور سے امام بخاری اپنے وطن کی طرف چلے۔ جب بخارا والوں کو معلوم ہوا تو مسرت کی بہرہ ور گئی تین میل دور تک شامیانے، خیمے نصب کئے گئے۔ تمام شہر والے استقبال کو نکلے۔ اور امام بخاری پر روپیوں، موتیوں کو بھجوا کر گرتے ہوئے بخارا لائے۔

اپنے وطن اگر امام پورے اطمینان و سکون کے ساتھ درس حدیث دینے لگے۔ تشنگان علم حدیث ہر چار طرف سے ٹوٹ پڑے۔ چھ سال تک امام بخاری کا فیضان جاری رہا۔ مگر حاسدین نے یہاں بھی پھپھاناں چھوڑا۔ اس وقت حکومت عباسیہ کی طرف سے بخارا کا والی خالد بن احمد ذہلی تھا۔ اس کو امام بخاری سے برگشتہ کرنے کے لئے حاسدین نے یہ کہا کہ آپ امام بخاری سے کہئے کہ وہ آپ کے صاحبزادوں کو آپ کے محل میں آکر اپنی جامع اور تاریخ پڑھادیں۔ خالد نے امام بخاری کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ یہ علم حدیث ہے۔ میں اسے ذیل نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو خواہش ہے کہ آپ کے بچے مجھ سے پڑھیں تو اپنے بچوں کو میری مجلس میں بھیج دیں۔ تاکہ دوسرے طلبہ کے ساتھ وہ بھی پڑھیں۔ خالد نے کہلایا کہ اگر آپ میرے محل میں نہیں آسکتے تو میں اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا مگر جب یہ پڑھنے حاضر ہوں تو ان کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔ ان کو تنہا پڑھائیں۔ میرے فرستادے چوبدار دروازے پر متعین رہیں گے کسی کو اس وقت اندر نہ جانے دیں گے۔ امام بخاری نے اسے بھی پسند نہ فرمایا۔ کہلا دیا۔ کہ علم میراث رسول ہے۔ اس پر ہر امتی کا حق برابر ہے میں کسی کی تخصیص نہیں کروں گا۔ اس سے وہ امام بخاری پر غضبناک ہو گیا۔

دوسری روایت بکرم بن شبیبہ کی یہ ہے کہ والی بخارا خالد نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ میں آپ کی جامع اور تاریخ آپ سے سننا چاہتا ہوں۔ آپ میرے محل میں آکر مجھے سنا دیا کریں۔ امام بخاری نے جواب میں کہلا دیا کہ میں علم کو ذیل کر کے سلاطین کے دروازوں پر نہیں لے جاسکتا جس کو شوق ہے وہ میرے گھر یا میری مسجد میں حاضر ہو کر سن لے۔ اور اگر یہ پسند نہ ہو تو، تو سلطان ہے مجھے درس دینے سے روک دے تاکہ قیامت کے روز اشرع عزوجل کے حضور میرے لئے عذر ہو کہ میں نے اپنی خوشی سے علم کو نہیں چھپایا ہے۔ اس جواب پر وہ بوکھلا گیا۔

اس نے رائے عامہ سے امام بخاری کو پھرنے کے لئے بخارا کے چند افراد کو حن ثریث بن ابوالقوار کا نام خاص طریقے سے مشہور ہے آمادہ کیا کہ وہ اختلافی مسائل پر امام بخاری سے گفتگو کریں۔ ان لوگوں نے یہاں ہی کیا اور اسے عوام میں پھیلا نا شروع کیا۔ جس سے شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ مشہور ہے کہ کسی نے امام بخاری سے پوچھا کہ اگر ایک بڑا اور ایک بڑا کسی بکری کا دودھ ایام رضاعت میں پی لیں تو حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ امام بخاری نے فرمایا کہ ہاں ثابت ہو جائے گی۔ انھیں ایام میں نیشاپور کے محمد بن یحییٰ ذہلی کا بھی خالد کے پاس خط آگیا کہ امام بخاری کا عقیدہ یہ ہے۔۔۔ لفظی بالقرآن مخلوق۔ اس نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ امام بخاری کے خلاف ایک محضر نامہ تیار ہوا جس پر بخارا کے علماء کے دستخط ہوئے۔ جب امام بخاری کے خلاف رائے عامہ ہو گئی اور محضر نامہ بھی تیار ہو گیا تو اس نے ان کو حکم دیا کہ بخارا سے نکل جائیں۔ جلا وطنی کا حکم سننے کے بعد امام بخاری اتنے کبیدہ خاطر ہوئے کہ شکستہ قلب و جگر سے اپنے ان مخالفین کے لئے یہ بددعا کی۔۔۔

اللهم أسألك ما قصدوني به في أنفسهم واولادهم اسألك جیسے انھوں نے مجھے بے عزت کیا ہے دیے ہی ان لوگوں کو اپنی ذات اپنی اولاد اپنی اہل کی بے عزتی دکھا۔

درحقی سے اجابت نے امام بخاری کی دعا کا استقبال کیا۔ اور ایک ہینہ بھی نہیں گزرا کہ خالد اور اس سازش کے شر کا اس کا نشانہ بنے۔ خالد کے بارے میں دار السلطنت بغداد سے سلطان وقت کا حکم پہنچا کہ اسے معزول کیا گیا۔ اسے گدھی پر بٹھا کر شہر میں گھمایا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ بدکار کی یہ سزا ہے۔ اس سزا کے بعد وہ پابجولاں بغداد بھیجا گیا وہیں جیل میں بند رہا اسی میں مرا۔ حرث بن ورقاء کے اہل کے بارے میں وہ بات مشہور ہوئی جو ناقابل ذکر ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی اولاد پر وہ بلائیں آئیں جنہیں سنکر روح کانپ جاتی ہے۔

دید کی خون ناحق پروانہ شمع را چندان اماں نداد کہ شب را سحر کند

رہتے۔ جب امام بخاری کا یہ حال تھا تو رحمۃ للعالمین کی عنایتیں کرم فرمایاں تو سب پر عام ہیں۔ امام بخاری پر کیوں نہ ہوتیں۔ وراق کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ امام الانبیاؑ کہیں جا رہے ہیں۔ پیچھے امام بخاری بھی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک اٹھانے کے بعد وہیں امام بخاری بھی قدم رکھتے ہیں جہاں سے قدم مبارک اٹھا ہے۔

امام بخاری کے مشہور تلمیذ فزیری کا بیان ہے میں نے خواب دیکھا کہ میں کہیں جا رہا ہوں ناگہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ عرض کیا محمد بن اسماعیل کے یہاں۔ فرمایا! جاؤ ان سے میرا سلام کہنا۔

عبدالواحد بن آدم طواوہی نے بیان کیا۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہیں۔ جیسے کسی کا انتظار ہے۔ میں نے دریافت کیا حضور کس کا انتظار ہے؟ فرمایا بخاری کا۔ طواوہی کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد خبر ملی کہ امام بخاری کا وصال ہو گیا۔ مجھے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ جس رات زیارت اقدس سے مشرف ہوا تھا وہی رات امام بخاری کے وصال کی تھی۔ جس کا استقبال شہنشاہ کوئین اپنے صحابہ کے ساتھ عالم بالا میں کریں اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

فقہی مذہب | امام عبدالوہاب تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری کو ذکر کیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہے ہیں کہ وہ شافعی تھے۔ ان کی کتاب بھی اس کی ایک طرح تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کی موید ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

ابوعاصم عبادی نے امام بخاری کو اپنی کتاب الطبقات میں ذکر کیا۔ اور لکھا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابو ثور اور کرابیسی سے حدیث سنی ہے علامہ سبکی نے اضافہ کیا کہ مکے میں حمیدی سے شافعی فقہ حاصل کیا۔ یہ چاروں حضرات امام شافعی کے اصحاب میں سے ہیں۔

امام بخاری، امام شافعی سے اپنی صحیح میں البتہ روایت نہیں کرتے اس لئے کہ امام شافعی کا ادھیڑ عمر میں وصال ہو گیا۔ امام بخاری کی ملاقات امام شافعی کے بمصر دوسے ہو گئی تھی ان سے حدیثیں لیں اور روایت کیں۔ اگر امام شافعی سے روایت کرتے تو لامحالہ امام شافعی اور امام بخاری کے مابین ایک راوی کا اضافہ ہو جاتا۔ اور سند بڑھ جاتی جس سے تنزل ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سند میں جتنا کم واسطہ ہوتا ہی سند عالی ہوتی ہے اور وہ قابل لحاظ ہے۔

اور یہی رائے حضرت علامہ شہاب الدین احمد خطیب قسطلانی کی بھی ہے۔ ان دونوں کی بنیاد ابو عاصم عبادی کے اوپر ہے۔

یہ امام بخاری سے بہت قریب ہیں۔ امام بخاری کے سو سال کے بعد ان کی پیدائش ۳۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں ابو عاصم کی رائے بعد والوں کے بہ نسبت زیادہ وزنی ہے۔

نواب صدیقی محسن بھوپالی ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:-

وذكر بعد ذلك نبذا من أئمة الشافعية وهؤلاء
صنفان أحدهما من تشريف حجة الامام الشافعي والآخر من
تلاهم من الأئمة. أما الاول فثمة احمد الخلال
ابو جعفر البغدادى، وأما الصنف الثانى فثمة
محمد بن ادریس، ابو حاتم الرازى، محمد بن
اسماعيل البخارى ومحمد بن الحکيم الترمذى.

اس کے بعد ہم کچھ ائمہ شوافع کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ دو قسم ہیں ایک وہ جنہوں نے امام شافعی کی صحبت پائی دوسرے وہ جو ان کے بعد آئے پہلی قسم میں احمد بن حلال، ابو جعفر بغدادی ہیں۔ اور دوسری قسم میں محمد بن ادریس ابو حاتم رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، محمد بن حکیم ترمذی ہیں۔

لیکن امام بخاری جہاں اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے موافق لائے ہیں وہیں بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کے برخلاف ابو احسن بن العراقی نے کہا کہ یہ حنبلی تھے۔ امام بخاری نے خود بیان کیا میں آٹھ بار بغداد گیا اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھا۔ آخری بار جب میں رخصت ہونے لگا تو فرمایا: اے ابو عبد اللہ! علم اور قدرداں لوگوں کو چھوڑ رہے ہو اور خراسان جا رہے ہو۔ جب بخارا سے جلا وطن ہوئے تو نہایت حسرت سے فرماتے اب امام احمد کا قول یاد آ رہا ہے۔ ابو عاصم کی دلیل گزر چکی کہ انھوں نے اس بناء پر امام بخاری کو شافعی کہا کہ انھوں نے امام شافعی کے تلامذہ سے اخذ علوم کئے۔ حتیٰ کہ فقہ شافعی بھی ان کے تلمیذ حمیدی سے پڑھی۔ اور ابو احسن بن العراقی نے بھی امام احمد سے تلمذ کیا بناء پر ان کو حنبلی کہا۔

ظاہر ہے کہ محض تلمذ کی بناء پر کسی کو استاد کا مقلد ہونا دعویٰ درست نہیں۔ ان کی کتاب نظر کے سامنے ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مذہبانہ شافعی ہیں۔ اور نہ حنبلی۔ بلکہ سب سے الگ ان کا ایک مذہب ہے۔ اس لئے ہم علامہ ابن عابدین شامی اور اپنے دیگر اکابر کی اس رائے سے متفق ہیں کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔

علامہ شامی نے "عقود اللالی فی مسند العوالی" میں امام بخاری کے مجتہد ہونے کی تصریح کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق محدث جلیل نے تیسرے القاری میں بھی اس کا اشارہ دیا ہے فرماتے ہیں:-

گفتہ اند کہ دی در زمان خود در خطا احادیث و اتقان آن و ہم معانی کتاب و سنت و جدت ذہن و جودت بحث و دہور فقہ و کمال زہد و غایت درع و کثرت ابلاغ بر طرق حدیث و علل آن دقت نظر و قوت اجتہاد و استنباط فروع از اصول نظیر نہ داشت علامہ بخاری کا بھی یہی مختار ہے لہ

صحیح البخاری

امام بخاری کی یہ کتاب اگرچہ بخاری سے مشہور ہے مگر امام بخاری نے اس کا نام یہ رکھا تھا۔

الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سننہ و آیامہ۔

ہم پہلے بتائے ہیں کہ جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں ان آٹھ موضوع پر احادیث ہوں۔ ایمان، احکام، سیر، تفسیر، آداب، مناقب، فتن، اشراط الساعۃ۔

اسلامی تصنیفات میں اشعر غرر جل نے جو مقبولیت صحیح بخاری کو عطا فرمائی وہ کسی تصنیف کو آج تک نہ حاصل ہو سکی۔ بلکہ خود امام بخاری کی دوسری تصنیفات کو بھی نہ حاصل ہوئی جن کی تعداد بیس ہے۔ شرقا و غربا تمام ممالک اسلامیہ میں اس کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

وجہ تصنیف ہم اوپر بتائے ہیں کہ تابعین کے اخیر دور میں باقاعدہ مرتب مہوب احادیث کی کتابیں تصنیف ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ تبع تابعین میں یہ کام لازماً ترقی کر گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کی کتاب الآثار، امام مالک کی موطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، عبد اللہ بن مبارک کی کتاب، دیلم کی کتاب، امام شافعی کی کتاب، مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ۔ مگر اب تک جنی کتابیں لکھی گئیں کسی میں یہ التزام نہیں تھا، کہ صرف صحیح احادیث ہی لکھی جائیں۔ مصنفین نے ہر قسم کی احادیث جمع کر دی تھیں۔ اس کا شدید ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مصنف صرف انھیں حدیثوں کو جگہ دے جو صحیح ہوں۔

اس ضرورت کا احساس امام بخاری کے استاد اسحاق بن راہویہ کو ہوا۔ انھوں نے ایک دن اپنے تلامذہ سے فرمایا۔ اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو کوئی ایسی کتاب مختصر لکھ دو جس میں صرف صحیح احادیث ہی ہوں۔ اس وقت امام بخاری بھی اس مجلس میں

حاضر تھے۔ ان کے دل میں یہ بات میٹھ گئی اسی وقت طے کر لیا کہ میں ایسی کتاب لکھوں گا۔

اس کے علاوہ اس کا باعث امام بخاری کا ایک خواب بھی ہے۔ انھوں نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں خدمت اقدس میں کھڑا ہوں میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے نکھیاں ہانک رہا ہوں۔ کسی مُعْتَر سے تعبیر پوچھی تو اس نے تعبیر دی کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے جھوٹ دفع کریں گے۔ اس خواب نے مجھے اس پر ابھارا کہ ایک جامع صحیح لکھوں۔

تصنیف کی غرض احادیث صحیحہ کا جمع۔ اپنے عقائد و معمولات کا بیان اور ان پر حتمی الوسیع احادیث سے استدلال۔ عقائد اعمال میں اپنے مخالفین کا رد پہلا مقصد بالکل ظاہر ہے۔ دوسرا اور تیسرا مقصد احادیث کے ابواب سے ظاہر ہے اور امام بخاری کے کلمات سے بھی جو انھوں نے جگہ جگہ ارشاد فرمائے ہیں۔ کتنے ابواب ایسے ہیں جن کی تائید میں کوئی حدیث نہیں لاسکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری پہلے باب قائم کرتے ہیں پھر اس کے مطابق حدیث تلاش کرتے ہیں اگر مل جاتی ہے تو لکھ لیتے ہیں نہیں ملتی تو بھی باب جوں کا توں چھوڑ دیا ہے۔ شاید اس امید پر کہ اگر کوئی حدیث مل جائے گی تو بعد میں یہاں درج کر دیں گے۔ لیکن اخیر عمر تک نہیں ملی تو باب یوں ہی رہ گیا۔

ہمارے بتائے ہوئے تیسرے مقصد پر سیکڑوں ابواب شاید ہیں۔ خصوصیت سے کتاب الایمان کے ابواب اور کتاب الجمل پوری کی پوری۔ آپ غور کریں ابتداء ہی میں عمل کے گھٹنے، بڑھنے پر اور یہ کہ ایمان قول بھی ہے اور عمل بھی۔ بھرپور زور صرف فرمادیا۔ چونکہ اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں تھی تو اقوال صحابہ و تابعین سے اس کو ثابت کرنے میں اپنی دانست میں کوئی کمی اٹھا نہیں رکھی مگر اسکے بعد بھی انھوں نے اس سے متعلق دسیوں باب باندھے ہیں۔ مثلاً آیام لیلة القدر من الایمان، الجہاد من الایمان، تطوع قیام رمضان من الایمان، صوم رمضان احتساباً من الایمان، الصلوة من الایمان، زیادة الایمان ونقصه، الزکوة من الاسلام، اتباع الجنائز من الایمان، اداء الخمس من الایمان، باب ما جاء ان الاعمال بالنية والحسبة ولكل امرئ ما نوى فدخل فيه الایمان والوضوء والصلوة والزکوة والحج والصوم والاحکام۔

اور کتاب الجمل کا مقصد تو بالکل کھلا ہوا ہے کہ وہ صرف امام بخاری نے اپنے غضب و جلال ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہے لیکن بزرگوں کے ہر کام میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ ان ابواب کی برکت سے ہمیں احادیث کے وہ گراں قدر تحفے ملے جو دوسری جگہ بھی ہیں مگر امام بخاری وال بات کہاں۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة وجزی عنی وعن جمیع اهل الاسلام خیر الجزاء۔

ادب اور اہتمام امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ ان میں اچھی سے اچھی عمدہ سے عمدہ ترجیح سے اصح اعلیٰ سے اعلیٰ ترکو منتخب کر کے اس عظیم تصنیف میں رکھی ہیں۔ اور انتخاب میں انھیں اپنی معلومات کے ایک ایک نقطے کو صرف کر کے اپنی فکر و تدبیر

کی آخری حد کو چھو کر بھی اطمینان نہ ہوتا تھا۔ عہدِ نبوی کے حضور استخارہ کرتے پھر صفحہ قرطاس کے حوالہ کرتے۔

تصنیف و تالیف کے لئے جتنی تنہائی ہو بہتر ہے مگر امام بخاری نے اسے بھری مسجد حرام میں مسجد نبوی میں لکھا۔ ایک بار لکھا مگر مطمئن نہ ہوئے تو تین بار لکھا۔ یہ سب وہی اعلیٰ سے اعلیٰ ترجیح سے اصح کے انتخاب کے لئے تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں:-

مجھے چھ لاکھ حدیثیں یاد ہیں ان میں جن جن کو سولہ سال میں اس جامع کو میں نے لکھا ہے۔ اور اسے میں نے اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان حجت بنایا ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث داخل کی ہیں۔ اور جن صحیح حدیثوں کو میں نے اس خیال سے کہ کتاب بہت طویل نہ ہو جائے ترک کر دیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہیں۔

امام بخاری نے یہ کتاب کہاں لکھی اس کے بارے میں انھوں نے خود فرمایا۔ کہ میں نے اسے مسجد حرام میں اس طرح لکھا ہے کہ ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل کرتا پھر دو رکعت نفل پڑھتا پھر استخارہ کرتا۔ جب کسی حدیث کی صحت پر دل جماعت تو اسے کتاب میں درج کرتا۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں سولہ سال کبھی نہ رہے۔ بلکہ متفرق طور پر ان کا مکہ معظمہ میں جو قیام رہا اس کی مجموعہ مدت بھی سولہ سال نہیں۔

اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ انھوں نے تصنیف کی ابتداء مسجد حرام میں کی پھر جہاں گئے اسے لکھتے رہے۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہے جو ہمارے مشائخ نے کہے کہ اس کا مسودہ مختلف بلاد میں لکھا۔ مسجد حرام میں بیٹھ کر اس کا بیضہ کیا۔

تراجم ابواب کے لئے صرف ایک روایت ہے کہ اسے امام بخاری نے مزار اقدس و منبر مبارک کے مابین ریاض الجنہ میں بیٹھ کر اصل کتاب میں منتقل کیا ہے۔ غالباً اسی وقت کے بارے میں یہ روایت ہے کہ میں اس کتاب میں کسی حدیث کے لکھنے سے پہلے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا ہوں کہ یہ آپ کا ارشاد ہے یا نہیں؟ جب حضور فرماتے ہاں تو لکھتا۔

اور میرے خیال میں سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے مسودہ تیار کیا جن میں ابواب اور ابواب سے مناسب

احادیث جمع کیں۔ یہ مختلف بلاد میں تیار کیا پھر مسجد حرام میں حاضر ہو کر اس مسودہ میں جو احادیث تھیں ان کو بیضہ کیا۔ ابواب کی

جگہ خالی رکھی اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر ترجمے کو اصل کتاب میں منتقل کیا۔ اس لئے کہ ترجمے کے بارے میں جو لفظ وارد ہے وہ

یہ ہے۔

حَوْلَ تَرَجُمَ جَامِعَهُ بَيْنَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى اس کتاب کے تراجم ابواب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک اور

علیہ وسلم و منبرہ و کان یصلی لکل توجہ سکتین لہ

منبر اقدس کے مابین منتقل کیا اور ہر ترجمے کے لئے دو رکعت نماز پڑھتے۔

حوال کا ترجمہ سوائے منتقل ہونے کے اور کچھ نہیں بننا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترجمے کا کوئی مسودہ پہلے سے تھا۔ اس سے تحویل کر کے لکھتے تھے۔ تحویل کی دوسری تعبیر یہی ہے کہ اس کو منتقل کرتے تھے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ تراجم پہلے سے لکھے تھے۔ مگر جس صفحے میں بڑھاتے تھے اس میں تراجم کی جگہ خالی تھی۔ تو لازم کہ پہلے احادیث بلا تراجم لکھی تھیں۔ اور یہ روایت کہ اس کو تین مرتبہ لکھا اس سے مراد یہی ہے کہ پہلے ایک مسودہ تیار کیا جس میں ترجمہ الباب اور اس سے متعلق احادیث تھیں۔ پھر مسجد حرام میں اسے صاف کیا اور ترجمہ باب کی جگہ چھوڑ دی۔ اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر مسودہ سے تراجم ابواب اصل کتاب میں اضافے کئے اور اس کے ساتھ پھر اس پر ایک تیسری نظر بھی ڈالی۔ والعم عند اللہ تعالیٰ۔

کتاب کی تصنیف کے بعد امام بخاری نے اپنی یہ کتاب امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی کو دکھائی۔ ان حضرات نے اس کی بہت تحسین کی جس سے امام بخاری کو طمانیت قلب حاصل ہوئی۔ محمد بن حاتم وراق نے کہا میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے اپنی اس صحیح میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں۔ فرمایا: جامع صحیح کی کوئی حدیث مجھ سے چھپی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اس کو تین بار لکھا ہے۔

بارگاہ رسالت میں اس کتاب کی مقبولیت | صحیح بخاری کی معراج کمال یہ ہے کہ مصنف کی ذات کی طرح ان کی کتاب بھی محبوب رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہوئی۔ ابوزید مروزی نے بیان کیا کہ ایک بار میں مطاف میں رکن کے مابین سویا ہوا تھا کہ میرا نصیب جاگا۔ سرکار ابد قرار مونس ہر بے قرار تشریف لائے۔ اور فرمایا اے ابوزید ابک تک شافعی کی کتاب پڑھو گے؟ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: محمد بن اسماعیل کی جامع۔

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے | صرف کبدے کہ تو ہمارا ہے

طرز | امام بخاری کا اسلوب اس کتاب میں یہ ہے کہ وہ پہلے باب باندھتے ہیں۔ کبھی کبھی باب کے مناسب ایک یا چند آیات ذکر کرتے ہیں۔ کبھی باب سے متعلق احادیث اور اقوال سلف صحابہ یا ائمہ تابعین و تبع تابعین ذکر کرتے ہیں پھر اگر باب کی مؤید کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جو ان کی شرائط پر پوری ہو تو اسے مع سند کے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ایک کبھی متعدد کبھی مفصل کبھی مختصر کبھی پوری حدیث، کبھی حدیث کا کوئی جز

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی حدیث کے جز کو باب کا عنوان بناتے ہیں کبھی کسی آیت کو۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ باب دلیل کا محتاج نہیں۔ کبھی کسی حدیث کے جز کو باب کا عنوان بنانے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث لائقِ حجت ہے۔ خواہ وہ ان کے ان شرائط پر ہر جن کا انھوں نے اس کتاب میں التزام کیا ہے۔ خواہ نہ ہو۔ کبھی باب کی تائید میں صرف قرآن مجید کی آیات ذکر کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی حدیث معلق یا مسند نہیں ذکر کرتے۔ کہیں کہیں صرف ابواب کے عنوان قائم کر کے چھوڑ دیتے ہیں نہ کوئی آیت ذکر کی ہے نہ حدیث۔ کہیں کہیں ائمہ مذاہب پر بہت درشت لہجے میں تعزیریں بھی کی ہیں۔ اکثر ایسا ہے کہ ایک ہی حدیث متعدد جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے جتنے مسائل انھوں نے مستنبط کئے سب مذکور ہو جاتے ہیں۔ دوسرے تعدد طرق سے اس حدیث کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ ایک حدیث پر مختلف چند ابواب سے کبھی یہ بھی اشارہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے یا اس میں کوئی تخصیص ہے۔ یہ اپنے اطلاق پر ہے یا اس میں کوئی تقیید ہے۔ تخصیص اور تقیید ہے تو کیا ہے۔ کبھی بہم معانی کی توضیح مقصود ہوتی ہے۔ کبھی آیات قرآنیہ اور احادیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر بھی کرتے جاتے ہیں۔

شرائط امام بخاری یا امام مسلم نے اپنی ان مخصوص شرائط کا ذکر نہیں کیا جن کا ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں التزام کیا ہے۔ صرف حدیث معنی کے سلسلے میں مقدمہ مسلم سے یہ معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام بخاری معاشرت کے ساتھ ثبوت لقاء کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور امام مسلم معاشرت کافی سمجھتے ہیں۔ امام مسلم نے لقاء کی شرط کے ضروری نہ ہونے پر بہت لمبی بحث کی ہے۔ جس کی بنیاد یہ ہے کہ گفتگو اس صورت خاص میں ہے کہ راوی ثقہ ہو مدّیس نہ ہو۔ اور لقاء کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ تلمیذ کا شیخ سے سماع ثابت ہو۔ صرف لقاء سے سماع لازم نہیں ہو سکتا ہے ملاقات ہوئی ہو مگر سماع نہ ہو۔ تو یہ شرط بلا ضرورت ہے۔ جب ہم نے مان لیا کہ یہ راوی ثقہ ہے مدّیس نہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں سے روایت ہے۔ تو یہی اس کا قول دلیل سماع ہے۔ خواہ دونوں کی ملاقات کا ثبوت ہو خواہ نہ ہو۔ پھر ملاقات کے ثبوت کی شرط سے کیا فائدہ امام مسلم کی یہ بات بہت وزنی ہے اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر تلمیذ و شیخ میں لقاء بھی ثابت ہو تو اس سے قوت زیادہ مل جاتی ہے۔ بخاری کے مسلم پر تفوق کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ اور کیا خصوصی شرائط ہیں؟ محدثین نے اس کی کھوج لگانے کی بہت کوشش کی مگر کوئی خاص شرط معلوم نہ ہو سکی۔ سوائے اس کے کہ دیگر محدثین نے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے اس پر مستزاد یہ ہے۔ کہ امام بخاری زیادہ ایسے راویوں سے حدیث لیتے ہیں جو اپنے شیخ کے ساتھ بہت زیادہ رہا ہو اس کو یہ لوگ اپنی زبان میں کثیر الملازمت اور اس کے مقابل کو قلیل الملازمت بولتے ہیں۔ اور کبھی جب کسی موضوع پر کثیر الملازمت تلامذہ کی روایت نہیں

ملتی تو بدرجہ مجبوری قلیل الملازمت تلاذہ کی بھی احادیث لے لیتے ہیں مگر ایسا پہلے کے بہ نسبت کم ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا کہ امام بخاری کی یہ بھی شرط ہے کہ حدیث کی روایت میں کہیں دو راوی سے کم نہ ہوں حتیٰ کہ وہ دو صحابی سے مروی ہو۔ مگر یہ شرط بھی اکثری ہو سکتی ہے کلی نہیں۔ اس لئے کہ بخاری کی پہلی حدیث *وانما الاعمال بالنیات* میں مسلسل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر یحییٰ بن سعید تک صرف ایک ہی راوی ہیں۔ حضرت عمر کے بعد علقمہ اور ان کے بعد محمد بن ابراہیم اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید ہیں۔ ہاں امام بخاری کی ایک خاص شرط کا ذکر ملتا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں صرف اس سے حدیث لیتا ہوں جو ایمان قول کو بھی مانے اور عمل کو بھی لے۔

تکرار احادیث | امام بخاری نے اکثر احادیث کو ایک سے زیادہ جگہ ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض احادیث کو سولہ سولہ جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت میں لفظاً تکرار ہے مگر معنوی اعتبار سے تکرار نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ تکرار کی دو صورت ہے۔ سند میں تکرار ہو۔ متن میں تکرار ہو۔ سند کے لحاظ سے اگر دیکھیں تو شاید کوئی جگہ ایسی ہو جہاں امام بخاری نے ایک حدیث کو دو جگہ ایک ہی سند کے ساتھ ذکر کیا ہو۔ مجھے اب تک ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ ہمیشہ نئی سند نئے طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صوتیں ہیں۔

① وہ حدیث دو یا دو سے زائد صحابہ سے مروی ہو تو اسے مکرر لاتے ہیں ② وہ حدیث دو یا دو سے زائد تابعین سے مروی ہو تو مکرر لاتے ہیں ③ وہ حدیث ایک سے زائد تبع تابعین سے مروی ہے تو مکرر لاتے ہیں ④ کبھی امام بخاری ایک حدیث کو ایک سے زائد اسانہ سے سنی ہے تو مکرر لاتے ہیں ⑤ کبھی امام بخاری کے استاد اسانہ سے زائد ہیں تو مکرر لاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث قوی سے قوی تر ہو جاتی ہے اگر سلسلہ رواۃ میں صرف ایک ہی ایک افراد ہوں تو یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں غریب کہلاتی ہے۔ اور جب وہ مختلف طرق سے مروی ہوگی تو غرابت سے نکل جاتی ہے۔

رہ گیا متن کی لفظی تکرار اس میں بھی متعدد فوائد ہیں۔ پہلا فائدہ مختلف ابواب پر استدلال۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ راوی کبھی ایک حدیث کو مختصر ذکر کرتا ہے۔ دوسرا مفصل۔ تو مفصل ذکر کر دینے سے حدیث کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کبھی ایک راوی کسی لفظ سے بیان کرتا ہے دوسرا راوی دوسرے لفظ سے۔ دونوں کو ذکر کرنے سے ایک معنی مقصود کی تعیین میں آسانی

ہوتی ہے دوسرے روایت بالعمی کے اپنے شرائط کے ساتھ جواز کا اشارہ ہو جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تفسیر ہو جاتی ہے۔ پانچواں فائدہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی بطریق ارسال ذکر کرتا ہے دوسرا بطریق اتصال۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث مُرسل نہیں متصل ہے۔ چھٹا فائدہ کبھی ایک راوی حدیث کو موقوف کر کے چھوڑ دیتا ہے دوسرا اسے مرفوع روایت کو کتابے تو تکرار سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث موقوف نہیں مرفوع ہے۔ ساتواں فائدہ۔ یہ ہے کہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی عن فلاں کہہ کے معنی روایت کرتا ہے دوسرا حدثنا، اخبرنا، سمعتُ کے صیغے سے جو سماع پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں اس سے حدیث مُعْنَن میں جو تدلیس کا ذرا سا شبہ ہوتا تھا وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

سردست تکرار کے یہ بارہ فائدے حاضر ہیں۔ پانچ سند سے متعلق اور سات متن سے متعلق۔ اگر قاری امان نظر سے ان مکررات میں غور کرے گا تو اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد نظر آئیں گے۔

تقطیع اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے مختلف اجزاء کو مختلف جگہ ذکر کیا جائے۔ خواہ مختلف ابواب میں خواہ ایک ہی باب میں۔ تقطیع کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے مختلف اجزاء مختلف اسناد سے مروی ہیں۔ یہ صورت تقطیع ہے حقیقتاً تقطیع نہیں۔ بلکہ حقیقت میں ایک ہی حدیث ہے ایک باب میں تقطیع کی یہ صورت ہوتی ہے۔ حدیث کی تقطیع جائز ہے یا نہیں؟ یہ محدثین متقدمین میں مختلف رہا۔ امام بخاری امام مالک اکثر اجلہ محدثین تقطیع کے جواز کے قائل بھی ہیں اور اس پر عامل بھی۔ اور اب تو تقطیع حدیث کے جواز و عمل پر اجماع ہے۔

امام بخاری حدیث کی تقطیع وہیں کرتے ہیں جب حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو وہ حدیث کے ان اجزاء کو چند ابواب میں لاتے ہیں تاکہ کتاب بلا ضرورت طویل نہ ہو پھر ان کو متعدد جگہ متعدد سند سے ذکر کر کے اس کو تعدد طرق سے قوی بنا دیتے ہیں۔ کہیں کسی طویل حدیث میں مختلف مضامین یا احکام مذکور ہوئے ہیں۔ جن میں ربط نہیں ہوتا۔ امام بخاری ان مختلف جملوں کو ان کے مناسب ابواب علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ پھر کہیں کوئی باب قائم کر کے مکمل حدیث یکجا بیان کر دیتے ہیں۔

ابواب امام بخاری کا جو مذہب تھا اس کی کلیات پھر ان کلیات کی جزئیات کو انھوں نے ہزاروں ہزار ابواب کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے۔ ترجمہ باب پر وہ اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت سے بعض جگہ ایسے آدق پیرائے میں استدلال کرتے ہیں کہ ذہین سے ذہین محقق مدق بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

اسی وجہ سے ابن خلدون نے کہا کہ بخاری کے تراجم ابواب سے احادیث کی مطابقت امت پر قرض ہے اسی قرض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین محمود عینی نے ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ایک حد تک ادا بھی کر دیا۔ مگر اب بھی بہت سا قرض امت پر باقی ہے۔ اور اندازہ یہ ہے کہ وہ قیامت تک باقی ہی رہے گا۔

ان دونوں شارحین نے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت پیدا کرنے کے وقت یہ امور سامنے رکھے ہیں مثلاً ① یہ ضروری نہیں کہ حدیث کی دلالت باب پر مطابقت ہو تفسنی بھی ہو سکتی ہے التزامی بھی۔ جن کو فقہاء کی زبان میں یوں کہئے حدیث سے ترجمہ باب کا ثبوت کبھی عبارتاً نص سے ہوتا ہے کبھی دلالت النص سے کبھی اشارۃ النص کبھی اقتضار النص سے۔ ② کبھی امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں عموم ہے مگر حقیقت میں وہ مخصوص ہے۔ حدیث میں اطلاق ہے مگر وہ حقیقت میں مفید ہے۔

③ کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے ترجمۃ الباب سے وہ اس کا افادہ کرتے ہیں۔
④ کبھی دو مختلف احکام کی علت مشترکہ ہوتی ہے مگر اس علت میں کوئی ابہام ہوتا ہے۔ کسی حدیث میں اس ابہام کی تشریح ہوتی ہے۔ امام بخاری باب میں ایک حکم ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے تحت وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں اس ابہام کی تشریح ہے۔

مثلاً باب باندھا

فی کم تقصر الصلوۃ۔ کتنی مسافت کے سفر پر نماز میں قصر ہے۔

اور اس کے تحت حدیث یہ لائے۔

لاتسافر المرأة ثلثة ايام الامع ذی محرم کوئی عورت تین دن کی مسافت پر بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔
دونوں میں کوئی مطابقت نہیں۔ لیکن دونوں کی علت "سفر شرعی" ہے۔ سفر شرعی کی کیا مقدار ہے نہ نامعلوم ہے۔
حدیث میں اس ابہام کی یہ تشریح ہے کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ "سفر شرعی" کی مقدار تین دن ہے۔

⑤ کبھی حدیث میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ ترجمہ سے کسی ایک معنی کو معین کرنا مقصود ہوتا ہے۔

⑥ کبھی بظاہر مختلف المعانی احادیث میں ترجمے سے تطبیق کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی ہزار کدوکاوش کے باوجود کتنے ابواب ایسے ہیں جن میں مذکور احادیث کی ابواب سے مطابقت نہیں ہو سکی۔

تعداد احادیث | احادیث نبوی خصوصاً بخاری کے ساتھ امت کو کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس سے کریں کہ کتب احادیث میں مندرج احادیث کی گنتی بھی کر ڈالی۔ حتیٰ کہ کس صحابی سے کتنی احادیث مروی ہیں ان کو بھی شمار کر لیا ہے۔ بخاری میں کتنی احادیث ہیں اس سلسلے میں شمار کرنے والے مختلف ہیں۔ حافظ ابن صلاح نے بتلایا کہ صحیح بخاری میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچھتر

ہیں، اور حذف مکرات کے بعد چار ہزار

علامہ ابن حجر عسقلانی کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکرات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں۔ اور
ملاقات "ایک ہزار تین سو اکتالیس"۔ اور متابعات کی تعداد تین سو چالیس۔ اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ، ملاقات
متابعات ملا کر نو ہزار بیاسی ہیں۔ اگر مکرات کو نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس ہے۔

بخاری میں باعتبار سند سب سے اعلیٰ وہ احادیث ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں۔ جن کی سند میں امام بخاری اور حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صحیح میں صرف تین راوی ہیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے اور حذف مکرات کے بعد سولہ ان ثلاثیات
میں بیس ثلاثیات وہ ہیں جو امام بخاری نے اپنے حنفی شیوخ سے لی ہیں۔ یہاں یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ یہ بائیس ثلاثیات
امام بخاری کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عام مرویات ثلاثیات ہیں۔

بخاری کی زندہ کرامت | علامہ احمد خطیب قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کے مقدمہ میں اور حضرت شیخ عبدالحق

محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری نے مرقاة شرح مشکوٰۃ میں
بعض عارفین کا قول نقل فرمایا ہے کہ استجاب دعا حل مشکلات قضاء حاجات کے لئے بخاری کا ختم بارہا کا آزمودہ ہے۔ بخار
شریف جس کشتی میں ہوگی وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی۔ اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا: اگر قحط کے وقت پڑھی جائے تو بارش
ہوگی۔ یہ سب اس لئے ہے کہ امام بخاری مستجاب الدعوات تھے۔ اور انھوں نے اس کے پڑھنے والے کے لئے دعا کی ہے۔

اختلاف نسخ | امام بخاری کے نسخے آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عبدالرزاق بخاری نے کہا: میں نے امام

بخاری سے پوچھا کہ آپ نے جتنی حدیث اپنی تصنیفات میں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا ان میں کوئی حدیث
مجھ پر مخفی نہیں۔ اس لئے کہ میں نے اپنی ہر کتاب کو تین مرتبہ لکھا ہے۔ اور ہر مصنف جانتا ہے کہ کتاب پر جتنی بار نظر ڈالی جائے گی ثنائی
اس میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نقل در نقل میں تفاوت ہو جانا لا بدی امر ہے۔ حافظ ابواسحق ابراہیم بن احمد سلمی نے کہا: میں نے
بخاری کو اس کی اصل سے جو محمد بن یوسف فزری کے پاس تھی نقل کیا ہے۔ میں نے اصل میں جگہ بیاض دیکھی۔ مثلاً ترجمہ باب ہے مگر
اس کے تحت کچھ نہیں کہیں حدیث ہے مگر ترجمہ نہیں میں نے سب کو ملا کر لکھ دیا۔

شرح | بخاری کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جتنی شرحیں اس کی ہوئیں کسی کی نہیں ہوئیں کشف الظنون میں

حاجی خلیفہ نے ۱۱۲۷ھ تک پچاس شرحوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسکے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ عربی کے علاوہ

فارسی اردو کی شرحوں کو ملایا جائے تو ان کی تعداد سو تک پہنچ جائے گی۔ ان پچاس شرحوں میں اشرع زجل نے دو شرحوں کو سب سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی۔ ایک فتح الباری۔ دوسرے عمدۃ القاری جو عینی کے نام سے مشہور ہے۔

فتح الباری | یہ سند الحافظ علامہ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے۔ یہ شعبان ۸۵۲ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں ادا خرد و انجھ ۸۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ وہیں دہلی کے بغل میں دفن ہیں۔ انھوں نے اگرچہ مختلف دیار کے علماء سے تحصیل علم فرمایا۔ مگر ان کے خاص اساتذہ حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی وغیرہ ہیں۔ ان کی مختلف علوم و فنون پر ڈیڑھ سو سے زائد تصنیفات ہیں۔ یہ بیس سال تک مصر کے قاضی القضاۃ رہے۔ انھوں نے بخاری کی شرح ۸۵۲ھ میں لکھنی شروع کی اور ۸۶۲ھ میں اس کو مکمل کیا جیسا کہ خود انتفاض الاعتراض میں لکھا ہے۔ یہ شرح سترہ جلدوں میں ہے مگر اب اس کی جلدوں کی گنتی کم کر دی گئی ہے۔ سند الحافظ نے اس شرح میں اپنے علم کے وہ جوہر دکھائے ہیں جن سے دنیا روشن ہے اور روشن رہے گی۔ انھوں نے بخاری کی شرح کا حق ادا کر دیا۔ مشکل الفاظ کی تفسیر معلق مقامات کی تسہیل، متعارض احادیث کی تطبیق۔ تراجم ابواب میں جو دقیق معانی ہیں ان کی تبیین۔ رجال بخاری کی جرح و تعدیل۔ بخاری پر وارد ہونے والے اعتراضات کی تردید۔ ترجمہ باب و حدیث میں تطبیق، مسائل کا استنباط، احادیث مختصرہ کی تکمیل، اسمائے مبہمہ کی تفسیر، لغات کا حل، اسمائے رجال کی تنقید، عقائد و احکام کی تفصیل اور سب پر محققانہ بحث و تھیس، وہ کون سی اہم بات ہے جو حدیث کی شرح کے لئے ضروری ہے اور وہ اس شرح میں نہیں۔ اس لئے عام طور پر ان کی شرح کو تمام شروح پر برتری دی جاتی ہے ان سب خوبیوں کے باوجود گزشتہ تمام شرحوں کا عطر تحقیق بھی ہے۔ اس شرح میں کیا کیا ہے وہ شرح دیکھنے ہی کے بعد معلوم ہوگا۔ جس کی طرف ہماری اس شرح میں جگہ جگہ اشارے ملیں گے۔

عمدۃ القاری | یہ علامہ ابن حجر کے معاصر علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ عینی کی شرح ہے۔ ان کے والد قاضی شہاب الدین احمد بن قاضی شرف الدین موسیٰ بن احمد حلب کے باشندے تھے۔ وہاں سے ترک وطن کر کے (عین ناب) آگئے تھے۔ یہ حلب کے تین منزل کی دوری پر ہے۔ یہاں کی قضاء ان کے سپرد ہوئی۔ یہیں علامہ عینی سترہ رمضان ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو عینی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی کے تلمیذ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر وقت کے سربراہ اور وہ علماء سے بھی تلمذ کا ان کو شرف حاصل ہوا۔ مصر کے شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کے بھی تلمیذ ہیں۔ ۸۸۰ھ میں بیت المقدس گئے وہاں ان کی ملاقات اس وقت کے بہت ممتاز عالم علامہ الدین علی بن احمد بن محمد سبرای سے ہوئی۔ پھر انھیں کے ہو کر رہ گئے۔ انھیں کے ساتھ مصر مدرسہ برقوقیہ میں آئے۔ مدت العمر مصر ہی میں رہے۔ وہیں شنبہ کی رات ۸۶۴ھ میں چار ذوالحجہ ۸۶۴ھ میں علامہ ابن حجر کے تین سال بعد وصال ہوا۔ جب ان کے استاد شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ وصال

ہو گیا تو ۸۲۰ء کی ریح الآخر میں یہ مصر کے قاضی القضاۃ بغیر کسی طلب اور خواہش کے مقرر ہوئے۔ علاوہ اس منصب جلیل کے دوسرے مناصب عالیہ پر مدت دراز تک فائز رہے۔ ۸۳۰ء میں تمام مناصب سے الگ ہو کر جامعہ ازہر کے قریب محلہ کناسہ میں اپنا ذاتی مدرسہ قائم کر لیا۔ جس پر اپنی تمام کتابیں وقف کر دی تھیں۔ علامہ ابن حجر کی طرح یہ بھی جملہ علوم و فنون میں یگانہ و یکتا تھے۔ ان دونوں میں معاصرانہ نو تک جھونک بھی رہتی تھی۔ جامعہ مؤیدی کا ایک منارہ خستہ ہو کر اتر کی جانب جھک گیا تھا۔ اس کی جدید تعمیر کے لئے اسے گرا دیا گیا۔ اس وقت علامہ عینی جامعہ مؤیدیہ میں شیخ الحدیث تھے۔ اس کے برج شمالی پر درس دیا کرتے تھے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ دو شعر چست کر دیا۔

لجامع مولانا المؤید سرونق مناسرتہ تزہو بالحسن وبالزین

تقول وقد مالت علیہم تمیلوا فلیس علی حسنی اضر من العین

جامعہ مؤیدی بڑی بارونق ہے۔ اس کا منارہ حسن و جمال میں یکتا ہے۔ گرتے وقت کہہ رہا تھا مجھے گرنے دو میرے حسن کے لئے نظر بد سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں۔ نظر کو عربی میں "عین" کہتے ہیں۔ اس سے علامہ عینی پر چوٹ تھی۔ علامہ عینی نے جب یہ اشعار سُنے تو علامہ ابن حجر کو یہ جواب بھیجا۔

مناسرة کعدوس الحسن قد حلیت وهدمها بقضاء الله والقدر

قالوا اصببت بعین قلت ذا غلط ما افة الهدم الاخسة الحجر

منارہ دولہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس کا گرافقا و قدر کی وجہ سے ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اسے نظر لگ گئی ہے میں نے کہا یہ غلط ہے۔ یہ حجر (پتھر) کی خست یعنی شگستگی کی وجہ سے گرا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے ایک ہی زمانے میں دو چار سال آگے چھپے بخاری کی شرحیں لکھی ہیں۔ علامہ عینی نے ۸۲۰ء میں شروع کیا اور ۸۳۰ء میں انیس سال میں مکمل فرمایا۔ اور علامہ ابن حجر نے ۸۳۰ء میں شروع فرمایا اور ۸۴۲ء میں پچیس سال میں مکمل کیا۔

علامہ ابن حجر کا طریقہ یہ تھا کہ صفحہ میں ایک دن سینچ کر اپنے تمام تلامذہ کو اکٹھا کرتے ہفتے بھر کا لکھا ہوا برہان بن اخضر کو دیتے۔ وہ سب کو سناتے مسودہ سے مقابلہ ہوتا لکھے ہوئے بحث ہوتی پھر لوگ اس کی نقلیں کر لیتے۔ اس طرح ان کی یہ شرح تکیل سے پہلے ہی پھیل گئی۔ انھیں برہان بن اخضر سے علامہ عینی علامہ ابن حجر کی شرح عاریتہ کر دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور اپنی شرح میں جا بجا علامہ ابن حجر پر تعقب بھی کیا ہے۔ چونکہ یہ دونوں وسعت علم و جودت ذہن میں ایک دوسرے کے مثل تھے۔ اس لئے دونوں کے مضامین میں کہیں کہیں توار دہے۔ اسی کو یار لوگوں نے یہ رنگ دیدیا کہ علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کی شرح سے مضامین نقل

کو کے اپنی شرح میں اضافہ کیا ہے۔ اس سے یہ لوگ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ بخاری کی شرح لکھتے۔ علامہ ابن حجر کی شرح سے نقل اتاری ہے۔ جہاں جہاں توار دے وہاں تو یہ بات کہنے کی ایک گنجائش ہے۔ مگر علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو تعقیبات کئے ہیں وہ کہاں سے لئے۔ پھر جو مضامین انھوں نے اضافہ فرمائے وہ کہاں سے ان کو ملے؟

اس سلسلے میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ کسی نے علامہ ابن حجر سے کہا کہ علامہ عینی کی شرح آپ کی شرح پر فوقیت رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں معانی دبیان، بدیع وغیرہ زائد ہیں۔ اس کے جواب میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ علامہ عینی نے شیخ رکن الدین کی شرح سے نقل کیا ہے۔ یہ شرح مجھے ملی تھی مگر ناتمام تھی اس لئے میں نے اس کے پورے حصے کو کہیں نہیں لیا تھوڑا تھوڑا کہیں سے لے لیا ہے۔

اس سے بھی یہ لوگ یہی بادر کرنا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی نے صرف نقل ہی کیا ہے۔ لیکن یہاں دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ کیا علامہ ابن حجر کی تمام باتیں طبع زاد ہیں۔ کیا انھوں نے پہلی شرحوں سے مضامین نہیں نقل کئے ہیں۔ اگر نقل کئے ہیں اور ضرور نقل کئے ہیں تو پھر علامہ ابن حجر کے بارے میں بھی یہی رائے کیوں نہیں قائم کی جاتی۔ ورنہ بات صاف ہے کہ اسلاف کی تصنیفات سے دونوں نے مضامین نقل کئے ہیں۔ اگر علامہ ابن حجر کو نقل کا حق ہے تو علامہ عینی کو بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا دو شخص پر ایک ہی موضوع پر ایک ہی معنی کا توار دہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔ تو پھر جو خاص معانی علامہ ابن حجر کے ذہن میں آئے وہ علامہ عینی کے ذہن میں کیوں نہیں آسکتے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟۔ ارباب علم و دانش جانتے ہیں کہ اکثر کسی خاص موضوع پر بحث کے وقت ایک ہی نکتہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں آجایا کرتا ہے۔ پھر وہی عرض کرتا ہوں کہ اگر عینی میں صرف وہی مضامین ہوتے جو فتح الباری میں ہیں اور اس پر اضافہ نہ ہوتا وہ بھی ہزاروں ہزار۔ تو اس کی گنجائش تھی کہ ان لوگوں کی بات مان لی جاتی۔ مگر جب عینی میں فتح الباری کے مضامین کے علاوہ اور بہت سے کثیران مضامین کا اضافہ ہے جو فتح الباری میں نہیں تو اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

کسی نے فتح الباری سے تاثر ہو کر یہ کہا! لاھجۃ بعد الفقم۔ اگر یہ بزرگ مجھے ملتے تو عرض کرتا۔ حضرت بعد الفقم ہے مع الفقم نہیں۔ جو شخص انصاف و دیانت سے دونوں شرحوں کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ فتح الباری میں ہے وہ سب عینی میں ہے اور مزید عینی میں وہ فوائد و نکات و اباحت ہیں جن سے فتح الباری خالی ہے۔

طرز تصنیف | علامہ عینی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے باب کی توضیح کرتے ہیں، پھر پہلے باب سے مناسبت بیان کرتے ہیں۔ پھر باب

باندھنے کا جو مقصد ہوتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں باب کی تائید میں جو آیت یا تعلیق ہوتی ہے اس کی توضیح کرتے ہیں تعلیق کی سند بیان کرتے ہیں۔ پھر حدیث کا پورا متن مع سند بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد راویوں کے احوال کو ضروری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اگر راویوں کے نسب میں خفا ہوتا ہے تو اس کو واضح کرتے ہیں۔ پھر سند کے اندر جو رموز و نکات ہوتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے اس کو اور یہ کہ صحاح ستہ میں سے کس کس میں ہے اسے بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد شکل لغات کو حل کرتے ہیں۔ پھر خاص خاص جملوں کی نحوی ترکیب لکھتے ہیں۔ اس کے بعد معانی و بیان و بدیع کے نکات بیان کرتے ہیں۔ اسکے بعد حدیث پر مفصل بحث کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہونے والے مضامین کو واضح کر کے اس سلسلے میں جتنے اقوال ہوتے ہیں سب کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان کر کے جو مذہب ان کے نزدیک حق ہوتا ہے اسے عقلی نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث سے مستخرج مسائل کی فہرست پیش کرتے ہیں پھر حدیث کے مضمون پر وارد ہونے والے سوالوں کو ذکر کر کے ان کے تسلی بخش جوابات دیتے ہیں حدیث میں مذکور اسما و اماکن کی توضیح کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ حدیث کی باب سے مطابقت اور متعارضات و احادیث میں تطبیق کو بھی واضح کرتے ہیں۔ پہلی بار جب کوئی حدیث آتی ہے تو وہیں اس پر سیر حاصل بحث کر دیتے ہیں۔ اور جب وہ دوبارہ یا سہ بارہ آتی ہے تو باب کے مناسب ضروری بات پر اختصار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر کی عادت یہ ہے کہ جو حدیث جس باب کے تحت مذکور ہوتی ہے۔ اس کے مناسب گفتگو کر کے آئندہ کا حوالہ دیدیتے ہیں۔ ایسا بھی ہو گیا ہے کہ پھر آئندہ ان کو یاد نہ رہا اور بات رہ گئی۔
عمدۃ القاری کی یہی وہ خوبیاں ہیں کہ جب عمدۃ القاری مکمل ہو کر منظر عام پر آئی تو علامہ ابن حجر شمس راور ان کے تلامذہ حیران ہو کر رہ گئے۔ علامہ ابن حجر کے تلامذہ ان کی طرف سے معذرت کرنے لگے اور علامہ عینی پر کچھڑا چھلانے کی کوشش کی۔ اسی کا شاخسانہ برہان بن اخضر والا قصہ بھی ہے۔

علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جوابات دینے کی انھوں نے کوشش کی پانچ سال تک زندہ رہے۔ مگر وہ علامہ عینی کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکے۔ کچھ اعتراضات کے جوابات لکھے وہ بھی ناتمام رہے۔ اور جو لکھا وہ جواب ہوا کہ نہیں اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بخاری کی یہ دونوں شرحیں حقیقی معنوں میں بہت کامل بہت جامع بہت مفید ہیں۔ ان دونوں کی نظیر نہ پہلے کی کوئی شرح ہے نہ بعد کی۔ مگر بوجہ کثیرہ علامہ عینی کی شرح فتح الباری سے بڑھی ہوئی ہے۔
علامہ ابن خلدون کہتا تھا کہ بخاری کی شرح امت پر قرض ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کہا کہ اس قرض کو ان دونوں شرحوں نے چکا دیا۔

یہ دوسری بات ہے کہ جتنی شہرت فتح الباری کی ہے وہ عینی کو نہیں حاصل ہوئی اس کا سبب خاص یہ ہے کہ فتح الباری
عمدة القاری کی بہ نسبت مختصر ہے۔ اس کی نقل وقرأت دونوں بہ نسبت عمدة القاری کے آسان ہے۔ اس لئے جو تداول
فتح الباری کا ہوا وہ عینی کا نہ ہو سکا۔

ارشاد الساری | یہ شرح علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی مصری کی ہے۔ یہ شرح حامل المتن ہے۔ اور کچھ مختصر
بھی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ مشکل الفاظ جتنی بار آئے ہیں ہر بار اس کی شرح کرتے ہیں۔ اس کی اصل ماخذ عمدة القاری
اور فتح الباری ہے مگر دیگر شروح کے بھی اہم مضامین کافی ہیں۔ بدرسین وطلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ ان کا، ر محرم الحرام شب
جمعہ ۹۲۳ھ میں دصال ہوا اور بعد نماز جمعہ جامعہ ازہر میں نماز جنازہ ہوئی۔ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں دفن ہوئے
جو بہتر سال کی عمر پائی۔ ۱۲۰۰ھ وقوعہ ۱۲۰۰ھ میں ولادت ہوئی تھی۔

تیسرے القاری | مشہور انام محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق کی
فارسی میں بخاری کی شرح ہے۔ شاہجہاں نے آگرے کا قاضی اور مفتی بنایا تھا۔ ان کی ۹۸۳ھ میں ولادت اور ۱۰۳۰ھ میں دصال
ہوا۔ شیخ انھوں نے اپنے والد ماجد کی خواہش پر ان کے دصال کے بعد اشعة اللمعات کے طرز پر لکھی ہے۔ اس کی چھ جلدیں ہیں۔ اس
کے حاشیہ پر شیخ الاسلام محمد بن فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ بن نور الحق دہلوی کی بھی ناتمام شرح چھپی ہے۔ یہ بزرگ
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پانچویں پیر بھی میں پڑتے تھے۔ محمد شاہ رنگیلے کے آخر عہد میں دہلی کے امور مذہبی کے صدر الصدور
تھے۔ یہ شرح کچھ بسیط ہے۔ اس میں بہت ہی محققانہ فاضلانہ ابحاث ہیں۔ نصف اول کی تکمیل کی تاریخ آخر جمادی الاخرہ
۱۰۶۶ھ ہے۔

بخاری شریف کی سیکڑوں شرحوں میں ہم نے صرف چار کا تذکرہ اس لئے کیا کہ ہم نے صرف انھیں چاروں سے استفادہ
کیا ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ہماری کتاب کے کسی مضمون کا بالفرض حوالہ تلاش کرنا ہو تو تلاش کرنے والوں کو کچھ
آسانی ہو دے ہم نے اہم مباحث کا حوالہ دیدیا ہے۔

ان کے علاوہ اردو میں بھی بخاری کے تراجم و شروح بکثرت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے صرف تین سے ہم نے استفادہ
کیا ہے۔ اردو شروح میں بشیر القاری، فیوض الباری سے، اور ترجموں میں حضرت مولانا اختر شاہجہاں پوری کے ترجمہ سے۔

بشیر القاری | یہ استاذی صدر العلماء علامہ غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہ کا یہ ناز شرح ہے عربی فارسی اردو کی زبان
میں بخاری کی اب تک کوئی شرح اتنی تحقیق اور تفصیل سے نہیں لکھی گئی۔ اس میں حضرت نے تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے
الفاظ احادیث کی صرف لغوی تحقیق جملوں کی نحوی ترکیب اور معانی و بیان و بدیع کی تکنیک کے ساتھ ساتھ معانی حدیث کے

ہر پہلو پر ایسی جامع کامل بحث ہے جسے دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ سترٹ الاولون ملاحضین۔ ساتھ ہی ساتھ ہمہ دانی کا خفیہ علم حدیث میں دعویٰ کرنے والوں کی غلطیوں پر ایسی مضبوط گرفت فرمائی ہے۔ جس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہے کوئی بھی عناد اور تعصب سے ہٹ کر اگر اس شرح کا مطالعہ کرے گا تو اسے کہنا پڑے گا کہ حضرت مصنف دیگر علوم کی طرح علم حدیث کے بھی اپنے وقت کے امام تھے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ شرح صرف باب بدالوحی تک ہو سکی اس کے بعد حضرت دوسری تصانیف میں مشغول ہو گئے۔ حضرت دوسری تصانیف میں مشغول نہ ہوتے اور شرح بخاری ہی کو مکمل فرمادیتے۔ تو امت پر احسان عظیم ہوتا۔ میں نے ایک بار عرض کیا تھا۔ تو فرمایا میرا ارادہ اسکی تکمیل کا ہے۔ چند ضروری کاموں سے فرصت کے بعد اسے مکمل کروں گا۔ مگر عمر نے وفات کی اور حضرت کا وصال ہو گیا۔

حضرت کی ولادت علی گڑھ ریاست دادوں میں گیارہ رمضان المبارک ۱۲۱۰ھ کو ہوئی درجہ چارم تک ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مراد آباد جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا آمدنامہ سے کافیہ تک یہاں تعلیم حاصل کی پھر ۱۲۴۲ھ میں اجیر مقدس دارالعلوم نعیمیہ درگاہ شریف میں حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے زیرِ عاطفت نو سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی ان پر خصوصی نگاہ کرم تھی درس نظامی کی منتہی کتابیں صدر الشریعہ نے پڑھائی بریلی شریف میں علاوہ دور حدیث کے شرح چغینی محقق دوانی کی شرح تجرید کے حواشی قدیمہ اور جدیدہ اشارات کی دونوں شرحیں امام رازی اور طوسی کی پڑھائیں۔ جب متولی نثار احمد کی مشرارتوں سے تنگ آکر ۱۲۵۱ھ میں حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف مدرسہ منظر اسلام میں تشریف لائے تو یہ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ بریلی شریف آ گئے۔ اور یہیں سے ۱۲۵۲ھ میں فراغت ہوئی فراغت کے بعد جالس، پانی پت، کانپور احسن المدارس قدیم میں قیام فرمایا۔ پھر میرٹھ مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لائے اوائل ۱۲۵۴ھ ۱۲۵۵ھ سے لے کر اخیر عمر مبارک تک پینتالیس سال یہیں قیام فرمایا۔ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں بعارضۃ فالج میرٹھ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں سپرد خاک فرمائے گئے۔ عمر مبارک بیاسی سال پائی۔

فیوض الباری | محقق عصر حضرت مولانا محمد محمود صاحب کی لاجواب شرح ہے عربی فارسی شرحوں کی تلخیص بہت عمدگی کے ساتھ کی ہے۔ احادیث کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ روح جموم اٹھتی ہے۔ معنی لغوی کی رعایت کے ساتھ ساتھ سلاست و روانی، ترکیب کی خوبصورتی سب کچھ ترجمہ میں موجود ہے۔ ابتدا میں نہایت فاضلانہ مقدمہ ہے جو اصل میں منکرین حدیث، چکوالیوں کا رد ہے۔ جس میں احادیث کے حجت ہونے پر ایسے دلائل قاہرہ قائم فرمائے ہیں جس کے بعد کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ احادیث کی جمع و تدوین کی مختصر مگر جامع تاریخ بھی ہے۔ طرز علامہ عینی کا ہے۔ مگر احادیث سے متعلق اباحت کی توفیح و تشریح اس خوبی سے کرتے ہیں کہ سب کو سمجھ میں آجائے۔ اپنی تحقیقات سے بھی کتاب کو مالا مال کیا ہے۔ موصوف پاکستان کے مشہور مرجع انام، فاضل

یگانہ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب شیخ الحدیث ابن حزمیہ خان لاہور کے وارث علم و فضل ہیں۔ انہوں نے اس کی تصنیف کب شروع کی یہ تو معلوم نہ ہو سکا البتہ پہلے پارے کے اختتام پر انہوں نے تاریخ یہ لکھی ہے۔ ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۵۰ھ ۳۰ نومبر ۱۹۵۸ء۔

ترجمہ بخاری بخاری کے اردو تراجم میں ہم نے صرف فاضل جلیل مولانا عبدالحکیم خاں صاحب اختر شاہجہاں پوری کے ترجمے سے استفادہ کیا ہے اس سے ہم احادیث کے ترجمے میں کافی مدد ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ شاہجہاں پوری نے اتنی عمدگی سے ترجمہ کیا ہے کہ خود رنگ رہ گیا۔ جدید اسلوب کے ساتھ ساتھ بہت شگفتگی و معنویت کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ مولانا نے یہ ترجمہ ۲۴ سوال ۱۴۵۵ ۵ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ بعد نماز عصر لکھنا شروع کیا ہے۔ اور ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء بروز یکشنبہ نو بجے مکمل کر لیا۔ ترجمے کے ساتھ باب اور احادیث کا پول متن بھی مع اعراب چھپایا ہے۔ اس سے اس ترجمے کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

ترجمے کے پہلے حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مدظلہ کا ایک بہت مفید مقدمہ ہے۔ جس میں ابتداً امام بخاری کے احوال بہت جامعیت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ پھر ان کی اس کتاب کے خدوخال کو بہت ہی محققانہ طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔ اخیر میں مسکین احادیث کے رد کے لئے حدیث کا قابل حجت ہونا بڑے ہی مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ پھر اسی ضمن میں تدوین حدیث کی مختصر تاریخ پیش کی ہے۔ اخیر میں اصطلاحات حدیث کو درج کیا ہے۔ یہ مقدمہ بہت جامع اور اہم ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں ان کے مقدسے سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ۔ و تقبل منا و منہم۔

مسامحات بخاری

میں اس عنوان پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا مگر اس پر باعث ایک واقعہ ہے۔ میں ایک مرتبہ ڈومریا گنج ضلع بستی سے اٹھا اٹھانے جا رہا تھا بس میں کچھ لوگ آپس میں بہت مزے لے لے کر یہ کہہ رہے تھے کہ بریلیوں سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں۔ خود کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے مگر بخاری میں لکھا ہے کہ رفع یدین کرو، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو، آمین بلند آواز سے کہو مگر نہیں مانتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بخاری میں جو کچھ لکھا ہے تم لوگ سب پر عمل کرتے ہو؟ انہوں نے کہا بالکل ہم لوگ عمل کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے بخاری پڑھی ہے۔ تو گھبرا گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ پڑھی نہیں مگر علماء سے سنا ہے کہ بخاری میں یہ لکھا ہے۔ میں نے پوچھا اور کیا کیا بخاری میں لکھا ہے یہ بھی ان علماء نے آپ لوگوں کو بتایا۔ اب اور گھبرائے مگر تھے دیہاتی صاف گوا قرار کر لیا کہ اور کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سوچا ان گنواروں کو اگر صحاح الکتب کا مطلب سمجھاؤں تو سمجھ نہیں پائیں گے۔ ان کی سمجھ کے مطابق ایک لطیفہ ذہن میں آگیا میں نے کہا کہ امام بخاری نے بخاری میں دو

سطح لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر پانی میں نجاست گر جائے اور نجاس کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں ظاہر نہ ہو تو پانی پاک ہے اگرچہ وہ پانی تھوڑا ہی ہو۔ ان میں سے ایک شخص بولا بالکل صحیح ہے۔ میں نے کہا دوسرا بھی سنے وہ یہ ہے کہ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو برتن ایسا ناپاک ہو گیا کہ اسے سات بار دھوؤ۔ اور کم از کم ایک بار مٹی سے بھی مانجو۔ اسی شخص نے کہا یہ بھی بالکل صحیح ہے۔ اب میں نے کہا آپ نے دونوں مسئلوں کو صحیح و حق مان لیا تو سنئے اب ایک میرا سوال ہے۔ کہ کسی برتن میں پانی ہے اس میں کتے نے منہ ڈال دیا منہ ڈالتے ہی دھتکار دیا گیا تو بتائیے پانی پاک ہے کہ ناپاک ہے۔

وہ غریب بول اٹھا کہ پاک ہے (اس لئے کہ اس قسم کے پانی استعمال کرنے کی عادت رہی ہوگی) میں نے پوچھا اور برتن تو بہت ہو کر رہ گیا۔ ہو سکتا ہے کوئی صاحب کہدیں وہ جاہل اُجڑتھے ان کی بات کا کیا۔ مگر عرض یہ ہے کہ ان کو یہ بتانے والے علماء تو مجتہد مطلق تھے ورنہ وہ کیا جانیں کہ بخاری میں آئین، رفع یدین کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ اب میں نے للکار کے پوچھا کہ بولو تو بچارے کو سانپ سوٹھ گیا وہ سب ایک دوسرے کا منہ تیکنے لگے اور بالکل خاموش ہو گئے۔

وہ بھی اٹوا ہی جا رہے تھے جب اٹوا بس رُکی میں بھی اتر پڑا وہ سب بھی اتر پڑے مجھ لینے کے لئے جو آدمی آئے۔ ان سے انھوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جب میرا نام سنا تو اب مجھے مزہ آگیا بالکل وہی منظر تھا۔ دان یکاذا الذین کفروا لیزلقونہ با بصارہم ایسا لگتا ہے کہ کافر تمہیں نظر لگا کر گرا دیں گے۔

اصح کتب کہنے سے جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اس کے ازالے کی ایک سبیل یہ بھی ہے کہ لوگوں کو اصح الکتاب کا مطلب سمجھا دیا جائے۔ اس لئے اس سلسلے میں چند باتیں معروض ہیں۔ اصح کتب بعد کتاب اللہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ قرآن مجید کی طرح اس کا حرف حرف نقطہ نقطہ صحیح اور حق ہے۔ اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اس وقت تک بلکہ اب یوں کہئے کہ آج تک حدیث میں جتنی کتابیں لکھی گئیں بلا استثناء سب میں صحیح کے ساتھ ضعیف احادیث بھی درج ہیں۔ اس سے بخاری بھی مستثنیٰ نہیں دوسری کتابوں کے بہ نسبت اس میں ضعیف حدیثیں کم ہیں۔ دوسروں میں تناسب کے لحاظ سے زائد ہیں۔ اب اصح الکتاب کا مطلب یہ ہو کہ حدیث کی دوسری تمام کتابوں کی بہ نسبت اس میں زیادہ صحیح حدیثیں ہیں۔ ضعیف حدیثیں کم ہیں۔ نیز اس کی احادیث صحت کی قوت میں بہ نسبت دوسری کتابوں کے زائد ہیں۔

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بخاری کے علاوہ یا صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی بقیہ کتابوں کی احادیث، احادیث نہیں باطل و موضوع ہیں۔ جس طرح بخاری اور صحاح ستہ کی احادیث صحیحہ واجب القبول ہیں اسی طرح بقیہ کتابوں کی احادیث صحیحہ واجب القبول ہیں۔ اصح کتب کا یہ مطلب نہیں کہ امام بخاری نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح و حق ہے۔ جس کی تفصیل اس

کتاب میں جگہ جگہ مذکور ہوگی۔ امام بخاری سے اس کتاب میں جگہ جگہ لغزش ہوئی ہے۔ اس لئے اصح کتب کا یہ مطلب لینا کہ بخاری میں جو کچھ ہے خواہ وہ حدیث نہ ہو امام بخاری کا قول ان کی تحقیق ہو سب حق ہے۔ اصح کتب کے معنی کی تحریف ہے جس نے بھی بخاری کو اصح کتب کہا وہ صرف احادیث کے اعتبار سے کہا۔ امام بخاری کے فرمودات کو اس میں کسی نے داخل نہیں کیا۔ مگر کیا کچھ باطل پرستوں کو جب کوئی دلیل نہیں ملتی تو اسی قسم کی فریب کاری کرتے ہیں۔ اس عنوان پر ہم جو نظریں پیش کریں گے وہ اپنی دریافت کردہ نہیں بلکہ اکابر محدثین و ناقدین کی رائے ہوگی۔

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و جلالت قدر میرے دل میں ہے اس کے پیش نظر مندرجہ ذیل سطور لکھتے وقت بار بار یہ خیال آتا ہے کہ نادان دوست کی طرح خود غرض دوست بھی کتنا خطرناک ہوتا ہے؟

انسان بہر حال انسان ہے اس سے غلطی لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ امام بخاری نے سولہ سال شب روز کی تحقیق و تنقیح کے بعد اپنی وسعت بھر اس کی پوری کوشش کی کہ ان کی کتاب میں کوئی غیر صحیح ضعیف حدیث نہ آنے پائے اور کوئی لغزش نہ ہو۔ مگر اللہ العزیز نے یہ سب کی تیغ و تہذیب کرتے ہوئے۔ مگر الی اللہ العزیز الالذات و لرسولہ۔ فسبحان من لا ینسی۔ پوری کوشش کے باوجود امام بخاری سے اس کتاب میں بھی لغزش ہو ہی گئی۔ حتیٰ کہ علامہ ابن حجر جیسے محقق مدقق کو بھی جنھوں نے امام بخاری پر کی کئیں تنقیدات کی جواب دہی میں اپنی ذہانت، ذکاوت کا پورا سرمایہ صرف کر ڈالا یہ کہنا ہی پڑا:-
لکل جواد کبوة۔
ہر تیز رو گھوڑے کے لئے ٹھوکر ہے۔

اسی لئے علامہ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام عبد اللہ بن مبارک کا یہ قول نقل کیا:-
من ذا سلم من الوهم۔
کون ہے جو وہم سے سلامت رہا۔

نیز امام بخاری کے استاد یحییٰ بن معین کا یہ قول بھی ذکر کیا:-

لست اعجب من یحدث فی خطی انی اعجب من یحدث فی صیبت۔
میں اس پر تعجب نہیں کرتا کہ کوئی حدیث بیان کرے اور خطا کر جائے مجھے اس پر تعجب ہے کہ وہ کبھی غلطی نہ کرے۔

اس قانونِ فطرت کے مطابق امام بخاری سے بھی لغزشیں ہوئی ہیں۔ جن چند یہ ہیں۔

ضعاف سے روایت | بخاری میں ایسے راویوں کی تعداد بہت ہے جو بد عقیدہ گمراہ تھے جیسے جہمی، قدری، رافضی، ناصبی، خارجی، معتزلی، اس پر مستزاد یہ کہ مطعون راوی بھی کم نہیں۔ منکر دہی اور دہی سمجھی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ ابن حجر

کا مقدمہ فتح الباری ہدی الساری کا مطالعہ کرے۔ اور اگر مزید دیکھنا چاہیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ و حاجز البحرین الواتی عن جمع الصلوٰتین کا مطالعہ کریں۔ جس میں غیر مقلدین اور حقیقت میں امام بخاری کے مقلدین کے شیخ الکلی میاں نذیر حسین دہلوی کی جرح کے مطابق بخاری کے مجرد راویوں کی وافر مقدار میں نشاندہی فرمائی ہے۔

براہو اندھی طرفنداری کا ان راویوں کے بارے میں یہ کہہ دیا جاتا ہے۔ ان راویوں پر طعن دوسرے محدثین نے کئے ہیں۔ امام بخاری کی تحقیق میں یہ سب ثقہ ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ کسی مسلم الثبوت محدث کا کسی راوی سے روایت کرنا ہی اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ مگر یہی قاعدہ اخلاف کے مقابلے میں یہ قاعدہ بنانے والے ہی بھول جاتے ہیں۔

لیکن بخاری کے مطعون راوی صرف اسی قسم کے نہیں کہ ان پر امام بخاری کے علاوہ صرف دوسروں ہی نے جرح کی ہو۔ ایسے بھی متعدد مقدار میں مطعون راوی ہیں جو خود امام بخاری کے طعن کے نشانہ ہیں۔ بخاری میں ایسے بھی مجرد راوی ہیں جن پر خود امام بخاری کی تنقید موجود ہے۔ مثلاً باب الاستیجار بالمار کے تحت امام بخاری نے ایک حدیث اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔

حدثنا ابوالولید ہشام بن عبد الملك قال حدثنا شعبۃ عن ابی معاذ واسم عطاء بن ابی میمونۃ قال سمعت انس بن مالک يقول كان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا خرج لحاجتہ۔ الحدیث ۱۷۷۸ اس کی سند میں عطاء بن ابی میمونہ ہے۔ اس کے بارے میں کتاب الضعفاء الصغیر میں خود امام بخاری نے لکھا۔

عطاء بن ابی میمونۃ ابو معاذ مولیٰ انس وقال یزید بن ہارون مولیٰ عمر بن حصین کان یری القدر ۳۷
یہ شخص حضرت انس کا غلام تھا یزید بن ہارون نے کہا
عمر بن حصین کا غلام تھا۔ یہ قدر یہ تھا۔

دوسری جلد باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن میں ایک حدیث اس سند کے ساتھ ہے۔

حدثنی عباس بن الولید، قال حدثنا عبد الواحد عن ایوب بن عائذ قال حدثنا جیس بن مسلم قال سمعت طارقی بن شہاب یقول حدثنی ابو موسیٰ الاشعری قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم الی ارض قومی۔ الحدیث ۱۷۷۹ اس حدیث کی سند میں ایوب بن عائذ ہے۔ اسے امام بخاری نے اسی کتاب الضعفاء میں لکھا۔

ایوب بن عائذ الطائی کان یری الارعاء ۳۸
یہ مرجعہ تھا۔

علامہ ذہبی اس پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکان من المرجئة قال لہ البخاری ما رواہ فی الضعفاء
یہ مرجعہ تھا مرجعہ ہونے کی وجہ سے اسے بخاری نے ضعیف قرار دیا۔

۱۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے ۲۔ بخاری ج ۱، ۳۔ کتاب الضعفاء ص ۱۲۲، ۴۔
کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۵۳

لاہر جائے والعجب من البخاری یغفرہ وقد اجمع بہ۔ میں درج کیا ہے تعجب ہے اس پر طعن بھی کرتے ہیں اور اس کی روایت بھی لیتے ہیں۔

یوں ہی ایک راوی اسماعیل بن ابان کوئی ہے اسی کتاب الضعفاء میں اس کو لکھا کہ یہ متروک ہے مگر اس سے ایک نہیں متعدد احادیث لی ہیں۔ علامہ ابن حجر ہدی الساری میں لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن ابان الوراق الکوفی احد شیوخ البخاری یہ امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہے مگر اس سے بہت زیادہ دلیہ یکثر عنہ ہے۔ روایت نہیں کی ہے۔

ناظرین اپنی طمانت خاطر کے لئے ایک بار امام بخاری کی کتاب الضعفاء کا مطالعہ کریں اور ان مندرجہ ذیل راویوں پر امام بخاری کی جرح دیکھ لیں۔ پھر انھیں تلاش کریں صحیح بخاری میں ان کی کتنی روایتیں ہیں۔

زبیر بن محمد تمیمی، سعید بن عروبہ، عبد اللہ بن لبید، عبد الملک بن امین، عبد الوارث بن سعید، عطاء بن یزید، کہس بن منہال، حدیہ ہے کہ مردان بن حکم جیسے مشہور زمانہ عیار شاطر سے بھی روایت لی ہے۔ جس نے اسلام میں ایسے ایسے رخنے ڈالے کہ آج تک بند نہ ہوئے۔ جس کی شرارت و دسیہ کاری کی وجہ سے حضرت عثمان شہید ہوئے۔ جس نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ احد العشرة المبشرہ کو تیر مار کر زخمی کیا جس کے مدد سے وہ شہید ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

سند میں تسامح | ضعیف راویوں سے روایت کے علاوہ بہت سی جگہ امام بخاری سے راویوں کے نام، ان کی ولدیت میں لغزش ہو ہی گئی ہے۔ مثلاً باب اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة کے تحت جو حدیث ہے اس کی سند اس طرح بیان کی ہے حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن جعفر بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن جحينة قال مر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔ الحديث۔

اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے۔ ایک تو یہ کہ مالک بن جحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جحینہ مالک کی ماں ہیں حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ تخیل و سند کے بعد ہے۔ سمعتہ۔ رجلا من الاندلس قال له مالک بن جحينة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأى رجلا۔ الحديث۔ اس سند میں امام بخاری سے دو تسامح ہوا ہے ایک تو یہ کہ مالک بن جحینہ کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جحینہ مالک کی ماں ہیں، حالانکہ یہ مالک کی زوجہ ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس سند میں حدیث کا راوی مالک کو بتایا۔ حالانکہ اس کے راوی مالک کے بیٹے عبد اللہ ہیں مالک کو تو ایمان بھی نصیب نہیں ہوا۔ یہ حدیث مسلم نسائی اور ابن ماجہ میں لے کتاب الضعفاء الصغير ۱۵۲، لے مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۱، ہے مگر یہ خطا نہیں۔ علاوہ اس حجر نے لکھا۔

الوہم فیہ موضعین احدهما ان بحیثۃ والدۃ
عبد اللہ لامالک وثانیہما ان الصحبۃ والروایۃ
لعبد اللہ لامالک لہ

اس میں دو جگہ وہم ہے ایک یہ کہ بحیثۃ عبد اللہ کی والدہ ہیں ملک کی نہیں
دوسرے یہ کہ صحابی اور راوی عبد اللہ ہیں نہ کہ مالک۔

باب غزوہ خیبر میں یہ حدیث ہے ان ابا ہریرۃ قال شہدنا الخیر اس کی ایک سند امام بخاری نے یہ ذکر کی ہے۔
قال الزہری واخبرنی عبد اللہ بن عبد اللہ وسعید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ الحدیث اس پر
امام ابو علی جانی نے یہ اعتراض کیا کہ صحیح عبد الرحمن بن عبد اللہ ہے۔ مگر امام بخاری نے بجائے عبد الرحمن کے عبد اللہ ذکر کیا ہے۔ اور
یہ کاتب کی غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ انھوں نے اپنی تاریخ میں بھی، بجائے عبد الرحمن کے عبد اللہ ہی لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر مقدمہ
میں لکھتے ہیں:-

لان عبد اللہ بن عبد اللہ لا یعرف والصواب
انشاء اللہ عبد الرحمن بن عبد اللہ وهو ابن کعب
قال دکنٹ اظن ان الوہم فیہ من دون البخاری
الی ان رأیتہ فی التاریخ قد ساقہ کما ساقہ
فی الصیغ سواء تھے

جانی نے کہا کہ عبد اللہ بن عبد اللہ کو پہچانا نہیں جاتا انشاء اللہ صحیح
عبد الرحمن بن عبد اللہ ہے۔ یہی ابن کعب ہیں۔ پہلے گمان کرتا تھا کہ۔
کسی اور سے ہوا ہے مگر جب ان کی تاریخ میں بھی ایسا ہی دیکھا تو یہ گمان
ختم ہو گیا۔

تین میں تسامح کتاب الزکوٰۃ میں ایک حدیث یہ ہے۔

عن عائشۃ ان بعض ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قلن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اینا اسرعک لحوقا، قال اطولکن یداناخذ واقصۃ
یذرعونہا نکانت سودۃ اطولہن یدانعلما بعد
انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا
لحوقا بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکانت تحب الصدقۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے عرض کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے
کون حضور سے واصل ہوگی۔ فرمایا جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہے
تو وہ ایک لکڑی لے کر اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ ان میں سونکا ہاتھ سب
سے زیادہ لمبا تھا۔ حالانکہ ہاتھ کی لمبائی سے صدقہ مراد تھا۔ سودہ ہی کا سب
سے پہلے وصال ہوا۔ وہ صدقہ کو محبوب رکھتی تھیں۔

اس حدیث میں "و کانت اسرعنا لحوقا بہ" میں کانت کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ سودہ ہیں۔ اس سے ثابت کہ

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت سودہ کا وصال ہوا۔ حالانکہ تمام ارباب سیر و اصحاب تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب کا وصال ہوا۔ خود حدیث کا سیاق بھی بتا رہا ہے کہ - کانت اسر عن الحوقابہ سے حضرت سودہ ہرگز مراد نہیں۔ نیز اگرچہ سبھی ازواج مطہرات بہت مخیر تھیں مگر حضرت زینب ان میں سب سے زیادہ مخیر تھیں حضرت زینب بنت جحش کا وصال ۲۷ھ میں ہوا۔ اور حضرت سودہ کا ۵۴ھ میں۔

اس حدیث میں یہ جملہ یوں ہونا چاہئے تھا۔ وکانت زینب اسر عن الحوقابہ۔ چنانچہ مسلم شریف میں یوں ہے وکانت زینب اطول ید الانہا کانت تعمل وتتصدق۔

باب احداث المرأة علی غیر زوجہا میں یہ حدیث ہے:-

عن زینب بنت ابی سلمۃ قالت لما جاء نعی ابی سفیان من الشام دعت ام حبیبۃ بصفرۃ فی یوم الثالث فسمعت عاصیہا وذراعیہا
 زینب بنت سلمہ کہتی ہیں کہ جب شام سے ابوسفیان کے وفات کی خبر آئی تو ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت ام حبیبہ نے تیسرے دن زرد رنگ کی خوشبو منگا کر اپنے چہرے اور دونوں کلائیوں پر ملا۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کے وصال کی خبر شام سے آئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا انتقال شام میں ہوا تھا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ تمام مورخین اس پر متفق ہیں کہ ان کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی ہے۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔
 اس روایت میں اس پر اعتراض ہے کہ شام سے موت کی خبر آئی۔ حالانکہ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوسفیان کی وفات مدینہ طیبہ میں ۲۲ھ یا ۲۳ھ میں ہوئی۔

استنباط مسائل کا حال ہم پہلے بتائے ہیں کہ امام بخاری مجتہد مطلق تھے۔ اور صحیح بخاری کی تصنیف سے امام بخاری کا اہم مقصد احادیث سے مسائل کا استنباط ہے۔ اسی مقصد کے لئے انھوں نے ہر حدیث پر باب باندھا ہے۔ لیکن اس میں بھی ان سے لغزش ہوئی ہے۔ اور اس لغزش کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو شرح میں مفصل و مدلل بیان ہوگی۔ یہاں دو نظریں پیش کرتے ہیں۔

اذا شرب الکلب فی الاناء کے باب میں جہاں اور حدیث ذکر کی ہیں وہیں یہ حدیث بھی ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان رجلاً رأی کلباً بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک شخص نے

ابو بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۱

ياكل الثرى من العطش فاخذ الرجل خفه فجعل يغرب
له به حتى ارفاه فشكر الله له فادخله الجنة

میں داخل فرما دیا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:-

استدل به المصنف على طهارة سور الكلب

اسی باب میں ایک اور حدیث یہ ہے:-

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ کتے کا بھڑپا پاک ہے۔

كانت الكلاب

تقبل وتدبر في المسجد في زمان

زمانہ اقدس میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے

اس

پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلم يكونوا

يرشون شيئا من ذلك

اس حدیث کے بھی ذکر سے امام بخاری کا مقصود یہی ہے کہ کتے کا لعاب پاک ہے اور یہ مقصد بالکل ظاہر ہے۔

حالانکہ یہ بالکل ابتدائی دور کی بات ہے جب مسجد میں دروازے نہیں تھے۔ جب دروازے لگ گئے تو کتوں کا مسجد اقدس میں آنا جانا بند ہو گیا۔ جہاں تک کتوں کے آنے جانے کی بات ہے تو کوئی بھی کتوں کو نجس العین نہیں کہتا۔ اس لئے کتا اگر پاؤں رکھ دے اور پاؤں میں اور کوئی نجاست لگی نہ ہو تو وہ جگہ ناپاک نہیں ہوتی۔ رہ گیا لعاب تو ہر شخص جانتا ہے کہ لعاب شراب، رقیق نجاست گر جلے تو سوکھنے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ کتے کا لعاب پاک ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔ تقضى الحائض للناسك كلها الا الطواف اس کے تحت یہ حدیث تعلق لائے ہیں۔

كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يدكر الله
على كل احياه

اس تعلق سے باب کا ثبوت اسی وقت ہو سکتا ہے کہ ذکر کو اپنے عموم کلی پر مانا جائے جس کا ایک فرد ادائے مناسک

بھی ہے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی۔ اسی طرح علی کل احیاء کو بھی اپنے عموم کلی پر رکھا جائے۔ جس کا فرد جنب بھی ہے اور جنب کے حکم میں لوگ ہیں وہ بھی ہیں۔ مثلاً حائض، نفاس، اگر ان دونوں عموم میں کوئی بھی تخصیص کی گئی تو باب ثابت نہ ہو پائیگا۔

لہ بخاری ج ۱ ص ۲، ۲، فتح الباری ج ۱ ص ۲، ۲، بخاری شریف ج ۱ ص ۲،

اس لئے لازم آیا کہ جب مرد ہو یا عورت اور حائضہ اور نفاس وال عورت کو اس حالت میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے اسی لئے علامہ ابن حجر نے اس کے تحت لکھا۔

ان مراده الاستدلال على جواز قراءة الحائض له امام بخاری کا مقصد حائضہ اور جب کے لئے قرأت یعنی قرآن مجید

کی تلاوت کے جواز پر اس تعلیق سے استدلال کرنا ہے

رضاعت کا مسئلہ | احوال بخاری میں گزر چکا کہ بخارا کی رائے عامہ امام بخاری کے خلاف اس وجہ سے ہوئی کہ انھوں نے اپنے مستخرج اس قسم کے مسائل عوام میں پھیلائے شروع کئے حالانکہ امام ابو حفص کبیر نے امام بخاری کو اس سے منع فرمایا تھا کہ وہ مسائل نہ بتائیں احادیث کا درس دیں۔ مگر امام بخاری نہیں مانے اور انھوں نے اپنے اجتہاد سے امت کے خلاف جو مسائل استنباط فرمائے تھے ان کو بھی پھیلا نا شروع کیا۔ جس سے عوام میں شورش پیدا ہو گئی۔ انھیں میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے ایام رضاعت میں کسی بکری کا دودھ پی لیا تو دونوں میں رشتہ رضاعت پیدا ہو جائے گا۔

آج کل امام بخاری کے نادان دوست اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ امام بخاری کی طرف غلط منسوب ہے۔ اس مسئلہ رضاعت سے تو انکار کر دیا۔ مگر خود صحیح بخاری میں یہ جو دو مسئلے مذکور ہیں۔ ان کی نسبت کیا کہیں گے؟ امام بخاری کے ایک نادان دوست لکھتے ہیں :-

حالانکہ اس فتویٰ کے ناقل بجز اہل الرائے کے اور کوئی نہیں۔ اور ان کو جو تعصب دوسروں سے ہے وہ ظاہر ہے محدثین کی ایذا رسانی میں ان کو خاص قسم کا نزہ آتا۔ اس لئے اس واقعہ کے صدق پر کیونکر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ شیخ بخاری ص ۶۶ بکری کے دودھ والا فتویٰ آپ کے نزدیک اس لئے صحیح نہیں کہ اسے صرف اہل الرائے نے لکھا مگر مذکورہ بالا دونوں مسائل جو صحیح بخاری میں آج بھی ہیں ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیا امام بخاری کے یہ دونوں استنباط صحیح ہیں؟

تعصب اور بٹ دھرمی کی یہ انتہائی حد ہے کہ چونکہ امام بخاری کا یہ فتویٰ اخاف نے نقل کیا ہے اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ یہ اخاف کے ساتھ انتہائی بغض و عناد نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر اخاف کو یہی کرنا تھا تو صرف ایک ہی ایسا فتویٰ کیوں مشہور کیا وہ چاہتے تو سیکڑوں مشہور کر دیتے۔ اگر اخاف کو امام بخاری سے کوئی تعصب ہوتا تو وہ امام بخاری کو امیر المومنین فی الحدیث ہرگز نہیں تسلیم کرتے۔ ان کی جامع کو اصح کتب بعد کتاب اللہ ہرگز نہ مانتے۔ خصوصاً جب کہ امام بخاری نے اسی کتاب میں اخاف کی طرف غلط مسائل تک منسوب کرنے سے نہیں باز آئے۔ اخاف اسے کہہ سکتے تھے کہ یہ افتراء دیہتان ہے۔ جو شخص افتراء دیہتان باندھے وہ ثقہ نہیں ہو سکتا۔ مگر اخاف نے انصاف اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اخاف اس کے باوجود یہی کہتے ہیں کہ امام بخاری کو غلط اطلاع ملی اس لئے انھوں نے ایسا کیا۔ غور کریں کیا بات ہے کہ جہاں گنجائش وہاں اخاف نے، تعصب سے کام نہیں

لیا۔ اور تعصب سے فرضی فتویٰ ان کی طرف منسوب کر دیا۔ امام بخاری کتنے ہی جلیل اجل عظیم اعظم ہوں مگر خطا لغزش انسان کی فطری سرشت ہے۔ وہ بھی انسان ہی تھے۔ ان سے بھی لغزش ہوئی۔ چند لغزشوں سے ان کی عظمت و جلالت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت

یہ چند تسامحات اور اسی قسم کے ادبیات سے تسامحات تو واقعی بر بنا تحقیق امام بخاری سے ہوئے۔ اور اگر غیر مقلدین کے طور پر دیکھا جائے۔ تو پھر آدمی بخاری صاف ہو جاتی ہے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکلی میاں نذیر حسین دہلوی نے جمع بین الصلوٰتین کے عدم جواز پر احناف کی مسئلہ احادیث پر جو تنقیدیں کی ہیں اس کو سامنے رکھ کر اگر بخاری کو پرکھا جائے تو پھر بخاری کا خدا حافظ ہم یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ عاجز البحرین الواقع عن جمع الصلوٰتین کا تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں پہلے شیخ الکلی صاحب کی ایک نثرانی گوش گزار کر لیں۔ معیار حق میں فرمایا۔

مؤلف نے دلائل میں وہ حدیث بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابو داؤد جس کے راوی میں ضعف تھا۔ ایک روایت بخاری میں ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے ان پر طعن کر دیا۔ اور جو روایتیں صحیحہ متداولہ تھیں نقل کر کے ان کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے؟ اور کیا مرانگی کہ بخاری و مسلم چھوڑ کر اربعین حاکم اور اسططبرانی کو جا پکڑا۔ اور ان سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے ان کا جواب دیا۔

چونکہ میاں صاحب مردانگی دیکھنا چاہتے تھے اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی مردانگی کا تھوڑا نمونہ دکھایا ہے۔ سنئے۔

قسط اول | ابو داؤد میں یہ حدیث ہے۔

نافع اور عبد اللہ بن واقد فرماتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موزن نے نماز کا تقاضا کیا۔ فرمایا۔ چلو۔ چلتے رہے۔ شفق ڈوبنے سے پہلے اگر کہ مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر نے اس رات دن میں تین

حدیثا محمد بن عبید المحاربی حدیثا محمد بن فضیل عن ابیہ عن نافع وعبد اللہ بن واقد ان موزن ابن عمر قال الصلوة قال یرحی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ

یہ رسالہ مبارک فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم میں شائع ہو چکا ہے۔

دن کی مسافت قطع کی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا مجل به امر صنع

مثل الذی صنعت فاسر فی ذلک الیوم واللیلۃ

مسیرۃ ثلث۔

شیخ الکمل صاحب نے اس حدیث پر یہ اعتراض فرمایا۔ کہ اس میں محمد بن فضیل ہے یہ ضعیف ہے۔ یہ منسوب برفض ہے اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اولاً یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔

ثانیاً امام ابن معین جیسے شخص نے، ابن فضیل کو ثقہ، امام احمد نے حسن الحدیث کہا امام نسائی نے لا باس بہ کہا امام احمد نے اس سے روایت کی۔ اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے۔ میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسران کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً یہ بکف چراغ قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریباً ری بالتشیع ذکر کی۔ ملا حجت کو بایں سالخوری و دعویٰ محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشیع اور ررفض میں کتنا فرق ہے۔ میزان میں امام حاکم کے بارے میں یہ قول نقل کر کے کہ کسی نے ان کو رافضی کہا تھا لکھا۔
ما الرجل برافضی بل شیعہ فقط یہ رافضی نہیں صرف شیعہ ہے۔

ہاں زبان متاخرین میں، شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ بلکہ آج کل کے یہودہ ہمدین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انھیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود ملا حجت کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث ہی تازہ محاورہ تھا۔ یا عوام کو دھوکہ دینے کے لئے تشیع کو رافضی بنایا۔ حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان پر افضل جانتا، شیعہ کہا جاتا۔ بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفصیل دیتا اسے بھی شیعہ کہتے۔ حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہلسنت کا تھا۔ اسی بنا پر متعدد ائمہ کو ذہ کو شیعہ کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرنے۔ حالانکہ یہ محض سنت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انھیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان تشیع صرف مولات تھا۔ لکھتے ہیں۔

محمد بن فضیل بن غزوان المحدث حافظ اور اس صف کے علماء میں سے تھے۔
محمد بن معین نے ان کو ثقہ کہا۔ احمد نے کہا حسن الحدیث شیعہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صرف اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے۔
احمد حسن الحدیث شیعہ قلت کان متوالیاً فقط

رابعاً ذرا، رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی۔ کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ ان کے رواۃ میں تیس سے زائد ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدام پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک تدریب میں حاکم سے نقل کیا۔ کتاب مسلم ملان من الشیعۃ۔ مسلم کی کتاب شیعہ سے بھری پڑی ہے۔

دور کیوں جائیے خود ہی ابن فضیل کہ واقع میں شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں لے

اس پہلے قسط میں شیخ الکمل صاحب نے بخاری و مسلم کے تیس رواۃ پر ہاتھ صاف کر دیا جن میں سترہ بخاری کے ہیں۔ **قسط ثانی** | اخاف کی نوید ایک اور حدیث ہے۔ جسے نسائی، اور امام طحاوی نے روایت کیا۔ اسکی سند یہ ہے۔

حدثنا سبيع الموزن قال حدثنا بشر بن بكر قال حدثني بن جابر قال حدثني نافع قال خرجت. الحديث نافع نے کہا عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی نے آکر کہا: آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبیدہ اخت حجاج اپنے حال میں مشغول ہیں۔ شاید ہی آپ انہیں زندہ پائیں۔ یہ سنکر بہت تیز چلنے لگے۔ اور ان کے ساتھ ایک مرد قرشی تھا۔ سورج ڈوب گیا۔ اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ میں ہمیشہ ان کی عادت یہ پائی تھی کہ نماز کی پابندی فرماتے۔ جب انہوں نے یہ کہ تو میں نے ان سے کہا نماز، خدا آپ پر رحم فرمائے۔ میری طرف پھر کے دیکھا اور آگے روانہ ہو گئے۔ جب شفق کا اخیر حصہ رہا۔ اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی گئی جب شفق ڈوب چکی تو اس وقت عشاء پڑھی۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔

اس حدیث پر طعن کرتے ہوئے شیخ الکمل صاحب نے بشر بن بکر کے بارے میں لکھا۔

یہ کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تنقید سنئے۔

اولاً ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر، رجال بخاری سے ہیں۔ صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق۔

ثانیاً اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا اسے ہضم کر گئے۔

ثالثاً محدث جی تقریب میں ثقہ یغرب ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا

فرق ہے۔

سابعاً اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف۔ محدث جی غریب اور منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

لے فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۹۶-۲۹۷

خامساً باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھوی لیجئے۔ یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھ کر بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت ہی لفظ کہا ہے۔ دور مت جائیے یہ بشر خود رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً ذرا میزان تو دیکھ لکھا ہے۔ اما بشر بن بکراً التیمی فصدوق ثقة لا طعن فیہ کیوں شرمائے تو نہ ہو گے۔ ایسی ہی اندھیریاں ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی احادیث ضعیف ہیں۔ حاشیے میں گیارہ صحیحین کے ایسے رواۃ کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں چھ بخاری کے ہیں اگر پورا تتبع کیا جائے تو اور نکلے گا لے

قسط ثالث | نسائی میں حضرت جابر سے مروی ایک حدیث ہے اس کی سند یہ ہے۔۔ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع قال خرجت۔ پھر آگے وہی مضمون ہے جو سابقہ احادیث میں گزر چکا۔ اس پر شیخ الکحل صاحب نے یہ جڑ دیا کہ اس میں ولید بن قاسم ہے روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اب العلفرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اولاً مسلمانوں اس تحریف شدید کو دیکھنا، اسناد نسائی میں یہاں ولید غیر منسوب تھا ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام اس کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تلاش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم دائرہ ثقات و حفاظ اعلام سے ہیں۔

ثانیاً بغرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں۔ امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی۔ ان سے روایت کی۔ محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث سیکھو۔ ابن عدی نے کہا جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً ذرا رواۃ صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوتے کہ ان میں کتنوں کی نسبت تقریب میں ہی صدوق یخطی، بلکہ اس سے زائد کہا ہے۔ کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے؟

رابعاً بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی۔ انھیں کہا صدوق یخطی۔ پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا۔ خلطہ ابن مندہ بالذی قبلہ فہم هذا ضعیف۔ دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں۔ ملا جی اپنی جہالت سے مردود و اہیات گارہے ہیں۔

حاشیے میں اٹھارہ ایسے بخاری و مسلم کے رواۃ کا پتہ دیا جن کے بارے میں صدوق یخطی کہا گیا اور دس ایسے جنکو صدوق

کے ساتھ کثیرا خطاریا اس کے ہم معنی کہا گیا۔ اس قسط میں شیخ الکلی کی ہربانی سے، بخاری و مسلم کے اٹھائیس رواۃ ختم ہو گئے۔ جن میں تیس بخاری کے رواۃ ہیں۔ آگے بڑھے لے

قسط رابع | نسائی اور طحاوی کی حدیث صحیح کو عطا سے معلول کیا اور کہا:۔ وہ وہی ہے۔ کہا تقریب میں "صدق یھم"۔

اس کے بعد اب اعلم حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ارشادات سنئے:۔

اولاً عطا کو امام احمد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا و کفٰی بہما قدوة۔ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔
ثانیاً کسی سے پڑھو کہ وہی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے

ثالثاً صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی۔ تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہی ان میں کس قدر ہیں۔
حاشیے میں ایسے رُتّاء کے نام گناے ہیں۔ اس قسط میں صحیحین کے بیس راوی اور گئے جن میں بخاری کے نو ہیں۔

قسط خامس | حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و امام احمد و ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی شگوفہ چھوڑا۔

ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصیٰ ہے۔ اور یہ مجروح ہے کہ وہی تھا قالہ الحافظ فی التقریب،

اب اعلم حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:۔

اولاً تقریب میں صدوق کہا وہ صدوق میں رہا۔

ثانیاً وہی اپنی وہی نزاکت کہ لہ اداہام کو وہی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ اداہام کہلے۔

سابعاً مغیرہ، رجال سنن اربعہ سے ہے۔ امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے بآں تشدید شدید فرمایا، لیس

بہ باس۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ نہ ادیحی لہ حدیث واحد منکر۔ اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے۔ لاجرم و کس نے ثقہ،

ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے غندی لا باس بہ، کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو۔

جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی، ابواحمد حاکم نے لیس بالمستین عندہم کہا۔ لاناہ لیس بقوی لیس بتین وشتان ما

بین العبارتین حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا۔ اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صد ہا ہیں۔

حاشیے میں صدوق لہ اداہام صحیحین کے جن رواۃ کے بارے میں کہا گیا ان کی تعداد اٹھارہ گناں! ان میں گیارہ رجال

بخاری ہیں۔ اور اخیر میں فرمایا اس قسم کے رجال اسانید یحییٰ میں مدہا ہیں لہ

نقص و عدا اس کا نام ہے کہ اخاف کی ضد میں صحیح احادیث پر بلا تکلف ایسی تنقیدیں کرتے گئے کہ بخاری و مسلم کی صدی حدیث صاف ہو گئیں۔ اب اس کا فیصلہ انھیں بزرگوں کو کرنا ہے کہ وہ اپنے شیخ الكل کے ہاتھ کی صفائی تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

ذہم فی خوضہم یلعبون

باب و حدیث میں عدم مطابقت | یہ کئی جگہ بتایا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد صرف صحیح احادیث کا جمع کرنا نہیں بلکہ وہ جن عقائد

و اعمال کو حق مانتے تھے ان کا اثبات اور جسے غلط مانتے تھے ان کا رد بھی مقصود ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ یہی مقصود بالذات ہے اور احادیث کی تدوین ثانوی درجے میں ہے تو کوئی بیجا بات نہ ہوگی۔ اس پر دوہست ٹھوس دلیل ہے۔ ایک یہ کہ جب امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور صحیح بخاری میں بمشکل ڈھائی ہزار سے کچھ زائد احادیث ہیں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ آخر

وجہ ترجیح کیا ہے؟ کیوں ان ڈھائی ہزار کو درج فرمایا اور ساڑھے ستانوے ہزار احادیث کو چھوڑ دیا؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ بقیہ ساڑھے ستانوے ہزار احادیث ان کے مستخرجہ مسائل کے مطابق نہ تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے التزام تو اس کا کیا ہے کہ اس کتاب میں کوئی غیر صحیح حدیث نہیں لائیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیقات میں بلا دھڑک ضعاف ذکر کرتے ہیں۔ وہی باب کی تائید۔ جب تائید میں صحیح حدیث نہیں ملی تو ضعیف کو ذکر فرمادیا۔ اگرچہ تعلیق ہی سہی۔

کہیں کہیں تو ابواب میں یہ بھی صنعت ہے کہ حدیث کا جو ٹکڑا لائے ہیں اس سے باب کی کوئی مطابقت نہیں مگر اسی حدیث کو اور کوئی محدث لایا ہے جو مفصل ہے۔ اس سے بخاری کے باب کی مطابقت ہوتی ہے۔ مثلاً امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے نہ

طول الصلوة فی قیام اللیل۔ رات کی نماز میں قیام کو دراز کرنا۔

اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں:-

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا قام للتمجد من اللیل یسوس فاه بالسواک لہ
بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اٹھے تو اپنا منہ
سواک سے صاف کرتے۔

اس سے باب کو کیا مطابقت۔ مگر کہا جاتا ہے کہ حضرت حذیفہ ہی سے مسلم شریف میں ایک حدیث مفصل ہے۔ اس میں

یہ ہے کہ حضور نے تہجد کی ایک رکعت میں سورہ بقرہ سورہ نساء سورہ آل عمران پڑھی۔ لیکن یہ حصہ چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہیں اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب یہ حصہ امام بخاری کی شرط پر نہیں۔ تو ان کے نزدیک یہ حصہ ضعیف ہوا۔ کیا امام بخاری احکام میں احادیث ضعیف کو حجت مانتے ہیں؟ اگر یہ توجیہ صحیح ہے تو ماننا پڑے گا کہ امام بخاری کا مقصود اصلی اپنے عقائد و مسائل کی تدوین پھر اس کی تقویت ہے۔ اور اس پر ان کا اتنی شدت سے عمل ہے کہ اگر حدیث صحیح سے کام نہ چلے تو ضعیف سے کام لے لیتے اگر بقول بعض اشارہ ہی۔

علاوہ ازیں جب کہ امام بخاری نے اپنی اس کتاب کا نام رکھا الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سننہ وایامہ۔ تو پھر کوئی بتائے کہ پھر تابعین و تبع تابعین تک کے اقوال اپنے ابواب کی تائید میں کیوں لاتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں باب اور حدیث میں وہ بھی علاقہ نہیں ہوتا جو مگس کے باغ میں جانے اور پردانے کے خون میں ہے دو نظریں حاضر ہیں۔

امام بخاری نے باب باندھا۔ باب فضل صلوٰۃ الفجر فی جماعة اور حدیث لائے یہ :-

والذی ينتظر الصلوة حتى يصليها مع الامام اعظم اجرا
من الذی یصلی ثم ینام لہ
اس شخص کو زیادہ اجر ملے گا جو جماعت کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ جماعت سے پڑھتا ہے بہ نسبت اس کے جو نماز پڑھ کر سو رہتا ہے۔

اس حدیث میں عشاء کا ذکر ہے اور جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت مذکور ہے۔ فجر کی نماز سے اس حدیث کا کیا علاقہ۔

ایک باب باندھا۔ الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان ناس پانی کا بیان جس سے انسان کا بال دھویا جائے۔

اور دو حدیث لائے دونوں کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک یہ :-

عن ابن سیرین قال قلت لِعَبِيدَةَ عَدْنَا من شعرا النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصباہ من قبل انس اذ من قبل
اهل انس فقال لان تكون عندی شعرة منه احب الی من الدنیا
وما ینہا لہ
ابن سیرین نے کہا میں نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں یہ ہیں انس یا انکے اہل سے ملا ہے۔ حضور کا ایک بال مجھے دنیا و ما ینہا سے زیادہ عزیز ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے :-

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما
حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حلق سراسہ کان ابو طلحہ اول من اخذ من شعراء۔ جب بال ازدائے توسک پہلے ابو طلحہ نے اسے لیا۔

ان دونوں حدیثوں کو باب سے کیا تعلق ہے معمولی پڑھا لکھا انسان اسے سمجھ سکتا ہے۔

تدلیس امام بخاری نے بآں جلالت شان و عظمت مکان کے کہیں کہیں بالقصد یا بلا قصد تدلیس سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً چونکہ امام ذہبی سے یہ ناراض ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی ان سے روایت لی ہے تقریباً بیس جگہ ہوگی۔ مگر کہیں ان کا مشہور نام محمد بن یحییٰ نہیں لیا۔ کہ لوگ جان جائیں کہ یہ فلاں ہیں۔ بدل بدل کر نام لیا ہے۔ کہیں صرف محمد کہا کہیں دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن عبد اللہ کہیں پر دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد کہا۔ اس میں دو خرابی پیدا ہوئی۔ ایک تو اصل راوی کو سننے والے سمجھ نہیں پائے۔ دوسرے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ محمد۔ محمد بن عبد اللہ۔ محمد بن خالد۔ الگ الگ تین راوی ہیں۔ یہ بھی تدلیس ہے۔ کہ راوی اپنے شیخ کا دھنام وہ کینت وہ لقب وہ نسبت نہ ذکر کرے جس سے وہ مشہور ہے۔ طبقات المدلسین و بخاری۔

علاوہ ازیں ابو عبد اللہ بن مندہ نے امام بخاری کو تدلیس کہا۔ کیونکہ جب ان کا کسی سے سماع نہیں ہوتا تو قال فلاں کہتے ہیں اور سماع ہوتا ہے تو اگرچہ وہ موقوف مقطوع کچھ بھی خواہ ان کی شرط پر نہ ہو قال لنا فلاں کہتے ہیں۔ اگرچہ اتنی بات ہے کہ امام بخاری کی عظمت کے پیش نظر ہم یہی کہیں گے کہ انھوں نے تدلیس کسی مصلحت کے پیش نظر کی ہے۔ جیسا کہ امام ذہبی کے بارے میں جو مصلحت تھی اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جامع صحیح بخاری کا ایک محل تعارف ہو گیا ان سب باتوں کو ذہن میں رکھتے گا تو آپ پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ صحیح بخاری کی جو بھی پذیرائی ہے وہ صرف ان احادیث کی وجہ سے ہے جو اس میں درج ہیں اور انھیں احادیث کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بخاری اصح کتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی کل کی کل احادیث صحیح ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیگر کتب احادیث کی بہ نسبت بخاری میں ضوابط بہت کم ہیں۔ رہ گئے ابواب اور ابواب کی تائید میں خود امام بخاری کے ارشاد آؤ انکو نہ کسی نے اصح کہا ہے اور نہ انکی پذیرائی ہے۔ ان ابواب پر پوری استغناء ہے۔ یہ ابواب نہ ارشادات رسول میں آمد نہ شریعت کے اہل قانون۔ وہ امام بخاری کے مستخرج ہیں۔ امت کے ہر ذی علم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام بخاری کے استنباطاً و استخراجاً پر کلام کرے۔ اور کرتے آئے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جن مسائل میں متفرع ہیں۔ انکو تلقی بالقبول حاصل نہ ہو سکی۔

.. امام بخاری کی دیگر تصانیف ..

قضا یا الصحابہ والتابعین یہ امام بخاری کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ۲۱۲ھ میں لکھی ہے۔ یہ اب تک طبع نہ ہو سکی۔

التاریخ الکبیر مسجد نبوی میں بیٹھ کر چاندنی راتوں میں لکھی ہے۔ اس وقت عمر مبارک سولہ سترہ سال کی تھی۔ حروف تہجی کی ترتیب پر ہے۔ دائرۃ العارف حیدر آباد سے چھپ گئی ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری نے حسب عادت حضرت امام اعظم پر بہت بڑی ہر پائی کی ہے۔ فرمایا۔

امام صاحب مرجی تھے اس لئے لوگوں نے ان سے ان کی رائے، ان کی حدیث سے سکوت فرمایا۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے وہ آگے آ رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کثیر عنایتیں ہیں۔ اسی کتاب کے بارے اسحق بن راہویہ نے عبد اللہ بن طاہر حاکم رزی سے کہا تھا: الا اس ایک سحرًا۔ کیا میں تمہیں جادو نہ دکھاؤں؟ اب کتاب چھپ گئی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے اس میں کیا جادو ہے۔

التاریخ الاوسط | یہ کتاب اب تک نہیں چھپ سکی ہے۔ اس کا کوئی قلمی نسخہ شاید جرمن میں ہے۔

التاریخ الصغیر | اس کی ترتیب سنہ وار ہے۔ یہ بہت ہی مختصر ہے۔ امام بخاری کی یہ تینوں کتابیں بہت زیادہ قابل نقد ہیں۔ ان کتابوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ اتنے بڑے آدمی کی تصنیف ہیں۔

الجامع الکبیر | اس کا قلمی نسخہ جرمن میں تھا۔

خلق افعال العباد | موضوع نام سے ظاہر ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں اس کے برخلاف اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اسی طرح ان کے افعال کا بھی خالق ہے۔ امام بخاری نے اہلسنت کی تائید میں یہ رسالہ لکھا۔

المسند الکبیر | اس کے بارے میں بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جرمن میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

اسامی الصحابہ | اس کا ذکر ابوقاسم بن منذہ اور ابوالقاسم بغوی نے کیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی تصنیف ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ جرمن میں اس کا بھی قلمی نسخہ موجود ہے۔

کتاب العلل | علل حدیث کے موضوع پر غالباً سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور بہت عمدہ ہے۔

کتاب الفوائد | اس کا پتہ صرف اس سے چلتا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت طلحہ کے مناقب میں تذکرہ کیا ہے۔ تفصیل کچھ معلوم نہیں۔

کتاب الوجدان | یہ کتاب امام بخاری کی ہے یا امام مسلم کی دونوں قول ہیں اس میں ان صحابہ کرام کا تذکرہ ہے جن سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔

الادب المفرد | جامع صحیح کے بعد سب سے زیادہ مفید و مقبول تصنیف ہے اس میں شمائل نبوی کا بیان ہے۔ یہ کتاب مصر اور ہندوستان میں کئی بار چھپ چکی ہے۔

کتاب الضعفاء | حروف تہجی کی ترتیب پر ضعیف راویوں کا ذکر ہے۔ لیکن اخاف سے امام بخاری کے تعصب کی جھلک اس میں بھی ہے۔ امام ابو یوسف کو متروک لکھا۔ حالانکہ امام نسائی نے جکا تشدد بلکہ تعصب بھی مشہور ہے کتاب الضعفاء والمترکین میں امام ابو یوسف کو ثقہ کہا ہے۔ امام بخاری تو امام ابو یوسف کو متروک کہیں مگر ان کے اساتذہ مثلاً امام احمد، یحییٰ بن معین جیسے ائمہ

حدیث امام ابو یوسف سے حدیث اخذ کریں۔ اور انھیں صاحب حدیث، صاحب سنت، مصنف فی الحدیث، اثبت، اکثر حدیثاً، اتباع للحدیث اور حافظ حدیث کہیں۔

غیر مقلدین کے امام ثانی نواب، صدیق حسن بھوپال نے التاج المکمل میں امام ابو یوسف کے بارے میں لکھا:-
 قاضی ابو یوسف، کوفہ کے امام ابو حنیفہ کے شاگرد فقیہ عالم اور حافظ حدیث تھے۔ امام احمد، یحییٰ بن مسین، علی بن مدینی،
 تینوں امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے پر متفق تھے۔ امام ابو یوسف کے اوصاف بہت ہیں۔ اکثر علماء ان کی فضیلت و تعظیم کے قائل
 ہیں:-

اور یہ بات محقق ہے کہ جن کی مدح کرنے والے زیادہ ہوں ان پر جارحین کی جرح کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ خصوصاً جب کہ
 جرح متعصبین کی ہو۔ امام بخاری کا تعصب سب کو معلوم ہے۔ اور اسی صف میں دارقطنی بھی ہیں۔

کتاب المبسوط | نہ اس کتاب کا کہیں وجود ہے نہ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا کہ اس کا موضوع کیا تھا۔ خلیل نے الارشاد
 میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک غیر مقلد مجتہد صاحب کا قیاس ہے۔ کہ اس کتاب میں بسط کے ساتھ وہ فقہی مسائل ہوں گے
 جو احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں۔ اگر ان مجتہد صاحب کا اجتہاد صحیح ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ امام بخاری کے ساتھ امت کو والہانہ
 شرف ہے وہ صرف احادیث کی تدوین کی حد تک ہے۔ رہ گئے ان کے اجتہادات اسے امت نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان کے تلامذہ
 نے بھی قبول نہیں کیا۔ ورنہ کتاب المبسوط کو بھی باقی رہنا چاہئے تھا۔ نہ صرف باقی بلکہ چار دانگ عالم میں پھیل جانا چاہئے تھا۔
الجامع الصغیر | اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں صاحب کشف الظنون نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ غالباً جرمنی میں اس کا کوئی قلمی نسخہ
 موجود ہے۔

کتاب الرقاق | اس کا بھی کچھ حال معلوم نہیں۔ کشف الظنون میں اس کا ذکر ہے۔

بر الوالدین | علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ موجود ہے۔

کتاب الاثر | اس کا ذکر امام دارقطنی، المؤلف والمختلف ہیں، ایک کیسہ نام کے راوی کے تذکرے میں کیا ہے۔

کتاب الہب | محمد بن حاتم وراق نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس میں پانچ سو احادیث تھیں۔ یہ کتاب ناپید ہے۔
 کہیں اس کا سراغ نہیں۔

کتاب الکئی | نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں رِوَاۃ کی کئیوں کو بتایا ہے۔ امام بخاری کی اصل کتاب میں حروف تہجی کی
 ترتیب نہ تھی۔ امام ذہبی نے اسے حروف تہجی کی ترتیب پر نئے سرے سے مُدَوّن کر کے اس کا نام المقتنی فی سواد الکئی رکھا۔
التغییر الکبیر | قریبی اور وراق بخاری، محمد بن حاتم کے ذکر سے اس کا پتہ چلا۔ آج ناپید ہے۔

جزء القراءت خلف الامام | قرأت خلف الامام کے اثبات میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ اصل موضوع پر بعد ضرورت بحث شرح میں آئے گی یہاں صرف نیاز مذکور اتنی گزارش ہے۔ کہ اس رسلے میں امام بخاری کا سامان خرم احتیاط رخصت ہو گیا ہے۔ ایک فرعی سلسلے پر اتنی انتہا پسندی کر دی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اختلاف امتی مرحمة حدیث بھی ان کے ذہن مبارک میں نہیں آئی۔ احاف پر ایسے غیظ و غضب کا اظہار ہے کہ افسوس ہوتا ہے۔ حدیب ہے کہ ایسے غلط مسائل کا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف انتساب ہے۔ جس کو سوائے افراد اور کوئی دوسرا نام دیا ہی نہیں جاسکتا۔ مزید براں یہ کہ یہاں اپنے مطلب کی احادیث لانے میں صحیح بخاری کی شرائط رخصت ہوئیں اس کی ہم آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ رسالہ بار بار چھپ چکا ہے۔

جزء رفع یدین | رفع یدین کے اختلاف کا حاصل یہ نہ تھا کہ رفع یدین کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یا رفع یدین نہ کریں تو نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ مگر امام بخاری کا جلال اس مسئلہ میں بھی شباب پر ہے۔ کہیں احاف کو بے علم کہا کہیں غبی و گمراہی کی منزل تک پہنچایا۔ اس پر بھی غصہ کم نہ ہوا تو اخیر میں یہ تک طعن کر دیا۔ کہ پہلے لوگ اول فالاول کو اعظم سمجھتے تھے اور احاف الآخر فالآخر کو اعظم سمجھتے ہیں۔ یہ تو اپنے موقع پر آئے گا کہ اس ارشاد کے مصداق خود امام بخاری ہیں یا احاف۔ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ امام اعظم امام بخاری سے ایک صدی پہلے گزرے ہیں۔ یہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

ایک ارشاد | آج تحصیل علم میں کتنی کاہلی ہے۔ طلبہ کتنے آرام طلب ہیں۔ علماء کتنے سہل پسند ہیں وہ سب پر ظاہر ہے۔ ہم اس سلسلے میں امام بخاری کا ایک ارشاد نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں شاید ہم کاہلوں کے لئے کچھ ہمیز کا کام کرے۔

تدریب الراوی وقسطانی میں مذکور ہے کہ قاضی ولید بن ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قضا پر اترتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب مجھے علم حدیث کا شوق ہوا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض مدعا کیا تو فرمایا۔ اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کر جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کو نہ جان لو۔ میں نے عرض کیا۔ علم حدیث کے حدود و مقادیر کو بیان فرمائیں۔ تو ارشاد فرمایا۔

اعلم ان الرجل لا یصیر محدثاً کاملًا فی حدیثہ الا بعد ان یکتب اربعاً مع اربع۔ کا ربیع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع لاربیع وکل هذه الرباعیات لا تتم الا باربع مع اربع فاذا تمت نہ کہلما هان علیہ اربع، وابتلى باربع فاذا صبر علی ذلك اکرمہ اللہ تعالیٰ فی الدنیا باربع واثابه فی الآخرة باربع۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر بارہ رباعیات کے کوئی محدث کامل نہیں ہو سکتا۔ ان بارہ رباعیات کے بعد اگر ایک اور رباعی پر صبر کرے گا تو اسے ایک رباعی دنیا میں اور ایک رباعی آخرت میں ملے گی۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر گھبرا گیا۔ میں نے درخواست کی کہ اس کی شرح فرمادیں۔ تو امام بخاری نے اس کی شرح یہ کی:-

① ان یکتب اسبعاً۔ یعنی چار چیزیں لکھے۔ اول۔ احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوم۔ صحابہ کرام کے حالات اور ان کی تعداد۔ سوم۔ تابعین کے احوال۔ چہارم۔ بعد کے علماء کے احوال اور ان کی تاریخ

② مع اسبع۔ چار چیزوں کے ساتھ لکھے۔ اول۔ راویوں کے نام۔ دوم۔ ان کی کینت۔ سوم۔ ان کی سکونت۔ چہارم۔ انکی ولادت اور وفات کی تاریخ۔

③ کا سبع۔ چار کے مثل جیسے خطیب کے لئے اللہ کی حمد اور توسل کے ساتھ دعا اور سورتوں کے لئے بسم اللہ۔ اور نماز کے لئے تکبیر لازم ہے۔ اسی طرح راویوں کے نام کینت، جائے سکونت ولادت و وفات کی تاریخ جانتی لازم ہے۔

④ مثل اسبع۔ چار کے مثل۔ اول۔ مسندات۔ دوم۔ مرسلات۔ سوم۔ موقوفات۔ چہارم۔ مقطوعات۔ ہر قسم کی احادیث کا جاننا ضروری ہے۔

⑤ فی اسبع۔ چار میں۔ اول کم سنی۔ دوم جوانی۔ سوم ادھیر عمر میں۔ چہارم۔ بڑھاپے میں۔

⑥ عند اسبع۔ چار حالتوں میں۔ اول۔ عذیم العزمتی۔ دوم۔ فرصت کے وقت۔ سوم کشائش کے وقت۔ چہارم تنگدستی کے وقت۔

⑦ باسبع۔ چار جگہوں میں۔ پہاڑ۔ سمندر۔ آبادی۔ جنگل

⑧ علی اسبع۔ چار چیزوں پر۔ پتھروں پر۔ ٹھیکروں پر۔ چمڑوں پر۔ ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

⑨ عن اسبع۔ ان میں جو عمر میں بڑے ہوں۔ جو ہم عمر ہوں۔ جو عمر میں کم ہو۔ اپنے باپ کی کتاب سے اگر یہ یقین ہے کہ اسکے باپ ہی کی کتاب ہے۔

⑩ لاسبع۔ چار مقصد کے لئے۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے بشرطیکہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو اور طلبہ میں اسے پھیلانے کے لئے۔ تالیف کے لئے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیان بغیر ان دور باعیوں کے پوری نہ ہونگی۔ وہ یہ ہیں۔

⑪ الالباسبع۔ بغیر ان چار چیزوں کے کم پوری نہ ہوں گی۔ لکھنے کا ڈھنگ۔ علم لغت۔ علم نحو۔ علم صرف۔

⑫ مع اسبع۔ ان چار چیزوں کے ساتھ جو عطائی ہیں۔ صمت، قدرت، شوق، قوت حافظہ۔

جب یہ اڑنا بیس باتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو پھر چار چیزیں اس کی نظروں میں بھیج ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) ہان علیہ اسربع۔ بیوی، اولاد، مال، وطن۔

(۱۴) دابلی باربع۔ چار چیزوں میں آزمایا جاتا ہے۔ دشمنوں کے تیرو نشتر۔ دوستوں کی ملامت۔ جاہلوں کے طعن۔ علماء

کے حمدے۔

اور جب ان سب پر صبر کرے گا تو۔

(۱۵) اکرمہ اللہ فی الدنیا ربیع۔ اللہ عزوجل اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا۔ شفاعت کی عزت۔ ہیبت۔ علم کی

لذت۔ اور حیات ابد۔

(۱۶) واثابہ فی الآخرة باربع۔ اور آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اپنے متعلقین میں سے جسے چاہے اس کی

شفاعت۔ عرش کے پنجے سایہ جس دن سوائے عرش کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے

جسے چاہے گا پلائے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت میں انبیاء اکرام کا جوار قدس عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا۔ میں نے اپنے اساتذہ سے متفرق جو سنا تھا اکٹھا کر لیا۔ اب تمہیں اخصب

ہے علم حدیث حاصل کرو۔ یا یہ ارادہ ترک کر دو۔

قاضی ولید نے کہا: یہ سب سن کر مجھ پر ہول سوار ہو گیا۔ میں غور کرتا رہا مگر کچھ نہ بول سکا۔ ادب سے گردن جھکا دی۔ تو امام

بخاری نے فرمایا۔ اگر ان مشقتوں کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہیں۔ تو فقہ حاصل کر لو۔ اس لئے کہ گھر بیٹھ کر فقہ کا حاصل کرنا

مکمل ہے۔ اس کے لئے بسے سفر شہر شہر قریہ قریہ گھومنے اور سمندروں، دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ

فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے۔ اور آخرت میں فقہ کا ثواب محدث سے کم نہیں۔ اور نہ فقہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی

ولید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میں نے طلب حدیث کا ارادہ ختم کر دیا۔ اور فقہ حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں

آگے ہو گیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے یہ بارہ رباعیاں لازمی تھیں۔ مگر آج اگرچہ یہ بارہ

رباعیاں ضروری نہیں۔ مگر پھر بھی ان کی غالب اکثر ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق علم فقہ کو

حدیث سے بہت آسان بتایا مگر جو فقہ کی تحصیل میں قدم رکھ چکا ہے وہ جانتا ہے کہ فقہ کے لئے ان بارہ رباعیوں کے ساتھ

اور بھی کتنی رباعیاں ضروری ہیں۔ اس لئے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کے علاوہ تین اور چیزوں پر بھی ہے۔ کتاب اللہ۔ اجماع امت۔

قباس۔

تو حدیث کے لئے یہ رباعیاں ضروری ہیں ہی۔ کتاب اللہ کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ اجماع امت کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ تیاس کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟۔ اگر ہر ایک کی رباعیوں کی تفصیل کی جائے تو ہر ایک کے لئے بارہ بارہ رباعیاں اور ضروری نکل آئیں گی۔

اس کو اب یوں سمجھئے۔ کہ جب فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔ ان میں ایک حدیث ہے۔ تو علم حدیث، علم فقہ کا پہلا ایک۔ جو تھائی ہوا۔ پھر یہ تو صرف حفظ حدیث کے لئے یہ بارہ رباعیاں ہوئیں۔ اور فقہ کے لئے صرف حفظ حدیث کافی نہیں۔ اس کے لئے احادیث سے متعلق کتنے علوم کی حاجت ہے وہ بہت تفصیل طلب ہے۔

اس لئے علم فقہ کو علم حدیث سے آسان کہنا اس بنا پر ہے کہ امام بخاری نے اس کی چاشنی نہیں چکھی تھی۔ مگر انکو بھی اخیر میں یہ کہنا پڑا کہ۔ فقہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اس کی عزت محدث سے کم نہیں۔ آخر کیوں؟۔ خدا کے یہاں تو العطا یا بقدر البلیا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری پڑھتے یا پڑھاتے وقت لامحالہ امام بخاری کی عنایتوں سے فقہ حنفی سے سابقہ پڑ ہی جاتا ہے۔ اس خصوص میں ایک طبقہ کو اپنے دل کے پھیمے توڑنے کا خوب موقع ملتا ہے۔ لیکن اگر کسی حنفی سے پالا پڑ جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے اسے شرح میں جگہ جگہ دیکھیں گے۔ چونکہ غیر مقلدین فقہ حنفی کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں جس سے نادانوں کو لوگوں پر یہ تاثر ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا نہ قرآن سے کوئی تعلق ہے، نہ احادیث سے، نہ اقوال سلف سے، یہ حضرت امام اعظم کی اختراعی خود ساختہ رایوں کا مجموعہ ہے جن کا قرآن و حدیث میں کوئی وجود نہیں۔ چنانچہ ایک مجتہد صاحب رقم طراز ہیں۔

ایسی حالت میں یا تو اہل عراق کی طرح تیاسی ٹکے چلاتے۔ (سیر بخاری ص ۱۷)

اس لئے ہم یہ ضروری جانتے ہیں کہ شرح سے پہلے ایک مختصر خاکہ فقہ حنفی کا بھی ناظرین کے سامنے پیش کر دیں۔ امید ہے کہ طالبان حق کے لئے ذریعہ ہدایت ہو اس سلسلے میں جے پہلے بانی فقہ حنفی امام الائمہ، سراج الائمہ امام اعظم الوصفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر خصوصاً ان کی حدیث دانی قرآن فہمی پر بعد ضرورت روشنی ڈالی جائے۔

مولد و مسکن حضرت امام اعظم رحمہ اللہ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ کوفہ کا نام آتے ہی لوگ چونک جاتے ہیں۔ لیکن کوفہ کے مرکز علم ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے سفر کے بارے میں خود فرمایا ہے۔ کہ دو بار مصر و شام جانے کا اتفاق ہوا۔ چار مرتبہ بصرہ گیا۔ کوفہ اور بغداد اتنی بارگیا کہ ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ اگر کوفہ میں کچھ نہیں تھا تو امام بخاری کی کوفہ اتنی زیادہ آمد و رفت

کہوں ہوئی؟ کیا امام بخاری کو نہ صرف غدو بے وفائی کی تعلیم و تہذیب کے لئے جاتے تھے۔ پھر یہ حالت کو نہ کی حضرت امام اعظم کے وصال کے تقریباً اسی سال بعد تھی۔ اسی سال پہلے کو نہ کا کیا حال رہا ہوگا۔ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ وہ زمانہ تابعین کا تھا۔ بلکہ صحابہ کرام کا اخیر دور تھا۔ خیر القرون قرنی ثلث الذین یلوئہم ثعالذین یلوئہم کے آئینے میں اسے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جب اسی سال کے بعد یہ حال تھا کہ امام بخاری جیسے احادیث کے بحرِ ناپید انار اپنی تشنگی بجھانے کے لئے اتنی بار کو نہ گئے جس کو دہانے بحرِ عقل حافظ کے باوجود شمار نہیں کر سکتے تو اسی سال پہلے دور تابعین میں کوفے کے علم و فضل کا کیا حال رہا ہوگا۔ اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے:-

کو نہ وہ مبارک شہر ہے۔ جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ۳۱ھ میں فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا۔ اس شہر کو حضرت عمرؓ، راس الاسلام، راس العرب، حجتہ العرب، عرب کا سرِ حقی کہ روح اللہ کنز الایمان کہا کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبۃ الاسلام و اہل الاسلام کا لقب دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے کنز الایمان، حجتہ الاسلام، روح اللہ، سیف اللہ کہا۔ کوفے کو اتنا پسند فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے بجائے کوفہ اپنا دار الخلافت بنایا۔ کوفے والوں نے جس خلوص و سچائی کے ساتھ تن من دھن سے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ وہ تاریخ کے صفحہ پر زریں اوراق کی طرح تاباں ہے

رہ گیا حضرت حسین اور امام زید شہید کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان تقیہ باز رافضیوں نے کیا۔ جو اسی لئے کوفے میں آباد ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو چین نہ لینے دیں۔ جیسے مدینہ طیبہ میں منافقین تھے۔ اگر منافقین کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عظمت پر کوئی حرف نہیں سکتا تو ان کے داعشیں روافض کی وجہ سے کوفے پر بھی کوئی داغ نہیں آسکتا۔ کون بستی ہے جو اسلام دشمن عناصر سے پاک ہے؟

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکا تھے اگر آباد ہوئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اسکی ضوفشائیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفے کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر گھر دارالحدیث، دارالعلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفے میں حدیث و فقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا۔ اور کوفے کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک باقی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کو نہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کر سکتے تھے۔ اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفے کے ہیں۔

اس وقت کے مشاہیر | حضرت امام کی ولادت کے وقت کوئے میں جو ائمہ مشاہیر و مقداد وقت تھے ان میں چند یہ ہیں :-

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق | فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے مسلم الثبوت امام ہیں۔ متعدد صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف

ہوئے۔ سنان کا صیغہ فی الحدیث خطاب تھا یعنی کھری کھوٹی احادیث کا پرکھنے والا۔ ابن شعیب نے کہا کہ بصرہ، کوفہ، حجاز، شام میں ابراہیم

سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا۔ حسن بصری، ابن سیرین، ان سے اعلم نہیں تھے۔ انتقال پر حضرت شعبی نے کہا کہ انھوں نے اپنے بعد کسی کو

اپنے سے زیادہ علم والا نہیں چھوڑا۔ ابوالثئی نے کہا کہ علقمہ حضرت ابن مسعود کے فضل و کمال کے نمونہ تھے اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ

کے آئینہ ہیں۔ حضرت علقمہ کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ فقیہ العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۹۶ھ

میں وصال فرمایا۔ حضرت امام اعظم کو چھبیس سال ان کا زمانہ نصیب ہوا۔

امام شعبی | متوفی ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ پانسو صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نے معاذی کا دس دیتے ہوئے ان کو دیکھا تو فرمایا ! واللہ یہ اس فن کو مجھ سے اچھا جانتے ہیں۔

سلمہ بن کھیل | جذب بن عبداللہ، ابن ابی اوفی، ابوطویل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے صحابہ سے حدیث روایت کی ہیں۔ یہ کثیر

الروایت اور صحیح الروایت بھی تھے۔

ابو اسحق سبعی | ۸۳ صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں مشاہیر یہ ہیں۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابن زبیر، نعمان

بن بشیر، زید بن ارقم، علی بن المدینی نے کہا کہ ابو اسحق کے شیوخ حدیث کی تعداد تین سو ہے۔

سماک بن حرب | انھی صحابہ سے ملاقات کا ان کو شرف حاصل ہے۔ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ان سے کبھی حدیث میں غلطی

نہیں ہوئی۔

محارب بن دثار | متوفی ۱۳۰ھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے۔ یہ کوفے کے قاضی بھی

تھے۔ ائمہ حدیث ان کے مداح اور ان کو ثقہ تسلیم کرتے تھے۔

عون بن عبداللہ بن عقبہ بن مسعود | حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث روایت کی ہیں نہایت

ثقة اور پرہیزگار تھے۔

ہشام بن عروہ بن زبیر | حواری رسول اللہ حضرت زبیر کے پوتے تھے۔ سفیان ثوری، امام مالک، ابن عیینہ ان کے تلمیذ تھے۔

ان کی جلالت شان متفق علیہ ہے۔

لے حاشیہ غلامہ التہذیب، لے تہذیب التہذیب،

سیمان بن ہران معروف باعش | حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ مؤخر الذکر سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ شعبہ و سفیان ثوری کماستاذ ہیں۔ ان کی پیدائش ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں ہوئی اور وصال ۱۲۵ھ یا ۱۲۶ھ یا ۱۲۷ھ میں ہوا۔

حماد بن ابی سلمان فقیہ عراق | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی تھی اور بڑے بڑے ائمہ تابعین سے ان کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو متواتر علوم چلے آ رہے تھے ان کے یہی وارث تھے۔ امام شعبہ سعد وغیرہ انھیں کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ ان کا ۱۲۵ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے بعد ان کے مندرجہ بالا بیٹھے۔ انھیں بزرگوں کی وجہ سفیان بن عیینہ جیسے مسلم الثبوت امام الحدیثین یہ فرمایا کرتے تھے مناسب کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ، حرام و حلال کے لئے کوفہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہم ہی میں تھے۔ جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم مشرف ہوئے۔ ان کا وصال ۱۲۵ھ میں ہوا۔ حضرت امام اعظم کو ان کی حیات مبارکہ کے ستر سال نصیب ہوئے۔

کوفہ کو مرکز علم و فضل بنانے میں ان ایک ہزار پچاس صحابہ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ما سخط لہا ابن ام عبد و سخط لامتہ میری امت کے لئے ابن مسعود جو پسند کریں وہ میں بھی پسند کرتا ہوں۔ اور جو وہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔

ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا۔ اسی عہد میں انھوں نے کوفہ میں علم و فضل کے دریا بہائے۔ اسرار الانوار میں ہے:۔

کوفہ میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار ہزار افراد حاضر ہوتے ایک بار حضرت علی کو ذہ شریف لے گئے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان ان کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انھیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا ابن مسعود! تم نے کوفہ کو علم و فقہ سے بھر دیا۔ تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی و عرفانی فیض سے ایسا سنبھالا کہ تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو خواہ علم فقہ۔ اگر کوفے کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ، صحاح ستہ نہ رہ جائے گی۔

امام شعبی نے کہا کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے۔ ان میں تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں۔ علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم لے

امام مسروق نے کہا میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منع علم پایا، عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابوالدرداء، اور ابی بن کعب۔ اس کے بعد دیکھا تو ان چھوں کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علی۔ اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کے اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکا دیا لے

زمانہ | اوپر گزر چکا کہ حضرت امام اعظم جس زمانے میں پیدا ہوئے یہ صحابہ کرام کا اخیر اور تابعین کا ابتدائی دور تھا۔ اس دور میں بھی قریب قریب بیس صحابہ کرام با حیات تھے۔ جیسا کہ در مختار میں ہے اسکو بعض لوگوں نے مبالغہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن میں نے اکمال کی مدد سے جو فہرست مرتب کی ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کس سن میں ہوئی اس بارے میں دو قول مشہور ہیں۔ ۸۰ھ یا ۸۱ھ زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن بہت سے محققین نے ۸۱ھ کو ترجیح دی ہے۔ اس فادم کے نزدیک بھدھی صحیح ہے کہ حضرت امام کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ اگر ۸۰ھ ہی میں ولادت مانیں تو اس وقت یہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام مختلف دیار میں با حیات تھے۔

- ① حضرت انس بن مالک بصرہ میں متوفی ۹۲ھ یا ۹۳ھ ② حضرت مالک بن انور بصرہ میں متوفی ۹۲ھ
- ③ حضرت سہل بن سعد سعدی مدینے میں متوفی ۸۸ھ یا ۹۱ھ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں آپ سب کے اخیر ہیں۔ ④ مالک بن اوس مدینے میں متوفی ۹۲ھ ⑤ حضرت وائل بن الاسقع شام میں متوفی ۸۳ھ یا ۸۵ھ یا ۸۶ھ ⑥ مقدم بن معیکرب شام میں متوفی ۸۴ھ ⑦ حضرت ابو امامہ باہلی حمصی، شام میں متوفی ۸۶ھ ⑧ ابو الطفیل عامر بن وائل بردایتی مکہ میں متوفی ۸۰ھ یا ۸۱ھ ⑨ حضرت عمر بن حریث کوفے میں متوفی ۸۵ھ ⑩ حضرت عبد اللہ بن ادنی کوفے میں متوفی ۸۴ھ کوفے میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ ⑪ حضرت ابو امامہ انصاری متوفی ۸۵ھ ⑫ حضرت سائب بن خلاد متوفی ۹۱ھ ⑬ حضرت ابوالبہاء متوفی ۸۴ھ ⑭ محمود بن ربیع متوفی ۹۱ھ ⑮ محمود بن لبید متوفی ۹۶ھ ⑯

قبیہ بن ذویب متوفی ۸۶ھ ۱۴ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری متوفی ۸۱ھ ۱۸ حضرت عبداللہ بن جزمہ متوفی ۸۵ھ ۱۹ سائب بن یزید متوفی ۸۵ھ یا ۸۲ھ یا ۸۱ھ یا ۷۹ھ یا ۷۷ھ

بربنائے تحقیق جب حضرت امام اعظم کی ولادت ۸۵ھ میں ہوئی ہے تو مزید ان صحابہ کرام کا زمانہ بھی انھیں نصیب ہوا۔
 ۲۰ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مدینے میں متوفی ۶۴ھ ۲۱ حضرت ابوسعید خدری مدینے میں متوفی ۶۴ھ ۲۲ حضرت سلمہ بن اکوع مدینے میں متوفی ۶۴ھ ۲۳ حضرت رافع بن خدیج مدینے میں متوفی ۶۴ھ ۲۴ حضرت جابر بن سمرہ کوفے میں متوفی ۶۴ھ ۲۵ حضرت ابو جحیفہ کوفے میں متوفی ۶۴ھ ۲۶ حضرت زید بن خالد کوفے میں متوفی ۶۴ھ ۲۷ حضرت محمد بن عاتب بروایت کوفے بروایت مکے میں متوفی ۶۴ھ ۲۸ حضرت ابولعبہ خشنی متوفی ۶۵ھ ۲۹ حضرت عبداللہ بن بکر متوفی ۶۵ھ ۳۰ سائب بن جباب متوفی ۶۵ھ اگر کچھ اور کوشش کی جاتی تو یہ تعداد اور بڑھ جاتی ان میں سے کم از کم سات صحابہ کرم کی زیارت حضرت امام نے کی ہے۔ حضرت انس کی۔ ان کو حضرت امام نے کئی بار دیکھا ہے فرمایا کہ وہ سُرخ خضاب استعمال کرتے تھے حضرت عبداللہ بن ادنیٰ کو جن کا ۸۵ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور ہبل بن سعد ساعدی اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ۔ اور عمر بن حریت ان کا بھی ۸۵ھ میں کوفے میں وصال ہوا اور عبداللہ بن حارث بن جبر اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بلکہ بعض محققین اس کے بھی قائل ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی بلکہ ان سے حضرت امام نے حدیث بھی سنی ہے اس کی کچھ لوگ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضرت جابر کا وصال ۶۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت امام کی ولادت ۸۵ھ میں ہوئی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بتائے ہیں کہ بہت سے محققین نے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت امام کی ولادت ۸۵ھ میں ہوئی تو کوئی اعتراض نہیں۔ اس تقدیر پر تین اور صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابو جحیفہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور حضرت محمد بن عاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قول کی بنا پر کوفے ہی وصال فرمایا اس قول کی بنا پر ان حضرات کی بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس لئے حضرت امام اعظم تابعی ہوئے۔ اور ان احادیث کے مصداق ہوئے۔

طوبی لمن سرائی وامن بی وطوبی لمن سرائی من سرائی۔ اے خوشی کا مژدہ ہو جس نے مجھ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔
 لا تنس الناس مسلحا سرائی و سرائی من سرائی۔ سداۃ التمدی۔ ادا سے جس نے میرے دیکھے والوں کو دیکھا۔
 اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھ دیکھا یا میرے دیکھے والوں کو دیکھا۔ مشکوٰۃ ۵۵۴۔

خیر امتی قرنی ثمالذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم
میری امت میں سب سے بہتر میرے زلمنے والے ہیں پھر وہ
متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۳۔
جوان کے بعد ہیں پھر وہ جوان کے بعد ہیں۔

یہ وہ فخر ہے جو حضرت امام اعظم کے اقران میں دوسرے ائمہ کو نصیب نہ ہوا نہ امام مالک کو نہ امام اوزاعی کو نہ سفیان ثوری کو
نہ یث بن سعد کو۔ حضرت امام کا تابعی ہونا اتنا محقق ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی کو بھی باوجود شافعی عصیت کے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ
حضرت امام اعظم تابعی تھے انھوں نے کوفہ میں اس وقت موجود متعدد صحابہ کی زیارت کی۔
تابعی ہونے کے لئے صحابی کی صرف روایت کافی ہے روایت شرط نہیں جیسے صحابی ہونے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کافی ہے۔ خود امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے۔

من صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوساۃ من المسلمین جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی یا
فہو من اصحابہ بخاری ص ۱۵۰۔
جس نے آنحضرت کی زیارت کی وہ حضور کے اصحاب میں سے ہے

حضرت امام اعظم کی تابعیت سے انکار بدایت کا انکار ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت امام اعظم کی ولادت ۳۰
میں ہوئی ہے۔ اگر اسے کوئی صاحب صحیح نہ مانیں ۳۰ ہی سن ولادت مانیں جب بھی خود کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ادنی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ اور ایک قول کی بنا پر حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ بھی کوفہ ہی میں تشریف فرما تھے۔ تو ان حضرات
کی زیارت کرنا یقینی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کو صحابہ کرام کی زیارت اور ان سے حصول برکت کا کتنا شوق تھا یہ سب کچھ معلوم ہے۔
کیا کسی کو اس کا گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت امام اعظم سترہ اٹھارہ یا کم از کم سات آٹھ سال کے ہو گئے اور ان کے شفیع والدین نے
انھیں صحابی رسول اللہ کی زیارت اور دعا سے محروم رکھا ہوگا۔ اور اگر بالفرض یہی مان لیا جائے کہ مؤخر الذکر کے ہی میں تھے تو ان کی
زیارت کرنا بھی یقینی ہے۔ اس لئے کہ بر بنائے قول صحیح ان کا وصال ۳۰ میں ہوا ہے۔ اس وقت تک حضرت امام کی عمر مبارک
کم از کم تیس سال تھی۔ پہلا حج حضرت امام اعظم نے ۳۶ میں اپنے والد کے ہمراہ کیا ہے۔ اور حضرت امام اعظم نے چھ حج کئے تھے۔
۳۰ دوسری شعبان کو وصال ہوا ہے۔ اس حساب سے ظاہر کہ حضرت ابوالطفیل کی حیات میں انھوں نے پندرہ حج کئے اور اگر
ان کا وصال ۳۰ میں مانا جائے تو ان کی حیات میں کم از کم پانچ حج کئے۔ کون ایسا بد بخت مسلمان ہوگا کہ اسے معلوم ہو کہ مکہ معظمہ میں
صحابی رسول موجود ہیں اور ان کی زیارت کا شرف نہ حاصل کرے۔ اسی طرح بروایت صحیح ثابت ہے کہ حضرت امام نے حضرت
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی متعدد بار زیارت کی۔ حضرت انس کو فہ تشریف لانے رہتے تھے حضرت علامہ ابن حجر نے حضرت انس

اور حضرت عبداللہ بن اوفی کی زیارت کی تصریح کی ہے تفصیل کے لئے تبیض الصیف ص ۷ کا مطالعہ کریں۔ علاوہ ازیں تہذیب التہذیب میں بھی حضرت مدوح نے تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کو دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں ابن سعد نے اپنے طبقات میں بھی اس کی تصریح کی ہے۔ نیز امام ذہبی، امام نووی، خطیب بغدادی، دارقطنی، ابن ابی شیبہ، علامہ زین عراقی، علامہ سخاوی، امام یافعی، امام جزری، امام ابونعیم، علامہ ابن حجر، علامہ ابن عبد البر، سعفی، علامہ عبد الغنی مقدسی، سبط ابن ابی جوزی، فضل اللہ توریشی، ولی عراقی، ابن الوزیر، علامہ خطیب قسطلانی وغیرہ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس کی زیارت کی ہے۔ ائمہ اخاف میں سے جنہوں نے یہ قول کیا ہے۔ ان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔

صحابہ سے سماع حدیث | یہ موضوع البتہ غور طلب ہے کہ حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہے یا نہیں۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی سے حدیث نہیں سنی ان کا سب سے بڑا استدلال یہ ہے کہ اگر حضرت امام اعظم نے کسی صحابی سے حدیث سنی ہوتی تو ان کے انھیں انھیں تلامذہ حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد اسکو ضرور روایت کرتے۔

لیکن یہ کوئی ضروری نہیں۔ امام مسلم، امام بخاری کے تلمیذ ہیں اور امام بخاری کے انتہائی مداح مگر اپنی صحیح میں ان سے ایک بھی حدیث نہیں روایت کی۔ اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسف کے واسطے سے ایسی احادیث کی روایت بھی ثابت ہے علامہ موفق نے اپنے مناقب میں امام ابو یوسف کے واسطے سے حدیث نقل فرمائی کہ حضرت امام ابو حنیفہ نے فرمایا میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الدال علی الخیر کفاحلہ واللہ یحب اعانۃ اللہ فان۔

نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے مثل ہے اور

اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند فرماتا ہے۔

یہ ایک نظیر ہے ورنہ مناقب موفق کا مطالعہ کریں ان میں امام ابو یوسف کی متعدد ایسی روایتیں ہیں۔ جو حضرت امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست سنی ہیں۔

اسکے علاوہ مسند حنفی میں جامع بیان العلم فتح المغیث للسخاوی۔ میں متعدد ایسی احادیث کی نشاندہی کی ہیں جنہیں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہ راست صحابہ سے سنی ہیں۔

اس لئے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابہ کی زیارت اور ان سے روایت دونوں ثابت ہے اور روایت و زیارت کا ثبوت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

تعلیم | حضرت امام اعظم کے بچپن کا زمانہ فنون سے بھرا تھا۔ شہنشاہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے مشہور زمانہ سمر

حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ چونکہ مشوایان مذہب ائمہ وقت حجاج کی چہرہ دستیوں سے خوش نہیں تھے۔ اس لئے یہی لوگ اس کے مظالم کے زیادہ نشانہ تھے۔ فقہاء محدثین اگرچہ علم فقہ و علم حدیث کی تعلیم و تدریس میں مصروف تھے۔ مگر پورا عراق حجاج کے مظالم سے بے اطمینانی کی حالت میں تھا۔ حضرت امام اعظم اپنے ابتدائی دور میں آبائی پیشہ تجارت میں مصروف تھے۔ اور پھرے کا ایک کارخانہ قائم کر لیا تھا۔ مسلمانوں کی خوش نختی کہ ۹۵ھ میں حجاج اور ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک مرگیا۔ اور اس کی جگہ سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ سعادت ازلی نے اسکی رہنمائی کی کہ اس نے، حضرت عمر بن عبد العزیز کو اپنا مشیر خاص بنایا اور مرتے وقت اپنے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز کو ولی عہد کر گیا۔ یہ ۹۹ھ میں مرگیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے مسند خلافت کو زینت بخشی تو انھوں نے جہاں ملک کی سیاسی انتظامی بد عنوانیوں کا ازالہ کیا وہیں احادیث نبویہ و قضایا صحابہ کی تلاش و جستجو اور جمع و تدوین اور نشر و اشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ جس کی قدرے تفصیل گزر چکی ہے۔

اسی دور میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس پر محرک یہ واقعہ بھی ہوا۔ حضرت امام ایک دن بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت شعبی کا گھر پڑتا تھا حضرت امام جب ان کے مکان سے گزرے تو امام شعبی نے انکو بلایا اور پوچھا کس سے پڑھتے ہو انھوں نے جواب دیا کسی سے نہیں۔ امام شعبی نے فرمایا تم میں استعداد کے جوہر نظر آرہے ہیں۔ علماء کے پاس بیٹھا کرو اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کر لیا پھر بوری توجہ اور اہتمام سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

ابتداء حضرت امام کی توجہ علم کلام پر تھی علم کلام سے مراد آج کا موجودہ علم کلام نہیں بلکہ اس عہد میں مذہبی بنیادی اخلاعات پر قرآن و حدیث سے صحیح موقف کی حمایت اور غلط نظر سے کی تردید مراد ہے۔ لیکن حضرت امام نے دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام خواہ حکام قضاۃ زہاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فقہ ہے۔ ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے حضرت امام اعظم سے یہ پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے یہ خود نہ بتا سکے اس سے کہا کہ حضرت حماد سے جا کر پوچھ لے اور وہ جو بتائیں مجھے اگر بتا دینا۔ حضرت حماد کلگھر قریب ہی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ عورت واپس آئی اور حضرت حماد کے جواب کو بتایا۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں اس سے مجھے بہت غیرت ہوئی اور اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اور ان سے فقہ حاصل کرنے لگا۔

تحصیل حدیث | اخاف کی کتب فقہ و اصول فقہ اس کی شاید عدل ہیں کہ فقہ حنفی کی بنیاد، کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ پھر اجماع امت پر علی الترتیب ہے۔ سب پر مقدم کتاب اللہ ہے۔ کتاب میں کوئی حکم شرعی ملتا ہے تو وہ سب پر مقدم ہے اگرچہ وہ مراحضہ نہ ملے۔ اشارۃً ملے اقتضائے ملے۔ جب کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں ملتا تو دوسرے درجہ پر احادیث ہیں۔ جب احادیث میں بھی کوئی حکم نہیں ملتا تو امت کے اجماع کو دیکھتے ہیں۔ اگر اس خصوص میں امت کا اجماع نہیں ملتا تو اس کے بعد قیاس کی منزل آتی ہے۔ یہ ترتیب وہی ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بن جاتے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

استفسار پر عرض کیا تھا۔ جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بحد پسند فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا والی نامزد فرمایا تو پوچھا اے معاذ! فیصلہ کس بنیاد پر کرو گے انھوں نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو۔ عرض کیا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا اگر اس میں بھی تم نہ پاؤ تو۔ عرض کیا اجتہادِ بَرائی۔ پورا غور و خوض کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ یہ جواب سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوش مسرت میں ان کے سینے پر دست مبارک ملا اور فرمایا۔

الحمد لله الذي وفق رسولنا رسول الله لما
يرضى به رسول الله له
اللہ کا شکر ہے کہ اس نے رسول اللہ کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی
جو رسول کو پسند ہے۔

اس پر اخاف کے لاکھوں لاکھ مسائل کا ایک ایک جزئیہ شاہد ہے۔ اخاف کو اس بارے میں اتنا اہتمام ہے کہ کتاب اللہ کے عام میں قیاس تو قیاس خبر واحد سے بھی تخصیص نہیں کرتے۔ کتاب اللہ کے مطلق کو قیاس تو بہت بعید ہے خبر واحد سے بھی مفید نہیں کرتے۔ اس پر ذیل کا واقعہ شاہد ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں ابو یطیع نے کہا۔ میں کوئے کا جامع مسجد میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ تھا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق۔ سفیان ثوری۔ مقاتل بن حیان۔ حماد بن سلمہ وغیرہ بہت سے فقہاء آئے۔ ان حضرات نے، حضرت امام ابو حنیفہ سے کہا۔ ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ اس پر حضرت امام نے ان لوگوں کے سامنے اپنے مسائل پیش کئے۔ اور صبح سے زوال کے پہلے تک ان لوگوں سے مناظرہ ہوتا رہا۔ امام نے کہا۔ میں کتاب اللہ پر عمل سب پر مقدم رکھتا ہوں۔ پھر سنت پر۔ پھر صحابہ کے متفقہ فیصلے پر۔ پھر ان کے مختلف فیہ فیصلوں میں جو قوی ہو اس پر اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ حضرت امام اعظم نے جو اصول بتائے اسی پر اپنے تمام مسائل ثابت کر دیے جس کے نتیجے میں وہ حضرات بلغ باغ ہو گئے اور سب نے ان کے ہاتھوں اور گھٹنوں کو بوسے دیئے اور فرمایا۔

انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى منا من و
يقضائك بغير علم فقال غفر الله تعالى لنا ولكم جميعين
آپ علماء کے سردار ہیں اب تک ہم نے غلط فہمی میں آپ کو جو کچھ کہا ہے اسے
معاف کر دیں امام نے فرمایا۔ اللہ مجھ اور آپ سب لوگوں کو معاف فرمائے۔

چونکہ احادیث فقہ کی بھی بنیاد ہیں۔ اور کتاب اللہ کے معانی و مطالب کی بھی اس کا سہ ہیں۔ اس لئے حضرت امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں انھیں کوشش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب سے لے کر تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور و ثقل کے ساتھ جاری تھا۔ اور کوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔ کوئے کا اس وصف خصوصی میں امتیاز امام بخاری کے ہم تک باقی رہا۔

اسی لئے موصوف کو ذاتی بارگئے کہ خود فرمایا شمار نہیں کر سکتا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض و عناد کی بنا پر کوفے سے شدید نفرت رکھنے والے ایک مجتہد صاحب نے کوفے کے ان مشاہیر کی تعداد تیرہ بتائی ہے جن سے امام بخاری کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جب کہ مدینہ طیبہ کے ایسے مشائخ کی تعداد صرف چھ اور مکہ معظمہ کے صرف پانچ اور بغداد کے صرف چار بتا سکے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اسی سال کے بعد جب کوفے کا یہ حال تھا تو اسی سال پہلے عہد تابعی میں کوفے کی گلیوں میں عیسیٰ بن ابی مرثد کا دریا کتنا موجزن رہا ہو گا۔ ظاہر ہے کہ جو شہر ایک ہزار پانچ سو صحابہ کرام کے قدم بیمنت لزوم سے فیض یاب ہو چکا ہو وہ بھی ان منتخب سابقین اولین سے جن میں ستر بزرگ اور تین سو اصحاب بیعت رضوان تھے۔ پھر جسے باب اعلم حضرت علی حضرت سعد بن وقاص حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے وجود باوجود سے خبر و برکت کا سرچشمہ بنادیا ہو وہ یقیناً اسی لائق ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے لئے امام بخاری بھی اس شہر کے تمام بلاد اسلامیہ سے زیادہ محتاج رہے۔

حضرت امام نے حدیث کی تحصیل کی ابتدا یہیں سے کی۔ کوفے میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ ابوالحسن شافعی ہیں مگر ان کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ تراویح وہ مشائخ ہیں جو کوفے کے رہنے والے تھے یا کوفے میں تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ اور یہ تو کوئی بھی تہذیب الاسماء تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کا مطالعہ کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ امام صاحب نے کوفے کے ایسے ۲۹ محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے۔ جن میں چند مشاہیر کے نام ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یسلم بن ابی اسلم، ائمہ محدثین ہیں کہ سفیان ثوری امام احمد بن حنبل وغیرہ کے سلسلہ اسناد میں ان میں سے اکثر بزرگ ہیں۔ حضرت امام اعظم کے مشائخ حدیث میں، امام شعبہ بھی ہیں انھیں دو ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ سفیان ثوری نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث کہلے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث اتنی عام نہ ہوتی۔ سنہ ۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔ جب سفیان ثوری کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ آج علم حدیث مر گیا۔ امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا۔ غائبانہ ان کی ذہانت و نکتہ رسی کی تعریف کرتے رہتے ایک بار ذکر آیا تو شعبہ نے کہا جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشین ہیں۔ یحییٰ بن معین استاذ امام بخاری سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے انھیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی شعبہ آخر شعبہ ہی تھے۔ عقود ابواب ہم

کوفہ کے علاوہ حضرت امام اعظم نے بصرے کے تمام محدثین سے حدیثیں حاصل کیں۔ اس وقت بصرہ بھی علم و فضل خصوصاً علم حدیث کی بہت اہم درگاہ تھا۔ یہ شہر بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا اور یہ شہر خصوصیت سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ مرکز حدیث بن گیا تھا۔ علامہ ذہبی جیسے بصرے میں دو سو سے زائد محدثین کو محدث کا خطاب دیا ہے وہ بصرے یا کوفہ ہی کے رہنے والے یا یہاں اکثر آمد رفت رکھنے والے تھے۔ تذکرۃ الحفاظ۔

حضرت امام اعظم نے ان دونوں مراکز سے ہزاروں ہزار احادیث حاصل کیں۔ مگر امام اعظم ہونے کے لئے ابھی اور بہت کچھ ضرورت باقی تھی یہ کی حرین طیبین سے پوری فرمائی۔ گذر چکا کہ پہلا سفر حضرت امام نے ۹۶ھ میں کیا تھا۔ اور عمر میں ۵۵ حج کے ۱۵۰ھ میں وصال ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ ۹۶ھ کے بعد کسی سال حج ناغہ نہ ہوا۔ اس لئے حرین طیبین کی حاضری کم از کم ۵۵ بار ۹۶ھ کے بعد سے مسلسل بلا ناغہ ہوئی۔ اس عہد میں حضرت عطاء بن رباح مکہ معظمہ میں سرتاج محدثین تھے۔ یہ تابعی ہیں دو سو صحابہ کرام کی صحبت کا ان کو شرف حاصل ہے۔ خصوصاً حضرت ابن عباس، ابن عمر، اسامہ، جابر، زید بن ارقم، عبداللہ بن سائب، عقیل بن رافع، ابوالدرداء، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمیع سے بھی احادیث سنی ہیں۔ یہ محدث ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہت عظیم مجتہد بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے تھے کہ عطاء کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ ایام حج میں حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو جاتا تھا کہ، عطاء کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے۔ اساطین محدثین۔ امام اوزاعی۔ امام زہری، امام عمرو بن دینار انھیں کے تلمیذ خاص تھے۔

حضرت امام اعظم جب ان کی خدمت میں تلمذ کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت عطاء نے ان کا عقیدہ پوچھا امام اعظم نے کہا میں اسلاف کو برا نہیں کہتا، گنہگار کو کافر نہیں کہتا۔ ایمان بالقدر رکھتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عطاء نے داخل حلقہ درس کیا۔ دن بدن حضرت امام کی ذکاوت فطانت روشن ہوتی گئی۔ جس سے حضرت عطاء ان کو قریب سے قریب تر کرتے رہے یہاں تک عطاء دو سو روں کو ہٹا کر امام اعظم کو اپنے ہلو میں بٹھاتے۔ حضرت امام جب مکہ حاضر ہوتے تو اکثر حضرت عطاء کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ان کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا تو ثابت ہوا کہ تقریباً بیس سال ان سے استفادہ کرتے رہے۔

مکہ معظمہ میں حضرت امام نے ایک اور وقت کے امام حضرت عکرمہ سے اخذ علوم فرمایا عکرمہ سے کون واقف نہیں۔ یہ حضرت علی ابو ہریرہ، ابن عمر، عقبہ بن عمرو، صفوان، جابر ابو قتادہ ابن جابر، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمیع کے تلمیذ ہیں۔ تقریباً ستر مشاہیر ائمہ تابعین تفسیر و حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

مکہ معظمہ عام دنوں میں مرکز علم و فن تھا ہی حج کے ایام میں پوری دنیا اسلام کے ائمہ حدیث و تفسیر و فقہ حرین طیبین میں اکٹھے ہو جاتے۔ اس لئے حج کے ایام میں ان سب سے اخذ فیض کا بہت اچھا موقع ہوتا۔ اور حضرت امام اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے۔

مکہ معظمہ ہی میں امام شام حضرت اوزاعی سے ملاقات ہوئی۔ اور ان کا حضرت امام سے مشہور مناظرہ ہوا۔ جس سے امام اوزاعی کی حضرت امام سے مکمل صفائی ہو گئی۔ اور مکہ معظمہ ہی میں دوسرا امام شام حضرت مکحول سے بھی ملاقات ہوئی۔

مدینہ طیبہ میں جب حضرت امام حاضر ہوئے تو فقہاء سبعہ میں سے دو بزرگ با حیات تھے۔ ایک سلیمان بن کا دو سرانبر تھا۔ یہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے۔ دوسرے حضرت سالم یہ حضرت فاروق اعظم کے پوتے حضرت عبداللہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت امام اعظم نے خصوصیت سے ان دونوں اماموں سے احادیث اخذ کیں۔ ان کے علاوہ اور دوسرے حضرات سے بھی فیض پایا۔

کہنے کو تو حضرت امام اعظم کے طلب علم کا میدان صرف کوفہ سے بصرہ اور حرین طیبین تک محدود ہے مگر اس کی وسعت اتنی ہے کہ چار ہزار شیوخ سے احادیث اخذ کیں۔

امام اوزاعی اور امام باقر کے واقعات

امام اوزاعی ابتداً حضرت امام اعظم سے بہت بدظن تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جب بیروت، امام اوزاعی کی خدمت میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے پہنچے۔ تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ کوفہ میں ابو حنیفہ کون ہیں؟ جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہیں دیا۔ واپس چلے آئے۔ دو تین دن کے بعد گئے تو ساتھ میں کچھ لکھے ہوئے اوراق لیتے گئے۔ امام اوزاعی نے ان کے ہاتھ سے وہ اوراق لے لئے۔ سرورق لکھا تھا: قال نعمان بن ثابت۔ ان اوراق کو دیر تک بغور پڑھتے رہے۔ پھر ان سے پوچھا یہ نعمان کون ہیں۔ انہوں نے کہا عراق کے ایک صاحب ہیں۔ جن کی صحبت میں میں رہا ہوں۔ فرمایا۔ یہ عظیم شخص ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں۔ جن کو آپ نے بتدع کہا ہے۔ اب امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جب حج کے لئے گئے تو مکہ میں امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ اور انہیں مسائل کا ذکر آیا۔ امام اعظم نے ان مسائل کی توضیح ایسی عمدہ کی کہ امام اوزاعی ششدر رہ گئے۔ عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے۔ امام اعظم کے جانے کے بعد ان سے کہا۔ ان کے فضل و کمال نے ان کو محسوس دینا دیا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا۔ میری بدگمانی غلط تھی۔ اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

حضرت امام کے اس تذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب حضرت امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا۔ کہ یہ ابو حنیفہ ہیں!۔ امام باقر نے، امام اعظم سے کہا۔ وہ تمہیں ہو جو قیاس سے میرے جدِ کریم کی احادیث رد کرتے ہو۔ امام اعظم نے عرض کیا۔ معاذ اللہ۔ حدیث کو

کون رد کر سکتا ہے۔ حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا۔ حضور!۔ مرد ضعیف ہے یا عورت؟۔ ارشاد فرمایا۔ عورت۔ عرض کیا۔ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟۔ فرمایا۔ مرد کا۔ عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو، مرد کا دو نا حصہ دینے کا حکم کرتا۔ پھر عرض کیا۔ نماز افضل ہے کہ روزہ؟۔ ارشاد فرمایا۔ نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضاء بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضاء ضرور کرے!۔ اس پر امام باقرؑ اتنا خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔

— حضرت امام اعظم نے ایک مدت تک حضرت امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر رہ کر فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

اسی طرح ان کے خلیفہ الرشید حضرت امام جعفر صادقؑ سے بھی اکتساب فیض فرمایا ہے۔

حضرت امام اعظم کے اساتذہ ان کا اتنا ادب کرتے تھے کہ دیکھنے والے انگشت بندھاں ہو جاتے تھے۔ محمد بن فضل کا بیان ہے کہ حضرت امام ایک بار خضیب کے پاس ایک حدیث سننے کے لئے حاضر ہوئے۔ خضیب نے آتے دیکھا تو تعظیماً کھڑے ہو گئے اور اپنے برابر بیٹھایا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ شتر مرغ کے انڈے کے بارے میں کیا حدیث ہے؟۔ خضیب نے کہا۔ احسب ان ابو عبیدہ، عن عبد اللہ بن مسعود، فی بیضۃ النعام یصیبھا المحرم ان فیہ قیمتھا۔

مکہ معظمہ کے مشہور امام محدث عارف باللہ حضرت عمرو بن دینار بھی تھے۔ عمر میں حضرت امام سے تیرہ سال چھوٹے تھے۔ مگر ان سے بھی استفادے میں حضرت امام کو عار نہ تھا۔ ان سے بھی حدیث حاصل کی۔ حضرت امام جب انکی مجلس میں بیٹھے تو نہایت مؤدب بیٹھے۔ اور ادھر حضرت عمرو بن دینار کا حال یہ تھا کہ اگر امام اعظم ہوتے تو کسی اور کی طرف مخاطب نہ ہوتے۔

ابتداء میں لوگ حضرت امام اعظم کی طرف متوجہ نہ ہوئے مگر دن بدن لوگوں کا رجوع بڑھنا گیا۔ کچھ ہی دنوں میں یہ حال ہو گیا جب حج کے لئے جاتے تو اطراف و اکناف میں دھوم مچ جاتی کہ، فقیہ عراق، عرب جا رہے ہیں۔ جس شہر جس بستی پر گذر ہوتا ہزاروں ہزار کا مجمع اکٹھا ہو جاتا۔ ایک بار مکہ معظمہ حاضر ہوئے تو فقہاء، محدثین دونوں کی اتنی بھیڑ جمع ہو گئی کہ کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ شوق کا یہ عالم کہ لوگ ایک پر ایک گرے پڑتے تھے۔ پریشان ہو کر حضرت امام اعظم نے کہا۔ کوئی ہمارے میزبان سے جا کر کہہ دیتا کہ وہ ان لوگوں کا انتظام کر دیتے تو اچھا تھا۔ ابو عامر نبیل موجود تھے۔ انھوں نے کہا میں جا کر کہہ دیتا ہوں۔ یہ چند سٹے رد گئے ہیں ان کے جوابات ارشاد فرمادیں۔ حضرت امام اعظم نے ان کو اور نزدیک بلا کر پوری توجہ سے سوالات سننے۔ جوابات دینے۔ ابو عامر سے فارغ ہو کر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے سوالات کے جوابات دینے لگے۔ کچھ دیر کے بعد خیال آیا کہ کسی شخص نے میزبان سے کہنے کا وعدہ کیا تھا۔ دریافت فرمایا وہ شخص کہاں گئے؟۔ ابو عامر وہیں موجود تھے۔ عرض کیا۔

میں نے وعدہ کیا تھا۔ فرمایا تم گئے نہیں۔ ابو عاصم نے منہ لگے شوح طالب علم کی طرح کہا۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ ابھی جاؤں گا۔ امام نے فرمایا۔ عرف عام میں اس قسم کے احتمالات کی گنجائش نہیں ان الفاظ سے ہمیشہ وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو عوام کی غرض ہوتی ہے۔ یہ ایک لطیفہ ہے مگر اس میں بھی حضرت امام نے ایک فقہی کلیہ بیان فرمادیا۔

حضرت امام اعظم نے زیادہ تر احادیث اجلہ تابعین سے لی ہیں۔ تابعین میں انھیں سے حدیث لی جو مدت تک صحابی کی صحبت میں رہے۔ تقویٰ، علم و فضل، زہد و ورع میں جو اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اگر محدود دے چند ایسے نہیں تو وہ شاذ و نادر ہیں۔ حضرت امام کے وقار کو اپنے اساتذہ کے دلوں میں ان کی قوت اجتہاد نے بہت زیادہ بڑھا دیا تھا۔ یہ کبھی اپنی تحقیق پیش کرنے سے چوکتے نہیں تھے۔

ایک دفعہ حضرت حماد کے ساتھ امام اعظم کو رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ مغرب کا وقت ہو گیا۔ پانی ساتھ نہیں تھا۔ تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ حماد نے قوی دیا کہ تمیم کر لیا جائے۔ امام اعظم نے کہا آخر وقت تک پانی کا انتظار کرنا چاہئے۔ کچھ آگے بڑھے تو پانی مل گیا۔ سب نے وضو کر کے نماز پڑھی۔

امام شعبی اس کے قائل تھے کہ معصیت میں کفارہ نہیں۔ ایک دفعہ یہ اور امام اعظم کہیں کشتی پر جا رہے تھے۔ یہی مسئلہ چھڑ گیا۔ امام اعظم نے فرمایا کہ گناہ میں بھی کفارہ ہے۔ ظہار کے بارے میں ارشاد ہے۔
فَانْتَهُم لِيَقُولُوا مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ ۚ وَذُرَّا ۙ
یقیناً یہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ظہار گناہ ہے اور اس پر کفارہ ہے۔ امام شعبی نے جھجھکا کر کہا: اَقْيَاسٌ اَنْتَ۔ کیا تم بہت قیاس کرنے والے ہو؟

عطار بن رباح سے کسی نے اس آیت کے معنی پوچھے۔

وَإِنِّيَا أَهْلَةً دَمِيلَهُمْ مَعَهُمْ ۚ
اور ہم نے ایوب کو اس کے گھر والے بھی دیئے اور اس کے ساتھ
انتہائی اور۔

حضرت عطار نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب کی جو ردا اور اولاد جو مرچکی تھی وہ زندہ کر دی۔ اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور پیدا کر دی۔ حضرت امام اعظم نے کہا۔ جب کوئی شخص کسی کی صلب سے نہ ہو تو وہ اس کی اولاد کیسے ہو گا۔
عظیم محدث ہونے کے شواہد حضرت امام اعظم کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی۔ سب سے روشن سب سے قوی

دلیل فقہ حنفی ہے۔ فقہ حنفی کے کلیات، جزئیات کو اٹھا کر دیکھو۔ اور دوسری طرف احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو۔ جن جن ابواب جن جن مسائل میں صحیح غیر مؤول غیر منسوخ کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب کے سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے امام طحاوی کی معانی الآثار، علامہ عینی کی بخاری کی شرح عمدۃ القاری، ابن ہمام کی فتح القدیر کا مطالعہ کرے۔ اور کچھ خلیجان رہ جائے تو علم حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ فتاویٰ، فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے حرف حرف کی تصدیق ہو جائے گی۔ اگر معاندین کی یہ بات مان لی جائے کہ حضرت امام اعظم حدیث نہیں جانتے تھے تو ان کا مذہب احادیث کے مطابق کیسے ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادت میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام اعظم کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں ان احادیث کے صحائف تھے جنہیں حضرت امام ابو حنیفہ نے سنی تھیں۔ آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے حدیث کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تھی۔ امام ذہبی اور علامہ ابن حجر نے بھی یہی تعداد بتائی ہے۔ مسند خوارزمی میں سیف الائمہ سے بھی یہی تعداد منقول ہے۔

امام بخاری و مسلم وغیرہ محدثین کے استاذ حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا۔ امام حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے ۱۰
انہیں کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ میں جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں۔ وہ کبھی کسی برائی سے متہم نہ ہوئے ۱۱
امام ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا۔ امام ابو حنیفہ امام شریعت تھے ۱۲

علامہ ابن حجر مکی سبکی شافعی نے لکھا کہ حضرت سفیان ثوری نے فرمایا۔ امام ابو حنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ اور صدوق

ہیں ۱۳

حافظ ابن حجر مکی نے کہا کہ، علی بن مدینی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ سے، ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی۔ نیز فرمایا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں۔

حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ ہمارے لوگ، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں تفریط میں گرفتار ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہ کی طرف حدیث یا مسائل بیان کرنے میں کسی قسم کی مسامحت یا کذب یا جھوٹ کی نسبت صحیح ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں ۱۴

اسرائیل بن یوسف نے کہا۔ امام ابو حنیفہ بہت اچھے شخص تھے۔ حدیث کو کما حقہ یاد رکھتے۔ ان کے برابر کوئی نہیں ہوا ۱۵

۱۰ شرح سفر السعادت مطبوعہ پاکستان ۱۱ ۱۲ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۰۳ ۱۳ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۲ ۱۴ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۲ ۱۵ انحراف احسان ص ۱۸۸ ۱۶ ایضاً۔

امام یحییٰ بن معین سے کسی نے دریافت کیا امام ابو حنیفہ کیسے ہیں؟ فرمایا۔ ثقہ ہیں۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ کسی نے ان کو ضعیف

کہا ہو۔

شعبہ بن الحجاج امام اعظم کو لکھا کرتے ہمارے لئے احادیث کی روایت کر س اور فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور سچے لوگوں میں سے تھے۔ کبھی اس پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگی۔ وہ ائمہ کے دین میں مامون و معتمد تھے۔ صحیح احادیث بیان فرماتے۔

یزید بن ہارون نے کہا۔ میں لوگوں سے ملا پس کسی کو امام صاحب سے بڑھ کر عاقل و فاضل و پرہیزگار نہ پایا۔

یہ امام بخاری کے استاذ ہیں۔ یہ اعظم الناس کہیں اور امام بخاری بعض الناس۔ ابو محمد بن عیاش نے کہا۔ ابو حنیفہ اپنے زمانے

کے لوگوں میں افضل تھے۔ خارجہ بن مصعب نے کہا۔ میں ایک ہزار علماء سے ملا ہوں۔ مگر علم و عقل میں ابو حنیفہ جیسا کسی کو نہیں پایا۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کے استاذ الاستاذ حضرت عبد اللہ بن مبارک کے سلسلے میں کسی نے امام اعظم نے برائی کی تو فرمایا۔ تم

علماء میں ایک ان کا مثل دکھاؤ۔ ورنہ ہمارا بچہ چھوڑ دو۔ ہمیں عذاب میں مت ڈالو۔ ان کی مجلس میں بڑوں کو چھوٹا دیکھتا میں انکی مجلس

میں اپنے آپکو جتنا کم رتبہ دیکھتا کسی کی مجلس میں نہ دیکھتا۔ اگر اس اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں کہ میں افراط سے کام لے رہا ہوں تو میں ابو حنیفہ پر کسی کو

مقدم نہیں کرتا۔ نیز فرمایا۔ امام اعظم کی نسبت تم لوگ کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے تھے۔ اور فرمایا۔ ابو حنیفہ کی رائے مت کہو حدیث کی تفسیر کہو۔ اگر ابو حنیفہ

تو تابعین بھی ان کے محتاج ہوتے۔ نیز فرمایا۔ خدا کی قسم ابو حنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے۔ وہی کہتے تھے۔ جو حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ احادیث ناسخ منسوخ کے بہت ماہر تھے۔ معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو تلاش کر لیا

کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا یہ قول مشہور ہے۔

لولا ان الله تعالى اغاثني بابي حنيفة وسفيان كنت اكسائر الناس ۵۴

میں سے ہوتا۔

یہ عبد اللہ بن مبارک وہ مسلم الثبوت امام ہیں کہ امام بخاری نے جزو رفع یدین میں فرمایا۔

اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اگر لوگ دوسرے کم علم لوگوں کی اتباع کے بجائے ان کی اتباع کریں تو بہتر ہوتا۔

سفيان بن عيينه نے کہا۔ عبد اللہ بن مبارک اپنے زمانے کے اور شعبی اپنے زمانے کے اور ان کے بعد ابو حنیفہ اپنے زمانے

کے سب سے بڑے عالم ہیں میری آنکھوں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ مکی بن ابراہیم استاذ امام بخاری نے کہا۔ امام ابو حنیفہ اپنے

لے بنایہ شرح ہدایہ ج ۱۷ جزو اول ص ۵۴، تبیض الضعیفہ ص ۱۲، سنی موفق کر دوی، سنی تہذیب التہذیب جز ۱۰ ص ۵۴، وایضاً تبیض

الضعیفہ ص ۱۲،

زمانے کے اعلم علماء تھے۔

غور کریں۔ اس زمانے میں، امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام سعید بن کدام، امام عبد اللہ بن مبارک، وغیرہ سیکڑوں محدثین موجود تھے۔ انھوں نے امام اعظم کو سب سے زیادہ اعلم کہا۔ یہ مکی بن ابراہیم وہ جلیل القدر بزرگ ہیں۔ جن سے امام بخاری کو ان ثلاثیہ نصیب ہوئیں۔

امام مالک سے امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا۔ اخیر میں امام ابو حنیفہ کو دریافت کیا تو فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے۔ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

سعید بن عروبہ نے کئی مسائل پر امام اعظم سے گفتگو کی۔ بالآخر یہ کہا۔ ہم نے جو متفرق طور پر مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ میں مجتمع ہیں۔ امام ذہبی نے اس کا مطلب یہ بتایا کہ انھوں نے جو مختلف دیار و اصصار، کے کثیر تعداد محدثین سے احادیث حاصل کیں وہ سب امام اعظم کے پاس اکٹھی تھیں۔

خلف بن ایوب نے کہا۔ ابو حنیفہ نادر الوجود شخص ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرف سے علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پھر صحابہ میں تقسیم ہوا۔ پھر تابعین میں پھر ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں۔ اسرائیل بن یونس نے کہا۔ اس زمانے میں لوگ جن جن چیزوں کے محتاج ہیں۔ امام ابو حنیفہ ان سب کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

حفص بن غیاث نے کہا۔ امام ابو حنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو احکام میں مفید اور صحیح ہوں۔ ابو علقمہ نے بیان کیا میں نے اپنے شیوخ سے سنی ہوئی بہت سی حدیثوں کو امام اعظم ابو حنیفہ پر پیش کیں۔ تو انھوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کیا۔ اب مجھے افسوس ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہیں سنائیں۔

یہ وہ اجلہ ائمہ محدثین ہیں جن کو درمیان سے نکال دیں یا ان کو دروغ گو کہہ دیں تو پھر صحاح ستہ ہی ختم ہو جائے۔ انھوں نے حضرت امام اعظم کے بارے میں کیا کیا کہا وہ سن چکے۔ انصاف و دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ ان سب کو ثقہ معتمدین ہی نہیں حدیث میں امام مانتے ہیں تو جس طرح روایت احادیث میں صدوق تسلیم کر چکے ان کو ان کے ان اقوال میں بھی صدوق تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

بشارت نبوی بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، امام احمد بن حنبل، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی، معجم کبیر،

۱۔ تبیض الصغیر، ۲۔ الخیرات الحسان، ۳۔ مناقب کر دی، ۴۔ کر دی و تبیض الصغیر، ۵۔ ایضا، ۶۔ موفق کر دی، ۷۔ موفق کر دی،

شیرازی القاب میں: قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز طبرانی اسی معجم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے اوپر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا:-

لو کان الایمان عند الثی بالنالہ سراجا ل من ہولاء۔ بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ۔ مسلم فضائل صحابہ ص ۲۱۲،
ترمذی کتاب التفسیر سورہ جمعہ ص ۱۶۴، مناقب فصل النجم ص ۲۲۲،
دوسرے طریقے سے یہ الفاظ ہیں۔

لو کان الدین عند الثی بالذهب بہ سراجا ل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتنادلہ۔
(مسلم فضائل صحابہ ص ۲۱۲)

تیسرے طریقے سے یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کی ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا:- یہ اور انکے اصحاب والذین نفسی بیدک لو کان الایمان منوطا بالثی بالنالہ سراجا ل من فارس (ترمذی تفسیر سورہ محمد ص ۱۵)

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث الالقاب للشرازی میں یوں ہے:-

لو کان العلم معلقا بالثی بالنالہ قوم من ابناء فارس۔

معجم کبیر طبرانی میں یہ الفاظ ہیں:-

لو کان الایمان معلقا بالثی بالنالہ العرب لنالہ سراجا ل فارس۔

اسی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ان الفاظ میں ہے:-

لو کان الدین معلقا بالثی بالنالہ ناس من ابناء فارس

ابونعیم نے خود حضرت سلمان فارسی سے یہ حدیث یوں تخریج کی:-

لو کان الدین عند الثی بالنالہ۔ لذهب سراجا ل من ابناء فارس۔ یتبعون سنتی ویکثرون الصلوۃ علی۔

چار صحابہ کرم سے اس مضمون کی حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ مروی کہ اگر ایمان، دین، علم و ثپا کے پاس ہوتا تو بھی

فارس کے مردوں میں سے کچھ مرد یا فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔

اجلہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس کے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں تبیین الصغیر

ص ۱ میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ لکھتے ہیں:-

قد بشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالامام ابی حنیفۃ فی القادش

الذی اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ کی اس

حدیث میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے علیہ میں ابوہریرہ

عنه (الی ان قال) نهذا اصل صحیح یعتمد علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیلئے پھر اس حدیث کے مختلف حوالجات فی البشارة والفضيلة۔ دے کے فرماتے ہیں۔ یہ اصل صحیح ہے جس پر بشارت اور فضیلت میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

علامہ سیوطی کے شاگرد سیرت شامی کے مصنف علامہ محمد بن یوسف شامی نے بھی اس کی تائید کی۔ رد المحتار میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:-

فی حاشیة الشبراہمسی علی المواہب عن العلامة الشامی تلمیذ السیوطی قال ما جرأ به شیخنا من ان اباحیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاہر الاشکاف فیہ لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغ احد۔ رد المحتار ج ۱۲، مواہب کے شبراہمسی کے حاشیہ میں ہے کہ علامہ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے کہا وہ جس پر ہمارے شیخ نے یقین کیلئے کہ ابو حنیفہ ہی اس حدیث سے مراد ہیں۔ بالکل ظاہر ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ اس لئے کہ ابناء فارس میں سے کوئی بھی علم میں ان کے درجے تک نہیں پہنچا۔

علامہ ابن حجر کی شافعی انخیزات الحسان میں اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- فیہ معجزة ظاهرة للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والی بات حیث اخبر بما سيقع ما، کی خبر دی۔

تصانیف امام اعظم

فقہ اکبر اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ جو بہت متداول متعارف ہے۔ اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ مگر ان تمام شرحوں میں سب سے زیادہ مقبول شرح حضرت ملا علی قاری کہے۔ جو آسانی ہر جگہ ملتی ہے۔ حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی کی بھی ایک فارسی شرح ہے۔ جو چھپ گئی ہے۔

العالم والمتعلم اس کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی اور نہ کہیں پتہ چلتا ہے کہ کہیں موجود ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہیں۔

کتاب السیر۔ کتاب الادب۔ الفقه الاوسط۔ کتاب الرد علی القدریہ۔ رسالۃ الامام ابی عثمان الیمنی فی الارجاء۔ کتاب الراء۔ اے ابن ابی العوام نے ذکر کیا ہے۔ کتاب اختلاف الصحابة۔ اے ابو عاصم عامری اور مسعود بن شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ کتاب الجامع۔ اے یحییٰ بن مصعب نے تاریخ مروی میں ذکر کیا ہے۔ مکتوب وصایا۔

مسانید حضرت امام اعظم کے مسانید کے متعدد نسخے تھے۔ ان سب کو ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ نے یکجا جمع کر دیا ہے۔
مقدمے میں انھوں نے ان سب کو جمع کرنے کا سبب یہ لکھا ہے کہ شام میں بعض جاہلوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو حدیث
میں زیادہ دخل نہیں ماسی وجہ سے حدیث میں ان کی کوئی تصنیف نہیں۔ اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان تمام مسانید کو جنھیں علماء
نے امام ابوحنیفہ کی حدیثوں سے جمع کئے تھے اکٹھا کر دیا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

① مسند حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبد اللہ الاستاذ۔

② مسند امام ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

③ مسند حافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔

④ مسند حافظ ابو نعیم الاصبہانی۔

⑤ مسند شیخ ابو بکر محمد بن عبد الباقی محمد الانصاری۔

⑥ مسند امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی۔

⑦ مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشعانی۔

⑧ مسند ابو بکر احمد بن محمد بن خالد الطلائعی۔

⑨ مسند امام ابو یوسف قاضی القضاة۔

⑩ مسند امام محمد۔

⑪ مسند حماد بن امام ابو حنیفہ۔

⑫ آثار امام محمد۔

⑬ مسند امام ابو القاسم عبد اللہ بن ابی العوام العدی۔

امام خوارزمی نے جن مسانید کو شمار کرائے جن کو انھوں نے یکجا کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی مسانید ہیں۔ جیسے مسند حافظ ابو

عبد اللہ حنین بن محمد بن خسر والہی المتوفی ۵۲۳ھ مسند امام حاکمی جس کی حضرت ملا علی قاری نے شرح لکھی ہے۔ مسند مادرسی مسند

ابن البرزلی متوفی ۵۲۵ھ۔ ان دونوں کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

ان مسانید کی اسناد امام خوارزمی نے اپنی جامع المسانید جن محدثین سے لے لے ان لوگوں تک اپنی سندیں بھی بیان کر دی ہیں۔

احسان کے کائف و مناقب بھی ذکر کئے ہیں۔ تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے حضرت امام اعظم کے مسانید کی تعداد اکیس بتائی

۴۔ جن کی سندیں متصل ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے، انسان العین فی مشائخ الحرمین، میں اپنے دادا استاد علامہ عیسیٰ جعفری مغربی متوفی ۱۱۷۵ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت امام اعظم کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں انھوں نے اپنا سلسلہ سند سیدنا حضرت امام اعظم تک متصل تحریر کیا ہے۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی، سیرت شافعیہ کبریٰ کے مصنف علامہ سیوطی کے تلمیذ نے، عقود الجوان فی مناقب النعمان، میں حضرت امام اعظم کی سترہ مسانید کا سلسلہ روایت بالاتصال مسانید کے جامعین تک بیان کیا ہے۔
علامہ عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ کا بیان ہے کہ میں حضرت امام اعظم کی تین مسانید کے صحیح نسخوں کے مطالعے شرف ہوا۔ جن پر حفاظ احادیث کے توثیقی دستخط تھے۔ جن کی سندیں بہت عالی اہل ثقہ ہیں۔

کوثری صاحب نے تائیب الخطیب میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم کی مسانید کو محدثین سفر، حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ مسانید امام اعظم میں احکام کی احادیث کا بہت عمدہ ذخیرہ ہے۔ جن کے رواۃ ثقہ، فقہاء، محدثین ہیں۔
علامہ ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں کہا امام الاعظم سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے۔ جن کا شمار نہیں۔

علامہ منزنی نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے لگ بھگ ایسے کبار محدثین کو شمار کیا ہے۔ جامع المسانید دیکھیں سیکڑوں محدثین کی امام صاحب سے روایات مذکور ہیں۔ جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث ہیں جو ائمہ ستہ اور ان کے بعد کے دوسرے محدثین کے شیوخ و اساتذہ بواسطہ یا بلا واسطہ ہیں۔

خصوصیت حضرت امام اعظم کے مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو حضرت امام نے براہ راست صحابہ کرام سے سنی ہیں۔ اور ثلاثیات تو اکثر ہیں۔ جن میں حضرت امام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ زمانہ خیر القرون کا تھا۔ جن میں صدق و امانت، اور ثقہ ہونا غالب تھا۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ علوسند کی اس فن میں کتنی اہمیت ہے۔ امام بخاری کے تذکروں میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ انھوں نے امام شافعی سے روایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو امام شافعی کے معاصر محدثین کی روایت مل گئی۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ وسائل جتنے زیادہ ہوں گے خطرات اتنے ہی زیادہ ہوں گے۔ اور وسائل جتنے کم ہوں گے توہم یا کسی اور غلطی کے احتمالات کم سے کم ہوتے جائیں گے۔

جرح و تعدیل میں حذاقت کوئی کامل محدث اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جرح و تعدیل کی دقتوں میں کامل نظر نہ رکھتا ہو۔ اس خصوص میں حضرت امام اعظم کو امتیازی کمال حاصل تھا۔ مسلم الثبوت محدثین ان کی جرح بطور سند پیش کرتے ہیں امام ترمذی کی جلالت شان سے کون انکار کر سکتا ہے؟ انھوں نے اپنی جامع کتاب العیض میں امام اعظم کا قول، عطاء بن رباح کی تعدیل

اور جابر جعفی کی جرح میں تحریر کیا۔ مدخل معرفۃ دلائل النبوة بہنی میں ہے۔ ابو سعد سفانی نے امام اعظم کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ سفیان ثوری سے حدیث اخذ کرنے کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا۔ وہ ثقہ ہیں ان کی احادیث لکھو۔ البتہ جو احادیث ابواسحق عن امارش کے یا جابر جعفی کے واسطے سے ہوں انہیں نہ لکھو۔ امام اعظم نے فرمایا اطلق بن حبیب قدری ہے۔ عباس بن ربیعہ ضعیف ہے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے میں جب کوئے پہنچا۔ تو امام ابو حنیفہ نے میرا تعارف کرایا اور توثیق کی۔ تو لوگوں نے میری احادیث سیں۔

محدث جلیل حماد بن زید نے کہا کہ عمرو بن دینار کی کینت ابو محمد ہے۔ یہ مجھے امام ابو حنیفہ ہی نے بتائی۔ ورنہ صرف نام معلوم تھا۔ فرمایا عمرو بن عبیدہ پر اللہ لعنت کرے اس نے کلامی مباحث سے فتنوں کے دروازے کھول دیئے۔ فرمایا۔ جہم بن صفوان۔ مقاتل بن صفوان کو اللہ عز و جل ہلاک کرے۔ ایک نے نفی میں افراط کی دوسرے نے تشبیہ میں غلو کیا۔ فرمایا۔ کسی کو حدیث کی روایت اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ سننے کے وقت سے روایت کے وقت تک اس کو یاد نہ ہو۔ امام اعظم سے دریافت کیا گیا کہ لفظ اخبرنا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟ فرمایا کوئی جرح نہیں۔ ابوقطن جیسے عظیم محدث نے امام صاحب کا یہ قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کہ حدیث سنا کہ بھی حدیثی کے لفظ سے روایت کر سکتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ روایت میرے نزدیک ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانچ ماہ پہنا ہے۔

قلت روایت کا سبب میں نے اختصار کے پیش نظر حضرت امام اعظم کے عظیم، جلیل، کامل، اکمل، حاذق، ماہر محدث ہونے کے ثبوت میں چند اسلاف کے گراں قدر قابل اعتماد اقوال پیش کر دیئے۔ ہم نے اپنی طرف سے ان پر کوئی توضیح و تفصیل نہیں کی۔ اس سے ہر طالب انصاف فیصلہ کر لے گا۔ کہ حضرت امام اعظم کا حدیث میں بھی اتنا بلند درجہ ہے کہ بڑے بڑے وہاں تک رسائی نہیں حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں حضرت امام کے معاندین اپنے ثبوت میں جو بات پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب اتنے بڑے محدث تھے تو ان سے روایتیں کیوں کم آئی ہیں؟

علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ چونکہ شرائط بہت سخت تھے۔ مثلاً ابھی مذکور ہوا کہ حضرت امام اعظم کے نزدیک صحت روایت کی شرط یہ ہے کہ سماع کے وقت سے روایت کے وقت تک راوی کو حدیث یاد ہو۔ دوسری شرط یہ تھی حضرت امام اعظم روایت بالمعنی کے قائل نہ تھے۔ روایت باللفظ ضروری جانتے تھے۔ اس لئے روایت کم فرمائی ہے۔

ہیں یہ تسلیم ہے کہ جس شان کے محدث تھے اس کے لحاظ سے روایت کم ہے۔ مگر یہ ایسا الزام ہے کہ امام بخاری جیسے محدث پر بھی عائد ہے۔ انہیں چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر بخاری میں کتنی احادیث ہیں۔ وہ آپ معلوم کر چکے۔ غور کیجئے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صرف ڈھائی ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔ کیا یہ تقلیل روایت نہیں ہے؟

پھر ان محدثین کی کوشش صرف احادیث جمع کرنا اور پھیلانا تھا۔ مگر حضرت امام اعظم کا منصب ان سب سے بہت بلند اور بہت اہم اور بہت مشکل تھا۔ وہ امت مسلمہ کی آسانی کے لئے قرآن و حدیث و اقوال صحابہ سے منفع مسائل امتقادیہ و عملیہ کا استنباط اور انکو جمع کرنا تھا۔ مسائل کا استنباط کتنا مشکل ہے۔ یہ آگے آ رہا ہے۔ اس میں مصروفیت اور پھر عوام و خواص کو ان کے حوادث پر احکامات کی مشغولیت نے اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنی شان کے لائق بکثرت روایت کرتے۔

یہ صحیح ہے کہ محدثین نے بھی اپنی تعانیف میں ابواب قائم کر کے مسائل کا استنباط کیا ہے بلکہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں بعض حضرات کا مقصود اصلی اپنے مستنبط کئے ہوئے مسائل ہی کو بیان کرنا ہے۔ اور جمع احادیث کی حیثیت ثانوی مقصد ہے۔ لیکن مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ بھی فیض ہے حضرت امام اعظم کا جیسا کہ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔

الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفہ من لم ینظر فی کتبہ
لم یتبحر فی العلم ولا یتفقہ لہ
سب لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ جس نے امام
ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا اسے علم میں تبحر نہیں حاصل
ہوا اور نہ وہ فقیہ ہوا۔

الاہم فالاہم کی ترتیب یہ جگہ لازم ہے۔ حضرات خلفاء و راشدین سے اور دیگر اہل صحابہ کرام سے روایتیں کتنی کم ہیں۔ اسکا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ حضرات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احوال و کوائف اور ارشادات کو کم جانتے تھے۔ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سب سے اعلم خلفاء و راشدین ہیں۔ مگر ترتیب فضیلت کے برعکس روایت کا درجہ ہے۔ یہ صرف وہی الاہم فالاہم میں مصروفیت کی وجہ سے ہے۔ یہی بات یہاں بھی ہے۔ کہ استخراج مسائل اس وقت کی سب سے اہم ضرورت تھی۔ اس میں مصروفیت کی وجہ سے اتنا موقع نہ ملا کہ اپنی شان کے مطابق احادیث کی روایت کرتے۔

فقہ کی حقیقت

ہمارا مقصد اس مقدمہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بیان کرنے سے صرف فقہ حنفی کا تعارف ہے۔ اس لئے کہ شرح میں اس سے جگہ جگہ سابقہ پڑے گا۔ جزئیات کے ضمن میں فقہ حنفی کا مفصل تعارف موجود ہے۔ مگر اس پر سب کی اس حیثیت سے نظر نہیں جائے گی۔ اس لئے بعد ضرورت یہاں اس کا ذکر ضروری ہے۔
فضیلت فقہ جہاد کی فضیلت اور اہمیت سے کے انکار ہے۔ مگر قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

وَمَا كَانَ السُّؤْمُؤُنَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ ۝

مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ سب کے سب نکل پڑیں ایسا کیوں نہ ہوا کہ
ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔

اور ارشاد ہوا۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۝

جس کو حکمت دی گئی اس کو بہت بھلائی دی گئی۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد احکام ہیں۔

امام بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

من یرد اللہ بہ خیرا یرفقہ فی الدین ۝

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں کچھ عطا فرماتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نضر اللہ عبد اسمع مقالتي فحفظها ودعاها وادها

اس بندے کو اللہ عزوجل رتو تازہ رکھے جس نے میرے ارشاد کو سنا پھر

فرب حامل فقه غیر فقیہ و سب حامل فقه الی

یاد کیا اور محفوظ رکھا اور دوسرے تکسہ پہنچایا کتنے فقہ کے حامل نہیں کتنے

من هو افقه منه - رواه احمد والتمذی والبوداؤ

فقہ کے حامل سے زیادہ فقیہ وہ ہے جسکو اس نے پہنچایا۔

د ابن ماجہ والدارمی عن شرید بن ثابت ۝

حقیقت یہ ہے کہ کسی بات کو سنکر اسے کما حقہ یاد رکھنا کمال ضروری ہے مگر کما حقہ یاد رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ اسے بخوبی
سمجھ لینا اس سے کئی گنا زیادہ کمال ہے۔ یہی وہ حد فاصل ہے جو ایک فقیہ کو ایک محدث سے ممتاز کرتی ہے۔ محدث کا کام احادیث کو
صحمت کے ساتھ یاد رکھنا ہے۔ اور فقیہ کا کام اس کے ساتھ ساتھ اسے شارع کے منشاء کے مطابق سمجھنا ہے۔ پھر اس سے احکام کا
استخراج ہے۔ ان دونوں باتوں کے لئے کتنی وسعت علم اور ذکاوت فطانت کی ضرورت ہے۔ یہ وہی جان سکنا ہے۔ جو فقہ سے
آشنا ہو۔ اسی لئے علما نے فرمایا کہ محدث ہونا علم کی پہلی منزل ہے۔ اور فقیہ ہونا اخیر منزل۔ جس کی حوت بحرن تصدیق آگے
آنے والی تفصیل سے ہر منصف کو ہو جائے گی۔

قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ صحابہ کرام عربی ہی تھے۔ ان کے سامنے قرآن نازل ہوتا تھا۔ شان نزول سے وہ واقف
تھے۔ مگر صحابہ خود اس کے محتاج تھے کہ معانی قرآن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں حضور مائدہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یہ بیان فرمائی۔

لے سورہ یونس آیت (۱۰۲) لے سورہ بقرہ آیت (۲۶۸) لے بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۷ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵ ب

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ دُرُكِهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
یہ رسول ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور انھیں پاک
کتاب ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

اور فرمایا:-

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۚ
یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں انھیں صرف علم
والے ہی سمجھتے ہیں۔

حدیث گذری کہ بہت سے حاملِ فقہ، غیر فقیہ ہوتے ہیں۔ بعض فقیہ بعض سے اعلیٰ و برتر ہوتے ہیں۔ یہ سب اسی کی طرف رہنمائی
ہے کہ محض حفظ انسانی کمال کی معراج نہیں۔ بلکہ یہ خشیتِ اول ہے۔ معراجِ علم اس کا کما حقہ کھنا ہے۔ اور یہ کام صرف فقیہ کا ہے۔

ضرورتِ فقہ انسان کی معاشرت کی وسعت نے اتنی چیزوں کا انسان کو محتاج بنا دیا ہے کہ ایک انسان اگر لاکھ کوشش کرے کہ وہ
دوسرے سے مستغنی ہو جائے تو محال ہے۔ مسلمان چونکہ عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کا پابند ہے اس لئے اسے عبادات
کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم لفظ لفظ احکام شریعت کی ضرورت ہے۔ آپ صرف عبادات ہی کو لے لیجئے اس کے فروع و جزئیات
کتنے کثیر ہیں اب ہر انسان کو اس کا مکلف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی و مطالب کے حفظ رکھے۔ اور تمام احادیث کو مع سند و مالہ و
ما علیہ یاد رکھے۔ تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ انسان میں تقسیم کار ہو۔ اس کے نتیجے میں ضروری ہے کہ ایک طبقہ علم دین
کی تحصیل اور پھر اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو۔ جس کا صریح حکم سورہ یونس کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ہے۔ کہ فرمایا:-
ہر گز وہ سے ایک جماعت فقہ حاصل کرے۔

رہ گئے عوام تو انھیں یہ حکم ہے:-

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ
علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

عوام کو اس کا مکلف کیا گیا کہ وہ اللہ عز و جل اور رسول کے بعد علماء کی اطاعت کریں۔ ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أَهْلَ الْأَمْرِ ۚ
اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم
والے ہیں ان کا حکم مانو۔

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا۔ تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی وہ آیت پڑھ کے سنائی جائے
یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے۔ اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے۔ اور اگر یہ ضروری قرار دیں تو

اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے امت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے۔

اس لئے ضروری ہو کہ امت کے جن علماء کو اللہ عزوجل نے یہ صلاحیت و استعداد دی ہے کہ وہ قرآن و احادیث کے حفظ و ضبط کے ساتھ ساتھ ان کے معانی و مطالب سے کما حقہ واقف ہیں۔ اور ان کے ناسخ و منسوخ کو جانتے ہیں۔ جن میں اجتہاد و استنباط کی پوری قوت ہے۔ وہ خداداد قوت اجتہاد سے احکام شرعیہ کا ایسا مجموعہ تیار کر دیں جن میں منفع احکام مذکور ہیں۔

اس ضرورت کو سب سے پہلے حضرت امام الائمہ، سراج الائمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا۔ اور آپ نے اپنی خداداد پوری صلاحیت کو قرآن و احادیث و اقوال صحابہ سے مسائل کے استخراج و استنباط میں صرف فرمادیا جسکے احسان سے امت مرحومہ ہمدرد برآ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً جب کہ دور وہ شروع ہو چکا تھا۔ کہ سیکڑوں نئے نئے فتنے اٹھ رہے تھے۔ بد مذہب اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں گھل مل کر ہزار ہا احادیث گڑھ کر پھیلا چکے تھے۔ اگر فقہ مرتب نہ ہوتی تو امت کا کیا حال ہوتا وہ کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں۔

بنیاد ہم پہلے خود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ذکر کر آئے ہیں۔ کہ جب کوئی کہے کہ علماء حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر امام صاحب کی خدمت میں گئے اور ان سے کہا کہ آپ بہت زیادہ قیاس کرتے ہیں تو فرمایا۔

ای اقدم العمل بالکتاب ثم بالسنة ثم بالقضية
الصحابہ مقدما ما اتفقوا علی ما اختلفوا وجینڈ
اقیس له
میں کتاب اللہ پر عمل سب سے مقدم رکھتا ہوں اس کے بعد احادیث پر
پھر صحابہ کرام کے متفقہ فیصلے پر اس کے بعد ان کے ان اقوال پر جو مختلف فیہ
ہوں (اور ان میں جو قوی ہوں) پھر قیاس کرتا ہوں۔

علامہ عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ان ابا حنیفہ قال لا تتبع الرائی والقیاس الا اذا لم اظفر
بشی من الکتاب والسنة او الصحابة رضی اللہ
عنہم
یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں
کرتا مگر اس وقت جب کہ حدیث یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کچھ نہ ملے۔

لہ میزان الشریعہ الکبریٰ اور شیخ ابن حجر کی نے بھی اس عبارت سے ملتی جلتی عبارت خیرات الحسان ص ۱۹ میں تحریر فرمائی ہے من شاء
فلیرجع الیہ لہ عمدۃ القاری فی شرح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۔

فقہ حنفی اس اجمال کی پوری تفصیل ہے۔ عمل باحدیث کا یہ حال ہے کہ حضرت امام نے اپنا یہ بنیادی دستور بنالیا تھا۔
اذا صحح الحدیث فهو مذہبی۔ ہر حدیث صحیح میرا مذہب ہے۔

ابو حمزہ سمری جو مسلم الثبوت محدث ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے جب کوئی صحیح حدیث مل جاتی ہے تو اسی کو لیتا ہوں۔ اور جب صحابہ کے اقوال مل جاتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو لیتا ہوں۔ البتہ تابعین کا جب کوئی قول ملتا ہے اور وہ میرے فیصلے کے خلاف ہوتا ہے تو میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

نیز انھیں سے منقول ہے کہ میں نے صحابہ کرام کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے زیادہ بہتر اور انسب طریقے پر کلام کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ ہر ایک صاحب کمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے۔

اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے کسی صاحب فضیلت کی تنقیص یا برائی نہیں کی۔ امام بخاری کے سلسلہ اساتذہ کے مسلم الثبوت محدث بلکہ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے۔ امام ابو حنیفہ کے ارشاد کو رائے مت کہو۔ حدیث کی تفسیر کہو۔ (منافق موفی کروری)

اس سلسلے میں یہ واقعہ گوش گزار کرنا ضروری ہے کہ امام ابو یوسف، قاضی القضاة، جنھیں امام بخاری کے استاد حضرت یحییٰ بن یحییٰ نے صاحب الحدیث مانا۔ علامہ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا۔ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام ابو حنیفہ سے مسائل پر بحث کر لیتے، اور جب کوئی منہج فیصلہ ہو جاتا تو میں وہاں سے اٹھ کر، کوفے کے محدثین کے پاس جاتا ان سے اس مسئلے کے متعلق احادیث پوچھتا پھر امام اعظم کی خدمت میں واپس آکر ان احادیث کو سناتا۔ حضرت امام ان سے کچھ حدیثوں کو قبول فرماتے۔ اور کچھ کے بارے میں فرماتے یہ صحیح نہیں۔ میں حیرت سے پوچھتا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو فرماتے۔

کفنی میں جو علم ہے اس کا میں عالم ہوں۔

اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام اعظم اتنے بڑے محدث تھے کہ اس وقت کوفے جیسے علم حدیث کے مرکز میں ان کے برابر کوئی نہیں تھا۔ وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم کسی مسئلے پر اسی وقت کوئی اخیر رائے قائم کرتے تھے جب کہ اس پر ان کے نلاذہ جی کھول کر مکمل بحث کر لیں۔ جس کو اس مسئلے کے متعلق جو کچھ کہنا ہوتا کہہ لیتا پھر فیصلہ ہوتا۔ اور سب بڑی بات یہ ثابت ہوں کہ حضرت امام اعظم جو فیصلہ فرماتے وہ قیاس سے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں احادیث صحیحہ کے مطابق ہوتا۔

چونکہ فقہ کی بنیاد کتاب اللہ پر ہے اس کے بعد احادیث پر۔ نیز نظم قرآن اور الفاظ احادیث کے معنی پر دلالت کبھی صریح ہوتی ہے

کبھی خفی۔ اور کبھی خفی تر۔ نیز صریح دلالت کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مقصود اسی معنی کا بیان ہوتا ہے۔ کبھی وہ معنی صریح مقصود بیان نہیں۔ مگر ہوتا صریح ہے۔ جیسے ارشاد ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
مال غنیمت ان محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور
مالوں سے نکالے گئے۔

اس آیت میں دو باتیں صریح ہیں ایک یہ کہ، فقرا مہاجرین، مال غنیمت کے مستحق ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے باوجود کہ مکے میں ان کے گھر بار مال تھے۔ پھر بھی فقیر ہیں۔

اس آیت سے مقصود بیان مال غنیمت کا استحقاق ہے۔ اور فقیر ہونا بھی صریح مذکور ہے۔ مگر یہ مقصود بیان نہیں۔ نیز اسی آیت سے ثابت ہوا کہ اگر کفار مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر کے اس کو دار الحرب میں محفوظ کر لیں۔ تو وہ کفار کی ملک ہو جاتا ہے۔ یہ دلالت خفی ہے۔

ظاہر ہے جو بات قرآن و حدیث سے صریح طور پر ثابت ہو اس کی حیثیت اور ہوگی۔ اور جو خفی طور پر ثابت ہوگی اس کی حیثیت اور ہوگی۔ یہیں دیکھ لیجئے اس آیت سے ثابت کہ مہاجرین مال غنیمت کے مستحق ہیں۔ یہ ہر شے سے بالاتر ہے۔ لیکن اسی سے یہ بھی ثابت ہے کہ استیلا کفار سب ملک ہے۔ اس میں وہ قوت نہیں جو پہلے میں ہے۔ اس کو آپ دوسری مثال سے سمجھیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ طلاق کی عدت تین قروہ ہے۔ قروہ کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی۔ احناف کہتے ہیں کہ یہاں حیض کے معنی میں ہے اس لئے عدت کا شمار حیض سے ہوگا۔ شوافع کہتے ہیں کہ یہاں طہر مراد ہے۔ عدت کا شمار طہر سے ہوگا۔ قرآن مجید دونوں کا مستند ہے۔ کیا کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ جیسے آیت اول سے مہاجرین کے مال غنیمت کے استحقاق کا ثبوت ہے اسی طریقے سے عدت طلاق کا حیض یا طہر ہونا بھی ثابت ہے؟ احادیث کی ان سب احتمالات کے ساتھ ساتھ، روایہ کی قلت و کثرت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔ متواتر، مشہور، خبر واحد اب۔ بالکل بدیہی ہے کہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا ثبوت ایسا یقینی و قطعی ہے کہ اس میں کسی شے کی گنجائش نہیں۔ اور یہی حال حدیث متواتر کا ہے۔ حدیث مشہور کا ثبوت بھی یقینی ہے مگر متواتر کی طرح نہیں۔ اور خبر واحد میں یہ یقین اور کم درجہ کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ راوی

لاکھ قوی الحافظ سہی، لاکھ مدین سہی، لاکھ محتاط اور متیقظ سہی۔ مگر ہے تو انسان ہی۔ بہر حال اس سے سہو، نسیان، خطا، بھول چوک مستبعد نہیں۔ اس لئے جو درجہ دو اور دو سے نامد راویوں کا ہے وہ تنہا ایک کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تعداد جتنی بڑھتی جائے گی قوت بڑھتی جائے گی۔ اور تعداد گھٹے میں قوت گھٹتی جائے گی۔ اگرچہ راوی قوی الحافظ، صدوق، ثقہ، تام الضبط، وغیرہ جامع شرائط ہو۔ اب چونکہ

فقہ کی بنیاد جن پر بھی وہ سب ایک درجے کے نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان سے ثابت ہونے والے امور بھی ایک درجے کے نہ ہوں۔ بلکہ ان میں بھی مختلف مدارج ہوں۔ اس لئے اخاف کے یہاں احکام کی ابتدائی تین قسمیں ہوئیں۔ مامور بہ منہی عنہ۔ مباح۔ پھر مامور بہ کی سات قسمیں ہیں۔ فرض اعتقادی، فرض علی، واجب اعتقادی، واجب علی، سنت موكده، سنت غیر موكده، مستحب۔ منہی عنہ کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔ حرام قطعی، مکروہ تحریمی، اسادات، مکروہ تنزیہی، خلاف ادلی۔

یہ سب صرف اس لئے ہوا کہ قرآن کی عظمت اور قطعیت اپنی جگہ رہے اور احادیث کی عظمت اپنی جگہ۔ اور ثابت ہونے والے امور کی ان کے ثبوت کی نوعیت کے اعتبار سے حیثیت اپنی جگہ رہے۔

احکام کے ان فرق مراتب کے موجد حضرت امام اعظم ہیں۔ فرق مراتب کو سبھی مجتہدین نے قبول کیا ہے۔ اس تقسیم سے بہت سے وہ خلجان جو قرآن و احادیث میں بظاہر نظر آتے ہیں۔ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں نماز کے سلسلے میں صرف قیام، قنوت، رکوع، سجود کا حکم ہے۔ احادیث میں ان کی تفصیل ہے۔ مثلاً قیام میں قنوت ہو۔ اور قنوت میں سورہ فاتحہ ہو۔ رکوع، سجود میں تسبیح پڑھی جائے۔ فقہاء نے جنی باتیں قرآن مجید یا احادیث متواترہ سے ثابت ہوئی ان کو فرض قرار دیا۔ بقیہ باتوں کو احادیث کی نوعیت کے مطابق واجب، سنت، مستحب قرار دیا۔ اس کو آپ ایک جزئی مثال سے ذہن نشین کیجئے۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَاتَرَدُّ مَا يَمْشُرَ مِنَ الْقُرْآنِ لَهٗ جَنَامٌ بِرَأْسِهِ قُرْآنٌ مُّذْمُورٌ

اس آیت کا عموم اس کا مقتضی ہے کہ نمازی قرآن کی جو بھی سورہ، آیت پڑھ لے نماز ہو جائے گی مگر احادیث میں ہے کہ لا صلوة الا بفاتحة الكتاب اور کثیر احادیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کے بعد اور بھی قرآن مجید کچھ نہ کچھ پڑھا کرتے تھے۔ جو باعتبار معنی حدیث تک پہنچی ہیں۔ ان احادیث کا مفاد یہ ہوا کہ بغیر سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کے نماز نہیں ہوگی فقہاء نے فرق مراتب سے فائدہ اٹھا کر اس تعارض کو دور فرمایا۔ کہ مطلق قنوت فرض۔ اور خاص سورہ فاتحہ پڑھنا اور ضم سورہ واجب۔ اگر ماذنراخاف احادیث کو قابل عمل نہ جانتے تو بہت آسانی کے ساتھ کہہ سکتے تھے کہ چونکہ یہ احادیث قرآن کے معارض ہیں لہذا متروک العمل ہے۔

اس لئے اخاف کے اصول فقہ کا مسئلہ کلیہ مشہور ہے۔ کہ جب قرآن و حدیث میں تعارض ہو تو پہلے تطبیق کی کوشش کی جائے۔ تطبیق ہو جائے نہ ہو بدرجہ مجبوری کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر احادیث ضرور متروک ہوں گی۔ کیا کوئی اسے عمل یا حدیث کا ترک کہہ سکتا ہے۔ لیکن عناد کا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ بات ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کے قطعی الدلائل معنی کے معارض کوئی روایت ہے تو

وہ حدیث ہی نہیں۔ اگرچہ وہ سب طرح سے درست ہو۔ یہ قاعدہ بھی اخاف کا تراشیدہ نہیں۔ صحابہ کرام سے منقول ہے۔
حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے کہا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ:-

ان السیت یعذب بیکاء الحی لہ زندہ کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

ام المومنین نے فرمایا اللہ عزوجل ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے۔ یہ یقین ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے مگر بھول گئے یا چوک گئے۔
قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی عورت کا بخارہ گزرا اس پر لوگ رو رہے تھے۔ فرمایا۔ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں حالانکہ اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ حضرت ام المومنین کی یہ تنقید اس حدیث کے قرآن کی اس آیت کے معارض ہونے کی وجہ سے تھی کہ فرمایا:-

لَا تَزِرُ سَوَآءًا سَوَآءًا وَتُؤْتِي الْأُخْرَىٰ لَہ کوئی دوسرے کا وبال نہیں اٹھائے گا۔

قرآن و احادیث دونوں پر اخاف کبھی کبھی ایسے اہم نازک موقعوں پر عمل کر لیتے ہیں کہ ہر منصف، دیانتدار، ذی فہم داد دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اس کی مثال قرات خلف امام ہے۔ جس کی قدرے تفصیل یہ ہے۔

اخاف کا مسلک یہ ہے کہ جب جماعت سے نماز پڑھی جائے تو مقتدی قرات نہیں کرے گا۔ خاموش رہے گا۔ خواہ نماز نیری ہو یا جہری۔

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ مقتدی سورہ فاتحہ ضرور پڑھے گا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے لا صلوة الا بفاتحة الكتاب۔ او
حما قال۔

اخاف کی دلیل قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے:-

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ کہ
اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو۔ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت نماز ہی میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ اپنے مورد کے اعتبار سے نماز میں قرآن پڑھے جانے کے بارے میں اور قطعی ہو جاتی ہے۔ اور اگر نماز کے بارے میں نہ بھی ہوتی جیسا کہ معاندین اخاف کی ضد ہے تو بھی اذا قرئ القرآن کا عموم نماز میں قرآن پڑھے جانے کو بھی بلاشبہ شامل۔ اس لئے نماز میں قرآن مجید پڑھے جانے کے وقت استماع اور سکوت بنص قرآنی ثابت۔ اور حکم صریح بغور سننے کا نہیں بلکہ خاموش رہنے کا بھی ہے۔ حالانکہ بغور سننے کے لئے خاموش رہنا لازم ہے۔ جو خاموش

نہ رہے خود بولے جائے وہ کیا سنے گا۔ بغور سننے کے بعد خاموش رہنے کو علیحدہ ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ کچھ نمازوں میں قرآن مجید بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ اور کچھ میں آہستہ۔ جن میں بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ ان میں بغور سننے کے ساتھ خاموش رہنا پایا ہی جائے گا۔ جن نمازوں میں آہستہ پڑھا جاتا ہے ان میں چونکہ سنائی نہیں دیتا تو بغور سننا تو نہ ہوگا مگر چپ رہنا ضروری ہوا۔ اس لئے نماز خواہ یہی ہو خواہ جہری امام جب قرات کرے تو مقتدی پر چپ رہنا بہر حال ضروری ہے۔ کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں۔

اس پر ایک اعتراض امام بخاری نے جزا القراءۃ میں یہ کیا کہ یہ آیت خطبے کے وقت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی یعنی جب خطبہ ہو رہا ہو اور کوئی آئے تو دو رکعت نماز پڑھے۔ اس نماز میں یہ قرآن پڑھ رہا ہے۔ اور حاضرین خاموش ہیں۔ مگر اس وہ کوئی سند نہیں پیش کر سکے ان کے برخلاف امام بخاری کے استاد امام احمد نے فرمایا۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مطلقاً نماز میں قرات کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی بنا پر وہ جہری نمازوں میں مقتدی کو قرات کی اجازت نہیں دیتے۔ اس مستطیع نظر نص جب عام ہو تو حکم مورد کیساتھ خاص نہیں رہتا۔ عام ہی رہتا ہے۔ جب آیت کا صریح مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی قرآن پڑھے تو تم لوگ بغور سنو اور خاموش رہو۔ قرات اور خاموش رہنے کی تاویل تو امام بخاری نے کر لی۔ کہ آنے والا قرات کر رہا ہے لوگ چپ ہیں۔ اگرچہ یہاں حاضرین کا چپ رہنا اس کی قرات کی وجہ سے نہیں بلکہ خطبہ کی وجہ سے ہے۔ مگر بغور سننے کا یہاں کیا محل؟ اسے امام بخاری نے نہیں بتایا۔ یہ اشکال لایعلاج۔ لہذا اگر اس آیت کو خطبے کی حالت کے ساتھ خاص کریں تو لازم آئے گا کہ "فاسستمعولہ" کا ارشاد حشو اور بے معنی ہو جائے۔

دوسرا اعتراض امام بخاری نے یہ کیا ہے کہ اخاف خود اسے عام نہیں مانتے۔ سنت فجر میں کہتے ہیں کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور کوئی آئے اور اسے یقین ہو کہ سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو سکتا ہے تو پہلے سنت فجر پڑھے۔ امام بخاری تو معذور تھے انھیں خاف کے مذہب سے پوری واقفیت نہیں تھی۔ مگر حیرت امام بخاری کے ان مقلدین معاندین پر ہے جنھیں بار بار بتایا جا چکا پھر بھی اسی لوگ کوالپتے رہتے ہیں۔ اخاف نے یہ تصریح کی ہے کہ ایسی حالت میں سنت فجر پڑھے مگر جہاں جماعت ہو رہی ہو وہاں سے ہٹ کر پڑھے مثلاً اگر جماعت اندر ہو رہی ہے تو باہر پڑھے تاکہ مکان بدل جائے۔ اور یہ حکم اسی بنیاد پر ہے کہ آیت کریمہ کا حکم عام ہے۔ غرض کہ اخاف قرآن کو احادیث آحاد پر بہر حال مقدم رکھتے ہیں۔ یہ اختیار اپنی سرشت کے مطابق ہر شخص کو ہے کہ اسے جو چاہے نام دے۔ ویسے قرات خلف امام کے سلسلے میں اخاف کے پاس احادیث بھی ہیں۔ جو اپنے موقع پر مذکور ہوں گی یہاں صرف ایک حدیث ذکر کرتا ہوں۔ موطا امام محمد میں بسند صحیح متصل غیر مقدوح غیر معلل یہ حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ لہ جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات اس کی قرات ہے۔

واضح ہو کہ اس حدیث کے تمام رواۃ صحاح ستہ کے ہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں معاندین کی پیش کردہ حدیث اور قرآن کی آیت میں تعارض بھی نہ رہا۔ اس حدیث نے بتا دیا کہ قرات دو ہے۔ حقیقی اور حکمی۔ جب مقتدی امام کے پیچھے ہے تو اس نے بھی حکماً سورہ فاتحہ پڑھ لی۔ تو حدیث الاصلوۃ الابفاحۃ الکتاب پر بھی عمل ہو گیا۔ اس سلسلے میں حضرت امام اعظم کا ایک بہت مشہور مناظرہ ہے۔ کچھ لوگ حضرت امام اعظم کی خدمت میں آئے کہ ہم آپ سے قرات خلف امام پر مناظرہ کریں گے۔ امام نے فرمایا کہ تم لوگ کئی ایک ہو میں اکیلا میں ہر ایک سے کیسے گفتگو کروں گا۔ تم لوگ کسی کو بات کرنے کے لئے چن لو کہ اس کی کہی ہوئی بات تم سب کی ہو۔ اس کا اقرار سب کا اقرار، اس کا انکار سب کا انکار ہو۔ ان لوگوں نے حضرت امام کی اس تجویز کو مان لیا اور ایک شخص کو منتخب کر لیا کہ یہ بات کرے گا۔ اس پر حضرت امام نے فرمایا یہی تو میں بھی کہتا ہوں کہ جب مقتدی نے ایک کو امام مان لیا تو اس کی قرات مقتدی کی بھی قرات ہے۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے۔

اس پر ایک معاند بہت خفا ہیں کہ حدیث کے مقابلے میں قیاس سے کام لیا۔ لیکن افسوس کہ یہ صاحب زندہ نہیں رہے۔ ورنہ ہم ان سے کہتے کہ یہ قیاس عقلی نہیں قیاس حدیثی ہے جس کے آپ بھی قائل ہیں اور امام بخاری کو اس میں دنیا کا سب سے بڑا امام مانتے ہیں۔ حضرت امام اعظم نے مذکورہ بالا حدیث کی شرح کی ہے۔ جو فرمایا کہ امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔ افسوس کہ اخلاف کی مخالفت میں عمل بالحدیث کا دعویٰ اور ایسے گونگے اندھے کہ صحیح حدیث بھی نظر نہیں آئی۔ اور اگر نظر آئی تو اسے سمجھ بھی نہیں سکتے۔ عمل بالحدیث | اخلاف عمل بالحدیث میں اتنے آگے ہیں کہ دنیا کا کوئی طبقہ اس میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ علامہ خوارزمی نے معاندین کا جواب دیتے ہوئے، جامع المسانید کے مقدمے میں لکھا ہے: امام اعظم کو حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرنے کا طعن وہی دے گا جو فقہ حنفی سے جاہل ہو گا۔ جسے فقہ حنفی سے کچھ بھی واقفیت ہو گی اور وہ منصف ہو گا تو اس کو یہ اعتراف کرنا ہی پڑیگا کہ امام اعظم سب سے زیادہ حدیث کے عالم اور حدیث کی اتباع کرنے والے تھے۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔

① امام اعظم حدیث مرسل کو حجت مانتے ہیں۔ اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں۔ جب کہ امام شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے۔ کہ وہ حدیث مرسل کے بالمقابل قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

② قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس مؤثر۔ قیاس مناسب، قیاس شبہ، قیاس طرد۔ امام اعظم اور ان کے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ قیاس مناسب اور قیاس شبہ بالکل بے اعتبار ہیں۔ رہ گیا قیاس طرد تو یہ بھی مختلف فیہ ہے البتہ قیاس مؤثر کو حجت مانتے ہیں۔ مگر امام شافعی قیاس کی ان چار قسموں کو حجت مانتے ہیں۔ اور قیاس شبہ کا تو ان کے یہاں عام استعمال ہے۔

③ امام اعظم کے احادیث پر عمل کا یہ حال ہے کہ ضعیف احادیث پر بھی قیاس کے مقابلے میں عمل فرماتے ہیں۔ جیسے نماز میں قہقہے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بالکل خلاف قیاس بات ہے۔ مگر ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے۔ لہذا امام اعظم نماز میں قہقہہ کو

ناقض وضو مانتے ہیں۔

یہ وہ نظائر ہیں جو امام خوارزمی نے پیش کئے۔ اس قسم کے نظائر اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان سب کا استقصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو جائے۔ اس کی دوسری نظیر یہ ہے۔ غیر مقلدین منی کو پاک کہتے ہیں۔ اخاف کے نزدیک یہ ناپاک ہے۔ غیر مقلدین کا استدلال قیاس ہے کہ اصل اشیاء میں بہارت ہے۔ منی کو ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گئی ام المومنین کی وہ حدیث جو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوئی تھی دھونے کا نشان ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی کپڑے کو پہنے نماز کو جاتے تھے۔ اس کے بالعارض مسلم کی دوسری حدیث ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی اور حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اولاً یہ ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دھونے کا حکم دیا ہو۔ یہ ام المومنین کا اپنا فعل ہے۔ ثانیاً دیا بھی ہو تو یہ تھوک اور کھنکھار کی طرح گھناؤنی چیز ہے۔ اس لئے دھونے کا حکم دیا۔ ثالثاً اگر یہ ناپاک ہوتی تو مل دینے سے کیسے پاک ہوتی۔ کپڑے پر لگنے والی کوئی نجاست محض مل دینے سے پاک نہیں ہوتی۔

ہر منصف دیکھے کہ حدیث صحیح کو غیر مقلدین قیاس سے رد کر رہے ہیں۔ اور اخاف حدیث پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ وارد ہے۔ اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دوسری نجاستوں کے مقابلے میں منی کی یہ خصوصیت ہے کہ جب سوکھ جائے تو ملنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ نجاست سے پاکی کیسے ہوگی یہ قیاس نہیں بالکل یہ سماعی ہے۔ علاوہ ازیں منی کے نجس ہونے کے بارے میں حدیث میں صراحت ہے۔ امام ابن ہمام نے دارقطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا:-

انما يغسل الثوب من خمس من الغائط والبول والقي والدم والمنى۔ کپڑا پانچ چیزوں سے دھویا جاتا ہے۔ پائخانہ، پیشاب، قی اور خون اور منی سے۔

اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک روایت ثابت بن حماد ہے اور یہ ضعیف ہے۔ حالانکہ یہی حدیث ثابت بن حماد کے بنیر واسطہ طرانی میں مذکور ہے تو جو ضعف ثابت بن حماد کی وجہ سے تھا وہ دور ہو گیا۔ اسی طرح خود ایک دوسرے راوی علی بن زید پر یہ جرح ہے کہ یہ قابل احتجاج نہیں۔ مگر معترض کو یہ معلوم نہیں کہ یہ مسلم کے رجال سے ہیں۔ علاوہ ازیں عل نے کہا لا باس به ہے۔ امام ترمذی نے اسے صدق کہا۔ اسی طرح ایک اور راوی ابراہیم بن زکریا کو بھی کچھ لوگوں نے ضعیف کہا۔ مگر بنزار نے اسے ثقہ کہا۔ چلئے یہ حدیث دونوں سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ مگر دھریلقے سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ ضرور ہوئی۔ اور احکام میں یہ بھی حجت۔ اور آگے چلئے ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اب بھی ضعیف ہی رہی۔ مگر اخاف کا اس پر عمل ہے۔ اور یہی ہمارا مقصد ہے۔

کہ اخاف ضعیف حدیث کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کے قریب نہیں جاتے اور اہل حدیث بننے کے مدعی صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔

⑦ جب صحیح اور ضعیف حدیث متعارض ہوں تو اخاف حدیث صحیح پر عمل کرتے ہیں۔ بخلاف غیر مقلدین وغیرہ کے کہ وہ ضعیف ہی پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ مسئلہ ہے کہ ماؤ قلیل غیر جاری میں نجاست پڑ جائے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟۔ اخاف کہتے ہیں کہ وہ مطلقاً ناپاک ہے خواہ نجاست کا کوئی اثر رنگ، بو، مزہ پانی میں آئے یا نہ آئے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ جب تک پانی میں نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ ظاہر نہ ہو پانی پاک ہے۔ امام بخاری کا یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ چوہا اگر گھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے فرمایا۔ چوہے اور چوہے کے ارد گرد کو پھینک دو اور بقیہ گھی کھاؤ۔

اس حدیث سے ان لوگوں کا مدعا کیسے ثابت ہوتا ہے۔ یہ خود محل نظر ہے۔ کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ جے ہوئے گھی کیسے ہے۔ نیز چوہے کے ارد گرد کو پھینکنے کا حکم صاف بتا رہا ہے کہ چوہے کے گرنے سے گھی کا کچھ حصہ ناپاک ہوا۔ یہ لوگ یہ کہیں گے کہ یہ ہمارا مسئلہ ہے۔ چونکہ چوہے کا ارد گرد چوہے سے متاثر ہو گا اس لئے ارد گرد ناپاک ہو گیا۔ لیکن اثر کا مطلب اگر رنگ یا بو یا مزہ کا گھی میں آجانا مراد ہے تو یہ مسلم نہیں یہ ضروری نہیں کہ چوہے کے مرنے ہی اس کا رنگ یا مزہ یا بو گھی میں آجائے۔ ہاں اگر دیر تک رہے گا تو آسکتا ہے مگر پھر ارد گرد کی تخصیص نہ ہوگی۔ جہاں تک اثر پہنچے سب کو ناپاک ہو جانا چاہئے۔ اور اگر اثر سے نجس ہو نا مراد ہے۔ تو ہمارا مدعا ثابت کہ نجاست کے گرنے سے کسی چیز کے ناپاک ہونے کے لئے رنگ یا بو یا مزہ کا سراپت کرنا ضروری نہیں۔ محض نجاست کے گرنے ہی سے وہ چیز ناپاک ہو جائے گی۔ پھر یہ حکم منجھکا ہے۔ اور پانی رقیق ہے تو منجھد پر رقیق کو قیاس کرنا قیاس میں مع الفارق ہے۔ پھر آخر یہ قیاس ہی تو ہے۔ لہذا آپ نے عمل قیاس پر کیا۔

امام شافعی وغیرہ یہ تفریق کرتے ہیں کہ اگر وہ پانی دو قطفے ہے یعنی دو ٹکے ہے تو پاک ہے۔ اس سے کہہ سکتے ہیں کہ ناپاک۔ انکی دلیل یہ حدیث ہے۔

اذا كان الماء قلتين لا يحمل الخبث لہ جب پانی دو ٹکے ہو تو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا یعنی ناپاک نہیں ہوتا حالانکہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ پھر ٹکے کی تعیین بہت مشکل ہے۔ مثلاً چھوٹا بھی ہوتا ہے اور بڑا بھی۔ کس مقدار کا ٹکا ہوگا؟۔ دونوں فریق کے بالمقابل اخاف کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے۔ حے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام

ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا:-

لا یبولن احدکم فی الماء الراکد الذی لا یجری اس پانی میں جو ٹھہرا ہوا ہو بتانہ ہو برگزیشاب مت کر۔ پھر اسی میں
ثم یقتل فیہ ۱۔ غسل کر۔

اب انصاف کرنے والے انصاف کریں کہ حدیث صحیح پر اخاف عمل کر رہے ہیں۔ امام شافعی اس کے بالتقابل حدیث ضعیف
پر اور امام بخاری قیاس پر پھر بھی اخاف تارک حدیث اور عامل بالقیاس ہیں۔

⑤ اگر دو مضمون کی احادیث متعارض ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو اخاف ترجیح اس روایت کو دیتے ہیں جس کے راوی زیادہ
فقہ ہوں۔ اس کی نظیر رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ امام اوزاعی اور حضرت امام اعظم سے مکہ معظمہ میں دارالنجاطین میں ملاقات ہوئی۔ امام اوزاعی
نے امام اعظم سے کہا کیا بات ہے کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے۔ امام صاحب
نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت نہیں۔ امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں۔ حالانکہ مجھ سے
زہری نے حدیث بیان کی وہ سالم سے، سالم اپنے والد ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز
شروع کرتے جب رکوع میں جاتے جب رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت امام اعظم نے فرمایا
ہم سے حماد نے حدیث بیان کی وہ ابراہیم نخعی سے وہ علقمہ سے وہ اسود سے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد پھر نہیں کرتے تھے۔ اس پر امام اوزاعی
نے کہا کہ میں عن الزہری عن سالم عن ابیہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور آپ کہتے ہیں حدیثی حماد عن ابراہیم
عن علقمہ حضرت امام اعظم نے فرمایا۔ حماد، زہری سے افقہ ہیں۔ اور ابراہیم، سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم
نہیں۔ اگرچہ صحابی ہونے کی وجہ سے علقمہ سے افضل ہیں۔ اسود اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی فقہ میں برتری سب کو معلوم ہے۔
امام اوزاعی نے حدیث کو علوسند سے ترجیح دی۔ اور امام اعظم نے راویوں کے افقہ ہونے کی بنیاد پر۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ
اگر دو متضاد باتیں دو فریق سے مروی ہوں۔ دونوں ثقہ ہوں مگر ایک فریق کے راوی زیادہ عالم زیادہ ذہین زیادہ کچھ دار ہوں تو ہر
دیانت دار عاقل اسی بات کو ترجیح دے گا جو فریق ثانی سے مروی ہو۔

اس سلسلے میں ایک لطیفہ بھی سنئے چلئے۔ غیر مقلدیت کے معلم اول میاں اسماعیل دہلوی جب رفع یدین کرنے لگے تو کسی نے
انھیں ٹوکا تو فرمایا۔ کہ یہ سنت مردہ ہو چکی تھی۔ میں اس کو زندہ کر رہا ہوں۔ اور حدیث میں مردہ سنت زندہ کرنے پر مشہدوں کے

یہاں تو دونوں سنت ہیں

تنبہات اور جوابات

اگر ہم چاہیں تو اس قسم کی صد ہا نظریں پیش کر دیں مگر مقدمہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس قسم کے ابجاث کے لئے پوری کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ بات اس وقت تک مکمل نہ ہوگی جب کہ معاندین کے اعتراضات میں سے چند نقل کر کے انکی تلمی نہ کھول دی جائے۔ اس لئے اب ہم چند اعتراضات کو پیش کر کے اس کے جوابات ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

پہلا اعتراض حدیث مَصْرَۃ کی خلاف ورزی کا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ ایک حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَصْرُ وَالْأَبْلُ وَالْغَنَمُ فَمَنْ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَلِكَ فَانَّهُ
بِغَيْرِ النَّظَرِ بَيْنَ بَعْدِ انْ يَحْلِبَهَا انْ شَاءَ امْسِكْ وَاِنْ شَاءَ
سَادَهَا وَصَاعٌ مِنْ تَمْرٍ لَمْ
بیچنے کے لئے اونٹ اور بکری وغیرہ کا دودھ دوہنا نہ چھوڑو
جس نے اس کے بعد خریدا تو دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے
اگر راضی ہے تو جائز روک لے ورنہ جائز واپس کر دے اور
ایک صاع کھجور بھی دے۔

یہ بخاری کی روایت ہے۔ مسلم شریف میں یہ زائد ہے کہ اسے تین دن تک خیار حاصل ہے اگر لوٹائے تو ایک صاع طعام دے
گیہوں نہیں۔ اُس عہد میں طعام کا اطلاق جو پر ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی بخاری میں مروی ہے
کہ انھوں نے فرمایا۔

كَانَ طَعَامًا يَوْمَئِذٍ الشَّعِيرُ
ان دنوں ہمارا کھانا جو تھا۔

لوگوں کی عادت تھی کہ جب جائز بیچنا ہوتا تو کچھ دن پہلے ہی سے اس کا دودھ دوہنا بند کر دیتے۔ تاکہ خریدار جب دوہے تو کچھ کہ
یہ جائز اتنا زیادہ دودھ ڈالے۔ تاکہ قیمت زیادہ سے زیادہ دے۔ یہ ایک طرح کا دھوکہ تھا۔ اس لئے منع فرمایا گیا۔ اور چونکہ اس میں

تنازع بھی امکان قوی ہے اس لئے اس کا حل ارشاد ہوا۔

اس خصوص میں امام شافعی کا مسلک وہی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے مگر امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں خیاب نہیں۔ بظاہر یہ حدیث کے صریح منطوق کے خلاف ہے۔ مگر حقیقت کچھ اور ہے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس پر بہت محققانہ مفضل بحث کی ہے۔ کہ امام اعظم کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ لکھتے ہیں۔

ذہبوا الی ان ما روی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک مما تقدم ذکرنا لہ فی
یعنی امام اعظم کی تحقیق یہ ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ مروی ہے وہ منسوخ ہے۔
هذا الباب منسوخ۔

اور اس پر اجماع ہے کہ حدیث منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ اور ثابت فرمایا کہ یہ اس حدیث سے منسوخ ہے جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا۔

نہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن بیع الکالی
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا جس میں بیع اور ثمن دونوں ادھار ہوں۔

اور یہاں ایک عوض دودھ ہے جو ادھار ہے کہ ابھی وہ موجود ہی نہیں۔ اور دوسرا عوض ایک صاع کھجور یا جو ہے۔ وہ بھی مشتری ابھی نہیں دے رہا ہے۔ اس لئے یہ اگر بیع ہے تو یہ بیع اللہین باللہین ہوئی۔ اور فرمایا۔ نیز اس کا نسخ اس حدیث سے بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المخارج بالضمان۔
بیع سے مشتری جو فائدہ حاصل کرے وہ مشتری ہی کا ہے۔

اس حدیث کو تمام امت نے قبول کیا حتیٰ کہ امام شافعی نے بھی۔ وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ اگر بیع کے بعد مشتری بیع میں کسی عیب پر مطلع ہو جس کی وجہ سے اسے واپس کر دیا تو مشتری نے بیع سے جو فائدہ حاصل کیا اس کا کوئی عوض نہیں۔ مثلاً بکری خریدی۔ تین چار دن اس کا دودھ کھایا پھر کسی عیب پر واقف ہوا اور اسے واپس کر دیا تو جو دودھ کھایا ہے اس کا کوئی عوض مشتری نہیں دے گا۔ دلیل یہی حدیث ہے۔ اسی طرح مُصَرَّاة میں بھی کوئی ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ اگر بالفرض تار-خ نہ معلوم ہونے سے نسخ کا دعویٰ نہ بھی درست ہو تو اتنا تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث مصرعہ، دوسری حدیثوں کے معارض ہے۔ تو ایک حدیث کا ترک دوسری حدیثوں پر عمل کر کے لے ہوا۔ تو یہ الزام کہ قیاس سے حدیث کو ترک کیا سراسر غلط ہے۔

یہ حدیث امت کے کئی مسلمات کے خلاف ہے۔ اولاً یہ بات پوری امت کو مسلم ہے کہ جب کسی چیز کو کسی کا عوض قرار دیا جائے تو عوضین کی مقدار ادا کم از کم جنس معلوم ہونی ضروری ہے۔ یہاں دودھ کی جنس تو معلوم ہے مگر مقدار معلوم نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر جانور

ایک ہی مقدار میں دودھ نہیں دیتا۔ سوچئے اونٹ اور بھیڑ بکری برابر ہی دودھ دیتے ہیں؟ پھر جانور کی داپسی ایک دن کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور تین دن کے بعد بھی۔ ایک دن اور تین دن میں دودھ کی کتنی مقدار بڑھ جائے گی۔ گھٹ جائے گی۔ اور معاذ صاف ایک صاع کھجور یا جو ہے۔ خواہ اونٹ خواہ بھیڑ، بکری، گائے، بھینس۔ ایک دن میں واپس کرے خواہ تین دن کے بعد۔

ثانیاً یہ ایک صاع کھجور یا جو اس دودھ کا ضمان ہے جو مشتری نے کھایا ہے۔ اور ضمان کی شارع نے صرف دو ہی صورت رکھی ہے۔ مثل چیزوں میں مثل اور غیر مثل میں قیمت۔ ظاہر ہے کہ اگر دودھ کو مثل مانو جیسا کہ حقیقت ہے تو اس کا ضمان اتنا دودھ لازم تھا نہ کھجور یا جو۔ اور اگر اسے مثل نہ مانیں ذوات الیقمرے مانیں تو ظاہر ہے کہ اس قیفیے کی مختلف صورتوں میں دودھ کی قیمت ہمیشہ ایک صاع کھجور یا جو نہ ہوگی کم و بیش ہوگی۔ فرض کرو یہ جانور اونٹ ہے اور تین دن کے بعد واپس کیا تو ظاہر ہے کہ دودھ کی مقدار زیادہ ہوگی۔ اور اگر فرض کرو یہ جانور بکری ہے اور اسے دوسرے ہی دن واپس کیا تو دودھ کی مقدار بہت کم ہوگی۔ پھر ہر صورت ہر جانور میں ایک صاع کھجور یا جو ضمان دینا کیسے درست ہوگا۔

ثالثاً اس قسم کے عقد کی ممانعت فریقین کے نزدیک مسلم الثبوت احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً فرمایا کہ جو کھجور درخت پر ہوا اسے کسی مقررہ مقدار کھجور سے نہ بیجو۔ کھیتی کو مقررہ غلے کے عوض نہ بیجو۔ اگرچہ یہاں کھیتی سامنے ہے۔ کھجور نظر کے سامنے ہے ایک ماہ قریب قریب صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔ مگر چونکہ کھیتی میں کتنا غلہ ہے۔ درخت پر کتنی کھجوریں ہیں۔ ان کی صحیح مقدار معلوم نہیں اس لئے منع فرمادیا۔ یہاں بھی جہالت ہے۔ دودھ کی مقدار کیا ہے یہ معلوم نہیں۔ حدیث مُصَرَّاة عند الفرقین مسلم احادیث کے معارض ہے۔ اسلئے اس کی صحت میں شبہ ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگر مزابنت اور مخالفت میں سود کا اندیشہ ہے تو یہاں بھی ہے اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سود کی بنیاد طعم اور ثمنیت ہے۔ دودھ اور کھجور یا جو میں دونوں باتیں مشترک ہیں۔ یہ حدیث کا قیاس سے ترک نہ ہوا۔ بلکہ حدیث کا حدیث مسلم عند الکمل کے ساتھ معارض ہوئی وجہ سے ترک ہوا۔ اور اس کی کثیر نظیریں عہد صحابہ میں موجود ہیں۔

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یہ منسوب کیا کہ حضور نے فرمایا۔

الوضوء مما مست الناس۔ جسے آگ نے چھو یا ہوا اس سے وضو ہے۔

مثلاً آگ پر پکی ہوئی کوئی چیز کھائی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی بناء پر بعض ائمہ اس کے قائل ہیں کہ گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے۔ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ کے سامنے یہ معارض پیش کیا۔

انتوضا من الدهن انتا وضوا من الحميم کیا تیل کے استعمال سے یا گرم پانی کے استعمال سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ اے نبیؐ! جب حدیث رسول بیان کروں تو مثالیں نہ دیا کرو۔ مگر حضرت ابن

عباس اپنی رائے پر قائم رہے۔ اور یہی جمہور کا مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو نہیں جاتا۔ کیا جمہور امت کو یہ الزام دیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے قیاس کی بنا پر حدیث کو ترک کر دیا۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے، حضرت ابن عباس کے یہ حدیث بیان کی کہ جو جنازہ اٹھائے وضو کرے۔ اس پر حضرت ابن عباس نے کہا۔

هل يلزمنا الوضوء من حمل عیدان یا بسۃ له کیا سوکھی لکڑیاں اٹھانے سے ہم پر وضو لازم ہے۔

بعض حضرات نے ابو ہریرہ کی اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ جنازہ اٹھانے والا وضو کر کے جنازہ اٹھائے تاکہ نماز جنازہ پڑھنے میں تاخیر نہ ہو۔ لیکن اگر حضرت ابو ہریرہ کی مراد یہ تھی تو انھیں جواب دینا چاہئے تھا۔ کہ میری مراد یہ ہے یا اپنی بیان کردہ حدیث کے مفہوم کو وہ بہتر سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عباس کے مواخذہ پر خاموشی اس کی دلیل ہے کہ ان کی مراد یہی تھی کہ جنازہ اٹھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ معاندین اخاف ابن عباس کو کیا کہیں گے؟

③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ مقرر نہیں کیا۔ پھر وہ گیا۔ اس کی یہ زوجہ مہر پائے گی یا نہیں؟ پائے گی تو کتنی؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہینہ تک غور و خوض کیا پھر یہ فتویٰ دیا۔ میں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا۔ میں اپنی رائے بتاتا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر درست نہیں تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ اس عورت کو مہر مثل دیا جائے نہ کم نہ زیادہ۔ اسی مجمع میں معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ کھڑے ہوئے اور کہا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ہر دغ بنت و اشق کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعود اتنے خوش ہوئے کہ کبھی اتنے مسرور نہیں دیکھے گئے تھے۔ لیکن حضرت علی نے معقل بن سنان کی یہ حدیث نہیں تسلیم کی اور یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا۔

ما نضغی بقول اعرابی بوال علی عقیبہ وحسبھا المیراث اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے گنوار کی بات پر ہم کان نہیں دھرتے۔ اس عورت کو صرف میراث ملے گی۔ مہر اس کے لئے دلا مہر لھا۔

نہیں۔

حضرت علی کا یہ قول نہ بھی ثابت ہو تو اتنا تو طے ہے کہ حضرت علی کا قول یہی ہے کہ ایسی عورت کو صرف میراث ملے گی۔ اور کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور یہی حضرت زید بن ثابت اور ابن عباس ادا بن عمر کا بھی مذہب ہے۔ اب بتائیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عندہ اور ان تینوں فقہاء صحابہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟۔ یہ اہل رائے تھے یا اہل حدیث؟۔

① ترمذی میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے یہ حدیث بیان کی کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے شوہر سے انھیں نہ عدت کا نفقہ دلایا اور نہ رہنے کے لئے مکان دلایا۔ راوی حدیث مغیرہ کا بیان ہے کہ میں نے جب یہ حدیث ابراہیم سے ذکر کی تو انھوں نے کہا اس پر حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا۔

لاندع کتاب اللہ وسنة نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقول ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اسراۃ لاندسی احفظت ام نسیت فکان عمر جعل لہا السکنی کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ پتہ نہیں اس نے والنفقہ یاد رکھا یا بھول گئی۔ حضرت عمرؓ نے ایسی عورت کو نفقہ بھی دلایا اور مکان بھی۔

شارحین نے کہا کہ کتاب اللہ سے مراد سورہ طلاق کی یہ دونوں آیتیں ہیں۔

① وَلَا تَحْزَنُوا هُنَّ مِنْ بَيُوتِهِنَّ - وَلَا يَخْرُجْنَ - انھیں عدت کے دوران انکے گھروں سے نہ نکالو۔ اور نہ وہ خود نکلیں

② أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ - مِنْ دُجْدِكُمْ - جہاں خود رہتے ہو وہیں انھیں رکھو اپنی طاقت بھر۔

لیکن گزارش یہ ہے کہ ان آیتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ طلاق والہ کے لئے ہے۔ اور آپ کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز تو کیوں نہ اسے فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے حضرت عمرؓ نے خاص فرمایا۔ آپ لوگوں کی زبان میں یہ حضرت عمرؓ کا قیاس تھا کہ انھوں نے ان آیتوں کو اپنے عموم میں رکھا۔ تو یہ قیاس سے حدیث کا رد کرنا ہوا۔ بولے حضرت عمرؓ کے بارے میں کیا تحقیق ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مجمع عام میں یہ فیصلہ فرمایا۔ سب نے سکوت کیا۔ کیا سب صحابہ کرام قیاس تھے؟۔

رہ گئی وہ حدیث جو اس کے معارض ہے۔ وہ ترمذی میں مذکور نہیں۔ البتہ اخاف کے اصول فقہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ایسی عورت کے لئے نفقہ اور سکنی ہے۔ یہاں بھی احتمال ہے کہ کہیں جو حضرت عمرؓ نے سنا وہ مطلق مطلقہ کے لئے ہو۔ اور اسی پر مطلقہ ثلثہ کو قیاس فرمایا۔ جیسا کہ کتاب اللہ کے سلسلے میں ظاہر ہو گیا۔ اور اگر بالفرض یہ ارشاد خواص مطلقہ ثلثہ کے بارے میں ہی ہو۔ تو ایک حدیث کی دوسرے پر ترجیح کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فقہ ہونا ہے۔ اور یہی اخاف بھی کہتے ہیں۔ کہ معارض کے وقت ترجیح اس روایت کو ہوگی جس کے راوی زیادہ فقیہ ہوں۔ لیکن اب ہمیں یہ بتائیے کہ

حضرت امام مالک امام شافعی یث بن سعد کا مذہب یہ ہے کہ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا مگر نفقہ نہیں ملے گا۔ ترمذی میں ہے۔
 قال بعض العلم لها السكنى ولا نفقة لها وهو بعض اہل علم نے کہا۔ اسے رہنے کے لئے مکان ملے گا نفقہ نہیں ملے گا۔
 قول مالک بن انس والیث بن سعد والشافعی یہ مالک بن انس، یث بن سعد اور شافعی کا مذہب ہے۔
 ان تینوں ائمہ کو کس زمرے میں داخل مانتے ہو۔ اہل رائے کے یا اہل حدیث کے؟

ایک اور الزام | حدیث مصراۃ کی طرح احناف کو حدیث کے بالمقابل قیاس پر عمل کرنے کا بہت زیادہ طعن، اشعار کی کراہت کے قول سے دیا جاتا ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایام حج میں جو جانور مکہ معظمہ قربانی کے لئے لے جائے جاتے ہیں جنہیں ہدی کہتے ہیں۔ انہیں شناخت کے لئے یا تو گردن میں کچھ پھندا دیا جاتا ہے۔ یا پھر ان کے گوبان میں معمولی سا زخم لگا دیا جاتا ہے۔ اُسے اشعار کہتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشعار کیا۔ حضرت امام اعظم نے اشعار کو منع فرمایا۔ اس پر قیامت سربراٹھالی گئی۔ حالانکہ ہم اس کی بھی بکثرت نظیریں پیش کر سکتے ہیں۔ کہ احادیث کی صحت تسلیم کرتے ہوئے صحابہ کرام نے حدیث کے صریح منطوق کے خلاف اپنی رائے دی۔ مثلاً صحیح حدیث میں ہے کہ فرمایا:۔

لا تمنعوا آماء اللہ مساجد اللہ
 اللہ کی کینزوں کو اللہ کی مسجدوں میں حاضر ہونے سے مت روکو۔
 اور عیدین کی حاضری کے لئے فرمایا:۔
 ولیشهدن الخیر ودعوة المسلمین۔
 بھلائی اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔

لیکن ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا:۔

لوسأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما حدثت
 النساء لمنعهن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔
 آج عورتوں نے جو بنا رکھا ہے اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے انہیں مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔
 اور بالآخر آج پوری امت نے بالاتفاق عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا ہے۔ بولنے پوری امت نے بھی وہی جرم کیا یا نہیں جو جرم البوصیفہ نے کیا۔ جو اس کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔

اشعار کے کراہت کی وجہ | اشعار جو مسنون تھا وہ صرف یہ تھا کہ اونٹ کے دائیں یا بائیں گوبان کے نیچے تھوڑا سا چمڑے میں شگاف لگا دیں کہ کچھ خون بہہ جائے لیکن جب لوگوں نے فاسمیں تعدی کی اور گہرے گہرے زخم لگانے لگے جو گوشت پر پہنچ جاتا۔ اس میں بلا ضرورت شرعیہ جانور کو ایذا بھی دینی تھی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ یہ زخم بڑھ کر جانور کے ہلاک ہونے کا سبب نہ بن جائے تو امام اعظم نے اپنے زمانے کے اشعار کو مکروہ بتایا۔ مذہبی ارکان کی ادا میں کبھی کبھی عوام کا جوش تعدی کی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ یہی حال اشعار میں بھی ہونے لگا تھا۔ اس لئے سد ابواب الفتنہ امام اعظم نے اسے مکروہ بتایا۔ جیسے عورتوں کو اس زمانے میں مسجد میں نماز کے لئے جانے سے

روکنا حدیث لا تمنعوا آماء الله مساجدا لله۔ کے منافی نہیں۔ اسی طرح اشعار میں تعدی کی بنا پر اشعار کو مکروہ کہنا حدیث کے منافی نہیں۔ یہ لوگوں کے احوال کے اعتبار سے ہے۔

اس قسم کے الزامات حضرت امام اکظم کے عہد میں بھی لگائے گئے جس سے بڑے بڑے ائمہ متاثر بھی ہوئے۔ مگر جب رد و رد گفتگو ہوئی تو لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہو گئے۔ جس کی مثالیں اوپر گزر چکی ہیں۔

زیادہ غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی کہ اصول فقہ میں ایک قاعدہ عام طور پر لکھا ہے کہ اگر راوی فقہ ہے تو اس کی حدیث قیاس کے بالمقابل راجح ہوگی۔ اور اگر فقہ نہیں تو قیاس کو ترجیح ہوگی۔ لیکن کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ حضرت امام اکظم نے بھی فرمایا ہو۔ فقہ اصول فقہ کے لاکھوں صفحات میں نے دیکھ ڈالے مگر کہیں یہ نہیں ملا کہ یہ امام اکظم نے فرمایا ہے۔ اصول فقہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ صرف عیسیٰ بن ابان اور ان کے کچھ متبعین کی ذاتی رائے ہے۔ امام ابو الحسن کرخی وغیرہ اس کے مخالف ہیں۔ مسلم الثبوت اٹھا کر دیکھو انھوں نے امام ابو الحسن کرخی ہی قول کو ترجیح دی ہے۔ یہ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اگر کوئی بات کسی ایک یا چند حنفی عالم نے کہہ دی تو بلا ثبوت اس کو امام اکظم کے سر تھوپ دیا گیا۔ جب کہ خود احناف اس کے مخالف ہوں اور اسے غیر صحیح کہہ رہے ہوں ① پھر احناف کے نزدیک اس قاعدے کے ناقابل اعتبار ہونے کے نظائر بھی بکثرت ہیں۔ مثلاً نماز میں تہمید سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ قیاس کے خلاف ہے۔ اور یہی امام مالک وغیرہ کا مذہب بھی ہے کہ یہ ناقض وضو نہیں۔ امام محمد اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لولا ما جاء من الناس كان القياس على ما قال
اھل المدینة لكن لا قیاس مع الاثر ولا ینبغي الا
ان ینقاد الناس۔

اگر حدیث نہ ہوتی تو قیاس وہی تھا جو اہل مدینہ کہتے ہیں۔ لیکن حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کچھ نہیں۔ صرف احادیث ہی کی اتباع کرنی چاہئے

② رمضان میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ جب کھاپ لیا تو روزہ ختم۔ مگر امام اکظم نے فرمایا۔

لولا ما جاء في هذا من الناس لا موت بالقضاء۔ اگر اس بارے میں احادیث نہ ہوتیں تو میں ایسے روزے کی تفسیر کا حکم دیتا

احادیث کے علل قاعدہ خفیفہ یہاں ایک نکتہ یہ قابل لحاظ ہے۔ کہ احادیث کی صحت و عدم صحت میں بھی اختلاف رائے ہوا ہے۔ ایک ہی حدیث دسیوں محدثین کے نزدیک صحیح ہے مگر دوسرے محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ جس حدیث کو صحیح کہتے ہوں وہ واقع میں بھی صحیح ہو۔ یا وہ دوسرے محدثین کے نزدیک بھی صحیح ہو۔ اور جب آپ ضعیف کہتے ہوں وہ واقع میں ضعیف ہی ہو۔ یا دوسرے محدثین کے نزدیک ضعیف ہو۔ اسکی ایک مثال وہ احادیث ہیں کہ جن سے آئین بالجہر ثابت کیا جاتا ہے۔ ان میں کوئی حدیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں اسلئے کہ اگر ان

میں ایک بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی تو جب کہ امام بخاری نے آئین بالہر کا باب باندھا ہے تو اسے ضرور ذکر فرماتے آئین بالہر کا باب باندھنے کے باوجود بھی ان حدیثوں میں سے کسی حدیث کو ذکر نہ کرنا اسکی دلیل ہے کہ یہ احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں۔ مگر دوسرے محدثین اسے صحیح مانتے ہیں۔

دوسری مثال یہ حدیث ہے۔

من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام له قرأۃ۔ جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اسکی قرأت ہے۔

معاندین اس حدیث میں طرح طرح کے کٹرے نکالتے ہیں مگر یہ حدیث صحیح پر قدح ہر علت سے پاک ہے۔ امام محمد نے موافقہ میں ایسی سند کے ساتھ جس کے تمام رجال صحاح ستہ کے رجال ہیں۔ روایت کیا۔ امام ابن ہمام نے فرمایا۔ یہ حدیث شعبین کی شرط پر صحیح ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ محدثین نے صحت کے معیار الگ الگ قائم کئے ہیں۔ مثلاً حضرت امام اعظم کے نزدیک دیگر اور شرط کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ ماوی حدیث کو نسخے کے وقت سے لے کر ادار کے وقت تک یاد رکھے ہو۔ یہ کڑی شرط امام بخاری اور مسلم کے یہاں بھی نہیں۔ امام بخاری کے یہاں حدیث مُعْتَمَدٌ میں معاصرت کے ساتھ لقاً شرط ہے۔ امام مسلم کے یہاں لقاً کی شرط نہیں صرف معاصرت کافی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان قول و فعل نہیں۔ امام بخاری اس کی حدیث نہیں لیتے۔ بقیہ تمام محدثین لیتے ہیں۔ اخاف اور جمہور محدثین کے یہاں حدیث مرسل حجت ہے۔ کچھ محدثین کے یہاں حجت نہیں۔ ان شرائط کے اختلاف سے احادیث کی صحت اور عدم صحت میں اختلاف ہو سکتا ہے بلکہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ رواد کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ ان کی وجہ سے بھی اختلاف پیدا ہوا ہے۔ پھر ان ظاہر و جوہ سے ہٹ کر کبھی بظاہر حدیث صحیح ہے۔ متصل السند ہے۔ تمام راوی ثقہ ہیں۔ کوئی خراب نہیں نظر آتی مگر ایک ماہر حدیث کا نقاد، حاذق اسے کسی خفی علت کی بنا پر ضعیف کہہ دیتا ہے۔ پھر لطف یہ کہ محدثین خود ہی تصریح کرتے ہیں۔ کہ کبھی خود ناقد وہ وجہ نہیں بیان کر سکتا جو اس کے مُعَلَّل ہونے کی ہے۔ جیسے ایک صراف سونے چاندی کو پرکھ کے خود جان لیتا ہے کہ کھری ہے کہ کھوٹی۔ مگر دوسرے کو بتا نہیں پاتا۔ مشہور محدث ابو حاتم سے کسی نے چند حدیثوں کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے بعض کو صحیح بعض کو مُسَدَّرَج بعض کو مُنْكَر، بتایا۔ سائل نے عرض کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ کیا راویوں نے آپ کو یہ تفصیل بتائی ہے؟۔ ابو حاتم نے کہا۔ نہیں۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ کیا آپ غیب جانتے ہیں؟۔ فرمایا تم دوسرے ماہرین سے پوچھو اگر وہ میری موافقت کریں تو مانو۔ اس نے جا کر انھیں کے معاصر دوسرے محدث ابو زرہ سے پوچھا۔ انھوں نے بھی وہی کہا جو ابو حاتم نے کہا تھا۔ اب اسکو اطمینان ہوا۔ امام بخاری کے استاذ اور مسلم الثبوت محدث علی بن مدینی نے کہا۔

ہی الہام ولو قلت للقیہ بالعلل من این لك هذا
یہ الہام ہے۔ اگر علل کے ماہر سے پوچھو کہ تم نے کس بنا پر اسے معلل
نکن لمحۃ لہ
کہا تو وہ کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا۔

بعض محدثین نے اسی کو یوں کہا ہے۔

اثر یجمع علی قلوبہم لا یملکھم سادہ دھیۃ نفسانیۃ
یہ ایک اثر ہے جو محدثین کے دل میں وارد ہوتا ہے۔ جسے وہ رد
نہیں کر سکتے اور ایک نفسیاتی تاثر ہے جس سے وہ صرف نظر
لا معدل لہم۔
نہیں کر سکتے۔

اور کچھ حضرات نے یہ کہا۔ کہ صحیح احادیث میں ایک خاص نوریات ہوتی ہے۔ وہ جب کسی میں نہیں ملتی تو محدث جان جاتا
ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

محدثین کو من جانب اللہ ایسا ملکہ حاصل ہونا بعید از قیاس نہیں۔ کہ وہ اپنی فراست ایمانی سے یہ فرق کر سکیں کہ یہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظم اپنے وقت
کے ہی نہیں بلکہ بعد کے اعتبار سے بھی ایک عظیم ہی نہیں اعظم جلیل ہی نہیں اجل کبیر ہی نہیں اکبر محدث بھی تھے۔ اور ایسے ماہر حاذق کہ احادیث
سے متعلق تمام اسرار و رموز سے کما حقہ واقف تھے۔ اور ساتھ ساتھ بے مثال مجتہد بھی۔ انھوں نے اپنے اس خداداد ملکہ سے کام لیکر
کچھ احادیث علل خفیہ قادمہ کی بنا پر معلل ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا۔ تو یہ حقیقت میں عمل بالحدیث کا ترک نہ ہوا۔ لیکن معاندین کا کوئی
علاج نہیں۔

معانی حدیث کی فہم | پھر قرآن و حدیث کے معانی کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ حدیث گزر چکی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ اللہ عز وجل جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں کچھ عطا فرماتا ہے۔ اسی بخاری کتاب العلم میں حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مذکور ہے۔

فہم أعطیۃ ساجل مسلم لہ

سمجھ جو کسی مسلمان کو دی گئی ہو۔
پھر سمجھنے والے بھی مختلف مدارج کے ہوتے ہیں۔ ایک چیز سے ایک بات ایک کے سمجھ میں آتی ہے۔ اور دوسرے لوگ اسے
نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیر عمر مبارک دوران خطبہ فرمایا۔

لہ فتح البیث لکھ بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱

ان اللہ خیر عبد بین الدینا و بین ما عندہ
 اختار ذلك العبد ما عندہ۔
 اُنہ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ دنیا پسند کرے یا حضوری بارگاہ اس
 بندے نے حضوری بارگاہ پسند کیا۔

یہ سنکر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ حضرت ابوسعید خدری ماویٰ حدیث کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ روکیوں رہے ہیں
 مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بندہ مختار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے اے

② حضرت فاروق اعظم، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ یہ بات دوسرے بزرگوں کو نا پسند ہوئی کہ ہمارے
 لوگوں کو اتنا قریب کیوں نہیں کرتے۔ خدمت میں عرض کیا۔ حضرت عمر نے سب کے صاحبزادوں کو اور ابن عباس کو بھی بلایا۔ اور دریافت
 کیا کہ سورہ نصر اذ آجاء سے کیا سمجھتے ہو۔ کچھ صاحبزادے تو بالکل خاموش رہے۔ کچھ نے عرض کیا۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد
 ہوئی ہمیں فتح نصیب ہوئی تو ہم اللہ کی تسبیح و تحمید کریں۔ استغفار کریں۔ یعنی اس کا شکر کریں۔ حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے
 پوچھا کہ تم کیلئے کہتے ہو تو انھیں نے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دصال کے قرب کی خبر دی جا رہی ہے۔

کچھ اسی قسم کا معاملہ حضرت امام اعظم اور ان کے معاصرین و معاندین کا بھی ہے۔ حضرت امام اعظم کو اللہ عز و جل نے قرآن و احادیث
 کے معانی کے سمجھنے کی ایسی قوت و صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ جو دوسروں میں نہ تھی۔ دوسروں کی نظریں الفاظ کی سطح تک رہیں۔ اور
 حضرت امام اعظم کی نکتہ رس فہم معانی کے دقیق سے دقیق ادق سے ادق بطون تک پہنچ جاتی۔ جس پر یہ لوگ خود حیران رہ جاتے۔
 ان میں جنھیں اللہ چاہتا۔ امام کی جلالت کو تسلیم کر لیتا۔ ورنہ وہ معاندانہ روش پر اڑا رہتا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی نے انخبرات المحسان میں خطیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا۔
 حدیث کی تفسیر اور حدیث میں جہاں جہاں فقہی نکات ہیں ان کا جاننے والا میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ میں نے جب
 کبھی ان کا خلاف کیا پھر غور کیا تو ان کا مذہب آخرت میں زیادہ نجات دہندہ نظر آیا۔ ایک بار حضرت امام اعظم، حضرت سلیمان عثم
 کے یہاں تھے۔ امام اعثم سے کسی نے کچھ مسائل دریافت کئے۔ انھوں نے امام اعظم سے پوچھا۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت امام اعظم
 نے ان سب کے حکم بیان فرمائے۔ امام اعثم نے پوچھا کہاں سے یہ کہتے ہو۔ فرمایا۔ آپ ہی کی بیان کردہ ان احادیث سے اور ان احادیث
 کو مع سندوں کے بیان کر دیا۔ امام اعثم نے فرمایا۔ بس بس، میں نے آپ سے جتنی حدیثیں سودن میں بیان کیں آپ نے وہ سب
 ایک دن میں سنا ڈالی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کرتے ہیں۔

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء و نحن الصیادلة
 اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار اور آپ نے دونوں کو

حاصل کر لیا۔

وانت ایہا الرجل اخذت بكل الطرفین لہ

اللہ عزوجل حضرت سلیمان اٹش کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ان تمام مباحث کو جو آج تک محدثین اور فقہاء کے مراتب کی تعین میں چلی آرہا ہے۔ ان چند لفظوں میں سمیٹ کے رکھ دیا ہے۔ اب ہم بھی اس گفتگو کو انھیں الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

ایک لطیفہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان گھٹانے کے لئے ایک جاہلانہ سوال بہت اچھالا جاتا ہے۔ آجکل کے غیر مقلدین اسے بطور وظیفہ پڑھتے بھی ہیں اور اپنے غیر مقلد طلبہ کو پڑھاتے بھی ہیں۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے بآں جلالت شان کہیں کہیں لغوی، صرفی لغزش ہو گئی ہے۔ جن پر شارحین نے کلام کیا ہے۔ علامہ عینی نے بھی ان لغزشوں کا تذکرہ اپنی شرح میں کر دیا ہے۔ بس کیا تھا بھر کے جھٹنے میں لکڑی چلی گئی۔ ساری دنیا امام بخاری پر اعتراض کرے تو کرے ایک حنفی کیوں کچھ کہے۔ دیانت خدا ترسی سب کو بالائے طاق رکھ کر امام اعظم پر لعن طعن سب و شتم پر اتر آئے۔ امام بخاری سے بڑی عقیدت تھی۔ تو ان لغزشوں کی تصحیح کرتے۔ یہ تو ان سے ہونہ سکا۔ کیا یہ کہ حضرت امام اعظم کا ایک قول ڈھونڈ نکالا۔ جو ان معاندین کی پڑھی ہوئی نحو کے خلاف ہے۔ قصہ یہ ہے۔ کہ ابو عمرو علاء نحوی مقری نے حضرت امام اعظم سے پوچھا کہ قتل بالثقل سے قصاص واجب ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ نہیں۔ اس پر ابو عمرو نے کہا اگر وہ منجیق کے پتھر سے مارے پھر بھی نہیں فرمایا۔

اگرچہ (جہل) ابی قیس نے قتل کرے۔

لو قتله بابا قیس

چونکہ ابو قیس پر، با، حرف جار داخل ہے۔ اس لئے اس کو یا کے ساتھ ”بابی قیس“ ہونا چاہئے تھا۔ اور حضرت امام اعظم نے اسے الف کے ساتھ فرمایا۔ یہ نحو کے قاعدے سے ناواقف کی دلیل ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس سے ایک طرف حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نحوی تجربہ ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف معاندین کی جہالت اور علم نحو میں ان کی بے مائیگی ثابت ہوتی ہے۔ اور حد یہ ہے کہ بخاری سے بھی واقفیت نہیں۔ بخاری قتل ابی جہل میں ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو جہل کا سر قلم کرنے گئے تو اس سے کہا۔ انت اباجہل۔ جو روایت بطریق محمد بن مثنی ہے۔ اس میں معتمد روایت بھی ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔ حالانکہ ہونا چاہئے ابو جہل۔ اپنے مخالف پر اعتراض کرنے چلے تھے۔ اور وہ ان کے ہی امام پر لوٹ آیا۔ اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت کا یہی حال ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ بابا قیس غلط ہے۔ اور نہ انت اباجہل، غلط۔ اسمائے سنہ کبرہ میں ایک لغت یہ بھی ہے کہ جب غیر یا ئے منکلم کی جانب مضاف ہو تو ہر حالت میں الف کے ساتھ ان کا اعراب ہوگا: چنانچہ اسی لغت پر مندرجہ ذیل شعر ہے۔

ان اباہا دابا ہا : قد بلغا فی المجد غایتا ہا

مگر ان غریبوں کو یہی معلوم ہے کہ چونکہ غومیر میں اسمائے ستہ کبرہ کا اعراب یہ لکھا ہے کہ حالت جرم میں زیادہ کے ساتھ اور حالت میں قاتل کے ساتھ اس لئے "انت ابا جہل" "دلو قتلہ بابا قبیس" غلط ہے۔

ایک اور طعن اور اس کے جوابات

فقہ حنفی ہی نہیں مطلقاً فقہ پر امام بخاری کا ایک طعن برابر چلا آرہا ہے۔ اور آج کل کے معاندین امام بخاری کے کاندھے پر بندون رکھ کر اس کا احاطہ کو نشانہ بناتے ہیں۔ وہ یہ کہ فقہاء احادیث کو چھوڑ کر اقوال رجال سے احکام نکالتے ہیں اسی میں پھنسے رہتے ہیں۔ پہلا جواب :- اس کا یہ ہے کہ خود امام بخاری نے بھی اقوال رجال سے احکام استنباط فرمایا۔ اور انھیں دلیل بنایا۔ بلکہ کہیں کہیں صرف اقوال رجال ہی کو دلیل بنایا۔ ان کے ابواب کو اٹھا کر دیکھئے کہ کتنے ابواب میں حدیث سے پہلے اقوال رجال ذکر کرنے ہیں پھر حدیث اور کہیں کہیں تو ابواب کے تحت کوئی حدیث نہیں صرف اقوال رجال ہی ہے۔ بلکہ ایک عامی کو امام بخاری کی طرز سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اقوال رجال کی حیثیت حدیث سے زائد ہے۔ اس لئے کہ امام بخاری کی ترتیب یہ ہے کہ وہ باب کی تائید میں پہلے آیت ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس کی مؤید کوئی آیت ہو۔ پھر اقوال رجال پھر حدیث اگر کوئی ان کے پاس ہوتی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ قرآن مجید پر مقدم۔ اس سے کسی کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے کہ یہ ترتیب الایم فالایم کی ہے۔

دوسرا جواب :- جن امور کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی حکم نہ ملے کو غیر مجتہد کیا کرے اسے۔ بتائیں۔

تیسرا جواب :- یہ بات تحقیق ثابت ہو چکی کہ فقہ کی اصل بنیاد قرآن و احادیث ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ فقہاء نے احکام کو قرآن و احادیث ہی سے استخراج فرمایا ہے۔ جو احکام قرآن و حدیث میں نہ مل سکے ان میں انھوں نے قرآن و احادیث سے استخراج احکام کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے احکام معلوم کئے ہیں۔ تو آپ بتائیں کہ پھر فقہاء کے اقوال کیوں قابل قبول نہ ہوں گے۔ اور یہ حقیقت میں اقوال فقہاء پر اعتماد کرنا نہیں۔ بلکہ اصل اعتماد قرآن و حدیث پر ہے۔ یہ اقوال فقہاء قرآن و احادیث سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے یہ قابل اعتماد ہیں۔ جیسے آپ لوگ بھی ایک ہی صدی میں غیر مقلدیت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار جانتے ہوئے بھی فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ پر اعتماد کرتے ہیں اور وہی آپ لوگوں کا معمول یہ ہے۔ کیا امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں۔ اور میاں نذیر حسین دہلوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اقوال کا درجہ قرآن و احادیث کے برابر ہے۔ کہ ان پر اعتماد درست ہے۔

اقوال فقہاء پر اعتماد یقیناً اس وقت ناجائز و حرام ہو تا جب یہ ان کی ذاتی رائے ہوتی۔ اور قرآن و احادیث کے معارض ہوتی۔

مگر جب ان کے اقوال قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو ان پر اعتماد اصل میں قرآن و احادیث ہی پر اعتماد ہے۔

چوتھا جواب :- اصل معاملہ یہ ہے کہ جو مجتہد نہیں اسے کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرنی فرض ہے۔ اس قدر پر امت کاجماع ہے۔ اور یہ قرآن و احادیث سے بھی ثابت ہے۔ مجتہد کون ہے یا کون ہو سکتا ہے۔ اس کو آپ اس سے سمجھ لیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں سے مجتہد کتنے ہوئے ان کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ یہ تفصیل کا موقع نہیں۔ اب جو مجتہد نہیں۔ لامحالہ اسے کسی نہ کسی مجتہد کی تقلید کرنی ہے۔ اور جب وہ مقلد ہے تو اسے اس امام کے اقوال پر اعتماد کرنا لازم ہے جس کا وہ مقلد ہے۔ اسے براہ راست قرآن و احادیث سے مسائل کے استخراج کی کوشش جائز نہیں۔ امت کی اکثریت بلکہ غالب اکثریت غیر مجتہد ہے۔ اس لئے وہ لوگ اقوال فقہاء سے احکام تلاش کرتے ہیں۔ اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور یہ عمل خود اجلہ محدثین مصنفین صحاح ستہ حتیٰ کہ شیخین کے اساتذہ کا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو اسے فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیتے یا یہ خود فقہاء کی طرف رجوع کرتے۔ ابھی گزرا کہ ایک سائل حضرت سلیمان اعظم کی خدمت میں آیا انھوں نے امام اعظم سے فرمایا کہ آپ اسے مسئلہ بتائیے۔ حضرت سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے اس مسئلہ پر سوائے اس شخص کے جس سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ کوئی اچھی تقریر نہیں کر سکتا یعنی امام اعظم۔ پھر حضرت امام اعظم کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس بارے میں تمہارے شیخ کا کیا قول ہے؟ یہ لوگ بتانے اسی کے مطابق فتویٰ دیتے۔ اگر کبھی حضرت امام کے ساتھ ہونے تو ہمیشہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے۔ اگر ان لوگوں کی رائے امام اعظم کی رائے کے متعادم ہوئی تو ہمیشہ یہی ثابت ہوا کہ امام صاحب کی رائے صحیح ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص سے اس کی بیوی کا جھگڑا ہوا شوہر یہ قسم کھا بیٹھا کہ جب تک تو نہیں بولے گی میں بھی نہیں بولوں گا۔ بیوی کیوں پیچھے رہتی۔ اس نے بھی برابر کی قسم کھائی جب تک تو نہیں بولے گا۔ میں بھی نہیں بولوں گی۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اب دونوں پریشان شوہر حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا کہ اس کا حل کیا ہے۔ فرمایا کہ بیوی سے بات کر دو وہ تم سے بات کرے اور قسم کا کفارہ دیدو۔ شوہر حضرت امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کر دو۔ کفارہ کی ضرورت نہیں۔ جب سفیان ثوری کو یہ معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے۔ امام اعظم کے پاس جا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم لوگوں کو غلط مسئلہ بتاتے ہو۔ امام صاحب نے اسے بلوایا اور اس سے دوبارہ پورا قصہ بیان کرنے کو کہا۔ جب وہ بیان کر چکا تو امام صاحب نے حضرت سفیان ثوری سے کہا۔ جب شوہر کے قسم کے بعد عورت نے شوہر کو مغلط کر کے وہ جملہ کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہو گئی۔ اب قسم کہاں رہی۔ اس پر حضرت سفیان ثوری نے کہا۔ واقعی میں موقع پر آپ کی فہم دہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں ہم لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔

ایک دفعہ کوفے کے ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کی شادی کی اور کوفے کے تمام علماء فقہاء کو بھی مدعو کیا۔ امام اعظم،

سفیان ثوری، مسعر بن کدام، حسن بن صباح سبھی دعوت میں شریک تھے۔ لوگ ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ میزبان پریشان حال آیا اور کہا بڑی مشکل ہو گئی۔ عورتوں کی غلطی سے زفات میں دوہنیں بدل گئیں۔ اب کیا کیا جائے؟ حضرت سفیان نے کہا۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں ایسا ہی ہوا تھا۔ اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ ہر ایک کی زد وہ اس کے پاس بھیج دی جائے۔ البتہ دونوں کو بہرہ دینا پڑے گا۔ مسعر بن کدام نے حضرت امام اعظم سے عرض کیا آپ کیا کہتے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ دونوں لڑکوں کو بلاؤ۔ دونوں لڑکے آئے تو امام صاحب نے ہر ایک سے پوچھا کہ جو لڑکے رات تمہارے ساتھ تھے وہ تم کو پسند ہے۔ ہر ایک نے پسندیدگی کا اظہار کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اب ایسا کر دو کہ تم دونوں ان لڑکیوں کو جن سے تمہارا نکاح ہوا تھا طلاق دیدو۔ اور جس کے ساتھ رات گزارا تھی اس سے نکاح کرلو۔ حضرت سفیان کا جواب بھی اپنی جگہ درست تھا اس لئے کہ دلی بالشبہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا امام صاحب بھی اس کو جانتے تھے۔ مگر سوال یہ تھا کہ کیا دونوں شوہر اسے پسند کرتے؟ کیا یہ غیرت کے منافی نہ تھا؟

مخالفت کے اسباب | ایک تو وہی حسد چونکہ جب امام صاحب کے فضل و کمال کی شہرت ہوئی تو ساری مجلسیں سونی ہو گئیں۔ علوم و خواص سب کے مرجع اعظم حضرت امام ہی ہو گئے۔ یہ بات معاصرین کے لئے بہت تکلیف دہ تھی۔ اس سے لوگ امام کا تار گرانے کیلئے ان پر بے جا تنقیدات کرنے لگے۔

دوسرا سبب | معاصرین سے اگر کوئی لغزش ہوتی تو اظہار حق کے لئے حضرت امام اس کو ظاہر کرتے۔ اس سے لوگ چڑھ جلتے۔ محمد بن عبد الرحمن جو قاضی ابن ابی یلیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ کوفہ کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ بیس برس کوفہ کے قاضی رہے۔ ان سے کبھی کبھی فیصلوں میں غلطی ہو جاتی تھی۔ حضرت امام ان کی اصلاح کے لئے انھیں تنبیہ فرما دیا کرتے تھے۔ انھیں یہ بات ناپسند تھی اس لئے وہ حضرت امام سے ایک غلش رکھتے تھے۔ وہ مسجد میں بیٹھ کر مقدمات دیکھتے تھے۔ ایک دن مجلس قضاء سے فارغ ہو کر کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا۔ عورت نے اس شخص کو یا ابن النہانیس ہمدیا۔ (یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے) قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضاء میں لے چلو! یہ بھی واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دہری سزا دی جائے۔ اشی اشی یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام صاحب کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا۔ ابن ابی یلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔ مجلس قضاء سے اٹھنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کے لئے بیٹھے۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہئے۔ انھوں نے کھڑے کر اگر درے لگوائے۔ ایک ہی حد لازم تھی انھوں نے دو جاری کیں۔ ایک ہی ساتھ دو حدیں لگوائیں۔ حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانا چاہئے۔ جے

عورت نے ابن النانین کہا تھا اس نے جب مطالبہ نہیں کیا تھا۔ تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔ اس تنقید کی اطلاع جب قاضی صاحب کو ہوئی تو سخت ناراض ہوئے۔ کونے کے گوشے سے شکایت کی کہ ابو حنیفہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ گورنر نے حضرت امام پر پابندی لگا دی کہ امام ابو حنیفہ فتویٰ نہیں دے سکتے۔ کونے میں اور بہت سے فقہاء تھے۔ اس صورت میں فتویٰ دینا فرض کفایہ تھا۔ امام صاحب نے فتویٰ دینا بند کر دیا۔ اسی اثنا ایک دن گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ ان کی صاحبزادی نے پوچھا کہ آج میں روزے سے ہوں۔ دانت سے خون نکلا اور میں نے بار بار تھوکا یہاں تک کہ تھوک بالکل سفید ہو گیا اس میں خون کا اثر بالکل ظاہر نہیں ہوتا اب اگر میں تھوک گھونٹ لوں تو میرا روزہ رہے گا یا جاتا رہے گا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔ بیٹی۔ تم اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو۔ مجھے آج کل فتویٰ دینے سے روک دیا گیا ہے۔ ابن خلکان نے اس پر لکھا ہے کہ اطاعت امیر اور دیانت و امانت کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں ہو سکتی لیکن جب سائل میں خود کونے کے گوشے کو دشواریاں پیش آئی شروع ہوئیں اور کوئی حل نہ کر سکا تو اسے بھی مجبور ہو کر حضرت امام کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور حکم امتناعی اٹھا لینا پڑا۔ امام عبد الوہاب شعرائی فرماتے ہیں

وكان هذا المنع للامام رضي الله تعالى عنه قبل
اجتماعه به ومعرفته بمقام الامام في العلم
اور جب امام صاحب کے پایہ علمی کا علم ہوا تو ہیکار اٹھا۔
یعنی امام صاحب کو فتویٰ دینے سے منع کرنا آپ کی ملاقات اور
آپ کے پایہ علمی کی معرفت سے پیشتر تھا۔

یعنی یہ آج دنیا کے عالم ہیں۔

هذا عالم الدنيا اليوم

یحییٰ بن سعید، شہنشاہ منصور عباسی کے یہاں بہت رسوخ رکھتے تھے۔ کونے کے قاضی تھے۔ مگر کونے میں ان کو وہ قبول عام نہ حاصل ہو سکا جو حضرت امام اعظم کا تھا۔ اس پر ان کو بہت تعجب ہوتا تھا۔ کہا کرتے تھے کہ کونے والے عجیب کم عقل ہیں۔ تمام شہر ایک شخص یعنی امام ابو حنیفہ کی ٹھہی میں ہے۔ اس پر امام اعظم نے امام ابو یوسف امام زفر اور چند اور شاگردوں کو بھیجا کہ قاضی صاحب سے مناظرہ کریں۔ امام ابو یوسف نے قاضی یحییٰ سے پوچھا۔ ایک غلام دو آدمیوں میں شریک ہے۔ ان میں سے ایک شخص آزاد کرنا چاہتا ہے۔ تو آزاد کر سکتا ہے یا نہیں؟ قاضی صاحب نے کہا کہ نہیں کر سکتا۔ اس میں دوسرے حصہ والے کا نقصان ہے۔ حدیث میں ہے لا خیر ولا خیر اس۔ جس کام سے دوسرے کو ضرر پہنچے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف نے پوچھا اگر دوسرا آزاد کر دے تو؟ اس پر قاضی صاحب نے کہا اب آزاد ہو جائے گا۔ امام ابو یوسف نے کہا۔ آپ نے اپنے قول کا رد کر دیا۔ پہلے نے جب غلام آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا بے اثر رہا۔ یہ غلام پورا کا پورا غلام ہی رہا۔ اب دوسرے نے آزاد کیا تو وہی پہلی پوزیشن لوٹ آئی۔ اب کیسے آزاد ہو گیا؟

تیسرا سبب

یہ ہے کہ کچھ ناخدا ترس ایسے بھی تھے جو حضرت امام کے خلاف جھوٹے قصے وضع کر کے منسوب کرتے تھے۔ مثلاً نعیم بن حماد، یہ وہ بزرگ ہیں جنہیں امام نسائی نے ضعیف کہا۔ ابوالفتح ازدی وغیرہ نے کہا کہ یہ وضاع کذاب تھا۔ امام ابوحنیفہ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایتیں گڑھا کرتا تھا۔ اور حدیثیں بھی وضع کرتا تھا۔ اور بہانہ یہ بناتا کہ میں ایسا تقویت سنت کے لئے کرتا ہوں ایسے لوگوں پر حیرت نہیں۔ حیرت امام بخاری پر ہے کہ انھوں نے ایسے کذاب وضاع کی حدیثوں پر اعتماد کر کے اپنی کتابوں میں اسے جگہ دی۔ اس سلسلے میں علامہ سخاوی کا فیصلہ نقل کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

حافظ ابوالشیخ بن جان نے کتاب السنہ میں، یا حافظ ابن عدی نے کامل میں، یا ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں، یا ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں، یا بخاری اور نسائی نے، بعض ائمہ کے بارے میں جو لکھا۔ یہ ان کی شان علم و اتقان سے بعید ہے۔ ان باتوں میں ان کی پیروی نہ کی جائے۔ اس سے احتراز کیا جائے۔ بحمدہ تعالیٰ ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا کہ اسلاف کی اس قسم کی باتوں کو مشاجرات صحابہ کی قبیل سے مانتے تھے۔ اور سب کا ذکر خیر سے کرتے تھے۔

تلامذہ

حضرت امام اعظم کے تلامذہ کی صحیح تعداد معین کرنا مشکل ہے۔ یہ تلامذہ تین قسم کے تھے۔ ایک وہ جن کی شہرت صرف فقہ میں ہوئی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا کوئی شمار نہیں۔ دوسرے وہ جن کی شہرت بحیثیت محدث ہوئی ان کی بھی تعداد ہزاروں ہے۔ تیسرے وہ جو دونوں حیثیت سے ممتاز ہوئے۔ ان سب تفصیل بحث تو دفتر چاہتی ہے۔ صرف اسماء کی فہرست تیار کرنے کے لئے سیکڑوں صفحات چلتے۔ ناظرین کی طمانیت خاطر کے لئے اتنا ہی ذکر کافی ہے کہ امام اعظم کے تلامذہ میں ایک بہت بڑی تعداد ان محدثین کی ہے۔ جو اصحاب صحاح ستہ اور امام احمدی بن معین وغیرہ کے بھی شیخ یا شیخ الشیخ ہیں۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر مکی بن ابراہیم طنجی ہیں۔ جو امام بخاری کی بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات کے شیخ ہیں۔ بلخ کے امام ہیں۔ ان کا قول ہے امام ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم سب سے بڑے زاہد سب سے بڑے حافظ تھے۔ حافظ اس عہد میں محدث کہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب سب سے بڑے محدث تھے۔ مشہور محدثین نے خاص اس سند سے بھی احادیث اپنی تصنیفات میں لی ہیں۔ جن کے راویوں میں حضرت امام اعظم بھی ہیں۔ امام دارقطنی نے اس کے باوجود کہ امام اعظم سے تعصب رکھتے تھے۔ اپنی سنن میں ۴۴ جگہ ایسی روایت لی ہیں۔ حاکم کی مستدرک، طبرانی کی معجم صغیر، مسند ابوداؤد طیالسی میں امام اعظم کے واسطے سے مردی حدیثیں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ صاحب خلاصہ نے امام اعظم کے ترجمے میں، ترمذی، نسائی، جزوالہندی کی علامت لگائی ہے۔ مجمع البحار میں ہے کہ ترمذی اور نسائی نے بھی امام صاحب کی روایت لی ہے۔ علامہ ابن حجر نے تقریب میں امام اعظم کے ثلاث میں نسائی اور ترمذی کی علامت لگائی اور تہذیب التہذیب میں ان روایتوں کا ذکر کیا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام بخاری امام ترمذی، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، حاکم حتیٰ کہ دارقطنی تک امام صاحب کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اگرچہ کچھ درجے نیچے اگر حضرت

امام اعظم کی حدیث دانی پر کچھ معاندین نے نکتہ چینی کی ہے مگر حضرت امام اعظم کے تلامذہ میں ایسے ایسے جلیل القدر محدث گزرے ہیں کہ ان کی حدیث دانی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ خصوصیت سے حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت فضیل بن عیاض، حص بن غیاث، ابوعاصم النبیل، داؤد طائی، مسعر بن کدام، یزید بن ہارون، یحییٰ بن القطان، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن زکریا بن زائدہ وغیرہ وغیرہ۔ کیا کو عقل والا یہ مان سکتا ہے کہ یہ اجلہ محدثین نے کسی ایسے ہی شخص کے سامنے زانیہ نکتہ کیا ہے۔ جو حدیث سے نابلد ہو۔ اور تک بندی کو احکام شریعت بتا کر دنیا کو گمراہ کر گیا ہو۔ ع
آواز دو انصاف کو، انصاف کہاں ہے

وفات

بنی امیہ کے خلتے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لئے وہ وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں۔ منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنام داغ ہیں۔ اسی خونخوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباچ کو دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ آخر ننگ آمد جنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا۔ ابتداءً ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کر لی۔ حضرت امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتویٰ دے دیا۔ نفس ذکیہ بہت شجاع فن جنگ کے ماہر قوی طاقتور تھے۔ مگر ائمہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۹۵ھ میں دادِ مہر لگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی۔ خاص کوئے مس لگ جنگ لاکھ آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ بڑے بڑے ائمہ علماء فقہاء نے ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ حضرت امام اعظم نے بھی ان کی حمایت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتہ تقدیر کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

ابراہیم سے فارغ ہو کر منصور نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۹۶ھ میں بغداد کو دارالسلطنت بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انھیں شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر جواز قتل کے لئے بہانہ کی تلاش تھی۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت امام میری حکومت کے کسی جہدے کو قبول نہ کریں گے۔ اس نے حضرت امام کی خدمت میں جہدہ قضا پیش کیا۔ امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھجھلا کر کہا تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں جہدہ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی جہدہ قضا کے لائق نہیں اس لئے کہ جھوٹے کو قاضی

بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا کہ تم کو قبول کرنا پڑے گا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں قبول کروں گا۔ ربیع نے غصے سے کہا ابو حنیفہ تم امیر المؤمنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ہاں یہ اس لئے کہ امیر المؤمنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے جُزبُز ہو کر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا اس مدت میں منصور حضرت امام کو بلا کر اکثر علی مذاکرات کرتا رہتا تھا۔ منصور نے حضرت امام کو قید تو کر دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن ہو کر نہ تھا۔ بغداد چونکہ دار السلطنت تھا۔ اس لئے تمام دنیا کے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے حضرت امام کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا۔ قید نے انکی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے اور زیادہ بڑھا دیا۔ جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر دلوادیا۔ جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا جسے ہی کی حالت میں روح پرواز کر گئی۔ ع

یعنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو۔

تجہیز و تدفین

وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی۔ جو سنا بھاگا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد عمارہ بن حسن نے دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے وائس! تم سب سے بڑے فقیہ سب سے بڑے عابد سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا ہے کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہنچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہونے ہوئے جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلی بار نماز جنازہ سے میں پچاس ہزار کا جمع شریک تھا۔ اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحبزادے، حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔ حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اس کے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ حضرت امام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔

اس وقت ائمہ محدثین و فقہاء موجود تھے۔ جن میں بعض حضرات امام کے استاد بھی تھے سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔ مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے۔ انھوں نے وصال کی خبر سن کر انا للہ پڑھا اور کہا۔ بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاد امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا۔ کہنے میں اندھیرا ہو گیا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سن کر بغداد حاضر ہوئے۔ جب امام کے مزار پر پہنچے۔ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ ابو حنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے۔ ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ حماد نے وصال کیا تو تمھیں اپنا جانشین

چھوڑا۔ تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

حضرت امام کا مزار پر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام و خواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ میں امام ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اعلم انه لم يزل العلماء وذوو الحاجات يزودون قبره ويتوسلون عنده في قضاء حوائجهم ويرون نوح ذلك منهم الامام الشافعي رحمه الله عليه
یعنی جان لے کہ علماء و اصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں ان علماء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا۔ اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا۔ بنایت شاندار لا جواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء و عمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ مشہد ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔ حضرت امام کا وصال نوٹھے سال کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ کو ۴۵۸ھ میں ہوا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

الحمد لله هو الفقه الأكبر: والصلوة
على حبیبہ وہی الحدیث الانزہر:

وعلى آله وصحبه سفين النجاة ومصابيح الغرر:

حضرت امام بخاری نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف کو بسم اللہ سے تو شروع فرمایا مگر اللہ عزوجل کی حمد اور شہادتین سے شروع نہیں فرمایا۔ حالانکہ حدیث میں ہے:-

① کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد الله فہو قاطع۔ ہر عظیم الشان کام اللہ کی حمد سے نہ شروع کیا جائے وہ بے برکت ہے

② کل خطبة لیس فیہا شہادة کا لید الجذعاء۔ جس خطبے میں شہادت نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کے مثل ہے۔

ان دونوں حدیثوں کو امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہیں۔ اس کا سب سے صحیح اور تحقیقی جواب صرف یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں یہ نہیں کہ جب کچھ لکھنا چاہو تو حمد و شہادت کو پہلے لکھو بھی۔ صرف ابتدا کا حکم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے حمد اور شہادتین لکھنے سے پہلے زبان سے ادا کر لے ہوں۔

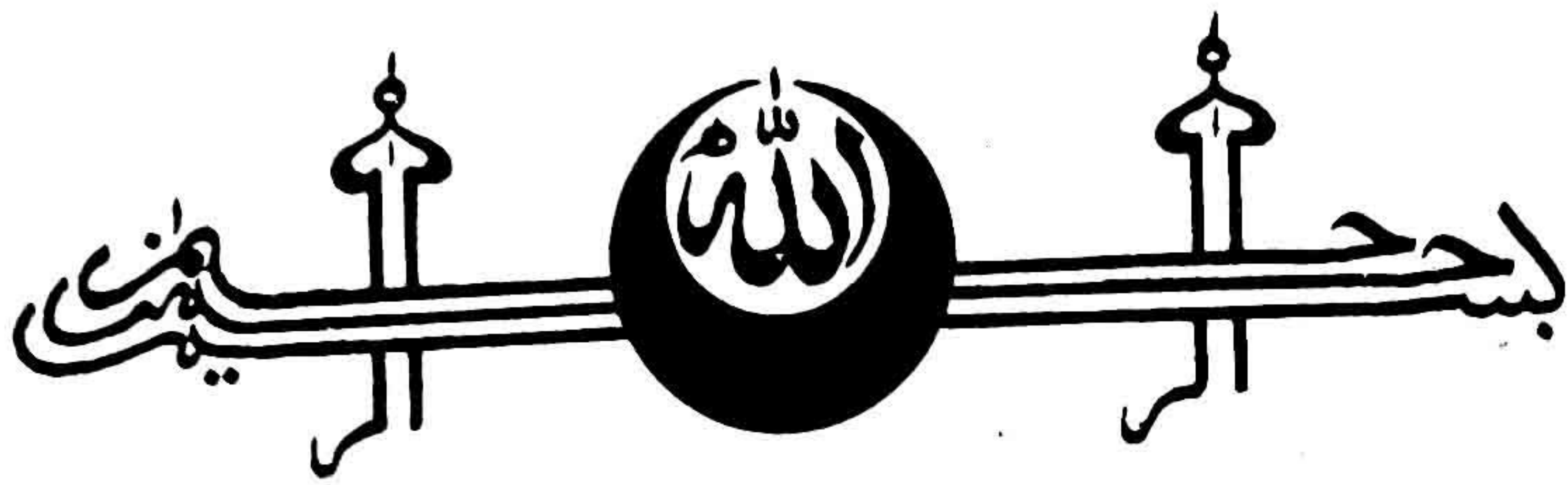
دوسرا جواب بھی ایک وزن رکھتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں احادیث امام بخاری کی شرط پر نہ ہوں۔ تو ان پر ضروری نہیں ہوا کہ وہ اس پر عمل کرتے۔ جیسا کہ اس کے ایک راوی قرہ بن عبد الرحمن کو ضعیف کہا گیا ہے۔ اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ ابن حبشان اور ابو عوانہ نے تصریح کی ہے۔ نیز یہ حدیث نسائی میں سعید بن عبد العزیز سے بھی مروی ہے۔ اس متابعت سے قرہ کی وجہ سے جو ضعف تھا ختم ہو گیا۔ لیکن واقع میں کسی حدیث کا صحیح ہونا اور بات ہے اور امام بخاری کے نزدیک صحیح ہونا اور بات ہے۔

اس کے چند اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ ارشاد خطبوں اور تقریروں کے ساتھ خاص ہے جو کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اپنے خطبوں کو وہ کسی شعر سے شروع کرتے تھے۔ اس کے رد کے لئے فرمایا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک گنوار آیا اور بغیر حمد کے تقریر شروع کر دی تو حضور نے فرمایا۔ ہنس الخطیب انت۔ کل امر الحدیث اس سے ظاہر ہے کہ خطبوں کے لئے ہے۔ یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے واقعہ کی خصوصیت کا نہیں ہوتا۔ جب ارشاد عام ہے کہ فرمایا۔ کل امر ذی بال۔ ہر شاندار کام۔ تو اسے عام ہی رکھنا ضروری ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس لئے کہ صحیح حدیبیہ کے موقع پر جو صلیح نامہ لکھا گیا اس میں صرف

بسم اللہ ہے۔ علاوہ ازیں سلاطین کے نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو والا نامے بھیجے تھے ان میں صرف تسبیہ ہے حمد نہیں۔ اس جواب میں یہ غامی ہے کہ چونکہ تاریخ معلوم نہیں۔ اس لئے دعویٰ نسخ درست نہیں۔ ثانیاً اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ مسلح حدیبیہ وغیرہ سے پہلے کا یہ ارشاد ہے تو بھی نسخ کا دعویٰ درست نہیں۔ اس لئے کہ نسخ کے لئے ضروری ہے کہ ایسا تعارض ہو جو اٹھ نہ سکے۔ اور یہاں ایسا نہیں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان مکتوبات میں حمد کا ترک بیان جواز کے لئے ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا۔ امام بخاری نے یہ نہیں پسند فرمایا کہ ارشاد رسول پر اپنے کلام کو مقدم کریں۔ باب اور سند کا مفاد ہونا باعتبار ظاہر کے ہے حقیقت میں یہ دونوں مؤخر ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں حدیث کے توابع میں سے ہیں۔ یہ جواب اس لئے درست نہیں چونکہ تقدیم ہوتی ہے حمد الہی کی۔ حمد الہی کی تقدیم میں کوئی حرج نہیں۔ پھر چونکہ یہ مامور ہے اور مامور بہ پر عمل دیے ہی ہوگا جسے حکم کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی سوء ادب نہیں ترجمہ باب اور سند کی تقدیم کا یہ عذر کہ حقیقتہً مؤخر ہے بے مضابطہ ہے۔ اس لئے کہ اعتبار ظاہر کا ہے۔ اور ظاہر میں یہ مقدم ہیں۔ ایک یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ چونکہ سب سے پہلے سورہ اقرأ، ہوئی اس میں صرف بسم اللہ ہے۔ حمد نہیں۔ یہ جواب یوں ساقط ہے کہ اولاً سورہ اقرأ کے نزول کے وقت بسم اللہ کا نزول ثابت نہیں۔ ابھی تیسری حدیث آتی ہے۔ اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں۔ ثانیاً اعتبار قرآن مجید کی ترتیب عثمانی کا ہے جو منزل من اللہ ہے۔ اس میں بسم اللہ کے بعد حمد بھی ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ حمد و ثنا حمد نہیں تعلیم کے لئے ہے ادعاء بے دلیل ہے۔ الغرض اس قسم کے اور بھی جوابات دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ سب بے وزن ہیں۔ یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ابتداء میں حمد واجب نہیں۔ مستحب ہے۔ مستحب پر ثواب ضرور ملتا ہے۔ لیکن ترک پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اگر امام بخاری نے ترک کر دیا تو ان پر کیوں مواخذہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ سوال ہی سرے سے اس لائق نہیں کہ اس کو ذکر کیا جائے۔ عہد قدیم میں یہی طریقہ تھا کہ مصنفین صرف بسم اللہ پر اکتفا کرتے تھے۔ موطا امام مالک، مصنف ابن عبد الرزاق وغیرہ کا یہی حال ہے۔



بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱) حَدِيثُ إِسْمَاعِيلَ الْأَعْمَالِ بِالْبَنَاتِ

سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَفِي سَمْعِي بِرَبِّهِ كَيْفَ كُنَّا فِي

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَيْهِ فَمَلَأْنَا

تَشْرِيحات

①

فَإِسْمَاعِيلُ بْنُ خَطَّابٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (۱) فِيهِ عَامُ الْفِيلِ فِيهِ تَرَكَ سَالُ بَعْدَ پید اہوئے انتالیس مردوں

کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے سنہ نبوی میں ایمان لائے۔ سنہ ۳۳ ہجری جادی الآخرہ

بروز شنبہ منہ خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابو لؤؤ فیروز مجوسی

نے نماز فجر میں زخمی کیا۔ تین دن کے بعد ۲۸۔ ذوالحجہ بروز دوشنبہ شہید ہوئے۔ روضہ پاک میں حضرت

صدیق اکبر کے پہلو میں دفن ہوئے۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی۔ دس سال چھ مہینے پانچ دن بڑی شان

وشوکت کے ساتھ نیابت رسول کا حق ادا کیا۔ انھیں کے عہد خلافت میں وقت کے دو عظیم فرعون، قیصر روم و

کسری ایران کی ہزار ہا سالہ جاہلانہ سلطنتیں پاش پاش ہوئیں۔ عراق، ایران، مکران (بلوچستان)، شام، فلسطین

مصر وغیرہ وغیرہ بڑے ممالک اسلام کے زیر نگیں ہوئے۔ چار دانگ عالم میں اسلام کی ہیبت و شوکت بیٹھ گئی جیسا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔ علیہ

ابو حفص کنیت فاروق اعظم لقب ہے۔ ان سے ۵۳ حدیثیں مروی ہیں۔ صحابہ میں عمر بن خطاب نام کے اور کوئی صاحب نہیں البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ صحابہ کرام میں عمر نام کے ۲۲ اور حضرات ہیں۔ اور عمرو نام کے دوسو سے زائد صحابہ کرام ہیں۔ عمر اور عمرو لکھنے میں یکساں ہی ہے اس لئے امتیاز کیلئے عمرو کے ساتھ واو لکھا جاتا ہے اور عمر بغیر واو کے جو واو کے ساتھ لکھا ہو وہ عمرو ہے عین کے فتح اور یم کے جزا کے ساتھ اور جو عمر بغیر واو کے ہے عین کے ضمہ اور یم کے فتح کے ساتھ ہے۔ اس پر بسنت کا اجماع ہے کہ تمام امت سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی رضی اللہ عنہ پھر عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۱۱ اس حدیث کی حیثیت ابن مندہ کی تصریح کے مطابق یہ حدیث علاوہ حضرت عمر کے، حضرت علی و حضرت سعد

و حضرت ابوسعید خدری و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر و انس و ابن عباس و معاویہ و ابو ہریرہ و عبادہ بن صامت و عتبہ بن عبد الاسلمی و ہزال بن سويد و عقبہ بن عامر و جابر و ابو ذر و عقبہ بن منذر و عقبہ بن سلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ ابن مندہ کا یہ قول اگر صحیح ہے تو یہ حدیث متواتر ہے۔ مگر اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت عمر ہی سے مروی ہے اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید انصاری تک اس کے راوی ایک ایک رہے۔ یحییٰ بن سعید کے بعد یہ حدیث بھیلی ابوسعید محمد بن علی قشاب نے کہا کہ ڈیڑھ سو اور ابن مندہ نے کہا کہ تین سو سے زائد۔ حافظ ابو موسیٰ مدینی اور ابو اسماعیل ہرودی نے کہا کہ سات سو حضرات نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کو روایت کیا۔ اس پر کچھ کلام بھی کیا گیا ہے۔ مگر عند التحقیق یہ حدیث صحیح غریب مشہور ہے۔

یہ اُمّ الاحادیث ہے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حماد کو بیٹ باتوں کی نصیحت فرمائی تھی ان میں انیسویں یہ تھی کہ میں نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے پانچ حدیثیں منتخب کی ہیں ان پر اعتماد کرنا۔ پھر انھیں پانچویں حدیثوں کو ذکر فرمایا۔ **سبب ارشاد** حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص نے، ام قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ ام قیس نے یہ شرط رکھی اگر تم مدینہ ہجرت کر کے چلو تو تم سے نکاح کروں گی۔ انھوں نے ہجرت کی اور ان دونوں کا نکاح ہو گیا۔ ان کو ہم لوگ مہاجر ام قیس کہتے تھے (طبرانی معجم کبیر) اس پر علامہ ابن حجر نے اعتراض فرمایا۔ کہ یہ محض قیاس ہے۔ اس واقعہ کو سبب ارشاد ٹھہرانا درست نہیں اس لئے کہ روایت ثبوت ضروری ہے۔ اور روایت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

علہ الاعلام۔ معتمات جامع الاصول للشیخ احمد کشخانوی۔

يا ايها الناس انما الاعمال بالنيات

اے لوگو! — اعمال نیت ہی پر ہیں

اسی طرح ابن بطال مشہور محدث نے بحوالہ ابن سراج یہ بتایا کہ اسلام سے پہلے عربی اپنی لڑکیوں کا نکاح عجمی نسل کے لوگوں سے نہیں کرتے تھے۔ اسلام میں ایسے نکاح ہونے لگے تو بہت سے عجمی النسل ہجرت کر کے مدینہ پہنچے کہ ہمارا نکاح عربی عورتوں سے ہو جائے۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا — اس پر وہی ایراد ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ اسی وجہ سے یہ ارشاد فرمایا — یہ کہنا کہ ان لوگوں نے اسی روایت پر اطلاع پائی مجھے تو اسے سبب ٹھہرایا — یہ جواب پہلی وجہ میں بھی چل سکتا ہے کہ جن لوگوں نے مجاہرام قیس کے واقعہ کو سبب ٹھہرایا۔ انھیں بھی کوئی روایت معتمد ملی ہوگی واللہ

الاعمال

یہ عمل کی جمع ہے یہ اور فعل مرادف ہیں۔ مگر عند الاطلاق افعال سے مراد افعال جوارح ہی ہوتے ہیں۔ اور اعمال عام ہے افعال جوارح افعال سان

افعال قلب سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا۔ کون اعل افضل ہے۔ فرمایا۔ اللہ اور رسول پر ایمان، پوچھا گیا پھر کون تو فرمایا۔ جہاد۔ پھر دریافت کیا گیا پھر کون فرمایا حج مقبول۔

یہ عبادات، محرمات، مکروہات، مباحات سب کو شامل ہے۔ مگر یہاں مراد صرف، اعمال صالحہ ہیں۔ اور بنظر دقیق مجاہد نیت کی جمع ہے۔ نیت، دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اور شریعت میں عبادت کے ارادے کو کہتے ہیں۔ (تلوچ)

ارادہ، عزم، قصد

محققین کے نزدیک ارادہ اس صفت کو کہتے ہیں جس سے دو متضادی چیزوں میں ایک کو ترجیح دی جائے خواہ قدیم ہو خواہ حادث نیت، عزم قصد تینوں میں ارادہ حادث مراد ہے۔ اسی لئے ان کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا بخلاف ارادے کے کہ اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔

عزم وہ ارادہ ہے جو فعل پر مقدم ہو۔

قصد، وہ ارادہ ہے جو فعل سے متصل اور فعل کے ساتھ پایا جاتا ہو۔

نیت، وہ ارادہ ہے جو عمل سے متصل و مقترن ہونے کے ساتھ ساتھ اس عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو۔

عہ ماشیہ خیالی ملا عبدالحکیم

مثلاً ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا۔ سفر شروع کرنے تک عزم ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد قصد۔ اور اگر اس میں یہ بھی ملحوظ ہے کہ یہ حج کا سفر ہے تو نیت

امام شافعی کا مذہب وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں۔ امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے۔

اس لئے اگر کسی نے وضو بغیر نیت کیا تو اس کا وضو صحیح نہ ہوا۔ اس وضو سے نماز نہ ہوگی۔ ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے۔

امام شافعی کا استدلال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ الاعمال سے مراد عبادات ہیں۔ مطلقاً ہر عمل نہیں

مثلاً مباح یا گناہ مراد نہیں۔ الاعمال پر الف لام استغراق کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں تمام عبادات داخل ہیں۔ خواہ وہ

مقصود ہوں خواہ غیر مقصودہ۔ اور اگر الف لام جنس کے لئے مانیں تو بھی یہی حاصل۔ اس لئے کہ "انما" حصر کے لئے ہے۔

نیز مسند الیہ کا معرّفہ ہونا بھی مفید حصر ہے۔ اور جنس کا حصر اسی وقت ہوگا جبکہ اس کے تمام افراد کا حصر ہو۔ اگر ایک فرد بھی

خارج ہوگا تو جنس کا حصر نہ ہوگا۔

باتفاق فریقین الاعمال کا مضاف محذوف ہے۔

کسی خاص مضاف کے حذف پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس لئے مضاف محذوف عام ہوگا۔ یعنی وجود، حصول وغیرہ۔

تو اب مطلب یہ ہوا کہ کوئی عمل بغیر نیت کے موجود نہیں ہوتا۔ یہ باطل۔ اس لئے کہ اذان، قرأت، ذکر وغیرہ بہت

سی عبادتوں کا وجود باتفاق فریقین ہو جاتا ہے۔

تو اب اس حدیث کے صدق کے لئے یہاں معنی مجازی مراد لینا لازم ہوا اور یہ معنی مجازی حکم ہے۔ اور حکم دو ہیں، دنیوی

یعنی صحت و فساد اور اخروی یعنی ثواب۔

امام شافعی کے یہاں عموم مجاز مراد لینا جائز نہیں۔ اس لئے بیک وقت دونوں مراد نہیں ہو سکتے ان دونوں میں

صرف ایک ہی مراد ہوگا۔ بہ نسبت ثواب کے صحت، عمل سے قریب تر ہے۔ اس لئے کہ صحت عمل پر مرتب ہوتی ہے اور ثواب

صحت عمل پر یعنی صحت کا ترتیب عمل پر بلا واسطہ ہے۔ اور ثواب کا بواسطہ۔ اس لئے صحت مراد لینے کو۔ ثواب پر ترجیح ہوتی

_____ اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جتنے بھی اعمال ہیں۔ خواہ مقصودہ ہوں خواہ غیر مقصودہ سب کی صحت نیت

پر ہے۔ اگر نیت ہے تو صحیح ورنہ فاسد۔ اس لئے وضو بھی بلا نیت صحیح نہیں

جواب اس استدلال سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی عبادت نیت کے بغیر عبادت نہیں۔ اس سے ہمیں انکار نہیں

ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ بلا نیت کوئی بھی عمل عبادت نہیں۔ حتیٰ کہ وضو و غسل بھی بغیر نیت عبادت نہ ہوں گے۔ مگر کسی عمل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا عبادت ہونا اور بات۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شے فی نفسہ صحیح ہو مگر عبادت نہ ہو جیسے نکاح۔ اگر بلا نیت طاعت کیا عبادت نہ ہوا۔ مگر شرعاً صحیح ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ اگر کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو صحیح اگرچہ عبادت نہ ہوگا اس پر ثواب نہ ملے گا۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔ مقصودہ جیسے نماز روزے۔ ان سے مقصود حصول ثواب ہے۔ انہیں اگر بغیر نیت ادا کیا جائے تو یہ صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ ان سے مقصود ثواب تھا اور جب ثواب مفقود تو فوائد مقصود کی بہرہ اصل شے مفقود۔

دوسری عبادت غیر مقصودہ جو دوسری عبادتوں کے لئے ذریعہ ہوں جیسے نماز کے لئے چلنا، وضو و غسل وغیرہ۔ ان عبادات غیر مقصودہ کو اگر کوئی بہ نیت طاعت کرے گا تو اسے ثواب ملے گا۔ اور اگر بلا نیت کرے تو ثواب نہیں ملے گا۔ مگر یہ ذریعہ وسیلہ ہونے کے اعتبار سے شرعاً صحیح ہوں گی اور ان سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور شوائف کے استدلال سے ثابت ہوا تو یہ کہ بغیر نیت وضو عبادت نہیں۔ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اس معنی صحیح بھی نہ ہوا کہ نماز کے لئے ذریعہ بن سکے۔ یہ اگر عبادت نہ رہا تو کوئی خرابی نہیں۔ ان کا دوسرا اور اہم مقصد ذریعہ عبادت ہونا باقی رہا۔ جیسے چلنا کہ بے نیت طاعت سجد کی طرف چلنا تو یہ عبادت نہ ہو مگر ذریعہ نماز تو ہو گیا۔ اسی طرح غسل طہارت ظاہری جس میں وضو بھی داخل ہے۔ بے نیت صحیح اگرچہ عبادت نہیں۔

ۛۛۛ احناف کا استدلال ۛۛۛ

شوائف کے استدلال سے ثابت ہوا کہ چند باتیں انہیں بھی تسلیم ہیں (۱) اعمال سے مراد عبادات ہیں (۲) نیت سے مراد نیت کا شرعی معنی۔ ارادہ طاعت ہے (۳) اور یہاں الاعمال کا مضاف محذوف ہے۔ (۴) اور یہ ضرورت محذوف مانا گیا ہے۔ اب احناف کہتے ہیں :- جو چیز ضرورتاً مقدر مانی جاتی ہے وہ بقدر ضرورت ہوگی ضرورت کو زیادہ ماننے میں مفساد کا فتح باب ہے۔

نیز اس کے حذف پر قرینہ بھی ہونا ضروری ہے۔ خواہ عقلی خواہ لفظی خواہ معنوی۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب بغیر نیت نہیں۔ — نیز اس حدیث کا اخیر حصہ :-

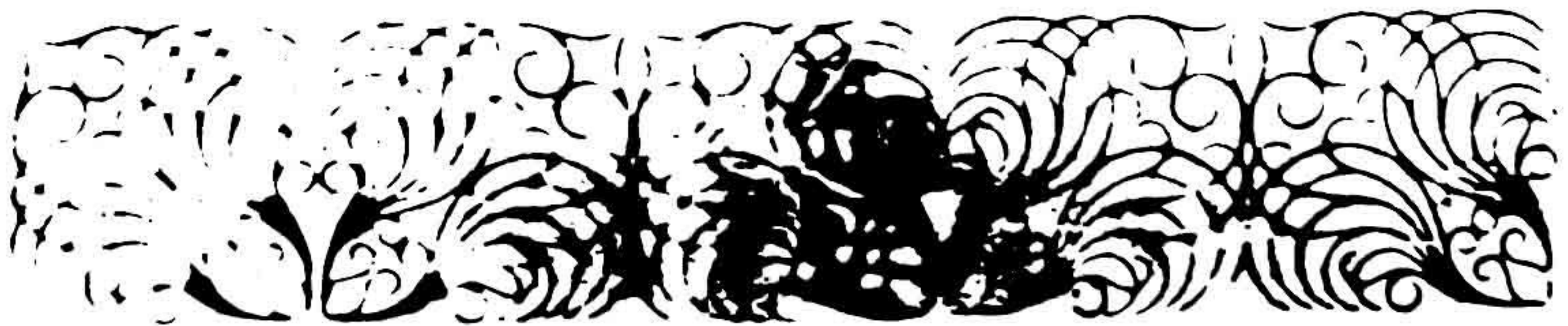
”جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت عورت یا دنیا کے لئے ہو

اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

اس پر قرینہ ہے کہ کسی بھی عمل خیر پر ثواب نیت ہی سے ملے گا۔ بغیر نیت کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ ان دو عقلی اور لفظی قرآن کی وجہ سے یہاں ثواب کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ اور اتنے سے حذف کی ضرورت پوری ہوگئی اور ثواب حکم اخروی ہے تو حکم دنیوی یعنی صحت مراد لینا ساقط۔ نیز اگر حکم کو محذوف مانیں اور مراد لیں دنیوی حکم یعنی صحت۔ تو حدیث کا اخیر حصہ اول کے معارض ہوگا۔ کیونکہ، انما الاعمال بالنیات کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر نیت عمل صحیح نہیں۔ یعنی اس کا وجود ہی نہیں۔ اور اعمال بری الذمت نہیں۔۔۔ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلانیت طاعت صرف حصول دنیا یا حصول عورت کے لئے ہجرت کرنے والے کی ہجرت کو ہجرت فرمایا۔ اور ان کو ادائے فرض سے بری الذمت مانا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صحابہ تبارک فرض ہو کر فاسق ہوئے۔ کیونکہ قبل فتح مکہ ہجرت فرض تھی۔ اور صحابہ کل عادل۔ تو ماننا پڑے گا کہ یہ ہجرت صحیح اور ایسے مہاجر بھی ہجرت کے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اس لئے حدیث کے اول و آخر کو تعارض سے بچانے کے لئے ثواب کو محذوف ماننا لازم۔ اب جبکہ ثابت ہو گیا کہ یہاں محذوف ثواب ہے۔ تو حدیث کا یہ مطلب ہوا کہ۔۔۔

اعمال کا ثواب نیت ہی پر ہے۔ بغیر نیت کسی عمل پر ثواب کا استحقاق نہیں۔

بلکہ اب اسکی بھی حاجت نہ رہی کہ اعمال کو عبادات کے ساتھ خاص رکھا جائے۔ مباحات بھی اگر بہ نیت طاعت کئے جائیں تو ان پر بھی ثواب ملے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب یہ مباحات عبادات ہو جائیں گے۔ مگر یہاں بحث یہ نہیں کہ کیا چیز مال کے اعتبار سے عبادت ہو سکتی ہے۔ بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ جو چیز فی الحال عبادت ہے وہی مراد ہے، یا جو فی الحال مباح ہے اور مال کا عبادت ہو وہ بھی مراد ہے۔



دَانِمَا اِلٰکُلِّ اَمْرِیْ مَا نَوٰی

ہر شخص کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی

صرف نیت پر ثواب

اول حصے میں "اعمال" افعال جو ارجح و افعال قابل کو شامل تھا جس میں نیت بھی داخل ہے۔ مگر نیت کے لئے نیت ضروری قرار دینے میں تسلسل لازم آتا ہے کہ پھر اس نیت کے لئے بھی نیت ضروری ہوگی۔ اسی طرح یہ سلسلہ غیر متناہی چلے گا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہاں اعمال "نیت ذاج" **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** سے نیت کے سوا جملہ اعمال کا حکم بیان فرمانے کے بعد نیت کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

_____ کہ ہر شخص کو اس کی نیت ہی کا ثواب ملے گا۔

اس کی تشریح اس حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:-

اِذَا هُمْ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا وَاِذَا هُمْ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَالْتَبُّوْهَا حَسَنَةً فَاَنْعَمْ لَهَا فَالْتَبُّوْهَا عَشْرًا

جب کوئی بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو
جب بندہ کسی نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کرے
تو "ایک نیکی لکھو" اور اگر اسے کر لے تو دس لکھو

(بخاری کتاب التوحید۔ مسلم کتاب الایمان)

عزودہ تبوک میں ارشاد فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے رہ گئے۔ ہمارے ساتھ نہیں آ سکے وہ بھی ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب وہ ہمارے ساتھ شریک نہیں تو ثواب میں کیسے شریک ہو گئے۔ فرمایا اپنی سچی نیت کی بدولت۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے عزودہ بدر میں شریک نہ ہو سکے مگر اپنی نیت کی بدولت ثواب میں شریک ہیں۔ اور مال غنیمت میں بھی انھیں حصہ ملا۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آدمی اگر کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے تو اس پر بھی ثواب ملے گا اسی کو دوسری حدیث میں فرمایا ہے:- **"نِيَّةُ الْمَوْءِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ"** مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

عہ فی نسخۃ اخروی۔

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ

لہذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے اور جس کی ہجرت

كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أُولَىٰ أُمْرًا ۖ تَتَّبِعُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

دنیا کی طرف ہوتا کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی جانب ہو کہ اس سے شادی کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہو جس کی طرف اس نے ہجرت کی

اس طرح کہ نیت پر ثواب بلا شرط ہے۔ اور عمل پر بشرط نیت ہے۔ نیز نیت میں کوئی مشقت نہیں۔ اور عمل میں مشقت ہے

تفریع | دو حکم کلی بیان فرمانے کے بعد اس پر دو جزئیے کی تفریع فرمائی۔ ہر کے دو جز ہوتے ہیں۔ وجودی۔

عدمی۔ اسی طرح یہاں بھی ہیں ایک وجودی یعنی تمام اعمال کا ثواب نیت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا :-

”جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے“

دوسرے عدمی یعنی کسی عمل پر بغیر نیت ثواب نہیں۔ اس پر فرمایا :-

”اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی“

ہجرت کے معنی | ① ہجرت، کے معنی لغوی چھوڑنے کے ہیں۔ حدیث میں ہے :-

المهاجر من هجر ما نهى الله عنه مهاجر وہ ہے جو چھوڑ دے جو خدا نے منع فرمایا۔

شرعی میں۔ ہجرت، دین بچانے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کو کہتے ہیں۔ ہجرت کبھی فرض ہوتی ہے کبھی جب

کبھی سنت کبھی مستحب۔ کبھی حرام کبھی مکروہ کبھی خلاف اولیٰ۔

دنیا | ② دُنُوٌّ سے مشتق ہے ”فُعْلِي“ کے وزن پر اسم تفضیل مؤنث ہے۔ دُنُوٌّ کے معنی قریب ہونا۔ دنیا کے معنی لغوی

بہت زیادہ قریب ہونے والی۔ اور معنی عرفی سے مناسبت یہ ہے کہ دنیا زوال و فنا کے بہت قریب ہے۔

شرعی میں دنیا کسے کہتے ہیں۔ اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے دنیا ہے۔ دوسرے

یہ کہ تمام مخلوقات خواہ اعراض ہوں خواہ جواہر دنیا ہیں۔

ہجرت کے اقسام | ③ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چار قسم کی ہجرت ہوئی :-

حَبْشَہ کی ہجرت اولیٰ۔ حَبْشَہ کی ہجرت ثانیہ۔ قبل فتح، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت۔

مع بخاری۔ کتاب الايمان۔ عتق۔ ہجرت۔ کتاب النکاح۔ ايمان والنذر۔ کتاب الحیل۔ اکراه۔ طلاق۔ مسلم باب الامارة۔ ابو داؤد طلاق۔

نسائی طارت۔ طلاق۔ ايمان۔ ابن ماجہ زہد۔ ترمذی مسند امام احمد دارقطنی ابن جان بیہقی۔

② حَدِيثٌ وَحِيٌّ كَيْفَ اَقْسَامُ

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

قبائل عرب کی مدینہ کی طرف ہجرت — احادیث میں جہاں کہیں ہجرت کا لفظ مطلق آیا ہے اس سے مراد مدینہ کی طرف ہجرت ہے۔ اس کے علاوہ احادیث میں ہجرت کا اطلاق ان معانی پر بھی آیا ہے شرعی وجوہ کی بنا پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے جب تک تو بہ منقطع نہ ہوگی ہجرت بھی منقطع نہ ہوگی۔ اور تو بہ سورج کو مغرب سے طلوع ہونے کے بعد منقطع ہوگی (الوداد و۔ نسائی) اور فرمایا جب تک جہاد ہے ہجرت ہے جب تک دشمن لڑتا رہے گا ہجرت ہے (مسند امام احمد) اسی میں ایک حدیث یہ بھی ہے: ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی۔ زمین کے اچھے لوگ حضرت ابراہیم کی ہجرت کی جگہ (شام) میں منتقل ہو جائیں گے اور بقیہ زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے ② منہیات شرعیہ چھوڑنا۔

اس حدیث سے کتاب
کے اعزاز کا مقصد
ہر کام پر ثواب چونکہ حسن نیت ہی پر مبنی ہے۔ اور نیت بد سے اچھے سے اچھا کام بیکار ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس حدیث سے کتاب کا آغاز کیا کہ قاری و مقلی، شیخ و تلمیذ، تعلیم و تعلم بہ نیت خیر کریں کسی فاسد نیت سے نہ کریں ورنہ سب محنت اکارت اور رائیگاں ہے۔

تشریح احادیث

②

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نام نامی ہے۔ ام المؤمنین۔ صدیقہ۔ خطابات اور ام عبد اللہ کنیت۔ آپ کو بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بھانجے حضرت اسماء کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اعتبار سے ام عبد اللہ کنیت رکھی۔

ام المؤمنین خاص انہیں کے لئے نہیں۔ بلکہ تمام ازدواج مطہرات کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:
أَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ۔
بنی کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں

یہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی ہیں۔ ان کا نام، ام رومان ہے جن کا وصال سنہ ۳۷ھ میں ہوا۔

حضرت صدیقہ سنیہ نبوی میں پیدا ہوئیں سنیہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد جالہ عقد میں آئیں دیگر ازواج مطہرات کے برابر چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔ نکاح کے بعد تین سال تک مکہ معظمہ رہیں۔ ہجرت کے بعد جب یہ بھی مدینہ طیبہ آگئیں۔ تو نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ نو سال خدمت اقدس میں رہیں۔ بعد وصال ۸۴ سال زندہ رہیں سنیہ ۱۰ ماہ رمضان بتاریخ ۱۰، شب سنیہ ۱۰ میں بعمر ۶۶ سال مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصیت کے مطابق دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں بعد نماز وتر دفن ہوئیں۔ یہ تمام فضائل و کمالات میں جملہ ازواج مطہرات سے ممتاز ہوتے ہوئے تین ایسی خصوصیات رکھتی ہیں جو کسی میں نہ تھیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے ساتھ بہ نسبت دیگر ازواج کے سب سے زیادہ محبت تھی۔

(۲) علم، اجتہاد میں سب سے زیادہ بڑھی ہوئی تھیں۔ حضرات خلفاء راشدین کے عہد ہی سے فتویٰ دیتی تھیں۔

(۳) جتنی احادیث ان سے مروی ہیں، ازواج مطہرات میں سے کسی سے مروی نہیں۔ اسی وجہ سے ایک قول یہ ہے کہ یہ دنیا کی تمام عورتوں سے مطلقاً حتیٰ کہ حضرت سیدہ اور حضرت خدیجہ سے بھی افضل ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ حضرت سیدہ صاحبزادی ہیں۔ جزیئت رسول کی وجہ سے یہ سب سے زیادہ تھیں کہ حضرت صدیقہ سے بھی افضل ہیں۔

ایک فاسد استدلال لیکن یہ استدلال بے وزن ہے اس لئے کہ پھر لازم آئے گا کہ حضرت قاسم حضرت طیب

حضرت طاہر حضرت زینب حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت سیدہ کی فضیلت میں مساوی اور حضرت صدیقہ بلکہ خلفائے راشدین سے بھی افضل ہوں۔ اور اس کی جرأت کوئی نہیں کر سکتا نہ اہلسنت نہ روافض۔

ایک لطیفہ ایک دفعہ حضرات خلفائے ثلاثہ کی حضرت علیؑ پر افضلیت کی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ جگر جگر ہے۔ دگر دگر ہے۔

اس پر میں نے بیاختہ کہا کہ حضرت علیؑ جگر ہیں کہاں؟ پھر لازم کہ حضرت زینب رقیہ دام کلثوم و سیدہ حضرت علیؑ سے بھی افضل ہوں۔ بلکہ حضرات حسنین اور ان کے صاحبزادگان کا بھی حضرت علیؑ سے افضل ہونا لازم آئے گا کہ یہ سب جگر ہیں اور حضرت علیؑ جگر نہیں۔ اس پر وہ بہت چکرائے۔

یہ تو محض نقل اقوال و استدلال فاسد کا جواب تھا۔ ورنہ اپنا ذوق، توقف ہے۔ ہاں یہ تفصیل کی جاسکتی ہے کہ حضرت خدیجہ و

أَنَّهُ قَالَتْ إِنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ حارث بن ہشام ولہ لے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا

صدیقہ اور حضرت سیدہ تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ازواج مطہرات میں سب سے افضل۔ حضرت خدیجہ اور حضرت صدیقہ اور بنات کرام میں سب سے افضل حضرت سیدہ ہیں۔

ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ۴، اتفق علیہ ۵۴ صرف بخاری ۶۸ صرف مسلم نے روایت کیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے مروی ہے۔ ابلہ صحابہ کرام دقیق سے دقیق مشکل سے مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے اور تسلی بخش جواب پاتے۔ تفسیر حدیث فقہ انساب۔ اسرار شریعت کی ماہر تھیں۔ خطابت میں بھی کمال حاصل تھا۔

حارث بن ہشام حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کے چچا زاد اور ابو جہل لعین کے حقیقی بھائی تھے۔ جنگ بدر

داعہ میں قریش کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ یہ پہلے گھبرائے ہوئے حضرت ام ہانی کے پاس آکر ان سے پناہ دلی

حضرت علی چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں۔ حضرت ام ہانی آڑے آئیں۔ مقدمہ دربار اقدس میں پیش ہوا۔ ام ہانی نے عرض کیا

یا رسول اللہ میں نے جسے پناہ دی ہے علی اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی اس میں بھی پناہ دی

حضرت حارث کے بتیں صاحبزادے تھے۔ جن میں ابو بکر مدینے کے مشہور فقہائے سبعہ میں ہیں۔ خلافت فاروقی

میں مکہ معظمہ سے شام اس عزم سے نکلے کہ اب گھر واپس نہیں آنا ہے بقیہ عمر جہاد ہی میں بسر کرنی ہے۔ اللہ عزوجل

نے یہ خواہش پوری فرمائی۔ ۷۷ سالہ ماہ رجب میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

نبی اور رسول کی تحقیق علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اور رسول ہم معنی ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے۔

اس بارے میں علماء کے چار اقوال ہیں :-

دونوں ہم معنی ہیں۔ دونوں مغائر ہیں۔ ان میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے جو لوگ ہم معنی کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں متعدد جگہ رسول بولا گیا ہے اور مراد انبیاء ہیں۔ مثلاً فرمایا:-

وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ موسیٰ کے بعد ہم نے مسلسل رسول بھیجے

حالانکہ فرق کرنے والے جو معنی رسول کے بتاتے ہیں اس معنی میں کوئی رسول نہ تھا۔ فرمایا:-

لَا نَفْرَقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ ان رسولوں کے مابین ہم تفریق نہیں کرتے۔

اور فرمایا

وَرَسُولًا قَدْ قَصَصْنَا هُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ
وَرَسُولًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ

ان دونوں آیتوں میں دوران کے دو دیگر نبیوں میں رسول سے ملامت فرمائی کہ تم میں سے کچھ رسولوں کے واقعات مجھے بیان کرنے کے لیے بھی نہیں بیان فرمائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا
إِذَا تَمَنَّيَ الْفِتْنَى الشَّيْطَانُ فِي مُمْنِيَّتِهِ

اس آیت میں نبی پر رسول کا عطف ہے اور عطف دین مذہبیت ہے۔ جو لوگ عموم و خصوص کے قابل ہیں۔ ان کو دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ کے لئے فرمایا۔

وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا

یہ نبی رسول تھے

اگر مترادف ہوتا تو دونوں کا ذکر بے فائدہ ہوتا۔ تغایر ہوتا تو اجتماع محال۔ تو معلوم ہوا کہ عموم و خصوص ہے۔

نبی اور رسول کی تعداد

وہ دوازیں حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ اس کی ان میں رسول کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا تین سو دس سے کچھ زائد۔ اور ایک روایت میں ہے تین سو پندرہ۔ تیسری روایت میں ہے تین سو تیرہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رسول نبی ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں۔ یہ ایک عموم و خصوص مطلق کی جو لوگ کہتے ہیں کہ عموم و خصوص من وجہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ فرشتوں پر قرآن مجید و احادیث میں رسول کا اطلاق آیا ہے۔ مگر ان پر نبی کا اطلاق نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتے رسول ہیں مگر نبی نہیں۔ حضرت زکریا، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ وغیرہ رسول بھی ہیں نبی بھی ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ عموم و خصوص من وجہ ہے

جو لوگ نبی اور رسول میں عموم و خصوص مطلق مانتے ہیں وہ نبی کی یہ تعریف کرتے ہیں :- نبی وہ بشر ہے جس کے پاس من جانب اللہ وحی آتی ہو خواہ صاحب شریعت جدیدہ و دین جدید ہو خواہ نہ ہو۔ رسول وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ و دین جدید ہو۔ اس تعریف پر فرشتے بمعنی مصلح رسول نہ ہوں گے۔ اطلاق کا جواب یہ لوگ یہ دیتے ہیں۔ یہ بمعنی لغوی ہے۔

مہ شکوۃ بحوالہ مسند امام احمد

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور کے پاس وحی کیسے آتی ہے وہ تو فرمایا! وہ کبھی گھنٹی کی آواز کے مثل

مگر اس تعریف پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ابھی گزرا کہ حضرت اسماعیل رسول تھے مگر یہ شریعت جدیدہ لیکر نہیں آئے حضرت ابراہیم کی شریعت کے پابند تھے۔

صحف انبیاء کی تعداد

نیز گزرا کہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ یا پندرہ تھی اور صحیفے کل ایک سو چار نازل ہوئے۔ وہ بھی اس تفصیل سے، دس صحیفے حضرت آدم پر پچاس حضرت ثیث پر تیس حضرت ادریس پر۔ دس حضرت ابراہیم پر۔ تورات حضرت موسیٰ پر زبور حضرت داؤد پر۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر۔ قرآن ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم پر۔

اس کے مطابق صاحب کتاب صرف نو انبیاء کرام ہوئے۔ اس لئے محققین نے یہی اختیار فرمایا کہ نبی اور رسول کی یہ تعریف جامع نہیں۔ اور جامع الٰہ تعریف یہ ہے :-

نبی وہ بشر ہے جس کی طرف وحی ربانی آتی ہو وہ تبلیغ کا امور ہو یا نہ ہو۔ رسول وہ ہے جس کے پاس وحی بھی آئے اور وہ تبلیغ کا بھی امور ہو۔

رسول کی یہ تعریف فرشتوں پر بھی بلا تکلف صادق ہے۔ فرشتوں پر جو رسول کا اطلاق ہوا ہے اسے معنی لغوی کی طرف پھیرنا طائفہ کے خلاف ہے۔ اس لئے نبی اور رسول میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوئی۔

وحی کے معانی (۱) وحی کے لغوی معنی چھ ہیں۔ اشارہ کرنا۔ لکھنا۔ پیغام بھیجنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ خفیہ بات کرنا۔ فہم جلدی کرنا۔ اصطلاح شرع میں، وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہو۔

اقسام وحی (۲) انبیاء کے حق میں وحی تین قسم پر ہے (۱) بلا واسطہ ملک نفس نفیس باری عز اسمہ کا کلام قدیم مناجیہ شب

معراج ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنا۔ (۲) فرشتے کی وساطت سے کلام ربانی آئے (۳) انبیاء کرام کے قلوب میں معانی کا انوار کیا جائے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

إِنَّ رُوحَ الْأَمِينِ نَفَثَ فِي رُوحِي
جبریل امین نے میرے قلب میں القا فرمایا۔

وحی کی صورتیں (۳) یہ تینوں قسمیں سات صورتوں میں منھریں جیسا کہ صلی نے ذکر فرمایا (یعنی) (۱) خواب میں ہو جیسا کہ

عہ بیضاوی للہ بشر القاری للہ جلالین۔ المتقہ المتقہ۔ وحاشیہ المستند المتقہ۔

أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلَاسَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّ عَلَىَّ فَيَقْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعِيتُ

آتی ہے اور یہ مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہے فرشتہ جو کچھ کہتا ہے اس کو میں یاد کر لیتا ہوں تو یہ کیفیت دودھ ہو جاتی ہے

عَنْهُ قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعْيُ مَا يَقُولُ قَالَتْ

اور کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں آکر مجھ سے کلام کرتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے اسے یاد کر لیتا ہوں

عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يُنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ

حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں وحی اترتی

الْبُرْدُ فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَأَنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا

تو نزول وحی کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حضرت اسماعیل کی قربانی کا حکم ہوا (۲) قلب میں القا ہو (۳) جرس (گھنٹی) کی آواز کی صورت میں آئے جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ہے (۴) فرشتہ کسی مرد کی شکل میں آکر کلام ربانی پیش کرے۔ جیسا کہ جبریل امین حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے (۵) جبریل امین اپنی ملکوتی شکل میں حاضر ہوں کہ ان کے چو بازو ہوں جن سے یا قوت اور موتی جھڑتے ہیں (۶) اسرافیل وحی لیکر حاضر ہوں جیسا کہ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ ابتداءً تین سال حضرت اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ پھر جبریل امین کے سپرد یہ خدمت ہوئی۔ انھیں کی وساطت سے پورا قرآن نازل ہوا (۷) اللہ عز وجل کا کلام قدیم سنیں خواہ بیداری میں جیسا کہ شب معراج ہمارے حضور نے سنا اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ نے خواہ خواب میں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے:-

أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ
فَيَمَّا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى
میرے پروردگار نے مجھ پر بہترین تجلی منسرمائی پھر پوچھا
ملا اعلیٰ کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔

پھر یہ سماع حجاب کے ساتھ ہوا یا بلا حجاب

اس حدیث میں صرف (۴) وحی کی سات صورتوں میں سے اس حدیث میں صرف دو صورتوں کا بیان ہے:-

دو مذکور ہیں ایک جرس کی آواز کے مثل۔ دوسرے فرشتہ مرد کی شکل میں آکر کلام کرے۔ پہلی صورت کو فرمایا کہ یہ وحی

آنے کی بقیہ صورتوں میں مجھ پر سب سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کی تمام صورتیں سخت تھیں مگر یہ سب سے زیادہ سخت تھی۔ اسکی اصل وجہ تو اللہ عز وجل اور اس کے رسول کو معلوم ہے۔

مع بخاری بدر الوحي و بدر المخلق بسلم فضائل ترمذی مناقب نسائی اقتراح مولانا امام مالک مس قرآن مسند امام احمد

دوسری صورت کی تفصیل میں حضرت اسرافیل کی بھی حاضری شامل ہو سکتی ہے۔ رہ گئے حضرت جبریل تو ان کا مراد ہونا ظاہر ہے۔ زیادہ تر یہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔ اور کبھی اعرابی کی بھی شکل میں جیسا کہ حدیث میں منقول ہے۔

فرشتے مستقل نوع ہیں (۵) اس حدیث سے بصرحت ثابت ہوا کہ فرشتے ایک الگ مخلوق ہیں۔ انکی مخصوص نوع ہے۔ ایسا نہیں کہ عناصر اور عناصر سے پیدا ہونے والی اشیاء کی فطری قوتوں کا نام فرشتہ ہے۔ جو شخص مخلوقات کی فطری قوتوں کا نام فرشتہ رکھے وہ کافر ہے۔

فرشتوں کی شکل (۶) ہر فرشتے کی ایک اپنی نوعی صورت ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین کو دیکھا کہ پورے اُفق کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے چہرے سو بازو ہیں جن سے موتی اور یا قوت جھڑتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ یہ قوت حاصل کہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیں۔ جیسا کہ حضرت جبریل وحیہ کلبی یا اعرابی کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ فرشتہ ان کی شکل میں کسی کے سامنے نمودار ہوا۔

نزول وحی کے وقت (۷) حضرت ام المومنین کا یہ ارشاد :- ”میں نے دیکھا کہ سخت جاڑے کے دن میں نزولِ وحی کی حالت کے اختتام پر جبین اقدس پسینہ پسینہ رہتی۔ یہ عام ہے ہر وحی کے لئے خواہ جس کی آواز کے مثل ہو یا انسانی پیکر میں فرشتے کا آکر کلام کرنے کی حالت ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نزولِ وحی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا اس کے اثر سے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا کبھی سُرخ ہو جاتا۔ جیسے بخار سے بچھنی پیدا ہوتی ہے۔ ویسی بچھنی پیدا ہو جاتی۔ تنفس تیز ہو جاتا ناک سے خراٹے کی آواز نکلتی۔ جاڑوں میں چہرے سے پسینے کے قطرات یوں گرتے جیسے چاندی کے موتی جھڑتے ہوں۔ حدیث میں ہے کہ نزولِ وحی کے وقت اگر سوار ہوتے تو اونٹنی بیٹھ جاتی۔

زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر لیٹے تھے کہ یہ آیہ کریمہ غُیْرُ اَوْبِی الصُّرِّ نازل ہوئی۔ معلوم ہوا تھا کہ ران ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی۔

میں کہتا ہوں مہبطِ وحی کی وساطت نہ ہوتی تو ران اور اونٹنی کیا ہے، پہاڑ باقی نہ رہتے۔ فرمایا گیا :-

لَوْ اَنْزَلْنَاهُ الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ

خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر اتارتے تو تم اسے اللہ کے خوف سے جھکا ہوا، پاش پاش دیکھتے۔

اللہ اکبر جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس کے ثقل کا جو تحمل کرے اس کی قوت کا کیا ٹھکانا۔

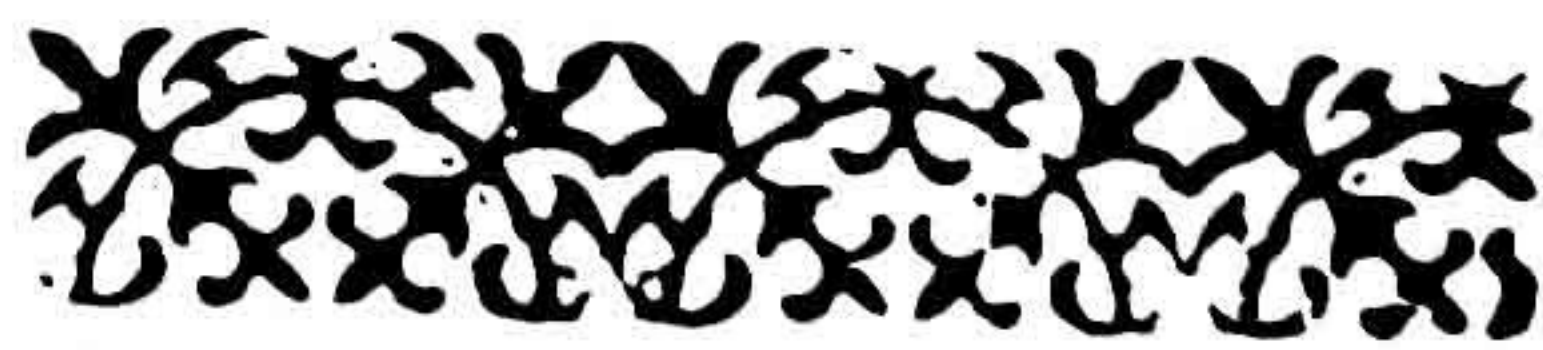
رہ گئی یہ بات صُلَۃُ الْاِحْرَسِ والی کیفیت میں سب سے زیادہ شدت کیوں تھی، اس کو اللہ جانے اور اس کے رسول جانیں۔ شرح حدیث نے مختلف نکات بیان کئے ہیں مگر سب اپنا اپنا ذوق ہے، اصل راز کے معلوم؟

صلۃ اِحْرَسِ کا مطلب ⑧ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو ایسی بات بتانا چاہتے جو عقل سے ماوراء رہو تو اس کے سمجھانے کے لئے عالم شہادت کی کوئی مناسب مثال ذکر فرماتے۔ یہاں جب حضرت حارث نے وحی کی کیفیت پوچھی اور اس کی یہ کیفیت عام عقول کی دسترس سے باہر تھی تو اس کو یوں سمجھایا کہ تم لوگ گھنٹے کی آواز سنتے ہو جو تسلسل کے ساتھ آتی رہتی ہے مگر اس سے کوئی مفہوم نہیں اخذ کر سکتے۔ اسی طرح وحی بھی اتنے جلال کے ساتھ آتی ہے کہ خطاب کی ہیبت اور ارشاد کا وزن دل پر ایسا اچھا جاتا ہے جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ مگر اس کے باوجود جب یہ کیفیت فرد ہو جاتی ہے تو پوری وحی محفوظ ہوتی ہے جیسے سموع محفوظ ہوتی ہے

یہ کیفیت فرشتوں پر وحی کے مثل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں پر کوئی حکم نازل فرماتا ہے تو ہیبت سے فرشتے اپنے بازوؤں کو سمیٹ لیتے ہیں جن سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے پتھر پر لوہے کی زنجیر گری ہو۔ جب ان کے دلوں سے ہیبت کا یہ اثر دور ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا ارشاد ہوا؟

ان دو صورتوں میں کیا راز ہے ⑨ ان دو قسموں میں راز یہ ہے کہ مکمل اور سامع میں یک گونہ مناسبت ضروری ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ظاہری جو بشری ہے۔ دوسری باطنی جسے سوائے ان کے رب کسی نے نہیں جانا۔ ان دونوں حیثیتوں میں کبھی کسی کو غلبہ ہوتا کبھی کسی کو جب بشری حیثیت کے غلبہ کا وقت ہوتا تو فرشتہ شکل بشر اگر کلام کرتا ہے اور جب باطنی حیثیت کا غلبہ ہوتا تو باطنی حیثیت کے مطابق صُلَۃُ الْاِحْرَسِ والی کیفیت کے ساتھ وحی آتی۔ والعم بلحق

عند ساجی جلد مجددہ



(۳) حدیثِ حراء

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ، أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء ایسے خوابوں سے ہوئی

فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا أَجَاءَتْ مِثْلُ فَلَقِ الصُّبْحِ

وہ جو خواب بھی حضور دیکھتے اس کی تعبیر صبح روشن

کیفیت وحی سے کتاب

چونکہ تمام شرائع خواہ عقائد ہوں خواہ اعمال و اقوال، سب کی بنیاد وحی پر ہے۔ اللہ کی ذات کے اعزاز کا نکتہ و جملہ صفات، رسول اور رسول کے تمام اوصاف۔ ایمانیات کی پوری تفصیل۔ عملیات کی جزئیات سب کا منبع وحی ہی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے وحی سے اپنی معرکہ الار کتاب کا آغاز کیا۔ وحی کی حقانیت پر ایمان کے بعد جملہ اصول و فروع پر ایمان بمنزلہ لازم غیر منفک کے ہے۔

تشریحات

رُویا کی تحقیق ۱

رویا کے معنی خواب ہیں۔ یہاں الصالحہ ہے۔ کتاب التبعیر میں الصلاحہ ہے روئے صاف یا صالحہ (سچے یا اچھے خواب) وہ ہیں جو انتشار اور شیطان کے دغل سے پاک ہوں۔ یا جو اپنی تعبیر خود ہوں۔

ہر روئے صادقہ انبیاء کے حق میں صالحہ ہیں۔ مگر دیگر لوگوں کے اعتبار سے صادقہ کبھی صالحہ ہوتے ہیں کبھی نہیں۔ روئے کا اطلاق کبھی مجازاً، آنکھ سے دیکھتے پر بھی آتا ہے۔ آیہ کریمہ

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ

کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:-

رُؤْيَا عَيْنٍ أَرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ

یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شبِ معراج دکھایا گیا

ہم نے تم کو جو جلوہ دکھایا اسے لوگوں کے لئے امتحان بنا دیا

یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شبِ معراج دکھایا گیا

یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شبِ معراج دکھایا گیا

یہ آنکھ سے دیکھنا تھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شبِ معراج دکھایا گیا

ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بَغَارِ حِرَاءٍ

کی طرح ظاہر ہوتی پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ڈال دی گئی تھی اور آپ غار حرا میں خلوت اختیار فرماؤ گے۔

اس لئے ام المومنین نے فی النوم کا اضافہ کیا تاکہ یہ متعین ہو جائے کہ یہاں مراد خواب ہی ہے۔

انبیاء کے خواب بھی وحی ہیں (۲) من الوحی کی قید اس لئے لگائی کہ معلوم ہو جائے کہ خواب بھی وحی کے اقسام میں

سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَحْيٌ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی ہیں

وہ دلائل نبوت جو وحی سے قبل ظاہر ہوئے۔ جیسے دھوپ میں ابر کا سایہ کرنا۔ درخت کے سایے کا آنکھ پوری طرف جھک جانا۔ بحیرا راہب کا واقعہ۔ شجر و حجر کا سلام کرنا۔ غیبی آوازیں سنا۔ روشنی دیکھنا۔ اس میں داخل نہیں۔

مقدمات وحی کی حکمت (۳) بچے خواب دیکھنا۔ غیبی آواز سنا۔ روشنی دیکھنا، قوائے بشری کو غیبی باتوں سے مانوس

کرنے اور ان کے تحمل کی تمرین کے لئے تھا۔ کہ جب اچانک فرشتہ آجائے تو قوائے بشری جواب نہ دے جائیں۔

ظہور نبوت کی ابتداء (۴) ان روایات صادقہ کی مدت چھ ماہ تھی۔ جب یہ طے ہے کہ سورہ اقرآن کا نزول رمضان

میں ہوا تو معلوم ہوا کہ روایات صالحہ کی ابتداء ربیع الاول شریف سے ہوئی۔ اسی طرح ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

علیہ وسلم کی ذات سے چار خصوصیات وابستہ ہوئیں۔ ولادت۔ وصال۔ تکمیل ہجرت۔ ظہور نبوت

حرار میں خلوت کی ابتداء (۵) ثمر ترتیب کے ساتھ تاخیر پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اس سے استفاد ہوا کہ بذریعہ خواب

وحی کی آمد کے کچھ بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس مخصوص خلوت نشینی کی محبت پیدا ہوئی۔

حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس کا القاء بذریعہ وحی ہی ہوا۔ اس لئے اس سے ثابت ہوا کہ اہل دیال سے الگ

تھلگ رہ کر پہاڑ کے غار میں یا کسی بھی جگہ خلوت نشینی، سنت ہے۔ خلوت نشینی کو سادھوپن، جوگی پن، کننا، سنت پر طرز ہے۔

لفظ حرار کی تحقیق (۶) حرارہ حار کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور زیر کے ساتھ بھی۔ حرار بغیر حمزہ کے اور حرار حمزہ کے ساتھ بھی

ہے۔ یہ منصرف بھی ہے جبکہ اکی تاویل کی جائے اسم مکان کے ساتھ تو مذکر ہوگا سوائے علیت کے اسباب منع صرف میں سے کوئی اور سبب ہوگا

اور غیر منصرف بھی جبکہ اس کی تاویل یوں ہو "اسم بقعة" تو اب مؤنث معنوی ہوگا۔ اور علم ہے ہی۔

حرارہ حار کے زیر اور حمزہ کے ساتھ روایت ہے۔ دوسرے ایسی کی روایت "حرار" حار کے زبر اور بغیر حمزہ کے ہے۔

سفر السعادت، فتح الباری، ص ۱۰۱، ج ۱، ص ۱۰۱

فَيَتَحَنَّنُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ

آپ وہاں متعدد دنوں تک عبادت کرتے رہتے ہیں جب تک اپنے

حرار کی مقدار (۷) حرار کہ معظّم سے شمال مشرق میں منی جاتے ہوئے بائیں جانب ایک پہاڑ ہے جس کو اب جبل نور اور جگہ کہتے ہیں۔ اس میں تین چٹانیں اس طرح مل گئی ہیں کہ ایک چھوٹا سا حجرہ بن گیا جس میں دو آدمی تنگی کیساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسیں جانے کا ایک ہی راستہ ہے وہ بھی دشوار گزار سکرٹ سمٹ کر آدمی پہنچتا ہے اس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی کمیں اہم ہاتھ اور کمیں اس سے بھی کم ہے۔

حرار میں خلوت (۸) یہاں خلوت گزینی میں دو حکمت تھی ایک تو یہ کہ یہاں سے کعبہ مقدسہ صاف نظر آتا ہے۔ کعبے کو صرف دیکھنا کی حکمت بھی عبادت ہے۔ اس طرح تین عبادتیں جمع ہو گئیں۔ خلوت، عبادت، کعبہ کی زیارت۔ دوسرے یہ کہ دیوان صالحین اسی غار میں ہمیشہ سے قائم ہوتا چلا آ رہا ہے جس میں امور عالم طے ہوتے ہیں۔ بعثت نبوی سے پہلے فرشتوں کا دیوان قائم ہوتا تھا۔ بعثت کے بعد دیوان ادویار اسی میں قائم ہوتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے اسیں خلوت گزینی کی تھی۔ ان کی اس خلوت گزینی کی وجہ سے قریش غار کو بابرکت جانتے تھے۔ واقعہ فیل کے وقت بھی عبدالمطلب نے اسیں ابرہہ سے نجات کے لئے دعا کی تھی۔ اسی لئے آنحضرت نے بھی اس کو اختیار فرمایا۔ یہ پہلی خلوت گزینی نہیں تھی بلکہ عادت کریمہ تھی کہ ہر سال رمضان میں ایک ماہ اسیں اعتکاف فرماتے تھے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے

تحنن کے معنی (۹) "يَتَحَنَّنُ" باب تفعّل سے مضارع ہے۔ اس کا مادہ حَنَنٌ ہے۔ اس کے معنی گناہ کے ہیں۔ باب تفعّل کی خاصیت "تَجَنَّبُ" ہے یعنی فاعل کا مادہ سے پہلو بچانا۔ اس طرح تحنن کے معنی گناہ سے بچنے کے ہوئے۔ عبادت گناہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس لئے اطلاق سبب علی المسبب کے علاقے سے مجازاً عبادت کے معنی میں ہو گیا۔

یا اصل میں یہ "يَتَحَنَّنُ" ثاک کے بجائے فاک کے ساتھ تھا۔ خلاف قاعدہ فاکو ثاک سے بدل دیا جیسے جدف اصل میں جدث تھا تحنن کے معنی ہوئے دین حنیفیہ (ابراہیمی) کی اتباع کرنا تحنن بمعنی تعبد عرب میں رائج تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اشیاء کُنْتُ اَتَحَنَّنُ کچھ کام میں عبادت کے طور پر کرتا تھا۔ یہ اضداد میں سے بھی ہے۔ ارتکاب گناہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ ام المومنین کا ارشاد ہے :- لَا اَتَحَنَّنُ اِلٰی نَذْرِي میں اپنی نذر نہ ادا کر کے گناہ نہ کروں گی۔ اسی وجہ سے یہاں تفسیر کی جات پیش آئی۔

۷ سفر السعادت ۷ دیوان ادویار کی پوری تفصیل بشیر القاری میں ملاحظہ کریں۔

تحث کی یہ تفسیر ائمہ المؤمنین کی نہیں بلکہ حضرت عروہ یا امام زہری وغیرہ کسی راوی کی طرف سے ہے۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ زہری کی تفسیر ہے مگر انھوں نے اس پر کوئی نقل نہیں پیش کی۔

حرار میں کس شریعت کے (۱۰) غار حراء میں کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے۔ اس بارے میں آٹھ اقوال۔

مطابق عبادت کرتے تھے (۱) کسی شریعت کے تابع نہ تھے، یہ جمہور کا قول ہے (۲) حضرت آدم کی (۳) حضرت نوح کی (۴) حضرت ابراہیم کی (۵) حضرت موسیٰ کی (۶) حضرت عیسیٰ کی (۷) کسی معین شریعت کے تابع نہ تھے بلکہ شرائع سابقہ میں سے جو جو باتیں پسند آئیں ان پر عمل پیرا تھے اس لئے یہ عبادت انھیں میں سے کسی کے مطابق تھی (۸) اس بارے میں توقف کیا جائے۔ امام غزالی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ اس لئے کہ کسی شریعت کی اتباع پر دلیل نہیں۔

لیکن احناف کا مختار یہ ہے کہ کسی سابقہ شریعت کے پابند نہ تھے کشف صادق سے آپ کے نزدیک جو طریقہ ثابت ہوا اسی طرح عبادت فرماتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس عبادت کو شریعت ابراہیمی یا کسی اور نبی کی شریعت کے ساتھ مطابقت رہی ہو (در مختار) اس لئے کہ ثابت ہے کہ آپ قبل بعثت بھی نبی تھے کبھی کسی نبی کے اُمتی نہ رہے۔ اس لئے کسی نبی کی متابعت کا سوال ہی نہیں۔ مگر دوسری روایت میں یتعفف وارد ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ اس عبادت کو شریعت ابراہیمی سے مطابقت تھی کیونکہ اس کے معنی ہیں طریق ابراہیمی کے مطابق عبادت کرنے کے اور ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔

یہ طریقہ بذریعہ وحی القامر ہوا (۱۱) یہ عبادت جس طریقے سے بھی کرتے تھے۔ اس طریقے کی دریافت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کی تھی یا من جانب اللہ اس کی تعلیم دی گئی تھی۔ دونوں قول ہیں۔ مگر جب آغاز وحی ہو چکا تھا تو ظاہر یہی ہے کہ بذریعہ وحی اسکی تلقین ہوئی تھی۔

طریقہ عبادت (۱۲) یہ عبادت بلال، کان یا حنف باللسان، یا صرف بالقلب تھی۔ یعنی کچھ مخصوص اعمال ادا فرماتے تھے جیسے قیام، سجود، یا صرف زبان سے کچھ کلمات پڑھتے تھے، یا صرف مراقبہ فرماتے تھے، یا سب کچھ تھا۔ علمائے الگ الگ رائیں قائم کی ہیں۔ مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ابن مرابط وغیرہ کا قول ہے کہ یہ عبادت صرف بالتفکر تھی۔ علامہ مجد الدین شیرازی و حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ بالذکر تھی۔ اخیر کی تائید میں حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہ نے شرح سفر السعادت میں یہ فرمایا کہ ذکر، فکر سے افضل ہے۔ مگر اتنے سے دلیل تام نہیں ہوئی اس کے ساتھ یہ مقدمہ بھی لگانا چاہیگا۔ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ مغضول پر عمل کرے۔ لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ یہ مقدمہ کلیۃً تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں کبھی ضرورت

داعی ہوتی ہے تفکر کی۔ اس وقت تفکر ذکر سے افضل ہوتا ہے۔ — بر حال جس نے بھی ترجیح دی، قیاس سے دی اور یہاں قیاس کو دخل نہیں۔ روایت ضروری ہے۔

لیکن کسی بزرگ نے اس کے ثبوت میں کوئی روایت پیش نہیں فرمائی۔ اور یہ جن ظن کہ جب قول کیلئے کوئی نہ کوئی دلیل ضروری ہوگی۔ سبھی کے ساتھ ہونا چاہیے کسی ایک بزرگ کے ساتھ مخصوص کیوں ہے۔ اسی لئے بھی قول مساوی درجے میں ہوئے۔ اس لئے خادم کا مختاریہ ہے کہ یہاں بھی توقف ہی مناسب ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

کس ندانت کہ منزل گہ آں یار کجاست
خلوت کے فوائد (۱۳) ایں متدرہست کہ بانگ جر سے می آید

جب آدمی علاقہ دنیویہ سے الگ ہو کر ایک گوشے میں رہنا اختیار کرتا ہے تو ہزاروں لایعنی باتوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اور دل ایک طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اب آدمی اگر متوجہ الی اللہ ہے تو یہ قوی سے قوی تر ہوگی اس میں ثبات و استحکام ہوگا اس تعلق میں جتنی قوت اور استمرار ہوگا اسی قدر انوار الہی و اسرار الہی کا افکشاف ہوگا جس سے تحمل و حمی میں آسانی پیدا ہوگی۔

آدمی جب لوگوں سے احتیاط رکھتا ہے تو لامحالہ ہزاروں طرح کے معاملات درپیش ہوتے ہیں کسی کی محبت کسی سے عداوت کسی سے لڑائی کسی سے کبھی خوش کبھی کسی سے ناراض کبھی غم کبھی فکر نان و خورش۔ لباس و سکنی وغیرہ وغیرہ خصوصاً متعلقین سے روابط اور ان روابط کے اثرات دل پر پڑتے ہیں جس سے دل کی توجہ بٹتی ہے۔ پھر جذبات کی تکمیل کی خواہش اور اس خواہش کے لئے جدوجہد۔ اس میں معرکہ آرائیاں۔ یہ جان نفس کا باعث ہو سکتے ہیں اور پھر اس سے جو مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔

کتنے گناہوں سے آدمی خود بخود خلوت میں جا کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسے ہر شخص جانتا ہے۔ اور گناہ اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق میں کتنے حارج ہیں یہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس لئے خلوت سے بڑھ کر گناہوں سے روکنے والی کوئی چیز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ تحمل و حمی کے لئے جس صفات قلب اور جس درجہ توجہ الی اللہ درکار تھا اس کے لئے یہ خلوت نشینی اختیار فرمائی
عبادت کا فائدہ (۱۴) یہ اسلئے نہیں کہ حصول نبوت میں کسب کو دخل ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ نبوت کسب و بیافت

و مجاہدے سے نہیں ملتی۔ صرف فضل ایزدی سے ملتی ہے۔ اس میں کسب کو اصلاً دخل نہیں یہ دوسری بات ہے کہ جب کوئی اس منصب پر فائز ہو جاتا ہے تو عبادت و ریاضت جو نبوت کے لوازم ہیں سب پائے جاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو حضرت آدم کی تخلیق سے پہلے ہی منصب نبوت پر فائز تھے پھر حصول نبوت کے لئے کسب و بیافت کے کیا معنی؟

حرار میں کتنے دن خلوت فرمائی (۱۵) فارحار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کل کتنے دنوں عبادت کی۔

يَنْزِعُ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ

اہل کا اشتیاق نہ ہوتا وہ اور اس کے لئے توشہ لے جاتے تھے۔ پھر خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے

اور کتنے دنوں کے بعد واپس ہوتے تھے۔ اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ قیاس سے کہا گیا کہ کم از کم تین دن کے بعد واپس آتے تھے اور زیادہ سے زیادہ ایک مہینے پر یا چالیس دن پر۔

غار حرا میں عبادت کی کل مدت بعض حضرات نے ایک مہینہ بتائی ہے اس پر مسلم شریف کی اس حدیث سے استدلال کیا جو حضرت جابر سے مروی ہے :-

جَاوَرْتُ حِرَاءَ شَهْرًا کہ میں حرا میں ایک مہینہ رہا

لیکن سب کو معلوم ہے کہ یہ نزول وحی کے بعد فترہ وحی کے ایام کی بات ہے۔ اور یہاں گفتگو نزول اقرأ سے پہلے والی خلوت میں ہے۔ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی حرا میں خلوت فرمائی جیسا کہ پہلے فرمایا کرتے تھے۔

اہل کی تحقیق (۱۶) اہل۔ آل اور اہل ہم معنی ہیں دونوں کے معنی گھر کے لوگ۔ البتہ آل کا اطلاق معززین پر ہوتا ہے۔ عام اس سے کہ ان کو اعزاز دینی و دنیوی دونوں حاصل ہو یا صرف ایک جیسے آل نبی و آل فرعون۔ آل کے معنی متبع و پیروکار کے بھی ہیں۔ اس معنی کر آل فرعون، فرعون کے تمام پیروں کو کہا گیا۔

حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا مَنْ آلُ مُحَمَّدٍ۔ ارشاد فرمایا كُلُّ تَقِيٍّ اور دوسری حدیث میں ہے مَنْ تَبِعَنِي فَهُوَ آلِي جو میری پیروی کرے میری آل ہے یہاں اہل سے مراد گھر کے لوگ بیوی بچے

ہیں جن میں حضرت خدیجہ بھی داخل ہیں۔ جب یہاں اہل میں بیوی داخل ہے تو اہل بیت میں ازدواج مطہرات بھی داخل ہیں گھر والوں کے اشتیاق میں خلوت چھوڑ کر گھر تشریف لانے سے ثابت ہوا کہ بال بچوں کی محبت، ان کی خبر گیری، عبادت و کم نہیں

ام المؤمنین حضرت خدیجہ (۱۷) وہ خوش نصیب فخر کائنات خاتون ہیں جنہیں سب سے پہلے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ جب تک یہ زندہ رہیں کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا

انہیں کے بطن سے اولاد ہوئی۔ ایک قول پر یہی سب سے پہلے ایمان لائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ان کا نکاح ابوالہ ہند بن زرارہ سے ہوا تھا۔ اس سے دو فرزند بالہ اور ہند پیدا ہوئے۔ دونوں ایمان سے مشرف ہوئے۔ ہند واقعہ جل میں

حضرت علی کے ساتھ تھے اسی میں شہید ہوئے۔ ان کے صاحبزادے کا بھی نام ہند تھا۔ ان کا بصرہ کے طاعون میں دصال ہوا جس

ان کا وصال ہوا تھا۔ ستر ہزار موتیں ہوئی تھیں۔ سب لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مصروف تھے۔ ان کا جنازہ مبارک اٹھانے والا کوئی نہیں تھا یہ دیکھ کر ایک عورت نے چلا کر کہا۔ **وَاهِنْدَا اِهْ بُنْ هِنْدَا اِهْ** و ابنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ فوراً تمام جنازے چھوڑ کر لوگ ان کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حال یہ ہوا کہ انگلیوں کے پوروں پر ان کا جنازہ لے جایا گیا۔

اصابہ میں ہے کہ جب آیہ کریمہ **فَاُصْدِعْ بِمَا تَوَمَّرْنَا نَزَلَ** ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو! **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کو سب یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ گھر خیر پنہی تو حارث بن ابوالہ آئے۔ حضور کو بچانے کی کوشش کی تو ظالموں نے انھیں شہید کر ڈالا۔ راہِ خدا میں یہ پہلے شہید ہیں۔ یہ حادث بھی حضرت خدیجہ کے بطن سے تھے۔ یا ابوالہ کی کسی اور زوجہ کے بطن سے تھے۔ اس کی تفصیل نہیں مل سکی

ابوالہ کی موت کے بعد حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عائد سے ہوا اس سے بھی ایک لڑکی ہنڈ پیدا ہوئی عتیق بن عائد کے مرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں واقعہ حرام سے پندرہ سال پہلے آئیں، بوقت عقد ان کی عمر چالیس سال اور حضور اقدس کی پچیس سال تھی۔ نکاح پر باعث جو واقعہ ہوا وہ کتب سیر میں مذکور و مشہور و معروف ہے۔ مکہ معظمہ ہی نہیں عرب کی دولت مند ترین خاتون تھیں۔ اپنا سب مال قربان فرمایا اور ہر حال میں ہر مشکل میں سرکار کی مونس و ہمد و ہم ساز رہیں۔

پینٹھ سال کی عمر میں تقریباً پچیس سال رفاقت کر کے منہ نبوت عام الحزن میں بہ ماہ رمضان وصال فرمایا۔ اور جمل مکہ معظمہ کے قبرستان میں جسے اب جنت المعلیٰ کہا جاتا ہے۔ مدفون ہوئیں۔ حضور اقدس خود ان کی قبر میں اترے ان کے لئے دعائے خیر کی۔ اس وقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی

اولاد (۱۸) ان کے بطن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں۔ حضرت رقیہ۔ حضرت زینب۔ حضرت ام کلثوم۔ حضرت فاطمہ اور تین صاحبزادے۔ حضرت قاسم۔ حضرت طیب۔ حضرت طاہر تولد ہوئے

صاحبزادگان قبل بعثت ہی داغِ مفارقت دے گئے۔ چاروں صاحبزادیاں اسلام سے مشرف ہوئیں۔ کتھا ہوئیں۔ اور عہد مبارک میں تین اول الذکر وفات پا گئیں۔ حضرت سیدہ بعد وصال چھ ماہ کے بعد راہی جنت ہوئیں۔

نسب، لقب، کنیت (۱۹) ان کا لقب طاہرہ، کنیت ام ہند ہے۔ باپ کا نام خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قُصّٰی بن کلاب اور ماں کا نام طہ بنت زائدہ بن الہم ہے۔ ماں عامر بن نُویس سے ہیں۔ حضرت خدیجہ کا نسب قُصّٰی پر جا کر آنحضرت

فَيَزِدُّ مِثْلَهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارٍ حَرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ

اور اتنا ہی تو شہ پھر لے جاتے وہ یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی جبکہ آپ غار حرا ہی میں تھے وہ اس طرح کہ فرشتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ان کی وفات کے بعد عادت کریمہ تھی کہ بکری ذبح کر کے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس گوشت بھجواتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں مجھے ازواج میں کسی پر اتنا شک نہ ہوتا جتنا حضرت خدیجہ پر ہوتا۔ حضور ان کا اکثر تذکرہ فرماتے۔ کہتی ہیں کہ ایک بار میں نے کہہ دیا، آپ تو ان کا تذکرہ ایسا کرتے ہیں گویا دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ فرمایا: ہاں! وہ ایسی ہی تھیں وہ ایسی ہی تھیں۔ ان سے مجھے اولاد ہوئی۔

فرماتی ہیں: ایک مرتبہ ان کے تذکرے پر میں نے کہہ دیا۔ آپ ایک بڑھیا کی یاد کرتے ہیں جو مر چکی۔ فرمایا: بات یہ ہے کہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اس وقت انھوں نے میری تصدیق کی۔ لوگ کافر تھے وہ مسلمان ہوئیں۔ جب میرا کوئی حامی نہ تھا انھوں نے میری حمایت کی۔

ایام وحی میں (۳۰) غار حرا میں خلوت کے ایام میں کبھی کبھی کھانا لیکر حاضر ہوتیں۔ ایک بار جبریل آئے اور فرمایا: خدیجہ حضور کی خلوت سالن یا کھانا (سادہ کوشک ہو گیا) لیکر آرہی ہیں وہ آجائیں تو اللہ عزوجل کا اور میرا سلام کہے۔ اور یہ بشار دیجے کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا محل ہے جس میں نہ شور ہوگا نہ کوئی تکلیف۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ نزول اقرآن کے بعد بھی کبھی کبھی غار حرا میں خلوت گزینی کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمام عورتوں میں یہ افضل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے :-

خَيْرُ نِسَاءٍ هَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَاءٍ هَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ وَأَشَارَ وَكَيْعٌ إِلَى السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

(بخاری و مسلم)

ملا یہ مہیکہ مریم اپنے زمانہ کی سب عورتوں سے بہتر اور خدیجہ اپنے زمانہ کی سب عورتوں سے بہتر ہیں۔ یہ امت تمام امتوں سے افضل تو جبکہ خدیجہ اس امت کی عورتوں سے بہتر تو مریم سے بھی افضل۔ لیکن ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس باب میں توقف ہی اسلم ہے

ضرورتِ یازندگی جمع کرنا منافی توکل نہیں (۳۱) اس دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ اللہ عزوجل کے ساتھ تعلق اہل و

عیال کے ساتھ گاہ کے منافی نہیں۔ بلکہ کمال یہی ہے کہ دونوں سے تعلق رہے۔ بلکہ اہل و عیال کے ہوتے ہوئے ان سے یکدم بے تعلق ہو کر گوشہ نشینی خلاف سنت ہے۔

دوسرے یہ کہ بقدر ضرورت کھانے پینے کے سامان آئندہ کے لئے پاس رکھنا تو کل کے منافی نہیں۔

نزل اقرأ کی تاریخ اسوقت عمر مبارک

(۲۲)

حدیث میں لفظ "الحق" ہے۔ اس سے بالاتفاق مراد وحی ہے۔ یہ واقعہ بروز دوشنبہ ۱۵ رمضان المبارک ہوا۔ جبکہ آپ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

اور ملک کی تحقیق

ملک اصل میں ملائکہ تھا۔ یسئل کے قاعدے سے ہمزہ گر کر ملک ہو گیا۔ اسی لئے اس کی جمع ملائکہ آتی ہے ساقط شدہ ہمزہ جمع میں واپس آگیا اور تار جمع کی تائید کے لئے ہے۔ ملائکہ اصل میں مالک تھا لہذا اس کے معنی پیغام رسانی کے ہیں۔ خلاف قیاس قلب کر کے ملائکہ ہوا۔

فرشتوں کی حقیقت

(۲۳)

فرشتے اللہ عز وجل اور اس کے بندوں کے مابین واسطہ ہیں۔ یہی پیغام لاتے ہیں یہی تمام نعمتیں پہنچاتے ہیں اسی مناسبت سے ان کو ملک کہا جاتا ہے۔ ملک۔ فرشتہ، جسم نوری علوی رکھتے ہیں۔ انھیں یہ قدرت ہے کہ جو شکر چاہیں اختیار کر لیں۔ یہ مختلف کاموں پر مامور ہیں۔ کچھ معرفت الہی میں مستغرق ہیں۔ کچھ عالم کا نظام چلانے پر۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو رسول ہیں جنہیں جبریل امین بھی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :-

اللَّهُ يُصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا

اللہ فرشتوں میں سے رسول منتخب فرمالتا ہے۔

رُسُل ملائکہ سارے فرشتوں سے افضل ہیں اور انبیاء کرام کے علاوہ تمام انسانوں سے بھی حتیٰ کہ صحابہ کرام حتیٰ کہ صدیق اکبر سے بھی۔ بلا استثناء سب فرشتوں سے افضل جبریل امین ہیں۔

حرار میں جبریل آئے تھے

(۲۵)

صحیح یہ ہے کہ یہاں فرشتے سے مراد حضرت جبریل امین ہیں۔ اس لئے کہ پورا قرآن یہی لیکر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا ایک کلمہ نہیں لایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے :-

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ

اسے روح امین نے اتارا ہے۔

جبریل کی انبیاء کی بارگاہوں میں حضرت جبریل حضرت آدم کی خدمت میں بارہ مرتبہ۔ حضرت ادریس کی خدمت میں

(۲۶)

چار مرتبہ۔ حضرت نوح کی خدمت میں پچاس مرتبہ اور حضرت ابراہیم کی خدمت میں بیالیس مرتبہ۔

حضرت عیسیٰ کی خدمت میں دس مرتبہ تین بار بچپن میں سات بار بڑے ہونے کے بعد۔ حضرت یعقوب کی خدمت میں چار بار۔ حضرت

فَقَالَ اقْرَأْ فَقَالَ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاحْذِنِي فَغَطَّنِي حَتَّى لَبَغَمْتِ بِالْمُحَدِّثِ

حاضر ہوا اور اسے عرض کیا پڑھئے آپ نے فرمایا۔ میں نہیں پڑھتا وہ حضور نے بتایا پھر فرشتے نے مجھے پکڑ لیا اور مجھ پر چھڑا دیا

ایوب کی خدمت میں تین بار۔ اور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ باریابی سے مشرف ہوئے (درقانی)

حرار میں نزول وحی کی صورت (۲۷) پہلی والی حدیث میں وحی کی دو صورتیں بیان ہوئیں۔ ایک صلیبہ البحر کے

کے مثل۔ دوسرے فرشتے کا انسانی شکل میں حاضر ہو کر کلام کرنا۔ حدیث کا سیاق و سباق اس پر نص ہے کہ نزول وحی دوسری ہی صورت میں تھی۔ مثلاً یہ کہنا، پڑھو پھر بار بار دہانا، چھوڑنا، پھر یہ کہنا پڑھو۔

تفصیلی کیفیت (۲۸) غار حرار سے آتے جاتے راستے میں سنتے کوئی کتا ہے السلام علیک یا رسول اللہ۔ ادھر

ادھر دیکھتے۔ کون ہے؟ مگر سوائے شجر و حجر کے کوئی نظر نہ آتا۔ غار حرار میں خلوت اور آنا جانا اسی طرح جاری رہا کہ ایک بار کوہ حرار پر تشریف فرما تھے کہ ایک با عظمت شخص ظاہر ہوئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ کو بشارت ہو۔ میں جبریل ہوں۔ آپ کے پاس اس کو بھیجا گیا ہوں کہ خدا کا پیغام آپ تک پہنچا دوں اور آپ کو بتا دوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں (شرح سفر السعادت)

وجد آفریں معنی (۲۹) مَا أَنَا بِقَارِئٍ کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا جاتا ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ لیکن ہمارے مشائخ نے

یہ ترجمہ کر لیا کہ میں نہیں پڑھتا۔ یہ ترجمہ زیادہ النسب و ارجح ہے اسلئے کہ غار حرار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہد ذات و صفات الہی میں ملنے مستغرق تھے کہ وہاں کسی کی گنجائش ہی نہیں تھی جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا لَمْ يَمَعْ اللَّهُ وَقْتُ لَا يَسْعَى فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ۔ اللہ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس میں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ مشاہدہ ذات و صفات میں استغراق تام کی وجہ سے قرأت کی استدعا کا جواب یہی بنتا ہے کہ میں نہیں پڑھتا۔

نیز یہ ترجمہ محاورہ عرب کے مطابق بھی ہے کہ یہ ترکیب حال یا استقبال کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ قبل فتح مکہ حضرت ابوسفیان تجدید صلح کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ کر ان سے درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کر دیں تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا مَا أَنَا بِفَاعِلٍ رِسْرَةِ ابْنِ هِشَامٍ، میں نہیں کروں گا۔ خود قرآن مجید میں برادران یوسف کا قول مذکور ہے وَمَا أَنْتَ بِمَوْعُوْمٍ لَنَا۔ آپ ہمارا یقین نہیں کریں گے۔

بار بار سینے سے لگا کر دہانے سے اس استغراق میں کمی ہوئی۔ تو جبریل نے عرض کیا:-

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ
اپنے رب کے نام سے پڑھئے۔

ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ أَفْقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى

بھر مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا بڑھے تو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا تو اس نے مجھے پھر پکڑا اور دوسری بار طاقت بھر کر

جب یہ سنا کہ میں جس عالم میں تھا اسی کی بات یہ بھی کر رہے ہیں جس کے شہود میں مستغرق تھا اسی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو جانا کہ کسی کے استغراق کو ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اُسے بھنجوڑا جائے۔ ایک بار میں استغراق ختم نہ ہو تو بار بار بھنجوڑا جائے۔ یہ بھنجوڑنا منافی ادب تھا۔ اسلئے سینے سے لگا کر تین بار قوت بھر دیا۔ یہاں تک کہ وہ کیفیت خاص فرو ہوئی کہ پڑھنا بالکل چھوڑ دیا۔

الجُہْدُ کی تحقیق (۳۰) یہاں الجہد کا لفظ جہم کے فتح کے ساتھ بھی ہے جہد اور جہم کے فتح کے ساتھ بھی جہد

قاموس میں جہد بمعنی طاقت اور جہد کے معنی مشقت مذکور ہے اور دونوں کے معنی غایت بھی۔ عینی میں بتایا کہ دونوں کے معنی غایت اور مشقت کے ہیں۔ اور اسی میں محکم کے حوالے سے کہا کہ دونوں کے معنی طاقت کے ہیں۔ ایک قول یہ نقل کیا کہ دونوں کے معنی مشقت کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جہد کے معنی مشقت اور جہد کے معنی طاقت۔

قرآن مجید میں دونوں لفظ وارد ہیں۔ سورہ توبہ میں ہے۔ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ رَأَيْنَا بُرْجَانِ كُوجُونِيسِ پاتے گرا پی محنت سے۔ سورہ نور اور سورہ فاطر میں ہے۔ وَاقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ وَارْهَقُوا فِيهِ الْقِسْمَ كُھنی اور اپنی قسموں میں حد کی کوشش کی۔

جلالین میں جہد ہم کی تفسیر طاقت اور جہد ائمانہم کی تفسیر غایت اجتہاد جہم فیہا کی ہے۔ اس سے ظاہر کہ قرآن مجید میں جہد بمعنی طاقت اور جہد بمعنی غایت اجتہاد وارد ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ دونوں انہیں معنوں میں سمجھیں کہ جہد کا معنی طاقت ہی ہے۔ غایت اجتہاد نہیں۔ یا جہد کا معنی غایت اجتہاد ہی ہے طاقت نہیں۔ اس کا احتمال بھی ہے کہ دونوں کے معنی طاقت ہوں یا دونوں کے معنی غایت اجتہاد ہوں۔ دونوں کے معنی طاقت ہیں۔ یہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے کہ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ میں دونوں قرأت ہے یعنی جہم کے فتح کے ساتھ بھی اور ضمے کے ساتھ بھی۔ اور دونوں بمعنی غایت اجتہاد ہیں یہ قاموس سے ظاہر۔ ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے حاشیے پر کرمانی کے حوالے سے دونوں کے تین معنی :- طاقت، مشقت، غایت لکھے ہیں۔

اب یہاں چار احتمال ہیں۔ الجہد، الجہد دال کے ضمے کے ساتھ۔ اس بنا پر یہ لُغ کا فاعل ہے۔ اور لُغ کا مفعول مبلَغہ مخذوف ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا :- فرشتے نے مجھے دبوچا یہاں تک کہ میری طاقت یا میری مشقت اپنی حد کو پہنچ گئی یعنی اس سے زیادہ کی قوت نہ رہی اور الجہد الجہد دال کے فتح کے ساتھ اس تقدیر پر کہ یہ لُغ کا مفعول ہے۔ اور لُغ کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع

بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا نَأْيَ قَارِئِي قَالَ فَاتَّخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ

دبوجا۔ پھر چھوڑ کر کسا۔ پڑھے تو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا۔ حضور نے فرمایا پھر مجھے بکڑا اور تیسری

حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ

بار مجھے طاقت بھر دبوجا۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا اپنے اس پروردگار کے نام کے ساتھ پڑھے جس نے انسان کو

مِنْ عِلْقٍ - اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ حَتَّى بَلَغَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

بستہ خون سے پیدا کیا (سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں مالم یعلم تک) وہ

الغَطُّ ہے جس پر فغظنی دلالت کرتا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ فرشتے نے مجھے دبوجا یہاں تک کہ اس کا دبوجنا میری وسعت کو پہنچ گیا۔ مگر فتح الباری سے ظاہر ہے کہ روایت صرف دو ہے۔ الجمد بالفتح والنصب۔ اسی بَلَغَ الغَطُّ معنی غایتہ الوسع۔ وروی بالرفع والضم اسی بَلَغَ معنی الجمد مبلغة۔ جب بَلَغَ کی ضمیر فاعل کا مرجع (الغَطُّ) ٹھہرایا۔ تو دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہوا کہ فرشتے نے آنحضور کو آنحضور کی طاقت بھر دبوجا

ایمان افروز توجیہ | (۳۱) یہاں ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ”مینی“ کے مِن کو تعلیل کے لئے لیں۔ اور چونکہ نفس ذات

کسی چیز کی علت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ”غَطُّ“ مضاف محذوف ہوگا۔ یعنی لاجل غلطی۔ معنی یہ ہوئے میرے دبوجنے کی وجہ سے۔ الجمد پر عہد کے الف لام سے، جمد ملک مراد ہوگی۔ اب الجمد کی روایت پر معنی یہ ہوئے۔ میرے دبوجنے کی وجہ سے فرشتے کی طاقت یا شقت اپنی حد کو پہنچ گئی۔ الجمد کی روایت پر ”بلغ“ کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہوگا۔ بلغ سے پہلے بھی دو فعل ہیں اخذ غَطُّ۔ اور بلغ کے بعد بھی دو فعل ہیں۔ اَرْسَلَ۔ قَالَ۔ ان چاروں فعلوں کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہے۔ اب اگر درمیانی فعل۔ بلغ کی ضمیر فاعل کا مرجع ”غَطُّ“ کو بنایا جائے تو انتشار مرجع لازم آئے گا۔ اور اگر ”بلغ“ کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی ملک ہی کو ٹھہرایا جائے تو انتشار مرجع نہ ہوگا اسلئے بہتر یہی ہے کہ ”بلغ“ کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی ملک ہی کو بنایا جائے۔ اب معنی یہ ہوئے۔ مجھے دبوجنے کی وجہ سے فرشتہ اپنی کوشش کی انتہا کو پہنچ گیا۔ ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ یعنی فرشتے نے اپنی قوت بھر مجھے دبوجا۔

میں نے ان چاروں احتمالات کا لحاظ کر کے اختصار و جامعیت کے ساتھ یہاں ترجمہ یہ کیا۔ طاقت بھر دبوجا۔ یہاں طاقت عام ہے۔ خواہ حضور کی طاقت ہو خواہ جبریل کی، دونوں کو شامل ہے۔

تسمیہ کسی سورہ کا جز نہیں | (۳۲) سورہ اقرأ کے ساتھ بسم اللہ نازل نہ ہوئی۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ بسم اللہ سورہ اقرأ

فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجِفُ فُؤَادُهُ

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان آیتوں کے ساتھ اس حالت میں لوٹے کہ

(تَرْجِفُ بَوَادِرُهُ) فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بَدَتْ خُوَيْلِدٌ فَقَالَ زَمِّلُونِي

آپ کا دل دھڑک رہا تھا (دونوں شانوں اور گردن کا درمیانی حصہ کانپ رہا تھا) اور خدیجہ بنت خویلد کے

زَمِّلُونِي فَزَمِّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنِ الرَّوْعِ فَقَالَ لَخَدِيجَتَا

پاس پہنچ کر فرمایا مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ تو لوگوں نے حضور کو کپڑا اڑھا دیا وہ یہاں تک کہ آنحضور کی گھبراہٹ دور ہو گئی

وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي

وہ اس کے بعد خدیجہ کو پورا واقعہ بتا کر ان سے کہا میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں وہ

کا جز نہیں اور جب سورہ ابراہیم کا جز نہیں تو کسی سورہ کا جز نہیں لعدم القائل بالفصل۔

وہ چونکہ یہ نزول وحی کا پہلا سابقہ تھا اس لئے قوائے بشری پر یہ اثر پڑا کہ دل لرزنے لگا اس حالت میں آپ غار حرا سے چڑ

تین میل کا فاصلہ طے کر کے گھر پہنچے تو بھی دل لرز رہا تھا۔ دونوں شانوں اور گردن کے درمیان کا گوشت کانپ رہا تھا۔

یہاں دو روایتیں ہیں:- فُؤَادُهُ - بَوَادِرُهُ - فُؤَادُهُ کو کہتے ہیں۔ بَوَادِرُ بادرۃ کی جمع ہے دونوں شانوں اور گردن

کے درمیانی گوشت کو کہتے ہیں۔ یہ انتہائی خوف کے وقت کانپا کرتا ہے۔ عموماً ذبح کے وقت جانور کا یہ حصہ کانپتا ہے۔ دونوں میں

مناجات نہیں۔ شدت خوف کی دونوں تعبیر ہے۔

وہ اور ٹھنڈا پانی ڈالا وہ اور سکون حاصل ہو گیا۔

خشیت کی توجیہ (۳۳) خشیت کا مفعول یہ محذوف ہے یعنی یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ، ڈر کس بات کا تھا۔ شارحین نے بارہ اقوال

نقل کئے ان میں بعض ایسے رکیک ہیں کہ میرا ایمان ان کے تحریر کرنیکی اجازت نہیں دیتا۔ ات ذی صدر العلماء نے "بشیر القاری" میں

ان سب کو نقل فرمایا ہے اور ان میں جو مرجوح ہیں ان کا رد فرما کر تین قول کو راجح فرمایا۔ اول مجھے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ باریت کو برداشت نہ کر سکوں۔ دوم اس کا اندیشہ کہ مخالفین کے ایذا پر صبر نہ ہو سکے۔ سوم اس کا اندیشہ ہو گیا کہ میں شہید نہ کر دیا جاؤں۔ اس قول

فَقَالَتْ خَدِيجَةُ كَلَّا (الْبَشِيرُ) قَالَ اللَّهُ مَا يُخْرِجُكَ اللَّهُ أَبَدًا. إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ

اس پر خدیجہ نے عرض کیا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ (آپ کو بشارت ہو) بخدا اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں

الْحَدِيثِ) وَتَحْمِلُ الْكُلَّ وَتَكْسِبُ السَّعْدُومَ وَتَقْرَى الضَّيْفَ وَتَعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

اور سچ بولتے ہیں (اور لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں) اور لوگوں کو وہ چیز (مال، اخلاق وغیرہ) عطا فرماتے ہیں جو ان کے پاس نہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں

اور راہ حق میں پیش آنی والے مصائب میں مدد فرماتے ہیں

سوم پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مردان خدا، راہ خدا میں جان دینے سے نہیں ڈرتے پھر یہ کیسی ممکن ہو کہ سید الانبیاء علیہ السلام علیہ وسلم ڈر جائیں۔ اسکا جواب یہ دیا کہ ڈر جان جانیکا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ شہادت کو پیغام ربانی کی تکمیل نہ ہو پائیگی۔ جیسے حضرت موسیٰ ذی عرض کیا تھا۔ وَلَهُمْ عَلَى ذَنْبٍ فَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ قَالَ كَلَّا (شعراء، ع، ۷، آیت ۱۷۷) ان کا مجھ پر الزام ہے۔ اسلئے ڈرتا ہوں کہ کہیں قتل کر دیں۔ فرمایا۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خوف صرف اس بنا پر تھا کہ جو خدمت پُر دہی جاری ہو وہ انجام نہ دے پاؤں گا۔ مگر اس خادم کا ذوق اسطرف رہنمائی کرتا ہے کہ گزر چکا کہ مدت العمر نزول وحی کا بار کتنا محسوس ہوتا تھا۔ یہ نزول وحی کا پہلا موقع تھا۔ اس کا جسم اقدس پر کتنا شدید اثر پڑا، وہ بھی ظاہر ہے کہ تین میل کا راستہ طو کر کے دولت کدہ پر تشریف لائے تو بھی اتنا تاثر تھا کہ دل لرز رہا تھا اور بدن کانپ رہا تھا۔ پہلی بار جو گزرا اُس کے پیش نظر فرمایا کہ میں اپنی جان کو ڈر گیا ہوں کہ جب ایک بار کے نزول وحی کو یہ حالت ہو تو اندیشہ ہے کہ مسلسل نزول وحی کی تاب لا سکوں گا۔ یہ کہنا کہ نبی ہونے کے یقین کو بعد یہ اندیشہ متصور نہیں ہو سکتا، صحیح

نہیں، اسلئے کہ روزمرہ ہوتا رہتا ہے کہ سخت مشقت کو کام کو جان لیوا بولتے ہیں۔ اسی طرح اس عظیم بار کے تحمل کو جو فرق عادت سے کم نہیں، یہ کہنا کہ میں اپنی جان کو ڈر گیا، نبی ہونے کے منافی نہیں اسلئے کہ مراد اسکی ناقابل برداشت ظاہر کرنا ہے۔ وہ کہ آپ نزول وحی کے بار کا تحمل یا مخالفت کی ایذا پر صبر نہ کر سکیں یا شہید

کر دیئے جائیں اسلئے کہ یہ رسوائی ہو اور اللہ عزوجل آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا۔ وہ صلہ رحمی۔ اپنی رشتہ داروں کیساتھ احسان اور اچھے سلوک کو کہتے ہیں الْكُلُّ

بوجہ کے معنی میں بھی ہر اور ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنی کفالت سے عاجز ہو۔ یہاں دونوں معنی درست ہیں۔ یعنی آپ لوگوں کا بار اٹھلاتے ہیں یا یہ عاجز کی دستگیری کرتے

ہیں۔ تَكْسِبُ میں ایک روایت تَكْسِبُ بھی ہے۔ معدوم کے معنی ہیں وہ چیز جو موجود نہ ہو خواہ مال ہو یا اور کوئی چیز۔ پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ آپ معدوم

کراتے ہیں۔ یعنی جو مال آپ کے پاس نہیں اے کما کر چل کر تو ہیں کسی پر بار یا کسی کے محتاج نہیں۔ نہ کسی کو سوال کرتے ہیں۔ دوسری تقدیر پر یہ معنی یہ ہوں گے کہ

آپ ناداروں کو کام سے لگا دیتے ہیں۔ یعنی ناداروں کو مال دیکر مثلاً تجارت میں۔ بعض شارحین نے فرمایا۔ کسب مجرد بھی متعدی بد و مفعول آتا ہے اور

المعدوم مال اور غیر مال مثلاً عمدہ اخلاق وغیرہ سب کو شامل۔ اب دونوں روایتوں کا معنی ایک ہوا۔ یعنی آپ لوگوں کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو

ان کو پاس نہیں خواہ وہ مال ہو یا کچھ اور مثلاً عمدہ اخلاق کی تعلیم۔ وہ لوگ اقارب ہوں یا اجانب، سب پر جو دونوں عام ہے۔ حضرت خدیجہ کی عرض کا

مطلب یہ ہے کہ آپ رشتہ داروں پر ہر طرح کا احسان کرتے ہیں بلکہ آپ کا احسان رشتہ داروں کیساتھ نہیں۔ ہر شخص کو عام ہر ادیری نہیں آپ فادہ دہش کرتے ہیں بلکہ لوگوں

فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةٌ حَتَّى آتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ بْنِ أَسَدٍ بْنِ

اس کے بعد حضور کو خدیجہ اپنے ساتھ لیکر اپنے چچا زاد بھائی درت بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ

عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيِّ بْنِ عَمْرِ خَدِيجَةَ۔ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

بن قصی کے پاس گئیں وہ۔ درت زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔

کو عمدہ تعلیم اور اچھے اخلاق کی تلقین بھی کرتے ہیں۔

۱۵ اصل غلکار وہ ہے جو ابتدائی مرحلے میں انتہائی ٹھوس طریقے سے ہر اس کو تسکین دے۔ حضرت خدیجہ یہ خدمت انجام دینے کے بعد، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس اس غرض سے لے گئیں کہ ان کی تائید حاصل کریں کہ وہ عرب کے مسلم الثبوت عاقل، عالم، شاعر تھے ان کو قس کما جاتا تھا۔ عمر میں بھی بڑے تھے۔ تاکہ ان کی تائید سے ان کے موقف کو اور قوت مل جائے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مزید سکون۔

ورقہ (۳۴) عرب کے ان چند نفوس میں تھے۔ جو اپنی عقل سے بت پرستی کو ناپسند کرتے تھے اور دین حق کے جویاں تھے یہ اور زید بن نفیل وغیرہ نے دین حق کی تلاش میں شام وغیرہ کا سفر کیا۔ بعض ایسے لاہوں سے جو غیر متبدل دین عیسوی پر تھے، ورقہ کی ملاقات ہوئی ان کے اثر سے اصل دین عیسوی کو قبول کر کے عیسائی ہو گئے۔ ان نصاریٰ کی طرح نہیں تھے جو محرف دین عیسوی کے پابند تھے۔ یہ عربی اور عبرانی، سریانی تینوں زبانوں کے ماہر تھے۔ انجیل کو عربی میں بھی اور عبرانی میں بھی لکھا کرتے تھے۔ ان کا بعد نبی مسیح نبوی میں انتقال ہوا۔ ایمان لانے کے جرم میں جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا میں دی جانے لگیں۔ ان کو چلی پلاتی دھوپ سے تپتی ہوئی سنگلاخ زمین پر ٹا کر مجبور کیا جاتا کہ ایمان سے پھر جائیں۔ شدت تکلیف سے بیہوش ہو جاتے۔ مگر جب ہوش آتا تو فرماتے۔ أَحَدٌ أَحَدٌ۔ ایک بار اسی حالت میں ورقہ کا گزر حضرت بلال پر ہوا۔ ان سے کہا۔ أَحَدٌ، أَحَدٌ، ایک ہی کہنا، ایک ہی کہنا۔ یہ روایت اس کے منافی نہیں جو اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا۔ ورقہ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ حضرت ام المومنین کی مراد یہ ہے۔ کہ اسلام کی شہرت عام اور جہاد کے فرض ہونے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔

(۳۵) حَضْرَتُ وَرَقَةَ كِي صَحَابِيَّةٍ

علماء سیر اور محدثین میں اس پر بڑے زور کی معرکہ آرائی ہے۔ کہ یہ صحابی تھے یا نجیر اراہب کی طرح تھے۔ یا آخر وقت تک نصرانی تھے۔ نصرانیت ہی پر مرمے۔ اس کے ثبوت میں یہ روایت پیش کی جاتی ہے :-

مغازی محمد بن عائذ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ورقہ نصرائیت پر مرے۔ اس کا ایک راوی، عثمان بن عطا حسرائی ہے۔ اصحابہ میں فرمایا۔ یہ ضعیف ہے۔ اس لئے یہ قول ساقط ہو گیا۔ رہ گیا یہ قول کہ یہ صحابی تھے یا مجرّا راہب کے مثل تھے۔ اس کا تصفیہ صحابی کی تعریف پر موقوف ہے۔

صحابی کی تعریف (۳۶) علامہ ابن حجر نے نخبہ میں صحابی کی تعریف یہ کی ہے :-

مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُؤْمِنًا بِهِ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ
مَرَّةً فِي الْأَصْحَةِ (ص ۸۲ و ۸۳)

جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو اور
اسی حالت میں ملاقات کی ہو اور اسلام پر مرا ہو۔ اگرچہ
درمیان میں مرتد ہو گیا ہو۔ یہی اصح ہے

اس میں ملاقات سے مراد معنی عام ہے جو ملاقات اور دیکھنے دونوں کو شامل ہے۔ یعنی واقعی ملاقات ہوئی۔ اگرچہ دیکھا نہ ہو جیسے
ناہیا صحابہ۔ یا صرف دیکھا ہو اگرچہ ملاقات نہ ہوئی ہو جیسے دور سے دیکھا ہو یا عہد طفلی میں شعور آنے سے پہلے دیکھا ہو۔

صحابی کی تعریف کے معیار سے حضرت ورقہ کو جانچئے تو بلاشبہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ صحابی تھے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا بھی اور آپ کی تصدیق بھی کی اور آپ پر ایمان بھی لائے اور زمانہ دعوت بھی پایا۔ اور اپنے ایمان پر اخیر دم تک قائم رہے۔
ابھی گزر کہ سنہ نبوی میں وصال ہوا۔ سنہ نبوی میں عام دعوت کا حکم آچکا تھا۔ (مدارج النبوة ص ۵۲ ج ۲) پر ہے :-

تاسع سال حال بریں منوالے بود و مامور بود،
آنحضرت باخفاریں امر و صبر بر ایں، پس آنحضرت
بخفیہ دعوت می کرد و اما نازل شد فاصدع بما تؤمر
و اعرض عن المشركین۔ ایں در سال
چهارم بود۔

تین سال تک اسی طرح حال رہا۔ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اس کے چھپانے اور اسی پر اکتفا کرنے
کے مامور تھے۔ اس لئے خفیہ دعوت اسلام دیتے
یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، تم کو جو حکم ہے
اُسے علانیہ بیان کرو اور مشرکوں سے پھیر لو۔ یہ چوتھو سال ہوا

جب ورقہ کا وصال سنہ نبوی میں ہوا تو ثابت کہ انھوں نے خفیہ دعوت کا زمانہ ضرور پایا۔ بلکہ اوپر حضرت بلال دالے واقعے سے یہ بھی ثابت
کہ دعوت عام کا بھی زمانہ پایا۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ مسلمانوں کی ایذا رسانی، اعلان عام کے بعد شروع ہوئی ہے۔

زیادات المغازی اور دلائل النبوة سہمی میں ہے۔ کہ ابتدائے دہی کے کوائف سننے کے بعد ورقہ نے لکھا :-

أَبَشِّرْ، أَبَشِّرْ، فَإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ
ابْنُ مَرْيَمَ - إِنَّكَ عَلَى مِثْلِ نَامُوسِ مُوسَى وَإِنَّكَ
نَبِيٌّ مُرْسَلٌ - إِنَّكَ سَوْفَ تُؤْمَرُ بِالْجِهَادِ بَعْدَ
يَوْمِكَ هَذَا وَإِنْ يُدْرِكْنِي ذَٰلِكَ لَأُجَاهِدَنَّ
مَعَكَ - فَلَمَّا تَوَفَّنِي قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْقَسَّ فِي الْجَنَّةِ
وَعَلَيْهِ ثِيَابُ الْحَرِيرِ لِأَنَّهُ أَمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي -

(اصابه ص ۶۳۲ ج ۳)

آپ کو بشارت ہو بشارت ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ
آپ وہی نبی ہیں جن کی ابن مریم نے بشارت دی تھی۔ اور آپ
موسیٰ علیہ السلام کے ناموس کے مثل ہیں اور بلاشبہ آپ نبی مرسل
ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو جہاد کا حکم ہوگا۔ اگر اس وقت تک رہا
تو آپ کے ساتھ رہ کر ضرور ضرور جہاد کروں گا۔ انکی وفات کے بعد رسول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قس (ورقہ) کو جنت میں
ریشمی لباس میں دیکھا۔ اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی تھی

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمادی کہ ورقہ مومن تھے۔ مومن مرے۔ تو اب تفصیل بالا کی روشنی میں کوئی شک
نہیں رہنا چاہیے کہ ورقہ صحابی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس روایت کے بارے میں بہیقی نے کہا کہ یہ منقطع ہے۔ مگر سب کو معلوم ہے کہ ہمارے ائمہ اور جمہور کے نزدیک منقطع حدیث کے راوی
اگر ثقہ ہیں تو وہ لائق حجت ہے۔ — مرقاة میں ملا علی قاری فرماتے ہیں :-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ، مُرْسَلٌ أَيْ نَوْعُ مُرْسَلٍ وَهُوَ الْمُنْقَطِعُ۔
وَلَكِنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْجُمْهُورِ۔
ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے یعنی اس کی ایک قسم یعنی منقطع
ہے۔ اور مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔

علاوہ ازیں اس کی مؤید کثیر روایتیں ہیں۔ جو اصابہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔ کسی میں فرمایا۔ میں نے ان کو جنت میں کریپ پہنے دیکھا۔ کسی میں
ہے کہ وہ جنت کی نہروں میں ہیں۔ کسی میں ہے۔ ایک ہی نہیں دو جنت میں ہیں۔ انھیں بُرامت کہو۔ کہیں یہ آیا کہ میں نے ان کو سفید کپڑے
میں دیکھا۔ اگر حجتی نہ ہوتے تو ان پر سفید کپڑے نہ ہوتے۔

ان سب کے یہ بات بطور قدرے مشترک ثابت ہوتی ہے کہ وہ ضرور مومن تھے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ زمانہ دعوت پا چکے تھے۔ تو اب ان کے
صحابی ہونے میں کیا شبہ۔ یہی کثیر محدثین، علماء سیر کا مذہب ہے۔ مثلاً برہان بقاعی، علامہ برہاوی۔ عراقی۔ اور ابن مندہ، طبری بغوی ابن نافع
ابن السکن وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ (الْعَرَبِيَّ) فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ

عبرانی اور (عربی) لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی اور (عربی) میں لکھا کرتے تھے وہ

بِالْعَرَبِيَّةِ (مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا) قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ

جنتا اللہ کو منظور ہوتا اور اس وقت بہت بوڑھے نابینا ہو گئے تھے۔ اُن سے خدیجہ نے کہا

وہ

عربی، عبرانی، سریانی (۳۷)

یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ یہاں یہ ہے

كَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ
عبرانی لکھنا جانتے تھے۔ انجیل کو عبرانی
بِالْعِبْرَانِيَّةِ۔ میں لکھتے تھے۔

اور تفسیر سورہ علق میں لطریق یونس اور کتاب التبعیر میں بطریق سمر۔ عبرانی کی جگہ العربی اور بالعبرانیہ کی جگہ بالعربیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی میں لکھا کرتے تھے۔

انجیل کی زبان (۳۸) انجیل سریانی زبان میں تھی۔ ان روایات کی روشنی میں مطلب یہ ہوا کہ درجہ ان تینوں زبانوں کے ماہر تھے۔ سریانی کا ترجمہ عربی میں بھی کر لیتے تھے اور عبرانی میں بھی۔ انجیل کو کبھی عربی میں لکھتے کبھی عبرانی میں۔

زبان کی ابتداء (۳۹) سریانی زبان حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ ان کی اور ان کی اولاد اور جملہ انبیاء کی زبان سریانی ہی تھی۔ اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کا نام سریانی ہی میں سکھایا تھا تا کہ فرشتے نہ سمجھ سکیں۔ لفظ سریانی "سیر" سے بنا ہے۔

حضرت ابراہیم کی زبان (۴۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سریانی تھی۔ جب نمرود کے شر کی وجہ سے حکم الہی فرات عبور کر کے شام میں تشریف لائے تو قدرت الہی سے زبان بدل گئی۔ دوسری زبان بولنے لگے۔ سبب یہ ہوا کہ نمرود نے حضرت ابراہیم کی تلاش میں ہر کارے بھیجے تھے اور حکم دیدیا تھا کہ جو شخص بھی سریانی میں کلام کرتا ہوا ملے تو اسے گرفتار کر لاؤ۔ جب نمرود کے آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے اور انہیں دیکھا کہ وہ سریانی کے بجائے اور کوئی زبان بولتے ہیں۔ تو کوئی تعرض نہ کیا۔ چونکہ بالہام الہی اس زبان کی تعلیم حضرت ابراہیم کو فرات عبور کرنے کے بعد ہوئی تھی۔ اور فرات پار والوں کی بھی یہی زبان ہو گئی اس لئے اسکو عبرانی کہتے ہیں۔ الف نون کی زیادتی خلاف قیاس ہے۔

عربی زبان کی ابتدا (۴۱) عربی زبان بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی کے وقت سے ہے۔ وہ جنت میں عربی بولتے تھے۔ زمین پر تشریف لانے کے بعد سریانی بولنے لگے۔ پھر قبول توبہ کے بعد عربی بولنے لگے۔ سفیان نے فرمایا۔ ہر وحی آسمانی عربی ہی میں نازل ہوتی تھی۔ انبیاء کرام قوم کی زبان میں اس کا ترجمہ فرما دیا کرتے تھے۔

عہ فتح الباری وغیرہ

خَدِيجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمِعْ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا

اے میرے چچا کے بیٹے، اپنے برادر زادے کی بات سُننے ملے تو حضور سے ورقہ نے پوچھا۔ اے برادر زادے

تَرَى۔ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبْرَ مَا رَأَى۔ فَقَالَ لَهُ

آپ نے کیا دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بتایا۔ اسی ورقہ نے حضور سے کہا

وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى۔ يَا لَيْتَنِي فَرَّاجُ عَايَا لَيْتَنِي أَكُونُ جِئًا

یہ وہی فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر اتارا تھا ورقہ کا شش کہ ان دنوں میں طاقتور جوان ہوتا۔ کاش کہ

لیکن عام طور پر یہی مشہور ہے کہ عربی زبان، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ظاہر ہوئی۔ انھوں نے بنی جرہم سے سیکھی تھی۔ اسلئے

ان کی اولاد کو مستعربہ کہا جاتا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ بنی جرہم میں یہ زبان پہلے سے رائج تھی۔ اسی لئے بنی جرہم کو معاربہ کہا جاتا ہے

اس روایت کی بنا پر حضرت اسماعیل کو اس زبان کا موجد نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عربی زبان کو جو بقا حاصل ہے۔ یہ حضرت

اسماعیل کی رہن منت ہے۔

اسماعیل کی رہن منت ہے۔

ابن اخیک (۴۲) حضرت خدیجہ کے والد، خویلد اور ورقہ کے والد، نوفل دونوں، اسد بن عبد العزیٰ کے بیٹے اور حقیقی بھائی تھے

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کے پردادا، عبد مناف، اور ان دونوں کے پردادا عبد العزیٰ حقیقی بھائی، قُصَی کو بیٹے

تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عبد اللہ اور ورقہ خاندانی اعتبار سے بھائی ہوئے۔ اس رشتے کی بنا پر حضرت خدیجہ نے، ورقہ سے یہ کہا۔ اپنے

برادر زادے کی بات سنو۔ اور اسی خاندانی رشتے سے انھوں نے ورقہ کو ابن عم کہا۔ علاوہ ازیں عرب ہی نہیں ہمارے یہاں بھی بن سیدہ

آدمی کو چچا کہتے ہیں۔ اس عرف کے پیش نظر "ابن اخیک" کہا۔ مقصود یہ تھا کہ پوری توجہ سے ان کی بات سُنیں۔

ناموس (۴۳) ناموس کے معنی صاحب ستر ہے یعنی راز کی باتیں بتانے والا۔ خواہ یہ راز خیر ہو خواہ شر۔ امام بخاری نے کتاب الانبیاء

میں باب وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَى میں فرمایا:-

النَّامُوسُ، صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي يُطْلَعُهُ بِمَا

یَسْتَشْهُ عَنْ غِيَرِهِ -

اور جاسوس، اُسے کہتے ہیں جو شرکی پوشیدہ باتیں پہنچائے۔ ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوئی یہاں ناموس

موسیٰ سے مراد حضرت جبریل ہیں۔

حضرت ورقہ نے ناموس موسیٰ کہا۔ حالانکہ یہ نصرانی تھے۔ اس لئے اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دہ راز دار جوان باتوں کو بتائے جنھیں غیر

سے چھپائے۔

سے چھپائے۔

سے چھپائے۔

سے چھپائے۔

اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْخْرِجِيْهُمْ

وقت میں زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکلے گی۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا

قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتُ بِهِ إِلَّا عَوْدِي (اَوْذَى) وَإِنْ يُدْرِكُنِي

کیا میری قوم مجھے نکلے گی؟ درقہ نے کہا جی ہاں! جب بھی کوئی شخص آپ کی طرح شریعت لیکر آیا تو اس سے دشمنی کی گئی، اُسے

يَوْمُكَ (حَيًّا) انْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَمَّرًا۔ ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةٌ اَنْ تُؤَفِّي وَفَاتَر

تایا گیا۔ اگر مجھے آپ کا زمانہ ملا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا ورنہ اس کے کچھ ہی دنوں بعد ورقہ کی وفات ہوگئی۔ اور وحی

الْوَحْيُ فَتْرَةٌ حَتَّى حَزَنَ النَّبِيُّ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَلَغْنَا حُرْنَا

رک گئی۔ پھر ایک عرصہ تک سلسلہ وحی منقطع رہا ورنہ جس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا غم لاحق ہوا جیسا کہ ہمیں خبر ہو چکی

باعتبار زمانہ، بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب تھے۔ اس لئے بھی ان کو ناموس عیسیٰ کہنا چاہئے تھا۔ اس کا سبب

یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت متفق علیہ ہے نصاریٰ بھی انھیں نبی مانتے تھے بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انھیں یہود نبی

نہیں مانتے۔ بلکہ اس وقت کے نصاریٰ بھی اُن کو اقامتِ ثلاثہ میں سے ایک مانتے تھے۔ ان پر بذریعہ جبریل نزول وحی کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے

تعارف کے موقع پر ناموس موسیٰ ہی کہنا موزوں تھا

ابونعیم نے دلائل النبوة میں ایک روایت ذکر کی ہے۔ اسیں یہ ہے کہ پہلے حضرت خدیجہ تنہا ورقہ کے پاس گئیں تو انھوں نے کہا۔ اگر تم

سچ کہتی ہو تو ان کے پاس ناموس عیسیٰ آئیں گے۔ جنھیں بنی اسرائیل یعنی یہود نہیں مانتے۔ پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر

گئیں تو ورقہ نے ناموس موسیٰ کہا۔ پہلی بار اپنے اعتقاد اور قرب کی بنا پر ناموس عیسیٰ کہا۔ اور دوبارہ ناموس موسیٰ کہا بلکہ سیرت جلی میں یوں

ہے۔ انک علی مثل ناموس موسیٰ عیسیٰ حضرت موسیٰ کا ذکر اتفاق فریقین کی بنا پر کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کا اپنے اعتقاد اور قرب زمانہ کی بنا پر

یومک سے کیا مراد ہے (۴۳) ورقہ نے فرمایا اگر مجھے آپ کا زمانہ ملا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس سے مراد دعوت عام کے بعد ابتدا

کا دور ہے۔ یا وہ زمانہ مراد ہے جب جہاد کا حکم ہوگا۔ اور گزر چکا کہ جہاد کے زمانے سے بہت پہلے ان کا وصال ہو گیا۔ بلکہ ظالموں کے

ذات اقدس کو نشانہ ستم بنانے سے بھی پہلے سکنہ نبوی میں وصال فرما گئے۔

حضرت بلال کو ستانے ہوئے دیکھا تو باوجود کبر سنی اور آنکھوں سے معذرت ہونے کے بڑی جرأت کے ساتھ حضرت بلال سے فرمایا۔ ایک ہی کمن، ایک ہی کمن۔

فَرَّتْ كِي تَحْقِيقِ (۴۳) وَفَرَّتْ الْوَحْيُ۔ فَتَرِ يَفْتَرُ فُتُورًا وَفُتَارًا كِي اَصْل مَعْنٰی۔ تِزْمِ كِي بَعْد رَك جَانَا۔ نَحْتِ كِي بَعْد زَم هُو جَانَا۔
اور كَمز ورا ورسُت هونا هِيں۔ نيز باري كِي بِنَارِ مِيں مَلُغ كِي دِن كِي فَرَّت كِتِي هِيں

قُرْآن وَ حَدِيثِ مِيں اِس زَمَن كِي كِتِي هِيں جِي هَضْرَتِ عِيسٰی اَوْرِ هَمَارِي نَبِي صَلٰى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم كِي دَرْمِيَانِ هِيں جِيں مِيں كُوْنِي نَبِي مَبْعُوث نِه هُوَا۔ اَوْرِي هَاں رَكْنِ كِي مَعْنٰی مِيں هِيں۔ سُوْرَه اَقْرَا كِي نَزُول كِي بَعْد اِيك عَرَصِي تَك نَزُولِ قُرْآن نِهِيں هُوَا۔

اِس مَدَّت كِي فَرَّت وَحْي كِي زَمَانِه كِتِي هِيں۔ يِه مَدَّت كِتِي تَحْقِيقِ اِس مِيں دَس اقْوَالِ مِيں۔ تِن سَال۔ دُھَانِي سَال۔ كُچھ دِن بَلَا عِيْنِ مَدَّت۔
دو سَال كُچھ مِيْنِيں۔ چَالِيْس دِن۔ پِنْدَرَه دِن۔ تِن دِن۔ بَارَه دِن۔ اِيك مِيْنِيں۔

مَدَّت فَرَّت كِي تَحْقِيقِ (۴۴) عَام طُورِ پَر اَرَبَابِ سِيَرِ تِن سَال كِي اَخْتِيَار كِرْتِي هِيں۔ عَلَامَه عِيْنِي نِيں صَرَف اِسي كُو لِيَا۔ مَغْلَطَانِي نِيں تِيْسِي رِي قُولِ عِيْنِي يِه مَدَّت بَلَا عِيْنِ چِنْد دِن تَحْقِيقِ كُو اَشْبِه بَتَا يَا عِيْنِي اَشْبِه بِالْحَقِّ دَلِيلِ مِيں فَرْمَا يَا۔ كِي هَضْرَتِ اَقْدَس صَلٰى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم كَا اِن كِي رُبُّ بُو تَعْلُقِ تَهَادِه اِسي كَا مُقْتَضٰی هِيں۔ عَلَامَه زُرْقَانِي نِيں هِيں اِسي كِي تَاْيِيْد كِي هِيں۔ يِه هَضْرَتِ اِبْنِ عَبَّاس كَا قُولِ هِيں۔ فَتْحِ اَبَارِي وَ غِيْرَه مِيں اِسي طُورِ نَقْلِ فَرْمَا يَا۔ مَكْرُورِ قَانِي مِيں مَغْلَطَانِي كِي حَوْلِي سِي تَفْسِيْرِ اِبْنِ عَبَّاس سِي اِس كِي تَعْدَادِ چَالِيْس دِن بَتَا يَا۔ خَادِمِ كَارِ جَانِ هِيں يِهِي هِيں كِي فَرَّت وَحْيِ كِي مَدَّت چَالِيْس دِن تَحْقِيقِ كِيونَكِي دُھَانِي سَال اَوْرِ تِن سَال مَدَّت مَانِنِي كِي صُورَتِ مِيں يِه مَانَا پُڑِي كَا كِي سُوْرَه "مَدَثَر" اَقْرَا كِي اِبْتِدَا يَا پَانچ آيَتُوں كِي بَعْد تِن يَا دُھَانِي سَال پَر نَا زَلِ هُوِيں۔ اَوْرِي بَاتِ اِپْنِي جُكِي طِي هِيں كِي دَعْوَتِ كَا حُكْمِ سُوْرَه مَدَثَرِي هُوَا هِيں

مَوَاهِبِ اَوْرِ زُرْقَانِي مِيں هِيں۔

قَالَ النُّوْدِيُّ اَوَّلُ مَا وَجِبَ الْاِنْذَارُ وَالِدَعَاءُ اِلَى
التَّوْحِيدِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ۔
نُودِي نِيں كَمَا كِي سَب سِي سِيْلِي اِنْذَارِ اَوْرِ تَوْحِيدِ كِي دَعْوَتِ اللّٰهُ تَعَالٰى
كِي اِس قُولِ سِي دَا جِبِ هُوِيں كِي فَرْمَا يَا۔ اِي چَادَرِ اُدُھِنِي وَ اَلِي اُتُھُو اَوْرِ
دُرَاو۔

۱۳۵
ج ۱

تُو اِس كَا مَطْلَبِ يِه هُوَا كِي اِن تِن سَال مِيں دَعْوَتِ كَا كَامِ بِنْدَرِيَا۔ شُرُوعِ هِي نِه هُوَا۔ نِي زَا يَامِ فَرَّتِ مِيں خُودِ هَضْرَتِ صَلٰى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم كَا جُو
حَالِ تَهَادِه خُودِ اِس حَدِيثِ مِيں آگِي مَذْكُورِ هِيں۔ دِه بَتَا رِي هِيں كِي هَضْرَتِ اِسي نِه تَحْقِيقِ كِي دَعْوَتِ دِيْتِي۔

حَالَا نَكِي ثَابِتِ هِيں كِي اِن تِن سَال مِيں كَثِيْرَ هَضْرَتِ اِيْمَانِ لَپَكِي تَحْقِيقِ۔ يِهِي عَلَامَه قَسْطَلَانِي اَوْرِ عَلَامَه زُرْقَانِي نِيں كَثِيْرَ صَحَابِي وَ صَحَابِيَّاتِ كِي اِسْمَارِ گِنَا يَا
هِيں جُو اِن تِن سَال مِيں اِيْمَانِ لَآئِي۔ اَوْرِ اَجْمَالِي طُورِ پَر يِه فَرْمَا يَا كِي اِن تِن سَال مِيں مَرْدُوں عَوْرَتُوں كِي مُتَعَدِّدِ جَامَعَتِ نِيں پِي دَر پِي اِسْلَامِ قَبُولِ كِي

عَمَّ فَتْحِ اَبَارِي ص ۹۷۔ عَمَّ اَشْعَةِ اللُّمَاتِ ص ۹۵۔ مَعَّ زُرْقَانِي عَلِي الْمَوَاهِبِ ص ۲۳۶۔ لَعَمَّ مَرَقَاتِ ص ۱۲۷

علامہ زرقانی فرمایا کہ عراقی وغیرہ نے ایک معتد بہ مقدار کے نام گناے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اس اثنائے رازداری کے ساتھ اسلام کا کام جاری رہا یہاں تک کہ آیت کریمہ

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ تم کو جو حکم ہے اب اسے علانیہ بیان کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ نازل ہوئی۔ تو علانیہ اسلام کی اشاعت اور تبلیغ و دعوت کا کام شروع فرمایا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول، درتہ کذا کرے میں گزر چکا۔ مواہب اور زرقانی میں ہے۔

قالوا وكان ذلك بعد ثلاث سنين من النبوة تبرأ منه لجزم الحافظ في سيرته بان نزول الآية كان في السنة الثالثة (وهي المدة التي اخفى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امره الى ان امره الله تعالى باظهاره فبأدى قومه بالاسلام و) لم يقتصر على مجرد المجاهرة بالدعوة بل كرر ذلك واكد وبالغ في اظهار الحاجة حتى كانه (صدع به كما امره الله تعالى)۔

لوگوں نے کہا اس آیت کا نزول نبوت کے تین سال بعد ہوا۔ حافظ نے اپنی سیرت میں فرمایا کہ تین سال کے بعد نہیں، تیس سال میں ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حال کو چھپائے رکھا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس کے کھلم کھلا بیان کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حضور نے اپنی قوم پر اسلام کو ظاہر فرمایا اور علانیہ اشاعت کرنے لگے اور صرف اعلان دعوت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بار بار دعوت دی اور بتا کید دی اور اس میں مبالغہ کیا گویا کہ اسلام کو بالکل آشکارا کر دیا جیسا کہ حکم تھا۔

ص ۲۲۷ و ۲۲۸ ج ۱

غرض کہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ تین سال کے اندر اندر بھی اسلام کی دعوت کا کام ہوتا رہا مگر احتیاط اور رازداری کے ساتھ۔ علاوہ ازیں یہ بات طے ہے کہ فترت وحی کے بعد سب سے پہلے "يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" نازل ہوئی۔ یہ مدت تین سال ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ سورہ مدثر تین سال پر نازل ہوئی۔ اب اگر حافظ عراقی کی بات صحیح ہے کہ آیت "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" تین سال کے اندر نازل ہوئی تو لازم کہ سورہ مدثر بعد میں اور یہ آیت اس کے پہلے نازل ہوئی۔ اور یہ کسی طرح درست نہیں۔

پھر یہ کہ علامہ عسقلانی وغیرہ نے اس تاخیر کی علت یہ بتائی کہ حرار میں نزول وحی سے ٹوٹی پراثر جو پڑا وہ دور ہو جائے اور شوق زیادہ زیادہ ہو جائے۔ اس کے لئے تین سال کی مدت کی کوئی ضرورت نہیں۔ چند دن کافی ہیں۔ پھر سوچئے اللہ عزوجل نے سارے عالم میں، اسلام کی دعوت کے لئے جسے منتخب فرمایا۔ اپنا حبیب بنایا اسے تین سال تک اتنی سخت کشمکش میں مبتلا کرے کہ بار بار جان سے عاجز آجائے، ذرا

غَدَامُنْهُ مَرَارَاكِي يَتَرَدِّي مِنْ رُؤْسِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ فُكُلًا أَوْفَى بِذُرُودَةِ جَبَلِ

ہے کہ کئی بار پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنے کو وہاں سے گرا دیں وہ پس جب کبھی جبال کے

لِکَى يُلْقِي نَفْسَهُ مِنْهُ تُبَدِّي لَهُ جِبْرِئِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا

پہاڑ کی بلندی سے اپنے کو گرائیں جبریل وہ ظاہر ہو جائے اور عرض کرتے اے محمد! آپ بلاشبہ اللہ کے رسول برحق ہیں

مشکل سے سمجھ میں آنے کی بات ہے۔ جیسا کہ منطقی نے کہا۔

لَعَلَّ هَذَا هُوَ الْأَشْبَهُ بِحَالِهِ عِنْدَ رَبِّهِ (زمر قافی ص ۲۳۶)

امید ہے کہ یہی حق سے زیادہ مشابہ ہو، اسکو دیکھتے ہوئے جو آپ کا مرتبہ خدا کی بارگاہ میں تھا۔

میں حضرت ابن عباس کے دونوں قول کو راجح سمجھتا ہوں۔ یعنی یہ مدت چند دن تھی اور یہ چند دن چالیس دن تھے۔ اسوجہ سے کہ مسلم شریف میں حضرت جابر کی فترت وحی کے ایام کے احوال میں یہ روایت مذکور ہے۔

جاورت بحراء مشہراً (کتاب الایمان) میں نے حراء میں ایک مینے مجاورت کی۔

تو ثابت کہ یہ مدت ایک ماہ سے کم نہ تھی، زیادہ تھی۔ اور ایک ماہ سے نامہ کے اقوال میں ایک ماہ سے قریب تر چالیس دن کا قور

ہے۔ اس لئے یہ راجح ہے۔ اس کے علاوہ جتنے اقوال ہیں ان میں کسی کا قول حضرت ابن عباس کے مرتبہ کا نہیں۔ اور جب یہ قول ازروئے روایت

بھی مرخج، تو اسی کو راجح ماننا انسب ہے۔

بالکل فطری بات ہے کہ جب وحی رکنے کی وجہ سے قلق و اضطراب ہوتا۔ جبریل آتے تسکین دینے۔ کچھ سکون ملتا۔ مگر چونکہ وحی بدستور رکنے لگتی

اس لئے پھر وہی حال ہوتا۔ مسلسل اس کیفیت کا حل یہ سمجھ میں آیا کہ چلو پھر وہیں حرار میں جہاں پہلی بار شاہد مقصود جلوہ گر ہوا تھا۔ تو حرار

میں مجاورت فرمائی۔ اور جو علاج سوچا تھا وہ شافی ہوا۔ پیک ربانی پیغام لے کے آگیا۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی

وعلہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ایام فترت وحی میں اضطراب (۳۶) عرصے تک وحی رُک جانے سے حزن و ملال اور اضطراب کا پیدا ہونا فطری بات ہے۔ اتنا عظیم

منصب ملنے کے بعد عرصے تک وحی نہ آنے سے یہ اندیشہ سلنے کی بات ہے کہ کہیں ناراضگی کی بنا پر تو یہ رکاوٹ نہیں۔ اور محبوب کی ناراضگی کتنی

جان لیوا ہوتی ہے۔ یہ صرف ارباب محبت جانتے ہیں۔ پھر جب کہ محبوب حقیقی ہو تو اس کا ردِ عمل کتنا شدید ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اسی طرح کسی بڑے

منصب ملنے کے بعد اس کے زوال کا خیال کتنا سواہن روح ہوتا ہے سب کو معلوم ہے وہ بھی نبوت جیسے عظیم منصب کے بارے میں یہ تصور کتنا

الم انگیز ہوگا۔

اس جان لیوا تصور کی وجہ سے قلق و اضطراب، اضطراب کی حد تک اگر پہنچ گیا تو کیا تعجب کی بات ہو اور ایسے اضطراب کی حالت میں جو فعل سرزد ہو اس پر کوئی دار و گیر نہیں وہ بھی اس وقت جب کہ احکام کا نزول ابھی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض احکام کا نزول ہوتا بھی تو احکام ہی میں یہ بھی ہے۔ ارشاد ہے **فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ**۔ تو جو شخص کوئی ایسا کام اضطراب کی حالت میں کر بیٹھے جو منع ہو اور وہ خواہش سے نہ کرے اور حد سے آگے نہ بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں یہ کہن کہ چونکہ یہ حدیث بلاغاً زہری سے ہے اس لئے قابل قبول نہیں۔ اصول حدیث کی خلاف ورزی ہے۔ اس میں اس کا امکان ہے کہ حدیث کا اول حصہ جس سند مروی اسی سے یہ بھی مروی ہو۔ ثانیاً اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امام زہری پر موقوف ہے۔ چونکہ یہ بھی ثقہ ہیں اور معمر بھی ثقہ ہیں۔ اس لئے اس کے قابل قبول ہونے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ قسطلانی

جبریل (۳۷) یہ عبرانی لفظ ہے۔ ایل کے معنی خدا۔ اور جبر کے معنی عبد۔ جبریل کے معنی عبد اللہ۔ اور ان کا اصل نام عبد الجلیل اور کنیت ابو الفتوح ہے۔ انبیاء کرام کے پاس پیغام خداوندی لانے کی خدمت انھیں کے سپرد تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی خدمات انجام دیتے تھے اور اب بھی دیتے ہیں۔

جبریل کی ملکوتی صورت (۳۸) جبریل امین کی ملکوتی شکل یہ تھی کہ ان کے چھ سو بازو ہیں جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں۔ انہیں ان کے پورے اُفق کو بھر دیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دو مرتبہ ان کی ملکوتی شکل میں دیکھا۔

جبریل ابتداء میں سے مامور ہیں (۳۹) وحی کے اقسام میں گزرا کہ ابتداء میں تین سال تک اسرافیل وحی پر مقرر تھے۔ پھر جبریل امین کی تقرری ہوئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابتداء میں تین سال جبریل امین خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوئے۔

مگر یہ صحیح نہیں۔ اولاً گزر چکا کہ فرت وحی کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن تھی۔ تین سال نہ تھی۔ تو واقعہ حرار کے چالیس دن کے بعد سورہ مدثر کا نزول ہوا۔ اور یہ جبریل امین لیکر حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں جو واقعہ ہے۔ یہ فرت وحی ہی کے ایام کا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان ایام میں بھی جبریل، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے اور خدمت بھی کرتے تھے۔ کچھ کلام بھی کہتے تھے البتہ ان ایام میں قرآن لیکر نہیں آئے۔

فتح الباری میں ہے:- یہ مراد نہیں کہ ایام فرت وحی میں جبریل حاضر ہی نہ ہوئے بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن لیکر نہیں آئے۔ پھر یہ مسلم کہ سلم بن ابی حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل حاضر تھے کہ اچانک دیر آسمان سے چرچراہٹ سنی۔ جبریل نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج تک نہیں اتر تھا۔ یہ فرشتہ خدمت اقدس

فَيَسْكُنُ لَذَلِكَ جَاسْتُهُ وَتَقَرُّ نَفْسُهُ فَيَرْجِعُ فَاِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الْوَحْيِ غَدَا

اس سے حضور کی بے چینی دور ہو جاتی اور قرار آ جاتا پھر لوٹتے۔ پھر وحی کے انقطاع کی مدت دراز ہونے کی وجہ

لِثَلْ ذَلِكْ فَاِذَا اَوْفَى بِذُرْوَةِ الْجَبَلِ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكْ

سے ویسا ہی کرتے پھر جب پہاڑ کی بلندی سے گرانا چاہتے۔ تو جب ریل وہی کہتے

میں حاضر ہوا سلام عرض کرنے کے بعد کہا۔ آپ کو دو ایسے نور کی بشارت ہو جو کسی نبی کو نہیں ملے۔ سورہ فاتحہ اور آخر سورہ بقرہ۔ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ یہ اسرافیل تھے۔

لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث میں نام نہیں۔ صرف علماء کی رائے ہے کہ یہ اسرافیل تھے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اسرافیل نہ ہوں کوئی اور ہوں۔ مگر طبرانی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے پاس نہیں آیا تھا۔ اور نہ آئندہ کبھی کسی کے پاس آئے گا یہ "اسرافیل" ہیں۔ ۱۔
نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کا یہ پیغام لیکر آیا ہوں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اختیار دیدیا ہے اگر آپ چاہیں تو نبی عبد ہیں۔ چاہیں ملک۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے جبریل کی طرف دیکھا کہ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں انھوں نے اشارہ کیا۔ تو وضع کیجئے۔ اگر میں کہہ دیتا کہ نبی ملک رہوں گا تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ چلتے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اسرافیل اس دن سے پہلے کبھی نہیں حاضر خدمت ہوئے۔ امام شعبی کے قول کے مقابلے میں جب حدیث مزفوع ہے تو ظاہر ہے کہ امام شعبی کا قول مرجوح ہوگا۔

علاوہ ازیں امام شعبی کے مذکورہ بالا قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایام فترت وحی تین سال تھے اور ہم ثابت کر آئے کہ تین سال نہیں صرف چالیس دن تھے اس لئے یہ کہنا کہ ابتداء تین سال اسرافیل وحی لانے پر مامور تھے صحیح نہیں۔

اسرافیل بھی وحی لاتے تھے ﴿﴾ مگر ان باتوں سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایام فترت میں اسرافیل وحی لیکر نہیں آئے۔ مگر اصل مدعی ثابت کہ کبھی کبھی اسرافیل بھی وحی لیکر آتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ اسیں بحث ہو سکتی ہے کہ ابتداء میں وحی لائے یا نہیں لائے۔ چلے بعد ہی میں وحی لائے۔
س لئے وحی کی سات صورتیں اپنی جگہ باقی رہیں

۱۔ ایضاً، تفسیر سورہ علق و کتاب التبعیر کتاب الانبیاء۔ باب واذکر فی الکتاب موسیٰ۔ اس کے علاوہ مسلم کتاب الایمان
مسند امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث ہے۔ عہ زرقانی ص ۲۴ ج ۱۔

حَدِيثُ فِتْرَةِ دُحَى

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ

ابن شہاب رحمہ نے کہا اور مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن رحمہ نے خبر دی کہ جابر ابن عبد اللہ

الأنصاري رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فِتْرَةِ الدُّحَى فَقَالَ فِي

الأنصاري رضی اللہ تعالیٰ عنہما رحمہما نے فترت دحی کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ

تشریحات

ابن شہاب (۱) یہ زہبی سے زیادہ مشہور ہیں پورا نام یہ ہے محمد بن مسلم بن عباد بن عبد الرحمن بن شہاب بن جابر بن حارث بن زہرہ

بن کلاب کنیت ابو بکر ہے۔ تیسرے دادا شہاب کی طرف منسوب کر کے ان کو ابن شہاب کہتے ہیں اور بعد اعلیٰ زہرہ کی طرف نسبت سے زہبی

یہ حضرت سید خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلہ سے ہیں اور کلاب میں جا کر ان کا نسب شجرہ نبوی سے متصل ہو جاتا ہے۔ صحابہ تابعین میں سے

میں۔ حضرت انس اور حضرت ربیعہ بن مہداد اور کثیر صحابہ سے حدیثیں سنی ہیں متفق علیہ امام ترمذی معتمد علیہ ہیں۔ ان سے کثیر تابعین نے احادیث سنی

بہتر سال کی عمر میں بارہ رمضان المبارک ۸۸ھ میں وصال فرمایا۔ وصیت کے مطابق موضع شغب میں لب بئرک مدفون ہوئے۔

اموی شہنشاہ عبد الملک بن مروان بہت عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے سات سواۓ فیاں نذر کیں مگر اسکی کوئی پرواہ نہ کی اور حدیث

کی تدوین کا کام انھوں نے شروع کیا۔ مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ جب مکان میں بیٹھتے تو کتابوں کا انبار لگ جاتا۔ انہماک میں نبوی امور

کی جانب توجہ نہ ہوتی۔ زوجہ محترمہ یہ دیکھتے دیکھتے ایک دن کہ اٹھیں۔ یہ کتابیں مجھ پر تین سو سو کنوؤں سے زیادہ شاق ہیں۔

ابوسلمہ (۲) یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ ان کا اصل نام ابو عبد اللہ ہے یا اسراہیل یا ابو سلمہ

ہے۔ یہ اس پائے کے ماہر ہیں کہ ایک قول کی بنا پر مدینے کے فقہاء سبعہ میں یہ بھی ہیں۔ کثیر صحابہ و تابعین سے حدیثیں سنی ہیں اور ان سے تابعین کی

جماعت کثیر نے مشہور محدث امام شعبی ان کے تلمیذ ہیں۔ ۸۸ھ میں بہتر سال کے ہوئے مدینہ طیبہ میں ولید بن عبد الملک کے بام سلطنت میں

وصال فرمایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۳) جابر نام ہے۔ یہ بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد غزوہ احد میں

حَدَّثَنَا بَيْنَا أَنَا أَمَشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو میں فرمایا میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھا کر

حَلَانِي بِحِجَابٍ عَالِيٍّ عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرَعَبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ

دیکھا تو وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جس سے مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں

زَمَلُونِي، زَمَلُونِي (فَدَثَرُوهُ) فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَٰ أَيُّهَا الْمَدَّثَرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبُّكَ فَكَبِيرٌ

لوٹ کر گھر آیا تو میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ مجھے کپڑا اڑھاؤ (لوگوں نے اڑھا دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا

وَتِيَابَكَ فَطَهِّرْ - وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ - فَحَسِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَهُ

اچھے دائرے، ڈرائے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔ اور اپنے کپڑے کو پاک رکھئے اور بت دور رہئے اسکو بعد وحی میں گرمی اور تسلس پیدا ہو گیا

شہید ہوئے۔ ان پر بہت زیادہ نگاہ کرم تھی۔ احادیث میں ان کے بہت دلچسپ واقعات مذکور ہیں۔ یہ انصاری خزرجی سلمیٰ ہیں ان سے

ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ ۲۶ صرف بخاری میں۔ ایک سو پچیس صرف مسلم میں۔ اور اٹھادھائی سو حدیث ہیں جو دونوں

میں جسے متفق علیہ کہتے ہیں اس طرح شیخین امام بخاری امام مسلم نے دو سو دس حدیث ان کی درج کیں۔

بروایت مختلف سن ۶۹ یا چوبہتر یا اٹھتر میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک چورانوے سال کی تھی۔ جابر بن عبد

صاحبہ میں دو اور صاحبان ہیں۔ جابر بن عبد اللہ راسی۔ جابر بن عبد اللہ بن رباب۔ اور یہ جابر بن عبد اللہ بن حرام ہیں۔ صرف جابر نام کے

تیس صحابہ کرام ہیں

سب سے پہلے کیا نازل ہوا (۴) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کیا نازل ہوا۔ جمہور کا قول ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرآ کی ابتدائی

پانچ مذکورہ بالا آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سورہ مدثر کی ابتدائی چار آیتیں نازل ہوئیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ سب سے

پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرآ کی ابتدائی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ اس حدیث کا یہ حصہ کہ اچانک میں

یہ دیکھا کہ وہ فرشتہ جو حرا میں آیا تھا۔ زمین و آسمان کے مابین کرسی پر بیٹھا ہے۔ اسکی دلیل ہے کہ سورہ مدثر کی یہ آیتیں واقعہ حرا کے بعد نازل ہوئیں

اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورہ اقرآ کی ابتدائی آیتیں حرا میں نازل ہوئیں۔

نیز اس حدیث میں تصریح ہے کہ فترت وحی کے بعد سورہ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ سورہ اقرآ کی ابتدائی

آیتوں کا نزول فترت وحی کے قبل ہوا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ سورہ اقرآ کی ابتدائی آیتوں کا نزول سورہ مدثر کی ابتدائی آیتوں سے پہلے ہوا۔

رہ گیا سورہ فاتحہ کی روایت تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت خبر واحد ہے اور حدیث جز مشہور۔ ظاہر ہے کہ خبر واحد کے مقابلے میں

خبر مشہور کو بہر حال ترجیح ہوگی۔

۱۔ ایضاً کتاب التفسیر سورہ مدثر۔ سورہ علق۔ کتاب التبعیر۔ اسکے علاوہ مسلم کتاب لایمان۔ ترمذی شریف

میں بھی یہ حدیث ہے۔

۲۔

۳۔

۴۔

۵۔

۶۔

⑤ حَدِيثُ مُسْلَسِلٍ بِالشَّقَتَيْنِ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى "لَا تَحْرُكَ بِهِ لِسَانَكَ"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں (تم جلد یاد کو نہ لے کر خواہش

لَتَعْجَلَ بِهِ — قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نزول قرآن کیساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ان سب اقوال میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے سورہ اقرأ کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ فترت وحی کے بعد سب

پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں۔ اور مکمل سورہ سب سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

تشریحات ⑤

ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نام ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ ام الفضل

ابا بن بنت الحارث ہیں۔ جو ام المؤمنین حضرت میمونہ کی حقیقی بہن ہیں۔ کنیت ابو العباس۔ ابو الخلفا ہے۔ اور جبرائلت۔ ترجمان القرآن القاب

میں۔ شاہان عباسیہ سب آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ابو الخلفا کنیت ہوئی۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تیرہ سال کی عمر تھی۔ ۱۰ سالہ میں اکثر سال کے ہو کر حضرت عبداللہ بن زبیر کے ایام

خلافت میں طائف شریف میں انتقال فرمایا۔ محمد بن حنفیہ حضرت علی کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز کے لئے جب جنازہ رکھا

گیا تو ایک سفید پرندہ آکر گفن میں گھس گیا۔ بہتیرا تلاش کیا گیا نہ ملا۔ دفن کے بعد ایک غبی آواز آئی۔ کوئی کہہ رہا ہے :-

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً

مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو اس حالت میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں

میں داخل ہو اور میری جنت میں آ

چارہ صحابہ جن کے نام عبداللہ ہیں جنہیں عبادلہ اربعہ کہتے ہیں ان میں یہ بھی ہیں۔ بقیہ تین یہ ہیں۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر

عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ لیکن احناف کے نزدیک عبادلہ اربعہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے عبداللہ بن مسعود ہیں۔

امام احمد نے فرمایا۔ چھ صحابہ سے کثیر تعداد میں احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ اور بقیہ ہند درج ذیل حضرات ہیں :-

لہ فوائد الرحمت

يُعَاجِرُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً (إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ) وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ

قرآن کے نازل ہونے سے شدت محسوس فرماتے تھے جب جبریل وحی لیکر اترتے اور اپنی زبان

رَبِّهِ لِسَانَهُ وَ) شَفَتَيْهِ (فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ وَكَانَ يُعْرِفُ مِنْهُ) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

اور ہونٹوں کو حرکت دیتے (ساتھ ساتھ بڑھنے کی کوشش کرتے) حضور پر شدت طاری ہوتی جسے جان لیا جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا - فَإِنَّا أَحْرَكْهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُ

تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں تمہیں سمجھانے کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلاتے تھے

حضرت ابو ہریرہ ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ عبد اللہ بن عمر۔ ام المؤمنین عائشہ۔ جابر بن عبد اللہ۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن عباس سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ ان میں پانچانوے متفق علیہ اور ایک سو بیس افراد بخاری اور انجاس

افراد مسلم سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی تھی "اے اللہ انہیں حکمت فقہ تاویل عطا فرما" اسکی

برکت سے کم سنی ہی میں ان کے علم و فضل کا سکہ سب پر بیٹھ گیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت قریب تھے۔ اہم سے اہم

امور میں اجلہ صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ میں شرکت فرماتے تھے۔

امام مسروق نے فرمایا حضرت ابن عباس اجل الناس افصح الناس اعلم الناس تھے۔ اسی لئے ان کو جبر امت بھی کہا جاتا ہے۔ اخیر عمر مبارک

میں آنکھوں میں موتیا بند آ رہا تھا۔ معالجین نے عرض کیا ہم موتیا بند نکال دیں گے۔ لیکن پانچ دن آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے

فرمایا۔ خدا کی قسم میں موتیا بند نہیں نکلوادوں گا۔ پانچ دن تو بڑی بات ہے۔ ایک رکعت بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ جب آنکھیں سفید ہو گئیں

تو یہ شعر پڑھا کرتے :-

إِنْ يَأْخُذِ اللَّهُ مِنْ عَيْنِي نَوْراً

اللہ نے میری آنکھوں سے روشنی لے لی تو کیا ہوا۔

فَفِي لِسَانِي وَقَلْبِي مِنْهُمَا نَوْرٌ

اسکے عوض میری زبان میرا دل روشن ہے

قَلْبِي ذِكْرِي وَذَهَابِي غَيْرُ ذِي دَخَلٍ

میرے منہ میں ایسی زبان ہے جو تلوار کی طرح تیز طرار مقابلہ میں

وَفِي فَنَسِي صَارِمٍ كَارِمٍ كَالسَيْفِ مَطْرِبٍ

میرے منہ میں ایسی زبان ہے جو تلوار کی طرح تیز طرار مقابلہ میں

خلاصہ ۲ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قرآن کے نزول کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدت اور سختی محسوس فرماتے تھے۔ جیسا کہ مفصل گندہ۔ جب جبریل قرآن سناتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أَحْرَكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحْرَكُهُمَا

سعید بن جبیر وہ (تمیز ابن عباس) نے کہا میں تم لوگوں کے لئے اپنے ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے ابن عباس ہلاتے تھے تو انھوں نے اپنے

فَحَرَكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى (الْآيَةَ الَّتِي فِيهَا أَقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) لَا تَحْرَكُ

ہونٹوں کو ہلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ قیامہ کی اس آیت کو اتارا (جلد یاد کرنے کی کوشش میں) (نزدول)

ان کے ساتھ ساتھ قرآن مجید پڑھتے۔ حاضرین پڑھنے کی وجہ سے ہونٹوں کی حرکت کو دیکھتے۔ مقصود یہ تھا کہ کوئی لفظ یاد سے رہ نہ جائے۔ جس طرح جبریل لیکر آئے ہیں بعینہ اسی طرح محفوظ کر لوں۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے۔ ابن عباس نے اسی طرح ہونٹ ہلا کر اپنے تلامذہ کو دکھایا جن میں سعید بن جبیر شہید بھی تھے۔ جیسے ابن عباس نے اپنے ہونٹوں کو ہلایا ویسے ہی سعید بن جبیر نے بھی ہونٹ ہلا کر اپنے تلامذہ کو دکھایا۔

اس میں شدت در شدت تھی۔ ایک تو نزول وحی کی شدت دوسرے بغور سُننا اور ساتھ ساتھ پڑھنا۔ اس پر سورہ قیامہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا تَحْرَكُ بِهِ لِسَانُكَ لِتَعْجَلَ بِهِ - ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ تک۔ یعنی قرآن نازل ہونے کی حالت میں آپ یاد کرنے کی کوشش میں پڑھنا کریں۔ پورے قرآن کا آپ کے سینے میں جمع فرمادینا محفوظ کر دینا تاکہ آپ اسے بآسانی پڑھ لیں ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم قرآن بواسطہ جبریل پڑھیں نازل فرمائیں تو خاموشی سے بغور سُننا کریں۔ اس کے بعد اسکے مطابق پڑھیں۔ پھر اس کا بیان یعنی آپ کو یہ قدرت دینا کہ اسے بآسانی پڑھیں، ہمارے ذمے ہے۔

ان آیات کے نزول کے بعد جب قرآن نازل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر جھکا کر بغور سنتے۔ جب جبریل چلے جاتے تو پڑھتے۔ سعید بن جبیر (۳) سعید بن جبیر کنیت ابو محمد ہے۔ مشاہیر تابعین میں ہیں۔ بہت بڑے فقیہ محدث، مفسر تھے۔ اسی وجہ سے آپ لقب جمید العلماء ہے۔ جمید پر کھنے والا۔ دانا، کے معنی میں ہے۔ ان کے تبحر علمی اور جلالت شان پر اتفاق ہے۔ بڑے عابد زاہد شب زندہ دار تھے۔ ہر سال دوبارہ معظمہ حاضر ہوتے۔ ایک بار حج کے لئے ایک بار عمرہ کے لئے۔ دورات میں پورا قرآن مجید ختم فرمالتے۔ رات میں خشیت خداوندی سے مسلسل رونے کی وجہ سے بنیائی کمزور ہو گئی تھی۔ زبردست مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے گھر میں ایک مرغ تھا جس کی آواز پر رات میں اُٹھ بیٹھتے۔ ایک رات مرغ کسی وجہ سے نہ بول سکا۔ آنکھ نہیں کھلی، نماز فجر قضا ہو گئی۔ نماز کے قضا ہونے کی اذیت پر زبان سے مرغ کے بارے میں یہ کلمات نکل گئے۔ اسے کیا ہو گیا تھا کہ آج نہیں بولا۔ اللہ اس کی آواز ختم کر دے۔ وہ مرغ پھر زندگی بھر نہ بول سکا۔ یہ دیکھ کر والدہ ماجدہ نے کسی کے لئے بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ والدہ ماجدہ کے بہت فرمانبردار تھے۔

بِهِ لِسَانَكَ لِتُعْجَلَ بِهِ - اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ - قَالَ جَمْعُهُ

قرآن کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلاؤ اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ بیشک ہمارے ذمے ہے

لَكَ صَدْرَكَ وَتَقْرَأَهُ - فَاِذَا قَرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ (فَاِذَا اُنْزِلْنَا)

اس کا آپ کے سینے میں جمع کرنا اور اس کا بیان کرنا تو جب ہم پڑھ چکیں تو اس پڑھ ہوئے کی اتباع کریں تو جب

ایک مرتبہ بچھونے ہاتھ میں ڈنک مار دیا۔ والدہ نے حکم دیا کہ کسی سے جھڑوا لیں۔ سخت کشمکش میں پڑ گئے۔ چھار پھونک کودہ اپنے اہل توکل کے خلاف جانتے تھے۔ اور ادھر والدہ کی اطاعت فرض۔ بالآخر یہ ایک جھاڑنے والے کے پاس پہنچے۔ نیش زدہ ہاتھ اس کے سامنے کر دیا۔ مشہور ثقفی ظالم حجاج نے شعبان ۹۵ھ میں شہید کیا۔ مزار پاک واسط میں ہے۔ ننانوے سال کی عمر مبارک ہوئی سعید بن جبیر کی شہادت (۴) واقعہ شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج کے مظالم اور خلاف شرع کاموں پر علانیہ تنقید فرماتے تھے۔ اسلئے اس ظالم نے انھیں گرفتار کر لیا۔ مکہ معظمہ میں گرفتار ہوئے۔ راستے بھر دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات میں نوافل پڑھتے۔ گزرتے کر کے لیجانے والے سپاہی نے جب یہ دیکھا تو تین دن کے بعد کہا۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ میں آپ کو ایسے شخص کے پاس لے جا رہا ہوں جو آپ کو ضرور بالضرور قتل کرے گا۔ میں آپ کو چھوڑتا ہوں کہیں چلے جائیے۔ فرمایا کہ حجاج کو جبت پتہ چلے گا کہ تم نے مجھ کو گرفتار کر کے چھوڑ دیا ہے تو تمہارے لئے خطرہ ہے کہ میں تم کو قتل کر دوں۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے تم بلاگناہ قتل کئے جاؤ۔

دعا میں حلاوت قبول ہونکی علامتیں (۵) جب حجاج کے روبرو تشریف لے گئے تو فرمایا۔ ایک بار مجھے اور میرے دو ساتھیوں کو دعا میں حلاوت محسوس ہوئی تو ہم تینوں نے شہادت کی دعا مانگی تھی۔ دعا میں حلاوت اس کے مقبول ہونکی نشانی ہے۔ میرے ان دونوں ساتھیوں کو شہادت نصیب ہو چکی۔ میں منتظر ہوں۔ حجاج نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ فرمایا، سعید بن جبیر۔ حجاج نے کہا۔ نہیں شعی بن کبیر فرمایا، والد نے یہی نام رکھا ہے۔ میں شعی ہوں کہ سعید یہ اللہ عز وجل خوب جانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں تم شعی ہو۔ فرمایا غیب کا جاننے والا کوئی اور ہے۔ حجاج نے کہا۔ سُن لو! میں تمہاری دنیا کو بھڑکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔ فرمایا۔ اگر میں جانتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہی تو تیس سو کسی اور کو معبود نہ بناتا۔ پھر اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت معاویہ تک خلفاء راشدین کے بارے میں الگ الگ سوال کئے۔ سب کے اہل سنت کے عقیدے کے مطابق جوابات ارشاد فرمائے۔ پھر حجاج نے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو خلفاء ہوئے ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا۔ ان کو اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔ کچھ جزا پاکر مسرور ہوں گے۔ کچھ ہلاک میں ان کا ذمہ دار نہیں۔ حجاج نے پوچھا۔ عبد الملک بن مروان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا اگر صانع نیک تھا تو اپنی نیکی کا بدلہ پائے گا۔

اور اگر بدکار تھا تو اللہ کے قابو سے نکل نہ سکے گا۔ حجاج نے پوچھا۔ میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا۔ تم خود اپنے آپ کو خوب جانتے ہو حجاج نے کہا میرے بارے میں اپنا علم ظاہر کر دو۔ فرمایا، میری بات تم کو بُری لگے گی پسند نہ آئے گی۔ حجاج نے کہا۔ جو کچھ بھی ہو اس کو ظاہر کر دو۔ فرمایا، اچھا تو سنو، تم نے حدودِ الہی کو پا مال کیا۔ ظلم و ستم کئے۔ کتنے اللہ کے ولیوں کے قتل جیسی معصیت پر جرأت کی۔ حجاج بولا میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عضو عضو کاٹ ڈالوں گا۔ فرمایا۔ تم میری دنیا بگاڑو گے میں تمہاری آخرت بگاڑ دوں گا۔ حجاج نے پوچھا کس طرح قتل ہونا پسند کرتے ہو؟ بتاؤ۔ فرمایا۔ تم پسند کرو جس طرح مجھے قتل کرو گے اسی طرح میں آخرت میں تمہیں قتل کروں گا۔ پوچھا کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ تم کو معاف کر دوں۔ فرمایا عفو اللہ کی طرف سے ہے۔ رہ گیا تو نہ تو تیرے لئے برأت ہے نہ عفو۔ اب غصے میں۔ جل بھن کر جلا دوں کو حکم دیا۔ انھیں لیجا کر قتل کر دو۔ جب جلا دے قتل میں لے چلے تو آپ ہنسنے۔ حجاج نے حکم دیا کہ واپس لاؤ۔ اس نے پوچھا۔ ہنسنے کیوں۔ فرمایا۔ اللہ کے حضور تیری جرأت پر اور اللہ کے حلم پر۔ انتہائی طیش میں آ کر حکم دیا۔ میرے سامنے دربار میں قتل کرو۔ جب قتل کے لئے لٹایا تو آپ نے پڑھا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ حکم دیا قبلہ سے منہ پھیر دو۔ اپنے ملاوت کی۔ فَاَیْنَمَا تُوُوْا وَجْهَکُمْ وَجْهَ اللّٰهِ کُرْہُکُمْ حکم دیا کہ منہ کے بل لٹا دو۔ آپ نے پڑھا مِنْہَا خَلَقْنَاکُمْ وَفِیْہَا نَعْبُدُکُمْ وَمِنْہَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی۔ جھلا کر حکم دیا ذبح کر دو۔ حضرت سعید نے فرمایا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اسے یاد رکھنا یہاں تک کہ قیامت کے دن میری تیری ملاقات ہو۔ پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ میرے بعد اے کسی پر قابو نہ دینا کہ اُسے قتل کر سکے۔ اس کے بعد شہید کر دیئے گئے۔ تن اقدس سے سر جدا ہونے کے بعد تین بار کلمہ پڑھا جو تیری بار پورا سنا گیا۔ ذبح کے وقت بہت زیادہ خون نکلا۔ اس پر ظالم کو حیرت ہوئی۔ طبیب کو بلا کر پوچھا۔ طبیب نے بتایا کہ اور قتل کرو جانے والوں کا خون خوف سے سوکھ جاتا تھا اور ان پر خوف کا اثر بالکل نہ تھا۔ ہنسی خوشی جان دی اس لئے خون زیادہ نکلا اس کے تین دن کے بعد حجاج کے پیٹ میں پھوڑا ہو گیا۔ لاکھ علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد یا چھ مہینے کے بعد انتہائی اذیت اٹھا کر مرا۔ حجاج کہتا تھا کہ جب میں سوتا ہوں تو سعید آ کر میرے پاؤں پکڑ کر کھینچتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے خدا کے دشمن تو نے مجھے کیوں قتل کیا۔ چنچا کہ میں نے سعید کو کیوں قتل کر دیا۔ حجاج کے مرنے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیسی گزری۔ بتایا کہ اور قتل کے عوض میں ایک بار قتل کیا گیا۔ اور سعید کے عوض ستر بار قتل کیا گیا۔ ۵

خوشا رہے بنا کہ دند بجاک و خون غلط بدن

عندارِ محبت کند این عاشقان پاک طینت را

فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ - ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ - ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ - فَكَانَ

ہم اُسے نازل کر چکیں تو اُسے غور سے سنئے اور خاموش رہئے۔ پھر اُس کا بیان ہمارے ذمہ پڑے یعنی یہ ہمارے ذمہ ہے کہ آپ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا آتَاَهُ جِبْرِيلُ اسْتَمِعَ رَأْمًا فَإِذَا

اسکو پڑھتے رہیں گے اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل حاضر ہوتے تو آپ بغور سننے رہتے

ایک تطبیق | ۵ اس آیت میں قرآن۔ مصدر قرأت پڑھنے کے معنی میں ہے۔ قرآن جو کلام پاک کا علم ہے۔ مراد نہیں عَلَيْنَا

بَيَانُهُ کی تفسیر یہاں أَنْ تَقْرَأَهُ منقول ہے۔ اور کتاب التفسیر میں أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلَى لِسَانِكَ ادا میں جبر نے أَنْ نُبَيِّنَكَ

بِلِسَانِكَ نقل کی۔ یہ صرف الفاظ کا اختلاف ہے معنی تینوں کے ایک ہیں۔ أَنْ تَقْرَأَهُ کے معنی ہیں آپ کا اُسے پڑھنا۔ أَنْ

نُبَيِّنَهُ عَلَى لِسَانِكَ يَا بِلِسَانِكَ کا ظاہر معنی یہی ہے کہ قرآن مجید کا زبان پر جاری کرنا۔ اور یہی فَاسْتَمِعْ وَأَنْصِتْ لَهُ کے مناسب

بھی ہے۔ ورنہ تناسب معنوی باقی نہیں رہیگا۔

بعض مفسرین نے "ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ" کی یہ تفسیر کی ہے کہ معافی کا بیان کرنا مراد ہے۔ اس تقدیر پر فَاتَّبِعْ کی تفسیر "فَاسْتَمِعْ

وَأَنْصِتْ" مناسب نہ ہوگی۔ بلکہ یہ ہوگی۔ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ يَقْرَأُكَ - ان کے پڑھنے کے بعد پڑھئے

تعلیم معافی خطاب سے مؤخر ہو سکتی ہو یا نہیں | ۶ چونکہ عَلَيْنَا بَيَانَهُ سے پہلے "ثُمَّ" ہے جو تراخی کے لئے آتا ہے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ

مکن ہے کہ معافی قرآن کی تعلیم خطاب کے بعد ہو۔ اور یہی اکثر علماء کا مذہب ہے۔ مگر اس پر اتفاق ہے کہ وقت حاجت سے تاخیر جائز نہیں۔ اسکی

پوری تفصیل کتب اصول میں موجود ہے۔

جبریل صرف واسطہ نزول تھے | ۷ اس آیت سے ظاہر ہوا۔ کہ جبریل امین علیہ السلام صرف نزول کے واسطہ تھے۔ رہ گیا قرآن کا پڑھنا

اس کے معافی کی تعلیم، یہ اللہ عزوجل نے خود اپنے ذمہ کرم پر لے لیا تھا۔

اس حدیث کو امام بخاری یہ بتانے کے لئے لائے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے لفظ، لفظ کے یاد کرنے کا کتنا اہتمام تھا۔

ایک اشکال کا جواب | ۸ یہ سورہ کئی ہے۔ اور ابن عباس ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور امام بخاری کا اسے بدر دہی

کے باب میں لانا بتا رہا ہے کہ ابتداء کا واقعہ ہے۔ اس وقت ابن عباس پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ پھر وہ کیسے فرماتے ہیں کہ میں یوں اپنے

ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہلایا کرتے تھے۔ اس کے دو جواب تارحین نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہو سکتا ہے کسی

صحابی نے ان کو بتایا ہو۔ دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے ہونٹ ہلا کر دکھایا ہو۔ ابوداؤد طیالسی کی ایک

روایت اسی کی مؤید ہے۔

إِذْ طَلَعَ جَبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ

گردن جھکائے رہتے۔ جب جبریل چلے جاتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیا ہی پڑھتے جیسا جبریل نے پڑھا

⑥ حدیث دورۂ قرآن

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے وہ

حدیث مسلسل کا مطلب ⑨ اس حدیث کا نام مسلسل بتحریک الشفتین ہے۔ حدیث مسلسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بوقت ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی خاص کام کیا ہو۔ اور ہر راوی الی یومنا ہذا۔ بوقت روایت اس کام کو کرے۔ اس کام کے نام پر اس حدیث کا نام مسلسل بظلال رکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے حدیث مسلسل بالمصافحہ ہے۔ کہ بوقت ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی سے مصافحہ کیا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہونٹ ہلایا۔ ابن عباس نے اپنے تلامذہ کے سامنے ہونٹ ہلایا۔ سعید بن جبیر نے اپنے تلامذہ کے سامنے۔ اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا۔ اس کا تسلسل متسل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ عزوجل پر کچھ واجب نہیں ⑩ عَلَيْنَا مِنْ عَمَلٍ هُوَ دُجُوبٌ كَيْفَ آتَاكَ۔ اور اللہ عزوجل پر کوئی چیز واجب نہیں۔ دُجُوب کبھی بمعنی ضرور آتا ہے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ اور یہ ضرورت وعدے کی بنا پر ہے کہ جب یہ فرمادیا کہ یہ ہمارے ذمے ہے تو چونکہ خلف وعدہ محال بالذات ہے۔ اس لئے ضروری ہوا۔

تشریحات ⑥

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجود الناس ہیں ① أَجْوَدُ النَّاسِ۔ أَجْوَدُ جود کا اسم تفضیل ہے۔ جود کے معنی۔ اعطار ما ینبغی لمن ینبغی

کسی کو اس کے لائق کوئی چیز دینی۔ اسی کو سخاوت بھی کہتے ہیں۔ اجود الناس۔ کے معنی ہوئے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی۔ اس حدیث میں أَجْوَدُ النَّاسِ فرمایا۔ اور اس اگرچہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مگر اسے لازم ہے پوری مخلوق سے زیادہ سخی ہونا۔ جب تمام انسانوں سے زیادہ سخی ہیں تو تمام مخلوقات سے بدرجہ اولیٰ زیادہ سخی ہوئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود ارشاد فرمایا۔ اللہ عزوجل سب سے بڑا جواد ہے۔ پھر انسانوں

لہ ایضا سورہ قیامہ۔ فضائل قرآن۔ کتاب التوحید۔ و مسند امام احمد بن حنبل باختلاف الفاظ۔ ترمذی سورہ قیامہ۔ نسائی افتتاح مسلم کتاب الصلوٰۃ۔

بِالْخَيْرِ) وَكَانَ أَجُودَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرِئِلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ

اور آپ کی سخاوت سب سے زیادہ رمضان میں ہوتی تھی۔ جب جبریل ملاقات کرتے اور وہ رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات

فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (فَيَنْسِلِخُ) فَيُذَارِسُهُ الْقُرْآنَ (فَإِذَا لَقِيَ

کر کے قرآن کا دور کیا کرتے۔ یہ سلسلہ رمضان کے ختم ہونے تک رہتا۔ جب جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے

میں سب سے بڑا سخی میں ہوں۔ پھر میرے بعد وہ سب سے زیادہ سخی ہے۔ جو علم حاصل کر کے اس کو پھیلاتے۔

رمضان میں زیادہ فیاضی کی وجہ (۲) رمضان میں بہ نسبت اور دنوں کے آپ کی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی۔ یعنی آپ ہمیشہ بلا استثنا

سالے جہاں سے زیادہ سخی تھے۔ مگر رمضان میں دوسرے دنوں کے بہ نسبت اور زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ رمضان

موسم رحمت ہے۔ ان دنوں رحمت الہی کا نزول بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا:۔ اس کا اول رحمت اور اس

مغفرت اور آخر جہنم سے آزادی ہے۔ اور فرمایا:۔ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر۔ اور نفل کا ثواب فرض کے برابر۔ امام زہری نے

فرمایا:۔ رمضان میں ایک تسبیح دوسرے دنوں کی تسبیح کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا:۔ رمضان کی ہر رات میں دس لاکھ جہنم سے آزاد ہونے

رمضان میں سخاوت کی یہ زیادتی اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی جب جبریل ملاقات کرتے۔ جبریل رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور وہ قرآن مجید کا دور کرتے۔ یعنی کبھی حضور پڑھتے اور جبریل سنتے۔ کبھی جبریل پڑھتے اور حضور سنتے۔

عمر مبارک کے اخیر سال قرآن مجید کا دواختہ دور فرمایا۔ بقیہ سال ایک بار ہوتا۔ اس وقت جود و نوال کی زیادتی کی وجہ یہ تھی۔ کہ جبریل کی تین خصوصیت

تھی۔ ایک تو آنحضور کے محبت خاص تھے۔ دوسرے فرشتہ مقرب بلکہ سید الملائکہ تھے۔ تیسرے یہ کہ رب العالمین کے فرستادہ تھے۔ یہ تین خصوصیات تو وہ

ہیں جو جبریل میں ہمیشہ پائی جاتی تھیں۔ مگر اس وقت خاص خصوصیت یہ ہوتی کہ کلام ربانی قرآن مجید کا دور کرنے آتے۔ ان وجوہ کی بنا پر سرت

در سرت جتنی حاصل ہوتی رہی ہوگی وہ حضور ہی جانیں۔ اس سبب دریائے کرم پورے جوش پر ہوتا۔

غور کریں تو یہاں تین سبب اس کے محرک تھے۔ ایک رمضان۔ جو اللہ عزوجل کی ان گنت نعمتوں کی برسات کا موسم ہے۔ دوسرے جبریل کی ملاقات

کہ یہ مزید نعمت ہے خصوصاً جبریل کی ان خصوصیات کی وجہ سے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ خاص کر رب العالمین کے فرستادہ ہونے کی حیثیت سے۔ تیسرے

قرآن کا دور جس سے قرآن کریم کے نئے نئے اسرار و معارف کا نفع باب ہوتا۔ ان نعمتوں کے شکر یہ میں زیادہ سے زیادہ جود و کرم فرماتے۔

ہر سال رمضان میں یہ دور اسلے ہوتا کہ رمضان المبارک ہی کی سب سے مبارک رات شب قدر میں پورا قرآن جبریل امین لرح محفوظ سے اخذ کر کے آسمان

دنیا کی طرف یعنی پہلے آسمان پر لائے وہاں فرشتوں کو کھادیا فرشتوں نے قرآن کو موجودہ ترتیب کے ساتھ لکھ کر بیت العزت میں محفوظ کر دیا

جَبْرِئِلُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ

اس وقت آپ بہتی ہوا سے بھی زیادہ خیر رساں ہوتے تھے۔

یہ پہلے آسمان میں ایک متبرک جگہ کا نام ہے۔ پھر حسب اقتضائے حکمت و حکم ربانی وہاں سے جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا تیس سال کی مدت میں لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ علاوہ ازیں دریں حرار میں گزرا کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء اور رمضان کو ہوئی۔ اس پر سزاوار یہ کہ رحمت الہی رمضان میں بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ متوجہ رہتی ہے۔

رات کے انتخاب کی حکمت سب پر ظاہر ہے کہ جو سکون اور کمیونی رات میں ہوتی ہے وہ دن میں واردین صادرین کی وجہ سے کہاں نصیب۔ علاوہ ازیں محب و محبوب کی ملاقات کے لئے رات ہی منتخب ہے۔

اس حدیث حسن ترتیب ملاحظہ کریں۔ پہلے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سارے جہاں سے بڑھکر جو آد تھے۔ پھر ترقی کر کے فرمایا کہ رمضان میں جو دو نوال دوسرے ایام کے بہ نسبت زیادہ ہوتا۔ پھر اور آگے بڑھے۔ اور فرمایا کہ جب جبرئیل امین رمضان کی رات میں آکر دورہ قرآن کرتے تو پھر جو دو نوال کا کوئی ٹھکانہ تھا۔

فیاضی کی حد (۳) اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کے بارے میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ ہو اکتی فراواں اور کتنی ضروری ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ ہر منٹ ہوا کی احتیاج ہے۔ اور فراواں اتنی کہ کہیں بھی ہو بقدر ضرورت موجود۔ بلکہ ضرورت سے زیادہ موجود مگر کوئی کمی نہیں۔ تو ہوا سے بڑھکر کون سخی۔ فرماتے ہیں ہوا کی سخاوت تمہیں معلوم ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔ رکی ہوئی ہوا میں وہ بات کہاں جو بہتی ہوا میں ہے۔ مگر قربان اس جو آد اعظم کے کہ بہتی ہوا بھی اسکی در یوزہ گر۔

ریاح اور ریح کے استعمال کا فرق (۴) عام طور پر مشہور ہے کہ ریح جمع ہو تو اس سے اچھی اور نفع بخش ہوا مراد ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے هُوَ الَّذِي ارْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ۔ اور ریح واحد کا اطلاق نقصان رساں تباہ کن ہوا کے لئے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ اَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ اَبْرٰهِيْمَ حَرْصِرٍ۔ خود حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا۔

مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ اکثری ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں ریح واحد اچھی ہوا کے معنی میں موجود ہے۔ ارشاد ہے:-

وَجَوْنًا بِهِمْ بَرِيحٌ طَيِّبَةٌ

۱۔ ایضاً کتاب الصوم، مناقب، بدر الخلق، فضائل قرآن و ادب، مسلم فضائل، ترمذی جہاد، نسائی صیام، دارمی مقدمہ، مسند امام احمد

⑤ حَدِيثُ هِرَثِل

أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ

تَعَالَى عَنْهُمَا نَعَى أَنَّهُمْ خَبَرُوا أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ وَطَهُ نَعَى أَنَّهُمْ خَبَرُوا أَنَّ

فَوَائِد ⑤ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :-

(۱) سخاوت بہترین وصف ہے۔ مومن کو سخی و جواد ہونا چاہئے (۲) رمضان میں حتی المقدور زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنی چاہئے۔
(۳) لزومایہ بھی ثابت کہن ایام کو کوئی شرعی خصوصیت حاصل ہو ان میں سخاوت زیادہ پسندیدہ ہے کہ جن ایام میں کوئی نعمت ملے ان ایام میں
سخاوت عند اللہ بھی محبوب ہے۔ سب سے بڑی نعمت ربیع الاول شریف وہ بھی بارہ ربیع الاول میں ملی ہے۔ اسلئے اس دن زیادہ سے زیادہ سخاوت
کرنی چاہئے (۴) رمضان شریف میں خصوصیت سے قرآن مجید کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے (۵) قرآن مجید کی تلاوت تمام اذکار مستحبہ سے افضل ہے
ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل امین اسی کو کرتے جو تلاوت سے افضل ہوتا (۶) قرآن مجید کا بکثرت ورد کرنا چاہئے۔ حفاظ کو چاہئے
کہ دوسرے سے سنیں بھی اور دوسرے کو سنائیں بھی (۷) رات میں قرآن مجید پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اس پر تجربہ شاہد ہے کہ رات میں بہت جلد یاد ہوتا
صلی، علماء، مشائخ کی بار بار زیارت کرنی چاہئے اگر انھیں گراں نہ ہو۔ وغیر ذالک۔

دیگر کتب المیہ کے نزول کی تواریخ ⑥ علماء فرماتے ہیں کہ صحف ابراہیم، پہلی رمضان کو نازل ہوئے۔ تورات ۲ رمضان کو۔ انجیل ۳ رمضان
کو۔ قرآن کے نزول کی ابتداء ۱۲ رمضان ہے

⑤ تشریحات

امام بخاری نزول وحی کی ابتدائی بلکہ انتہائی کیفیت بھی بیان کر چکے۔ اور سپرد وحی آتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جسے تبلیغ احکام کا حکم ہوتا
ہے وہ رسول بھی ہوتا ہے۔ تو از روایت منہبطہ وحی کی رسالت ثابت کرنے کے بعد انکی رستائیں ایک اور مستحکم ثبوت پیش کرتے ہیں جو ایک نصرانی کی شہادت
پر مدعویٰ وقت کر سب سے بڑے فرعون کی۔ جس اقتدار کے مسلمان ہونے میں آڑی آئی الفضل ما شہدت بلہ الاعلاء

عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ① بن غافل جلیل القدر تابعی امام اندلیزی کو فقہا و سبعہ میں کہیں۔ ابن عباس، ابن عمر اور ابو ہریرہ وغیرہ کثیر صحابہ سے
حدیثیں سنیں۔ اور ان کو کثیر تابعین نے خلیفہ ارشد عمر بن عبدالعزیز کے اساتذہ و تابعین ہونے کے بعد وصال ہوا۔ ابوسفیان ② ان کا نام حضرت

هَرَقْلُ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي

ہرقل نے ملہ تاصد بھیج کر ابوسفیان کو مع اُن کے

نسب نامہ یہ ہے :- صحر بن حرب بن عبد شمس بن امیہ بن عبد مناف بن قصی - ابوسفیان کنیت ہے۔ اسی کے ساتھ مشہور ہیں دوسری کنیت ابوحنظلہ ہے۔ واقعہ فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ فتح مکہ کی رات میں ایمان لائے۔ اور مومنین مخلصین میں ہو گئے غزوہ طائف میں شریک ہوئے۔ تیرے ایک آنکھ نکل گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی تو اُن کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ ڈھیلا ہاتھ میں لئے ہیں۔ فرمایا۔ یہ آنکھ راہِ خدا میں گئی ہے۔ اگر کو تو دعا کر دوں آنکھ ٹھیک ہو جائے۔ یا کو تو دعا کر دوں اس کو عوض جنت ملے۔ عرض کیا۔ جنت اختیار کرتا ہوں۔ دوسری آنکھ جنگ یرموک میں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں رومیوں سے ہونے والی لڑائیوں میں سب سے بڑی اور فیصلہ کن ہوئی پتھر لگنے سے راہِ خدا میں قربان ہو گئی۔ اس کے بعد مدینہ میں آکر رہائش اختیار کر لی۔ باقی ماندہ زندگی میں گزاری۔ سنہ میں اٹھاسی سال کی عمر پا کر یہیں صال فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن نصیب ہوا۔ یہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ہیں۔ ایمان لانے کے بعد ان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "قدید" کے مشہور بُت مناة کے برباد کرنے کی مہم پر بھیجا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک عطا (۳) غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے ان کو سوادنٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمایا۔ ابوسفیان نے کہا۔ یہ میرا بیٹا یزید بن معاویہ ہے اس کو بھی کچھ دیجئے۔ ان کو بھی سوادنٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عطا فرمایا۔ ایک اوقیہ چالیس درم کا اور ایک درم تین ماشے ۱۱ رتی اور روپیہ سو اگیارہ ماشے کا۔ تو چالیس اوقیہ لگ بھگ ساڑھے چار سو روپے بھر چاندی ہوتی ہے۔

یزید بن ابوسفیان (۴) یہ یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے چچا معاویہ بن حرب کی طرح نسبت کر کے پکارے جاتے تھے۔ جنگ یرموک میں ایک دستے کے سپہ سالار تھے۔ ان کے باپ ابوسفیان اسی دستے میں تھے۔ کہ اسی وقت ابوسفیان کی آنکھ شہید ہو گئی بیتِ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو شام پر حاکم بنایا تھا۔ مدتِ العمر بڑے حسن و خوبی سے حکمرانی فرمائی۔ ابوسفیان نام کے صحابہ میں متعدد حضرات ہیں۔ مگر ابوسفیان بن حرب صرف یہی ہیں۔ ان سے حضرت ابن عباس اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت کی ہے۔ ہرقل (۵) ہرقل بردزن دمشق۔ ہاکوسرہ را کو فتمہ قاف ساکن۔

اس کے معنی غربال پھلنی کے ہیں۔ ہمد رسالت میں دم کا جو شہنشاہ تھا اس کا نام ہے۔ قیصر اس کا لقب ہے۔ اس زمانے میں ہر ملک کے بادشاہوں کے الگ الگ لقب تھے۔ جیسے روم کے بادشاہ کا قیصر۔ ایران کا کسری۔ ترک کا خاقان۔ حبشہ کا نجاشی۔ قبط کا فرعون۔ مصر کا عزیز۔ اسکندریہ کا مقوقس۔ یمن کا شیع۔ ہندوستان کا رائے۔ چین کا فغور۔ یونان کا بطلمیوس۔

غالباً روم کے بادشاہ کا قیصر کہلانا۔ ہر قل ہی سے شروع ہوا ہے۔ شارحین حدیث نے وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ قیصر کے معنی چیرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی پیدائش کے وقت اس کی ماں درودہ میں انتقال کر گئی تھی۔ اس لئے اس کو ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ اس لئے قیصر کہلانے لگا۔ اس پر یہ بد دماغ فخر کرتا کہ میں پیشاب کے مقام سے نہیں پیدا ہوا۔ ہر قل ہی دنیا کا وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے دنیا را ایجاد کیا۔ اور گرجا بنوایا۔

والانامہ کی برکت (۶) عینی میں ہے کہ ہر قل نے نامہ والا کو بحفاظت تام سونے کی ڈبیہ میں رکھا۔ یہ اور اس کی نسل ہمیشہ اس کا بہت اعزاز و اکرام کرتے۔ ملک منصور قلاؤن کے عہد میں شاہ فرنگ نے سیف الدین طلع منصوری کو یہ والانامہ دکھایا تھا۔ اس وقت اس کے کچھ حروف اڑ گئے تھے۔ یہ خط اس کے پاس ایک زریں صندوق میں سونے کے قلم دان میں محفوظ تھا۔ اس بادشاہ نے بتایا کہ یہ وہ خط ہے جو تمہارے نبی نے ہمارے دادا کے پاس بھیجا تھا۔ ہمارے خاندان میں یہ والانامہ ہے۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ اس کی بہت حفاظت کرنا، تعظیم و تکریم کرنا۔ جب تک یہ ہمارے خاندان کے قبضے میں ہے سلطنت ہمارے خاندان میں باقی رہے گی۔

ہر قل کا فرما (۷) صحیح یہی ہے کہ اسے ایمان نصیب نہ ہوا۔ اس نے ۳۱ سال حکومت کی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرات شیخین نے جس قیصر کے قبضے سے ملک شام آزاد کیا تھا۔ وہ یہی قیصر تھا یا دوسرا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مرگیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں اس کا بیٹا حکمراں تھا۔ اور عہد فاروقی میں اس کا پوتا۔ اس کے پوتے ہی کو مجاہدین اسلام نے شام سے نکالا تھا۔ جو قسطنطنیہ بھاگ کر گیا۔ وہاں سیکڑوں برس اس کی نسل حکمراں رہی۔

فتح قسطنطنیہ (۸) یہاں تک کہ شہر شہر میں عہد فاتح عثمانی المتوفی ۹۰۹ھ رحمۃ اللہ علیہ نے قسطنطنیہ فتح فرمایا۔ قیصر کل چالیس ہونے اور ان کی سلطنت کی مدت پانچ سو سال رہی۔ لیکن علامہ ابن حجر نے اس کو اقل فرمایا۔ کہ عہد فاروق تک یہی ہر قل تھا جو قسطنطنیہ بھاگا۔

تعظیم و توہین کے اثرات (۹) جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قیصر نے کوئی گستاخی نہیں کی۔ والانامہ کی

رَكِبَ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا تِجَارًا بِالشَّامِ

ساتھیوں کے جو قریش کے شتر سوار رہے تھے بلایا جبکہ یہ لوگ شام میں بغرض تجارت موہوئے اس زمانے میں

تعلیم و تکریم کی۔ تو فرمایا۔ اس نے اپنا ملک بچالیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اس کی نسل میں صد ہا سال حکومت باقی رہی۔ اور ایران کو مغزوہ خروید ویز نے والا نامہ بھاڑ کر پھینک دیا۔ اور گستاخی کی تو فرمایا۔ مَرْقُ اللَّهُ مُلْكُهُ۔ اللہ اس کے ملک کو برباد فرما دے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عمرفاروقی میں کسریٰ کا پورا ملک نگین اسلام کے تحت آگیا۔ اور عمد عثمانی میں خاندان کسریٰ کا اخیر تاجدار، یزید جبر، مار ڈالا گیا۔ غرض غصب سے ان کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے۔

قریش

۱۰

قریش کس کا لقب ہے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ کثیر علماء اسیر و نسب نے اسی کو صحیح کہا۔ یہی امام شافعی کا قول ہے امام نووی نے فرمایا۔ یہ صحیح اور مشہور ہے۔ حافظ عراقی نے گمایہ اکثر کا قول ہے۔ حافظ صلاح علانی نے اس کو صحیح کہا اور محققین کا مذہب بتایا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قریش نضر بن مالک کا لقب ہے۔ امام زہری نے فرمایا۔ یہی سارے کتاب کہتے ہیں۔ علامہ زر قانی نے فرمایا اسے بھی اکثر کا قول کہا گیا ہے۔ دمیاطی حافظ عراقی علامہ احمد خطیب قسطلانی نے اس کو صحیح کہا۔ عراقی کی سیرت منظوم میں۔

اما قریش فالاصم فھر جسامها والاكثر والنضر

لیکن ایک بزرگ نے ان دونوں قولوں میں یہ تطبیق دی کہ نضر کے اگرچہ تین لڑکے تھے۔ مالک۔ صلت۔ مخلص۔ مگر نسل صرف مالک سے چلی۔ یونہی مالک کی نسل صرف فر سے باقی رہی۔ تو جو بھی نضر بن کنانہ کی نسل ہے وہ نضر کی بھی نسل ہے۔ قریش خواہ نضر کا لقب ہو خواہ نضر کا۔ حاصل ایک ہی ہوا۔ کہ سارے قریش کا نسب نضر کے واسطے سے نضر بن کنانہ تک پہنچتا ہے۔ چند اور اقوال ہیں مگر لائق توجہ نہیں۔ قسّی کا لقب قریش نہیں ۱۱ تیسرا قول باطل یہ ہے کہ قسّی بن کلاب کا لقب قریش ہے مگر یہ اس لائق نہیں کہ اس پر کان دھرا جائے۔ یہ ردافض نے اس لئے گھڑا ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم قریشی ہونے سے نکل جائیں تاکہ ان کی خلافت اہلسنت کے مسلمات کے مطابق بھی صحیح نہ رہے۔ اس لئے کہ یہ حضرات قسّی کی اولاد نہیں۔ حضرت صدیق اکبر کا نسب نامہ یہ ہے۔

شجرہ صدیقی

۱۲

ابوبکر بن ابی قحافة عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّة بن کعب بن لوی ساتویں پشت میں مرّة بن کعب بن لوی پر جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔

شجرہ فاروقی

۱۳

عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قریظ بن رباح بن عدی بن کعب بن لوی۔ ان کا نسب

فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيهَا أَبَاسُفِيَانُ وَ

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش کے صلح فرمائی تھی (یعنی صلح حدیبیہ کے زمانے میں و)

كُفَّارُ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِأَيْلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّومِ

یہ لوگ ہر قل کو پاس پہنچے اور ہر قل مع اپنی جماعت کو ایلیا (بیت المقدس) میں تھا ہر قل و ان لوگوں کو اپنے اجلاس میں بلایا اور اسکے آس پاس

عمائد روم بیٹھے تھے۔ پھر ان کو اپنے قریب بلایا

نویشت میں کعب بن لوی پر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔

جب قصی بن مالک کی نسل سے یہ حضرات نہیں۔ تو اگر یہ مان لیا جائے کہ قریش قصی کا لقب ہے۔ تو یہ دونوں حضرات قریشی نہ ہونگے

اور خلیفہ کے لئے قریشی ہونا باتفاق اہلسنت شرط۔ تو اہلسنت کے مسلمہ شرط پر بھی یہ حضرات خلیفہ نہ ہوں گے۔

ابوسفیان کے ساتھ کتنے آدمی تھے (۱۳) رُكْبٌ۔ راجح یہ ہے کہ رُكْبٌ کی اسم جمع ہے۔ جیسے رُجُلٌ کی اسم جمع قوم ہے۔ دس

اور دس سے زیادہ سواروں کو رُكْبٌ کہتے ہیں جو سفر میں ہوں۔ اس قافلے میں تیس افراد تھے۔ یہ لوگ شام کے مشہور شہر غزہ سے ملائے گئے تھے۔ ان میں حضرت یغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔

صلح حدیبیہ (۱۵) اس سے مراد صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے۔ یہ صلح سنہ ۶ میں ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اواخر

سنہ ۶ میں والانامہ بھیجا تھا اور اوائل محرم ۷ میں ہر قل کو ملا تھا

بایلیار (۱۶) اس میں چھ لغات ہیں۔ ایلیار بروزن کبریار۔ ایللیا۔ بغیر ہمزہ کے۔ ایلیار۔ ایلیار اعطار کے وزن پر۔ الیلیا۔ الیلیا

معرف بلام۔ یہ عبرانی لفظ ہے بیت اللہ کے معنی میں۔ اور بیت المقدس کا علم ہے۔

دعوت اسلام کے مکتوب (۱۷) صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل مکہ کی طرف سے اطمینان ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ارد گرد کے بادشاہوں، رئیسوں کے نام اسلام لانے کی دعوت بصورت مکتوب بھیجی۔ شاہ ایران خسرو پرویز کے نام شاہ روم ہر قل کے نام

نجاشی شاہ حبشہ کے نام مقوقس شاہ اسکندریہ کے نام وغیرہ وغیرہ۔ ہر قل کے پاس والانامہ لیکر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تشریف لے گئے تھے۔ یہ والانامہ لیکر پہلے بصری کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس گئے۔ اس نے عدی بن حاتم کے

حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدی بن حاتم کے ساتھ ہر قل کے پاس بیت المقدس پہنچے۔ اور والانامہ دیا۔

ہر قل اس وقت بیت المقدس میں آیا ہوا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایران اور روم میں برسہا برس سے بہت

خونریز تباہ کن جنگ جاری تھی۔ ٹھیک اس دن جسد بدن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قریش پر فتح عظیم حاصل ہوئی

ثُمَّ دَعَاهُمْ تَرْجَمَانَهُ فَقَالَ أَيُّمَا قَرَبٍ لِنَسَبٍ بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيُّ

اور اپنے ترجمان ولد کو بلایا۔ تو ترجمان نے ان سے پوچھا تم میں کون شخص ان سے نسب میں زیادہ قریب جو اپنے کو نبی گمان کرتے

قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا، فَقَالَ أَذَلُّوهُ مِنِّي وَقَرِّبُوا أَصْحَابًا

ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں ان سے زیادہ اُن سے نسب میں قریب ہوں۔ اس کے بعد ہر قتل نے کہا ان (ابوسفیان) کو مجھ سے قریب

فَجَعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ، ثُمَّ قَالَ لَتَرْجَمَانِهِ، قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هَذَا

کردو۔ اور ان کے ساتھیوں کو ان کے قریب کر کے پس پشت بٹھا دو۔ پھر ہر قتل نے اپنے ترجمان سے کہا، ان کے ساتھیوں سے کہو میں اس شخص

عَنْ هَذَا الرَّجُلِ (الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيُّ) فَإِنْ كَذَبَنِي فَلَذِّبُوهُ، فَوَاللَّهِ

(ابوسفیان) سے اُن مدعی نبوت کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے غلط بیانی کریں تو تم ان کی تکذیب کر دینا (ابوسفیان) نے کہا

لَوْ لَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْتِرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلُ

بخدا اگر مجھ کو اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ ساتھی واپس ہو کر میرے جھوٹ کو نقل کرینگے تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں

مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فَنِيكُمُ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُو نَسَبٍ. قَالَ

ضرور جھوٹ بولتا۔ سب سے پہلی بات آپ کے متعلق اس نے مجھ سے جو پوچھی یہ تھی۔ تمہارے یہاں اس کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں

فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ لَا. قَالَ فَهَلْ كَانَ

عالی نسب ہیں۔ پھر ہر قتل نے پوچھا کیا یہ بات (مدعی نبوت) تم میں سے کسی نے اُن سے پہلے کبھی کہی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ ہر قتل نے

مِنْ أَبِيهِ مِنْ مَمْلِكٍ؟ قُلْتُ لَا. قَالَ فَاشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضِعْفَاءُ هُمْ

پوچھا کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہر قتل نے پوچھا ان کی اتباع اونچے طبقے کے لوگوں نے کی ہے یا

قُلْتُ بَلْ ضِعْفَاءُ هُمْ قَالَ أَيْزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ قُلْتُ بَلْ يَزِيدُونَ

دبے ہوئے لوگوں نے۔ میں نے کہا دبے ہوئے لوگوں نے۔ ہر قتل نے پوچھا بڑھتے جا رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا کم نہیں ہو رہے ہیں

ہر قتل کو ایسا پُر کمال فتح حاصل ہوئی۔ ہر قتل اس کی خوشی میں شکرانہ ادا کرنے محض سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا تھا۔ اس شان سے کہ راستے بھر

فرش اور فرش پر پھول بچائے گئے۔

ترجمان ۱۸ اس میں چار لغت ہے۔ تار اور جیم کو زبر۔ دونوں کو پیش۔ تار کو زبر جیم کو زبر۔ ترجمان کے معنی ہیں

قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَخِطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ. قُلْتُ لَا. قَالَ

بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں۔ ہر قل نے پوچھا کیا ان میں سے کوئی ان کے دین کو ناپسند کر کے اس میں داخل ہونے کے بعد پھر اچھے ہے؟ میں نے کہا

فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَهَمُونَهُ بِالْكَذِبِ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ، قُلْتُ لَا. قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ؟

نہیں۔ ہر قل نے پوچھا اس بات (دعویٰ نبوت) کرنے سے پہلے تم لوگ ان کو جھوٹ سے متهم کرتے تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہر قل نے پوچھا

قُلْتُ لَا. وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِي كَلِمَةٌ

کیا وہ عذر شکنی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ لیکن ہم زمانہ مصاحبت میں آئے ہیں خبر نہیں کہ وہ اب کیا کر رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا

أَدْخِلْ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ

مجھے اس کے سوا کسی ایسی بات کے ملانے پر قدرت نہیں ہوئی جس میں تنقیص کا پہلو ہو۔ ہر قل نے پوچھا تم نے ان سے جنگ کی ہو؟ میں نے

كَانَ قِتَالَكُمْ إِيَّاهُ؟ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ يَنَالُ مِنَّا وَنَالُ مِنْهُ

کہا ہاں۔ اس نے پوچھا جنگ کا نتیجہ کیا نکلا۔ میں نے کہا جنگ ہمارے ان کے درمیان ڈول کے مانند رہی کبھی ان کے ہاتھ میں کبھی

قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ قُلْتُ يَقُولُ أَعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ

ہاتھ میں (کبھی وہ فتح پاتے ہیں کبھی ہم) ہر قل نے پوچھا وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ فرماتے ہیں صرف ایک اللہ کی عبادت

اتْرَكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعِفَافِ وَالصَّلَةِ فَقَالَ

کر دو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے باپ دادا کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز کا اور سچ بولنے کا اور پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتو

لِلتَّجْمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو نَسَبٍ وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ

ہیں۔ تو اُسے ترحمان سے کہا۔ کہ ابوسفیان سے کہو۔ کہ میں نے تم سے اُنکے نسب بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ تم میں عالی نسب ہیں اور رسول

تُبَعْتُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ

اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا۔ کہ یہ بات تم میں سے کسی نے ان سے پہلے بھی کہی ہے۔ تو تم نے

أَنْ لَا قُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَأْتِسِي بِقَوْلِ قِيلَ

بتایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوتی۔ تو میں کہہ دیتا۔ یہ پہلے کی کہی ہوئی بات کے پیچھے بڑے ہیں۔ اور میں نے

قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ، فَذَكَرْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ فَلَوْ

تم سے دریافت کیا تھا۔ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزر رہا ہے۔ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ میں نے کہا اگر ان کو

فصح، تیز زبان، خوش بیان اور تاملان وہ شخص جو ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کرنے پر قادر ہو۔ یہاں یہی مراد ہے۔

كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَمْلُوكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يُطْلَبُ مُلْكُ أَبِيهِ - وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ

باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کس دیتا کہ یہ شخص اپنا آباؤی ملک چاہتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ اس بات کے

تَتَهَمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَال - فَذَكَرْتُ أَنْ لَا فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ

کنے سے پہلے تم ان کو جھوٹ کے ساتھ متهم کرتے تھے؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ میں اتنی بات یقینی طور پر جانتا

يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ تَبَعُوهُ

ہوں کہ یہ جب انسان پر جھوٹ نہیں باندھتے تو اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں باندھیں گے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اونچے طبقے کے

أَمْ ضَعَفَاءُ هُمْ - فَذَكَرْتُ أَنَّ ضَعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوهُ، وَهُمْ اتَّبَاعُ الرُّسُلِ - وَسَأَلْتُكَ

لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے یا دبے ہوئے لوگوں نے؟ تو تم نے بتایا کہ دبے ہوئے لوگوں نے انکی اتباع کی ہے۔ (ابتداء) یہی لوگ

أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ فَذَكَرْتُ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَتِمَّ

رسو لوگ شیع ہوئے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں۔ تو تم نے بیان کیا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور یہی

وَسَأَلْتُكَ أَيْرَقْدُ (مِنْهُمْ) أَحَدُ سُخْطَةٍ لَدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ - فَذَكَرْتُ أَنَّ لَا

ایمان کا حال ہے یہاں تک کہ کامل ہو جائے۔ اور میں نے تم سے دریافت کیا تھا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اسے ناپسند سمجھ کر

وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَالِطُ بِشَاسْتَةِ الْقُلُوبِ - وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ - فَذَكَرْتُ

کوئی پھرتا بھی ہو۔ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ اور یہی حال ایمان کا ہے جب اسکی تازگی دلوں میں رچ بس جائے (تو پھر نکلا نہیں کرتا) اور میں نے

أَنْ لَا - وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ - وَسَأَلْتُكَ بِمَا أَمَرُكُمْ فَذَكَرْتُ أَنَّهُ يَا مَرْكُومُ أَنْ

تم سے سوال کیا تھا وہ عمد شکنی کرتے ہیں؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور رسولوں کی یہی شان ہے کہ وہ عمد شکنی نہیں کرتے۔ اور میں نے

تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ

تم سے سوال کیا تھا کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور

وَالصَّدَقِ وَالْعَفَافِ - فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا (فَإِنَّهُ نَبِيٌّ) فَسَمِيعُكَ مَوْضِعٌ وَتَدَفَّقُ

بت پرستی سو منہ کرتے ہیں اور نماز اور حج اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ اگر تمہاری یہ باتیں سچی ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہیں۔ بہت جلد وہ میرے

هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَافٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ - فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي

پاؤں تلے کی زمین (بیت المقدس) کے مالک ہو جائیں گے اور مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ تم (قریش) میں ہو گے

أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجْشِمُنَّ لِقَائَهُ - وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا

کاش بھلقین ہوتا کہ ان تک پہنچ سکوں وہ تو سفر کی مصوبت برداشت کر کے وہ ان ملاقات کرتا۔ کاش میں ان کے پاس

يَكْتُابُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ دَحِيَّةِ الْكَلْبِيِّ

ہوتا تو میں ان کے پاؤں دھوتا رہتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ خط منگایا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

إِلَى عَظِيمٍ بَصْرِيٍّ فَدَفَعَهُ عَظِيمٌ بَصْرِيٍّ إِلَى هِرَقْلٍ فَقَرَأَهُ

دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ بصریؓ کے پاس بھیجا تھا تو اُس نے اُس دالانامہ کو ہرقل کے پاس پہنچایا تھا اس کے بعد اُس کو پڑھا وہ

أَخْلَصُ إِلَيْهِ (۱۹) اسکا مخلص یا خلاص ہے۔ یہ متعدد معنی میں آتا ہے۔ نجات پانا۔ الگ تھلگ ہونا۔ خالص ہونا۔ اور جب اس کا صلہ

اُلی یا با آتا ہے تو اس کا معنی پہنچنا ہوتا ہے۔

تَجَشَّمْتُ (۲۰) تجشم کے معنی ریت کے بڑے ٹیلے پر چڑھنا۔ چن لینا۔ قصد کرنا۔ اور مشقت اٹھا کر کوئی کام کرنا۔ یہاں یہی معنی ہے اور وہ

ہجرت ہے یعنی اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ جاؤں تو ہجرت کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

دَحِيَّةُ الْكَلْبِيِّ (۲۱) دحیہ بن خلیفہ قدیم الاسلام کبار صحابہ میں نہایت حسین و جمیل تھے۔ جب شام میں دالانامہ لیکر گئے تو ان کو دیکھنے کے

لئے عورتیں نکل پڑیں۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت جبریلؑ زیادہ تر انھیں کی شکل میں حاضر ہوئے۔ جنگ یرموک میں

بھی شرکت کی تھی۔ اخیر میں دمشق کے قریب "مزرہ" نامی ایک گاؤں میں آئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک

بقید حیات رہے۔ ابوداؤد جھوڑ کر صحاح ستہ میں ان سے کوئی حدیث مروی نہیں۔ صحابہ میں دحیہ نام کے صرف یہی ایک ہیں۔

عَظِيمٌ بَصْرِيٌّ (۲۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دالانامہ بصریؓ کے حاکم حارث بن شمر غسانی کے ذریعے ہرقل کے پاس بھیجا تھا

حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دالانامہ پہلے حارث کے پاس لیکے۔ حارث نے عدی بن حاتم کے ہمراہ انھیں بیت المقدس بھیجا جہاں ہرقل "ایرانوں

پر مکمل فتح کی خوشی منانے کے لئے گیا تھا۔ حارث بن شمر غسانی عربی النسل تھا۔ دنیوی طبع میں نصرانی ہو گیا تھا۔ اور ہرقل کا باجگزار بصریؓ کا حاکم تھا

عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ (۲۳) عدی بن حاتم بھی اس وقت نصرانی تھے۔ فتح مکہ کے بعد ایمان سے مشرف ہوئے اور راسخ الاعتقاد مخلص

صحابی ہوئے۔ اوائل عمر صدیقی میں جب عرب کے قبائل میں ردّت پھیلی تو یہ مع اپنے قبیلے طے کے ایمان پر ثابت رہے۔ اس زمانے

میں بھی زکوٰۃ لیکر بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے۔ دوسروں کو ردّت سے بچنے کی تلقین فرماتے رہتے۔ بصریؓ مدینہ و دمشق

کے مابین شام کا سرحدی شہر ہے۔ جسے حوران بھی کہتے ہیں۔

فَقَرَأَهُ (۲۴) جب میرمنشی نے دالانامہ پڑھنا شروع کیا اور یہ پڑھا۔

فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى

اس میں لکھا تھا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد

هَرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى - أَمَّا بَعْدُ فَاذْهَبْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے روم کے شہنشاہ ہرقل کے پاس بھیجا جاتا ہے جو ہدایت کی اتباع کرے اس پر سلام۔ اس

بِدْعَايَةِ الْإِسْلَامِ - أَسْلِمْتُ تَسْلِمًا (أَسْلِمْتُ) يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ

کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دے دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اسلام قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا اجر عطا

فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِتْمَ الرُّسُلَيْنِ وَبِأَهْلِ الْكِتَابِ تَعَالَى إِلَهُ كُلِّ نَفْسٍ

فرمائے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو تجھ سے رعایا و کھنکھیں گم ہو گئیں اور اراکین و اہل کلمہ کی زبان آج سے بند

سَوَاءٌ سَنَنَا وَبَنَيْنَاكُمْ أَمْ لَا إِنَّكَ إِذْ يَدْعُوا إِلَى اللَّهِ وَآلِهِ لَتَسْمَعُ لَهُمْ

وَلَا يُقْبَلُ مِنْكُمْ شَيْءٌ تِلْكَ الْأُمَّةَ قَدْ خَلَتْ لَكُمْ فِيهَا الْحَقْبَةُ ۚ لَكُمْ فِيهَا حَقٌّ عَلَيْكُمْ أَنْ تَضَعُوا فِيهَا أَمْطَرَتُكُمْ وَأَنْ تَتَّخِذُوا مِنْ بَعْضِهَا كَيْدًا بِبَعْضٍ ۚ سَاءَ لَكُمْ الْيَوْمَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ۔

ہر قل کے بھائی نے غصے میں آکر دالانامہ میرمنشی کے ہاتھ سے چھین لیا۔ ہر قل نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ اس کے بھائی نے کہا انھوں نے

نے اپنے نام سے خط کی ابتدا کی اور آپ کو عظیم الروم، صاحب الروم لکھا۔ ملک الروم نہیں لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت متکبر سے

پنے کو بڑا، اور آپ کو حقیر و ذلیل جانتا ہے۔ ہر قل نے اپنے بھائی سے کہا۔ تم کم عقل ہو۔ کہاتمہ جانتے ہو کہ اس خط کرمضمہ (۱)

اس طرح ہونے سے پہلے اسکو پھینک دیا جائے۔ اگر وہ اللہ کے رسول میں تو ان کو ضرور اسے سزا دے گا۔

پینے نام کو میرے نام سے پہلے لکھنا چاہئے نہ بالکل صحیح لکھا کہ میں صاحب الروم سولہ ہوا کہ روم نہ ہوا کہ

پہلے چاروں کے لئے ہے۔ ان کا سب سے پہلا روم ہیں مالک روم صرف

۲۵) اس میں بار معنی میں الی کے سے اور دعاۃ مصدر مفعول کر معنی میں سے یعنی رُحْمًا اور انہما فیہ

یہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی "اَدْعُوكَ اِلَى الْمَدْعُو الَّذِي هُوَ الْاِسْلَامُ لِكُلِّ مَدْعُوٍّ"۔

یہ کلمہ محذوف کی اب تقدیر عبارت یہ ہوگی ادعویٰ الی کلمۃ داعیۃ الی الاسلام۔ دو کلمہ کلمہ

[illegible]

یہ ساتھ ہے۔ اول برسی کی اور دوم اُرسی کی جمع ہے۔ ابن فارس نے کہا۔ لفظ عربی نہیں۔ حمیری نے کہا کہ شامی ہے۔ اس کے

عافی میں۔ اصرار۔ ٹیکس وصول کرنے والے خدام و متعلقین، سنگبرین۔

بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ قَالَ الْيُوسُفُ

کوب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ اس کے بعد اگر وہ نہ مانیں تو تم لوگ کمدو (اے اہل کتاب) گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ یوسف

فَلَمَّا قَالَا مَا قَالَ وَفَرَّغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ

نے کہا جب ہر قیل سوال و جواب کر چکا اور خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے بعد شور و شغب ہونے لگا۔ یہاں تک کہ آوازیں

وَأَمْرَيْنَا أَخْرَجَنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أَخْرَجْنَا لَقَدْ أَمَرَ رَبُّنِ ابْنِ كِبْشَةَ

بلند ہو گئیں۔ اور ہمارے بارے میں حکم دیا گیا۔ ہم باہر نکال دیئے گئے۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ بھلا ابوبک

إِنَّهُ يَخَافُهُ مِثْلَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ سَيُظْهِرُ حَتَّىٰ أَدْخُلَ اللَّهُ عَلَيَّ

وہ کے بیٹے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان بہت بڑھ گئی اتنی کہ ان سے شہنشاہ روم و ق ڈرنے لگا۔ اس وقت سے مجھے اس

بات کا یقین رہا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت جلد غالب ہونگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرما دیا

کاشتکار یہاں یہی معنی ہے اس لئے کہ ابن اسحق نے بروایت زہری آگاریں اور مدائنی نے الفلاحین تخریج کیا ہے۔ برقانی نے اپنی روایت

آگاریں کی تفسیر حراثین کی ہے۔ حراث اور فلاح کے معنی کاشتکار کے ہیں۔ چونکہ رعایا میں کثرت کاشتکاروں کی تھی اسلئے تغلیباً بسمیۃ

باسم الجوز پوری رعایا مراد ہے۔ اور اگر اس روایت میں یرسین بمعنی متعلقین لیا جائے تو بھی رعایا کا مراد ہونا ظاہر ہے۔

عبداللہ بن اریس (۲۶) عبداللہ بن اریس کے متبع یہود و نصاریٰ تھے بنی اسرائیل میں بہت ظالم گذرا ہے اپنے نبی کو شہید کیا۔

فہ ابن ابی کبشہ (۲۷) ابن ابی کبشہ سے مراد ابوسفیان کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ابوبک کون تھا؟ شراح نے مختلف توضیحات

کی ہیں۔ ایک یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں کوئی گنام شخص ابوبکشہ تھا اہل عرب کی عادت تھی جب کسی سے ناراض ہوتی

تو اسے اُس کے کسی گنام دادا کی طرف منسوب کرتے۔ دوسری وجہ یہ بتائی کہ عرب میں بنی خزاعہ سے ایک شخص تھا جس کا نام رجز بن عامر

بن کعب تھا۔ اس کو ابوبکشہ کہتے تھے۔ اس نے قریش کے عقیدے کے خلاف بت پرستی کی مخالفت کی تھی۔ اور مشہور ستارہ شعری کی

پرستش کی دعوت دیتا تھا۔ قریش بت پرستی کی مخالفت میں اشتراک کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے

اس کے علاوہ اور مختلف توجیحات کی ہیں۔ ابوسفیان کا مقصود صرف تحقیر تھی۔ اس لئے والد ماجد دادا صاحبان کی طرف منسوب کر کے

ابن عبداللہ یا ابن عبدالمطلب نہیں کہا۔ حالانکہ حضور عام طور پر ابن عبدالمطلب سے مشہور بھی تھے۔ عبدالمطلب کی عظمت کی پورے

عرب پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی جانب نسبت کرنے میں عظمت کا اظہار تھا۔ اس لئے بجائے ابن عبدالمطلب کے ابن ابی کبشہ کہا۔

بنی الاصف (۲۸) سے مراد رومی ہیں۔ اصف کے معنی پیسے رنگ دلے کے ہیں۔ رومیوں کو بنی الاصف اس لئے کہا جاتا ہے۔ یہ اصف

بنی الاصف

الإِسْلَامَ (وَأَنَا كَارِيَةٌ) — وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِيْلِيَاءَ وَهَرَقُلَ

اور میں اس کے پہلے اسلام کو ناپسند کرتا تھا۔ امام زہری ہی سے مروی ہے کہ ابن ناطور جو ہرقل کا دوست اور ایلیاء کا

سُقْفٌ عَلَى نَهْاسِ عَلَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هَرَقْلَ حِينَ قَدِمَ إِيْلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا

حاکم اور شام کے نصرائیوں کا مخدوم تھا۔ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیاء (بیت المقدس) آیا تو ایک دن صبح پریشان نظر

خَبِثَتِ النَّفْسُ فَقَالَ بَعْضُ

آیات اس پر اس کے بعض

بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اصفر کا نام اصفراس لئے پڑا کہ ان کے باپ روم بن عیص نے شاہ حبشہ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ اس سے یہ پیدا ہوا۔ اس کا رنگ زردی مائل تھا۔ اس لئے اس کو اصفر کہنے لگے ابن الانباری نے کتاب التیجان میں یہ وجہ بیان کی۔ اصفر کی پردادی، حضرت سارہ نے بچپن میں اس کو سونے کے اتنے زیورات پہنا دیئے کہ اس کی جھلک سے زرد دکھائی دیتا تھا۔ اس لئے اس کو اصفر کہنے لگے۔

وہ ابن الناطور (۲۹) تین طرح منقول ہے۔ ناطور طائے ہملہ کے ساتھ۔ ناطور طا، معجمہ کے ساتھ۔ ناطور طا، ہملہ اور اخیر

میں الف کے ساتھ۔ اس کے معنی باغبان کے ہیں۔ ناطور اور ناطور کو کسی نے کہا عربی ہے۔ کسی نے عجمی بتایا۔ مگر ناطور اجمعی ہے۔

امام زہری کی ابن ناطور سے، عبد الملک بن مردان کے زمانے میں، دمشق میں، ملاقات ہوئی۔ اس سے انھوں نے خود یہ

ایتیں سنی ہیں۔ اس لئے "وکان ابن الناطور"۔ امام زہری کا قول ہے۔ امام زہری کے آگے، حدیث ابوسفیان میں جو راوی

ہیں وہ یہاں نہیں۔ یعنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس سے یہ روایت نہیں۔ بلکہ امام زہری نے بلا واسطہ

ابن ناطور سے یہ سنا ہے۔

فہ اسقفًا (۳۰) یہاں سات طرح روایت ہے اسقفًا الف کو پیش سین ساکن قاف کو پیش فا، مشدود ز بر الف کے

ساتھ۔ اسقفًا فارک ثبید کے بغیر۔ سقفا سین سے شروع جسے پیش ہے قاف کو زیر فا، مشدود ز بر کے

ساتھ سقفا سین اور قاف کو پیش فا، کو دوز بر الف کے ساتھ۔ معنی ان چاروں کے ایک ہیں۔ دینی پیشوا جو عیسائیوں میں پادری

ہوتا ہے۔ اسقف باب افعال سے فعل ماضی بھول۔ سقِفَ باب تفعیل سے فعل ماضی بھول۔ سقِفَ نصر کا فعل ماضی بھول

ان تینوں کے معنی یہ ہوئے کہ یہ شام کے نصرائیوں کا پادری بنایا گیا۔

فہ خبیث النفس (۳۱) مری النفس، متفکر، مست کسی مسلمان کو خبیث النفس کہنے کی حدیث میں مانعت ہے۔ مسلمان اپنے

بَطَارِقِهِ قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَكَانَ هِرْقُلُ حَزَاءً يَنْظُرُ

اراکین سلطنت ولہ نے بوجھا (کیا بات ہے) آپ کا مزاج ہم خلاف معمول پارہے ہیں۔ ابن ناطور نے کہا ہرقل

فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ

کاہن ولہ تھا علم نجوم میں نظر رکھتا تھا۔ اراکین کے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ میں نے آج رات جب ستاروں

مَلِكُ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ

میں نظر کی تو یہ دیکھا کہ ختنہ کرنیوالوں کا بادشاہ غالب ہو گیا

آپ کو بھی نہ کہیں۔ غیروں کو کہہ سکتے ہیں۔

ولہ بطارقت (۳۲) بہ بطریق کی جمع ہے۔ اس کے معنی مشیر کار۔ رکن سلطنت کے ہیں

ولہ حزار (۳۳) کاہن کے معنی میں ہے۔ کاہن اسکو کہتے ہیں جو شیاطین کے القار سے آئندہ کے حالات بتائے۔ یا علم نجوم

کے ذریعے۔ یا انحصار کے خطوط اور ساخت اور چہرے کے تل دیکھ کر گزشتہ اور آئندہ کے احوال کی خبر دے۔ آگے ہے :-

يَنْظُرُ فِي النُّجُومِ۔ اور ستاروں میں نظر رکھتا تھا۔ اگر اسے حزار کی تفسیر ٹھہرائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر قل نجومی تھا۔ اور اگر

اسے کان کی خبر ثانی بنائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر قل کاہن بھی تھا۔ اور نجومی بھی۔ اس تقدیر پر کاہن کے صرف دو معنی ہوں گے۔ علم نجوم

حق ہے۔ مگر اب اس پر عمل منسوخ ہو گیا ہے۔ اور کمات بقیہ دو معنوں کے اعتبار سے لغو و ممل ہے۔ اس پر اعتماد جائز نہیں۔ حدیث میں ہے

مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ بَرِئَ

مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ - (ابن ماجہ) بیزار ہو گیا جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔

ولہ ملک الختان قد ظہر (۳۴) جس بادشاہ کے ملک میں ختنوں کا دستور ہے وہ غالب آگیا۔

یہاں دو روایت ہے مُلْكٌ اور مَلِكٌ۔ دونوں کا حاصل وہی ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ

کو قرآن نے فتح میں فرمایا۔ اور یہی صلح حدیبیہ ہی اسلام کے غلبہ کا سبب بنی۔ زمانہ جنگ میں لوگ ڈر سے مدینہ آتے جاتے نہیں تھے

مسلمانوں سے تعلقات نہیں تھے۔ جب صلح کی وجہ سے تمام خطرات مٹ گئے اور اہل عرب آزادی کے ساتھ مسلمانوں سے ملنے جلنے

لگے ان پر اسلام کی حقانیت اور صداقت آشکارا ہونے لگی۔ اور اسلام پھیلتا گیا۔ مضبوط سے مضبوط تر ہونے لگا۔ سبب غلبہ

کو، غلبہ سے تعبیر کرنا عام محاورہ ہے۔

فَسَنُخْتَتِنُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ ۖ قَالُوا لَيْسَ نَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُودَ فَلَا يَهْمُنُكَ شَأْنُهُمْ

اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کراتے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا صرف یہود ختنہ کراتے ہیں آپ ان کی فکر نہ کریں اپنے

وَالْكِتَابُ إِلَىٰ مَدَائِنَ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوا مَنْ فِيهِمْ مِنَ الْيَهُودِ فَبَيَّنَّا هُمْ عَلَىٰ أَمْرِهِمْ

حدود مملکت کے شہروں میں فرمان بھیج دیجئے کہ یہاں جتنے یہودی ہوں قتل کر دیئے جائیں۔ اسی اثناء میں ہر قتل کے پاس

أَتَىٰ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ

ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر ہر قتل کو پہنچا دو

ایک عجیب و غریب بات (۳۵) شرح حدیث نے یہاں ایک عجیب و غریب بات لکھی ہے کہ ہر قتل نے یہ بات اس طرح جانی کہ علوین (زلزلہ)

مشتري) کا برج عقرب میں قرآن ہر بیس سال پر ہوتا ہے۔ اس طرح عند نبوی میں تین قرآن ہوئے۔ پہلے قرآن کی ابتدا

میں ولادت ہوئی۔ دوسرے قرآن کے اختتام پر نزول قرآن کا غار حرا سے آغاز ہوا۔ تیسرے قرآن کے اختتام کے قریب صلح حدیبیہ

ہوئی۔ انھیں ایام میں ہر قتل نے تاروں میں دیکھ کر یہ کہا تھا۔ پھر وجہ استدلال میں تحریر فرمایا کہ چونکہ برج عقرب مائی ہے علوین کا اس

قرآن اس کی دلیل ہے کہ ملک النحان کا ظہور ہو گیا۔

میں علم نجوم سے واقف نہیں۔ اس لئے کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ مگر ہر ناظر پر ظاہر ہے کہ یہ استدلال دو طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اولیٰ کہ

جب علوین کا برج عقرب میں قرآن مطلقاً ملک النحان کے غلبہ کی علامت تھی تو یہ غلبہ پہلے قرآن یا اس کے پہلے والے قرآن میں کیوں نہیں

ہو سکتا۔ دوسرے برج عقرب کے مائی اور اس میں علوین کا قرآن ملک النحان کے ظہور کی دلیل کس طرح ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آئی۔ اب

یا تو یہ کہئے کہ کچھ مقدمات محذوف ہیں۔ تو ان کو مذکور ہونا چاہئے۔ یا پھر یہ کہئے کہ کتب سابقہ میں یہ علامت مذکور تھی کہ جب فلاں صدی

میں اور صدی کے فلاں حصے میں علوین کا قرآن برج عقرب میں ہو گا تو یہ ظہور ہو گا۔ علوین کے برج عقرب میں مطلقاً قرآن کو دلیل

بتانا کسی طرح درست نہیں اور بہتر تو یہ ہے کہ شروح احادیث کو ایسی باتوں سے خالی رکھیں تو اچھا ہے۔

۳۶) اس شخص کے الفاظ ابن اسحاق نے یوں روایت کیا کہ ہم میں ایک شخص ظاہر ہوئے ہیں جو نبوت کا دعویٰ

کرتے ہیں کچھ لوگ ان کے تابع ہو گئے ہیں اور کچھ لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔ ان میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ میں انھیں

اسی حال پر چھوڑ آیا ہوں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتُخْبِرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اِذْهَبُوا فَانظُرُوا اَفْخَتَيْنِ هُوَا مَلَكَ

ہرقل نے اس شخص سے حال معلوم کیا۔ پھر حکم دیا لے جاؤ دیکھو یہ ختنہ شدہ ہے یا نہیں ؟

فَنظَرُوا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ اَنَّهُ لَفُخْتَيْنِ وَسَّئِلُهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمُ مَخْتَتِنُونَ

لوگوں نے اسے دیکھا اور ہرقل کو بتایا کہ یہ ختنہ شدہ ہے ہرقل نے اس سے عرب کے بارے میں پوچھا کیا اہل عرب

فَقَالَ هِرَقْلُ هَذَا مَلِكُ هَذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثَمُّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلَى صَاحِبِ لَهْ رُومَةَ

ختنہ کرتے ہیں اس نے بتایا عرب والے ختنہ کرتے ہیں۔ اب ہرقل نے کمایہی اس زمانے کا بادشاہ روم غالب آگیا پھر

ہرقل نے رومیہ کے اپنے ایک دوست

وَلَهْ رُومِيَّة (۳۶) یہ ملک روم کا ایک بہت عظیم شہر تھا۔ اس کی شہرپاہ میں میل لمبی تھی۔ وسط شہر میں صغریٰ نہر بہتی تھی۔ اس پر کئی

ایک پل تھے۔ ”باب“ نصاریٰ کا سب سے بڑا پیشوا میں رہتا تھا۔ یہاں چھ سو گز مربع زمین پر ایک گرجا تھا جس کی چھتیں رانگے کی اور

فرش سنگ مرمر کا تھا۔ اس گرجے کے نشہ نشیں میں ایک سونے کی کرسی تھی جس پر ”باب“ بیٹھ کر دربار کیا کرتا تھا۔ اس کے پیچھے

چاندی منڈھا ہوا ایک دروازہ تھا جو تہ خانے میں جانے کے راستے پر تھا۔ اس تہ خانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بطرس

کی قبر تھی۔ اس شہر کے دوسرے گرجا میں دوسرے حواری ”بولص“ کی قبر تھی۔

رومیہ میں ہرقل کے جو دست تھے جن کو ہرقل نے خط لکھا تھا۔ ان کا نام ضفاطر تھا۔ مدارج النبوت میں ہے کہ ہرقل نے والا

پڑھوانے کے بعد جب شور شغب ختم ہوا۔ تو حضرت دجیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رومیہ اپنے جیسے عالم فاضل اپنے دوست ضفاطر کے

پاس بھیجا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ان کی رائے کیا ہے۔ ضفاطر نے جب نامہ مبارک پڑھا اور حضرت دجیہ سے اوصاف مبارک

سے تو اس نے کہا۔ ان کے یہ اوصاف ہماری کتابوں میں ہیں۔ اور ہمیں ان کی نبوت میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں۔ اس کے

بعد ہر نکلا اور نصرانیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ اے رومیو! احمد عربی کی جانب سے دعوت نامہ آیا ہے۔ اس میں دین کی ہدایت

کی گئی ہے۔ آفتاب کی طرح ان کا نبی ہونا ہر شک سے بالاتر ہے۔ تم سب اللہ عزوجل کی الوہیت اور ان کی رسالت کی تصدیق کرو

یہ سنتے ہی وہ ظالم ان پر ٹوٹ پڑے اور شہید کر ڈالا۔

حضرت دجیہ نے واپس آکر سارا ماجرا ہرقل سے بیان کیا۔ اس روایت کی بنا پر یہ ماننا پڑے گا کہ ہرقل نے حضرت دجیہ یا ان

کے کسی ہمراہی کو کوئی خط بھی دیا تھا۔ اور حضرت دجیہ کو ”رومیہ“ بھیجنے کے بعد بیت المقدس سے حمص چلا آیا۔ اور

ضفاطر نے باہر نکلنے سے پہلے ہرقل کو خط کا جواب بھی لکھ کر حضرت دجیہ یا ان کے کسی ہمراہی کو دیدیا تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ رومیہ کا یہ ہرقل کا دوست

نہ تھا بلکہ ایک اور شخص تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ رومیہ کا یہ ہرقل کا دوست

نہ تھا بلکہ ایک اور شخص تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ رومیہ کا یہ ہرقل کا دوست

وَكَانَ نَظِيرُهُ فِي الْعِلْمِ وَصَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمَصٍ فَلَمْ يَرَمْ حِمَصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ

کے پاس لکھا اور یہ ہرقل کا علم میں ہم پہلہ تھا اور ہرقل حِمَصِ ولہ جو (دار السلطنت تھا) چلا آیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ ہرقل نے

مَنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلٍ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

دوست کا جواب آیا وہ بھی ہرقل کے ساتھ اس بات پر متفق تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا ہے اور یہ کہ وہ بلاشبہ

أَنَّ نَبِيًّا فَإِذِنْ هِرَقْلُ يُعْطَاءُ الرُّومَ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمَصٍ ثُمَّ أَمَرَ أَبْوَابَهَا

نبی ہیں پھر ہرقل نے روم کے عمائد کو حِمَصِ کے محل میں جمع ہونے کی اجازت دی جب سب جمع ہو گئے تو محل کے دروازوں کو بند

فَعَلِقَتْ ثُمَّ إِظْلَعُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ تَثْبُتَ

کر دیا۔ پھر ان کے سامنے آکر بولا۔ اے رومیوں کیا تم کو کامیابی اور ہدایت کی خواہش ہے اور کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا ملک

مُلْكُكُمْ فَتَبَايَعُوا هَذَا النَّبِيَّ فِيْ أَصُولِ حَيَصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدَهَا

باقی رہے؟ (اگر ہے) تو اس نبی سے بیعت کر داس پر وہ سب جنگلی گدھوں کی طرح بھڑک کر دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں

قَدْ غُلِقَتْ فَلَمَّا سَأَرَ أُمِّي هِرَقْلُ نَفَرَتْهُمْ وَأَيْسَ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ رُدُّوهُمْ

کو بند پایا جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو کہا ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ رجب

عَلَى وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِيْ أَيْفَا اخْتَبَرُ بِهِ أَشَدَّ تَكْمُرُ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ

سب واپس ہو گئے تو) ہرقل نے کہا۔ میں نے ابھی جو بات کہی تھی اس نے کسی تھی کہ دین پر تمہاری بخشگی کو آزمارنا تھا وہ میں نے

فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ وَلَهُ

..... دیکھ لی اس کے بعد سب نے اسکو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے ہرقل کا آخر وقت تک یہی حال رہا (یعنی وہ نصرانی ہی رہا)

ضغاط کے علاوہ کوئی اور ہو۔

ولہ حمص (۳۸) یہ اس زمانے میں ہرقل کا دار السلطنت تھا۔ یہ علاقہ میں ایک شخص "حمص بن مهران بن حان" کے نام پر ہے

امام ثعلبی نے فرمایا۔ اس شہر میں نو سو صحابہ کرام رونق افروز ہوئے۔ اس واقعہ کے دس سال بعد، عماد فاروق میں ۳۱ھ میں

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فتح فرمایا۔ یہ وباؤں سے پاک شہر ہے۔ یہاں سانپ بچھو نہیں ہوتے۔

ولہ فکان ذالک آخر شأن ہرقل (۳۹) اس حدیث میں ہرقل کے کلمات اس قسم کے ہیں جن سے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا کہ وہ کافر

مرا یا مسلمان۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اخیر وقت تک شک و تردید میں رہا ہو۔ اس لئے راوی نے وضاحت کر دی کہ ہرقل کا اخیر

لہ بالفاظ مختلفہ یہ حدیث ان ابواب میں بھی ہے۔ کتاب الجہاد۔ کتاب التفسیر (دو مقامات پر) کتاب الشهادات۔ جزیہ۔ ادب (دو

مقامات پر) ایمان۔ احکام۔ معاری۔ خبر واحد۔ استیذان۔ دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الاسلام والنبوة۔ علاوہ ازیں امام مسلم

نے معاری میں اور ترمذی نے استیذان میں ابوداؤد نے ادب میں اور نسائی نے تفسیر میں بھی ذکر کیا ہے۔

کتاب الایمان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دم تک یہی حال رہا۔ اور وہ ایمان سے محروم رہا۔ یہی صحیح ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد مشنہ میں دو ہی سال کے اندر اندر ایک لاکھ فوج لیکر جنگ موتہ کے موقع پر صحابہ کرام سے جنگ کرنے کے لئے تائب تک آیا تھا۔ پھر اسی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف فوجی تیاریوں کی اطلاع پر غزوہ تبوک واقع ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایام میں اسی نے پوری طاقت اور قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ پھر کیسے یہ مان لیا جائے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔

علاوہ ازیں غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھا۔ میں مسلمان ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کا دشمن جھوٹا ہے مسلمان نہیں۔ وہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ ہر قل جب شام سے قسطنطنیہ جانے لگا تو اس نے رومیوں کے سامنے تین باتیں رکھیں۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا مسلمانوں کو جزیہ دو۔ یا صلح کر لو۔ انھیں در ب تک دیدو۔ رومیوں نے قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد وہ شام سے نکلا۔ جب در ب پنپا تو سرزمین شام کو خستی سلام کرتے ہوئے کہا اے سرزمین سورۃ تجھے سلام پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور قسطنطنیہ چلا گیا۔

ان سب ظاہر ہے کہ اس کے ضمیر کی آواز کچھ بھی رہی ہو مگر سلطنت کی حرص نے اُسے ایمان سے محروم رکھا۔

ایمان بنیاد ہے ① انسان جن چیزوں کا شرعاً مکلف ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ یا تو اس کا صدور دل سے ہوگا۔ یا اس کا صدور

دیگر اعضاء سے۔ اول ایمان ہے ثانی اعمال یا اقوال۔ سارے اعمال و اقوال کی بنیاد ایمان ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو سارے اعمال حسنہ و اقوال صالحہ کا عدم۔ ارشاد ہے

کافروں نے جو کچھ کیا تھا ہم نے ان سب کو بکھرے ہوئے ذرے بنایا۔ کام کریں شقیں جھیلیں بھڑکتی آگ میں جھنیں۔

وَقَدْ مَنَّا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِن عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ نَبْءَةً
مَنْشُورًا۔ هَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً

اس لئے امام بخاری نے کتاب الایمان کو سب پر مقدم فرمایا۔

ایمان کی تعریف (۲) ایمان کے لغوی معنی کسی بات کو سچ ماننے کے ہیں۔ قرآن کریم میں برادران یوسف علیہ السلام کا قول مذکور

ہے۔ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ آپ ہمارے یقین نہیں کریں گے۔ اصطلاح شریعت میں تمام ضروریات دین کو دل سے سچ ماننے

اور زبان سے ان کی سچائی کے اقرار کرنے کو ایمان کہتے ہیں یہ تصدیق و اقرار تحقیقاً ہو خواہ تقلیداً (یعنی) زبان سے اقرار ایمان کا

رکن ہے۔ یا اقرار احکام کے لئے شرط۔ دونوں قول ہیں۔ اور اس خادم کے نزدیک دونوں درست ہیں۔ تصدیق قلبی کسی حال میں

ساقط نہیں البتہ اقرار باللسان بعض صورتوں میں معاف ہے جیسے حالت الکراہ میں یا ایسی حالت میں ایمان نصیب ہوا کہ اقرار کا وقت

نہ مل سکا۔ مگر اس کے رکن ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسے قرأت، قیام، رکوع، سجود، نماز کے ارکان ہیں۔ مگر عاجز سے ساقط ہو جاتا

ہیں (المستند المعتمد) اصل ایمان تصدیق قلبی ہے۔ مگر دنیا میں مومن ہونے کا غم لگانے کے لئے اقرار باللسان ضروری بھی ہے

اور کافی بھی۔ اگر کوئی زبان سے تمام ضروریات کی تصدیق کرے تو اس کو مسلمان ہی کہیں گے۔ بطن کا حال اللہ عزوجل کے سپرد ہے

(فتح الباری) **۳** ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں **اعمال ایمان کے جز ہیں یا نہیں** (۳)

ایمان کے سلسلے میں کثیر اختلافات ہیں۔ ان میں بنیادی اختلاف دو ہیں۔ اعمال و اقوال ایمان کے جز ہیں یا نہیں؟ ایمان گھٹتا بڑھتا

ہے یا نہیں؟۔ اہم مالک، امام شافعی امام احمد و جمہور محدثین اعمال و اقوال کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ اور امام غنیم و جمہور متکلمین و محققین

محکمین اعمال و اقوال کو ایمان کا جز نہیں مانتے۔ اسی کی فرع ایمان کے گھٹنے بڑھنے کا بھی مسئلہ ہے۔ فریق اول کے نزدیک اعمال و اقوال

کی زیادتی سے ایمان بڑھتا ہے اور کمی سے گھٹتا ہے۔ اور فریق ثانی کے نزدیک ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ صحیح درانج یہی ہے کہ اعمال

و اقوال ایمان کے جز نہیں۔ اور ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

دلائل (۴) اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ فرائض و واجبات کا تارک یا گناہوں کا مرتکب کافر نہیں۔ مومن

ہے۔ اب اگر اعمال و اقوال کو ایمان کا جز قرار دیں تو لازم آئے گا کہ کسی گناہ کا مرتکب، مسلمان نہ رہے۔ اس لئے کہ اتنا جز مستلزم ہے

انتفاک کل کو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اعمال و اقوال، ایمان کے جز نہیں۔ اور جب اعمال و اقوال، ایمان کے جز نہیں تو ایمان نہ گھٹے گا نہ بڑھے گا

قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں ایمان کا محل قلب کو بتایا گیا ہے۔ فرمایا اُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ اَنَ كَ

دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمادیا۔ اور ارشاد ہے مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاٰفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل نے ایمان نہیں قبول کیا۔ جب ایمان کا محل دل ہے اور دل کا

کہ تصدیق ہے نہ کہ عمل کرنا تو ثابت کہ ایمان تصدیق کا نام ہے اعمال و اقوال اس کے جز نہیں۔

نیز قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان پر عمل کا مصطفیٰ ہے، اور مصطفیٰ میں اصل یہ ہے کہ مطلقاً، معطوف علیہ کو نہ کہ جزاً تو ثابت

کہ ایمان عمل مغائر میں — نیز آیت کریمہ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ جو بھی مرد و

نیک کام کرے اور وہ مومن ہو۔ اس میں ایمان کو اعمال صالحہ کی شرط قرار دیا ہے کسی چیز کی شرط اس سے خارج ہوتی ہے اس

جز نہیں ہوتی۔ تو ثابت کہ اعمال، ایمان کا جز نہیں۔ مزید یہ کہ آیہ کریمہ، اِنَّ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَنَّا بِهِنَّ

وَلَمْ نَجْعَلْ لَّهِنَّ سُلْطَانًا فَرَمَا۔ حالانکہ قتال میں دونوں یا ایک فریق ضرور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس سے ثابت کہ گناہ کبیرہ

کا مرتکب مومن ہے۔ کافر نہیں۔ اور اگر اعمال کو ایمان کا جز نہیں تو لازم آئے گا کہ کبیرہ کرنے والا مومن نہ ہو کہ ذہبی کا ہے۔

طاہرہ ازیم منافقین کے بارے میں فرمایا کہ وہ مومن نہیں۔ حالانکہ وہ ایمان کا قرار کرتے تھے یہ اسی بنا پر ہے کہ وہ تصدیق

نہیں کرتے تھے تو ثابت کہ ایمان تصدیق ہی کا نام ہے۔ ایک جگہ فرمایا اَلَا مَنْ اَكْرَهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْحَقِّ۔ اگر وہ مجبور ہو

کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہو (وہ مومن ہے) اس سے صاف ظاہر کہ ایمان صرف تصدیق قلبی ہی کا نام ہے۔

جب یہ بات قرآن کریم کی ان نصوص سے ثابت ہو گئی کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اعمال اس کے جز نہیں۔ ورنہ

نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے تو ثابت کہ ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ تصدیق کسی بات کو اس طرح سچ جانے کو کہتے ہیں کہ اس کے خلاف کا ذکر برابر شاہد بھی دل میں باقی

رہے اگر یہاں جانب مخالف کا کوئی شاہد ہو تا تو اس کے وجود و عدم سے تصدیق گھٹتی یا بڑھتی۔ مثلاً ایک درجہ وہ ہوتا ہے جس

جانب مخالف کا کوئی شاہد نہ ہو تا یہ سب اعلیٰ تصدیق ہوتی۔ دوسرے وہ کہ جس میں جانب مخالف کا شاہد ہے یہ پہلے سے کتر درجے

کی ہوتی۔ پھر جس میں جانب مخالف کچھ زیادہ ہے یہ دوسرے سے بھی کتر درجے کی ہوتی ہے مگر چونکہ تصدیق اس اذعان کی کیفیت کا

نام ہے جس میں جانب مخالف کا ادنیٰ سا بھی شاہد نہ ہو اس لئے نہ یہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے۔

ان سب دلائل کے جواب میں امام شافعی وغیرہ کے حامی یہ کہتے ہیں کہ ہم جو اعمال کو داخل ایمان مانتے ہیں یا ایمان کی یلوثی

و نقصان کے قائل ہیں۔ اس سے مراد وہ ایمان کامل ہے جو دخول فی النار سے بچانے والا ہو۔ رہ گیا نفس ایمان جو مخلوق فی النار سے

نہی ہو اور آل کار موجب جنت ہو اس کے بارے میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ صرف تصدیق قلبی ہے۔ مگر چونکہ متعدد احادیث و

آیات میں ایمان کی زیادتی کا صراحتہ ذکر ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے ایمان کی زیادتی و نقصان ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم یہ

نہی ہو اور آل کار موجب جنت ہو اس کے بارے میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ صرف تصدیق قلبی ہے۔ مگر چونکہ متعدد احادیث و

کی تصحیح کے لئے کہتے ہیں کہ ایمان زیادتی و نقص قبول کرتا ہے۔ اس کے جواب میں اخاف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایمان بمعنی مذکور ضرور زیادتی و نقصان قبول کرتا ہے۔ اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ اس تقدیر پر یہ نزاع لفظی ہو گئی۔ کہ اخاف جو کہتے ہیں کہ ایمان زائد و ناقص نہیں ہوتا۔ ان کی مراد وہ ایمان ہے جو خلود فی النار سے منجی ہو۔ اور شوائع وغیرہ جو کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ اس کی مراد وہ ایمان کامل ہے جو دخول فی النار سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ نیز اخاف اور ان کے ہمنوا یہ کہتے ہیں کہ زبان عربی میں زیادتی و نقصان مقدار کی صفت ہے۔ اور ایمان چونکہ مقولہ کیف سے ہے اس لئے وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا البتہ شدیداً شدہ ضعیف اضعف ہوتا ہے۔ جن آیات و احادیث سے ایمان کے زائد و ناقص ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے ان میں یہی شدت و ضعف مراد ہے جس کو یوں سمجھئے کہ ایمان گز، فٹ، انچ، سے نہ ناپا جاسکتا ہے نہ رتی، توئے، سیر سے تولابا جاسکتا ہے۔ اگر وہ گز فٹ انچ سے ناپا جاسکتا یا تولابا جاسکتا مثلاً تو ضرور زائد و ناقص ہوتا۔ کسی کا ایمان گز بھر کسی کا انچ بھر ہوتا یا کسی کا تولے بھر کسی کا چھانک بھر۔ مگر چونکہ نہ یہ ناپا جاسکتا نہ تولابا جاسکتا ہے۔ اس لئے زیادت و نقصان سے متصف نہ ہوگا البتہ قوی، اقویٰ ضعیف اضعف ہوگا۔ مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔ بلی ولكن لیطمئن قلبی۔ ایمان تو ہے مگر چاہتا ہوں کہ اطمینان ہو جائے۔ طمانیت تصدیق سے زائد کوئی چیز نہیں تصدیق ہی کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ مثل شہور ہے شنیدہ کے بودماند دیدہ۔ ہیں حرمین طیبین کے وجود کا یقین کامل ہے۔ مگر دیکھنے پر جو بات ہوگی وہ اس وقت نہیں۔ یہ صرف کیفیت کی زیادتی، مقدار کی نہیں۔

اقول۔ مگر اردو زبان عربی کے مثل اتنی وسیع نہیں کہ مقدار کے لئے الگ لفظ ہو اور کیفیت کے لئے الگ۔ گھٹنا بڑھنا کم زیادہ ہونا۔ اردو میں مقدار کی بھی صفت ہے اور کیفیت کی بھی اس لئے اگر اردو میں کوئی یہ کہے کہ ایمان گھٹتا ہے یا بڑھتا ہو کم زیادہ ہوتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔ فَلْيَتَأَمَّلْ۔

علاوہ ازیں اخاف یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک ایمان اجمالی ہے مثلاً اجمالی طور پر یہ یقین کرنا کہ مذہب اسلام حق ہے دوسرے تفصیلی یعنی تمام ضروریات دین کو مفصلاً حق ماننا۔ مثلاً اللہ ایک ہے وحدہ لا شریک ہے حی و قیوم علوہ خالق و رزاق ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بدیہی بات ہے کہ ایمان اجمالی میں گھٹنے بڑھنے کا سوال ہی نہیں۔ ایمان تفصیلی ضرور گھٹتا بڑھتا ہے اس پر انکار بدہمت کا انکار ہے۔

اقول۔ یہ بنظر دقیق ایمان کی کمی زیادتی نہیں بلکہ متعلق ایمان کی کمی زیادتی ہے۔ یعنی ان باتوں کی کمی زیادتی جن پر ایمان لایا گیا یعنی مومن بہ کی۔ اور یہی مراد ان آیتوں اور احادیث سے ہے جن سے صراحتاً یا کسی طرح ایمان کی کمی زیادتی سمجھی جاتی ہے۔

مثلاً آیہ کریمہ وَإِذَا أُتْلِیَتْ عَلَيْهِمْ آیَاتُنَا نَزَّادَتْهُمْ إِیْمَانًا۔ جب ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان زائد ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آیات خود ایمان نہیں۔ مؤمن بہا میں یعنی ایمان کی متعلق ہیں ان پر ایمان لایا گیا ہے اس لئے یہاں زیادتی سے مراد وہی مؤمن بہ کی زیادتی ہے۔ مصدر بمعنی مفعول بہ شائع ذائع ہے۔

ضروریات دین ایمان کی تعریف میں جو ضروریات دین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام و خاص کو معلوم ہو۔ خواص سے مراد علماء ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علماء کی صحبت میں رہتے ہوں۔ اس بنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں مثلاً عذاب قبر، اعمال کا وزن۔ یونہی وہ باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام و خواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضروریات دین سے نہیں جیسے صلیبی بیٹیوں کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چٹا حصہ ملیگا۔

جن دینی باتوں کا ثبوت قطعی ہو اور وہ ضروریات دین سے نہ ہوں ان کا منکر اگر اس کے ثبوت کے قطعی ہونے کو جانتا ہو تو کماذ ہے۔ اور اگر نہ جانتا ہو تو اسے بتایا جائے بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان اور بتلنے کے بعد بھی اگر انکار کرے تو کافر۔ (شامی ص ۳۹۹)

وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں ان کا منکر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضروریات مذہب الہنت سے ہوں تو گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہوں تو خاطی۔

ضروریات مذہب الہنت مذہب الہنت کی ضروریات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا مذہب الہنت سے ہونا سب عوام خواص الہنت کو معلوم ہو جیسے عذاب قبر، اعمال کا وزن۔

تعلیقات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیس کیس بلا سند کچھ احادیث و اقوال صحابہ و اسلاف نقل کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں۔ ابن عمر نے کہا ابن ابی نعیم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے انکو تعلیقات کہا جاتا ہے چونکہ ان کی سندیں مذکور نہیں تو کسی کو شبہ کی گنجائش تھی کہ یہ صحیح یا معتبر ہیں یا نہیں۔ اس لئے شراح بخاری نے اس پر خصوصیت کے ساتھ تنبیہ کی ہے کہ چونکہ امام بخاری نے اس کا التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں صرف صحیح و مستند ہی احادیث درج کریں گے اس لئے تعلیقات کے اس کتاب میں درج ہونیکا مطلب یہ ہے کہ یہ سب امام بخاری کے نزدیک صحیح و مستند ہیں۔ بعض حضرات نے یہ تفصیل کی ہے کہ امام بخاری کا کسی تعلیق کو صیغہ مجزم (یعنی یقین) کے ساتھ ذکر کرنا ان کی جانب سے اس کے صحیح ہونے کا حکم کرنا ہے اور صیغہ تریض سے ذکر کرنا اس کی تصحیح کا حکم نہیں۔ لیکن اس کو واہی بھی نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ اگر وہ واہی ہوتی تو اس کتاب میں درج کرتے۔ اسکی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی۔

ت (۱) وَالْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ مِنَ الْإِيمَانِ ۝ ت (۲) وَكَتَبَ عُمَرُ

اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے بغض ایمان سے ہے ۝ حضرت عمر

قرطبی نے کہا کہ بخاری کی تمام تعلیقات صحیح و مسند ہیں۔ سند اس لئے نہیں ذکر کی تاکہ اصل کتاب میں جن سخت شرائط کی پابندی کی ہے۔ ان میں اور جو ان شرائط پر نہیں ہیں دونوں میں فرق کر دیں۔ یعنی جن احادیث کو سند کے ساتھ ذکر کی ہیں انہیں میں جن شرائط کا لحاظ کیا ہے۔ ان شرائط پر تعلیقات پوری نہیں اترتیں۔

۝ (۱) ان الفاظ کے ساتھ یہ تعلیق کہیں نہیں ملی۔ کتب حدیث میں بالفاظ مختلفہ اس معنی کی احادیث ہیں مثلاً ابو داؤد میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله تمام اعمال سے افضل اللہ کیلئے محبت کرنا اور اللہ کیلئے عداوت کرنا مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا

اوثق عرى الايمان الحب في الله والبغض في الله ایمان کی سب سے مضبوط گرہ اللہ کیلئے محبت کرنا اور اللہ کیلئے عداوت کرنا ابو داؤد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا :-

من احب الله والبغض لله واعطى الله ومنع الله فقد استكمل الايمان جس نے اللہ کے لئے محبت کی اللہ کے لئے عداوت کی اللہ کو دیا اللہ کے لئے منع کیا۔ اس نے ایمان کامل کر لیا۔

اللہ کے لئے محبت (۲) اللہ کے لئے محبت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے اس لئے محبت کی جائے کہ وہ دیندار ہے اور اللہ عداوت کا مطلب کیلئے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ کسی سے عداوت ہو تو اس بنا پر ہو کہ وہ دین کا دشمن ہے یا دیندار نہیں اسی طرح اللہ کے لئے دینے اور منع کرنے کا بھی مطلب یہ ہے کہ کسی کو کچھ دے تو اللہ کی رضا مطلوب ہو اور کسی کو کچھ دینے سے انکار کرے تو اس سے بھی اللہ کی خوشنودی مقصود ہو۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ محبت و عداوت گھٹی بڑھتی ہے اور جب یہ ایمان سے ہے تو ثابت کہ ایمان بھی گھٹتا بڑھتا ہے ہمارا جواب یہ ہے کہ محبت و عداوت بھی کیفیات نفسانیہ ہیں۔ تو لازم یہ آیا کہ ایمان باعتبار کیف گھٹتا بڑھتا ہے۔ اسکے ہم منکر نہیں۔

۝ ابو داؤد۔ مصنف ابن ابی شیبہ

بُنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيٍّ بُنْ عَدِيٍّ أَنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُودًا
 بن عبد العزیز نے عدی بن عدی کو لکھا کہ ایمان کے لئے فرائض و عتائد و حدود و

عمر بن عبد العزیز (۳) بن مروان بن الحکم بن العاص بن امیہ۔ خلفائے راشدین میں سے ایک ہیں۔ جلیل القدر تابعی اپنے
 وقت کے امام عادل زاہد متورع ہیں۔ ان کی والدہ ام عاصم لیلی بنت عاصم بن فاروق ہیں۔ ۱۳۰ھ میں طوان مصر کے ایک شہر
 میں اسی سال پیدا ہوئے جس سال حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے یعنی ۱۳۰ھ میں اور ۱۳۰ھ یا ۲۵ تاریخ کو
 رجب کے مہینے میں پختنبہ یا جمعہ کو لگ بجگ چالیس سال کی عمر میں وصال ہوا۔ ان کا لقب شج بھی ہے۔ شج کے معنی ہیں سر یا
 چہرے کے زخم والا۔ بچپن میں گھوڑے نے پیشانی پر مار دیا تھا۔ اس کا نشان رہ گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری نسل میں ایک لڑکا ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ خلیفہ
 ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم سے بھری ہوگی۔

یہ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں مدینہ طیبہ کے ۸۶ھ لغایت ۹۳ھ سات سال والی رہے۔ اسی زمانے ولید بن عبد الملک
 کے حکم سے مسجد نبوی کی توسیع کی۔ ازواج مطہرات کے حجروں کو مسجد میں داخل کیا۔ جبے ردضہ اقدس بھی اندرون مسجد آگیا۔

سلیمان بن عبد الملک نے ان کو اپنا ولیعہد بنایا تھا۔ دس صفر ۹۹ھ کو مرا۔ اس کے مرنے کے بعد خلیفہ ہوئے۔ چونکہ
 یہ بنی امیہ کی چیرہ دستیوں پر سخت پابندی لگائے ہوئے تھے اس لئے وہ ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان کے ایک غلام کو ایک ہزار
 دینار کی لالچ دیکر زہر دلایا۔ اسی کے اثر سے بیس دن بیمار رہ کر دیر سماعان میں حلب کے قریب وصال فرمایا۔ وہیں دفن ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان کی مدت خلافت وہی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔ حضرت صدیق
 اکبر کی مدت خلافت دو سال تین مہینے دس دن تھی۔ ۱۳ ربیع الاول کو بیعت ہوئی۔ اور خلافت کے تیسرے سال ۲۲ جمادی الآخرہ
 کو وصال فرمایا۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ان کی مدت خلافت دو سال پانچ مہینے دس یا پندرہ دن تھی۔

ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور مقدس ناخن کے تراشے تھے۔ وصیت فرما گئے
 تھے کہ انہیں میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے پیچھے اس وقت نہاد پڑھی جب یہ مدینے کے حاکم تھے۔ فرمایا:۔ میں نے کسی کو
 ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھنے والا نہ دیکھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امت

وَسُنَّا. فَمَنْ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلْ الْإِيمَانَ

اور سنن ہیں جس نے ان سب کو پورا کیا اس نے ایمان کو کامل کر لیا اور جس نے ان کو پورا نہیں کیا۔ اس نے اپنا ایمان کامل

فَإِنْ أَعَشْ فَمَا بَيْنَهُمَا لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا وَإِنْ أَمِتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِخَيْرٍ

نہ کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو تم سے ان سب کو بیان کروں گا تاکہ تم اس پر عمل کرو اور اگر میں وفات پا گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے

کے پہلے مجھ دہیں۔ امام نووی نے فرمایا کہ کثیر علماء نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اتنے زبردست عالم تھے کہ مشہور تھا کہ اس وقت کے

علماء ان کے تلامذہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث سنی ہے۔ ان کے عہد میں

صحابہ کرام کے وجود سے دنیا خالی ہو چکی تھی جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک صدی گزرنے پر آج کا کوئی نبی

زندہ نہ رہے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بخاری میں صرف ایک حدیث مروی ہے۔ رِوَاۃ میں ایک اور صاحب عمر بن عبدالعزیز بن عمران

ہیں۔ جن کی حدیث نسائی نے لی ہے۔

عدی بن عدی بن عُمیر (۴) یہ تابعی ہیں۔ یہ اپنے باپ اور چچا عرس بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ یہ دونوں صحابی

ہیں۔ اور ان سے کثیر تابعین نے روایت کی۔ امام بخاری نے فرمایا۔ یہ اہل جزیرہ کے سردار ہیں۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے

جزیرہ اور موصل کے عامل تھے۔ اسی زمانے میں ان کو یہ لکھا تھا۔ سن۱۲۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ صحیحین میں ان کی کوئی روایت

نہیں اور نہ ترمذی میں۔ البتہ ابوداؤد اور نسائی وابن ماجہ میں ہے

لَهُ الْإِيمَانُ فَلَا يُضْ (۵) شرح حدیث نے اپنے وجدان کے مطابق یہ تفسیر کی ہے کہ فرائض سے مراد اس کا معنی فقہی ہے یعنی

جو عبادتیں فرض ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد علم دین کی تحصیل وغیرہ وغیرہ شرائع سے مراد اعتقادات ہیں۔ حدود سے مراد

منہیات شرعیہ ہیں اور سنن سے مراد مستحبات ہیں۔ اس سے بھی امام بخاری کی غرض یہی ہے کہ اعمال جزر ایمان ہیں اور یہ گھٹے بڑھتے ہیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مذہب یہی تھا۔

جواب یہ ہے کہ انھوں نے اخیر میں فرمایا۔ جس نے ان کو کامل طور پر ادا کیا اس نے ایمان کامل کر لیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایمان

کامل کے اجزاء ہیں۔

وَالْمَعَاذُ بِجَبَلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ (۶) انصاری خزرجی۔ نقلہ وعباد صحابہ میں بہت تمار حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو

عبداللہ ہے۔ بہت حسین وجمیل۔ شجاع سخی تھے ۱۸ سال کی عمر میں ایمان لائے۔ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ سب پہلے اجتہاد کی اجازت

لے کر ابوالحسن عبدالرحمن ابن عمر بن یزید، رستگاب ایمان میں۔ مصنف ابن ابی شیبہ

ت (۳) وَقَالَ مَعَاذُ اجْلِسْ بِنَاؤُمِنْ سَاعَةٍ ۝ ت (۴) وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ

کی آرزو نہیں۔ اور حضرت معاذؓ نے فرمایا ہمارے ساتھ بیٹھو تا کہ تھوڑی دیر ایمان کی باتیں کریں وہ۔ حضرت ابن مسعود

الْيَقِينُ الْإِيمَانُ كُلُّهُ ۝

وہ نے فرمایا یقین پورا ایمان ہے ۝

انہیں کہ ملی۔ جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے۔ تو ان سے دریافت فرمایا۔ اے معاذ فیصلہ کیسے کر دو گے۔ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو، فرمایا رسول اللہ کی سنت سے۔ فرمایا۔ اس میں بھی نہ ملے تو۔ عرض کیا کامل غور و خوض کے بعد اپنی رائے (قیاس) سے۔ فرمایا۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے فرستادے کو خیر کی توفیق دی۔

ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے۔ کبھی کبھی اپنے ساتھ سواری پر بھی بٹھالیتے۔ ان کے بارے میں فرمایا۔ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو "ابن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ۔ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔

اس کے علاوہ یہ ملکی سیاست و جنگی مہمات میں بھی صائب رائے رکھتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم ان سے تمام مشورے میں مشورہ لیتے۔ ایک بار حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ امین امت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد شام کی پوری افواج کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے۔ مگر عمواؤس کے طاعون نے انہیں بھی نہیں چھوڑا۔ حضرت ابو عبیدہ کے چند ہی دن بعد سنہ ۱۸ھ میں وصال فرمایا۔ اس وقت عمر مبارک چوتیس سال کی تھی۔ ان سے ۱۵۰ احادیث مروی ہیں۔ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہیں۔ تین صرف بخاری نے۔ ایک صرف مسلم نے روایت کی ہے۔

وہ اجلس بنا ⑤ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ مومن تھے اس لئے ان کے اس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ ایمان کی باتیں کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ دلائل و آیات میں غور و خوض کر کے ایمان کو اور مضبوط بنائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ تجدید ایمان کریں جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا۔

جَدِّدُوا إِيمَانَكُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نَجِدُّ إِيمَانَنَا قَالَ أَكْثَرُوا مِنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تازہ کریں فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھکر (احمد و طبرانی)

پہلے معنی کی تائید اس تعلق کی دوسری روایت سے ہوتی ہے جیسے ابن ابی شیبہ نے اسود بن ہلال سے روایت کیا کہ قَالَ لِي مَعَاذُ اجْلِسْ بِنَاؤُمِنْ سَاعَةٍ يَعْنِي نَذْكُرُ اللَّهَ مجھ سے معاذ نے کہا آؤ کچھ دیر بیٹھکر مومن ہو لیں یعنی اللہ کا ذکر کریں نیز اسی میں اسود بن ہلال ہی سے ہے کہ حضرت معاذ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک سے فرمایا۔ اے بعد دونوں بیٹھکر اللہ

۱۵ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵ رستہ و ابو نعیم حلیہ میں۔ بیہقی زہد میں۔

ت (۵) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدْعَ مَا حَاكَ

اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا انسان تقویٰ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا وہ جب تک اس بات کو نہ چھوڑے

فِي الصَّادِرِ

جو دل میں کھٹکے

کا ذکر کرتے اور اس کی حمد کرتے۔

ولہ ابن مسعود (۵) ان کا نام عبداللہ ہے کنیت ابو عبد الرحمن ہے یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ابتدا ہی میں حضرت عمرؓ سے بھی پہلے ایمان لائے۔ بعض لوگوں نے کہا یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ ان کی والدہ ام عبد بھی ایمان سے مشرف ہوئیں۔ بعض احادیث میں انکو ابن ام عبد بھی فرمایا گیا ہے۔ انھوں نے حبشہ بھی ہجرت کی اور مدینے بھی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ خادم خاص، صاحب سر تھے جنوُب نعلین مبارک اتارتے تو یہ انھیں اپنی آستین میں رکھ لیتے۔ اسی لئے ان کو صاحب سر و صاحب نعلین و صاحب سواک اور صاحب دسادہ کہا جاتا ہے۔ ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لئے ابن ام عبد جو پسند کریں مجھے بھی پسند ہے اور جسے یہ ناپسند کریں میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ بہت دبلے پتلے تھے۔ قد بھی بہت منحقر تھا۔ لمبے آدمی بیٹھے ہوتے اور یہ کھڑے ہوتے تو برابر ہی رہتے۔ غزوہ بدر میں ابو جہل کا سر انھوں نے ہی تن سے جدا کیا۔ مجتہدین صحابہ کی صف اول میں ہیں۔ فقہ حنفی کی زیادہ تر بنیاد انھیں پر ہے فقہ حنفی ہی کیا، مطلق فقہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اسے بویا عبداللہ بن مسعود نے سنیچا غلقہ نے اور کاٹا ابراہیم نخعی نے اور اسے گاہا حماد نے اور اسے پیسا ابو حنیفہ نے اور گوندھا ابو یوسف نے اور روٹی پکانی امام محمدؒ نے ساری دنیا ان کی روٹی کھاتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کوفے کا قاضی اور بیت المال کا خازن بنایا تھا۔ ابتدا خلافت عثمانی تک اسی منصب پر رہے پھر مدینہ طیبہ واپس آئے وہیں ۳۲ سنہ میں وصال فرمایا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ساٹھ سے کچھ اور تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ یہ اس درجے کے صحابی ہیں کہ ان سے چاروں خلفاء راشدین اور کثیر صحابہ نے حدیث روایت کی۔ تابعین انکے علاوہ ہیں۔ عبادلہ اربعہ میں یہ بھی ہیں۔ عبادلہ اربعہ سے مراد چار وہ علم و فضل میں ممتاز صحابہ کرام ہیں جن کے نام عبداللہ ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ چار حضرات یہ ہیں:۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ لیکن فقہاء کے نزدیک عبادلہ اربعہ میں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے حضرت عبداللہ بن مسعود داخل ہیں۔ اس میں یہ تطبیق ہے کہ پہلی محدثین کی اصطلاح ہے اور دوسری فقہاء کی۔

ان سے ۹۴۸ حدیثیں مروی ہیں ۶۴ بخاری اور مسلم نے ۲۱ صرف بخاری نے ۳۵ صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔
یہ تعلیق پوری یوں ہے۔

وَالصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ ○ الصبر نصف الایمان والیقین کلمہ۔ صبر آدھا ایمان ہے اور یقین پورا۔

یقین اس علم کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کا تردد و شک کا شائبہ نہ ہو۔ یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ ایمان صرف یقین اور تصدیق کا نام ہے۔

وَمَنْ ابْنُ عَمْرٍ ○ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں نام عبداللہ ہے ام المومنین حضرت

حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں۔ ان کی ماں زینب بنت مطعون حضرت عثمان بن مظعون کی بہن تھیں۔ یہ اپنے والد

ماجد کے ساتھ مکہ میں بچپن میں مشرف باسلام ہوئے اپنے والد ہی کے ساتھ ہجرت کی۔ کم سنی کی وجہ سے عزوہ بدر و عزوہ احد

میں شریک نہ ہوئے۔ جنگ احد میں شرکت کرنی چاہتے تھے مگر واپس کر دیئے گئے۔ اس کے بعد یہ تمام غزوات میں شریک

ہوئے۔ عبادلہ اربعہ میں سے ہیں۔ بہت بڑے عابد و زاہد محتاط متقی تھے۔ حضرت جابر نے فرمایا۔ ہم میں سے ہر ایک کچھ نہ کچھ

کی طرف جھکا سوائے ابن عمر اور عمر کے۔ میمون بن مہران نے کہا۔ میں نے ابن عمر سے زیادہ پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔

ہمیشہ حق پر ثابت قدم رہے کلمہ حق کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے۔ ان بزرگوں میں سے ایک یہ بھی ہیں جنہوں نے یزید

کی بیعت نہیں کی۔ حجاج ایک بار دیر تک خطبہ دیتا رہا۔ اور نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ فرمایا۔ اے حجاج سورج تیرا انتظار نہیں

کرے گا۔ عرفات مزدلفہ وغیرہ میں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا۔ حجاج سے آگے بڑھ کر قیام فرماتے

اس وجہ سے حجاج ان سے چڑھا رہتا تھا۔ حجاج نے ایک شخص کو انھیں شہید کرنے پر مقرر کر دیا۔ اس شخص نے نیزے کی آنی زہریں

بجھالی۔ عرفات سے واپسی میں راستے میں بھڑک کر کے یہ شخص ان سے چپک گیا۔ اور یہ زہر آلود آنی ان کے قدم کی پشت میں چھادی

اس کے صدمے سے چند دن بیمار رہ کر واصل بحق ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذوالحجہ میں وصال ہوا۔

حجاج نے نماز جنازہ پڑھائی مکہ معظمہ کے قریب مفتح میں یا ذوال طوی میں ماجرین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

نزدول وحی سے ایک سال قبل پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کے چھ ماہ بعد ۳۷

میں وصال ہوا۔ ۸۶ سال کی عمر پائی۔

ان سے ۲ ہزار ۶ سو تیس حدیثیں مروی ہیں۔ ایک سو ستر امام بخاری اور مسلم دونوں نے اور اکاسی صرف بخاری نے اور

امام مسلم نے اکتیس لیں۔

⑤ حَدِيثُ اركانِ اسلام

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا — اسلام کی بنیاد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ

پانچ چیزوں پر ہے وہ اس بات کی گواہی دینی کہ اللہ کے سوا کوئی

مُحَمَّدٌ أَرْسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ عَلَيْهِ

معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ حج کرنا۔ اور رمضان کو روزہ رکھنا

صحابہ میں ایک بزرگ اور عبد اللہ بن عمر حرمی ہیں۔ ان سے وضو کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔ بعض لوگوں نے

ان کے صحابی ہونے میں کلام بھی کیا ہے

وَهُ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدَ الْخَيْرَ ⑪ تقویٰ کے اصل معنی ہیں کسی چیز سے مکمل طور پر بچنا۔ اور شریعت میں شرک، کفر، گناہ سے بچنے کو

کہتے ہیں۔ اس کے تین درجے ہیں۔ اول کفر و شرک سے بچنا۔ دوم گناہ سے بچنا۔ تیسرے شہادت سے بچنا۔ ایک چوتھا درجہ صوفیاء کرام کے نزدیک ہے یعنی ماسوی اللہ سے بچنا۔

تقویٰ کے تینوں مدارج کی بنیاد، خشیت خداوندی ہے اس لئے تقویٰ کے معنی خشیت خداوندی کے آتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں تقویٰ اس معنی میں وارد ہے جیسے

إِيَّايَ فَاتَّقُونِ هَ صَرَفَ مَجْہُے ڈر د۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر د۔

حَاكٍ ⑫ کے معنی کھٹکنے اور تردد کے ہیں۔ یہاں مراد وہ باتیں ہیں جن کے حلال و حرام ہونے میں تردد ہو اس کے مباح ہونے پر ظن غالب نہ ہو۔ اس اثر کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ صحیح معنی میں متقی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ایسی باتوں سے بھی نہ بچے جن کی حلت و حرمت مشکوک ہو۔

یہی مضمون مسلم شریف کی ایک حدیث میں یوں مذکور ہے جو نو اس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ نیکی اور برائی کیا ہے؟ فرمایا

علہ بخاری تفسیر۔ مسلم ایمان۔ ترمذی ایمان۔ نسائی ایمان۔ مسند امام احمد۔ بیہقی۔

⑨ حَدِيثُ شُعْبِ الْإِيمَانِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَلْحَاكٌ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتُ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيَّ النَّاسُ
نیکی، خوش اخلاقی ہے اور برائی ایسا کام کرنا ہے جو تیرے دل میں کھٹکے
اور تجھے یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اس سے باخبر ہوں۔

اسی کو عطیہ سعدی کی حدیث میں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیلئے بیان فرمایا۔

لَا يَكُونُ الرَّحْلُ مِنَ السَّاقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ كَوْنِي اس وقت تک متقی نہیں ہو گا جب تک اس کام سے بھی شے
حذر لا ما باس به۔ جس میں کوئی حرج نہ ہو اس سے بچنے کیلئے جس میں حرج ہے

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو یوں بیان فرمایا۔

تَمَامُ التَّقْوَى أَنْ تَتَّقِيَ اللَّهَ حَتَّى تَتَرَكَّ مَا يَرَى أَنَّهُ حَلَالٌ پورا تقویٰ یہ ہے کہ تو اللہ سے ڈرے۔ یہاں تک کہ جسے مباح جانا
خشية ان يكون حرامًا۔ اُسے بھی نہ کرے اس اندیشے سے کہ کبھی حرام نہ ہو۔

ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جن باتوں کی حلت و حرمت کے بارے میں شرع سے واضح نص موجود نہ ہو اور اس کی حلت و حرمت
کے بارے میں دلائل شرعیہ متعارض ہوں۔ اس سے بچا جائے۔ اسی بنا پر فقہ کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں علمائے
اہل سنت اختلاف رائے رکھتے ہوں ان سے بچا جائے بشرطیکہ اپنے مذہب کی بنا پر کسی محظور و ممنوع کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو۔

تشریحات ⑨

وله بُنِيَ الْإِسْلَامُ ⑩ صلاة کے سولہ معانی ہیں۔ قرآن و حدیث میں زیادہ تر اس کے ۵ معانی آتے ہیں مطلق دُعا۔ نماز۔

طلب رحمت کی دعا (درود) انزال رحمت۔ استغفار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کا فاعل بندہ ہو۔ اور متعلق انبیاء نہ ہوں تو مطلق
دعا۔ یا نماز مراد ہوگی۔ اور اگر اس کے متعلق انبیاء ہوں۔ تو طلب رحمت (درود) اور اگر اس کا فاعل اللہ ہو تو مراد انزال رحمت اور
جب فرشتے ہو تو استغفار۔ یہاں نماز مراد ہے۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ صحیح طریقے سے پڑھے۔

زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی و پاکی کے بھی ہیں اور اچھی طرح بڑھنے کے بھی۔ یہاں فقہی زکوٰۃ مراد ہے۔ صیام صوم۔ کے معنی رکنے کو ہیں

یہاں مراد یہ ہے کہ عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے جماع سے رک جائے۔
حج کے لغوی معنی تھمد و ارادے کے ہیں۔ یہاں مراد، حج فقہی ہے۔

بنی الاسلام علی خمس | ○ کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق کی روایت میں تصریح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ پانچ ارکان پر ہے جیسا کہ مسلم میں ہے:-

صرف ان پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد اس لئے قائم ہے کہ عبادت مفروضہ منحصر ہے بدنی اور مالی میں۔ اگر محض مالی ہے۔ تو یہ زکوٰۃ ہے اور بدنی کی دو صورتیں ہیں۔ صرف قوی ہے یا صرف بدنی۔ صرف بدنی روزہ۔ صرف قوی توحید و رسالت کی شہادت۔ یا قوی بدنی دونوں ہے۔ یہ نماز ہے۔ اور مالی بدنی دونوں ہے توحج ہے۔

اس حدیث میں حج صیام سے پہلے مذکور ہے حالانکہ روزہ سنہ میں اور حج سنہ میں فرض ہوا۔ نیز روزہ ہر اقل و بالغ پر فرض ہے اور حج صرف مالداروں پر۔ روزہ ہر سال فرض ہے اور حج عمر میں صرف ایک بار اس کا مقتضی تھا کہ صیام حج پر مقدم ہوتا۔ اور مسلم میں بطریق سعد بن عبیدہ صیام حج پر مقدم ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے کہا والحج وصیام رمضان۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا نہیں۔ صیام رمضان والحج۔ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ نیز مسلم میں بطریق حنظلہ جو روایت ہے۔ اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بخاری میں روایت بالمعنی ہے۔ اور داؤد چونکہ مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ ترتیب نہیں چاہتا اس لئے کوئی حرج نہیں۔ خود کتاب تفسیر میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صیام حج پر مقدم ہے۔

یہاں ایک شبہ یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ پانچوں چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں تو لازم آئے گا کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک مسلمان نہ ہے۔ یہ اجاع امت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا۔ کہ یہاں اسلام سے مراد کمال اسلام ہے۔ اور یہ طے ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا تارک کامل مومن نہیں۔ جیسے کسی مکان کا کوئی ستون یا کونہ گر جائے تو وہ مکان ناقص ضرور رہوگا۔ مگر مکان رہے گا۔

تشریحات ۹

۱) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۱) اپنی اس کنیت کے ساتھ اتنے مشہور ہوئے کہ نام گناہ ہو گیا۔ جتنا ان کے نام کے بارے میں اختلافات ہیں کسی کے نام کے بارے میں امتناختلاف نہیں۔ علامہ عبدالبر نے فرمایا بیس قول ہیں۔ اور علامہ نووی نے فرمایا کہ تیس سے زیادہ اقوال ہیں۔ ایک روایت ہے کہ ان کا نام جاہلیت میں عبد شمس تھا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد

قَالَ الْإِيمَانُ بَضْعٌ وَبِسْتُونٍ

ایمان کے ساٹھ سے کچھ زائد حصے

عبدالرحمن رکھا گیا۔ علامہ عینی نے فرمایا سب سے قریب تر یہ قول ہے کہ ان کا نام عبداللہ یا عبدالرحمن تھا۔ اور باپ کا صخر قبیلہ اؤس کے فرد تھے۔ اپنی کنیت کے بارے میں خود بتایا کہ میں بکریاں چراتا تھا۔ میری ایک چھوٹی بلی تھی۔ اس سے دل بہلاتا تھا۔ تو لوگوں نے ابوہریرہؓ کو کنا شروع کر دیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس بلی کو آستین میں رکھے رہتے۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا۔ اے ابوہریرہؓ۔ اب یہی عام و خاص کے زبان زد ہو گیا۔ ہریرۃ کی تصغیر ہے ہرۃ کے معنی بلی ہریرۃ کے بلیا اور ابوہریرہ کے معنی بلیا کے باپ۔

ان کی ماں کا نام میمونہ یا امینہ تھا۔ زلمے تک اسلام سے مشرف نہ ہوئیں۔ ابوہریرہؓ کی درخواست پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اور وہ مسلمان ہو گئیں۔

خبر کے سال ایمان لائے۔ اصحاب صفہ کے نقیب تھے۔ ان کی دیکھ بھال تعلیم و تربیت ان کے سپرد تھی۔ مسلمان ہونے کے بعد ہمیشہ خدمت اقدس میں حاضر رہے۔

تمام غزوات میں ہمراہ رہے۔ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ حدیثیں انھیں سے مروی ہیں۔ اجلہ صحابہ کرام ان سے حدیثیں پوچھتے۔ اور لوگوں کو ان کے پاس بھیجتے۔ خود فرمایا تم لوگ کہتے ہو۔ ابوہریرہؓ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں جانا ہے۔ میں مسکین تھا کھانے کو مل جاتا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا۔ مہاجرین بلذلوں میں تجارت میں رہتے انصار اپنے کام میں۔ میں ان موقعوں پر موجود رہتا کہ یہ لوگ نہ ہوتے۔ میں ان باتوں کو یاد رکھتا جو یہ لوگ یاد نہیں رکھتے۔ پہلے ان کا حافظہ اتنا قوی نہ تھا۔ ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ضُعت حافظہ کی شکایت کی فرمایا۔ اپنی چلا پھیلا۔ انھوں نے چادر پھیلا دی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو چلو اس میں ڈالا پھر حکم دیا کہ چادر سینے سے لگاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ فرماتے ہیں۔ پھر میرا حافظہ اتنا قوی ہو گیا کہ اس کے بعد پھر کچھ نہیں بھولا۔

یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے علم کا دو برتن عطا فرمایا ہے۔ ایک تو لوگوں میں پھیلاتا ہوں۔ اگر دوسرے کو ظاہر کروں تو بیٹھا کاٹ ڈالا جائے۔

ان سے پانچ ہزار تین سو چوبتر احادیث مروی ہیں۔ تین سو پانچ امام بخاری و امام مسلم دونوں نے۔ تیرا نوے صرف بخاری

علہ بخاری کتاب العلم ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳

شُعْبَةٌ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيمَانِ لَهُ

شعبے ہیں وہ اور حیا وہ بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے

نے اور ایک سو نوے صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

ان سے آٹھ سو حضرات نے روایت کی ہیں جن میں صحابی بھی ہیں اور تابعی بھی۔ اجلہ صحابہ مثلاً حضرت ابن عمر حضرت جابر حضرت انس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے حدیث اخذ کیں۔

اللہ کے اس فضل پر یوں شکر ادا کرتے۔ یتیمی میں پلا۔ مسکینی کی حالت میں ہجرت کی۔ بسرہ بن غزوہ ان کا نوکر بنا۔ انھوں نے میری شادی بھی کر دی۔ اس اللہ کا شکر جس نے دین کو پشت پناہ۔ اور ابوہریرہ کو امام بنادیا۔ اتنی کثرت کے ساتھ حدیثیں بیان کرنے کے باوجود روزانہ ہزار رکعت نفل پڑھتے۔ ۹۷ سنہ میں ۸ سال کی عمر پا کر مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ یہ دعا مانگا کرتے اے اللہ ۳۷ سنہ اور چھو کروں کی حکومت سے پناہ مانگا ہوں۔ دعا قبول ہوئی۔ یزید پلید کے تسلط سے سال بھر پہلے واصل بحق ہوئے۔

وَلَهُ بَضْعٌ (۲) باکے کسرے اور فتح کے ساتھ، دونوں لغت ہے۔ اہل لغت کا اس کے بارے میں سخت اختلاف ہے کہ اس کا اطلاق کتنے عدد سے لیکر کتنے تک ہوتا ہے۔ قرآن نے کہا کہ تین سے اوپر نو تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا تین کے اوپر دس تک۔ کسی نے کہا ایک سے نو تک۔ کسی نے کہا دس سے دس تک۔ کسی نے کہا چار سے نو تک۔ خلیل نے کہا بَضْعُ کے معنی سات ہے۔ صحیح وہی ہے جو قرآن نے کہا۔ کہ بَضْعُ تین کے اوپر نو تک بولا جاتا ہے۔ ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، غلبہ روم والی حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

یا ابا بکر البضع ما بین الثلث الی التسع اے ابو بکر بضع تین اور نو کے مابین کو کہتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت نیز ابو داؤد و ترمذی وغیرہ کی روایت میں بَضْعٌ و سَبْعُونَ ہے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا کہ بخاری میں بھی ابو ذر ہروی کے طریقہ سے یہی ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہی صواب ہے اس کو حلیمی اور نووی نے ترجیح دی اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔ اور اقل کی روایت میں کوئی لفظ اس کے مخالف نہیں۔ (عمدة القاری)

شُعْبَةٌ (۳) کے معنی ٹکڑے اور گروہ کے ہیں۔ اور درخت کی شاخ کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل اور شعبوں سے مراد وہ اعمال ہیں جو ایمان کی علامت ہیں۔ جیسا کہ انھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔ ایمان کی سترے اوپر کچھ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پڑھنا۔ اور ادنیٰ تکلیف دہ چیز کا راستہ

لے سلم ایمان۔ نسائی ایمان۔ ابو داؤد و ابن ماجہ۔ سنت۔ ترمذی ایمان

سے ہٹانا۔ ظاہر ہے کہ کلمہ طیبہ کا پڑھنا اور موزی چیزوں کا راستے سے ہٹانا اصل ایمان نہیں، ایمان کی علامت ہے۔
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں کجائی طور پر ان تمام شعبوں کو بیان نہیں فرمایا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کو بیان فرمادیا۔
 بقیہ کو مبہم رکھا۔ وہ کیا کیا ہیں۔ شرح حدیث نے بڑی جدوجہد کر کے یہ گنتی پوری کی ہے۔ لیکن اسلم طریقہ یہ ہے کہ اس کی کوشش نہ
 کی جائے تو اچھا ہے۔ اولاً تو حدیث میں تعین عدد نہیں۔ ستر سے اوپر کتنے شعبے ہیں، مذکور نہیں۔ ثانیاً احتمال ہے کہ یہ مبالغہ کے لئے ہو
 ۔ اس لئے اجمالی طور پر ایمان رکھا جائے کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام و ملائکہ پر اجمالی ایمان ہے
 کہ سب برحق ہیں۔ تعداد کتنی ہے، کسے معلوم؟

اور حق تو یہ ہے کہ پورا دین اور دین کے سارے اصول و فروع سارے فرائض و واجبات، مسجبات کے ہر ہر فرد ایمان
 کے شعبے ہیں۔

ف الحیاء (۳) حیار کو اردو میں شرم کہتے ہیں۔ حیار کے لغوی معنی ہیں عیب لگائے جانے کے اندیشے سے جھپٹنا۔
 میں حیار کے معنی۔ انسان کا وہ وصف جو اسے بُرائی سے بچنے پر ابھارے اور اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے روکے
 قدرے تفصیل ترمذی کی اس حدیث میں ہے :-

الاستحياء من الله حق الحياء ان تحفظ الراس وما ورائی الشرع وجل سے کما حقہ حیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ سر اور سر میں
 والبطن وما حوی و تذکر الموت والبلى جتنے اعضاء ہیں ان کی اور پیٹ کی اور پیٹ جن اعضاء کو گھیرے
 ہے ان کی برائیوں سے حفاظت کرے اور موت اور مٹی میں ملنے کو یاد کرے۔

یہاں ایک شعبہ یہ ہے کہ حیار انسان کو کبھی حق کہنے سے امر بالمعروف نہی عن المنکر سے۔ کبھی بعض مسائل شرعیہ کی دریافت سے
 روک دیتی ہے۔ پھر یہ ایمان کا شعبہ کیسے ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حیار کے شرعی معنی مراد ہیں۔ اور حیار شرعی کبھی ان چیزوں سے
 نہیں روکے گی۔ بلکہ اس پر ابھارے گی۔ اس لئے کہ عند الضرورت حق بات نہ کہنا امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنا جو حکم شرعی نہ معلوم
 ہو ان کو بڑا چھٹا واجب ہے۔ اسے جاننے کی کوشش نہ کرنا شرعاً قبیح و گناہ ہے۔ جو حیار ان چیزوں سے روکے وہ شرعی حیار نہیں۔ عرف
 میں اسے حیار کہتے ہیں وہ مراد نہیں۔

اسی سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ حیا فطری؟ ہوتی ہے۔ پیدائشی طور پر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ پھر یہ ایمان کی شاخ کیسے؟
 جواب ظاہر ہے کہ، جب یہاں شرعی حیا مراد ہے اور شرعی حیار کے حصول میں کچھ کوشش اور کسب کو بھی دخل ضرور ہے۔

⑩ حَدِيثٌ مِّنْ سَلِمَ السُّلَمُونَ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ

فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت

والہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ① رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سہمی قرشی صحابی ابن صحابی ہیں۔ ان کے والد حضرت عمرو بن العاص فاتح

مصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور و معروف صحابی ہیں۔ یہ اپنے باپ سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے والد ان سے بارہ یا گیارہ سال بڑے تھے۔

عبداللہ اربعہ میں ان کا بھی نام ہے اور یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں بہت زیادہ عابد زاهد شب زندہ دار بزرگ تھے۔ راتوں کو خلوت میں روتے روتے پلکیں خراب ہو گئی تھیں۔ غالباً اسی کے اثر سے اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اس کے باوجود بہت پائے کے عالم بھی تھے۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیثیں لکھنے کی اجازت دیدی تھی۔ اس لئے ان کے پاس تمام صحابہ کرام سے زیادہ احادیث کا خزانہ تھا۔ اگرچہ روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بھی آگے ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی حدیثوں کی تعداد سات سو ہے۔ بخاری اور مسلم کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں ایک مشہور سند ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده ۵۔ یہ آپ ہی کے سلسلے کی ایک سند ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر

اس سند میں ایک ابہام ہے۔ اگر ابیہ وجدہ دونوں ضمیروں کا مرجع عمر کو بنایا جائے تو مطلب یہ ہوا۔ عمر نے اپنی

باپ شعیب سے اور شعیب نے عمرو کے دادا یعنی محمد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نقص یہ لازم

آتا ہے کہ محمد کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور نہ زمانہ پایا۔ تو حدیث مرسل ہو گئی۔ اور اگر عن ابیہ

عن جدہ میں ابیہ کی ضمیر عمرو کی طرف اور جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف راجع مانی جائے تو یہ مطلب ہوا کہ عمرو نے اپنے باپ

شعیب سے اور شعیب نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا تو حدیث منقطع ہے۔ اس لئے کہ شعیب کی اپنے دادا حضرت

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اسی نقص کی وجہ سے امام بخاری اور امام مسلم نے عمرو بن شعیب کی کوئی حدیث

صحیحین میں نہیں لی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ شعیب کی ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات ہوئی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سات سو حدیثیں مروی ہیں، سترہ پر بحین بخاری و مسلم مسفق ہیں۔ آٹھ ص

مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ

رہے اور مساجر وہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

بخاری نے اور میں مسلم نے تنہا ہی ہیں۔ کئے یا طائف یا مصر میں بمابہ ذوالحجہ، سن تریٹھ یا پینسٹھ یا سرٹھ یا بہتر یا تہتر میں۔ بہتر سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ صحابہ میں عمر و نام کے اٹھارہ حضرات ہیں

اسلام کے ارکان بیان کرنے کے بعد وہ حدیث ذکر کی جس میں اجمالی طور پر یہ مذکور ہے کہ ایمان کے شرعے زائد شعبے ہیں اس کے بعد اب ان احادیث کو تحریر کر رہے ہیں جن میں ان شعبوں کا فرداً فرداً تذکرہ ہے۔

المسلم سے مراد (۲) مسلمان کامل ہے۔ اس لئے کہ سیبویہ نے تصریح کی ہے کہ جب جنس مطلق بولتے ہیں تو اس سے مراد فرد

کامل ہوتا ہے جیسے بولتے ہیں الرجل زید۔ مرد تو زید ہے۔ ابن جنی نے کہا کہ عرب کا طریقہ ہے کہ جب کسی کی مدح کرنی چاہتے ہیں تو پہلے اسم جنس کا اطلاق کرتے ہیں جیسے کہے کو، البیت کہتے ہیں اسی طرح ذم بھی۔

یہاں یزد (ہاتھ) سے بطور عموم مجاز۔ ظاہری اور باطنی دونوں مراد ہیں۔ باطنی سے مراد، قوت و قبضہ و غلبہ و تصرف ہے اور ہاتھ کی تخصیص اس لئے کی کہ زیادہ ایذائیں انھیں سے دی جاتی ہیں۔ زبان کو مقدم اس لئے کیا کہ زبان کی ایذا رسانی بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ ہے۔ ہاتھ سے صرف موجودین کو ایذا پہنچائی جاسکتی ہے۔ مگر زبان سے حاضر غائب زندہ مردہ سبھی کو ایذا دی جاسکتی ہے نیز زبان کی ایذا بہ نسبت ہاتھ کے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے، حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ مشرکین کی ہجو کر دو۔ یہ انھیں تیرے زیادہ سخت ہے۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے

جراحات اللسان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

(ترجمہ) نیزے کے زخم اچھے ہو جاتے ہیں (لیکن) زبان کا زخم نہیں اچھا ہوتا

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ سے لکھ کر کسی غائب کو ایذا پہنچائی جائے۔ مگر زبان کی برابری تحریر کہاں کر سکتی ہے

مہاجر (۳) مہاجر کے شرعی معنی، مراد ہیں۔ یعنی وہ جس نے دین بچانے کے لئے اپنا وطن چھوڑا اور ہجر سے اس کا لغوی

معنی مراد ہے یعنی چھوڑنا۔ اب یہ خطاب یا تو مہاجرین سے ہے کہ صرن ہجرت پر بھروسہ نہ کر لینا۔ دیگر امور و منہیات سے غافل مت ہو جانا۔ مہاجر کامل وہ ہے جو تمام منہیات شرعیہ سے دور رہے یا جب فتح مکہ کے بعد ہجرت بند کر دی گئی۔ تو ایک فطری بات ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے جب ہجرت کے فضائل سنے ہوں گے تو ان کے دل میں حسرت پیدا ہونی ہوگی۔ کاشکہ ہم لوگ بھی فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے ہوتے اور ہجرت کر لئے ہوتے۔ ! رحمت عالم نے ان کے زخم پر مرہم رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

عہ بخاری رفاق۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی

① حَدِیثُ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

عَنْ اَبِي مُوسٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

یہ کہ اگرچہ مدینہ طیبہ کی جانب وہ مخصوص ہجرت جو محمد نبویؐ میں تھی اب نہیں مگر زمانے کے انقلاب سے ہجرت قیامت تک جاری رہے گی۔ قیامت تک کے تمام مہاجرین کو ہدایت فرمائی کہ تم نے دین بچانے کے لئے ہجرت کی ہے تو اس کا پاس کرتے رہنا اور تمام منہیات شرعیہ سے بچتے رہنا۔ یا مراد یہ ہے کہ جو مسلمان بھی منہیات شرعیہ سے بچتا رہے گا وہ ایک مہاجر سے کم نہیں یہ حدیث بھی جوامع الکلم سے ہے ③ یہ حدیث بھی ان جوامع الکلم میں سے ہے جنہیں محدثین نے ائمہ الاحادیث میں شمار کیا ہے۔ غور کیجئے چند الفاظ ہیں مگر ان میں معانی کے سمندر موجزن ہیں۔ پہلا حصہ بندوں کی تمام حق تلفیوں سے بچنے اور تمام حقوق کی ادائیگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور دوسرا حصہ حقوق اللہ کی بجا آوری میں ہر قسم کی کوتاہی پر قدغن لگا رہا ہے۔ اب ذرا سا غور کرنے پر اسکی شرح میں ہر ذی علم و قدر پر دفتر تیار کر سکتا ہے۔ اگر مسلمان ان دونوں حصوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا سماج امن کا گوارہ بن جائے۔ اور انسان کا بھی ظاہر و باطن کُندن ہو جائے۔

① تشریحات

① رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یمن کے باشندے اور قبیلہ اشعر کے فرد ہیں۔ قبل ہجرت مکہ میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ وہاں سے غزوہ خیبر کے موقع پر واپس آکر مدینہ طیبہ میں رہائش اختیار کی۔ یہ صحابہ کرام میں زبردست عالم اور مفتی تھے۔ حکمرانی اور سیاست کا خاص ملکہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو زبید بن سواحل یمن کا حاکم بنایا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر بنایا۔ فارس کا مشہور شہر ابوازا انھوں نے فتح فرمایا۔ شام کے جماد میں شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص تھے۔ اخیر عمر میں مکہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ۳۸ سالہ میں ۶۳۵ء میں تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

ان سے تین سو احادیث مروی ہیں۔ پچاس پر بخاری مؤلف کا اتفاق ہے۔ تنہا بخاری نے چار اور تنہا مسلم نے پندرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ صحابہ کرام میں حضرت انس اور طارق بن شہاب نے ان سے حدیث لی۔ صحابہ کرام میں ابو موسیٰ نام کے چار حضرات ہیں۔ ایک یہ۔ دوسرے ابو موسیٰ انصاری۔ تیسرے غافقی۔ چوتھے الحکمی۔ روادۃ حدیث میں ابو موسیٰ نام کے بہت ہیں۔ ابو داؤد میں دو

قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْ الْأَسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا مسلمان افضل ہے۔ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے

مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

مسلمان سلامت رہے

اور بقیہ نسائی میں ہیں۔

سائل کون تھا (۲) اس حدیث میں قائل کا نام نہیں۔ مگر اسی سند کے ساتھ مسلم میں یہ ہے کہ "قلنا" اور ابن مندہ میں قلت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سوال کرنے والے ابو موسیٰ اشعری اور ان کے رفقاء تھے۔ سب کی طرف سے انھوں نے سوال کیا جب کسی بات کے پوچھنے پر چند اشخاص راضی ہوں۔ اذان میں سے کوئی ایک شخص سوال کرے تو یہ سب کا سوال ہوتا ہے۔ اس صورت میں اسکی تعبیر تینوں درست ہے۔ خواہ یوں کہیں میں نے پوچھا۔ خواہ یوں کہیں ہم لوگوں نے پوچھا۔ خواہ یوں کہیں لوگوں نے پوچھا۔ سب صحیح ہے۔

آئی الاسلام (۳) ائی ہمیشہ ایسی چیزوں پر داخل ہوتا ہے جو متعدد ہوں۔ اور اسلام ایک ہی چیز ہے اس میں تعدد نہیں اس لئے شراح نے تاویل کی۔ کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ یعنی اصحاب۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ ائی اصحاب الاسلام افضل۔ کون مسلمان افضل ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں "اِیَّیْهِمُ الْاِسْلَامُ اَفْضَلُ" ائی المسلمین ہے یا اعمال محذوف ہے یعنی "اِیَّیْهِمُ الْاِسْلَامُ" ہے۔ اس تقدیر پر یہ جواب علی اسلوب الحکیم ہے۔ سائلین نے پوچھا کہ کونسا اسلام کا عمل افضل۔ جواب دیا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہے۔ جواب سے یہ اشارہ فرمایا کہ تم کو یہ پوچھنا چاہیے کون مسلمان افضل ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحُجَّةِ۔ لوگوں نے پوچھا یہ تھا کہ چاند کیوں چھوٹا ہوتا ہے۔ کیوں ڈوبتا نکلتا ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ جواب یہ دیا گیا۔ کہ اس سے لوگوں کو مہینے کی گنتی معلوم ہوتی ہے اور حج کا وقت۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہیں پوچھنا یہ چاہیے کہ اس سے فائدہ کیا ہے یہ مت پوچھو کیوں ایسا ہوتا ہے۔

تشریحات

(۱۲)

ولہ سائل کون ہے (۱) تحقیقی طور پر ان کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ سائل حضرت ابو ذر غفاری ہیں

ابن حبان کی ایک حدیث ہے کہ ہانی بن عروہ شریع کے والد نے اس کے ہم معنی سوال کیا تھا۔ ان کو اسی قسم کا جواب ملا تھا۔

۱۱۱ مسلم و نسائی کتاب الایمان۔ ترمذی کتاب الزہد

⑫ حدیث ائی الاسلام خیر

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَعَالَى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عَلَيْهِ سَلَّمَ أَيْ الْإِسْلَامَ خَيْرٌ قَالَ تَطْعَمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَلَمْ تَعْرِفْ

سوال کیا اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے کہ فرمایا کھانا کھانا و قراۃ اور ہر مسلمان کو سلام کرنا وہ خواہ اسے پہچانے یا نہ پہچانے

ہو سکتا ہے کہ وہی یہاں بھی مراد ہوں۔ چونکہ روایت بالمعنی جائز ہے اس لئے الفاظ بدل گئے۔

ای الاسلام خیر (۲) یہاں ائی کے بعد اعمال مضاف محذوف ہے۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا کون سا عمل بہتر ہے۔ پہلی حدیث میں

افضل ہے اور اس میں خیر ہے۔ یہ دونوں ہی اتم تفضیل ہیں۔ مگر افضل کا مادہ، الفضل ہے جو قلت کا مقابل ہے۔ اس لئے افضل

سے مراد کثرت ثواب ہے اور خیر کا مادہ خیر ہے جو نفع کے معنی میں، شر کا مقابل ہے۔ اب پہلی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ کون سا مسلمان

زیادہ ثواب والا ہے۔ اور اس حدیث کے سوال کا مطلب ہوا اسلام کے کس عمل میں زیادہ نفع ہے۔

کھانا کھانا (۳) تطعم دو مفعول چاہتا ہے۔ مفعول اول کا حذف عموم کے لئے ہے۔ یعنی سب مخلوق کو کھانا کھلاؤ۔ خواہ وہ مالدار

ہو خواہ وہ غریب ہو خواہ سناٹا ہو خواہ غیر سناٹا۔ انسان ہو یا حیوان سب کو کھلاؤ۔

سلام کرنا (۴) عادت یہ ہے کہ انسان عموماً انھیں کو سلام کرتا ہے جنہیں پہچانتا ہے۔ لوگ جنہی کو سلام نہیں کرتے۔ اس پر تنبیہ

فرمائی کہ ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اسے پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو۔

کسے سلام کرنا چاہئے | البتہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے

وَلَا تَبْدَأُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى بِالسَّلَامِ يَهُودٌ وَنَصَارَى كُفْرًا

یہود و نصاریٰ کے حکم میں تمام غیر مسلم ہیں۔ اور وہ مذہب جنگی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہو مثلاً قادیانی رافضی دہائی وغیرہ

غیر مقلد مودودی نچری وغیرہ۔ اسی طرح ان بد مذہبوں کو بھی سلام کرنا جائز نہیں جو گمراہ ہیں۔ اگرچہ ان کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسی

تفصیلی حدیث میں ہے۔

لَا تَجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تَقَاتِلُوهُمْ تقدیر کے منکرین کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ انھیں سلام کرو (البودادوی)

بلکہ بد مذہبوں کے سلام کا جواب بھی دینا جائز نہیں۔ ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ نافع سے راوی کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔ فرمایا۔ میں نے سنا ہے وہ بد مذہب قدریہ ہو گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو میرا سلام اس سے مت کہنا۔ اس کے تحت مرقات میں ہے

فانہ ببد عتہ لا یتحق جواب السلام وان کان من اهل الاسلام
بد مذہبی کی وجہ سے وہ سلام کے جواب کا مستحق نہ رہا اگرچہ اہل اسلام میں سے ہے۔

اسی طرح فاسق معلن کو بھی سلام کرنا منع ہے۔ در مختار میں ہے۔
یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنًا
فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

غیر اسلامی سلام [آپس میں یا غیروں کو وہ سلام ہرگز نہ کرے جو غیر اسلامی ہو۔ رام رام جی کی نمستے۔ اس لئے کہ یہ مذہبی شعار ہے۔ کوئی اگر کسی کو کے سلام علیکم تو ہر شخص جان جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے۔ اور اگر کوئی جے رام جی کی نمستے کہے تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہندو ہے۔

اسی طرح گڈ مارنگ، گڈ ٹائٹ وغیرہ نہ کہے۔ حدیث میں ہے۔

لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشہوا بالیہود ولا بالنصار
ہم میں سے وہ نہیں جو غیروں کا شعار اختیار کرے۔ یہود و نصاریٰ کا شعار نہ اختیار کرے۔ یہود کا سلام ہاتھ سے اشارہ اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے اشارہ کرنا

یعنی یہود و نصاریٰ کچھ بولتے نہیں۔ صرف ہاتھ اور ہتھیلی سے اشارہ کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی یہ عادت ہو گئی ہے کہ سلام کے وقت اشارہ کرتے ہیں۔ اگرچہ زبان سے بھی کہتے ہیں۔ مگر اسلام علیکم ہی کہنا کافی ہے۔ ہاتھ سے اشارہ نہ کرے
کون عمل افضل ہے [۵] پہلی حدیث میں مسلمان کو زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھنے اور منہیات کے ترک کو افضل الاسلام فرمایا۔ اس

حدیث میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو خیر الاسلام فرمایا۔ اس سے ظاہر کہ نہ اس حدیث میں صبر مقصود ہے نہ اس حدیث میں۔ بلکہ سائلین اور وقت کے لحاظ سے جس کی ضرورت زائد تھی اس کو بیان فرمایا۔ جب پہلی حدیث کے سائلین یا حاضرین میں ان دو باتوں کی ضرورت تھی تو اسے بیان فرمایا۔ اور اس حدیث کے سائلین یا حاضرین میں یہ کمی دیکھی تو انہیں بیان فرمایا۔ اس میں ایک دقیق اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ اگرچہ بعض اعمال بعض سے فی نفسہ افضل ہیں۔ مگر کبھی خاص وجہ سے کوئی خاص عمل افضل اور بہتر ہو جاتا ہے۔ اس ان تمام احادیث میں تطبیق ہو گئی کہ کسی میں جہاد کو افضل الاعمال بتایا کسی میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے کو وغیرہ وغیرہ۔

⑬ حدیث حب مؤمن

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مثلاً کسی عالم سے پوچھئے کہ کس صدقہ نافلہ میں زیادہ ثواب ہے تو یہ جواب دے گا کہ دینی مدر کی امداد۔ لیکن اسی عالم سے پوچھئے کہ کسی کے پاس پانچ روپے ہیں اس کا کوئی پڑوسی بھوکوں مر رہا ہے تو اب کس میں ثواب زیادہ ہے تو یہی عالم جواب دے گا کہ اس بھوکے مسلمان پڑوسی کی جان بچانے میں۔

حدیث زیر بحث کے بارے میں ایک اندازہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں تشریف لاتے ہی فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جب اُن کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تو میں حاضر ہوا۔ میں نے جب بغور روئے انور دیکھا تو کہہ اٹھا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔ پہلا ارشاد جو سنا۔ یہ تھا۔

ایہا الناس أفسوا السلام واطعموا الطعام
وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامُ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بسلام
اے لوگو! سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاؤ۔ رات میں جب
لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ
ظاہر ہے کہ ایسے وقت جب مکہ سے لے لٹے خانما برباد مہاجرین مدینہ طیبہ آ رہے ہیں۔ ان کی کوئی یہاں سناشانی نہیں۔
اجنبی ہیں۔ اس کی ضرورت تھی کہ ان کو اپنا یا جائے ان کو بھوکا نہ رہنے دیا جائے۔ خود جنگ بُغاث کی وجہ سے انصار میں کافی تناؤ
تھا۔ اس وقت افشار سلام، اطعام طعام کی حاجت شدید تھی۔ لوگ نماز کے عادی نہ تھے وہ بھی تہجد سے اس وقت واقف بھی
نہ ہوں گے۔ انھیں رجوع الی اللہ کے لئے نماز کی کتنی شدید ضرورت تھی اس لئے ان تین چیزوں کو اس موقع پر خصوصیت سے بیان فرمایا
پھر سلام و طعام ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی افادیت سے کسی عاقل کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں چیزیں آپس میں

محبت یگانگت پیدا کرنے کے لئے مجرب تیر بہدف عمل ہیں۔ تشریحات ⑬

انس بن مالک انصاری ① نجاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی والدہ مشہور صحابیہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ دس سال تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت انس دس سال کے تھے۔ ان کی والدہ نے خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ پھر وصال کے

قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہے جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے

بعد ہی ساتھ چھوڑا۔ غزوہ بدر جیسے خطرناک موقع پر بھی ساتھ ساتھ تھے مگر لڑنے کے لائق نہ تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ فرمایا۔ میں کہاں رہتا ساتھ ہی تھا۔ خدمت کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ساگ ہے جسے فارسی میں ترہ تیزک اور اردو میں چنسر کہتے ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام جریر ہے۔ جو انھیں مرغوب تھا یہ چن کر لایا کرتے۔ ایک دفعہ ذوالاذنین کہنے کو ان ایک بار کنواں کھدوایا پانی کھاری تھا۔ خدمت اقدس میں عرض کیا۔ سرکار تشریف لے گئے۔ اس کنوئیں میں لعاب دہنٹا۔ اس کنوئیں کا پانی مدینے کے تمام کنوؤں سے زیادہ میٹھا ہو گیا۔ ان سے بے پناہ محبت فرماتے۔ احادیث میں بڑے دلچسپ قصے مذکور ہیں ایک دفعہ ام سلمہ حاضر ہوئیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ دعا کی۔ اے اللہ! اس کے مال اس کی اولاد میں برکت دے۔ اس کی عمر دراز فرما۔ اسے بخش دے۔ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ فرماتے ہیں میں نے اپنی پہلی اولاد دو کم دوسو کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ صرف ان کی اتنی بلکہ اس سے بھی زائد اولاد ہوئی جن میں دو بیٹیاں لقیہ سب بیٹے۔ ان کا باغ ہر سال دو بار پھل دیتا۔ ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرماتے ہیں کہ زندگی سے اکتا گیا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ غزوات میں جنگ کی۔ دھال کے بعد زمانے تک جہاد کرتے رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بصرہ آئے تاکہ یہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ بصرہ کے ساکن صحابہ کرام میں سب کے بعد ان کا دھال ہوا محمد بن سیرین نے غسل دیا۔ سہنہ میں داخل بحق ہوئے۔ بصرہ کے قریب اپنے محل میں جو طوف میں تھا دفن ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک پاس تھا وصیت فرما گئے تھے کہ اے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ ایسا ہی کیا گیا۔ ان سے دو ہزار دو سو چھیالیس حدیثیں مروی۔ ایک سو اڑسٹھ متفق علیہ ہیں اور تراسی افراد بخاری سے اور اکانوے افراد مسلم سے ہیں۔ اس پائے کے صحابی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ جیسے کنز الامادیث نے بھی ان سے حدیث اخذ کی ہے۔

مومن کامل (۲) اس حدیث میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ محبت کسی کی طرف دل کے میلان کو کہتے ہیں۔ یہاں محبت سے مراد پسندیدگی ہے مراد یہ ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسندیدے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

لحمہ سلم ایمان، ابن ماجہ مقدمہ، دار الفکر، حوالی ایمان، ترمذی، مسند امام احمد،

(۱۴) حدیث حب رسول

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے

قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

قبضہ قدرت میں میری جان ہے

اس کو لازم ہے کہ جو بات اپنے لئے ناگوار جانے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرے۔ یعنی آدمی یہ چاہتا ہے کہ ہم آرام، اعزاز کے ساتھ خوش و خرم رہیں۔ کوئی ہماری توہین و تذلیل نہ کرے کوئی ہمیں ایذا نہ پہنچائے۔ کوئی ہمارا حق غصب نہ کرے اسی طرح یہ بھی چاہے کہ میرا بھائی اعزاز و اکرام کے ساتھ خوش و خرم رہے۔ نہ اس کی توہین و تذلیل ہو نہ اس کا حق غصب کیا جائے اس سے بطور لزوم یہ بھی سمجھ میں آیا کہ ہر شخص اگر اس کا عادی ہو جائے تو معاشرہ صاف ستھرا رہے گا اور زندگی چین و اطمینان سے گزرے گی۔ ظاہر ہے کہ لڑائی جھگڑا کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ انسان تنگدلی سے یہ چاہنے لگتا ہے کہ سب کچھ ہمیں میسر ہو دوسرے محروم رہیں۔ اس حدیث میں تو واضح مروت، امداد باہمی ایک دوسرے کے کام آنے اور دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بلیغ ترین ترغیب ہے۔ حد کینہ عداوت، بغض ایذا رسانی حق تلفی تفوق ترفع تحقیر و تذلیل سے دور رہنے کی انتہائی دلنشین پیرائے میں تلقین ہے۔ اسی لئے علمائے اس حدیث کو بھی جوامع الکلم اور ام الاحادیث میں سے شمار فرمایا ہے۔

تشریحات (۱۴) و (۱۵)

قسم کا فائدہ اور مشابہات کا حکم | ① یہ قسم صرف بعد میں مذکور شئی کی اہمیت بتانے کے لئے ہے۔ اللہ عزوجل پر "ید" کا اطلاق مشابہات سے ہے۔ مشابہات میں تین مذہب ہیں۔ اس کی کوئی تاویل نہ کی جائے۔ یہ مذہب اسلم ہے۔ تاویل کی جائے مگر ایسی جو محکمات کے معارض نہ ہو۔ مطابق ہو۔ یہ مذہب سالم ہے۔ اور متاخرین کا یہی طریقہ ہے۔ ایسی تاویل کی جائے جو محکمات کے معارض ہو یہ زانیعین کا مذہب ہے جیسا کہ مجتہد کرتے ہیں۔ یہ حرام و گناہ بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔ اس اختلاف مذہب کی بنیاد یہ آہ کر میہ ہے :-

أَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زُيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ۚ

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک میں اس کے نزدیک باپ اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

①۵ حدیث حب رسول

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے باپ اور اسکی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

أَبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ

اور تاویل ڈھونڈنے کے لئے۔ اور ان کا صحیح معنی اللہ ہی جانتا ہے۔

اللہ کے علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے۔

رب کے پاس سے ہے۔

عِنْدَ رَبِّنَا (آل عمران پ)

اس آیت میں اگر "إِلَّا اللَّهُ" پر وقف کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ مشابہات کے معنی سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور

اگر "اللہ" کو معطوف علیہ اور "الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" کو معطوف مانا جائے تو آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ مشابہات کے معنی اللہ

اور پختہ علم والے جانتے ہیں۔ اب اس سے استفادہ ہوا کہ پختہ علم والے بھی مشابہات کے معنی جانتے ہیں۔ یہی مذہب سالم ہے۔ اور

پہلے والا سالم ہے۔

مشابہات کے معنی حضور سچاتے ہیں ② اس سلسلے میں ایک بحث یہاں یہ پیدا ہوئی ہے کہ مشابہات کے معنی حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ جانتے ہیں۔ ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا۔ لازم آئے گا کہ اللہ عز وجل نے رسول سے خطاب

ایسا کیا جو رسول سمجھ نہ پائے۔ اب پہلی تفسیر کی بنا پر حصر ضافی ہو گا۔ یعنی حصر امتی کے اعتبار سے ہے۔ یا حصر حقیقی ہے اور مراد علم ذاتی ہے

رہ گیا علم عطائی وہ بے طار الہی دوسروں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اب مذہب سالم و سالم کی تقسیم وقوع کے اعتبار سے ہوگی۔

مذہب سالم پر یہاں "ید" سے مراد قدرت و اختیار ہے۔ ید بمعنی قدرت و اختیار عرب میں شائع و ذائع ہے جیسے

ہاتھ ہمارے عرف میں عام طور پر بولتے ہیں یہ بات ہمارے ہاتھ میں ہے۔ یعنی اختیار میں ہے۔ اب اس جملے کا مطلب یہ ہوا کہ۔ قسم ہے

سرہنہ الفاسی ۱
اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے۔

محبّت کے اسباب و اغراض (۳) احبّۃ سے اتم تفضیل ہے۔ محبت کسی کی جانب دل کے میلان، جھکاؤ کو کہتے ہیں
شرح حدیث نے فرمایا۔ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی اور جبلّی جس میں آدمی کو اختیار نہیں ہوتا۔ وہ مراد نہیں اس لئے کہ
محبت کو ایمان فرمایا۔ اور ایمان اختیاری شئی ہے۔ دوسرے عقلی کہ انسان اسے اپنی عقل کے تقاضا سے اختیار کرتا ہے۔ اس حدیث
میں یہی مراد ہے۔ حب عقلی کے اسباب تین ہیں۔ حسن و جمال۔ جود و نوال فضل و کمال۔ یہ تینوں اسباب حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اتنے اعلیٰ درجہ کمال پر موجود ہیں کہ کسی مخلوق میں اس درجے تو کیا؟ اس کا عشر عشر بھی پایا جانا
محال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر وصف میں بھی متمنّٰع النظیر ہیں۔ اس معنی کر کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
کسی وصف میں کسی مخلوق کی تمامہ شرکت محال ہے۔ علامہ بوصیری نے فرمایا۔

منزّہ عن شریک فی محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں شریک سے منزّہ ہیں۔ حضور میں جو جوہر حسن ہے وہ غیر منقسم ہے۔ حتیٰ کہ
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا۔ آنحضرت مرآت جمال و کمال ادست۔ آنحضرت، اللہ عزوجل کے جمال و کمال کو آئینہ ہیں
تو جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اسباب محبت کے جامع اتم ہیں اس طرح کہ دوسرا اس میں آپ کا شریک
نہیں۔ تو عقلاً یہ لازم ہو کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ اور آپ تمام جہاں زیادہ محبوب
شرح عام طور پر یہاں "لا یومن" سے ایمان کامل مراد لیتے ہیں۔ اور توجیہ میں یہ کہتے ہیں کہ اصل ایمان حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں سے افضل و اجل ماننا ہے۔ رہ گئی محبت تو یہ ممکن ہے کہ کسی کی عظمت دل میں بہت زیادہ ہو۔
اور محبت کم ہو۔ جیسے ایک باپ کے دل میں بیٹے کی محبت اس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اور اس کی عظمت بیٹے سے زیادہ۔ لیکن یہ
توجیہ اصل میں محبت کی دونوں قسموں میں فرق سے ذہول کی وجہ سے ہے۔ در نہ جب محبت سے مراد عقلی و اختیاری مراد لیں تو پھر
ماننا پڑے گا کہ اصل ایمان ہی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہاں سے زیادہ محبوب مانیں۔ اس لئے اس حدیث
میں "لا یومن" میں ایمان کامل کی تخصیص بلا محض ہے۔ اور مراد مطلق ایمان ہے۔ اور وہ جو محبت و عظمت کا فرق ہے۔ وہ محبت
طبعی اور عظمت کے مابین ہے۔ محبت عقلی اور اعتقاد عظمت میں تلامزم حقیقی ہے۔

اور وہ جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دریافت

عن اشعث اللعات ۱۱۱

①۶ حَدِيثُ حَلَاوَةِ اِيْمَانٍ

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تین چیزیں

ثَلَاثٌ مِّنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ. اَنْ يَكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ

ہوں وہ ایمان کی چاشنی پائے گا وہ جس کو اللہ اور رسول ساری دنیا سے زیادہ پیارے ہوں

اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّا اللهُ وَاَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَّعُوْذَ فِي الْكُفْرِ كَمَا

اور کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ ہی کے لئے کرے۔ جو مسلمان ہونے کے بعد

يَكْرَهُ اَنْ يُّقَدِّفَ فِي النَّارِ

کفر میں لوٹنے کو ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانیکو

فرمایا۔ اسے عمر تمھارا کیا حال ہے۔ صرف مجھ سے محبت رکھتے ہو یا اور کسی چیز سے؟ عرض کیا۔ حضور سے بھی محبت رکھتا ہوں اور مال و اولاد سے بھی۔ آنحضرت نے حضرت عمر کے سینے پر دست مبارک مارا۔ اور پوچھا اب کیا حال ہے؟ عرض کیا۔ مال اولاد کی محبت ساقط ہو گئی مگر اپنی محبت باقی ہے۔ پھر دوبارہ دست اقدس ان کے سینے پر مارا۔ پوچھا اب؟ عرض کیا یا رسول اللہ سب کی محبت نکل گئی۔ صرف آپ کی محبت باقی ہے۔ فرمایا اب تمھارا ایمان تام ہوا۔ اس میں محبت سے مراد، محبت طبعی ہے۔ کہ وہ ابتداءً حضرت عمر کے دل میں تھی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی شفقت بے غایت سے توجہ فرما کر اپنے ماسوا سب کی محبت ان کے دل سے نکال دی۔ اور ان کو اپنی ذات میں فانی اور اپنی ذات کے ساتھ باقی بنا دیا۔ محبت طبعی بھی ماسوا رسول کی، ان کے دل سے نکال دی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر اس حدیث میں محبت سے مطلق محبت مراد لیا جائے۔ تو، ضرور ایمان سے ایمان کامل مراد لینا ضروری ہوگا۔

مگر اس پر یہ اعتراض پڑے گا کہ محبت طبعی اختیاری نہیں اور ایمان اختیاری ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مومن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و صفات ان کے انعام و احسان کو مسلسل یاد کر کے کوشش کرے کہ اس کے دل میں غیر رسول کی محبت طبعی بھی رسول سے زیادہ نہ رہنے پائے۔ یہ کمال ایمان ہے۔

اور اگر اس حدیث میں محبت سے حب عقلی و اختیاری مراد لی جائے تو، لا یومن۔ سے مطلق ایمان مراد ہونا ظاہر ہے۔

①۶

تشریحات

حلاوت ایمان ① امام نووی نے فرمایا کہ حلاوت سے مراد یہاں اتلذذہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان

①۵ حدیث حب انصار

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انصار

الْإِيمَانُ حُبُّ الْأَنْصَارِ

کی محبت ایمان کی علامت ہے

کے مقتضیات پر لذت پائے گا۔ یعنی عبادت و طاعت کرنے میں اور اس سلسلے میں مشقت اٹھانے میں اسے لذت ملے گی۔ اس تشبیہ میں اشارہ ہے کہ جیسے شدید مسمیٰ اور لذیذ چیز ہے۔ لیکن صفراوی مریض کو کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے۔ جو کفر و ضلالت کے بیمار نہیں ان کے لئے لذیذ اور مسمیٰ شے ہے اور جو گمراہی کے مریض ہیں ان کے نزدیک ناگوار و ناپسندیدہ ہے۔

یہ ائمہ الاحادیث میں سے ہے ② امام نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث اسلام کے اصول میں اصل عظیم ہے۔ اس لئے کہ جمیع ماسویٰ و زیادہ اللہ اور رسول کی محبت اور اللہ ہی کے لئے بغض۔ اور کفر کی طرف واپس ہونے سے خوف اسی کو ہوگا جس کا ایمان قوی سے قوی تر ہوگا۔

جب کسی کا ایمان پختہ ہوگا تو اس کو اس بات پر یقین کامل ہوگا کہ میں جو کچھ ملا ہے یا ملتا ہے یا ملے گا سب کا دینے والا اللہ ہی ہے اور سب کچھ رسول کے واسطے ہی سے ملا ہے اور ملے گا۔ رسول ہی وہ واسطہ عظمیٰ ہیں جنہوں نے اللہ کی معرفت کرائی۔ انہیں کے ذریعہ ہمیں اسلام جیسا سچا دین ملا۔ تو لامحالہ اس کے دل میں اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ پیدا ہوگی اور جب اللہ اور رسول کی اس درجہ اعلیٰ محبت پیدا ہو جائے گی۔ تو لامحالہ اگر کسی سے محبت کرے گا تو اللہ ہی کے لئے کرے گا یعنی اسے کرے گا کہ اس کے ساتھ محبت کرنے سے اللہ راضی ہوگا۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا محبوب و مقبول بندہ ہے۔ اور جب اللہ اور رسول کی محبت رگ و پے میں رچ بس جائے گی تو اس کا یہ لازمی اثر ہوگا کہ کفر سے نفرت پیدا ہو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان اور ان تینوں چیزوں میں تلازمہ ہے۔ جب ایمان پایا جائے گا تو یہ تینوں باتیں بھی پائی جائیں گی تو ایمان بھی ضرور پایا جائے گا۔

تشریحات ①۵

① انصار کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب۔ یہ بھی لکھا گیا کہ نصیر کی جمع ہے جیسے شریف کی جمع اشرف۔ ہر

وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ

انصار سے بغض نفاق وٹہ کی علامت ہے۔

۱۸) حدیث عقوبات گناہ کا کفارہ ہیں

اَخْبَرَنِي أَبُو اَدْرِيسٍ عَائِدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تقدیر پر اس کے معنی مدد کرنے والوں کے ہیں۔ ان کا نام انصار اس لئے پڑا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد کی۔ یہ اوس و خزرج کی اولاد اور ان کے حلفاء و موالی کا نام ہے۔

اَوُس و خزرج (۲) دونوں بھائی تھے۔ ان کے باپ کا نام حارثہ یا ثعلبہ، العنقار تھا اس کی گردن بہت لمبی تھی اس لئے اسکو عنقار کہتے تھے۔ یہ لوگ اصل میں یمن کے باشندے تھے سَدَّ آرب کے ٹوٹنے سے جب یمن تباہ ہو گیا تو یہ لوگ مدینہ طیبہ آکر بس گئے یمن میں ان کے مورث اعلیٰ کا نام قحطان تھا۔ کلبی نے کہا کہ قحطان حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔ اس تقدیر پر کل عرب اولاد اسماعیل علیہ السلام ہوئے۔

بعضوں نے کہا نہیں قحطان حضرت اسماعیل کی اولاد نہیں۔ اس تقدیر پر عرب کی اصل دو ہوئی۔ آل اسماعیل۔ آل قحطان۔ (یعنی) دیے بعض لوگوں نے اس پر بہت لمبی بحث کی ہے کہ انصار آل اسماعیل ہیں یا نہیں۔ بخاری شریف کتاب الانبیاء میں حضرت ابوہریرہ کا قول مذکور ہے کہ انھوں نے حضرت ہاجرہ کے بارے میں فرمایا۔

فَتَلَّكَ اُمْتُكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ

یہ تمھاری ماں ہیں اے بارش کے بیٹو اس سے مراد اہل عرب ہیں۔ اس لئے کہ ان کی زندگی بارش کے ہی پانی پر ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ پورے عرب بنی اسماعیل پر اوس و خزرج پہلے بنی قیلہ کے جاتے تھے۔ قیلہ ان کی ماں کا نام تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام "انصار" رکھا۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا۔

وَالَّذِينَ اٰزَوْا وَاَنْصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا
لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَرِيْمٌ

۲) باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ لزَام، قال کے وزن پر۔ اس کے معنی دوڑنی کرنے کے ہیں۔ اور شریعت میں زبان سے اسلام کے اقرار اور دل میں کفر چھپائے رکھنے کے ہیں۔

أَنَّ عِبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ شَهِيدَ بَدْرٍ وَهُوَ أَحَدُ النَّبَاءِ لَيْلَةِ الْعَقَبَةِ

جنگ بدر و سہ میں شریک ہوئے تھے — اور لیلۃ العقبہ کے نقیب بنا۔ یہ عجمی تھے۔
حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ انصار کرام جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خانما بر باد مہاجرین کو جگہ دی۔
ان کی ہر طرح مدد کی۔ سارے عرب اسی وجہ سے انصار کا مخالف ہو گیا۔ مگر اس کی انہوں نے پرواہ نہ کی۔ ان سے ہر ایمان والے کو لازمی طور
پر محبت ہوگی۔ ان سے عداوت وہی رکھے گا جس کے دل میں چور ہوگا۔

توجیہ (۳) مبتدا اور خبر جب دونوں معرّف ہو تو ہر کا افادہ کرتے ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان کی علامت صرف انصار
کی محبت ہے اور منافق کی علامت صرف انصار سے عداوت ہے — حالانکہ ایمان کی متعدد نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ یوں ہی منافق
کی بھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہر ادمائی ہے حقیقی نہیں۔ انصار کی عظمت شان ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ ان کی شان ایسی ہے کہ
یہ ایمان صادق اور نفاق کے معیار ہیں کہ ان سے محبت کرنے والا صادق الایمان ہی ہوگا اور ان سے عداوت رکھنے والا منافق ہی ہوگا
مراد یہ ہے کہ جو انصار سے انصار ہونے کی وجہ سے عداوت رکھے۔ یعنی اس بنا پر کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور
مہاجرین کو جگہ دی ان کی ہر طرح مدد کی ان کے لئے سارے عرب کی عداوت مولیٰ۔ وہ کبھی مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ ایمان کا لاکھ دعویٰ کرے
وہ منافق ہوگا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں تصریح ہے۔ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ۔ انصار سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا۔

تشریحات (۱۸)

عبادہ بن صامت انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) دونوں عقبہ میں اور سارے غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
و سلم کے ہمراہ رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے انہیں کو فاسطین کا قاضی بنایا تھا۔ پھر ان کو پورے شام کا
قاضی بنایا۔ اس وقت یہ حمص میں مقیم رہے۔ طویل جسم، خوبصورت، عالم فاضل بزرگ تھے۔ اخیر عمر میں فلسطین منتقل ہو گئے۔ وہیں
یار ملہ میں مسجد میں وصال ہوا۔ مزار مقدس بیت المقدس میں مشہور و معروف ہے۔ ان سے ایک سو اسی حدیثیں مروی ہیں
چھ متفق علیہ ہیں اور دو، دو بخاری و مسلم کے افراد سے ہیں۔ عبادہ بن صامت صحابہ میں صرف ایک ہی ہیں اور عبادہ نام کے
بارہ حضرات ہیں۔

پہلی حدیث میں فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اب یہ حدیث اس دعویٰ کے لئے بمنزلہ دلیل کے ذکر کی یعنی انصار کی

محبت کیوں ایمان کی علامت ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے انتہائی نازک وقت میں اپنا تین من دھن اسلام پر قربان کرنے کی بیعت کی۔ اور جو بیعت کی وہ کر کے دکھا بھی دیا۔ اسی سبب ان کا نام انصار رکھا گیا۔

شہد کے معنی (۲) شہد کے معنی حضر کے ہے اسی سے شاید بمعنی حاضر ہے۔ جیسا کہ حدیث مشہورہ فلیبلغ الشاہد الغائب میں اور ناز جنازہ کی دعا، وشاہدا وغائبنا میں ہے۔ ان دونوں جگہوں میں غائب کے مقابل سے شاید کے معنی حاضر متعین ہیں اور جب شاید کے معنی حاضر احادیث سے ثابت اور احادیث قرآن کی تفسیر تو آیہ کریمہ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا میں شاید بمعنی حاضر لینے پر کوئی قیاحت نہیں۔

بدر (۳) اس مشہور جگہ کا نام ہے جہاں، اردو رمضان سنہ ۶ میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن مشہور غزوہ ہوا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ سے چار منزل تقریباً اسی میل کے فاصلے پر مکہ معظمہ کے رستے میں ہے۔ یہاں ہال ہال سال میلہ لگتا تھا۔ بدر نامی ایک شخص نے یہاں کنواں کھدوایا تھا۔ اسی کے نام پر کنویں کا پھر اس جگہ کا نام پڑ گیا۔ اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں پڑھنا جائز ہے۔ ایک سبب علت ہے اور دوسرے تائید اگر اسے برہ کا علم مانیں۔ اور اگر قلیب کا علم مانیں تو مذکر ہوگا اور منصرف۔

قلعہ نقبا (۴) نقبا نقیب کی جمع ہے جس کے معنی سردار، ذمہ دار نگہبان کے ہیں۔ عقبہ پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہ وہی عقبہ ہے جہاں اب مسجد عقبہ ہے۔ اس کے قریب جمرۃ العقبہ ہے۔ جسے جمرہ کبریٰ۔ جمرہ اخیرہ اور عوام بڑا شیطان کہتے ہیں۔

بیعت عقبہ (۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ ہر سال ایام حج میں مختلف قبائل کے پاس جا کر ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ سنہ نبوی جب آپ اسی غرض سے اس عقبہ کے پاس پہنچے تو یہاں انصار کے قبیلہ خزرج کے چند اشخاص موجود تھے جو مکہ معظمہ سے غرض سے آئے تھے۔ کہ قریش سے امداد باہمی کا معاہدہ کر کے ان کے حلیف بن جائیں۔ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے مدینہ کے یہود سے نبی آخر الزماں کا آمنا کی خبر سن رکھی تھی۔ اسلام کی دعوت سن کر انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اور کہا یہ وہی نبی ہیں کہیں یہود ایمان لانے میں تم پر سبقت نہ کر جائیں۔ اور کہا جس کے لئے آئے ہیں۔ اس سے یہ بہتر ہے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ چھ حضرات تھے۔

ابوالمحکم بن تیہان۔ ا۔ بن زرارہ (متوفی سنہ ۱۰) عوف بن حارث۔ رافع بن مالک بن حارث۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ قطبہ بن عامر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسلام قبول کرنے کے بعد یہ لوگ مدینہ طیبہ واپس گئے اور آئندہ سال پھر آنے کا وعدہ کر گئے۔ مدینہ پہنچ کر وہاں اسلام

اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِّنْ

یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے وقت فرمایا جب آپ کے گرد صحابہ کی ایک

أَصْحَابِهِ بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا

جماعت تھی وہ (ان باتوں پر) مجھ سے بیعت کرو و اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے چوری نہ کرو گے زنا نہ کرو گے

کی تبلیغ کی۔ جس سے متعدد سادات مندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حسب وعدہ دوسرے سال بارہ حضرات مدینہ سے آئے ان میں حضرت عبادہ بن صامت بھی تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔

مصعب بن عمیر کی مدینہ روانگی (۶) ان لوگوں نے درخواست کی کہ مدینہ کے نو مسلموں کو دین سکھانے اور تبلیغ کے لئے کوئی صحابہ

ہمارے ساتھ کر دیئے جائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے ساتھ کر دیا۔

تیسرے سال سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بہتر افراد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سب نے اسی عقبہ

میں بیعت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ حضرات کو ان کا لقب بنایا۔ نو قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے

ان میں ایک نقیب عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ان دونوں خصوصاً بیعت عقبہ ثانیہ کی بڑی اہمیت ہے۔ اسی دوسری ہی بیعت کے موقع پر مدینہ

طیبہ ہجرت کر نکلے ہوئے تھا۔ انصار کرام نے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد کیا۔ اور رحمت عالم نے ان میں ہمیشہ رہنے کا وعدہ

فرمایا۔ بعد میں ہونے والی ساری فتوحات اور کامیابیوں کی یہ بیعت مقدمہ تھی۔ حضرت کعب بن مالک انصاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخریہ فرمایا کہ میں لیلۃ العقبہ میں حاضر تھا۔ جب ہم نے اسلام پر میثاق کیا تھا۔ میں بدر کی شرکت سے بڑھ کر اس کو

اہم سمجھتا ہوں اگرچہ لوگوں میں بدر کا چہرہ زیادہ ہے۔

عصابت (۷) عصابہ۔ یہ دشمن سے لپکر چالیں آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس کے لئے واحد نہیں۔ اس کی

جمع عصاب اور عصب بھی آتی ہے۔

بیعت (۸) بایعونی۔ اس کا مادہ بیع ہے جس کے معنی بیچنے کے ہیں۔ مبايعت کا معنی آپس میں خرید و فروخت کرنا ہے

مگر یہاں مبايعت کا معنی آپس میں عہد و پیمان کرنے کے ہیں۔ گویا جس کے پاس جو تھا اس نے دوسرے کو بیچا۔ صحابہ کرام کے

پاس جان و مال، آل و اولاد تھی وہ بیچا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ جنت بیچا۔ ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ

تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَاتُؤَا بِہْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِیْکُمْ وَارْجُلِکُمْ وَلَا تَقْصُرُوا

اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے و لاہ اور خود گڑھ کر کسی پر بہتان نہ باندھو گے و لاہ اچھی باتیں نافرمانی نہ کرو گے

فِی مَعْرُوفٍ فَمَنْ وَفَى مِنْکُمْ فَاجْرُءٌ عَلَی اللّٰہِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَٰلِکَ

جس نے اس کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے و لاہ اور جو ان گناہوں میں کسی کا ارتکاب کر بیٹھے

شَیْئًا فَعُوْ قَبْ فِی الدُّنْیَا فَہُوَ کَفَّارٌ لِّہٖ وَطَہُورٌ

اور اس کو دنیا میں سزا دیدی جائے و لاہ تو یہ اسکے لئے کفارہ اور پاک کرنے والی ہے

اَشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّکُمْ الْجَنَّةُ . بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کے جان ان کے مال

خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے (سورہ توبہ۔ آیت ۱۱۰)

قتل اولاد ۹ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اس کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ عرب میں رائج تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے ۱۰ لڑکوں کو

کو بھی فقر و فاقہ کے اندیشے سے مار ڈالتے تھے۔ یہ بہت ہی وحیاناہ بیمانہ فعل ہے۔ خون ناحق کے ساتھ قطع رحم و درندگی بھی ہے۔

بہتان ۱۰ بہتان اس جھوٹ کو کہتے ہیں جسے سُکر آدمی مہوت ہو جائے۔ مثلاً جھوٹا الزام رکھنا۔ کسی پر جھوٹ باندھنا۔ اس کی نہ کمی

ہوئی بات اس کے سر منڈھنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہاں خاص زنا کی تممت مراد ہو۔

افتراء ۱۱ افتراء کا مادہ فریہ ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں۔ افتراء کے معنی جھوٹ گڑھنا ہے۔ ہر بہتان گڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اب افتراء

اسکی صفت یا تو، توضیح کے لئے ہے۔ یا اس میں تجرید ہے۔ بین ایدیکم وارجلکم سے مراد یا تو دل ہے کہ یہ ہاتھ و پاؤں کے درمیان

ہے یا انسان کی ذات مراد ہے۔

گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں ۱۲ اچھے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کام کا بھی حکم دینگے

وہ اچھا ہی ہوگا۔ اس لئے، فی معصوف، کی قید بیعت کرنے والوں کی تطیب کے لئے تھی۔ اور یہ بتلنے کے لئے کہ میں جو بھی حکم

دوں گا وہ اچھا ہی ہوگا۔ یا مراد عموم ہے یعنی میری اور میرے بعد جو بھی تم پر حاکم ہو اس کی ہر اچھی بات میں اطاعت کرو گے اشارہ

فرمایا کہ معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، لا طاعة للمخلوق فی معصیۃ الخالق

بیعت کا بدلہ ۱۳ مباہعت میں طرفین کی جانب سے عوض ہوتا ہے صحابہ کرام نے اپنی جانب کا عوض پیش کر دیا۔ اب حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جانب سے عوض پیش فرما رہے ہیں کہ جو اس بیعت پر ثابت قدم رہا۔ اسے اللہ عز و جل ضرور بالضرور اجر

وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا تَمَسَّتْ رَحْمَةُ اللَّهِ بِهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ شَاءَ عَفَا عَنْهُ

اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کرے اور اللہ عز و جل اس کو چھٹے رکھے تو یہ اللہ کے سپرد ہے چاہے اسے

وَأِنْ شَاءَ عَاقِبَهُ فَبَايَعْنَا لَهُ عَلَى ذَلِكَ

معاف فرمادے چاہے (آخرت میں) سزا دے۔ تو ہم نے ان سب پر حضورؐ بیعت کی۔

عطا فرمائے گا۔ یہ اجر کیلئے ہے؟ اس روایت میں اس کی توضیح نہیں۔ مگر صابحی کی روایت میں "بالجنة" ہے۔

فَكَفَّارَةٌ لِّكَفَّارَةٍ هِيَ يَأْتِيهِ (۱۴) ان گناہوں میں سے کسی کا اگر کسی نے ارتکاب کیا۔ اور اسے اس پر سزا دیدی گئی۔ تو وہ اس کا

کفارہ ہے۔ عام طور پر "سزا" سے حدود اور تعزیر مراد لیا جاتا ہے۔ کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد اگر اس مرتکب پر حد جاری ہو گئی اس کی تعزیر ہو گئی تو اس کا وہ گناہ معاف ہو گیا۔ یہی جمہور کا مسلک ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے دوسری احادیث بھی ہیں مثلاً وہ حدیث جو ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

من اصاب ذنبا فعوقب به في الدنيا

فإن الله أكرم من أن يثنى العقوبة على

عبدك في الآخرة۔

دوم۔ جو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد نے روایت کی۔

من اصاب ذنبا اقيم عليه ذاك الذنب

فهو كفارة له

سوم۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے طبرانی نے روایت کی۔

ما عوقب رجل على ذنب الا جعله الله

كفارة لما اصاب من ذالك الذنب

اغتافل كما مسك اور دلیل (۱۵) اغتافل كما مسك یہ ہے کہ حدود و تعزیر گناہوں کے لئے کفارہ نہیں۔ اغتافل کی دلیل

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ جسے حاکم نے مستدرک میں اور بزار اور ابیہ احمد نے

اور عبد الرزاق نے روایت کیا جسے سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے صحیح مانا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عليه مخازي۔ حدود۔ احکام۔ مناقب انصار۔ بخاری۔ مسلم۔ حدود۔ ترمذی۔ نسائی۔ داری۔

لا ادری، الحدود کفارۃ لاهلہا ام لا
 یہ حدیث مثبت مدعی نہیں (۱۶) اگر ہمارا مسلک توقف ہوتا۔ جب تو اس سے استدلال صحیح ہوتا ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ کفارہ نہیں
 اور عدم علم، علم عدم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس ارشاد کے وقت معلوم نہیں تھا۔ بعد میں بتا دیا گیا۔ علاوہ ازیں اصول حدیث کا یہ قاعدہ
 مسلم ہے کہ مثبت ثانی پر مقدم ہوتا ہے۔ حدود کے کفارہ ہونے کو ثابت کرنے والی احادیث مثبت ہیں۔ اور یہ ثانی۔ اس لئے اس پر
 وہ احادیث راجح ہوں گی۔

احناف کا استدلال (۱۷) اول۔ قرآن مجید ڈاکوؤں کی سزا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا۔
 ذَٰلِكَ لَهُمْ جُزْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
 عَذَابٌ عَظِيمٌ
 یہ سزا ان ڈاکوؤں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے
 لئے آخرت میں بھاری عذاب ہے۔

یہ آیت اس پر نص ہے کہ سزا صرف دنیا میں ان کی رسوائی کے لئے ہے۔ اس سزا کے بعد بھی آخرت کا عذاب عظیم ان کے لئے ہے۔
 تو ثابت ہو گیا کہ حدود کفارہ نہیں ورنہ آخرت کا عذاب ان کے لئے نہ ہوتا۔
 دوم۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ حالانکہ حدیث میں فرمایا گیا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا آج ہی ماں
 کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یا ایسا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ توجہ توبہ کر لینے سے گناہ باقی نہ رہے تو حد کو بھی ساقط ہو جانا چاہئے۔ کہ جب
 گناہ ہے ہی نہیں تو پاک کس سے کرینگے۔

سوم۔ کافر پر مجتہد ہے۔ اور کافر کے گناہوں سے پاک ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، پھر ان پر حد کیوں؟ —
 چارم۔ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

استغفر والماعز بن مالک لقد تاب توبۃ لوقسمت
 بین امة لوسعتهم۔
 ماعز کے لئے مغفرت چاہو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک
 امت پر تقسیم کی جائے تو سب کو کفایت کرے۔

سوال یہ ہے کہ حد جاری ہو گئی۔ گناہوں سے پاک ہو گئے۔ پھر استغفار کی کیا ضرورت۔ معلوم ہوا کہ حد گناہوں کا کفارہ نہیں۔ رہ گئی یہ بات
 کہ انھوں نے توبہ بھی کر لی تھی۔ پھر استغفار کی کیا حاجت۔ ضرور انھوں نے توبہ کر لی تھی۔ مگر توبہ قبول بھی ہوئی یا نہیں۔ یہ کیسے معلوم۔ توبہ ات
 فرمائی کہ تم لوگ بھی استغفار کرو۔ یا یہ کہ استغفار سے مراد یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کی دعا کرو۔

تطبیق (۱۸) اول اب جب کہ قرآن مجید کی نص قطعی اور حدیث اور قیاس تینوں سے ثابت ہو گیا کہ حدود نہ گناہوں کے لئے کفارہ ہیں
 نہ مطر۔ اور حدیث بھی نص قرآنی کی مؤید ہے تو لامحالہ ان احادیث کی تخصیص کرنی پڑے گی جن کے ظاہر سے، حدود کے کفارہ ہونے پر

۱۹) حدیث دین کی حفاظت و اہمیت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

استدلال کیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ آدمی جب سزا یا تائب ہے تو توبہ ضرور کرتا ہے جیسا کہ حضرت اعجاز علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گذرا۔ اور غامدیہ خاتون کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لقد ثابت توبۃ لوتابہا
صاحب مکس لغفرلہ

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس عورت
نے ایسی توبہ کی کہ اگر ناجائز ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو اسے بخش دیا جاتا

چونکہ یہ سزائیں توبہ کے لئے سبب ہیں اور سبب بول کر مسبب مراد لینا عرف عام ہے۔ اس لئے ان تمام احادیث میں مراد یہ ہے کہ وہ حدود و تعزیر کے ساتھ توبہ بھی کرے تو کفارہ ہیں۔

تعارض کے وقت بجائے قرآن مجید کے احادیث ہی میں تفسیر کی جائے گی۔

دوم ایک تاویل یہ ہے کہ ان سب میں عوقب، وغیرہ سے مراد مصائب و آلام و تکالیف ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے

کہ، اگر مسلمان کے پاؤں میں کانٹا بھی جھپٹتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث درج ہیں۔

تر تکلیف مسلمان کے لئے سیئات کا کفارہ ہے | حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم نے فرمایا۔

ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا

حزن و لا غم حتی الشوكة يشاكها الا كفر الله بها

بنا دیتا ہے (بخاری و مسلم)

من خطایا -

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

لا تسبوا الحسنى فانها تذهب خطايا بني آدم كما يذهب
بخار كوبرا مت كمويه بنى آدم كى گناہوں کو ايسا دور كر تہے جيسے

بھٹی لوہے کی میل کو۔

الكبير خبثا لمحمد

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا۔

اذا بتليت عبدی بحیثیه ثم صبر عوفتهما الجنة
یرید به عینہ (بخاری)

نیز سب کو معلوم ہے کہ ارشاد فرمایا۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

الشهداء خمسة المطعون والمبطون والغريق وصاحب
الهدم والشهداء في سبيل الله - وزاد ابو داود والنسائي
سبع وصاحب ذات الجنب والمرأة تموت بجميع عن
جابر بن عتيق -

شہید پانچ ہیں۔ جو طاعون میں مارا جو پیٹ کی بیماری میں مارا
جو ڈوب کر مارا۔ جس پر دیوار گری اس سے دب کر مارا۔ اور
اللہ کے راستے میں شہید۔ ابو داؤد اور نسائی میں جابر بن
عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ شہید سات ہیں

پانچ یہ اور جو نمونہ میں مارا اور جو عورت بچہ پیدا ہونے کے صدمے سے مرے۔

اسی قسم کی احادیث کا پورا دفتر ہے۔ ان چند احادیث سے ظاہر کہ امراض، آلام، تکالیف، اذیتیں، غم و اندوہ، حزن
و ملال، یہ سب گناہوں کے کفارہ ہیں۔ حتیٰ کہ ان میں بعض ایسے اہم ہیں کہ ان میں مرنے والا شہید ہوتا ہے۔ حدیث عبادہ اور
ان سب احادیث میں جو اوپر گزری اس کا بھی احتمال ہے کہ یہی سب سزاؤں مراد ہوں۔ اگرچہ یہاں علماء نے عام طور پر صفائے کھس
کی ہے۔ لیکن یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔ بتا رہا ہے کہ اللہ عز و جل کی شان کریمی سے کیا بعید کہ وہ
مصاب و آلام کو کبائر کا بھی کفارہ بنا دے۔ حضرت علی کی حدیث میں اس کا ارشاد واضح موجود ہے اس میں فرمایا۔ فاللہ اکرم
ان یثنی العقوبة علی عبده فی الآخرة - میں ان یثنی کا فاعل اللہ عز و جل ہی ہے۔

اس سے ظاہر کہ دنیا میں جو سزائیں ملیں وہ بھی اللہ عز و جل ہی نے دیں۔ حدود و تعزیر کو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ نے حد
جاری کی۔ اگرچہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے مگر میاں گفتگو عرف کی ہے۔ پھر دوزمرہ کا تجربہ ہے کہ جب انسان کسی بیماری یا مصیبت
میں پھنستا ہے تو بہت صدق دل سے توبہ کرنے لگتا ہے وہی تاویل یہاں بھی ہو سکتی ہے کہ مراد یہ ہے کہ ان مصائب و آلام کے ساتھ توبہ
کرے۔ اور چونکہ یہ مصائب و آلام توبہ کے اسباب ہیں اس لئے اسی پر اکتفا فرمایا۔

یہ بیعت کب ہوئی تھی | (۱۹) علاوہ ازیں حدیث زیر بحث میں ایک اختلاف یہ ہے کہ یہ بیعت کب ہوئی تھی۔ علامہ ابن حجر کی تحقیق یہ
ہے کہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی اور علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت بیعتہ العقبة الاولیٰ کے وقت ہوئی اور یہی امام قاضی عیاض
اور دوسرے ائمہ اعلام کی رائے ہے۔ اس تقدیر پر اس حدیث زیر بحث میں۔ فعقب، سے حدود و تعزیر مراد ہو ہی نہیں سکتے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتَّبِعُ

نر مایا۔ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال، بکریاں اور بھیڑیں ہوں گی اپنے

بِهَاشَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بَدِينَهُ مِنَ الْفِتَنِ

دین کو بچانے کے لئے جنھیں لیکر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے گا

اس لئے کہ اس وقت تک حدود و تعزیر نازل ہی نہیں ہوئے تھے

شُرکِ مستثنیٰ ہے | (۲۰) وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذَالِكِ مَا ذَاكَ کا اشارہ مذکور کی طرف ہے اور مذکور میں شرک بھی ہے۔ اب یہاں

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر معاذ اللہ کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور اسی حالت میں قتل کیا جائے تو اس پر فریقین کا اجا

ہے کہ یہ جہنمی ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم سے کفر و شرک خارج ہیں اس لئے کہ فرمایا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ اَبْغَضُ مَا يُشْرِكُ

بِہ۔ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں معاف فرمائے گا۔ جب کتاب اللہ سے کتاب اللہ کی تخصیص درست۔ تو حدیث کی بدرجہ اولیٰ درست۔

حضرت ابوسعید خدری الخزرجی النضاری | (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابوسعید کنیت ہے۔ نام سعد بن مالک بن سنان بن عبیدہ بن جراح بن

عبیدہ۔ عبیدہ کے باپ کا نام انجبر ہے اور انھیں کو خدرہ بھی کہتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خدرہ۔ انجبر کی ماں کا نام ہے۔ غزوہ اُحد کے

موقع پر بادیہ جو دھنسنی کے جوش جہاد میں لشکر میں شامل ہو گئے مگر بعد میں کم سنی کی وجہ سے لوٹا دیئے گئے اس کے بعد بارہ غزوات میں ہمراہ

سادت رہے ان کے والد نے غزوہ اُحد میں جہاد شہادت نوش فرمایا تھا۔ یہ صحابہ میں بہت عالم فاضل مشہور تھے۔

نہایت جری حق گو بزرگ تھے۔ چونکہ ادائل عمد میں جو حاکم تھا وہی نماز بھی پڑھاتا تھا۔ مروان بن الحکم جب مدینے کا حاکم تھا۔ نماز

عیدین بھی پڑھاتا تھا۔ لوگ نماز پڑھ کر بغیر خطبہ سے ہوئے چل دیتے تھے۔ یہ خطبے میں بہت دل آزار باتیں کہتا تھا جو سنی نہیں جاتی تھیں۔ یہ دیکھ کر

مروان نے چاہا کہ نماز عید کے پہلے خطبہ پڑھے۔ مروان منبر کی طرف بڑھا کہ خطبہ پڑھے۔ حضرت ابوسعید نے اس کے کپڑے پکڑ کر گھسیٹا کہ منبر پر نہ

چڑھ جائے۔ مگر وہ منبر پر چڑھ گیا اور خطبہ پڑھا۔ اس پر حضرت ابوسعید نے فرمایا تم لوگوں نے سنت بدل ڈالی

واقعہ حرہ میں یزیدی ظالموں نے ریش مبارک نوح ڈالی تھی۔ غالباً یہ مروان والے واقعہ کا انتقام تھا مگر تشرین حدیث میں یہ بھی ہے

ان سے گیارہ سو ستر احادیث مروی ہیں۔ چھیالیس امام بخاری اور مسلم دونوں نے۔ سولہ تنہا بخاری نے اور بادل سلم نے تنہا روایت کی۔

اجلہ صحابہ مثلاً خلفائے راشدین، اپنے والد۔ مالک اور اپنے ماجائی بھائی قتادہ بن نعمان سے احادیث روایت کرتے ہیں ان کی جلالت

شان اس سے ظاہر ہے۔ حضرت ابن عمر و ابن عباس نے بھی ان سے حدیث روایت کی ہے۔ تابعین کی گنتی نہیں بسکنہ یا سکنہ میں مدینہ

لہیبہ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

٢٠) حدیث، قد غفر لك ما تقدم من ذنبك

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا إِنَّا لَسْنَا لَهَيْبَتِكَ

يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتَّى

يَعْرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ. ثُمَّ يَقُولُ إِنَّ اتَّقَاكُمْ وَأَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ أَنَا عَلَيْهِ

رُكَّاهُ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت ناراض ہوتے کہ اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہو جاتا۔ پھر فرماتے میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کی معرفت رکھتا ہوں۔

صحابہ کرام میں سعد بن مالک و قاص اور سعید بن مالک عذری ان کے ہم نام ہیں

تشریحات

١٩

لغات ٢) اَوْشَكَ کے معنی، سرعت، تیزی۔ جلد ہی کے ہیں کہا جاتا ہے اَوْشَكَ فلان ای اسرع جلدی کی۔ اَوْشَكَ یہاں افعال مقاربت سے ہے اس کے معنی ہیں، "قریب ہے، غنم" لفظ مونث اور اسم جنس ہے قلیل، کثیر سب پہ بولا جاتا ہے۔ زیر بھی اور ادہ پر بھی۔ یہ بکری اور بھڑ دونوں کے لئے آتا ہے۔ شَعَف۔ شَعَان۔ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں فتن فتنہ کی جمع ہر یہ عموماً ناپسند چیزوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ لفظی ترجمہ آزمائش ہے۔

حدیث کا مفاد ٣) حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کفر و معاصی کا اتنا غلبہ ہو جائے گا کہ دینداروں کو آبادی میں رہنا سخت دشوار ہوگا مجبور ہو کر اس زمانے میں دیندار گوشہ نشین اختیار کر لیں گے۔ یہ گوشہ نشین کیسے بھی ہو۔ پہاڑ کی چوٹیوں کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ یوں ہی غنم کا بھی۔ مراد یہ ہے کہ دیندار دین بچانے کے لئے کہیں بھی گوشہ نشین ہو جائیں گے۔ اور قوت لایموت کے لئے حلال و طیب مال پر قناعت کریں گے۔

٢) انسان تین قسم کے ہیں۔ مفید۔ مستفید۔ منفرد۔ مفید وہ ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ مستفید۔ وہ کہ خود دوسروں سے فائدہ حاصل کرے۔ منفرد وہ کہ دوسرے سے اسے فائدہ لینے کی حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ مفید اور مستفید کو عزت

٢٠

تشریحات

حدیث کا مطلب ١) حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کہ یہ تھی کہ لوگوں کو ایسے ہی اعمال

۲۱) حدیث - نجات مومن

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ

جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا

کا حکم دیتے جس کو لوگ آسانی کے ساتھ پابندی سے کر سکیں۔ ایسے اعمال کا حکم نہیں دیتے کہ آدمی کچھ دن جوش میں کرے پھر چھوڑ دے اور صحابہ کرام کو شوق تھا کہ ہم زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کریں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ معصوم ہیں ہم معصوم نہیں ہیں زیادہ سے زیادہ عمل کرنا لازم ہے۔ اس پر غضب طاری ہو گیا۔ فرمایا۔ میں تم سب لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ اور اللہ کا علم رکھنے والا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی محرک دو چیزیں ہیں۔ خشیت خداوندی اور اس کی معرفت جتنی زیادہ اس کی معرفت ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی خشیت ہوگی۔ چونکہ میری معرفت تم سب لوگوں سے زائد ہے اس لئے میرے اندر خشیت الہی بھی تم سب لوگوں سے زائد ہے۔

التقاکم، قوت علیہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کی جانب اشارہ ہے اور اعلمکم قوت علیہ میں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں

ذنب کے معنی کی تحقیق | ۲) ان الله قد غفر الله کا مطلب ہم نے یہ بتایا کہ آپ معصوم ہیں۔ اس کی وجہ یہ کہ ذنب کے معنی گناہ کو

بھی ہیں اور الزام کے بھی۔ قرآن مجید میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول مذکور میں لهم على ذنب فاخات ان يقتلون۔ ان کا مجھ پر الزام ہے مجھے اندیشہ ہے کہ میں قتل نہ کر دیں۔ غفر کے معنی چھپانے کے ہیں۔ عجب میں ہے الغفر تَغْطِيَةُ اور اس کے معنی مٹاؤ کر بھی ہیں اب قد غفر الله الخ کا مطلب یہ ہوا کہ آپ پر جتنے بھی الزامات لگے یا لگائے جائیں گے سب کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا۔ ماضی کے کاٹا یا جانا ظاہر ہے اور آئندہ کے الزاموں پر ماضی کا اطلاق اس لئے ہر کہ ان کا مٹایا جانا یقینی ہے۔ عرض کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ عزوجل نے گناہوں سے پاک اور معصوم رکھا ہے حتیٰ کہ دشمنوں نے جو الزام لگائے ان کو بھی محو فرما دیا اور آئندہ بھی جو لگائے جائیں گے کا عدم ہیں۔

عام طور پر ذنب کے معنی گناہ کے کئے جاتے ہیں اور غفر کے معنی بخشنے کے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گناہ کا قصد درہو اگر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمایا۔ اب اگر کسی کو یہی اصرار ہو کہ ذنب کے معنی گناہ ہی کے ہیں تو اس کی توجیہ

اَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خُرْدٍ لِّمَنْ اِيْمَانٌ فَيُخْرِجُوْهُ مِنْهَا

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اسے دوزخ سے نکالو اس پر ایسے بھی لوگ نکالے جائیں گے جو

قَدْ اَسْوَدُوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيَاءِ اَوْ الْحَيَاةِ شَكٌّ مَّا لَكَ فَيَنْبُتُوْنَ

جل کر کوئلہ کی طرح کالے ہو چکے ہوں گے۔ پھر ان کو نہر حیا یا نہر حیات میں ڈالاجائے گا راوی حدیث مالک کو شک

لَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ - اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرًا

اس سے ان کے جسم سے اس طرح (تیزی) سے گوشت اٹھیکا جیسے بہتے پانی کے کنارے سبزہ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ

مُلْتَوِيَةٌ قَالَ وَهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَيَاةِ وَقَالَ خُرْدٌ مِّنْ خَيْرِهِ

زرد پٹا ہوا نکلتا ہے۔ وہیب نے کہا ہم سے مالک نے جو حدیث بیان کی اس میں نہر الحیاہ کہا اور خردل من خیرہ

۲۲ حدیث فضیلت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عن ابی امامۃ

حضرت ابو سعید

بُنِ سَهْلٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خواب کلمات

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَّأَيْتُ النَّاسَ

میں کچھ لوگ سیرے سامنے پیش کئے گئے وہ لوگ کرتا پہننے

يُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَعَلَيْهِمْ قُصُوفٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الشَّدَى وَمِنْهَا مَا دُونَ

ہوئے تھے کسی کا کرتا سینے تک کسی کا اس سے کم

یہ ہے کہ غفر کے اصل معنی چھپانا اور ڈھانکنا ہے۔ عینی میں ہے۔

الغفر فی اللغة الستر وفي العباب الغفر التغطية (ص ۱۶۶ ج اول) غفر کا معنی لغت میں چھپانا ہے عباب

میں غفر کا معنی ڈھانکنا ہے۔ اس تقدیر پر اس کا معنی وہی ہوگا جو ہم نے کیا یعنی گناہوں سے محفوظ رکھا۔ قسطانی میں ہے کہ

ای حال بینک وبين الذنوب فلا تاتيها لان الغفر الستر۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو گیا

اس لئے آپ سے گناہ صاف ہو

۲۱

تشریحات

لغات ۱) مثقال کا مصدر ثقل ہے۔ یہ اصل میں اسم آگ ہے اور یہاں مطلق وزن اور مقدار مراد ہے۔ مثقال شرعی سو عدد جو

ذَٰلِكَ وَعَرَضَ عَلَىٰ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجْرُهُ قَالُوا فَمَا أَوَّلَتْ

اور عمر بن خطاب میرے سامنے لائے گئے وہ ایسا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے جس کو کھسیٹ رہے تھے لوگوں

ذَٰلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الدِّينُ لَهُ

نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ حضور نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا۔ دین۔

۲۲ حدیث چار ایمان سے ہے عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے قریب سے گزرے

الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعْظُمُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

جو اپنے بھائی کو چار سے (بچنے کی) نصیحت کر رہے تھے اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ لَهُ

فرمایا اسے چھوڑ دو اسلئے کہ حیا ایمان (کی علامت) ہے

دُم بریدہ متوسط کے ہم وزن ہوتا ہے اور سابق مرد وہ وزن سے چار ماشے چار رتی ہے۔ حیا کے معنی شرمندگی ہے اور چار بغیر ہمزہ کے
معنی بارش کے ہیں بعض روایت میں چار ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح چار بغیر مد کے ہے۔ جَبَّہ کی جمع جَبَّہ بمعنی بیج کے ہے خواہ کسی چیز کی ہو۔ اور
گیسوں کا دانہ

مومن انجام کار نجات پائے گا (۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کچھ مومن گناہ گار ایسے بھی ہوں گے جو جہنم میں ڈالے جائیں گے۔
لیکن ایمان کی بدولت پھر جہنم سے نکالے جائیں گے۔ جہنم میں رہنے کی وجہ سے یہ کالے ہو جائیں گے ان کو نہ حیات یا نہ حیات میں غوطہ دیا جائیگا
جس سے یہ اپنی حالت پر آکر تردد آ رہے ہو جائیں گے۔

تشریحات (۲۲)

حدیث کی توجیہ | اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ

تفسیر: مصلح عمر تبیر بخاری۔ مسلم فضائل۔ ترمذی: نسائی۔ دارمی۔ مسند امام احمد۔ ۲۵ کتاب الادب باب الحیا بخاری۔ مسلم ایمان
ترمذی۔ نسائی ایمان۔ ابوداؤد سنن۔ ابن ماجہ مقدمہ و زہد۔ موطا امام مالک، حسن تخلق مسند امام احمد۔

۲۲) حَدِيثُ قِتَالِ كُيْ حَدِّ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی

وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا

معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ تو جب وہ ایسا کریں تو ان لوگوں

تعالیٰ عنہ سے بھی افضل ہوں۔ یہ اہلسنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف بھی ہے اور اس کا کوئی قائل بھی نہیں۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی

تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت مطلقہ احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے اسلئے وہ احادیث اس کی محض میں۔ اور مراد یہ ہے کہ قرآن

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور سب لوگوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین زائد ہے اور وہ ان لوگوں سے

تشریحات ۲۳)

حیا ایران سے ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک انصاری کے بھائی بہت شرمیلے تھے ان کے بھائی ان کو سمجھا رہے تھے کہ حیا کر

اتفاق سے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہاں گذر ہوا تو فرمایا۔ اے اپنے حال پر چھوڑ دو حیا ایمان سے ہے یعنی ایمان کے آثار میں سے ہے

حیا کبھی واجب و فرض ہوتی ہے جیسے کسی ناجائز و حرام کے ارتکاب سے حیا کبھی مندوب جیسے مکروہ سے بچنے میں حیا کبھی مباح کسی

مباح شرعی کے کرنے سے حیا۔

تشریحات ۲۴)

الناصح کیا مراد ہے ۱) الناس سے مراد تمام کفار ہیں بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف مشرکین مراد ہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں

جائے الناس کے المشرکین وارد ہے۔ مگر یہ تخصیص درست نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں جو حکم مذکور ہے وہ تمام کفار کو عام ہے

خواہ وہ مشرک ہوں خواہ نہ ہوں۔ اور نسائی کی روایت کی توجیہ یہ ہے کہ جب یہ حکم تمام کفار کے لئے ہے۔ تو مشرکین کے لئے بھی ہے۔

تو اس کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ مجھے مشرکین سے لڑنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ ایمان کی شہادت دیں۔

۲) حَتَّى يَشْهَدُوا وہ سے ظاہر ہو گیا کہ اقرار ایمان کے بعد مومن ہونے کا حکم لگا دیا

ذَلِكَ عَصْمُوا مَنِي دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِالْحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحَسَنًا

اپنی جان و مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان کا حساب

عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ

اللہ پر ہے

②۵ حدیث ایسان عسل

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اگر ظاہر اس اقرار کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے، بت پہنچتا ہے یا ضرورت دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے تو وہ ہرگز مومن نہیں۔

بے نمازی کا حکم | ③ امام شافعی اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ بے نمازی کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ قید رکھا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھنے لگے۔ امام شافعی پر دو طرح نقص ہے ایک یہ کہ بے نمازی کو قتل کا حکم دیتے ہیں اور تارک زکوٰۃ کے قتل کو جائز نہیں رکھتے۔ اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں اقاتل وارد ہے۔ یہ باب مفاعلت سے ہے جس کی خاصیت مشارکت ہے قتال کے حکم سے قتل پر استدلال درست نہیں۔

حق اسلام کی توضیح | ④ مراد یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد انھیں بے مہار نہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ اگر کوئی ایسا جرم کرے جو موجب قتل ہوگا۔ تو انھیں بطور سزا قتل کیا جائے گا۔ مثلاً کسی کو قتل کریں گے تو قصاص واجب ہوگا، زنا کریں گے تو اس کی سزا ان کو دی جائے گی۔

حسابہم علی اللہ کا مفاد | ⑤ اقرار ایمان کے بعد اس پر مومن کے احکام جاری ہوں گے اور اگر اس کے دل میں کھوٹ ہے تو اللہ عز و جل خوب جانتا ہے اس کا حساب لے گا۔

②۵

تشریحات

لغات | ① جہاد کا مادہ جہد ہے اس کے لغوی معنی مشقت کے ہیں اصطلاح شرع میں جہاد کے معنی ہیں اسلام کی حفاظت

علیہ سلم۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ

سے سوال کیا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پھر پوچھا گیا

ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجُهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجُّ مَبْرُورٍ

اس کے بعد فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پھر پوچھا گیا اس کے بعد؟ فرمایا حج مبرور

داشاعت و سر بلندی کے لئے مخالفین اسلام سے جنگ کرنا۔ مبرور۔ بڑے سے ہے یہاں مَبْرُور سے مراد مقبول ہے۔ بڑے کے لغوی معنی خیر جمع کرنے کے ہیں۔ اور محاورہ میں مختلف معانی کے لئے آتا ہے نیکی۔ وہ کام جس میں گناہ نہ ہو قسم پوری کرنا۔ ریا سے خالی کوئی نیک عمل کرنا۔ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا۔ مطلق احسان۔

حج مبرور کی علامت | (۲) حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ آدمی حج کے بعد پہلے سے زیادہ دیندار ہو جائے۔

ایمان عمل قلب ہے | (۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال یہ ہوا تھا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے جواب میں ارشاد

فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ جو لوگ عمل کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ عمل افعال جو ارجح کے ساتھ خاص نہیں۔ قلب کے فعل کو بھی عمل کہتے ہیں۔ بلکہ فعل بھی کہتے ہیں۔ اس سے دو باب پہلے خود امام بخاری نے فرمایا ان المعرفة فعل القلب۔ اسی باب میں قول پر عمل کا اطلاق تسلیم کیا۔ عماکانو یعملون کی تفسیر فرمائی عن لا الہ الا اللہ۔ اس کے پہلے والی آیت میں بماکنتم تعملون کے عموم میں تصدیق داخل ہے۔ اگر دل کے افعال پر عمل کا اطلاق درست نہ ہوتا تو تعملون میں تصدیق قلبی کیسے داخل ہوتی۔ اس لئے اس سے اعمال کے داخل ایمان ہونے پر استدلال تام نہیں۔ ہاں اس حدیث میں اگر عمل سے مراد اقرار باللسان لیں تو معاملہ بے غبار ہے۔

افضل الاعمال کا مطلب | (۴) گزر چکا کہ مختلف احادیث میں افضل الاعمال کا اطلاق مختلف عبادات پر آیا ہے۔ وہیں یہ تو

بھی گزری کہ سائین یا سامعین یا وقت کے لحاظ سے فرمایا۔ یا ہر جگہ من محذوف مانا جائے۔ مراد یہ ہے کہ افضل الاعمال میں سے یہ بھی ہیں اور فلاں عمل بھی فلاں عمل بھی۔

حج افضل ہے یا جہاد | (۵) اس حدیث کے سیاق سے ثابت کہ جہاد حج سے افضل ہے لیکن یہ بھی مطلقاً نہیں جہاد اگر فرض میں ہو جائے

مثلاً دشمن ہجوم کر کے کسی آبادی کو گھیر لیں تو بلاشبہ حج سے افضل ہے۔ اس عہد مبارک کی عمومی حالت یہی تھی۔ ورنہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ حج جہاد سے افضل ہو مثلاً جہاد فرض میں نہیں یا ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ جہاد فرض ہی نہ ہو اور ایک شخص پر حج فرض ہو چکا

لے مسلم ترمذی نسائی کتاب الایمان۔

۲۶) حَدِیْثُ مُؤْمِنًا اَوْ مُسْلِمًا

عَنْ سَعْدِ بْنِ رَاضِيٍّ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس کے لئے حج ہی افضل ہوگا۔ مختصر یہ کہ اعمال میں فضیلت کی ترتیب کلی اور قطعی نہیں مقرر کی جاسکتی۔

تشریحات

(۲۶)

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ① وقص کے معنی توڑنے کے ہیں۔ وقاص مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توڑنے والا۔ ان کا نام مالک ہے اور کنیت ابو اسحق۔ نسب نامہ یہ ہے :- مالک بن وھیب یا اھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ کلاب تک پہنچ کر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ وھیب حضرت آمنہ کے چچا تھے۔ اور بروایت انھیں نے حضرت آمنہ کا عقد حضرت عبداللہ سے کیا تھا۔ حضرت سعد ایک بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جب سامنے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ میرے ماموں ہیں کوئی مجھے ایسا ماموں دکھائے۔

آپ اسلام قبول کرنے والوں میں پانچویں یا ساتویں فرد ہیں۔ اسلام قبول کرتے وقت ان کی عمر مبارک چودہ یا سترہ سال کی تھی۔ عشرہ مبشرہ اور ماجرین اذین میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے ہجرت کی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں جب عام انتشار پھیل گیا۔ یہ ان چودہ جاں نثار بہادروں میں سے تھے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔ بہت ماہر تیر انداز تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھا اٹھا کر تیر دیتے تھے اور فرماتے۔

اسم یا سعد فداک ابی و احمی اے سعد تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان —

یہ محبت بھرا جملہ سوائے ان کے اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر کے کسی کے لئے کبھی نہیں سنرایا۔

ان کا خطاب فارس اسلام، فاتح ایران بھی ہے۔ سب سے پہلے راہ خدا میں انھوں نے تیر چلایا۔ اور سب سے پہلے انھوں نے دشمن اسلام کو جہنم رسید کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران کے فاتح۔ شکر کے پہ سالار بھی تھے۔ کوفہ کو انھوں نے بسایا۔ عرصے تک کوفہ کے حاکم رہے۔ اخیر عمر میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جو فتنے اٹھے سب الگ تھلگ رہے۔ مدینہ سے دس میل کی دوری پر یثیق میں ایک عالی شان مکان بنوایا تھا اسی میں رہتے تھے۔ یہیں ۵۵ یا ۵۶ء میں سترے زائد عمر پاکر وصال فرمایا۔ جنازہ مبارک وہاں سے اٹھا کر مدینے لایا گیا۔ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں آسودہ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سب کے بعد یہ

أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدًا جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

نے ایک جماعت کو کچھ مال دیا اور سعد وہاں بیٹھا ہوا تھا اور انھیں میں سے ایک ایسے شخص کو کچھ نہیں دیا جو مجھے بہت پسندیدہ

وَسَلَّمَ رَجُلًا فِيهِمْ هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تھا۔ (میں اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب گیا اور رازدارانہ لہجے میں) میں نے عرض کیا

واصل بحق ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔

اللَّهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهُ وَاجِبْ دَعْوَتَهُ اے اللہ ان کا تیرے خطابنا اور ان کی دعا قبول فرما۔

اس کے اثر سے صحابہ کرام میں سب سے زیادہ قدر انداز تھے۔ اور ان کی دعا ہمیشہ قبول ہوئی۔ لوگ ان کی دعائے خیر کی امید رکھتے اور ان کی بددعا سے ڈرتے تھے۔

ان سے دو سو ستر احادیث مروی ہیں۔ پندرہ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے اور پانچ افراد بخاری سے اور اٹھارہ افراد

مسلم سے ہیں۔ صحابہ کرام میں سعد نام کے سو سے زائد ہیں۔

لغات | ① رَهْطٌ اس جماعت کو کہتے ہیں جو دس سے کم ہو۔ یعنی کم از کم تین سے لیکر نو تک۔ جو سب کے سب مرد ہوں کوئی

عورت نہ ہو۔ بعضوں نے کمالات سے دس تک کو رَهْط اور سات سے کم تین تک کو نفر کہتے ہیں۔ نو سے اگر کچھ زائد ہو جائے تب بھی

رَهْط کا اطلاق درست ہے۔ نیز اس کے معنی اپنے قبیلے والوں کے بھی ہیں۔ نیز قریبی مورث کی اولاد کو بھی کہتے ہیں۔ یہ آم جمع ہے

اس کے لئے واحد نہیں۔ ان یکتہ اللہ۔ اوندھے منہ گرنے کے معنی میں ہے۔ یہ ان چند عجیب و غریب افعال میں سے ہے کہ مجرد سے

مستدی آتا ہے۔ اور باب افعال سے لازم۔ اس کے مثل اور چند افعال ہیں۔ جیسے اَجْمَ۔ حَمَ۔ اَنْسَلَ۔ اَنْسَلَ۔ اَمْرَى۔ مَرَى۔ اَنْزَلَ۔

نَزَلَ۔ اَنْشَقَّ البعیر رفع راسہا شَنَقَ۔ قَشَعَ۔ رَجُلًا۔ واقدی میں ہے ان کا نام جعیل بن سراقہ ضمیری تھا۔ اُراهُ مشہور

و معروف روایت ہمزہ کے ضم کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں۔ میں گمان کرتا ہوں۔ مگر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح ہمزے کے فتح کیسا

ہے معنی میں اَعْلَمُ کے معنی میں یقینی طور پر اے مسلمان جانتا ہوں۔ اس لئے کہ اگر یقین نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یقین

کے باوجود بار بار تکرار نہ کرتے۔ اَوْ مُسْلِمًا اَوْ کے سکون کے ساتھ۔ اَوْ تقسیم یا تنويع یا شک اور شریک کرنے کے لئے آتا ہر امام

قاضی عیاض نے فرمایا اسے داؤ کے فتح کے ساتھ پڑھنا خطا ہے تحقیق یہ ہے کہ یہ اضراب کے لئے ہے جس پر قرینہ ابن اعرابی کی یہ روایت

ہے جو ان کی معجم میں ہے۔ لَا تَقْلُ مَوْمِنٌ قَلَّ مُسْلِمٌ مومن مت کہہ مسلمان کہہ۔

تالیف قلب کے لئے عطا | ② حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ نئے اسلام لانے والوں کو تالیف قلب کے لئے کچھ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ أَفَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ

یا رسول اللہ آپ نے فلاں کو کچھ نہیں دیا بخد میں اسے مومن جانتا ہوں فرمایا یا مسلمان۔ پھر میں تھوڑی دیر

إِنِّي لَا أَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ

خاموش رہا مجھے اس کا جو حال معلوم تھا اس نے پھر مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا میں نے عرض کیا حضور نے اس کو

لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَا أَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُ

کیوں نہیں عطا فرمایا؟ بخد میں اس کو مومن جانتا ہوں ارشاد فرمایا یا مسلمان۔ پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا لیکن

قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

اس کا حال جو مجھے معلوم تھا اس نے مجھے پھر سوال کرنے پر مجبور کیا جسے وہی سوال دہرایا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَا أُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ

وسلم نے وہی جواب ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا مجھے زیادہ

يَكُفُّهُ اللَّهُ فِي النَّاسِ ع

پیارا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اس لئے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو اونڈھا جہنم میں نہ گرا دے

عطا فرمادیا کرتے تھے ایسے ہی افراد میں سے کچھ لوگوں کو عطا فرمایا اور ایک صاحب کو کچھ نہیں دیا اس پر حضرت سعد نے وہ عرض کیا جو حدیث میں مذکور ہے۔

تلقین کی وجہ (۳) ایمان اور اسلام حقیقی معنی کے اعتبار سے ایک ہی ہیں مگر اسلام کا اطلاق بسا اوقات ظاہری اطاعت و فرمانبرداری پر ہوتا ہے۔ چونکہ مومن ہونے کی بنیاد تصدیق قلبی پر ہے اور یہ باطنی چیز ہے اور مسلمان ہونے کا مدار اطاعت پر ہے یہ ظاہری چیز ہے۔

باطنی چیز پر اطلاع عوام کا کام نہیں۔ اور ظاہری حالت کو ہر شخص جان سکتا ہے جب حضرت سعد نے اس کے مومن ہونے کا یقین کر کے قسم کے ساتھ بیان کیا تو حضور نے اس پر تنبیہ فرمائی کہ باطنی چیز پر کیسے اتنا یقین کرتے ہو کہ اس پر قسم کھا بیٹھے۔ یہ کہو کہ اس کو مسلمان جانتا ہوں یہ احتیاط عہد رسالت تک محدود تھی اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلوں کا حال جانتے تھے اور مومن و منافق کو خوب پہچانتے تھے عہد رسالت کے بعد چونکہ کسی پر منافق ہونے کا حکم لگانا منع ہے اس لئے اگر کوئی اسلام کا اقرار کرتا ہے تو اسے بلا دروغ مومن کہیں گے۔ اسلئے کہ اب باطنی حال جاننے کا یقینی ذریعہ نہیں۔ اب مدار اقرار پر ہے

یہ صاحب مومن مخلص تھے (۴) یہ شخص مومن مخلص تھے جیسا کہ بعد کے حصے سے ظاہر ہے کہ فرمایا جسے میں نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ عزیز ہوتا ہے

کسال ایمان

ت

وَقَالَ عَمَّارٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ثَلَاثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيمَانَ

حضرت عمارؓ نے فرمایا جس نے تین چیزوں کو جمع کر لیا اس نے ایمان (کی علامتوں) کو جمع کر لیا

الْإِنْفَاقُ مِنْ نَفْسِكَ - وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنْ الْإِقْتَارِ

اپنے نفس سے انفاق کرنا۔ اور سب کو سلام کرنا۔ اور تنگ دستی میں خرچ کرنا۔

اور حضرت سعدؓ سے جو فرمایا اس سے صرف انھیں ایک اصولی بات کی تعلیم دینی مقصود تھی اس شخص کے بارے میں شبہ کا اظہار مقصود نہ تھا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ① یہ اولاد قحطان سے یمن کے باشندے تھے۔ ان کے والد یاسر یمن سے مکہ آئے اور ابوہریرہؓ

بن مغیرہ مخزومی کے حلیف بنے۔ اس نے اپنی کینز سُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یاسر کا نکاح کر دیا جن سے حضرت عمار پیدا ہوئے۔ ابوہریرہؓ

نے حضرت عمار کو آزاد کر دیا۔ یہ اور ان کے والدین قدیم الاسلام ہیں۔ ان کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں ابوہریرہؓ نے شہید کر دیا۔

یہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد کو ظالم طرح طرح سے ستاتے پتیتے ہوئی پتھریلی زمین پر ٹاڈیتے، تکلیف کی

شدت کی وجہ سے جو اس محل ہو ہو جاتے۔ ایک بار اسی عالم میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو فرمایا۔

اصبروا یا آل یاسر فان موعدکم الجنة لے آل یاسر صبر کرو۔ تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

ایک بار تم شکاروں نے انھیں آگ میں ڈال دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شفقت سے ان کے آبلوں پر ہاتھ پھیرا

اور دعا فرمائی۔

یا ناکونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی اے آگ عمار پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا جیسا کہ ابراہیم پر

ابراہیم تقتلک الفئۃ الباغیۃ ہوئی تھی۔ اے عمار تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ شہر عرف ان کو اور حضرت صدیق اکبر کو ملا۔ کہ ان کے والدین بھی مسلمان ہوئے۔ مگر یہ حصر

صحیح نہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت معاویہ کو بھی یہ شرف ملا ہے۔

یہ تیس سے کچھ اوپر اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ پہلے حبشہ ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ۔ تمام غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی

لے ابو القاسم لکائی، امام احمد کتاب الایمان، یعقوب ابن شیبہ، مسند جامع عمر، مصنف جلیلناق، مسند بزار، بیہقی شیح السنہ، ابن الاعرابی مع و طبرانی کبیر۔

۲۷) حَدِيثُ كَفَرَانِ الْعَشِيرِ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ. قِيلَ أَيْ كَفَرْنَ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ

كُفِرَ بِكَ. مَعْنَى دُكْهَانِي كُنِي فِي جَهَنَّمَ فِي زِيَادَةِ تَعَوُّدِ تَوْنٍ كَوْدِي كَفَرًا شَكْرِي كَرْتِي فِي عَرْضِ

تَشْرِيعَات

۲۷

○ دھر کے معنی زمانہ۔ ابد۔ دنیا کی پوری مدت۔ کسی قوم کی پوری مدت۔ آتا ہے۔ کفر کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ یہاں حان

الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ

سے کسی کے ساتھ زمانہ بھرا احسان کرو پھر اگر تم سے کوئی بات ناپسند دیکھے تو کہہ دیجی میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

۲۸) حدیث آپس میں قتال کا حکم

عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِينِي أَبُو بَكْرٍ

حضرت احنف بن قیس نے فرمایا میں اس شخص (حضرت علی) کی مدد کے لئے چلا۔ مجھ سے ابو بکر ملے اور

چھپانا مراد ہے۔ یعنی ناشکری۔ نیز کفر کے معنی برائت اور بیزاری کے بھی ہیں۔ یہاں مراد ناشکری ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا

کہ ناشکری گناہ ہے۔ مرد و مائیت ہوا کہ احسان شناسی واجب ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ جس طرح اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق آتا ہے

اسی طرح معاصی پر کفر کا اطلاق وارد ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جہنم سوقت مخلوق اور موجود ہے جہنم امور غیبیہ میں ہے۔ اسے حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا۔ اس سے ثابت کہ حضور غیب جانتے تھے۔ عورتوں کے جہنم میں زیادہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ

گناہوں میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ اور یہ گناہ۔ شوہر کی ناشکری احسان فراموشی چونکہ عورتوں میں بہ نسبت مرد

زیادہ ہے۔ اس لئے جہنم میں زیادہ نظر آئیں۔ پھر شوہر کی ناشکری تو صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ عورتوں کو ناقصات عقل

باعتبار اکثر کے فرمایا گیا۔ کہ ان میں زیادہ ترک عقل ہوتی ہیں۔ درنہ بعض بعض تو مردوں سے بھی زیادہ عاقل ہوتی ہیں۔ یہ حدیث یہاں

مختصر ہے مفصل باب الکسوف میں آئے گی۔

تشریحات ۲۸

۱) احنف بن قیس | تابعی ہیں ان کا اصل نام غمحاک یا صحزہ ہے اور کنیت ابو بکر ہے مشہور احنف کے ساتھ ہیں۔ احنف کے معنی

ٹپڑے پاؤں والا یا وہ شخص جس کا پاؤں مڑا ہوا اور وہ پاؤں کی پیٹھ کے بل چلتا ہو۔ انھیں زمانہ اقدس ملا۔ اسی عہد میں مسلمان بھی ہوئے

لیکن زیارت سے محروم رہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مرد و الزود انھوں نے فتح ممبیا۔ اس شکرین

ان کے جھنڈے کے نیچے امام حسن بصری اور امام محمد بن سیرین بھی تھے۔ حضرت عمرو علی دعاس وغیرہ صحابہ سے حدیث سنی ان سے امام

حسن بصری وغیرہ نے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۶۳ھ میں کوفہ میں وصال ہوا۔

۲) حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ان کا نام نفع ہے یا مسروح۔ یہ طائف کے باشندے تھے۔ حارث بن کلدہ کے غلام۔ ان کی

مان دی سمیہ ہے جو زیاد کی ماں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا اور یہ اعلان کر دیا کہ جو غلام میرے

لے ایفا کرے گا۔ کفران العتر کتاب العلمۃ صلوٰۃ الکرمات جاء ومن صلی وقد امنار کتاب الاذان باب فتح البصری البصری

فی الصلوٰۃ ودر علوۃ باب فی صلوٰۃ التسمیۃ والتسمیۃ بسم اللہ وکسوف۔

فَقَالَ أَيْنَ تَرِيدُ. قُلْتُ أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ. قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ

انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے بتایا اس شخص کی مدد کے لئے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا واپس ہو جاؤ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا التَّقَا الْمُسْلِمَانِ

اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات سنا جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں ہیکر

بَسِيفَتَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ

لڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں میں نے عرض کیا قاتل تو جہنمی ہو گا مگر مقتول کیسے ہو گا؟

فَمَا بِالْمَقْتُولِ؟ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ

نہر یا مقتول اس لئے ہو گا کہ وہ اپنے مد مقابل کو قتل کرنے کا عزم مضبوط رکھتا تھا

پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ تو یہ چرخہ کے ذریعہ فسیل سے اترے۔ چرخہ کو غزنی میں بکرا کہتے ہیں۔ اسی بنا پر حضور نے ان کی کنیت

الوبکر رکھی۔ اور حسب اعلان انھیں آزاد کر دیا۔ انھیں آزادی تو مل گئی۔ لیکن محبوب خدا کی غلامی میں وہ مزہ آیا کہ وہ بھر خدمت ہی

میں رہے۔ یہ فضلاء صحابہ اور ان کے خاندین ہیں یہ سلسلہ میں وفات پائی۔ ان سے ایک سو تیس حدیثیں مروی ہیں۔

بیشمار متفق ہیں۔ اور پانچ تنہا امام بخاری نے اور ایک امام مسلم نے تین بار روایت کی ہے۔

فَلَمَّا اس حدیث میں ہذا الرجل سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جیسا کہ خود بخاری کتاب الفتن میں بجائے ہذا الرجل

کے ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد ہے۔ نیز اسماعیل کی روایت میں یعنی علیاً موجود ہے۔

یہ واقعہ جنگ جمل کا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روکنا اس بنا پر تھا کہ ظاہر حدیث کے اعتبار سے انہوں نے یہی سمجھا

تھا کہ جب دو مسلمان لڑیں تو کسی کا تھ نہیں دینا چاہئے یا اس بنا پر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ ظاہر نہ ہو سکا

تھا کہ حق پر کون ہے۔ حضرت احنف جنگ جمل میں شریک نہ ہوئے مگر پھر حضرت علی کا حق پر ہونا ان پر ظاہر ہو گیا۔ اور جنگ صفین میں

حضرت علی کے

فَلَمَّا اس سے مراد جب دو مسلمان ناحق لڑیں آپس میں لڑنے کا کوئی شرعی جواز نہ ہو نہ قاتل کے پاس نہ مقتول کے پاس۔ اور اگر لڑائی

کی کوئی شرعی وجہ ہو تو یہ حکم نہیں۔ اگر شرعی جواز کی وجہ کسی کے پاس ہو تو اسے لڑنا جائز بلکہ باہت ابرہ گنہگار وہ ہو گا جس کے پاس کوئی وجہ

میں کتاب الفتن۔ نسائی تحریم۔ ابن ماجہ فتن۔ مسلم و ابوداؤد۔

marfat.com

۲۹) حَدِيثُ - گالی دینی جاہلیت ہر

عَنْ الْمَعْرُورِ قَالَ لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت معرور نے کہا میں نے مقام ربذہ پر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی

جواز نہیں اور اگر دونوں کے پاس شرعی جواز کی وجہ ہو تو کوئی گنہگار نہ ہو گا جیسا کہ جنگ جمل اور صفین میں تھا۔ حضرت عائشہ و حضرت

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے اجتہاد سے لڑائی کو ضروری جانا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اجتہاد پر عمل فرمایا۔ اگرچہ

باجماع اہلسنت حضرت علی حق پر تھے اور ان کے محاربین سے خطا اجتہادی ہوئی۔ اور مجتہد سے اگر خطا اجتہادی واقع ہو تو بھی اسے اور اس کے

مقلدین کو ایک ثواب ملتا ہے صحابہ کرام کے آپس میں مشاجرات میں کلام منع ہے۔ اللہ عز و جل نے تمام صحابہ کرام کے لئے فرمایا وَكَلَّمَ اللَّهُ

الْحُسَيْنِ (نار) (۹۵) حدید (۱۰۰) اور اللہ نے سب بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور ارشاد ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (توبہ

(۱۰۰) اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ وجہ یہی ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات نفسانیت و دنیا داری کی وجہ

نہیں۔ جو اختلاف ہوا۔ اجتہاد میں خطا کی وجہ سے ہوا۔

وہ صحیح و محقق مذہب یہ ہے کہ گناہ کا محض ارادہ گناہ نہیں۔ مگر جب گناہ کا اتنا پختہ عزم کر لے جتنا گناہ کے ارتکاب کے وقت ہوتا

ہے تو گناہ کا ایسا پختہ ارادہ و عزم گناہ ہے۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے۔ اگرچہ یہاں مقتول نے مسلمان کو قتل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں چلائے

مگر حدیث میں موجب نار اس کی قتل کی حرص کو بتایا۔ اور حرص فعل قلب ہے فعل جوارح نہیں۔

۲۹) تشریحات

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۱) یہ بنی غفار بدوی قبیلے کے فرد ہیں۔ بنی غفار بنی کنانہ کی ایک شاخ ہے۔ ان کا اصل نام

جَنْدُبُ یا جَنْدُبُ ہے یا جَنْدُبُ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ہُریر ہے۔ یہ بھی سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ خود فرمایا میں چوتھا یا پانچواں

مسلمان ہوں۔ مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے۔ پھر اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے غزوہ خندق کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے

اور پھر وصال اقدس تک حاضر رہے۔ غزوہ تبوک میں ابتداءً شریک ہوئے۔ بعد میں اکیلے چلے رستے میں اونٹ مر گیا۔ اپنا سامان لاد کر

ہوئے بالکل یکہ و تنہا اس وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کہ سرکار تبوک میں قیام فرماتے تھے۔ ان کو تنہا آتا دیکھ کر فرمایا اللہ!

ابو ذر پر رحم فرمائے۔ تنہا آیا ہے۔ تنہائی میں مرے گا اور تنہا ہی قبر سے اٹھے گا۔ یہ غیب کی خبر حرف بحرف پوری ہوئی۔ ان کا مسلک

یہ تھا کہ حاجت سے زیادہ مال جمع کرنا حرام ہے۔ اپنے اس اجتہاد پر بہت سخت تھے۔ لوگوں پر اس سلسلے میں بہت سخت تنقید فرماتے

بِالرِّبْذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ. فَسَأَلَتْهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ

جو لباس ان پر تھا ویسا ہی لباس ان کے غلام پر تھا۔ میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا میں نے

إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتَهُ بِأَمِّهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

ایک شخص (غلام) کو ماں کی گالی دی تھی۔ (اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی) اس پر حضور نے فرمایا۔ اے

وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأَمِّهِ إِنَّكَ أَمْرٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ

ابو ذر تم نے اس کو ماں کی گالی دی ہے۔ تم میں کچھ جاہلیت ہے۔ تمہارے حندام

خَوْلَكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ

تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا۔ جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو۔ تو اسے

هَمًّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ هَمًّا يَلْبَسُ. وَلَا تَكْلِفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ. فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ

چاہئے کہ جو خود کھائے ویسا ہی اسے کھلائے اور جیسا پہنے ویسا ہی اسے بھی پہنائے۔ ان کو ایسا کام نہ دو جو

فَاعْيَنُواهُمْ

ان کی طاقت سے زیادہ ہو۔ اور اگر ایسا کام دو تو ان کی مدد کرو۔

تھے۔ جس سے خلفشار مچا رہتا۔ عاجز آ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حکم دیدیا کہ ربذہ میں جا کر رہو۔ وہیں
اکیلے رہتے وہیں تنہائی میں وصال فرمایا۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے انھوں نے اپنے
ہمراہیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ اور وہیں دفن فرمایا۔ ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے دوسوا کا سی حدیثیں مروی
ہیں۔ بارہ متفق علیہ، دو افراد بخاری سے اور ستر افراد مسلم سے ہیں۔

لغات (۲) ربذۃ - مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر عراق کی طرف ذات عرق کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔
حُلَّة - چادر اور تہبند دونوں کے مجموعے کو حُلہ کہتے ہیں۔ سَابَبْتُ معنی میں سَبَبْتُ کے ہے۔ یعنی میں نے بُرا کہا۔

تکمیل (۳) کتاب الادب باب ماینبی عن السباب واللعن میں اس حدیث کا اگلا حصہ یوں ہے۔ معرور نے کہا۔ میں نے دیکھا ان پر
ایک چادر تھی اور ان کے غلام پر ایک چادر تھی۔ تو میں نے کہا اگر آپ غلام کی چادر لیکر پہن لیتے تو پورا جوڑا ہو جاتا۔ اور غلام کو کوئی اور کپڑا دیتے
تو حضرت ابو ذر نے فرمایا۔ میرے اور ایک شخص (غلام) کے درمیان تیز کلامی ہو گئی۔ اس کی ماں عجمیہ تھی۔ میں نے اس کی ماں کو کچھ کمدیا۔ اس نے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اس پر حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تم نے فلاں کو گالی دی ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس کی

۳۰ حدیث - شرک ظلم عظیم ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہ

”الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ“ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ

لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی۔ انھیں کے لئے امن ہے (یہ صحابہ

ماں کو کچھ کہا ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا تم میں کچھ جاہلیت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اس وقت تک بڑھاپے کے باوجود حضور نے فرمایا۔ ہاں لے

تطبيق | ۳ کتاب الايمان اور کتاب العنق میں ”علیہ حلة“ آیات اور کتاب الادب میں ”برد“۔ حلة پورے چادر اور

تہبند کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے یہ فرمایا کہ صحیحی ہے کہ حضرت ابوذر صوف چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اور ان کے غلام بھی

سابقہ روایت میں ”حلة“ کا ذکر بطور مجاز ہے۔

اس حدیث میں مساببت مر جلا سے مراد غلام ہے جس پر حدیث کا سیاق و سباق دلالت کرتا ہے اس لئے کہ

ابوذر نے غلام کے ساتھ لباس میں مساوات کی علت اس واقعہ کو بنایا ہے۔ مطابقت اسی صورت میں ہوگی کہ جس شخص کو حضرت ابوذر نے

کالی دی تھی وہ غلام ہو۔

کے بڑا کما تھا | ۵ یہ قصہ حضرت بلال کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت ابوذر نے ان کو یہ کہہ دیا تھا۔ او کالی عورت کے بچے۔ انھوں نے دربار نبوی

میں شکایت کر دی۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا۔ تم میں جاہلیت ہے۔ اس ارشاد کے سننے کے بعد

حضرت ابوذر نے اپنا رخسار زمین پر رکھ کر حضرت بلال سے فرمایا۔ میں زمین سے اپنا رخسار اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک تم میرے رخسار

پر قدم نہ روندو۔ بالآخر حضرت بلال کو ان کی ضد پوری کرنی پڑی۔ (قسط لانی)

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ کسی مسلمان کو برا کہنا حرام ہے۔

تشریحات

۳۰

۱ ظلم کے لغوی معنی۔ وضع اشئی فی غیر محلہ۔ یعنی جس چیز کی جگہ جو ہو اس کے بجائے دوسری جگہ رکھ دینا۔ عرف میں ظلم کا

اطلاق ستانے اور ناحق مال لینے پر ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا اطلاق ہر گناہ پر ہوا ہے اور کفر و شرک پر بھی۔

توضیح | ۲ جب سورہ انعام کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لَا يَجَارِي كِتَابَ الْعَنْقِ وَكِتَابَ الْاَدَبِ، مَسْكِتَابِ الْاِيْمَانِ وَالْاِزْدَارِ وَالْاِيْمَانِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اَنْ

کرام پر شاق ہوا، اس پر صحابہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم (گناہ) نہیں کیا

الشِّرْكَ لَظْلَمٌ عَظِيمٌ

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بیشک شرک ظلم عظیم ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ
جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کی ظلم سے آمیزش نہیں کی۔ انھیں لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

بظلم نکرہ تحت النفی مفید عموم ہے۔ الا من کے متعلق لہم کی تقدیم مفید حصرتو آیت کا ظاہر مطلب یہ ہوا کہ جن کو ایمان کے ساتھ کسی بھی ظلم کی آمیزش نہ ہوئی اگرچہ وہ کوئی گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ صرف انھیں کے لئے امن و ہدایت ہے۔ اور جن کے ایمان سے کسی ظلم کی اگرچہ وہ کوئی گناہ ہی کیوں نہ ہو۔ آمیزش ہوئی نہ ان کے لئے امن ہے اور نہ ہدایت۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ایسا ہے جس نے کوئی ظلم نہ کیا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں ظلم سے مراد اس کی اعلیٰ قسم شرک ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا۔

بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظْلَمٌ عَظِيمٌ

اشارہ فرمایا کہ "بِظُلْمٍ" کی تین تعظیم کے لئے ہے اس جگہ یہ ہے کہ صحابہ کے سوال پر سورہ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی اور کتاب التفسیر میں وہ ہے جو ہم نے لکھا۔ علامہ ابن حجر نے یہ تطبیق دی کہ ہو سکتا ہے کہ سورہ لقمان کی یہ آیت جلد ہی نازل ہوئی ہو۔ راوی کو اس کا علم نہ رہا ہو حضور نے اس کی نشاندہی کی تو راوی نے یہ سمجھا کہ اسی وقت نازل ہوئی ہے۔

(۳) اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو۔ اور ظلم سے مراد ان کی گناہ ہے تو صحابہ اقراری گناہ گار ہوئے۔ حالانکہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل گناہ سے محفوظ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اقراریا تو بہ سبیل تواضع ہے یا یہ کہ ان کی مراد وہ افعال ہیں جن کی حرمت کا انھیں علم نہ تھا یا ابھی اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ انکا ارتکاب وہ کرتے تھے۔ بعد میں حرمت نازل ہوئی یا بعد میں حرمت کا علم ہوا لہذا افعال کو انھوں نے ظلم سے تعبیر کیا۔ یا غایت کرم سے اپنے بعد آنے والوں کے لئے سوال کر لیا اور بر بنابر کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَةٌ "ان کو ایتنا سے تعبیر فرمایا۔ یا گناہ سے مراد وہ صفات ہیں جو بلا قصد اختیار سرزد ہو جائیں۔

علہ کتاب الانبیاء۔ کتاب التفسیر۔ استنباط المرتدین بخاری۔ مسلم۔ ترمذی

۳۱) حَدِيثُ - نِفَاقِ كِي عَلَامَتُ

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا أَحَدٌ كَذَبَ وَإِذَا أَوْعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا أَعْتَمَرَ خَانَ

منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے اور جب کما بیل مانت کھی جائے

۲) ایمان کے ساتھ کفر و شرک کی آمیزش سے مراد یہ ہے کہ وہ منافق نہیں۔ کہ ظاہر میں ایمان کا اقرار اور اندر کافر ہے یا مراد یہ ہے کہ وہ ایمان کا مدعی ہے۔ اندر اپنے کو مومن مخلص یقین کے ہوئے ہے۔ مگر اس سے کفر کا صدور ہو گیا۔ اور وہ اپنی جہالت سے کفر کو کفر نہیں جانتا۔ جیسے اس زمانے کے قادیانی بخیری و بابی رافضی وغیرہ ہیں

۳۱) تشریحات

۱) اس حدیث میں منافق کی تین ایسی علامتیں بیان فرمائی ہیں جن کا تعلق قول عمل نیت میں سے ایک ایک سے ہے۔ کذب فسادوں ہے۔ خیانت فساد عمل ہے۔ اور وعدہ خلافی فساد نیت ہے۔

آیت کے معنی علامت کے ہیں۔ اور علامت کبھی شے کے لوازم سے ہوتی ہے اور لوازم کبھی مزدوم سے اعم ہوتے ہیں۔ لازم ہم کا وجود مزدوم کے وجود کو مستلزم نہیں۔ جیسے ماشی انسان کے لوازم میں سے ہے مگر چونکہ یہ لازم اعم ہے اس لئے ماشی کے وجود سے انسان کا وجود لازم نہیں۔ تمام چوپائے ماشی ہیں مگر انسان نہیں۔ اسی طرح یہ علامتیں منافق کے لوازم عامہ میں سے ہیں کہ جو منافق ہو گا اس میں یہ تین باتیں ضرور ہوں گی۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس میں یہ باتیں پائی جائیں وہ منافق بھی ضرور ہو جیسے کفار مشرکین۔ اس لئے اگر کسی مسلمان میں یہ باتیں پائی جائیں تو اسے منافق کہنا جائز نہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق فی الاعتقاد کہ جو زبان سے اپنے کو مسلمان کہے اور دل میں کفر رکھے۔ دوسرے نفاق فی العمل اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرے جو مسلمانوں کے شایان شان نہ ہو منافقین کے کر توت ہوں جیسے یہ تینوں عیوب۔ جو مسلمان اس کام تک پہنچے کہ وہ نفاق فی العمل کا مرتکب ہے۔

لے شہادات۔ وصیت۔ ادب۔ مسلم ایمان۔ ترمذی۔ نسائی

۳۲) حَدِيثُ گالی بکنا نفاق کی علامت ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

أَرْبَعٌ مِّنْ كُنْ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ

جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک ہوگی اس میں

مِنْهُمْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا إِذَا أُوتِمِنْ

نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے

خَانَ إِذَا أَحَدَثَ كَذِبًا وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

خیانت کرے جب بات کرے جھوٹ بولے جب عہد کرے تو دغا کرے جب جھگڑا کرے تو گالی دے۔

تشریحات

(۳۲)

۱) اس میں ان تین کے علاوہ چوتھی علامت یہ بتائی جب جھگڑے تو گالی دے۔ نیز اس حدیث میں صاف صاف فرمایا کہ جس میں یہ چاروں باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا۔

اب یہاں بھی یہی کہنا پڑے گا کہ، منافق خالص سے منافق فی العمل مراد ہے۔ یا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے منافقین کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے زمانے میں جس کلمہ گو میں یہ چاروں برائیاں اکٹھی ہوں تو سمجھ لو کہ وہ پکا منافق ہے۔

۲) نفاق کی علامتیں انھیں چاروں میں مخفی نہیں۔ اس کے علاوہ بھی دوسری احادیث میں اور قرآن کریم میں نفاق کی اور بھی علامتیں مذکور ہیں۔ جیسے گذر چکا کہ انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔ اور بقیہ احادیث میں متفرق طور سے مذکور ہیں۔ مثلاً:-

جس نے جہاد نہ کیا اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کا شوق پیدا ہوا اور اسی حالت میں مرا۔ نماز میں سستی کرنا۔ نماز کو مکروہ وقت میں پڑھنے کی عادت ڈال لینی۔ اذان کے بعد مسجد سے بے نماز پڑھے بلا ضرورت چلا جانا جب کہ کوئی نیت نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ

علہ جزیہ، مظالم بخاری۔ مسلم ایمان۔ ابوداؤد سنت۔ ترمذی ایمان نسائی ایمان۔ مسند امام احمد

۳۳) حَدِيث - جِهَادِ كِي اَهِمِيَّت

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْتَدَبَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَرَجِي سَبِيلَهُ لَا

نے فرمایا اس شخص کے لئے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور اس کو جہاد کے لئے صرف مجھ پر

مُخْرِجُهُ إِلَّا اِيْمَانُ بِيْ اَوْ تَصَدِّقُ بِرُسُلِيْ اَنْ اَرْجِعَ بِمَا نَالَ مِنْ

ایمان نے اور تمام پیغمبروں کی تصدیق نے نکالا ہو اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے یا تو اسے

اَجْرًا وَغَنِيْمَةً اَوْ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى اُمَّتِيْ بِاَقْدَتِ

ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ گھر واپس کرے یا اس کو شہید کر کے جنت میں داخل کرے۔ اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ

خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوْ دِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ

میرے امت پر یہ شاق ہوگا تو کسی سہرے کے پیچھے نہ رہتا اور میں اس بات کو پسند رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ

ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ

میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں؟ پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں

تشریحات (۳۳)

۱) انتدب کا مادہ ندب ہے۔ اس کا صلہ جبلا یا الی آتا ہے تو اس کے معنی بلانے اور اکسانے کے ہوتے ہیں (قاموس)

انتدب کے معنی قبول کرنا۔ بہت جلد اچھی جزا دینا۔ کفیل ہونا ہے۔ یہاں ارجح یہ ہے کہ ذمہ دار اور کفیل ہونے کے معنی میں ہے۔ اس لئے کتاب الجہاد میں بجائے انتدب کے تکفل ہے۔

۲) مراد یہ ہے کہ اگر اس جہاد میں، مال غنیمت ہاتھ نہیں آیا تو جہاد کا ثواب ضرور ملے گا یا پھر ثواب اور مال غنیمت دونوں ملیگا۔

اور ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ "او" واؤ کے معنی میں ہے اس کی تائید ابو داؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں واو ہی ہے اور ادخلہ الجنة سے مراد یہ ہے کہ مقربین کے ساتھ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل فرماؤں گا۔ اور اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دوں گا۔

۳) کتاب الجہاد بخاری۔ مسلم امامہ۔ نسائی ابن ماجہ۔ مسند امام احمد۔

۳۴۷ حَدِيث - مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حَفَرْتُ ابُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ رُوَايَتَ هِيَ ، نَبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرْيَا

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْقَامَ لَيْلَةٍ الْقَدَرِ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا بِأَغْفِرَ لَهُ مَا

جس رے شب قدر میں عبادت کی ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے اس کے گزشتہ

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا بِأَغْفِرَ لَهُ مَا

گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کا روزہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

رکھا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے

سہ یہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں عجب کامیاب یہ ہے کہ خیر السوا یا اربعۃ مائۃ ترجل۔ بہترین سریہ وہ ہے جس میں

چار سو مرد ہوں۔ کتب حدیث دیر میں، سہ یہ ہے کہ اہل مجاہدین کی وہ جماعت ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک نہیں

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جہاد ایسی بہترین عبادت ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لئے صحیح ایمان کے ساتھ جہاد میں نکلے گا

تو وہ بہر حال نفع میں رہے گا یا تو اسے ماں غنیمت اور ثواب دونوں ملے گا یا نہیں تو ثواب کہیں نہیں گیا اور کام آگیا تو بلا حساب و کتاب

جنت میں جائے گا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باں فضل و کمال و عظمت و جلال فرماتے ہیں۔ اگر تم لوگوں پر شاق نہ ہوتا تو میں

بہ چھوٹے سے چھوٹے لشکر کے ساتھ بھی ضرور جاتا۔ لیکن چونکہ میرے ساتھ تم سب لوگ نکل پڑتے اس سے تمہیں دشواری ہوتی اسلئے

میں ہر سریہ کے ساتھ نہیں جاتا۔ میری آرزو ہے کہ راہ خدا میں بار بار شہید کیا جاؤں زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

تشریحات (۳۴۷)

① وہ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر ایمان بڑا سے بڑا عمل بیکار ہے وہ معلوم ہوا کہ بے نیت ثواب کی عمل صالح پر ثواب نہیں۔

وہ مراد گناہ صغیرہ ہیں۔

ت: ۱ - أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْخَفِيفَةُ السَّمْحَةُ

حق اور آسان دین ہی خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے

۳۵ حدیث - دین آسان ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ يُسْرُو وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوا

بیشک یہ دین آسان ہے اور جو بھی دین میں سختی اختیار کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا۔

وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا وَأَسْتَعِينُوا بِالْغُدُوَّةِ وَالرُّوحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّجَى

اس لئے میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور بشارت دیتے رہو اور صبح و شام اور کچھ آخر شب میں چل کر۔

اس حدیث سے ثابت کہ جہاد فرض عین نہیں، فرض کفایہ ہے۔ فرض عین ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سرے میں ضرور شریک ہوتے۔

تشریحات ۱

الْخَفِيفَةُ - حنیف کا مصدر جلی ہے حنیف اسے کہتے ہیں جو باطل سے منہ موڑ کر حق کا پابند ہو۔ الْخَفِيفَةُ کے معنی ہوئے حق۔ السَّمْحَةُ کے معنی سہل۔ آسان ہے مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو دین اسلام سب سے زیادہ پسند ہے جس میں ہر باطل سے روگردانی کر کے حق کی پابندی ہے اور جس پر عمل سہل و آسان ہے۔ پسندیدگی کی زیادتی ادیان سابقہ کے اعتبار سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم سے لیکر اب تک جتنے دین اللہ کے نازل ہوئے ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ پسندیدہ تھے مگر یہ دین، دین اسلام سب سے زیادہ پسند ہے۔

تشریحات ۳۵

لغات ① يشاد کا مصدر رشادة ہے جس کے معنی ہیں آپس میں دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ سددوا کے معنی ہیں صحیح طریقے سے کام کرو یا میانہ روی اختیار کرو۔ قاربوا کے معنی ہیں قریب قریب رہو۔

ت: ۱۰

إِنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا

تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب کوئی بندہ

أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنَ إِسْلَامُهُ يُكْفِرُ اللَّهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلْفَهَا

اسلام لائے اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر اس گناہ کو جو اس نے اسلام لانے سے پہلے

(۲) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام آسان دین ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی یہ چاہے کہ اسلام میں جتنے اعمال صالحہ ہیں ہم سب کر لیں یہاں تک کہ اعمال صالحہ کی فہرست ختم ہو جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا آدمی عمل کرتے کرتے تھک جائے گا مگر اعمال صالحہ ختم نہ ہوں گے۔

یا مراد یہ ہے کہ جو شخص اعمال دینیہ میں تعمق و تفحص کی وجہ سے سخت سے سخت پر عمل کرنے کی کوشش کریگا وہ ایک دن تھک ہار کر بیٹھ جائیگا۔ یہ غیب کی خبر ہے۔ ابن امیر نے کہا ہم نے بھی اور لوگوں نے بھی دیکھا کہ جو سخت سے سخت تر پر کاربند ہونے کا کوشاں ہوا وہ رہ گیا۔ اس کا مطلب نہیں کہ اکل و افضل اعمال کی طلب نامحود ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ نوافل و مستحبات میں حسرت زیادہ بڑھکر مبالغہ نہ کرے کہ اس سے افضل ترک ہو جائے گا فرض و واجب قضا ہو جائے جیسے کوئی رات بھر عبادت کرتا رہا صبح کو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور نتیجے میں نماز فجر فوت ہو گئی یا جماعت نہ ملی اس قسم کا افراط و غلو منع ہے میانہ روی اختیار کرنا اور اعلیٰ و افضل کی استطاعت نہیں تو اس سے قریب کی جتنی استطاعت ہو اس کو کر دے۔ لوگوں کو بشارت دو ہر نیک عمل پر ثواب ملے گا اگرچہ وہ قلیل ہی ہو جیسے مسافر اگر رات دن چلتا رہے تو منزل تک شاید ہی پہنچ پائے اور جو مناسب وقت میں سفر کرے وقفہ وقفہ میں آرام کرتا جائے تو آسانی سے منزل تک پہنچ جائیگا۔ یا استعینوا بالغدوة خاص مسافروں کے لئے ارشاد ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جہاں رخصت ہے رخصت پر عمل کرے مثلاً بیمار کو بجائے غسل کے تیمم کی اجازت ہے تو خواہ خواہ غسل نہ کرے اس سے ضرر کا اندیشہ ہے۔

تشریحات

(۸) و (۳۶)

(۱) اسلام کے اچھے ہونے سے مراد یہ ہے کہ ظاہر باطن ہر طرح مسلمان رہے اس کے دل میں نفاق اور کھوٹ نہ رہے۔

وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرٍ أَمْثَلِهَا إِلَى سَبْعِينَ رِئْهٖ

کئے تھے معاف فرمادے گا اور اس کے بعد حساب شروع ہو گا ایک نیکی کے عوض دس نیکیوں سے سات سو

ضَعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا

تک لکھی جائیں گی اور ایک بُرائی کے بدلے ایک۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے۔

۳۶) حَدِيث - إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ كَعَمَلٍ

نے فرمایا جب کوئی شخص اپنا اسلام اچھا کر لے تو جو نیکی بھی کرے گا دس گئے۔

تَكْتُبُ لَهُ بِعَشْرٍ أَمْثَلِهَا إِلَى سَبْعِينَ رِئْهٖ ضَعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ كَعَمَلٍ

سات سو گئے تک لکھی جائیگی اور ہر بُرائی صرف

تَكْتُبُ لَهُ بِمِثْلِهَا

ایک لکھی جائے گی

۲) يَكْفِرُ اللَّهُ تَكْفِيرَ الْغُفَى مَعْنَى پَهِچانے کے ہیں مراد یہ ہے کہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ان پر کوئی مواخذہ نہیں فرمائیگا

کان زلفها۔ زلف کے معنی آگے کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو اس نے پہلے حالت کفر میں کئے تھے۔ القصاص کے معنی

کسی چیز کا کسی سے مقابلہ کرنا۔ مراد یہ ہے کہ ہر عمل کی اس کے مناسب جزا ملے گی۔ ضعف کے معنی کم از کم دگنے کے ہیں اور

زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

۳) اس حدیث سے ثابت کہ اسلام اپنے ماقبل کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور مومن جو نیک عمل کرتا ہے اس پر کم از کم دس گنا

اور زیادہ سے زیادہ جتنا اللہ عز وجل چاہے ثواب عطا فرمائے گا۔ اور گناہ کرنے پر چاہے معاف فرمادے کوئی سزا نہ دے اور

اگر معاف نہ فرمائے گا تو صرف ایک ہی گناہ کی سزا دے گا۔ حدیث میں ہے: دس گنے سے سات سو گنے تک۔ مگر یہ تحدید کے لئے نہیں

قرآن مجید میں ہے وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور اللہ جس کے لئے چاہے اس دسات سو گنے سے زیادہ بڑھا کر اللہ دست

لہ نسا ایمان اور دیر دی اسد سن از سفان، اساعل، ارنگ، انالاجا

۳۸ حَدِيثُ مُؤْمِنٍ بِالْآخِرِ نَجَاتٍ بِإِيَّكََا

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرِجُ مِنَ

النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ شَعِيرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَ

يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ بُرَّةٍ مِّنْ

خَيْرٍ وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

وَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنُ ذَرَّةٍ

مَنْ خَيْرٌ (وَفِي رَوَايَةٍ) مِنْ اِيْمَانٍ تَكَانَ خَيْرًا

(اور دوسری روایت میں) خیر کے بجائے ایمان آیا ہے

۳۹ حَدِيثُ جَسَدَن كُوْنِي نِعْمَتٍ خَاصٍّ لِّاَسَدِن عِيْدِنَا مَشْرُوعٌ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ يَا

حَضْرَتِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَئِدُ يَهُودِيٍّ (كُتِبَ) أَحْبَابُ نَظَرُ فِي عَيْنَيْهِ

أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَا كِتَابُكُمْ تَقْرَأُونَهَا - لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ

اے امیر المؤمنین آپ لوگوں کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ لوگ پڑھتے ہیں اگر یہ آیت ہم یہودیوں پر نازل

لَا تَخْذُنَا ذَالِكَ الْيَوْمَ عِيدًا قَالَ أَيْ آيَةٌ؟ قَالَ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ

ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نازل ہونے کے دن کو عید بنا لیتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ اس نے کہا الْيَوْمَ اكْمَلْتُ

وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا. قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا

لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي الْآيَةُ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم اس دن کو جانتے ہیں۔

شی آخر۔ نیز یہ کہ نجات کے لئے اقرار باللسان شرط ہے۔ بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

۴ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے جیسے قرآن مجید کی سورتوں کا نام رکھتے ہیں سورہ احمد، سورہ قتل یا نیت

الْكَافِرُونَ وغیرہ۔ ابتدائی جز پر کل کا نام رکھ دیتے ہیں۔ یہاں اس سے کم کی تخفیف ممکن نہ تھی صرف ”لا“ نام رکھتے تو سمجھ میں نہ آتا۔ اور

”اللہ“ بھی ملاتے تو کفر صریح ہوتا۔ اس لئے پورا لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا نام ہوا۔

۳۹

تشریحات

① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ عزوجل کی کوئی خاص نعمت ملے اس دن عید منانا جائز ہے وہ اس طرح کہ اگر یہ بات

ناجائز و حرام ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعب احبار کو یہ جواب دیتے کہ وہ تمہارا دین ہے کہ جسدن اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت

ملے اس دن عید مناؤ ہمارے مذہب میں یہ سب ناجائز و حرام ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ کعب احبار کو مذکورہ بالا جواب

دے کر مطمئن کر دیا کہ ہم اس دن پہلے ہی سے عید مناتے ہیں اور وہ بھی اس تفصیل سے کہ وہ جگہ بھی ہمارے لئے عید کی جگہ ہے وہاں

بھی عید کی تاریخ ہے وہ دن بھی عید کا دن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو

اور اس جگہ کو بھی جہاں یہ آیت نازل ہوئی تھی وہ جگہ عرفات تھی اور وہ دن جمعہ تھا اور

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کھڑے تھے

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات

سر مبارک چون سٹھ با سٹھ یا اٹھاؤں سال کی تھی۔ پہلے قنطرہ قرہ میں مدفون تھے۔ تیس سال کے بعد اپنی صاحبزادی کو خواب میں

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اہل نجد ثائر الرأس شمع دوی

علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک صاحب حاضر ہوئے ان کے بال

صوتہ ولا نفقہ ما یقول حتیٰ ذنا فاذا اھو یسئل عن الاسلام فقال رسول

برگندہ تھے ہم ان کی آواز کی گونج کو سنتے تھے مگر وہ کیا کہہ رہے ہیں ہم سمجھ نہیں پاؤ تھو یہاں تک کہ وہ قریب

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خسر صلوات فی الیوم واللیلۃ فقال اھل

اب سمجھ میں آیا کہ وہ اسلام کے بارے میں سوال کر رہے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دن درات میں بیان

علیٰ غیرہا قال لا الا ان تطوع قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نمازیں۔ انھوں نے کہا ان کے علاوہ بھی کچھ نمازیں ہیں فرمایا نہیں۔ مگر یہ کہ نفل پڑھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دکھایا کہ قبر میں تری آگئی ہے۔ قبر انور سے نکلے گئے اور بصرہ دارالہجرتین میں دفن ہوئے۔ اور یہیں مزار اقدس زیارت گاہ خلائق

ہے۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔ دو پر شیخین متفق ہیں اور دو صرف بخاری نے اور تین صرف مسلم نے لی ہیں۔

یہ صاحب کون تھے (۲) فتح الباری میں کہ ابن بطال نے کہا کہ یہ ضمام بن ثعلبہ تھے جو بنی سعد بن بکر کے قائد و فذ تھے اسی پر قسطنطین

اور مرقدہ میں اقتصار کیا۔ لیکن یہ یقینی نہیں اس کا بھی احتمال ہے کہ کوئی اور صاحب رہے ہوں۔

تذہبات (۳) انھوں نے سوال کیا تھا اسلام کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف فرائض کی تلقین فرمائی۔

مگر اسلام کے بنیادی رکن شہادتین کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ معلوم تھا کہ یہ مسلمان ہو چکے ہیں انھیں صرف فرائض کی تعلیم

کی حاجت ہے۔ لیکن کتاب الصوم میں ان کا سوال یہ ہے۔

اخبرنی ما اذا فرض اللہ علی من الصلوٰۃ مجھے بتائیے کہ اللہ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہے۔

ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے اور روایت بالمعنی شائع و ذائع ہے تو ظاہر ہو کہ سوال فرائض ہی کے بارے میں تھا

اس لئے جواب میں نماز روزہ وغیرہ پر اکتفا فرمایا

ارکان اربعہ میں حج بھی ہے اس کا اس میں ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہ ہوا ہو۔

دوسرے یہ کہ یہاں روایت میں کمی ہے۔ کتاب الصوم میں اتنا زائد ہے۔

فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے

بشرائع الاسلام تمام احکام بتائے۔

وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهِ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعًا قَالَ وَذَكَرَ

نے فرمایا اور رمضان کے روزے انھوں نے عرض کیا اس کے علاوہ بھی کچھ اور ہے ارشاد فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی روزے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا

رکھے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے زکوٰۃ کو ذکر فرمایا۔ انھوں نے پوچھا اس کے سوا اور

أَنْ تَطُوعًا قَالَ فَادْبِرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصَ

کچھ؟ ارشاد فرمایا نہیں ہاں تو چاہے تو صدقہ نافلہ دے۔ اس کے بعد یہ شخص واپس ہوئے اور یہ کہتے جاتے تھے خدا کی قسم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَمْ أَنْ صَدَقَ

نہ اس پر زیادہ کروں گا نہ کمی کروں گا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شخص فلاح پا گیا اگر سچا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ اس حدیث میں صرف ان فرائض کی ادائیگی پر فلاح کی خبر دی۔ حالانکہ اگر کوئی تمام فرائض کا پابند ہو اور منہیات سے نہ بچے تو مستحق فلاح نہیں۔ پھر صرف فرائض کی ادائیگی پر فلاح کی کیوں خبر دی گئی غابہ۔ شرائع اسلام فرائض واجبات محرمات سب کو شامل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس وقت تک متواضع احکام نازل ہو چکے تھے خواہ از قسم مامورات ہوں خواہ از قسم منہیات، سب بتائے۔

مگر یہ کہ نفل ادا کرے یہ استنثار متصل ہے یا منقطع دونوں قول ہیں۔ اخاف اس کے قائل ہیں کہ یہ استنثار متصل ہے اور شوائع اس کے قائل ہیں کہ یہ استنثار منقطع ہے۔ اگر یہ استنثار متصل مانا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ ان کے علاوہ اور کچھ فرض نہیں مگر یہ کہ نفل پڑھو تو شروع کرتے ہی واجب ہو جائے گی اس لئے کہ استنثار متصل میں مستثنیٰ کا منہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے۔ اور اگر یہ استنثار منقطع ہے تو چونکہ اس میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے مطلب یہ ہو گا کہ فرائض یہی ہیں۔ ان کے علاوہ نوافل ہیں پڑھو گے تو ثواب پاؤ گے نہیں پڑھو گے تو کوئی گناہ نہیں۔

اسکی بنیاد ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے۔ اخاف کے نزدیک نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نفل نماز یا روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:-

وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (آیت ۳۳۔ محمد ۲۶) اپنے اعمال باطل مت کرو۔

امام احمد اپنی مسند میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

اصبحت انا وحفصة صائميتين فأهديت لنا میں نے اور حفصہ نے روزہ رکھا اسی دن ایک بکری ہدیہ میں

شاة فَاكَلْنَا. فدخل علينا النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم فاخبرناه فقال صُومُوا يَوْمًا مَكَانَهُ
 ہمارے پاس آئی ہم نے کھایا اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم جانب تشریف لائے تو ہم نے بتایا۔ فرمایا اس روزے
 کے عوض ایک اور روزہ رکھو۔ (قسط لانی)

دارقطنی میں ہے کہ حضرت جُوَیْرِیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روزہ رکھ کر توڑ دیا حضور نے اس کی قضا کا حکم دیا۔
 آیت میں لَا تَبْطُلُوا نَحْيَی ہے اور نہی میں اصل تحریم اور حدیث میں صُومًا۔ امر ہے اور امر میں اصل وجوب۔ اس سبب ثابت
 ہو گیا کہ نفل شروع کر کے اسے پورا کرنا واجب توڑنا گناہ۔ توڑ دیا تو اسے دوبارہ ادا کرنا واجب۔ نیز اس پر صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے کہ
 نفل شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ نیز حج نفل کے بارے میں شوافع بھی اسی کے قائل ہیں کہ اگر شروع کر کے توڑ دیا۔
 تو اس کی قضا واجب ہے۔ بلکہ اگر بلا قصد فاسد ہو جائے تو بھی بقیہ ارکان کی ادائیگی واجب ہے اور پھر اس کی قضا بھی۔ اور یہ جو احادیث
 میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا۔ اس کا محل عذر ہے یعنی کسی عذر کی بنا پر ایسا کیا۔ اور عذر کی وجہ
 سے اخاف کے نزدیک بھی نفل روزہ کی وجہ سے توڑنا منع نہیں مگر قضا واجب ہے۔ کسی حدیث میں یہ وارد نہیں کہ اس کے بعد قضا نہیں
 فرمایا۔ عذر سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر قضا نہیں ساقط ہوگی۔

اس حدیث میں صرف پانچ ہی نمازوں کو فرض بتایا۔ اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ وتر اور عیدین واجب نہیں۔ اور اخاف
 اسے واجب کہتے ہیں بشریح سوم میں گذر چکا ہے کہ یہ حدیث یہاں مختصر ہے کتاب الصوم میں اتنا زائد ہے کہ اسلام کے تمام احکام
 کی تعلیم دی۔ اس عموم میں وتر اور عیدین بھی آگئے

⑤ ان صاحب نے واپس ہوتے وقت کما تھا میں اس پر نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ حالانکہ زیادتی بہر حال محمود ہے
 اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ۔ بلاشبہ کوئی فرائض و واجبات پر عمل کرے اور محرمات سے بچے تو فلاح کا مستحق ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ اپنی
 قوم کے نمائندے تھے۔ ان کی مراد یہ ہے کہ قوم تک آپ کا پیغام پہنچانے میں نہ کمی کروں گا نہ زیادتی۔ جتنا حضور نے ارشاد فرمایا اس کو
 بلا کم و بیش قوم کو بتا دوں گا کہ یہ ارشاد فرمایا۔

تیسرے یہ کہ قبول و تسلیم کے موقع پر یہی نیاز مندی کی دلیل ہوتی ہے کہ یوں کما جائے کہ آپ کے حکم پر بلا کم و بیش عمل کر دینا
 اور یہ موقع قبول و تسلیم ہی کا تھا۔ انھوں نے اپنی کمال نیاز مندی کو ظاہر فرمایا۔

تشریحات

۴۱

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جواز کے پیچھے چلے۔ اس لئے اس میں اتباع کا لفظ وارد ہے۔ اتباع

(۴۱) حَدِيث - نماز جنازہ کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے جنازے کے پیچھے رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی

عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ

جائے اُسے دفن کر لیا جائے تو وہ دو قیراط کے برابر ثواب لے کر لوٹے اور ہر قیراط اُحد کے برابر

مِثْلُ أَحَدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ

ہوگا اور صرف نماز جنازہ پڑھ کر میت کے دفن سے پہلے ہی لوٹ آیا وہ صرف ایک

مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطٍ

قیراط لے کر لوٹا

ت: ۹ - قَالَ إِبْرَاهِيمُ التَّمِيمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي

ابراہیم تیمی نے کہا میں نے جب اپنے قول کا عمل سے موازنہ کیا

کے معنی پیچھے چلنے کے یہی احزان کا مذہب ہے۔ امام شافعی کے نزدیک آگے آگے چلنا بہتر ہے

(۲) نیز یہ ثابت ہوا کہ صرف نماز جنازہ ہی پڑھ کر دفن میں شرکت کے بغیر نہ آئے اور اگر کسی ضرورت سے واپس ہونے کی جلدی ہو تو ولی سے اجازت لیکر واپس ہو۔

(۹) تشریحات

ابراہیم تیمی (۱) تابعین کے فقہار و عباد میں سے ہیں۔ بہت عمدہ واعظ تھے۔ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے ابراہیم نخعی کی گرفتاری کا حکم دیا۔ سپاہی ہم نام ہونے کی وجہ سے غلطی سے انہیں پکڑ لے گئے۔ اور جیل میں بند کر دیا۔ کچھ لوگوں نے کہا آپ کو غلطی سے پکڑا گیا ہے آپ اُسے ظاہر کر دیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنے کو بچا لوں اور ایک بے گناہ سزا پائے۔ اسی

لہ نائی۔ جنازہ (۷۹)

الْأَخْشِيْتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذِّبًا

تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں جھوٹا تو نہیں۔

ت: ح۔ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ

عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا۔ میں نے تیس صحابہ سے ملاقات کی وہ سب

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ

کے سب اپنے اوپر نفاق سے ڈرتے تھے۔ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا

مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى إِيْمَانٍ جَبْرِيْلٍ وَمِيكَائِيْلٍ

جو یہ کہتا کہ میں جبےریل و میکائیل کے ایمان پر ہوں۔

قتد کی حالت میں سنہ ۹۲ھ میں وصال فرمایا۔ ان کی حیرت انگیز باتوں میں سے یہ ہے کہ ایک ایک مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اس تعلق میں "مُكَذِّبًا" ذال کے فتح کے ساتھ بھی ہے اور کسرے کے ساتھ بھی۔

توجیہ (۲) یہ ان کا ارشاد بطور تواضع ہے کہ میں وعظ کرتا ہوں لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوں اور خود میرا کیا حال ہے میں جانتا ہوں۔ میرا عمل میرے قول کے مطابق بھی ہے یا نہیں، اللہ جانے۔

تشریحات (۱۰)

ابن ابی ملیکہ (۱) ان کا پورا نام عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ہے۔ تابعین کے علماء مشاہیر میں سے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاضی اور موذن تھے۔ عبادلہ زبیر اور ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ اور اسماء بنت الصدیق اور حضرت ابوہریرہ اور عقبہ بن حارث اور مسور بن مخزوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں اور حضرت علی اور سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا زمانہ پایا مگر ان سے روایت نہیں کی۔ ان سے ایک مخلوق نے اخذ احادیث کی سعادت حاصل کی اور ان کے تلامذہ میں مشہور محدث ابن جریر ہیں۔ سنہ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

توجیہ (۳) ابن ابی ملیکہ نے تیس صحابہ کرام کا جو یہ قول نقل فرمایا۔ اس کی توضیح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ جو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں :-

لَمَّا كَانَ الْيَوْمَ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ رَسُوْلُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ دَخَلَ مَدِيْنَةَ مَكَّةَ

سہ بخاری فی التاريخ، امام احمد بن حنبل کتاب الزہد۔ ابوالقاسم لاکانی فی سنہ۔

لما دخل في اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة

تعالیٰ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منها کل شیء
فلما کان الیوم الذی مات فیہ اظلم منها
کل شیء وما نفضنا ایدینا عن التراب وانا
لفی دفنہ حتی انکرنا قلوبنا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵)
لائے ہر چیز روشن ہو گئی اور جب وفات
پائی تو ہر چیز پر تاریکی چھا گئی۔
ہم ابھی آنحضور کو دفن ہی کر رہے تھے۔
ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی کہ ہنوا پر دلوں کو
بدلا ہوا پایا۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اور شاہدے سے جو ایمانی طمانیت قویہ حاصل تھی وہ باقی نہ رہی جب اس قدر
قریب زمانے میں یہ حال تھا۔ تو برسہا برس گزرنے کے بعد جو دلوں کا حال ہوا اس کا جب عہد رسالت سے موازنہ کرتے اور میں ذوق
محسوس کرتے تو گھبرا کر یہ اندیشہ ظاہر کرتے کہ اعمال میں جو اخلاص اور عبادت میں جو حضور و شہود تھا۔ اس میں کمی ہو گئی کہیں ایسا تو
نہیں یہ نفاق ہو۔ یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے۔

یا ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس دور میں جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا ازالہ ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:
من راعی منکم منکرا فلیغیرہ بیدۃ فان لم
یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ
وذا لک اضعف الایمان۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶)
جو شخص کسی بری بات کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلے۔
اگر اس کی قوت نہ ہو تو اپنی زبان سے۔ اگر اس کی بھی قوت
نہ ہو تو اپنے دل سے ناپسند کرے۔ یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔
صحابہ کرام کی جو حیثیت تھی اس کے پیش نظر ان کو اپنے ہاتھ سے ان خرابیوں کو دور کرنا چاہیے تھا۔ مگر اپنے اندر اسکی
استطاعت نہ پا کر اسے دور نہ کر پائے۔ اسی کے بارے میں ان کو اندیشہ ہوا کہیں یہ نفاق تو نہیں۔

اقول۔ ان پر بیچ راہوں سے ہٹ کر سیدھی سادی بات یہ ہے کہ خوف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ۔ آئندہ کسی خطرے کا
احساس۔ یہ حضرات ایمان کی قیمت جانتے تھے۔ اور کوئی بھی قیمتی چیز رکھتا ہے اس کی کما حقہ حفاظت اسی وقت کر سکتا ہے جب
ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہے۔ کہیں یہ ضائع نہ ہو جائے۔

وہ ہوشیار تھیلی میں اپنی موتی محفوظ رکھتا ہے جو ہر شخص کو جیب تراش گمان کرے۔

اسی کے مطابق صحابہ کرام ہر وقت اس کا ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ہمارا ایمان سلب نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے۔ جیسو فرشتے
معصوم ہیں۔ اسی لئے وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارا ایمان جبریل اور میکائیل کے ایمان کے مثل ہے۔ کہ جیسے انھیں سلب ایمان کا اندیشہ
نہیں یہیں نہ ہو۔ وہ فرشتے ہیں اور معصوم ہیں۔ ان کو زوال ایمان کا کوئی خطرہ نہیں۔ یہ اُن حضرات کے کمال ایمان کی دلیل ہے۔

ت. ١١. - وَيَذْكُرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَلَا أَمِنَهُ

حضرت حسن بھری نے فرمایا اللہ سے مومن ہی ڈرتا ہے اور اللہ سے منافق

الْأَمْنُ فِيقُ

ہی نڈر ہوتا ہے

۴۲ حَدِيث

عَنْ زُبَيْدٍ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ

زبید نے کہا میں نے ابو ذر اہل سے مرجہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا مجھ سے عبد اللہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبَّ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ

بن مسعود نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور

قَاتِلْهُ كُفْرًا

اس سے لڑنا کفر ہے ۳

ایمانی کا ایمان جبرئیل کا مطلب | (۳) اس تعلق کے نقل کرنے سے امام بخاری کی غرض، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض ہے۔ اس لئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

اقول ایمانی کا ایمان جبرئیل ولا اقول
مثل ایمان جبرئیل۔

میں کہتا ہوں میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی طرح ہے۔
یہ نہیں کہتا جبرئیل کے ایمان کے مثل ہے۔

امام ابن ہمام نے مسائرہ میں اس کی توجہ یہ فرمائی۔ کہ مثلیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تمام صفات میں مساوات ہو۔ اور تشبیہ صرف ایک صفت میں قدرے اشتراک پر بھی درست ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرا ایمان تمام صفات میں جبریل کے ایمان کے برابر ہے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ میرا ایمان جبریل کے ایمان کی طرح ہے اس معنی کہ اس میں ادنیٰ سا شک و شبہ کا شائبہ نہیں۔ مثل کے معنی برابری کے۔ خود حدیث میں وارد ہے۔ حدیث رہا میں ہے :-

عبد فریدی، امام احمد بن حنبل فی کتاب الایمان بمعناه عکس بخاری ایمان، اسلام و ملوک، متفقین و مسلم ایمان، ترمذی بر مسلم ایمان و مسائل تفسیری
 ابن ماجه متفقین و مقدمه، و، مسند امام احمد

مثلاً بيشل يدأبید والفضل رباً برابر، برابر۔ دست بدست اور زیادتی سود ہے۔

اور امام بخاری نے جو فرمایا۔ وہاں تشبیہ کی نفی تھی۔ ممکن الزوال نہ ہونے میں اور امام صاحب کے قول میں تشبیہ ہے عدم شک و شبہ میں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک چیز کو کسی چیز کے ساتھ ایک وصف میں اشتراک کی بنا پر تشبیہ دی جائے اور دوسرے وصف کے اعتبار سے نفی کی جائے جیسے زید، شیر کی طرح ہے یعنی بہادری میں۔ زید شیر کی طرح نہیں۔ درندگی میں۔ دوسرے علماء نے اس کی اور بھی توجہیں کی ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ خود محل نظر ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا بھی ہے یا نہیں۔ شامی میں خلاصہ سے حضرت امام کا یہ قول نقل فرمایا۔

اکره ان يقول الرجل ايماني كايمن جبرئيل میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی یہ کہے میرا ایمان جبرئیل کے ایمان کی
ولكن يقول آمنت بما آمن به جبرئيل (ص ۴۲) طرح ہو۔ ہاں یہ کہو میں اس پر ایمان لایا جس پر جبرئیل ایمان لائے۔

تشریحات

(۴۲)

ابوداؤد (۱) یہ تابعی اور کوفہ کے باشندے حضرت عبداللہ بن مسعود کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ان کے علاوہ فاروق اعظم، حضرت علی، حضرت عمار و دیگر صحابہ سے روایت کی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے بعثت کے وقت دس سال کے تھے۔ ۳۲ء میں وصال ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ابوسعید بن صالح کہتے ہیں کہ ابوداؤد ہمارے جنازوں کی نماز پڑھاتے تھے۔ اور ان کی عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔

مرحبہ (۲) گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جس نے دل سے ضروریات دین کی تصدیق کر لی وہ جہنم سے آزاد ہے۔ ایک آن کے لئے بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ ان کے پانچ فرقے ہوئے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔

مرحبہ یا تر جارجار سے ہے جس کے معنی پیچھے کرنے کے ہیں یا رجار بمعنی امید سے بنا ہے۔ سباب کے معنی ہیں کسی کو عیب لگانا خواہ وہ عیب اس میں ہو خواہ نہ ہو اس میں سبب زیادہ قباح ہے۔ فسوق کے معنی نکلنے کے ہیں۔ اور شرع میں الشرع و جل کی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ یہ مراد ہے گناہ کے۔ کفر و شرک تک کو عام ہے۔ کفر کے لغوی معنی پھیلنے کے ہیں۔ اور شریعت میں مذہب اسلام سے نکل جانے کو کہتے ہیں۔

(۳) اس پر اجماع ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں اور قرآن کی اس آیت سے کہ فرمایا:-

۴۳ حَدِیْثُ جَبْرِئِلَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا

بَيْنَهُمَا - سورہ حجرات - آیت ۹ صلح کرادو - سورہ حجرات آیت ۹

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ مسلمان سے لڑنا کفر نہیں۔ پھر اس حدیث میں اسے کفر کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مسلمان سے لڑنے پر کفر کا اطلاق تعلیظاً ہے یا کفر سے مراد ناحق شناسی ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ بھائی کو لازم ہے کہ بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔ لڑے بھڑے نہیں۔ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان سے لڑا تو اس کی حق تلفی کی یا اس بنا پر مسلمان سے لڑنے کو کفر کہا گیا ہے یہ کفار کے فعل کے مشابہ ہے کہ مسلمان سے لڑنا مسلمان کا کام نہیں، کافر کا کام ہے۔ یا یہ کفر کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی چھینا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کی مدد کرے اس پر آنچ نہ آؤں اور جب اس سے لڑا تو اس کے حق کو چھپایا۔

اقول :- مشتق پر حکم اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ماخذ اس کی علت ہے۔ اس لئے حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان سے محض مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑنا کفر ہے۔ کسی مسلمان سے مسلمان ہونے کی وجہ سے لڑنا ضرور کفر ہے۔ مرجیہ کا عقیدہ تھا کہ ایمان کے ساتھ گناہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ یہ حدیث ان کے اس عقیدے کا رد ہے۔ صاف صریح ارشاد ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے اور ان سے لڑنا کفر ہے۔

تشریحات ۴۳

تکمیل | ① اپنی طرز کے خلاف ہم نے یہ حدیث کتاب التفسیر کی لی ہے۔ اس لئے کہ اس میں فی خمس لا یعلم حقہ الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعة کا اضافہ تھا مسئلہ علوم خمسہ پر بحث کی تکمیل کے لئے اس آیت پر بھی بحث ضروری تھی۔ قرطبی نے کہا۔ یہ حدیث اس لائق ہے کہ اس کو ام السنہ کہا جائے۔ اس لئے کہ یہ احادیث کے جملہ علوم کو متضمن ہے اسی لئے امام بغوی نے معانی اور شرح السنہ دونوں کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا جیسے قرآن کریم سورہ فاتحہ سے شروع کیا گیا۔ کہ وہ ام الكتاب ہے۔ اجمال طور سے قرآن کریم کے جملہ علوم پر مشتمل ہے۔

وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذَا تَأَلَّاهُ رَجُلٌ

مجمع عام میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پیدل چلتا ہوا

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ظاہری باطنی عبادات کے وظائف پر مشتمل ہے خواہ ایمان ہو خواہ
جو ارجح کے اعمال ہوں خواہ دلوں کا اخلاص ہو۔ یہ پہلی تک کبہ شریعت کے کل علوم اس کی طرف راجع ہیں اور اس سے
نکلے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس مبارک حدیث کے جو مختلف حصے مختلف صحابہ کرام یا مختلف طرق یا
مختلف کتابوں میں ہیں سب کو یکجا کر کے اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث بالفاظ مختلف کچھ زیادتی کی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ خود حضرت ابو ہریرہ
نیز حضرت عمر حضرت انس حضرت جریر بن عبد اللہ بن جلی، حضرت ابن عباس حضرت ابو عامر اشعری اور حضرت
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل، بزار صحیح ابو عوانہ
طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر کسی امتیاز کے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اگر کوئی نا آشنا
اجنبی حاضر ہوتا، پہچان نہیں سکتا تھا، اسے پوچھنا پڑتا رسول اللہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم
حضور کے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ بنادیں جس پر تشریف رکھیں تاکہ اجنبیوں کو پوچھنا نہ پڑے۔ اجازت ملنے پر صحابہ
نے ایک چوبڑہ بنادیا۔ جس پر حضور تشریف رکھا کرتے۔ اور صحابہ اس کے پہلو میں بیٹھتے۔ ایک دن مجمع عام میں
حضور، اسی چوبڑے پر اخیر عمر مبارک میں خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا: مجھے جو چاہو پوچھو: حاضرین پر ہیبت طاری
ہو گئی جس کی وجہ سے کوئی کچھ دریافت نہ کر سکا۔ کہ اچانک ایک صاحب پیدل چلتے ہوئے نمودار ہوئے۔ نہایت
خوبصورت، انتہائی سفید و شفاف کپڑے پہنے ہوئے جس پر نام کو بھی میل نہ تھا۔ ان کے بدن سے بہترین خوشبو
اُٹھ رہی تھی۔ دائرہ اود بال بالکل سیاہ۔ نہ تو ان کی ہیئت مسافروں جیسی تھی۔ نہ ان پر سفر کا کوئی اثر تھا۔ تعجب یہ
ہے کہ ہم میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا۔ حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا ہم پہچانتے نہیں
یہ کون ہے؟

انہوں نے فرش کے کنارے پہنچ کر عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ۔ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک آجاؤں۔ فرمایا:

آجاؤ۔ کئی بار نزدیک آنے کا اذن طلب کیا۔ ہر بار اجازت ملی۔ وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آنحضور کے بالکل نزدیک آکر آنحضور کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنا ہاتھ حضور کے زانو پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

یا رسول اللہ ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے سب فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے کل رسولوں جملہ نبیوں پر اور اس کی ملاقات پر اور موت پر اور قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ حساب۔ میزان۔ جنت دوزخ پر ایمان لاؤ۔ اور تقدیر پر ایمان لاؤ۔ کہ اس کا اچھا برا میٹھا کڑوا سب خدا کی طرف سے ہے۔

یہ جواب سن کر اس نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ حاضرین کو حیرت ہوئی سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

پھر انھوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اس کی گواہی دو۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ اور فرض نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور فرض زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرو۔ عمرہ کرو۔ جنابت سے غسل کرو۔ کامل طریقے سے وضو کرو۔ اس نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر پوچھا یا رسول اللہ مجھے احسان کے بارے میں بتائیے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو اس طرح اس کی خشیت رکھو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ انھوں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر دریافت کیا، قیامت کب آئے گی۔ اس سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن جھکالی کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ تو سر اقدس اٹھا کر فرمایا۔

قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس کے بعد انھوں نے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ یا یہ کہ آنحضور نے از خود فرمایا۔ میں تمہیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ فرمایا۔ قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ، باندی اپنے آقا کو بھنے گی، ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے ٹوٹے، بہرے حکومت کریں گے۔ بھکے، بکریوں، کالے اونٹوں کے چرواہے محلوں میں فخر کریں گے۔

قیامت کب آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آنحضور نے سورہ انفان کی یہ اخیر آیت تلاوت فرمائی۔

يَمْسِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ، ایمان کیا ہے؟ فرمایا ایمان یہ ہے کہ اللہ پر اور اس کے سب

اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہ بارش برساتا ہے۔ اور ماؤں کے پیٹ میں کیلہ ہے، جانتا ہے اور

کوئی نہیں جانتا کل کیا کماے گا کسی کو نہیں معلوم کہ کہاں مرے گا اس میں کوئی شک نہیں اللہ جلنے والا ہے

اس کے بعد یہ شخص چلے گئے۔ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اھیں واپس

لاؤ۔ صحابہ کرام نے ہر طرف تلاش کیا مگر وہ نہیں ملے۔ اب حضور نے فرمایا: تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھے۔ یہ جبریل

تھے۔ تم لوگوں نے اس وقت کچھ نہیں پوچھا تو یہ آئے تھے کہ تم کو دین سکھائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری

جان ہے۔ جب بھی جبریل آئے میں نے پہچان لیا۔ مگر اب کی بار نہ پہچان سکا۔ یہ واپس ہونے کے لئے جب مڑ چکے

تھے جب پہچانا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین دن کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات کی

اور دریافت فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ سائل کون تھے۔ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

فرمایا: وہ جبریل تھے۔ تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔

نکات ② بخاری میں جتنا حدیث کا متن ہے۔ اس پر وار دہیت سے شبہات اس حدیث کے متفرق متون کو

جمع کر دینے سے دور ہو گئے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر کی زیادتی ہے۔ وہ راویوں کی

طرف سے ہے کہ انھوں نے اپنی یادداشت یا ضرورت کے مطابق ذکر کیا۔

اب چند ضروری گوشوں کی توضیح باقی رہ گئی ہے وہ حاضر ہیں۔

(الف) جبریل اس خاص ہیئت کے ساتھ اجنبی بن کر کیوں حاضر ہوئے؟ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کریں

اس لئے ہم لوگوں کی خواہش رہتی تھی کہ کوئی ذہین دیہاتی اگر کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ اسی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ

اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذنِ عام دیدیا تھا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو مگر ہیئت کی وجہ سے کوئی کچھ

پوچھ سکا۔ اس لئے جبریل امین اجنبی بن کر حاضر ہوئے۔ کہ صحابہ ہی سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام

مَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

فرشتوں پر اور اس کے سب رسولوں پر اور اسکی ملاقات پر اور آخر، قبرے اٹھنے پر ایمان لائے اس نے کہا یا رسول اللہ

کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ جبرئیل ہیں۔ تو اس کا امکان تھا کہ صحابہ پر ان کی بھی ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے انکی زیارت میں انہماک ہو جاتا اور ان کے سوالات و جوابات کو کما حقہ مستحضر نہ رکھ پاتے۔

(ب) بچھونے کے کنارے ہی سلام کرنے کے بعد بار بار نزدیک آنے کا اذن مانگنا اس لئے تھا کہ تمام حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ نیز یہ بتانا تھا کہ بزرگوں کے بہت نزدیک بلا ان کی اجازت کے نہیں ہونا چاہیے۔ خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(ج) گردنیں پھلانگتے اس لئے آئے۔ کہ ہو سکتا ہے کہ بغیر اس کے قریب آنا ممکن نہ ہو نیز یہ بدویانہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ واقعی یہ کوئی بدوی ہیں۔

(د) گھٹنے سے گھٹنے ملا کر، زالوا قدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے۔ یہ بتانے کے لئے کہ تلمیذ و استاذ میں جتنی موانست ہوگی قرب ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ فیض ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فوضع ید ید علی فخذ یدہ۔ اس میں ید ید کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ رجل ہے۔ البتہ فخذ ید کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ تو وہ معنی ہوں گے جو ہم نے بیان کیا دوسرے یہ کہ اس کا مرجع بھی رجل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ آنے والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانو پر رکھے۔ اسی میں ادب زیادہ ہے۔ اور پہلے میں یگانگت کا بہت زیادہ اظہار نیز بدویت کا بھی۔ ہم نے پہلی شق اس لئے اختیار کی، کہ سلیمان تیمی کی روایت میں یہ تصریح ہے۔ وضع یدہ علی دکتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ نیز بغوی اور اسماعیل تیمی نے اسی پر جزم فرمایا۔ اور طیبی نے اسی کو ترجیح دی۔

(ه) سفید شفاف بے داغ لباس من کر حاضر ہوئے اس میں اشارہ ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا چاہیے کہ اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو۔

(و) سیاہ بال جوانی کی نشانی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ طلب علم کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(ز) اتہائی خوبصورت بہترین خوشبو کے ساتھ آنے میں یہ تلقین ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے حضور اچھی سے اچھی سیئت میں حاضر ہونا چاہیے جس سے اسکی طرف میلان قلب ہو ایسی سیئت سے نہ حاضر ہو کہ لے لے کر یا نفرت ہو۔

مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا

اسلام کیا ہے؟ فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس طرح کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے

(۳) ایمان بانشر، ایمان بالرسول، ایمان بالملک و ایمان بالکتب کی تشریح۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ اور اس کی تفصیل کتاب میں متعدد جگہ آئے گی۔ توضیح طلب باتیں تین ہیں۔ موت پر ایمان، اور اس کی ملاقات پر ایمان، اور بعثت آخری یوم آخر پر ایمان۔

(الف) موت ایسی چیز ہے کہ اس کا سمجھی کو یقین ہے۔ پھر اس پر خصوصیت سے ایمان لانے کا ذکر غالباً اس بنا پر ہے کہ موت کا یقین سب کو ضرور ہے۔ مگر اس سے غفلت عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ موت سے غفلت نہ برتی جائے اسے یاد رکھا جائے۔ یا اس سے پوری دنیا کا کلیۃً فنا ہو جانا مراد ہے۔

(ب) بعثت سے مراد، قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور یہ بہر حال آخر ہے۔ اب آخر صرف توضیح و تاکید کے لئے ہے۔ جیسے کہتے ہیں، کامس الذاہب۔ حالانکہ امس کا معنی ہے کل گذشتہ کے یا اس بنا پر کہ بعثت دو ہیں۔ ایک عدم سے وجود میں آنا۔ یا ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنا۔ دوسرے قیامت کے دن۔ یہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت آخر ہوا۔

(ج) یوم آخر سے مراد قیامت ہے اس کو یوم آخر اس لئے کہتے ہیں کہ جن ایام کی حد میں معلوم ہے۔ ان میں سب سے آخری دن ہے۔ یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جو احوال و احوال اور معاملات پیش آئیں گے۔ ان سب پر ایمان لانا۔ مثلاً حساب کتاب، وزن اعمال، پل صراط پر گزر، جنت دوزخ، جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(د) اللہ کی ملاقات سے مراد یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری ضروری ہے۔ یا یہ کہ اس کی رویت مراد ہے کہ مومنین کو اس کی زیارت ہوگی جیسا کہ اس کے بارے میں احادیث مشہورہ وارد ہیں۔ اگرچہ یوم آخر کے احوال میں داخل ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا۔

(۴) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ لیکن یہ کلیۃً صحیح نہیں۔ یہاں جن امور کو اسلام بتایا۔ وہ عبد القیس کی حدیث میں انھیں کو ایمان بتایا۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔

فَاخْرُجْنَا مِنْهَا كَانَتْ يَوْمَئِذٍ الْمُسْلِمِينَ فَمَا اس بیتی میں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو باہر کیا ہم نے اس بیتی

وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيِّنٍ مِنَ السَّلِيلِينَ - ذریت آیت ۲۶ و ۲۵ میں صرف ایک گھر مسلمان کا پایا۔

یہاں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو مومن بھی فرمایا۔ اور مسلمان بھی۔ اس سے ظاہر کہ مومن اور مسلمان مراد ہیں۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام بھی مراد ہیں۔

لیکن اس حدیث جبریل اور دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں۔ یہ قرآن مجید ہی میں ہے۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا. قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ. گنواروں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ فرمادو ایمان نہیں لائے قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ. ہاں یہ کہو ہم تابع ہو گئے ابھی تمہارے دلوں میں ایمان کہاں داخل ہوا اس آیت میں ایمان کی نفی کر کے۔ اسلام کا اثبات ہے۔ اس سے ظاہر کہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ اطلاق میں کہیں کہیں تغایر کی ہوا آتی ہے۔ ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

ہم کتاب الایمان کی ابتدا میں یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ایمان، تصدیق اور اقرار باللسان دونوں کا نام ہے۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں۔ اور اسلام کے لغوی معنی تابعدار ہونے کے ہیں۔ شرع میں اسلام کے معنی ہیں اس دین کا پابند ہونا جو خدا کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی دین کا پابند اسی وقت ہوگا جب اس کے اصول کو پچ جانے۔ اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرے۔ اور یہی جاننا ایمان ہے۔ اور جب انسان کسی کے اصول کو پچ جان لے گا۔ اور اس کا اقرار بھی کرے گا۔ تو اس کا پابند بھی ہوگا۔ لہذا ایمان و اسلام ایک ہوئے۔

ہاں اطلاق میں کہیں کہیں اسلام ظاہری اعمال کی ادا کئے کی پر بولا گیا ہے۔ اس لحاظ سے فرق صرف اعتباری ہوگا۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ حدیث جبریل اور سورہ حجرات کی اس آیت میں ہی اطلاق ہے۔ ورنہ حدیث جبریل کا اخیر اس کا رد ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سب کو دین فرمایا جس میں ایمان بھی داخل ہے۔ اور خود قرآن مجید میں ہے۔

مَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ نَقْبَلْ مِنْهُ اِمَارَاتُہٗ وَاَوْدِیَّتُہٗ لَکُمُ الْاِسْلَامُ دِیْنًا۔ جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کرے اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بنایا۔ کیا ایمان دین سے خارج ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے۔ اور ضرور صرف نفی میں ہے۔ تو ثابت کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں۔ مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں۔ فلاں ایمان لایا۔ یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا۔ دونوں کے معنی بلا کسی دغدغہ کے ایک ہیں۔ ہاں اطلاق کے اعتبار سے شریعت میں اس کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ ایمان اور اسلام دونوں کا ایک مفہوم پر اطلاق جیسے وفد عبدالقیس والی حدیث اور سورہ ذریت کی مذکورہ آیت میں۔ اسلام کا اور ایمان کا الگ الگ معنوں میں اطلاق جیسے سورہ حجرات کی آیت میں تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر بھلائی برائی اللہ عزوجل نے اپنے علم ازل کے موافق مقدر کر دی ہے جو بات جیسے ہونے والی تھی۔ اور جو شخص جو کچھ کرنے والا تھا۔ اللہ عزوجل اسے ازل سے جانتا تھا۔ اسی کے مطابق لکھ لیا۔ اب اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، محال ہے، یہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے احوال جانے بغیر جو چاہا لکھ دیا۔ اور اب ہم اس لکھنے کی وجہ ویسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ مثلاً زید کے ذمے برائی لکھی۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ برائی کرے گا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اس کے ذمے بھلائی لکھتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو جمادات پھر کنکر کی طرح۔ حس و حرکت بے اختیار نہیں بنایا۔ بلکہ ایک نوع اختیار بھی دیا ہے کہ کسی کام کو چاہے تو کرے۔ چاہے تو نہ کرے۔ اسی کے ساتھ عقل بھی دی کہ وہ بھلے برے نفع، نقصان کو پہچان سکے۔ اور ہر قسم کے سامان و اسباب مہیا فرمادئے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ان سامان سے کام لے۔ اسی اختیار پر مواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو جمادات کی طرح مجبور محض سمجھنا۔ یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

تقدیر کے منکرین کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امت کا محسوس فرمایا۔ وجہ شبہ یہ کہ محسوس دو خالق مانتے ہیں خالق خیریزداں۔ خالق شر ابرہمن۔ اور قدر یہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں۔ انھوں نے دو ہی نہیں کر دوڑوں خالق مانتے۔

تقدیر و قضا ہم معنی ہیں۔ قضا کی تین قسمیں ہیں۔ مبرم حقیقی۔ جو علم الہی میں کسی چیز پر متعلق نہیں۔ متعلق محض۔ ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہو۔ متعلق شبہ مبرم۔ صحف ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں۔ مگر وہ علم الہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیل محال ہے۔ اگر محبوبانِ بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں اس سے روک دیا جاتا ہے۔ مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کے آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باں قرب

تُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ

اور نماز ادا کرے اور فرض زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھے۔

واختصاص بہت کچھ عرض و معروض کی یہاں تک کہ ان کی عرض و معروض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا۔ ارشاد ہے۔

يُمَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ۔ ابراہیم ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔

مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا۔ اس لئے نہ رکا۔

قضاء معلق۔ اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ، اعمالِ حسنہ سے ٹل جاتی ہے۔

معلق شبیہ مبرم تک عامہ اولیاء کرام کی رسائی نہیں۔ اکابر کی ہے۔ جو ان کی دعا، توجہ سے ٹل جاتی ہے خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کو فرمایا۔

إِنِّي أَسَدُ الْقَضَاءِ بَعْدَ مَا أَبْرَمَ۔ میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں۔

اور اسی کو حدیث میں فرمایا گیا۔

إِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ مَا أَبْرَمَ۔ دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

تقدیر کے مسائل عقول متوسطہ کی دسترس سے باہر ہیں۔ ماوشما کسی گنتی میں۔ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم کو اس میں بحث کرنے سے روک دیا گیا۔ اس میں زیادہ غور و خواص بحث و محیص بہت نقصان دہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ استدلالی نہیں۔ صرف کشفی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ جتنا ہی دقیق اور عام عقول کی دسترس سے بالاتر ہے۔ اتنا ہی لوگ اس میں کرید کی کوشش کرتے ہیں۔ اسے عام فہم اسے قریب کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے۔ ہم چلتے ہیں پھرتے ہیں اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں زندگی کے روزمرہ کے معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں۔ ہم جو چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں جو نہیں چاہتے ہیں نہیں کھاتے پیتے۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں نہیں چاہتے ہیں نہیں جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برخلاف رعشے کی بیماری والا ہے۔ کہ وہ لاکھ چاہے کہ اس کا سر اور اس کا ہاتھ اس کا پاؤں نہ ہلے مگر وہ روک نہیں سکتا۔ فالج زدہ، مفلوج عضو کو لاکھ چاہے حرکت نہیں دے سکتا۔ اس کے برخلاف ایک تندرست انسان جب چاہے جس عضو کو چاہے حرکت دے سکتا ہے حرکت سے روک سکتا ہے تندرست کی حرکات و سکنات

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ احسان کیا ہے ؟

رعشہ اور فالج زدہ کی طرح بے اختیاری نہیں — مگر اس اختیار کے باوجود روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک انسان ایک بات کو چاہتا ہے اس کے لئے لاکھ جتن کرتا ہے۔ سب تدبیریں کر ڈالتا ہے۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ ہمیں اختیار بھی ہے قدرت بھی ہے۔ مگر بالکل نہیں۔ ہمارا اختیار ہماری قدرت کسی اور قدرت والے اختیار والے کے ماتحت ہے۔ یہی تقدیر ہے۔

⑤ احسان باب افعال کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ حَسَنٌ ہے۔ جب اس کا مفعول بغیر حرف جر کے آتا ہے۔ تو اس کے معنی اچھا کرنے کے آتے ہیں۔ اور جب الی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کو نفع پہنچانے کے۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ عبادت کے اندر احسان کیا ہے۔ اسے یوں فرمایا۔

أَنْتَ تَعْبُدُ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُن تَرَاهُ
فَأَنْتَ يَرَاكَ
اللہ کی یوں عبادت کر دگویا اسے دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ تم عبادت میں یہ تصور رکھو گویا کہ اللہ عزوجل کو تم دیکھ رہے ہو۔ کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہو۔ مگر وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اسی کو دوسری حدیث میں یوں فرمایا۔

أَعْبُدْ رَبَّكَ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ كَيْبَادَتِكَ فِي
حَالِ الْغَيَانِ
ہر حالت میں اپنے رب کی یوں عبادت کر جیسے حالت مشاہدہ میں کرتے

اسی تقدیر پر احسان کا صرف ایک درجہ ہوا۔ وہ یہ کہ اللہ کی عبادت یوں کریں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کر دگویا اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں عبادت کر دو کہ گویا ہم کو وہ دیکھ رہا ہے

اب احسان کے دو درجے ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت کے وقت یہ خیال جما ہے کہ اللہ عزوجل کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال جما ہے کہ وہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب بندے کو یہ حضور حاصل ہو کہ اللہ عزوجل ہم کو ہمارے ظاہر و باطن کو دیکھ رہا ہے تو پھر نہ کوئی طاعت چھوٹے گی نہ اس کے آداب و شرائط میں کوئی کمی ہوگی۔ اور نہ کوئی گناہ پر جرات ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ

مالک دروازے پر بیٹھا ہوا نوکروں سے کام لے رہا ہے۔ نوکر اپنے کام میں لگے ہیں۔ مالک کو نہیں دیکھتے مگر یہ جانتے ہیں کہ مالک ہم کو دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں نہ کی کریں گے نہ قصداً کام بگاڑینگے۔ بخلاف اس کے کہ مالک موجود نہ ہو۔

لیکن اگر دربار شاہی میں کوئی شہنشاہ کے روبرو موجود ہو شہنشاہ کے چہرے پر اس کی نظر ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ ظاہر ہے۔ کیا وہاں حکم عدولی کی جرأت ہوگی تعمیل حکم میں تاخیر کی مجال ہوگی۔ کیا آداب دربار کی خلاف ورزی ہوگی۔ کیا کوئی اپنے کو لایعنی باتوں میں مشغول رکھے گا۔ خصوصاً جبکہ شہنشاہ ایسا ہو۔ جو ظاہر و باطن سب اس پر منکشف ہوں۔ آنکھوں کی چوری سے لے کر سینے کے اندر تک مطلع ہو۔ دل کی دھڑکنوں کے ساتھ خطرات بھی اس سے پوشیدہ نہ ہوں۔ بعداً تو بہت دور ہے کیا دل میں بغاوت سرکشی حکم عدولی کا دہم بھی آسکے گا؟۔

اور سوچو! جبکہ شہنشاہ مالک حقیقی ذوالجلال و الجبروت ہو۔ اور اس کے ساتھ حسن و جمال میں بھی لاشریک نہ ہو۔ حاضر باش کا کیا حال ہوگا۔ ع ذوق ایسی شناسی بخدا تاناہ چشی۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان جوامع کلم میں سے ہے کہ اس کی تشریح سے دفتر کے دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ یہی تصوف کی اصل ہے جس کی شرح میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور ہزاروں لکھی جائیں گی۔ اور جو لکھی گئیں یا جو لکھی جائیں گی۔ وہ ایک قطرہ بھی اس بحر ناپید انکار کا نہیں۔ ان سب کی تفصیل یہ ہے کہ ایمان

اصل الاصول ہے۔ اس کی فرع اعمال ہیں۔ اعمال کے ادائے کے اعتبار سے تین درجے ہیں۔ اول۔ حسب تفصیل فقہ، شرائط کے ساتھ ارکان ادا کر لئے جائیں۔ اس سے آدمی فرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ یہ عوام کے لئے ہے۔

دوم۔ عبادت میں کم از کم یہ تصور ہو کہ، مہبود ہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ خواص کا مقام ہے۔ سوم۔ عبادت میں یہ حضور و شہود ہو گویا عابد مہبود کو دیکھ رہا ہے۔ یہ اخص ان خواص کا مقام ہے۔

عمارہ بن قیقاع کی روایت اور حضرت انس کی حدیث میں، ان تعبد اللہ، کے بجائے ان تغشی اللہ ہے اب احسان سے مراد عبادت کا احسان نہیں ہوگا۔ بلکہ اسلام کا احسان ہوگا۔ اب سوال یہ ہوا کہ اسلام کا احسان کیا ہے؟۔ جواب ارشاد ہوا۔

اللہ سے یوں ڈرنے رہو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو یوں ڈرنے رہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہاں تغشی اللہ کا مفعول مخذوف ہے۔ جو عموم کا افادہ کرتا ہے۔ کہ ہر وقت اللہ سے ان دونوں تصور میں سے

قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ

فرمایا۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے پھر اس طرح کہ

ایک کے ساتھ ڈرتے رہو۔ خواہ حالت عبادت میں ہو خواہ کسی حالت میں۔ یہ دوام اپنے دونوں مدارج میں سے کسی ایک درجے میں جیسے بھی نصیب ہو جائے اس کے مدارج کا اندازہ کون لگا سکے گا۔ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

کأنک ستراہ میں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں بیداری کے ساتھ چشم سر سے دیدار الہی ممکن نہیں۔ وثر كأنک (گویا دیکھ رہے ہو) نہ فرماتے۔ بلکہ یہ فرماتے یوں عبادت کرو کہ اسے دیکھو اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث دلیل ہے کہ فرمایا۔

واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا جان لو! موت سے پہلے اپنے رب کا دیدار ہرگز نہ کرو گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار الہی کرنا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ احادیث اس کے سے مخصوص ہیں۔ رہ گیا خواب میں وہ صحابہ کرام، اولیاء کرام کے لئے حاصل ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا سر آیت سُبْحَانَكَ الْمَدِينَةُ میں نے اپنے رب کو مدینے کی گلیوں میں دیکھا۔ اس سے مراد یہی خواب میں دیکھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مدینے کی گلیوں میں رہتے ہوئے میں نے رب کا جلوہ دیکھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو مرتبہ اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی۔

⑥ عبادت کے معنی قاضی بیضاوی علامہ نسفی وغیرہ مفسرین نے عبادت کے یہ معنی بتائے ہیں۔

اقصى غاية الخضوع والتذلل۔ کسی کے لئے انتہائی حد تک عاجزی و فروتنی کرنا۔

اقصى غاية تذلل، عبادت، اور اس سے کم درجہ تعظیم ہے۔

اقصى غاية کی حد کیا ہے۔ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اس کی قدرے توضیح یہ ہے کہ انسان مختلف اشخاص و ہستی کے سامنے تذلل ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے سامنے، بیٹا باپ کے سامنے، شاگرد استاد کے سامنے، مرید شیخ کے سامنے، امی ننی کے روبرو، اور ایک عابد معبود کے حضور۔

ہر شخص پر ظاہر ہے کہ تذلل کے یہ سب مدارج یکساں نہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ اقصى غاية تذلل عبادت، اس سے فروتر تعظیم جیسا کہ ہم پہلے بتائے گئے کہ اس کا دار و مدار نیت پر ہے۔

تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟

اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے عرض کیا۔

کسی ہستی کو واجب الوجود اعتقاد کر کے یا واجب الوجود کے خواص و لوازم میں سے کسی ہستی کے لئے ثابت مان کر یا کائنات عالم کی تدبیر میں کسی کے لئے ایسا دخل ماننا کہ اس کے بغیر نظام نہیں چل سکتا یا نفع و ضرر پہنچانے یا تخلیق و ایجاد میں کسی کو مستقل بالذات ماننا اس معنی کر کہ وہ بے اذن الہی کے جو چاہے کرے یا تحلیل و تحریم کا اختیار مستقل ماننا یا کسی کی ذات و صفات کو ذاتی مان کر تذلل کرنا غایت تعظیم اور عبادت ہے اور ان مذکورہ تصورات کے بغیر کسی کے لئے تذلل کرنا عبادت نہیں۔

اور صحیح بات تو یہ ہے۔ عبادت اور تعظیم کی حد فاصل ہر عاقل جانتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے الفاظ کا جملہ پہنانا ذرا مشکل ہے۔ سجدہ ایک فعل ہے۔ دونوں زانو بیٹھا ایک فعل ہے۔ یہی کبھی عبادت ہے کبھی تعظیم۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ماں باپ اور بھائیوں نے جو سجدہ کیا یہ تعظیم تھا اور نماز کا سجدہ، عبادت۔ جبریل امین خدمت اقدس میں باادب تلمیذ کی طرح دو زانو بیٹھے یہ تعظیم۔ اور قعدہ میں عبادت روضہ اقدس کی حاضری کے وقت دست بستہ کھڑا ہونا، تعظیم۔ اور نماز میں عبادت۔ ہر عام حالات میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑے رہتے ہیں۔ یہ نہ تعظیم ہے نہ عبادت۔ اور کسی مقتدار دینی کے لئے کھڑے ہو گئے یا اس کے سامنے کھڑے ہیں تو یہ تعظیم۔ اور مالک کے یہاں مطلقاً نماز میں اور اخاف و شوافع کے یہاں رکوع کے بعد سجدے سے پہلے کھڑا ہونا، عبادت اس لئے ماننا پڑے گا کہ تعظیم و غیر تعظیم عبادت و غیر عبادت میں سب کو امتیاز آتا ہے۔ البتہ الفاظ کے قالب میں اسے ڈھالنا ذرا متعذر ہے۔ اور یہ صرف عبادت اور تعظیم ہی کی بات نہیں۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو سب جانتے ہیں۔ مگر اس کی تعریف پوچھو تو کم ہی لوگ بتا پائیں گے۔ مکان و زمان، حرکت و سکون، کون نہیں جانتا مگر ذرا اس کی تعریف پوچھ کر دیکھو؛ اور ان کی جو تعریفیں کی جاتی ہیں۔ کتنی آسان ہیں۔ وہ فلسفے کے متعلم اور معلم سے پوچھو۔ آج کل کچھ لوگوں نے عبادت کی تعریف یہ گڑھ لی ہے۔ کسی کو مافوق الفطری قوت کا مالک، اعتقاد کر کے اس کی قربت و نزدیکی حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کرنا۔ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں صحابہ سے منقول ہے نہ علمائے سلف سے نہ علماء خلف سے۔ انہی اعلان کے باوجود آج تک نہیں بتایا گیا۔ اور نہ قیامت تک کوئی بتا سکتا ہے۔

عہد و داد مناظرہ بجز ڈیہ۔

مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَئِنْ

قیامت کب آئے گی؛ فرمایا جس سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اور بدایتہ باطل ہے۔ ورنہ لازم کہ ساری امت ہی نہیں انبیاء کرام خود اللہ عزوجل، مشرک ہو۔ وہ یوں کہ بعض قرآنی ثابت کہ انبیاء کرام میں فوق الفطری قوتیں تھیں بلکہ یہ بھی ثابت کہ امتیوں میں بھی تھیں۔ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہے کا زمر ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے وحوش و طیور جنات کا تابع ہونا ہوا کا ان کے قابو میں ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا اور عصا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کی مورت میں جان ڈالنا اور مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا مردے جلانا۔ حضرت آصف بن برخیا کا سیکڑوں میل کی دوری سے بلقیس کا منوں وزنی تخت پلک جھپکنے کے اندر لانے کی قوت۔ یہ سب مافوق الفطری قوتیں ہی تو ہیں۔ پھر یہ تعریف بالجمہول۔ فوق الفطری کی تحدید کیا ہے اسکو کوئی صاحب متعین کر دیں۔ اور تعریف بالجمہول تجہیل محض و باطل۔ اس لئے یہ تعریف من گڑھت ہونے کے ساتھ ساتھ لایعنی بلکہ منجر الی الکفر ہے۔

⑤ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ یہاں نفی اسم تفضیل پر داخل ہوئی۔ جو صرف معنی تفضیل کی نفی کرتی ہے۔ بالکل مشق منہ کی نفی نہیں کرتی جس کا مفاد یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں مجھ تک جانتے ہو اُنہیں بھی جانتا ہوں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کا علم نہ مجھے ہے نہ مجھے۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں ہم اور تم برابر ہیں۔ اس قدر پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی دونوں شارحین اتفاق ہے کہ یہ..... تساوی فی العلم پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی میں ہے۔

مشعرة بوقوع الاشتراك في العلم. والنفي
توجه الى الزيادة فيلزم ان يكون معنا
انهما متساويان في العلم به ۲۹۳
یہ علم میں اشتراک کو بتا رہا ہے۔ اور نفی زیادت کی طرف متوجہ ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ دونوں اس کو جانتے ہیں برابر ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ قیامت کب آئے گی یہ جبرئیل بھی جانتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی جانتے تھے اس پر قرینہ قویہ ہی نہیں بلکہ بڑی مضبوط دلیل ابوہریرہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

عہ پوری تفصیل کے لئے بحر ذبیحہ کی روداد مناظرہ کا مطالعہ کریں۔

فنکس فلم یجبه ثم اعاد فلم یجبه ثلاثا ثم دفع
 ساسه وقال مالمسئول عنها الحديث فتح ۱۱۷
 عینی ۱۸۲ -
 اس سوال پر حضور نے سر جھکالیا کوئی جواب نہیں دیا۔ تین بار یہی
 ہوا۔ تو سراقہ اس اٹھایا۔ اور فرمایا۔ مسئلہ عنہا سائل سے زیادہ
 نہیں جانتا۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہ تھا۔ اور اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ تمہاری طرح میں بھی
 نہیں جانتا تو دیگر سوالات کے جوابوں کی طرح بلا توقف کیوں نہیں فرمادیا۔ اتنے غور کی کیا حاجت تھی کہ انہیں تین بار
 سوال دہرانا پڑا۔ بات بالکل صاف ہے کہ اگر نہ جانتے ہوتے تو بلا توقف فرمادیا ہوتا۔ لیکن بات یہ نہیں جانتے تھے
 مگر بتانے کی اجازت نہ تھی۔ نو اگر فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا تو جو اس سوال سے مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوتا۔ اور اگر فرماتے
 کہ میں نہیں جانتا تو جھوٹ ہوتا۔ اس لئے غور فرما کر ایسا جواب دیا۔ کہ نکتہ شناس کچھ جائیں اور زاز، رازر ہے۔
 اس سوال کی وجہ علامہ قرطبی نے یہ بتائی ہے۔

المقصود من هذا السؤال كف السامعين عن
 السؤال عن وقت الساعة لانهم كانوا قد
 اكثروا السؤال عنها فلما حصل الجواب بما
 ذكر حصل الياس من معرفتها عینی ۱۸۱
 اس سے مقصود سامعین کو قیامت کے وقت کے بارے میں سوال
 سے روکنا تھا۔ کیونکہ اکثر لوگ اس کے بارے میں سوال کیا کرتے
 تھے۔ جب یہ جواب مل گیا۔ تو سامعین کو اس کے جاننے سے
 مایوسی ہو گئی۔

اور اگر بالفرض یہی مراد لیا جائے کہ نہ جانتے میں مساوات مراد ہے۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہو کہ اس وقت نہیں
 جانتے تھے۔ یہ اہل سنت کے عقیدے کے معارض نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ جمیع ما
 کان وما یكون حتی کہ غیب خسر کا بھی علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے تکمیل قرآن کے پہلے اگر کچھ غیب آپ پر مخفی ہے
 تو یہ اس عقیدے کے معارض نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ حدیث تکمیل قرآن کے بعد کی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں دو مرتبے ہیں۔ ایک یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے
 تھے یعنی قدر معتبہ۔ یہ ابتداء ہی سے ہے۔ اس لئے کہ نبی کے معنی ہیں، غیب کی خبر دینے والے کے۔ النبی میں ہے۔
 النبوة. الاخبار عن الغیب او المستقبل بالهام الله. النبی. المخبر عن الغیب او المستقبل بالهام الله
 اس کے ترجمے مصباح اللغات میں ہے جو ایک فاضل دیوبند ہی کا ہے۔ اللہ کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے
 والا۔ آئندہ کی پیشین گوئی کرنے والا۔ علاوہ ازیں نبی کے خواص لازمہ میں غیب دانی ہے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی

علی الموابہ میں لکھے ہیں۔

قال الغزالی، النبوة عبارة عما يختص به النبي
ويُفارق به غيره وهو يختص بأنواع من
الخواص. أحدها. أنه يعرف حقائق الأمور
المتعلقة بالله وصفاته وملائكته والدار الآخرة
علما مغالفا لغيره بكثر المعلومات و
زيادة الكشف والتحقيق. ثانيها أن له في نفسه
صفة بهائم الأفعال الخارقة للعادة كما أن
لنا صفة تتم بالحركات المقرونة بأرادتنا
وهي القدرة. ثالثها أن له صفة بهائم الملائكة
وبشاهد هم كما أن للبصير صفة بهائم الأفلاك
رابعها. أن له صفة بهائم السمك ما سيكون في الغيب.

۲۰-۱۹
ص ۱۳

نبوت وہ وصف ہے جو بنی کے ساتھ خاص ہے جسکی وجہ سے
غیر سے ممتاز ہوتا ہے۔ بنی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتا
ہے۔ اول یہ کہ بنی اللہ عزوجل اور اس کی صفات اور فرشتوں اور
دار آخرت سے متعلق امور کی حقیقت جانتا ہے۔ کثرت معلومات
کشف و تحقیق کی زیادتی کی وجہ سے بنی کا یہ علم دوسروں کے علم سے
ممتاز ہوتا ہے۔ ثانی بنی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے جسکی
وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم
اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے۔
ثالث بنی میں ایک قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو بھیجا
ہے۔ جیسے بنا کے اندر ایک قوت ہے جسکی وجہ سے وہ
اندھے سے علیحدہ ہے۔ رابع اسے ایک ایسی قوت ہوتی ہے
جس سے یہ جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہوگا۔

اسی لئے بنی اس وقت بنی نہوگا۔ جب تک غیب داں نہ ہو۔ اسے غیب دانی پر قدرت نہ ہو۔ اس مرتبے میں جمیع
علم ماکان و مایکون کا علم داخل نہیں۔ قدر متعدد بہ لازم ہے۔ جیسے ہر مسلمان کو دینی باتوں کا علم ہے مگر ہر مسلمان عالم نہیں
کہلاتا۔ عالم وہ ہے جو دین کے متعدد بہ علم سے مشرف ہو۔ اس درجے میں دس بیس بلکہ سو دو سو باتوں کا نہ جانتا
عالم ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے بھی بعض سوالوں
کے جواب میں فرمایا۔ لا ادری۔ میں نہیں جانتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے سوالوں کے جواب میں فرمایا لا ادری
اسی طرح جب بنی علم غیب قدر متعدد بہ جانتا ہے۔ بلکہ اسے یہ قوت ہے کہ غیب جان لیا کرے تو دس بیس یا
بالفرض سو دو سو غیب کی باتوں پر اگر الملاح اس درجے میں نہ ہوئی۔ تو یہ بنی کے غیب داں ہونے کے منافی نہیں۔
جیسے سیدنا امام اعظم اور امام مالک کا چند مسائل کا نہ جانتا ان کے امام اعظم اور امام مجتہد ہونے کے منافی نہیں۔
دوسرا مرتبہ یہ ہے جمیع ماکان و مایکون اور علوم خمسہ بشمول علم قیامت جاننے کا۔ یہ مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

سَاحِدِثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا۔ إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ

اس کی نشانیوں کو بتاتا ہوں جب عورت اپنے آقا کو بخنے یہ اس کی نشانیوں میں سے

أَشْرَاطُهَا وَإِذَا كَانَ الْحَفَاةُ الْعُرَاةُ سُورُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا

ہے اور جب ننگے پاؤں ننگے بدن رہنے والے، لوگوں کے سردار ہو جائیں۔ یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے۔

علیہ وسلم کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا تکمیل قرآن کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں جو اس دعویٰ کے منافی ہو۔

جب حدیث جبریل کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نزول قرآن کی تمامیت کے بعد کی ہے۔ تو یہ حدیث اہل سنت کے عقیدے کے مزاحم نہیں۔

رہ گیا اس کا ثبوت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام قیامت کا علم تھا۔ اس کے لئے الدولۃ الملیکۃ فیوض المملکیۃ، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں۔ سر دست صرف علامہ ابراہیم بجوری قدس سرہ کے شرح قصیدہ بردہ کی ایک عبارت پس کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں الابدان اعلمہ اللہ تعالیٰ بہذہ الامور لے گئے مگر اس کے بعد کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں الخسۃ ص ۲۷

باتوں کا علم عطا فرمادیا۔

● علامات قیامت ●

① علامات قیامت کثیر ہیں۔ مگر اس حدیث میں صرف تین بیان فرمائیں۔ اول۔ لونڈی اپنے آقا کو بخنے گی۔

اس حدیث میں رببتھا، کا لفظ آیلہ ہے۔ یہ سربٹ کی تائید ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق ہر پالنے والے پر آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو فرمایا۔

إِنَّكَ سَرِيحِي أَحْسَنَ مَثْوَايَ۔ یہ تو میری پرورش کرنے والا ہے اس نے مجھ کو اچھی طرح رکھا۔

عرف میں اس کے معنی آقا اور مالک کے بھی آتے ہیں بیع سلم میں رب المال، کا لفظ عام ہے۔ اس حدیث میں آقا ہی کے معنی میں ہے۔ بلا اضافت یہ رب کا اطلاق اللہ عزوجل کے علاوہ دوسرے پر جائز نہیں۔ بلکہ کفر ہے۔ غیر خدا پر اضافت کے ساتھ اس کا اطلاق یہ عربی کے ساتھ خاص ہے۔ ہمارے عرف میں اضافت

فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ يُنَزَّلُ لَعْنَةُ

(قیام قیامت کا وقت) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے سوا بے اسکے بتائے کوئی نہیں جانتا (جیسا کہ قرآن مجید کے ساتھ بھی غیر خدا پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روسا، معززین بلکہ بادشاہان وقت بھی لونڈیوں کو بیبیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان سے اولاد ہوگی۔ یہ اولاد اپنی ان ماؤں کے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو آقا لونڈی کے ساتھ کرتا ہے۔ بلکہ بادشاہ وقت کی لونڈی کے بطن سے جو اولاد ہوگی ان میں بادشاہ ہوں گے۔ اور یہ مائیں ان کی رعایا۔

یا مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی بہت زیادہ کثرت ہوگی۔ خدانا ترس لوگ اُمّ لکھ کو بھی بیچ ڈالیں گے اور وہ پھر دست بستہ بکیتی ہوئی اپنی اولاد کی ملکیت ہوگی۔

یہ دونوں علامتیں ظاہر ہو چکیں۔ شاہان بنی عباس میں سوائے امین کے سب لونڈی زاد تھے۔ یا یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ لوگ اپنی حقیقی ماں کے ساتھ لونڈی جیسا برتاؤ کریں گے۔ ماں کو لونڈیوں کی طرح رکھیں گے۔ ان کی حق تلفی، نافرمانی کریں گے۔ ایذا پہنچائیں گے۔ یعنی اولاد اپنی ماں کے ساتھ آقا کی طرح برتاؤ کرے گی۔ یہ تاویل مذکورہ متن پر بالکل چسپاں ہے کہ فرمایا۔

عورت اپنے آقا کو بخنے گی۔

یہ اس طرح کہ عورت کا لفظ عام ہے۔ آزاد اور لونڈی دونوں کو۔ بلکہ عربی میں، اِمْرَاةٌ لفظ قریب قریب آزاد عورت کے ساتھ خاص ہے۔

یہاں حدیث دو لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ رَبَّهَا۔ اور رَبَّتْهَا۔ رَبَّتْهَا کے معنی مالک کے ہیں۔ اس کا بھی وہی حاصل کچھ مبالغہ کے ساتھ۔ لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے ماں کی زیادہ اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ اب حدیث کا یہ مفہوم ہوا کہ لڑکے تو لڑکے، لڑکیاں اپنی ماؤں کے ساتھ مالک جیسا برتاؤ کریں گی۔

دوم ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے، سردار اور حکماں ہوں گے۔

سوم بھک منگے کالے اوتھوں اور بکریوں کے چرانے والے محل میں فخر کریں گے۔

آج جو دنیا کا حال ہے۔ اس کو دیکھو! چودہ سو برس کی یہ غیب کی خبر کس طرح حرف بحرف ثابت ہو رہی ہے۔

علوم خمسہ کی بحث

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاِسْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ

میں ہے) بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور بارش برساتا ہے۔ مادہ کے پیٹوں میں کیا ہے جانتا ہے پھر وہ شخص لوٹ گیا۔ آنحضور نے فرمایا۔ اُسے واپس لاؤ۔

⑨ ارشاد فرمایا۔ قیامت کا علم ان پانچ باتوں میں ہے جنہیں اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا جیسا کہ سورہ لقمان کی اس آیت میں ہے۔

”بیشک اللہ ہی کے پاس۔ قیامت کا علم ہے۔ اور وہ بارش برساتا ہے۔ اور مادہ کے پیٹ میں کیا ہے جاتا ہے۔ کل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا اور کوئی اپنے اٹکل سے نہیں جانتا کہ کہاں مرے گا۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔“

اب یہاں سوال یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ علوم خسر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائے یا نہیں۔ احادیث میں بکثرت ایسے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کی خبر دی۔ حضرت امام حسن کی ولادت سے پہلے، حضرت عباس کی اہلیہ ام الفضل سے فرمایا۔ فاطمہ کے ایک بچہ ہوگا۔ اس کی پرورش تم کو دوگی۔

جنگ بدر کے ایک دن قبل فرمایا۔ یہ فلان کے مرنے کی جگہ ہے۔ یہ فلاں کے مرنے کی جگہ ہے۔ ویسا ہی ہوا۔ جنگ احزاب کے خاتمہ پر فرمایا۔ اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر حملہ نہیں کر سکتے۔ جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا۔ کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ اور اللہ رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ دوسرے دن جھنڈا حضرت علی کو دیا۔ اور فتح حاصل ہوئی فتح مکہ سے پہلے حضرت علی اور حضرت زبیر کو بھیجا کہ۔ خاخ، تک چلے جاؤ۔ وہاں ایک عورت ملے گی اس کے پاس خط ہے اسے مع خط پکڑ کر لاؤ۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ جب سب لوگ مرجائیں گے بارش ہوگی جس سے سب کے جسم اپنی حالت پر ہو جائیں گے

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی وفات اور مدفن کی خبر دی فرمایا۔

عسی ان لتلقانی بعد عامی هذا العلق آت اس سال کے بعد مجھ تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔ اب تم میری مسجد
نثر بسجدی و قبری۔ اور میری قبر سے گزر دو گے۔

تو جب ان علوم خمسہ میں سے اتنے امور کو حضور جانتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث کے اس ارشاد اور آیہ کریمہ میں
حصر صرف علم ذاتی واجب قدیم غیر مخلوق ممتنع الزوال کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب
قدیم صرف اللہ عزوجل کو ہے۔ ان چیزوں کا علم ذاتی ازلی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔
رہ گیا۔ علم عطائی حادث ممکن۔ یہ نہ اللہ عزوجل کی صفت اور نہ شرعاً عقلاً جائز۔ کہ ان امور کا علم، بلکہ مطلق علم بلکہ
باری عزائم کی کوئی صفت، عطائی حادث ممکن ہو۔ اس پر اجماع امت کہ جو شخص باری تعالیٰ کی کسی بھی صفت کو عطائی یا
حادث یا ممکن مانے وہ کافر۔ تو پھر یہ کہنا کہ علم عطائی حادث ممکن بھی باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے ایمان سے
باتھ دھونا ہے۔

اس کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ۔۔ فی خمس لا یعلمہن الا اللہ اور آیہ کریمہ ان اللہ
عندہ علم الساعة۔ میں علم سے مراد علم ذاتی واجب قدیم ہے۔ یا علم عطائی حادث ممکن یا مطلق علم۔ اب اگر کہیں
علم عطائی حادث مراد ہے۔ تو لازم کہ باری تعالیٰ کا علم، عطائی حادث ممکن ہو۔ اور یہ کفر بلکہ مجموعہ کفریات۔ اور اگر کہیں کہ
مطلق علم مراد ہے خواہ ذاتی واجب قدیم خواہ عطائی حادث ممکن۔ تو بھی معذور مذکور اپنی جگہ۔ کہ پھر بھی لازم آئے گا۔
کہ باری تعالیٰ کا کچھ علم عطائی حادث ممکن ہے۔ اور اللہ عزوجل کی کسی بھی صفت کو عطائی حادث ممکن ماننا بالاتفاق کفر ہے۔
اس لئے شق اول متعین کہ مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کا علم ذاتی قدیم واجب باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ ان
چیزوں کا علم ذاتی واجب قدیم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں۔

ہم اہل سنت، انبیائے کرام یا ان کے توسط سے اولیاء کرام کے لئے ان علوم خمسہ کا یا دیگر غیوب کا علم مانتے ہیں
تو بطلائے الہی مانتے ہیں۔ ان کے علم کو علم عطائی حادث ممکن مانتے ہیں۔ ہماری اس تقریر کی تائید میں چند علماء اہل سنت
کے ارشادات سنئے۔ اشعۃ اللغات میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الہی بحساب عقل کس
ایہا مانداند۔ از امور غیب اند کہ جز خدا کے آں را
ندانند۔ مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کے را بوحی و الہام
مراد یہ ہے ان امور غیبیہ کو اللہ عزوجل کے بتائے بغیر عقل کے
حساب سے کوئی نہیں جانتا۔ سوائے اس کے جسے اللہ
تعالیٰ وحی یا الہام کے ذریعہ بتا دے۔

بناہند۔

عارف باللہ ملا احمد جیون، استاذ، سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہما نے تفسیرات احمدیہ میں فرمایا

وَلَا أَنْ تَقُولَ إِنَّ عِلْمَ هَذِهِ الْخِصَّةِ إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ. لَكِنْ يَجُوزُ أَنْ يُعْلِمَهَا مِنْ يَشَاءُ مِنْ مَجْتَبِيهِ وَأَوْلِيَاءِهِ بِفَرِيضَةٍ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَيْرٌهُ عَلَى أَنْ يَكُونَ الْخَبِيرُ بِمَعْنَى

تم کو چاہئے کہ یہ کہو کہ ان پانچوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ لیکن جائز ہے کہ اللہ عزوجل اپنے مجتبیین، اولیاء میں سے جسے چاہے بتا دے اس پر قرینہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ اس طرح کہ خبیر معنی میں مخبر کے ہے۔

المخبر۔ ص ۲۵

تفسیر صاوی میں ہے۔

یہاں مراد علم ذاتی ہے۔ رد گئی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا فرمائے اس سے کچھ مانع نہیں جیسے انبیاء اولیاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کے علم میں سے لوگ اتنا ہی پاتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے۔ اور فرمایا۔ عالم الغیب اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۔ علماء نے ذمہ داری یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے انھیں مطلع فرما دیا۔ (ان پانچوں پر بھی)

أَيُّ مَنْ حَيْثُ ذَاتُهَا. وَأَمَّا بِأَعْلَامِ اللَّهِ الْعَبْدُ فَلَا مَانِعَ مِنْهُ كَالْأَنْبِيَاءِ وَبَعْضُ الْأَوْلِيَاءِ قَالَ تَعَالَى. وَلَا يَخْطُوتُ بَشَرٌ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ. وَقَالَ تَعَالَى. عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا أَمَرَ تَعَالَى مَنْ رَسُولٍ. قَالَ الْعُلَمَاءُ الْحَقُّ أَنَّهُ لَمْ يَخْرُجْ نَبِيٌّ مِنْ الدُّنْيَا حَتَّى أَطْلَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى. ص ۲۶

بحث کے اختتام پر بخاری کے شارحین جلیلین اجلین، علامہ عینی و علامہ عسطلانی کے ارشاد کو جو انھوں نے اسی حدیث جبریل کے تحت ارقام فرمائے ہیں۔ بدیہ ناظرین کرتے ہوئے۔ رخصت ہوتا ہوں۔

فَمَنْ ادَّعَى عِلْمَ شَيْءٍ مِنْهَا غَيْرَ مُسْتَدٍّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ كَاذِبًا فِي دَعْوَاهُ. عَيْنِي ص ۲۲ فَتَحَ الْبَارِي ص ۱۳

یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا مثلاً قیام قیامت کا علم، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلا واسطہ حاصل ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ نکلا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے ان پانچوں کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے سے ان کے بتانے سے حاصل ہوا۔ و سچا ہے

فَاخْذُوا الْيَرْدُوا. فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هَذَا جِبْرِيلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ

لوگوں نے لڑانے کی کوشش کی مگر جب باہر جا کر دیکھا تو وہ غائب تھے۔ فرمایا یہ جبریل تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے اس سے صاف ظاہر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا جن میں قیام قیامت کا وقت بھی داخل ہے۔ حاصل ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی واجب قدیم ہے۔ پھر اس آیت میں پانچ کی تخصیص کیوں ہے۔ اس کا ایک جواب تو ملا احمد جیون قدس سرہ نے دیا ہے۔

دال (الف) فائدہ ان هذه الخمسة معظم النبوات لان مفاہیجها فانه ان وقف مثلا على ما في غد. وقف على موت سرید و تولد عمر و فتح بکر و مقهورية خالید و قدوم بشر و غیر ذالک مما فی الغد و هكذا القياس۔ تفسیرات احمدیہ ص ۵۳

اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معظم غیوب اور ان کی کنجیاں ہیں اس لئے کہ مثلاً اگر کوئی یہ جان گیا کہ کل کیا ہوگا تو وہ کل رونما ہونے والی ساری باتوں کو (مثلاً زید کی موت عمر کی پیدائش۔ بکر کی فتح۔ خالد کی مغلوبیت۔ بشر کی آمد وغیرہ کو جان جائے گا۔ علی هذا القیاس۔

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی اہمیت کی وجہ سے ان پانچوں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔ (ب) دوسری وجہ ان پانچ چیزوں میں علم قیامت بھی ہے۔ اوپر گزر چکا۔ علم قیامت کے بارے میں بکثرت سوالات ہوتے تھے۔ اور خود جبریل امین نے قیامت کے بارے میں سوال کیا اس لئے اس کی تخصیص فرمائی۔ (ج) عرب کے کاہن، نجومی، علم مافی الغد وغیرہ جاننے کے مدعی تھے۔ ان کی تکذیب کے لئے بالخصوص ان کو ذکر فرمایا ○ بعض منکرین علم رسول، نے ذاتی اور عطائی کی تقسیم کو تدقیقات فلسفیانہ کہہ کر مسترد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اس پر گزارش ہے کہ اگر اس فرق کو تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن مجید، احادیث کریمہ میں اتنا زبردست تعارض پڑے گا کہ اٹھائے نہ اٹھے گا۔ مثلاً ارشاد ہے۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ غَيْبٌ إِلَّا اللَّهُ۔
فرمادوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا ہے سوائے اللہ کے۔

اور فرمایا۔

مَا كَانَتْ اللَّهُ يُطْلِعُكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَخْتَارُ
مَنْ يُرْسِلُ مِنْ نَبِيٍّ۔ سورہ آل عمران آیت ۱۴۹
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ إِلَّا مَنْ ارْتَضَى
مِنْ رُسُولٍ۔ سورہ جن آیت ۲۶
اللہ کی یہ شان نہیں دے عام لوگوں کو کہ تمہیں علم غیب دیدے ہاں
اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اس کے لئے جو لیتا ہے
عالم الغیب اپنے علم غیب پر اپنے ہر رسولوں کے سوائے کو مسلط
نہیں فرمانا۔

بولے اس تعارض کا کیا جواب ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا و
بِالْمُؤْمِنِينَ رُؤُفٌ رَحِيمٌ سورہ توبہ آیت ۱۲۸ مسلمانوں پر بہت مہربان، رحم فرمانے والے ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا۔

إِنِّي حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۔ سورہ یوسف آیت ۵۵۔
میں حفاظت کرنے والا، علم والا ہوں۔

انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

نَجَلْنَاكَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ سورہ دہر آیت ۲۔
ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا بنادیا۔

اور خود قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے اپنے آپ کو رؤف، رحیم، حفیظ، علیم، سمیع، بصیر فرمایا۔ اس تعارض
کا کیا جواب ہوگا۔

اس لئے اس فرق کو ماننا ناگزیر ہے کہ اللہ عزوجل کی ہر صفت ذاتی، واجب، قدیم، غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور
انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کی ہر صفت عطائی حادث ممکن متناہی مخلوق۔ اور یہی فرق علم غیب میں بھی ہے۔
آیات نفی میں مراد علم ذاتی، قدیم، واجب غیر متناہی غیر مخلوق۔ اور آیات اثبات میں علم عطائی ممکن حادث
متناہی مخلوق۔

اس بحث کو اگر تباہا دیکھنا ہو تو والد الملکی، الفيوض الملکی، خالص الاعتقاد، ادخال الانسان، الکلمۃ العلیا
کا مطالعہ کریں اس حدیث پر کلام کچھ تفصیلی ہو گیا۔ ع لذید بود حکایت دراز تر گفتم۔



(۴۴) حدیثِ مشتبہات سے پھرنا دین کی حفاظت ہے۔

عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

عالم سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے نعمان بن بشیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيْنٌ وَالْحَرَامُ بَيْنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

فرماتے ہوئے سنا حلال و حرام دونوں الگ الگ متنازع ہیں ان دونوں کے زمین کچھ مشتبہ چیزیں ہیں علیہ وسلم کو

تشریحات (۴۴)

عامر | ① یہ شعبی سے مشہور ہیں۔ ان کی کنیت ابو عمرو نام عامر تھا۔ اجل تابعین میں ہیں ان کے مقصد اور ثقہ ہونے پر

تفاق ہے۔ سیکڑوں صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ خود فرمایا، میں نے پانچ سو صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

موت کے قاضی تھے۔ خلافت عثمان کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ اور پہلی صدی گزرنے کے بعد اسی عہد لغایت ۱۰۰۰

نہیں اس کے زاید عمر پا کر وصال فرمایا۔ مزاج میں خوش طبعی تھی۔

ممان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) یہ بھی صحابی ہیں۔ اور ان کے والد اور والدہ کبھی۔ ہجرت کے بعد انصار

سب سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا۔ یہ نعمان بن بشیر ہیں۔ جب کوفہ، حضرت مسلم، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت

یہ لے کر گئے تو یہ کونے کے کورنر تھے۔ یہ بظاہر لوگوں کو بیعت سے منع کرتے تھے۔ اور اندر ترغیب دیتے تھے۔ اور تباہ

اردان اہل بیت کو یزید پلید نے اکھیں کی سپرد کی میں مدینہ واپس کیا تھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے

میں نے کلاعی نے دشت اور حصہ کے ایجنڈوں اور اس کے ساتھ ساتھ گورنر کے ۶۵ اور ۶۶ کے ایجنڈوں

فی کھائی لے، دس اور محض کے مابین، یوم واسطہ، کے معر کے میں اھیں کھیر کر ^{۱۶۶} یا ^{۱۶۷} میں شہید کر دیا ایمان
م کے تیس سے زائد صوار ہیں، مگر نعمان بن شاذان و نہ ہی ہیں، ان کے مال مشہور صوابی حضرت عبد اللہ بن رواحہ

م کے۔ س سے راند صحابہ ہیں۔ سکر نماں بن بکر صرف یہی ہیں۔ ان کی ماں بہو ر صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ
بن تھیں۔ ان سے ایک چودہ حدیث مروی ہیں۔

۳) **مشتبهات** ، سے کیا مراد ہے۔ اس بارے میں چار اقوال ہیں۔ (۱) وہ چیزیں جن کا حلال یا حرام ہو نا قرآن

۳۔ میں صراحتہ مذکور نہ ہو۔ اور حلت و حرمت کے دلائل کے تعارض کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہو پاتا ہو۔ کہ یہ

دلائل ہیں یا حرام۔ (۲) علماء کے مابین مختلف فیہ چیزیں۔ یہ بھی دلائل میں تعارض ہی کی وجہ سے ہو گا۔ اس لئے یہ

لی اول ہی میں داخل ہو گئیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ قسم اول سے مراد وہ چیزیں ہوں کہ جس کے بارے میں کسی نے بھی کوئی

لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ أَتَقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَ

جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے جو شبہ چیزوں سے بھی بچے اس نے اپنے دین اپنی عزت کو بچالیا۔ اور جو ان مشتبہ

مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَّاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ الْآق

چیزوں میں پڑا۔ وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو شاہی چراگاہ کے ارد گرد اپنے جانور چرائے اس کا خطرہ قوی ہے کہ یہ جانور

ایک رائے نہ قائم کی ہو۔ اور کبھی مجتہدین متردد ہوں۔ یقیناً ایسی چیز وہ ہے سے بچنے ہی میں دین اور آبرو کی حفاظت

ہے۔ رہ گئیں وہ چیزیں جن کے بارے میں مجتہدین نے کوئی رائے قائم کر۔ جیسے کہ ہزار ہا مسائل ایسے ہیں۔ ان سے

بچنے کے حکم کا یہ مطلب ہوگا کہ ان تمام کو ترک کر دیا جائے۔ ان سب کے ترک میں کتنی قباحت ہے۔ وہ علماء سے پوشیدہ

نہیں۔ امت کا اس پر عملاً اجماع مولف ہے کہ جو شخص جس مجتہد کا مقلد ہے۔ اس کے فیصلے پر عمل کرے۔ اس میں کوئی

شرعی خرابی نہیں۔ ہاں جہاں تک ہو سکے اختلاف علماء سے بچے۔ (۳) اس سے مراد مکروہات ہیں۔ (۴) خلاف

اولیٰ مراد ہیں۔

ابن میسرانے شیخ قیاری سے ناقل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مکروہ حلال و حرام کے مابین ایک گھاٹی کے مثل ہے

جو بے باکی سے مکروہات کا ارتکاب کرتا رہے گا۔ اس کے لئے خطرہ ہے کہ حرام کا بھی ارتکاب کر بیٹھے۔ یوں ہی

برأت کے ساتھ جو بے دغدغہ خلاف اولیٰ پر عمل کرتا رہے گا اس کے لئے خطرہ ہے کہ مکروہ کا ارتکاب کرنے لگے

اور پھر حرام تک پہنچ جائے۔

اس کی تائید ابن جان کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ زائد ہے۔

اجعلوا بین الحلال والحرام سترۃ من الحلال

من فعل ذالک استبرأ العرۃ و دینہ و من

إسراع فیہ کان کالمسرع فی جنب الحمی یوشک

ان يقع فیہ۔

حلال و حرام کے مابین حلال کا پردہ رکھو جس نے یہ کیا اس نے

اپنی آبرو اور دین کو بچالیا اور جس نے اس میں (یعنی حلال و

حرام کی درمیانی چیزیں) نہ مارا وہ شاہی چراگاہ کے پہلو میں

چرنے والے کے مثل ہے۔ خطرہ ہے کہ شاہی چراگاہ میں جا پڑے

حلال و حرام کے مابین مکروہات و خلاف اولیٰ ہی ہیں۔ تو متنبہ کہ یہی دونوں مراد ہیں۔ مگر اس آیت پر حلال

سے حلال قطعی اور حرام سے حرام قطعی مراد ہوں گے ورنہ مکروہات اور خلاف اولیٰ درمیانی چیز نہ ہو سکیں گے۔

لیکن حدیث میں ایک لفظ ہے لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ اسے بہت لوگ نہیں جانتے۔ یعنی یہ کہ یہ حلال ہے یا حرام

إِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِجِّيَ إِلَّا إِنْ حِجَّى اللَّهُ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمَهُ الْأَدْيَانِ فِي الْجَسَدِ

شاہی چراگاہ میں چلے جائیں سن لو ہر بادشاہ کی محفوظ شاہی چراگاہ ہوتی ہے۔ سن لو انہ کی زمین میں اس کی شاہی چراگاہ اس کی حرام اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ حلال ہے یا حرام اگرچہ وہ تھوڑے لوگ ہیں۔ یہ متین مکر رہا ہے کہ اس سے مراد مجتہد فیہ امور ہیں۔

اب ضروری ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص کیا جائے جن پر تحقیقاً یا تقلیداً اس کا حکم منکشف نہیں ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ جن باتوں کے بارے میں تمہیں یہ نہ معلوم ہو کہ یہ حلال ہے یا حرام ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ حرام ہی ہوں۔ کہ مشکوک کے استعمال کی عادت پڑی رہے گی تو حرام کا بھی ارتکاب کر بیٹھو گے۔ اس کی تائید خود امام بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو کتاب البیوع میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

فمن ترک ماشبه علیہ من الاثم کان لما استبان ترک ذمّن اجتراء علی مایشک فیہ من الاثم اوشک ان یواقع ما استبان۔

جب آدمی ایسی چیزوں کے قریب نہیں جائے گا جس میں گناہ کا شبہ ہے تو جس کا گناہ ہو نا ظاہر ہو اس سے اور زیادہ دو رہے گا۔ اور جو ایسی چیزوں پر جرأت کرے گا جس کے گناہ ہونے نہ ہونے کا پہلو برابر ہے تو اس سے کیا بعید کہ کھلے ہوئے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مشتبہات سے وہی چیزیں مراد ہیں جن کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ نہ ہوا ہو۔ فیصلے کے بعد وہ مشتبہات میں داخل ہی نہیں ہیں۔ جلال بین یا حرام بین میں داخل ہو گئیں۔

رہ گئیں وہ چیزیں جن کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ یہ حلال ہیں یا حرام یا جس مجتہد کا مقلد ہے اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ وہ مشتبہات میں داخل ہیں ان سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔ جیسے نبیذ مکر کے بارے میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دیدی جائے تو اسے حرام نہیں کہوں گا۔ مگر خود استعمال نہیں کرتا۔ مشہور مثال خچر کا جھوٹا پاک ہے کہ ناپاک یہ مشکوک ہے اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے ان دقیق باتوں سے قطع نظر ایک تفسیر وہ بھی ہے۔ خود امام بخاری نے کتاب البیوع میں کی ہے کہ کسی مخصوص جزئی واقعہ میں کسی چیز کے بارے میں شک ہو جائے۔ تو اس سے بچا جائے۔ مثلاً ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس مرد اور عورت کو دودھ پلایا ہے تو ان کی آپس میں شادی نہ کی جائے۔ یا جیسے

مُضَغَةٌ إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، الْأَوْحَى الْقَلْبُ عَلَيْهِ

کی ہوئی چیزیں ہیں۔ سن لو جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹا ہے اگر یہ ٹھیک تو پورا جسم ٹھیک ہے اگر یہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا۔ سن لو وہ دل ہے

خود حدیث میں ہے کہ گھر میں ایک کھجور تھی۔ حضور نے اسے نہیں تناول فرمایا۔ کہ شاید یہ صدقہ کی ہو۔ یا جیسے شکار کے لئے اپنے شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا کسی طرف سے کسی غیر مسلم نے بھی چھوڑا تھا۔ شکار پر دونوں کتے یہ معلوم نہیں کس نے پکڑا تھا تو نہ کھایا جائے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ حضرت بشر حافی کی بہن امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ دریافت فرمایا۔ ہم اپنی چھتوں پر سوت کاتتے ہیں۔ حکام کی مشعلیں جب نکلتی ہیں تو ہم پر روشنی پڑتی ہے۔ اس روشنی میں کاتیں یا بند کر دیں۔ دریافت فرمایا کون ہو؟ بتایا کہ بشر حافی کی بہن ہوں۔ رونے لگے۔ فرمایا درع تمہارے گھر سے نکلا ہے تم اس روشنی میں مت کاتو۔

حضرت مالک بن دینار چالیس سال تک بصرہ میں رہے اخیر دم تک وہاں کی کھجور نہیں کھائی۔ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ شاہی چراگاہ ظاہر ہے کہ عمدہ سے عمدہ ہوگی سرسبز شاداب ہوگی۔ جانور جب اس کے قریب رہے گا۔ تو یہ خطرہ بالکل سامنے ہے کہ جانور اس میں جا پڑے۔ نفس امارہ کی نظر میں حرام چیزوں میں بہت کشش ہوتی ہے جب کوئی ان مشتبہ چیزوں پر عمل کر لے گا۔ جن کا سر احرام چیزوں سے ملا ہوا ہے تو اندیشہ ہے کہ نفس امارہ انسان کو گناہوں میں مبتلا نہ کر دے۔ اس لئے اپنی آبر و اور دین بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مشتبہ باتوں سے بھی دور رہیں۔

(۴) سلسلہ اسباب کی رو سے دل ہی کا نشان سب سے پہلے ماں کے پیٹ میں بنتا ہے اور خلقت تام ہونے اور نفع و روح کے بعد ہی سب سے پہلے حرکت میں آتا ہے اور مرنے کے وقت سارے اعضاء بیکار ہو جانے کے بعد ہی سب کے بعد بند ہوتا ہے۔ اور ہی روح کا مرکز ہے۔ اسی کی حرکت پر حیات کا مدار ہے۔ جس طرح ظاہر جسم میں اس کی حیثیت حاکم کی ہے۔ اسی طرح باطن میں بھی یہی حکم راں ہے۔ یہ اگر درست ہے تو سب درست یہ اگر بگڑا تو سب بگڑے۔ خیالات دل ہی میں پیدا ہوتے ہیں وہیں جڑ پکڑتے ہیں۔ پھر دل ہی حکم کرتا ہے۔ تو اعضاء اسے عملی جامہ پہنانے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں بھی

علہ بخاری ایمان ۲۹ بیوع ۲۔ مساقاۃ ۱۰۰۔ ۸۰۔ ۱۔ سلم بیوع۔ ترمذی بیوع ۱۔ نسائی بیوع ۱۔ قفاۃ ۱۱۔ ابن ماجہ متن ۱۱۱۔ ابوداؤد بیوع ۲۔ داری بیوع ۱۰۔ مسند امام احمد ۱۰۔ وغیرہ۔

④۵ حدیث وفد عبد القیس

عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُحْلِسُنِي عَلَى سَرِيرَةٍ فَقَالَ

أَبُو جَمْرَةَ سَمِعْتُ رَوَايَةً هِيَ. انہوں نے کہا میں ابن عباس کے ساتھ بیٹھتا تھا وہ مجھے اپنے تخت پر بٹھایا کرتے تھے

اور احادیث میں بھی مختلف عنوانوں سے دل کی نگہداشت اور تصفیہ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور صوفیاء کرام اپنے اپنے اعمال و مشاغل پر دل کا تصفیہ مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس چیز سے بچتے ہیں۔ جو اس میں مخل ہو۔ حضرت ابراہیم ادم کے صاحبزادے محبت سے گر کر جان بحق ہو گئے۔ اطلاع ملی تو فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ جو مجھے اس کی طرف سے غافل کرتا اس کو لے لیا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ کہیں سے مال آتا تو جب تک سب تقسیم نہ فرما لیتے کاشانے میں تشریف نہ لے جاتے۔ یہ سب وہی دل کی حفاظت ہے کہ دل میں غیر کا گذر نہ ہونے پائے۔ اور اگر کوئی گذر کرنے کی کوشش کرے تو بار نہ پائے۔

اس حدیث کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے یہ ان تین یا چار حدیثوں میں ہے جو مدار اسلام ہیں۔ ثلث اسلام ہے۔ ابن عربی نے کہا کہ اس سے تمام احکام کا استخراج ہو سکتا ہے۔ اور جو بھی عاقل فہیم اس کے مسائل پر غور کرے گا اس پر یہ صداقت واضح ہو جائے گی۔

تشریحات ④۵

أَبُو جَمْرَةَ ① ان کا نام نصر بن عمران یا عاصم بن واسح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص تلمیذ اور

عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس و ابن عمر اور کثیر صحابہ کرام سے احادیث سنی۔ یہ نیشاپور میں رہتے تھے پھر وہ سرخسی چلے گئے اور وہیں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ بصرہ میں فوت ہوئے۔ اس کینت یا جمرہ نام کے صحابہ سہ اور موٹا میں کوئی راوی نہیں۔ ابو جمرہ کے جد حضرت نوح بن مخلد صحابی تھے۔ جب یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دریافت فرمایا کس قبیلے سے ہو۔ عرض کیا ضیمہ ربیعہ سے۔ فرمایا ربیعہ کی شاخوں میں سے ایک اچھے عبد القیس ہیں اور عبد القیس میں تمہارا قبیلہ۔

یہ حضرت ابن عباس کی خدمت میں اس وقت حاضر تھے جب ابن عباس حضرت علی کی جانب سے بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابن عباس ان کو تخت پر بٹھاتے تھے۔ یہ عوام اور حضرت ابن عباس کے مابین ترجمانی کا کام انجام دیتے تھے۔

أَقِمَّ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنْ

انہوں نے کہا کہ میرے پاس رہو تاکہ جب (میرا وظیفہ) آجائے تو تمہیں کچھ دوں۔ میں انکے پاس دو مہینے رہا پھر ابن عباس نے بھیجے

وَفَدَّ عَبْدُ الْقَيْسِ لِمَا اتَّوَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ الْقَوْمُ

بتایا، عبد القیس کا وفد جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دریافت فرمایا کون لوگ ہیں۔

لغات سریر کی جمع آسیرہ دُسرُز ہے اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ تخت۔ زیادہ تر تخت شاہی کے لئے آتا ہے۔ سر

اور گردن کے ملنے کا جوڑ۔ خوابگاہ۔ مالک۔ نعمت۔ خوش حالی۔ ٹیلے کی اوپر کی ریت۔ وفد کوہ منتخب لوگ جو بہت

کے سرانجام کرنے کیلئے بادشاہوں، حکام، رؤسا کے یہاں بھیجے جاتے ہیں۔ بفر نے کہا کہ اس کے لئے سوار ہونا ضروری ہے۔ یہ

جمع ہے یا اسم جمع دونوں قول ہیں۔ وفد اس کی نہیں افد کی جمع ہے۔ ربیعہ۔ یہ نزار بن معد بن عدنان کے بیٹے ہیں۔

نزار کے دو بیٹے تھے۔ ربیعہ اور مضر۔ عبد القیس ربیعہ کی پانچویں پشت میں پہنچے ہیں۔ یہ لوگ بحرین، قطیف، ہجرین تھے

تھے غیر خزایا و لاندائی۔ خزایا۔ خزایان کی جمع ہے اس کا مصدر خزی ہے جس کے معنی رسوا ہونے و ہل ہونے کے

ہیں۔ لاندائی۔ ندماں کی جمع ہے جو نادم کے معنی میں ہے۔ یا نادم ہی کی جمع ہے الشہد الحلما اس سے یہ چار مہینے مراد

ہیں۔ رجب۔ ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ۔ محرم۔ محرم میں الف لام آتا ہے رجب پر نہیں۔ یہاں حرام کے معنی۔ عزت و احترام

والے کے ہیں۔ اہل عرب ان مہینوں میں لڑائی بند رکھتے تھے۔ مضر۔ یہ ربیعہ کا حقیقی بھائی تھا۔ یہاں مراد اس کی نسل

کے لوگ ہیں۔ جو بنی مضر کہلاتے تھے۔ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ حنظلہ۔ سبز رنگ کا گھڑا مراد مٹی کے ایسے

گھڑے ہیں جس میں پالش لگا کر چمکانا دیا گیا ہو۔ اس میں یہ لوگ شراب بناتے تھے یا دوسری جگہوں سے اس میں

شراب آتی تھی۔ دُبَاء۔ پکا ہوا سوکھا کھوکھلا کدو۔ نقیر۔ درخت کے تنے کا گودانکاں کر بناتے تھے مَزْنَت۔ وہ گھڑا جس

چوڑاں پوت دیا گیا ہو۔ مُقْتَرَبٌ بھی اسی کو کہتے ہیں۔

وفد عبد القیس (۲) یہ وفد شہنشاہ میں فتح مکہ سے پہلے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ حاضری سے پہلے ہی یہ لوگ مسلمان

ہو چکے تھے۔ یہ کل پینتالیس افراد تھے۔ ان کے امیر حضرت اشج تھے۔ ان کا نام منذر تھا۔ اس وفد کی حاضری کی اطلاع

پہلے ہی ہو چکی تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے پاس عبد القیس کا وفد آ رہا ہے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔

ان میں اشج عصری بھی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس وفد کے لوگ

جب مدینہ حاضر ہوئے تو سواروں سے اتر کر تیزی سے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور دست اقدس و پائے مبارک

أَوْ مِنَ الْوَفْدِ. قَالُوا رُبَّيَّةٌ قَالَتْ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَائِنًا وَلَا نَدَا عَلَى

یا فرمایا کون وفد ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ ربیہ فرمایا قوم یا وفد کو مر جا۔ نہ سوا ہوئے نہ شرمندہ

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شہر حرام کے علاوہ اور کسی مہینے میں ہم حاضر نہیں ہو سکتے۔ ہمارے اور حضور

هَذَا الْحَيُّ مِنْ كَفَّارٍ مُضَرٍّ قَرِيبًا بِمَرْفُصٍ نَخْبِرُ بِهِ مَنْ ذَرَأْنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ

کے مابین کفار مضر کا قبیلہ ہے۔ ہم کو واضح حکم دیں جو ہم اپنے پیچھے والوں کو بتا دیں اور جسکی وجہ سے ہم جنت میں داخل

کو بوسے دیے۔ اور انج نے اتر کر اونٹ کو باندھا۔ سب سامان اکٹھا کیا غسل کیا۔ سب سے عمدہ کپڑا پہنا مسجد میں آئے دو

رکعت نماز پڑھی۔ پھر حاضر ہوئے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے قریب دایہی طرف بٹھایا۔ اور فرمایا تم میں دُعا تیں

ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ عقل۔ اور وقار۔

اس قبیلے کے ایمان لانے کا قصہ یہ ہے کہ اس قبیلے کے ایک فرد منقذ بن حبان مدینہ طیبہ تجارت کے لئے آئے

جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد ایک بار جب یہ مدینہ طیبہ میں تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منقذ کے قریب سے گزرے

منقذ بڑھ کھٹے حضور نے ان کے قبیلے اور ممتاز لوگوں کے احوال نام بنام دریافت فرمائے۔ منقذ مسلمان ہو گئے سورہ

فاتحہ وغیرہ یاد کر کے اپنے وطن ہجرا پس گئے۔ چھپ چھپا کر نماز پڑھتے تھے۔ حضور نے ایک والا نامہ بنی عبد القیس کے

کچھ لوگوں کے پاس بھیجا مگر منقذ نے کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ ان کی زوجہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ یہ اشج کی لڑکی تھیں۔ لڑکی نے

باپ کو بتا دیا منقذ اور اشج کی ملاقات ہوئی تو اشج بھی مسلمان ہو گئے پھر اشج اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس جا کر والا

نامہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے نتیجے میں سب کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا اور یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

یہاں اختصار ہے مسلم شریف میں ہے کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور اس نے پوچھا کہ گھرے میں بنیذ بنانے کا کیا حکم ہے

حضرت ابن عباس نے منع فرمایا۔ تو ابو جبرہ نے کہا۔ میں بھی سبز گھرے میں مسیھی بنیذ بنا کر پیتا ہوں۔ اس سے طبیعت

کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا مت پی۔ اگرچہ شہدے زیادہ مسیھی ہو پھر یہ حدیث بیان فرمائی۔

کھجور، منقہ وغیرہ کو پانی میں بھگو دیتے ہیں جب اس کا اثر پانی میں آ جاتا ہے تو اس کا پھوکس پھینک کر صاف پانی

پیتے تھے۔ اسی کو بنیذ کہتے ہیں جب تک اس میں نشہ نہ آئے۔ اس کا بالاتفاق پینا جائز ہے۔ اور نشہ آور ہونے کے بعد حرام

وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ

جو جائیں انھوں نے پینے والی چیزوں کو بھی پوچھا حضور نے ان کو چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا صرف

بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ اتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ

اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا در پائنت کیا کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور

شَهِادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ

اس رسول خوب جانتے ہیں فرمایا اس بات کی گواہی دینی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ

وَحِسَامُهُ رَمَضَانَ وَأَنْ تَعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمْسَ وَنَهَاَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْخَمْلِ

کے رسول ہیں نماز کی پابندی کرنی اور زکوٰۃ دینی۔ اور رمضان کا روزہ رکھنا اور تم لوگ غنیمت سے پانچواں حصہ دیا کرو۔ اور انھیں

۳) کہ بغیر لڑائی کے اسلام قبول کر لیا۔ نہ تم میں کوئی قتل ہوا نہ قیدی بنایا گیا جس سے تمہیں شرمندگی اور رسوائی ہوتی۔

۴) یعنی ایسے اعمال و عقائد بتا دیں جن کی پابندی سے اللہ عزوجل ماضی ہو جائے اور ہمیں جنت عطا فرمائے۔ اس لئے

کہ جنت کا حصول محض اس کے فضل و کرم سے ہے۔ عقائد و اعمال اس کے فضل کے لئے ذریعہ و واسطہ ہیں۔

۵) یہ لوگ مسلمان تھے۔ ایمان باللہ کے معنی خوب جانتے تھے۔ یہ عرض لا علمی ظاہر کرنے کے نہیں۔ بلکہ اذبا ہے اس

سے مزام ہو کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال کرنا ممنوع نہیں صحابہ کی

سنت ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان باللہ میں ایمان بالرسول بھی داخل ہے۔ رسول کا انکار اور اللہ پر ایمان کا اقرار

حقیقت میں اللہ کا انکار ہے۔ شہادت سے مراد یہ ہے کہ اسے دل سے سچ مانے اور زبان سے ظاہر کرے ورنہ محض

اقرار بلا تصدیق بیکار ہے بلکہ یہی نفاق ہے۔

۶) اس حدیث میں الایمان باللہ پر اقام الصلوٰۃ وغیرہ کا عطف اسکی دلیل ہے کہ اعمال ایمان کے اجزاء نہیں۔ ورنہ

عطف صحیح نہ ہوگا۔ اقام الصلوٰۃ سے مراد یہ کہ نماز کی پابندی کریں اور جملہ شرائط کے ساتھ اچھی طرح ادا کریں۔ یہاں ج

مذکور نہیں اس لئے کہ اس وقت حج فرض نہ ہوا تھا یہ واقعہ سنہ ۶ کلہے اور حج ۹ سنہ میں فرض ہوا۔

۷) چونکہ جہاد فرض ہو چکا تھا اور مال غنیمت میں خمس بیت المال کے لئے بجانب اللہ متعین ہے اس لئے انھیں خمس

ادا کرنے کی خصوصیت سے ہدایت فرمائی۔ ان کی کفار مفسرے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔

اشکال اور جواب اس حدیث پر ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ پہلے چار چیزوں کا حکم دیا۔ اور بیان فرمایا۔ پانچ۔

قَالَ ذُبَاءٌ وَالتَّقِيرُ وَالْمَرْفَتُ وَرَبَّمَا قَالَ الْمُقِيرُ وَقَالَ إِحْفَظُوا مِنْ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ

چار چیزوں سے منع فرمایا۔ منتم، اور دبار اور نقیر اور مرفت سے۔ کبھی مقیر کہتے اور فرمایا اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو
مَنْ وَدَّكُمْ تَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ عَمَّا
بتا دینا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں جہاد اور نیت باقی ہے۔

شہادت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، خمس کی ادائے گی۔ اور اگر اقام الصلوٰۃ وغیرہ کو شہادۃ پر عطف مانیں تو یہ سب ایمان بانی
کی تفسیر ہوں گے۔ اور سب مل کر ایک ہوں گے۔ پھر تین رہ گئے۔ علامہ نووی نے یہ جواب دیا کہ اصل مقصود چار ہی ہیں
یہ لحاظ فرما کر کہ یہ قوم مجاہد ہے۔ ادائے گی خمس کا مزید حکم دیا۔ اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

⑤ ان چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں شرابیں بناتے تھے اور دوسری جگہوں سے
ان میں شراب لاتے تھے ان برتنوں کے استعمال کرنے سے شراب کی یاد آتی۔ اندیشہ تھا پھر کہیں شراب نہ پینے
لگیں۔ لہذا حکم دیا کہ ان برتنوں کو بھی استعمال نہ کرو جن سے شراب کا لگاؤ تھا۔

⑥ اس سے معلوم ہوا کہ حکم شرعی بتانے کے لئے ضروری نہیں کہ انسان پورا عالم ہو جس کو جو حکم شرعی یا دینی بات معتد
طریقے سے معلوم ہو اور ابھی طرح یاد ہو تو دوسروں کو بتا سکتا ہے۔

تشریحات ⑫

پوری حدیث یوں ہے لا ہجرۃ بعد الفتح الخ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہاں جہاد اور نیت باقی ہے۔ جب تم
جہاد کے لئے بلائے جاؤ تو گھر سے نکلو۔ پوری حدیث بخاری کتب جہاد، جزیرہ وغیرہ میں موجود ہے۔ مراد یہ ہے کہ اب جبکہ
مکہ فتح ہو گیا۔ اور دلا اسلام ہو گیا۔ تو مکہ سے ہجرت کر کے حصول خیر کا دروازہ بند۔ ہاں جہاد اور نیت حسنہ کے ساتھ اعمال
خیر کر کے جتنا چاہو ثواب حاصل کرو۔ اس سے خاص وہ ہجرت جو اس عہد میں تھی، مراد ہے یعنی مدینہ طیبہ ہجرت کرنا۔

عہ کتاب العلم۔ باب تحریر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفد عبد القیس۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب قول اللہ عزوجل الیہ کتاب الزکوٰۃ۔ باب
وجوب الزکوٰۃ۔ کتاب الجہاد۔ باب فرض الخمس۔ باب مناقب قریش۔ کتاب المغازی۔ باب وفد عبد القیس۔ کتاب الادب۔ باب
قول الرجل مرجا۔ کتاب خبر الواحد۔ باب وصاة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفد العرب۔ کتاب التوحید۔ باب قول اللہ عزوجل ہو قرآن مجید
مسلم کتاب الایمان۔ کتاب الاشریہ۔ ابو داؤد۔ اشربہ۔ سنت۔ ترمذی۔ سیر۔ ایمان۔ فضائی۔ علم۔ ایمان۔ اشربہ۔ صلاۃ مسند امام احمد۔
عہ مسلم اور ابو داؤد نے جہاد اور حج میں۔ ترمذی نے سیر، میں نسائی نے حج اور بیعت میں۔ دارمی نے سیر میں اور امام احمد نے اپنی
مسند بھی ذکر کیا ہے۔

کَلَامُ الدِّينِ النَّصِيحَةُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا ئِمَّةَ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ عَلَيْهِ

دین خیر خواہی ہے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان حاکموں اور عام مسلمانوں کے لئے۔

لغات ① النَّصِيحَةُ: نصیحت العمل سے ماخوذ ہے یعنی میں نے شہد کو آلائش و گندگی سے پاک و صاف کیا کسی کے

ساتھ سچی خیر خواہی جس میں کوئی فریب نہ ہو۔ نصیحت ہے۔ ائمتہ۔ امام کی جمع ہے۔ اس کے معنی پیشوا کے ہیں۔ خواہ دینی پیشوا ہو جسے سلف صالحین و ائمہ مجتہدین یا دنیوی جسے سلطان اسلام اور حکام اسلام یا دونوں جسے خلفاء راشدین۔

تشریح ② یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں ہے۔ اپنے اندر معانی کا بے پایاں خزانہ رکھتی ہے یہاں تک کہ پورے دین کو

محیط ہے مثلاً اللہ کے ساتھ نصیحت کا معنی یہ ہے کہ اسکی ذات و صفات پر ایمان لائیں۔ اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں

نہ ذات نہ صفات نہ عبادت میں۔ اسے صفات جلال و کمال کے ساتھ متصف مانیں۔ ہر عیب و نقص سے اسے منزہ

مانیں۔ اسکی کتاب کو حق مانیں اس کی کما حقہ تلاوت کریں اس پر عمل کریں اس کی نشر و اشاعت کریں۔ رسول کے ساتھ

نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی رسالت کی تصدیق کریں۔ سارے جہاں سے زیادہ ان سے محبت رکھیں۔ سارے

جہاں سے بڑھ کر ان کی تعظیم کریں۔ ان کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہ کریں۔ ان کے احکام کی پابندی کریں۔ جن

چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ اس کے قریب نہ جائیں۔ ان کی ہمیشہ حمایت کریں ان کی سنت زندہ رکھیں ان کے آداب

و اخلاق کو عادت بنائیں ان کے اصحاب و اہل بیت سے محبت کریں۔ اللہ اور رسول کے ساتھ نصیحت، حقیقت میں

بندے اور امتی کی طرف راجع ہے۔ اللہ اور رسول ناصح کی نصیحت سے مستغنی ہیں۔ سلاطین و حکام کے لئے نصیحت

یہ ہے کہ ہر جائز حکم میں ان کی اطاعت کریں۔ اور ہر حق بات میں ان کی مدد کریں۔ غلطی پر نرمی سے سمجھائیں بلا ضرورت

شرعیہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ائمہ مجتہدین کے لئے نصیحت یہ ہے کہ انکی روایت قبول

کریں احکام میں ان کی تقلید کریں۔ ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔ عامہ مسلمان کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کی دنیا و

آخرت کے مصالح میں رہنمائی کریں۔ خیر کی تلقین کریں برائی سے روکیں انھیں دین کی تعلیم دیں نیکی میں ان کی مدد کریں۔

ان کے عیوب چھپائیں ان پر شفقت کریں۔ وغیرہ وغیرہ

علیہ السلام کتاب الایمان میں ابو داؤد نے ادب میں، نسائی نے بیعت میں، محمد ابن اسحق بن خزیمہ نے کتاب الیاسات

مختصرے تغیر و الفاظ کی زیادتی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

③۸ حدیث۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی دین ہے

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَعْدَ رَوَايَتِهِ هِيَ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ عَلَيْهِ

سَعْدَ بَيْعَتِ كِي نَمَاز كِي پَابندی زكوة كِي ادائے كی اور ہر مسلمان كے ساتھ خیر خواہی كرنے پر۔

③۹ حدیث

عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَوْمَ مَاتَ الْمَغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ

زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ كَہتے ہيں كہ ميں نے جرير بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا جس دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ

اس حدیث سے ثابت ہوا كہ نصیحت فرض كفايہ ہے۔ جب معلوم ہو كہ اس كی نصیحت قبول ہوگی اور اسے كوئی

ضرر نہيں پہنچا یا جائے گا اور اگر اسے اس كا اندیشہ ہو تو اسے اختیار ہے نصیحت كرنے تو بہتر نہ كرنے تو كوئی حرج نہيں۔

عامہ مسلمان ميں یہ كہي داخل ہے۔ اپنے لئے نصیحت یہ ہے كہ ہر وقت خوف خدا ركھے اور شریعت كا پابند رہے۔

تشریحات ③۸

جرير بن عبد اللہ بجلي احسٰ ① رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بنی کہلان سے تھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كے

وصال سے قبل والے رمضان یعنی سنہ ۱ھ ميں خدمت اقدس ميں حاضر ہو كر مشرف باسلام ہوئے۔ اور مذکورہ بیعت

كی اس بیعت كو اتنا نبھایا كہ ایام فتنہ ميں الگ تھلگ رہے۔ ایک بار ان كا غلام ایک گھوڑا تین سو ميں خرید كر لایا گھوڑا

بہت عمدہ تھا۔ دیکھ كر مالک كے پاس تشریف لائے فرمایا۔ یہ گھوڑا تین سو سے زیادہ كا ہے۔ اسے آٹھ سو دیا۔ او فرمایا

ميں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر مسلمان كے ساتھ خیر خواہی كرنے كی بیعت كی ہے۔ نہایت حسین و جلیل تھے

اس لئے ان كو اس امت كا یوسف كہتے تھے۔ كوفنے ميں سكونت اختیار كر لی تھی۔ پھر فرقہ پیا رہنے لگے تھے وہي اشہ

ميں وصال فرمایا۔ ان سے سو حدیثیں مروی ہيں۔ آٹھ بخاری اور مسلم دونوں نے تنہا بخاری نے ایک اور مسلم نے چھ لی ہيں۔

تشریح ③۹

علہ بخاری نے حاکیت الصلوة البیعة علی الصلوة، کتاب الزكوة۔ باب البیعة علی ایثار الزكوة۔ کتاب البیوع باب ہل یبیع حاضر لیا

کتاب الشرط باب اول مسلم نے ایمان ميں۔ نسائی نے بیعت ميں۔ داری نے بیوع ميں۔ امام احمد نے اپنی مسند ميں بھی ذکر

کیا ہے۔

قَامَ فَحَبَدَ اللّٰهَ وَاتَّقَىٰ عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ وَحَدَّ لَا شَرِيكَ لَهُ وَالْوَقَارَ

تعالیٰ عنہ کا دھال ہوا۔ یہ (منبر) پر کھڑے ہوئے پہلے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا تم لوگوں پر لازم ہے کہ صرف اللہ

وَالسَّكِينَةَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكُمُ امِيرٌ. فَاِنَّمَا يَأْتِيَكُمُ الْاَن تَمَّ قَالَ اِسْتَعْفُوا الْاَمِيرُكُمْ فَاِنَّهٗ كَانَ

سے ڈر و جس کا کوئی شریک نہیں اور وقار و سکون کے ساتھ رہو۔ یہاں تک کہ تمہارا کوئی حاکم آجائے اور وہ ابھی آئے گا۔ پھر کہا

مَحَبُّ الْعَفْوِ ثُمَّ قَالَ - اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّي اَنْتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

اپنے متوفی امیر کے لئے دعائے مغفرت کر دے۔ اس لئے کہ وہ معاف کرنے کو پسند کرتے تھے۔ ان سب کے بعد سنو! میں

اَبَايُكُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَىٰ وَالنَّمْعَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهُ عَلَىٰ هٰذَا وَرَبِّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کی بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو حضور نے یہ بھی شرط لگائی اور

هٰذَا الْمَسْجِدِ اِنِّي لَنَاصِحٌ لَّكُمْ، ثُمَّ اِسْتَعْفَرَ وَنَزَلَ عَلَيْهِ

ہر مسلمان کی خیر خواہی کرتے رہنا میں نے اس پر بیعت کی اس مسجد کے رب کی قسم میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور اتر آئے

① حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ کی جانب سے کوفہ کے حاکم تھے۔ ان کا وصال ہوا۔

چونکہ کوفہ والوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں کی بہت غالب اکثریت تھی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو اپنی حسن تدبیر سے رام کئے ہوئے تھے۔ ان کے وصال کے بعد اندیشہ تھا کہ کوئی شورش نہ ہو جائے۔ اس لئے حضرت

جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خطبہ دیا اور انھیں وقار و سکون کے ساتھ رہنے اور شورش و انتشار سے باز رہنے کی تلقین فرمائی

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت حضرت جریر کو اپنا نائب بنا دیا تھا۔ اس لئے انھوں نے یہ

خطبہ دیا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، حضرت مغیرہ کے وصال کی خبر ملی تو انھوں نے زیاد بن سمیہ کو،

کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

② اس حدیث میں خیر خواہی کے لئے مسلمان کی قید احترازی نہیں۔ کافر کے ساتھ بھی خیر خواہی لازم ہے۔ کافر کے

ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اسلام کی دعوت دے۔



عَلَيْهِ اَيْضًا. الشَّرْطُ، اَوَّلُ بَابِ الْاِحْكَامِ، كَيْفَ يَبَايِعُ الْاِمَامُ مُسْلِمًا اِيْمَانًا. نَسَائِي بَيْعَتِ -

کتاب العلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۵۰) حدیث تصبیح امانت قیامت کی علامت ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

کتاب العلم

علم کی تعریف

① صحیح یہ ہے کہ علم اجلیٰ بدیہیات سے ہے ہر خاص و عام جانتا ہے کہ علم کیا چیز ہے اسلئے یہ اصطلاحی تعریف سے مستغنی ہے نیز اسکی تعریف بہت زیادہ مشکل ہے۔ ہزار ہا سال غور و خوض بحث و تحیص کے بعد بھی آج تک منفع نہ ہو سکی ہمارے حضرات مائیدیت نے علم کی تعریف یہ کی۔ علم ایک ایسا نور ہے جو اللہ عز و جل نے انسان کے قلب میں پیدا فرمایا ہے کہ اس سے جس چیز کا تعلق ہوتا ہے وہ منکشف ہو جاتی ہے۔ جیسے آنکھ میں دیکھنے کی قوت ہے۔

علم کی تقسیم

② یہاں امام بخاری کا مقصود علم کی ماہیت اور حقیقت بیان کرنا نہیں بلکہ علم کے متعلقات بیان کرنا ہے۔ اعلیٰ علم سے مراد علم دین ہے جو اللہ عز و جل کی رضا کا موجب ہے۔ علم کی اپنے متعلقات کے اعتبار سے دو قسم ہے علم ظاہر۔ علم باطن۔ علم ظاہر علم شریعت ہے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ اور اس کے ذرائع علم صبر و خولفت معانی بیان وغیرہ۔ علم باطن کی دو قسمیں ہیں۔ علم معاملہ یعنی دل اور نفس کو پاک صاف ستھرا بنانا اخلاق بد و محرمات سے اجتناب اور اخلاق حسنہ خلوص صبر شکر زہد تقویٰ قناعت وغیرہ کا حصول۔ دوسرے علم مکاشفہ۔ یہ وہ علم ہے جو تزکیہ نفس کے بعد من جانب اللہ تعالیٰ عطا ہوتا ہے جو باتیں عقول و حواس کی دسترس سے باہر ہیں۔ ان کا ان کے ذریعہ انکشاف ہوتا ہے مثلاً ذات و صفات باری تعالیٰ وغیرہ (مسطحاً)۔ علم مکاشفہ سے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و صفات کی کچھ حقیقت واضح ہوتی ہے۔

③ علم بغیر علم کے ناممکن ہے۔ اسلئے امام بخاری نے اعمال پر علم کو مقدم کیا اور چونکہ علم ہو یا علم بغیر ایمان کے عند اللہ کا عدم ایمان ان سب کی بنیاد ہے۔ اسلئے ایمان کو علم سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔ اگرچہ ایک وجہ سے علم کو ایمان پر بھی مقدم ہونا چاہیے۔ اسلئے کہ علم کے بغیر ایمان بھی ممکن نہیں مگر چونکہ مقصد یہاں وہی علم ہے جس کا خدا کی بارگاہ میں اعتبار ہے اور وہ بغیر ایمان معتبر نہیں اسلئے ایمان کو علم پر مقدم کیا۔

فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضَى رَسُولُ

صحابہ کے ساتھ بیٹھ ہوئے بات کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی وہ آئے اور پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَمَكَرَ

تعالیٰ علیہ وسلم بات کرتے رہے وہ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا حضور نے اس کا

مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ حَتَّىٰ إِذَا قَضَىٰ حَدِيثَهُ قَالَ أَيْنَ أَرَاكَ السَّائِلَ

سوال سنا مگر ناپسند فرمایا (اسلئے جواب نہیں دیا) کچھ لوگوں نے کہا سنا ہی نہیں جب آنحضرت پوری کر چکے تو فرمایا قیامت کے بارے میں

عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَادْأَبْتِغِ الْأَمَانَةَ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

سوال کرنے والا کہاں ہے وہ ان دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں ارشاد فرمایا جب امانت ضائع کی جائے قیامت کا انتظار

فَقَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وَبَسَدَ الْأَمْرُ إِلَىٰ غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

کہ وہ انہوں نے عرض کیا امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب فرمایا جب نااہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کر۔

تشریحات ۵

اعرابی ۱) عرب کے دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعرابی کہتے ہیں۔ اعرابی اگر صحابی ہے تو اس کا ترجمہ گنوار نہیں کرنا چاہیے۔ گنوار تھکر کیلے

بولا جاتا ہے۔ اور صحابہ کی تھکر جائز نہیں۔ ۲) اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ سائل کو لازم ہے کہ جب شیخ یا مفتی کسی

بات میں مشغول ہو تو اس وقت سوال نہ کرے جب بات پوری کر لے تو سوال کرے اور زیادہ ادب یہ ہے کہ جب وہ متوجہ ہو تو سوال

کرے دوسرے یہ کہ قاضی مفتی مدرس کو چاہیے کہ حاضر ہونے والوں میں اقدم فالاقدم کی ترتیب کا لحاظ رکھے۔ ۳) اس سے ثابت

ہوا کہ عالم شیخ کو چاہیے کہ عوام کی غیر مناسب باتوں پر صبر کرے بلکہ انکی ایذاؤں پر بھی سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اور

سب کی حاجت پوری کرے ۴) ان دیہاتی نے قیامت قائم ہونے کا وقت پوچھا مگر جواب میں علامت ارشاد فرما کر یہ یقین کی کہ اگر کوئی

سائل اپنی حیثیت سے زائد کا سوال کرے۔ یا ایسی بات پوچھے جسے ظاہر کرنا مناسب نہ ہو تو اسے کوئی تسلی بخش جواب دے۔ ۵)

یہاں امانت سے مرن مال کی امانت مراد نہیں بلکہ عام ہے خواہ وہ علم ہو خواہ کوئی دینی یا دنیوی عہدہ مثلاً قضا حکومت افتاء

تدریس۔ تقریر وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ زمانہ ایسا آئے گا کہ اہل موجودی نہ ہوں گے۔ ناچار نااہل کو کام دیا جائے گا۔ یہ بھی مراد ہے کہ

دیانت اٹھ جائے گی۔ اہلیت پر کوئی عہدہ نہ دیا جائے گا۔ بلکہ خوشامد چاہلوسی و رشوت، رشتہ وغیرہ پر۔

علہ اسے امام بخاری نے کتاب الرقاق باب رفع الامانت میں اقتصار کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔ مسند امام احمد میں بھی ہے۔

حَدَّثَ وَآخِرُكَ مَا بَيْنَ فَرْقٍ

متاخرین محدثین آخِرُنا اور حَدَّثَنا کے درمیان یہ فرق کرتے ہیں کہ اگر شیخ قرأت کرے اور تلمیذ نے تو اسے حَدَّثَنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر تلمیذ قرأت کرے شیخ نے تو آخِرُنا سے۔ پھر اگر تلامذہ دو یا دو سے زائد ہوں تو بجائے یائے متکلم کے صیغہ جمع متکلم لاتے ہیں یعنی حَدَّثَنا اور آخِرُنا۔ امام ترمذی کا یہی مسلک ہے۔ جیسا کہ انھوں نے ترمذی کے ابتدا میں فرمایا ہے قُرْآنًا عَلَیْہِ وَاَنَا أَسْمَعُ۔

بلکہ متقدمین کے یہاں بھی حَدَّثَ وَاخِرُنا کوئی فرق نہیں۔ یہی امام بخاری کا مسلک ہے۔ اپنے مسلک کی تائید میں فرمایا۔

حَدَّثَ وَآخِرُنا میں امام بخاری کے یہاں فرق نہیں

۱) ت۔ مجھ سے حمید بن عیینہ نے کہا بسفیان بن عیینہ کے نزدیک، حَدَّثَنا اور آخِرُنا اور سمعتُ ایک تھا۔

۲) ت۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور وہ سچے ہیں اور سچے مانے ہوئے ہیں۔

۳) ت۔ شفیق نے کہا عبد اللہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بات سنی۔

۴) ت۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائیں۔

۵) ت۔ ابوالعالیہ نے کہا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اس میں جو اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔

۶) ت۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں۔

۷) ت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے وہ تمہارے رب تبارک تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

پہلی چار تعلیقوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ راویان حدیث کبھی حَدَّثَنا بولتے ہیں کبھی سمعت اور دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اور بعد کی تین تعلیقوں سے یہ بتانا ہے کہ سند میں بجائے حَدَّثَنا یا سمعت عن فلان عن فلان بھی کہنا درست ہے۔ اسکا حکم بھی وہی ہے جو حَدَّثَنا یا سمعت کا ہے۔

⑤۱ حدیث نخلہ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَلَا نَهَا مِثْلُ السُّلَمِ حَدَّثَنَا أَبُو مَاهٍ قَالَ

درختوں میں ایک درخت ہے جسکے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کے مثل وہ ہے مجھ بتاؤ وہ کون درخت ہے۔

حدیث مُعْنَن

حدیث معنی جس حدیث کی پوری سلفاً "عن" کے ساتھ مذکور ہو اس کو معنی کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے امام بخاری کے یہاں یہ شرط ہے کہ تلبیذ اور تیج میں کسی اور دلیل سے ملاقات ثابت ہو۔ امام مسلم اور دیگر محدثین، لقاء ضروری نہیں جانتے صرف معاشرت یعنی دونوں کا ایک زمانے میں ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ مزید توضیح مقدمہ میں دیکھیں۔ ان ساتوں تعلیہ کے امام بخاری نے دوسرے مقامات پر سند کیساتھ ذکر فرمایا ہے۔

حدّث اور آخر کے معنی ایک ہی ہیں۔ اس کی دلیل میں امام بخاری نے یہ حدیث پیش فرمائی۔

تشریحات

لغات | شجر تنہ دار درخت کو کہتے ہیں۔ مثلاً او مثلاً دونوں روایت ہے۔ یہ کلمہ تشبیہ ہے۔ مثل کے لغوی معنی، نظیر کے ہیں اور عرفی معنی کہاوت کے ہیں اور مجازی معنی عجیب و غریب حال کے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

وجہ شبہ | ① مطلب یہ ہے کہ اس درخت کا عجیب و غریب حال مومن کے حال کے مثل ہے۔ یہ عجیب و غریب حال یہ ہے کہ کھجور کا درخت جتنا نفع بخش ہے اور کوئی درخت نہیں۔ اس کا پھل نہایت شیریں لذیذ مفید ہے۔ اور پھل آتے ہی اسے کھانا شروع کرتے ہیں پھر پکنے کے بعد کھا کر رکھ لیتے ہیں۔ سال بھر کھاتے ہیں۔ اس کی گٹھلی چوپائے کی غذا ہے۔ یہ ہمیشہ ہر بھرا رہتا ہے اور بہت بڑی عمر رکھتا ہے جب سوکھ جاتا ہے تو بھی نفع بخش۔ اس کی تیتوں سے چٹائی ٹوکری بناتے ہیں۔ ستنے کا ستون لگاتے ہیں۔ اس کے ریشوں کو گدوں میں بھرتے ہیں۔ ایسے ہی مومن ہمیشہ تروتازہ راضی برضائے الہی رہتا ہے زندگی میں دوسروں کے کام آتا ہے لوگوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی نفع پہنچاتا ہے۔

استدلال (اول)۔ اخیر اور حدّث ایک ہی ہے۔ یہ اسی روایت سے ثابت ہے اس لئے کہ حدّث اور اخیر میں فرق کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر تلمیذ پڑھے اور شیخ نے تو اس کی تعبیر اخیر ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَهْلُ النَّخْلَةِ

ابن عمر نے کہا لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا اور میرے جی میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے

فَاسْتَحْيَيْتُمْ ثُمَّ قَالُوا أَحَدٌ شَأْمَاهِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ

مگر میں شرم کی وجہ سے نہ بولا۔ پھر لوگوں نے عرض کیا حضور بتائیں۔ فرمایا۔ یہ کھجور ہے۔

نے صحابہ سے فرمایا۔ حَدَّثَ ثَوْنِي مَا هِيَ۔ حالانکہ صحابہ عرض کرتے تو اس اصطلاح کے مطابق اجازت ہوتا۔ تلیز کے پڑھنے کو حضور نے حدیث سے تعبیر فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حَدَّثَ ثَنَا اور خبر نا ایک ہی ہے۔ فرق کرنے والے أَخْبَرْنَا اور اَنْبَأْنَا کو ایک مانتے ہیں۔ توجہ أَخْبَرْنَا اور حَدَّثَ ایک۔ تو اَنْبَأْنَا اور حَدَّثَ بھی ایک۔

(دوم) اس حدیث کے مختلف طرق اور روایات میں الفاظ مختلف ہیں۔ یہاں حَدَّثَ ثَوْنِي ہے اور کتاب التفسیر میں بروایت نافع أَخْبَرُونِي ہے اور نافع سے اسماعیل کی روایت میں اَنْبَأُونِي ہے خود اسی کتاب العلم میں باب الحیاء من العلم میں بروایت اسماعیل یہ ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! أَخْبَرْنَا بِهَا۔ تو ثابت کہ حَدَّثَ أَخْبَرْنَا اور اَنْبَأْنَا ایک ہی ہیں۔

تکلیل (۲) مختلف روایات بخاری یکجا کرنے سے یہ حدیث پوری یوں ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم لوگ حاضر تھے۔ کھجور کی گوند پیش کی گئی۔ آنحضور نے اسے تناول فرمایا۔ اور فرمایا ایک ایسا درخت ہے۔ جو مسلمان کی طرح بابرکت ہے۔ سدا بہار ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگلی درخت کی طرف گیا۔ لوگوں نے کہا فلاں درخت ہے۔ میری سمجھ میں آگیا کہ یہ کھجور ہے۔ جی میں آیا عرض کر دوں۔ لیکن سب جھوٹا تو عمر دس سال کا تھا اور حاضرین میں ابوبکر و عمر بھی تھے وہ چپ تھے۔ شرم کی وجہ سے میں چپ رہا۔ پھر حاضرین نے عرض کیا حضور بتائیں۔ فرمایا یہ کھجور ہے۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا تو فرمایا۔ اگر تم بتا دیتے تو مجھے وہ خوشی حاصل ہوتی جو اتنے اتنے سے نہ ہوتی

فوائد (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ استاذ طلبہ کے امتحان کے لئے سوال کر سکتا ہے۔

(۲) علی چیتاں اس نیت سے پوچھنا کہ تلامذہ کے ذہن میں تیزی پیدا ہو جائے۔ لیکن علامہ کا امتحان لینے یا انہیں دلیل کرنے کی نیت سے پوچھنا حرام۔

(۳) حیا راجھی چیز ہے۔ اگر اس سے کوئی نقصان نہ ہو یا کسی فائدے سے محرومی نہ ہو۔

حکم امام بخاری نے بالفاظ مختلف اس حدیث کو یہاں کے علاوہ کتاب العلم میں دو جگہ مزید اور کتاب البیوع میں ہمار میں ما طہ میں کتاب الادب باب لایسی من لکنتی میں اور امام مسلم نے منافقین میں ذکر فرمایا۔ اؤمنہ امام احمد میں بھی۔ اؤترندی اؤنسانی نے بھی کچھ رد و بدل کیساتھ ذکر کیلئے۔

(۴) اپنے بزرگوں کا ادب کرنا چاہیے۔ اور ان کے سامنے بلا ضرورت بات نہیں کرنا چاہیے۔ (۵) یہ ہو سکتا ہے کبھی کبھار کوئی نکتہ اجڈ علماء کے ذہن میں نہ آئے اور کسی بچے کے ذہن میں آجائے۔ (۶) اگر کوئی بزرگ امتحان کوئی سوال کرے اور اس کا جواب ذہن میں آجائے تو عرض کر دینا چاہیے۔

== اخذ حدیث کے طریقے ==

اول شیخ خود پڑھے شاگرد سنیں۔ دوم شاگرد قرأت کرے استاذ سنے۔ جیسا کہ زمانہ دراز سے یہی طریقہ رائج ہے اسے عرض بھی کہتے ہیں سوم شیخ اپنی کوئی کتاب تلیز کو دے اسے مناوالت کہتے ہیں۔ چہارم تلیز کوئی کتاب استاذ کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کرے کہ اس کی مجھے اجازت دیدیں۔ استاذ اس کتاب پر اطمینان کر کے شاگرد کو اجازت دیدے اسے بھی عرض کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں مناوالت ہی کی ایک قسم ہے۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے اسے عرض مناوالت کہا ہے۔

چونکہ بعض متشدد محدثین اس کے قائل تھے کہ روایت اسی وقت صحیح ہے جبکہ استاذ خود پڑھے اور تلیز سنے اس لئے امام بخاری نے اسپر بہت زور دیا کہ استاذ کی قرأت تلیز پر، اور تلیز کی استاذ پر دونوں صحیح ہیں۔ اور بعد میں اسی پر اتفاق ہو گیا۔ اب اسکے بعد یہ اختلاف ہے کہ دونوں برابر ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں۔

اول تلیز کا استاذ کے سلسلے پر ہذا زیادہ رائج ہے یہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ابو ذہب وغیرہ۔ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا بھی مذہب ہے۔

دوم استاذ کا پڑھ کر تلیز کو سنانا یہ ارجح ہے یہی جمہور کا مذہب ہے بعض لوگوں نے کہا یہ صرف اہل مشرق و جمہور کا مذہب ہے۔ سوم دونوں مساوی ہیں یہی اکثر علماء حجاز و کوفہ اور امام مالک اور ان کے متبعین اہل مدینہ کا اور کثیر جماعت کا مذہب ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاری نے اپنی تائید میں اسلان کے یہ اقوال نقل فرمائے۔

(۱) امام بخاری کے استاذ مشہور محدث حمیدی نے اسے ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت کیا یہ حدیث مفصل آ رہی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ حضرت ضمام نے یہ عرض کیا کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ استاذ پر قرأت ہوئی۔ پھر حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو ان کی قوم نے اسے تسلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ طریقہ بھی درست ہے۔ (۲) امام مالک نے دستاویز سے استدلال کیا کہ جب دستاویز میں کسی مقرر کا اقرار لکھا گیا اور اسے پڑھ کر سنایا گیا۔ اس نے ہاں کر لیا۔ تو یہ اس کا اقرار ہو گیا۔ حالانکہ اس نے زبان سے صراحتہ اقرار نہیں کیا ہے صرف ہاں کہا ہے۔ جن لوگوں نے یہ دستاویز سنا انہیں اسی کے مطابق گواہی دینی جائز ہے۔ اسی طرح جب قاری مقرر کو سنا دے تو اسے جائز ہے کہ یہ کہے مجھے فلاں نے پڑھایا۔ نیز امام مالک نے اسپر یہ دلیل بھی بیان فرمائی ہے لوگ قرآن مجید کی کے سلسلے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے فلاں نے پڑھایا۔

⑤۲ حدیث ضما بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَقُولُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ

کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا۔ اونٹ کو مسجد کے

دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَنْتُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ

قَرِيبٌ بَظَاهِرِهِ اور اس کی ران کو پنڈلی سے باندھا اس کے بعد پوچھا تم میں سے کون ہے محمدؐ اور نبی

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئِينَ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ فَقُلْنَا هَذَا الرَّجُلُ الْإِيصُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے سب کے ساتھ وہیں بیٹھے تھے۔ ہم نے بتایا یہ گورے تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔

اسی طرح استاذ پر تلمیذ اگر پڑھے تو تلمیذ کو یہ جائز ہے کہ اس روایت کرے۔ امام حاکم نے علوم الحدیث میں بطریق مطرف لکھا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ میں سات سال امام مالک کی خدمت میں رہا۔ میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ اپنا موطا انہوں نے پڑھا ہو۔ ہمیشہ

تلاذہ پڑھتے اور یہ سنتے۔ امام مالک اس پر شدید انکار فرماتے جو یہ کہتا کہ روایت اسی وقت صحیح ہے جبکہ شیخ پڑھ کر سنائے فرماتے یہ حدیث میں کیوں نہیں کافی ہوگا جبکہ قرآن میں کافی ہے حالانکہ قرآن کا رتبہ حدیث سے زائد ہے۔

۳۔ امام حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تلمیذ پڑھ کر شیخ کو سنائے تو کوئی حرج نہیں۔

۴۔ امام مالک اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا۔ تلمیذ کا پڑھ کر شیخ کو سنانا اور شیخ کا پڑھ کر تلمیذ کو سنانا برابر ہے۔

تشریحات ⑤۳

لغات | عَقَلْنَا۔ اس کا مصدر عقل ہے یہاں اس کے یہ معنی ہیں کہ اونٹ کی ران پنڈلی سے ملا کر باندھنا۔ بین ظہرانہما

کے معنی ہیں۔ ان کے درمیان۔ فلا تجد علی۔ وجد یجد وجد اکاملہ جب علی۔ آتا ہے تو اس کے معنی غصہ ہونے۔ خفا ہونے کے

آتے ہیں اور جب اس کا صلہ۔ با۔ آتا ہے تو اس کے معنی بہت محبت کرنے کے اور جب اس کا صلہ۔ لام۔ آتا ہے تو اس کے معنی

ملگین ہونے کے آتے ہیں۔

① مسجد میں بٹھانے سے مراد مسجد کے باہر صحن میں بٹھانا ہے جیسا کہ ابن عباس کی روایت میں ہے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا

یہ نعرہ ہے کہ اونٹ کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا۔ پھر اندر آیا۔ اور حضرت انس ہی کی حدیث ابو نعیم سے یوں ہے۔

الْمَثَلِيُّ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمَطْلَبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور نے مخاطب ہو کر اس شخص نے کہا اے عبد المطلب کے بیٹے! وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ إِنِّي أَسْأَلُكَ مُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فَلَسْتُمْ تَفْلَحُ عَلَيَّ وَفِيكَ

تیری بات سن رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں اور میں مجھ سے سختی سے سوال کر رہا تھا۔ آپ اپنے جی

فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ

میں مجھ پر نفاذ ہوں۔ فرمایا جو تیرا جی چاہے پوچھ۔ اس نے کہا آپ کے پروردگار اور آپ سے پہلے لوگوں کے پروردگار کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے

حتى أتى المسجد فانلخه ثم عقله فدخل المسجد. جب مسجد کے قریب آیا تو اس کی ران کو پینڈلی سے بانڈھا پھر مسجد میں آیا۔

اس میں اتنی مسجد سے قریب مسجد سے مراد ہونا متیقن ہے ورنہ فدخل المسجد کے کیا معنی ہوں گے اسی طرح یہاں بھی فی السجدة

سے مراد مسجد کے قریب ہے (۲) چونکہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے آداب نبوت سے واقف نہیں تھے اسی لئے یوں پوچھا (۳) اس

سے معلوم ہوا کہ معززین مجمع میں تکیہ لگا کر بیٹھ سکتے ہیں۔ (۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر یا یوں کہے کہ اے عبد

یا عبد المطلب کے بیٹے، ممنوع ہے قرآن کریم میں ہے لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِ الْأَمْوَالِ وَلَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِ الْأَمْوَالِ

کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم میں بعض بعض کو پکارتا ہے۔ اسلی لفسیر صادی میں یہ ہے۔

لَا تَنَادُوا بِأَسْمِهِ فَقُولُوا يَا مُحَمَّدٌ وَلَا بِكُنْيَتِهِ فَقُولُوا

یا ابا القاسم بل نادوا وادعوا بطوبى بالتعظيم والتكريم

والتوقير بان تقولوا يا رسول الله يا بنى الله يا امام

المرسلين يا رسول الله رب العالمين يا خاتم النبيين

وغير ذلك واستفيد من الآية انه لا يجوز فداء النبي

بغير ما يفيد التعظيم لاني حياته ولا بعد وفاته

فهذا يعلم ان من استخف بمجابه فهو كافر

ملعون في الدنيا والاخرة

مگر چونکہ ضام ابھی ایمان نہیں لائے تھے اور نہ اس ادب سے واقف تھے اس لئے انہوں نے عام دیہاتیوں کا طریقہ اختیار کیا۔

چونکہ والد ماجد کا ولادت سے پہلے ہی وصال ہو گیا تھا۔ پرورش عبد المطلب نے کی تھی اس لئے عام طور پر لوگ ابن عبد المطلب

کہتے تھے خود غزوہ حنین کے موقع پر حضور نے اپنے کو ابن عبد المطلب کہا۔ (۵) اس آزمائش مقصود تھی۔ اسلئے کہ بادشاہ اس کو

إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؛ فَقَالَ اللَّهُ نَعَمْ فَقَالَ أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ أَمَرَكَ أَنْ

آپ کو سب لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے

تُصَلِّيَ الصَّلَاةَ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللَّهُ نَعَمْ فَقَالَ أَنْشُدْكَ

آپ کو مکم دیا ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں؟ فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد اس نے کہا آپ کو اللہ

بِاللَّهِ أَمَرَكَ أَنْ تَصُومَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ؟ قَالَ اللَّهُ نَعَمْ فَقَالَ

کی قسم ہے کیا اللہ آپ کو حکم دیا ہے کہ سال میں اس مہینے کا روزہ رکھیں؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا آپ

أَنْشُدْكَ بِاللَّهِ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْيَانِنَا فَتَقْسِمَهَا

کو اللہ کی قسم ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کریں؟

عَلَى فَقَرَانِنَا؛ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ

بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس کے بعد اس شخص

أَمَنْتُ بِمَا جِئْتُ بِهِ وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضَمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ

نے کہا: آپ جو کچھ لائے ہیں سب پر میں ایمان لے لایا۔ میں اپنی قوم کا قاصد ہوں۔ اور میں ضمام بن ثعلبہ۔ سعد بن ذلہ بکر

بْنُ بَكْرٍ ع

کافر ہوں۔

برداشت نہیں کرتے اور رسول اس کا تحمل کرتے ہیں۔ ۶) اکثر اہل عرب اللہ عز وجل کے وجود کے قائل تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ زمین و

آسمان اور ساری خلقت کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ بتوں کی پرستش کیلئے بھی یہ یہاں کرتے تھے۔ کہ ہم انھیں اسلئے پوجتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ

میں ہماری شفاعت کریں گے۔ ۷) یہاں اللہ برکت کیلئے ہے۔ ۸) یہاں اختصار ہے اسلئے حج کا ذکر نہیں۔ ورنہ مسلم وغیرہ کی روایت میں

یونہی حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں بھی حج کا ذکر ہے۔ اگرچہ ان میں جزئی اختلافات ہیں۔

۹) یہ انصار ایمان ہے اخبار نہیں۔ اسلئے کہ ضمام بن ثعلبہ اسکے پہلے ایمان نہیں لائے تھے۔ یہی تحقیق ہے۔ انکے قبیلے والوں کے پاس

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قاصد اسلام کی دعوت لیکر پہنچا تو انکے قبیلے والوں نے انھیں تحقیق حال کیلئے بھیجا تھا۔ یہ جب

خدمت اقدس سے واپس ہوئے اور اپنی قوم کو سب کچھ بتا دیا۔ تو پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا اس معلوم ہوا کہ ضمام بن ثعلبہ، غزوہ حنین کے

بعد حاضر خدمت ہوئے تھے اسلئے کہ بنو سعد اسکے بعد مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ ۹) یہ علیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے جس میں حضور نے پردش پائی

حلہ اے ابوداؤد نے صلاۃ میں اور نسائی نے صوم میں ابن ماجہ نے صلاۃ میں ذکر کیا ہے۔

۵۲) ایضاً بالفاظ آخر

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَيْتُنِي الْقُرْآنَ، أَنْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا۔ ہمیں قرآن میں منع فرمادیا گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کریں، وہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُهُ

ہم کو یہ بات پسند تھی کہ دیہات سے کوئی ہوشیار شخص آئے اور حضور سے پوچھے

وَنَحْنُ نَسْمَعُ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُولُكَ فَخَبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ

اور ہم سنیں۔ ایک دیہاتی آئے حضور سے کہا۔ آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ آپ گمان

أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَسْرَسَلَكُ، قَالَ صَدَقَ فَقَالَ مِمَّنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا اسکے بعد اس نے کہا کس نے آسمان پیدا کیا؟ فرمایا اللہ

قَالَ مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ مِمَّنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ

عزوجل نے اس نے کہا کس نے زمین اور پہاڑوں کو پیدا کیا؟ فرمایا، اللہ عزوجل نے اس نے کہا کس نے ان میں منفعتیں رکھیں، فرمایا

عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَضَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا

اللہ عزوجل نے اس نے کیا اس کی قسم جسے آسمان پیدا کیا اور زمین پیدا کی اور پہاڑوں کو کھڑا کیا اور ان میں منفعتیں رکھیں!

الْمَنَافِعَ اللَّهُ أَسْرَسَلَكُ قَالَ زَعِمَ قَالَ زَعِمَ رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَزَكَاةٍ

کیا اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر پانچ نمازیں ہیں اور چار سے مالوں میں زکوٰۃ

تشریحات ۵۲

یہ آئیوے دیہاتی، ضمام بن ثعلبہ ہیں۔ یہ اور پہلی ذات حدیث ایک ہی ہے۔ لیکن روایت بالمعنی کی وجہ سے الفاظ مختلف ہیں اور

دونوں میں کچھ نہ کچھ اختصار اور تفصیل ہے۔ اسلئے ہم نے اسکو الگ ذکر کیا۔ ۱) جب لوگ بکثرت سوال کرنے لگے اور سوال کرنے والے

ہر قسم کے لوگ تھے۔ مخلص بھی معاند بھی۔ معاندین استہزاء بھی سوال کرتے۔ کوئی پوچھتا میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا میری اہلی

غائب ہے۔ کہاں ہے؟ نیز چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جب تک کسی چیز سے منافعت نہ ہو۔ وہ مباح ہے سوال پر حکم

نازل ہو جائے اور ہمت سی چیزیں مباح ہوتیں۔ وہ حرام ہو جاتیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ بُدِّلَكُمْ اءِ اِيْمَانُ وَالْوَاوِ اِیسی باتیں نہ پوچھو کہ اگر ظاہر کر دی جائیں تو تم

فِي أَمْوَالِنَا، قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِي أُرْسِلَكَ، اللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ، قَالَ

فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں

زَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِي سَنَتَنَا قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِي أُرْسِلَكَ اللَّهُ

اس نے کہا اور آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر سال میں ایک مہینے کا روزہ ہے فرمایا قاصد نے سچ کہا۔ اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو رسول

أَمَرَكَ بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ، قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ

بنایا! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے قاصد نے گمان کیا کہ ہم پر بیت اللہ کا حج ہے جسے وہاں تک جانے کی

سَبَبٌ لَا، قَالَ صَدَقَ، قَالَ فَبِالَّذِي أُرْسِلَكَ اللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ، قَالَ فَبِالَّذِي

استطاعت ہو فرمایا قاصد نے سچ کہا اس نے کہا اس کی قسم جس نے آپ کو رسول بنایا! کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا

تَسْأَلُكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوهُمْ عَنْهَا حِينَ يُنْزِلُ الْقُرْآنُ تَدْرِكُكُمْ
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنْ اعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مِمَّنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ
نَحْرَمْ فَحَرَامٌ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ -
مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے کہ ایک چیز حرام نہیں تھی اس
کے سوال کرنے کی وجہ سے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔

اصل اشعار میں اباحت ہے (۲) یہ آیت اور حدیث اس کی دلیل ہے کہ اصل اشعار میں اباحت ہے یعنی جس چیز سے
منع نہ کیا گیا ہو وہ حلال ہے کسی چیز کے حرام ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

زیادہ اور کم نہ کرنے کا مطلب (۳) یعنی آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اسے من و عن اپنی قوم تک پہنچا دو نگانا اس میں اپنی طرف
سے کچھ زیادہ کروں گا اور نہ کچھ گھٹاؤں گا۔

﴿مناولت و مکاتبت﴾

مناولت (۱) گزیر چکارہ مناولت کا یہ مطلب ہے کہ شیخ اپنی کتاب تلمیذ کو دے کر یہ کہے کہ اس میں وہ حدیثیں ہیں جو میں نے فلاں
سے سنی ہیں یاں ہیں۔ تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کتاب کی حدیثوں کو روایت کرو۔

مکاتبت (۲) سب سے کہ شیخ احادیث خود لکھ کر یا کسی سے لکھوا کر کسی کے پاس بھیج دے اور اسے اجازت دیدے کہ ان احادیث
کی تم روایت کر سکتے ہو۔ اس کے قابل اعتبار ہونے کی شرط یہ ہے کہ کتاب مہربند ہو اور جن کے ہاتھ بھیجے وہ ثقہ، عادل ہوں
اگر لے جانے والے ثقہ نہیں تو ناقابل اعتبار ہے اگرچہ مکتوب مہربند ہو۔ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مناولت اور مکاتبت

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، لَا أَزِيدُ عَلَيْهِمْ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ان پر نہ کچھ زیادہ کر دے گا اور نہ ان میں کچھ کم کر دے گا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ ۝۴۲ حدیث کسریٰ کی جانب والا نامہ اَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

فرمایا، اگر یہ سچا ہے تو بلاشبہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ

دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خط بحرین کے حاکم کے پاس ایک شخص کے بدست بھجوایا۔

دونوں یکساں معتبر ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ دیگر علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ مداخلت میں استاذ، تلمیذ کو اپنے سامنے کتاب دیتا ہے اس لئے اس میں بہ نسبت مکاتبت کے قوت زیادہ ہے۔ دونوں کو معتمد بھی مانتے ہیں۔ ان دونوں کے معتمد ہونے پر امام بخاری نے مندرجہ ذیل دلائل قائم کئے ہیں۔

ت۔ اول۔ حضرت انس نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کے متعدد نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں بھجوائے۔ ان سب پر اصل کی طرح سب نے اعتماد کیا۔

حضرت عثمان نے کتنے مصاحف لکھوائے ۝۳ ابو حاتم نے کہا کہ حضرت عثمان نے سائرہ کھوائے تھے جنہیں شام عراق، بصرہ، کوفہ، بحرین، مکہ، یمن بھیجا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پانچ نسخے لکھوائے تھے۔ ایک اپنے پاس رکھا اور چار مختلف ممالک میں بھجوائے۔ ابو عمرو و دانی نے کہا چار لکھوائے تھے ایک اپنے پاس رکھا اور بقیہ دو سر ممالک میں بھیجا۔ ابو حاتم سجستانی نے کہا سات لکھوائے تھے۔ تعداد میں اختلاف ہے مگر اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ کے یہاں سے حضرت صدیق اکبر کا جمع فرمودہ صحیفہ منگایا۔ اور اس سے متعدد نسخے لکھوائے۔ اور مختلف ممالک میں بھجوائے۔

ت۔ دوم۔ عبد اللہ بن عمر بن عامر بن عمر الفاروق اور یحییٰ بن سعید انصاری اور امام مالک نے اسے جائز بتایا۔

ت۔ سوم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس یا بارہ ہاجرین کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ کی طرف بھیجا۔ ان کو ایک خط دیا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اسے پڑھنا اور اس میں جو لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ انہوں نے دو دن کے بعد اسے پڑھا۔ تو اس میں یہ تھا کہ مہلن نخلہ تک جاؤ اور قریش کے تجارتی قافلے کی گھات میں رہنا۔ ہماری خوشی جائیں تو بہتر۔ کسی کو مجبور مت کرنا۔ یہ جب مہلن نخلہ پہنچے تو قافلہ سامنے آگیا یہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ انیس جمادی الآخرہ کو چاند ہو چکا تھا۔ انیس ۲۹ کے چاند کی خبر نہ تھی تیس جمادی الآخرہ تک کہ قافلہ پر حملہ کر دیا عمرو بن العاصی کو قتل کیا۔ اور حکم بن کعب اور

رَجُلًا وَأَمَرَ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كَثْرَى فَلَمَّا

بحرین کے ملکہ نے یہ خط کسری کے پاس بھجوا دیا۔ جب کسری نے یہ خط پڑھا تو چھاڑ ڈالا۔ (ابن شہاب نے کہا)

قَرَأَ لَهُ رَقْعَةً فَخَبِثَتْ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

میرا گمان ہے کہ ابن مسیب نے یہ کہ اس پر حضور نے ایرانیوں کی ہلاکت کی دعا کی،

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَمْرُقَ أَكَلَ مُسَرَّقٍ ۝ (۵۴) حَدِيثُ خَاتَمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ

کہ وہ پاش پاش ہو جائیں۔

انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا أَوْ أَسْرًا إِذَا نُيَكِّبُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط لکھا۔

یا خط لکھوانے کا ارادہ فرمایا۔

فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَأُونَ كِتَابًا إِلَّا اخْتُومًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، نَقَشَهُ مُحَمَّدٌ

آدھن کیا گیا یہ لوگ مرن مہر بند ہی خط پڑھتے ہیں۔

تو حضور نے چاندی کی انگوٹھی بنائی جس پر محمد رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ كَانَتْ أَنْظُرُ إِلَى بِيَاضِهِ فِي يَدِهِ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقَشَهُ

کنہہ تھا۔ گویا میں دست مبارک میں انگوٹھی کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (شعبہ نے کہا) میں نے قتادہ سے پوچھا کس نے کہا؟

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ، أَنَسٌ ۝ (۵۵) حَدِيثُ ثَلَاثَةِ نَفَرٍ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ

کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا تو انہوں نے بتایا، انس نے

ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ

سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔

عثمان بن عبد اللہ کو قید کر لیا۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اگر خط لائق اعتبار نہیں ہوتا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یہ حکم لکھ کر نہ دیتے۔

تشریح (۵۴)

چہارم یہ حدیث ذکر فرمائی۔

یہاں بھی وہی استدلال کیا ہے کہ اگر مکتوب حجۃ نہیں ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں بھیجتے۔ اور جب کسری نے

اسے پھاڑ ڈالا۔ تو اس پر اتنا جلال کیوں فرمایا۔ تشریح (۵۵)

یہاں بھی وہی استنباط ہے کہ اگر مکتوب ہوسوع کے مثل واجب التسلیم نہیں تھا۔ تو خط کیوں لکھا۔

وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذَا قَبِلَ ثَلَاثَةَ كُفْرٍ فَأَقْبَلَ إِثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور لوگ بھی حضور کے ساتھ تھے کہ تین شخص سامنے سے گزرے۔ دو شخص تو خدمت میں حاضر ہوئے تھے

وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا

اور ایک چلا گیا۔ یہ دونوں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کھڑے ہوئے ان میں سے ایک نے

فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحُلُقَةِ فَمَجَّسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ

حلقہ میں گنجائش دیکھی وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا چلا گیا۔

فَإِذْ بَرَزَاهُ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِلَّا أَخْبَرَكُمْ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے تھے تو فرمایا کیا میں تینوں کے بارے

عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ، أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ فَأَوَّلَا اللَّهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَجْبَىٰ خَائِئِنًا

میں نہبتاؤں ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی تھی تو اللہ نے اسے پناہ دی۔ دوسرے نے حیا کی۔ تو اللہ نے

اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ، فَاعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ

اس سے حیا فرمائی تھی اور ایک نے منہ پھیرا تو اللہ نے بھی اس سے نظر رحمت پھیر لی تھی۔

تشریحات ۵۶

ابو داؤد قبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ اپنی کنیت کیساتھ مشہور ہیں۔ معمر یہ ہے کہ ان کا نام حارث بن عوف ہے۔ بنی کنانہ سے ہیں

راج یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے انہوں نے خود فرمایا کہ میں غزوہ خنین میں شریک ہوا۔ نیا نیا مسلمان تھا۔ جنگ یرموک میں

شریک رہے۔ اخیر عمر میں مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ سال بھر رہنے پائے تھے کہ وصال ہو گیا۔ وہیں ہاجرین کے قبرستان میں آسودہ

ہیں ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے سنہ ۶۸ میں پچیس سال کی عمر پا کر واصل بھی ہوئے۔ ان سے چوبیس احادیث مروی ہیں۔ یہ ایک

حدیث متفق علیہ ہے۔ صحابہ میں ابو داؤد و داؤد ہیں۔ ایک ابو داؤد مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے ابو داؤد نمیری۔

مکمل (۲) یہ تینوں کہیں جا رہے تھے راستے میں مسجد اقدس پڑی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں موجود ہیں۔

ایک بلا توقف حاضر ہوئے اور ایک کچھ دور آگے بڑھ کر پھر واپس ہوئے۔ دو مجلس میں حاضر ہوئے۔ ایک نہیں آیا دونوں نے حاضر ہو کر

سلام کیا۔ پھر بیٹھے۔ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اگر جگہ خالی ہو تو اسے پُر کر دینا اچھا ہے بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دینی پڑے۔

۵۷ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الصلاة میں بھی ذکر کی ہے اور امام مسلم و ترمذی نے استیذان میں اور نسائی نے کتاب العلم میں۔ امام مالک نے کتاب السلام میں۔

⑤۷ حدیث۔ لیبلغ الشاهد الغائب

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن ابن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا۔

قَعَدَ عَلَى بَعِيرٍ وَأَمْسَكَ إِلْسَانُ بِحْتَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا فَسَكَنَّا

کہ حضور (حجۃ الوداع) میں اونٹ پر جلوہ فرما تھے ایک صاحب نے نیکل تھامی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آج کون دن ہے ہم لوگ خاموش رہے۔

① مجلس چیر کر جانے میں ضرور کچھ انتشار کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسلئے جگہ خالی ہوتے ہوئے بھی کنارے بیٹھا پسندیدہ ہے۔ یا یہ کہ جگہ اب خالی نہ تھی۔ اسلئے یہ کنارے بیٹھ گئے اس تقدیر پر مستفاد ہوا کہ اگر مجلس میں جگہ نہ ہو تو زبردستی گھسنا لوگوں کو اٹھا کر یا دبا کر بیٹھا منع ہے۔

⑤ کسی کام میں مصروف تھے اس فارغ ہوئے۔ مثلاً صحابہ کو کوئی مسئلہ تعلیم فرما رہے تھے۔ وعظا کہہ رہے تھے اس سے فارغ ہوئے۔

⑥ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اسے اللہ کی پناہ سے تعبیر فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب، قرب الہی اور ان کے دامن میں پناہ یعنی حفظ الہی میں پناہ یعنی ہے نیز معلوم ہوا کہ علم دین کی مجلس والے اللہ کے حفظ اور اسکی رحمت تلے ہوتے ہیں۔

⑦ اللہ عزوجل کے حیا فرمانے سے مراد یہ ہے کہ درگزر فرما دے۔ رحمت سے حصہ دے۔ عذاب سے محفوظ رکھے۔

⑧ ثابت ہوا کہ حضور سے اعراض، اللہ سے اعراض ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ مجلس پر پوری ہو اور کوئی عذر نہ ہو تو اس میں ضرور شریک ہو جانا چاہیے۔ نیز کسی دینی مقتدا کے سامنے سے گزر ہو تو ان کی مجلس میں ضرور حاضر ہو۔ اور اگر کوئی عذر ہو تو نہ حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ تیسرا شخص جو جلا گیا۔ اسے کوئی عذر نہ تھا۔ یا یہ کہ وہ منافق رہا ہو۔ یا اللہ کے اعراض فرمانے سے مراد یہ ہے کہ ثواب سے محروم فرمایا۔

تشریحات ⑤۸

عبدالرحمن بن ابوبکرہ

① تابعی، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کے فرزند ہیں۔ ۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ سب پہلے مولود ہیں۔ جو بصرہ میں مسلمانوں میں پیدا ہوئے اپنے والد اور حضرت علی وغیرہ سے حدیث سنی ۹۹ھ میں وفات پائی۔
② یہ حدیث امام بخاری نے حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی باختلاف لفاظ ذکر کی ہے۔ ابن مندہ نے

حَقُّ ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سَيَوَى اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النُّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ

یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس دن کا اور کوئی نام رکھیں گے۔ فرمایا کیا آج یوم النحر نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں ہے پھر فرمایا یہ کون مہینہ ہے؟

هَذَا فَسَكُنَّا حَقُّ ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ

ہم لوگ چپ رہے یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اسکا اور کوئی نام رکھیں گے پھر فرمایا کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟

اپنے مستخرج میں سترہ صحابہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ (۳) یہی دلیل ہے کہ یہ خطبہ دس ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا تھا۔

(۴) یہ صاحب کون تھے؟ تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت بلال تھے۔ اس کی تائید نسائی کی ام المصنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث

سے ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کیا اور دیکھا کہ بلال آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کی نیل پکڑے اسے کھینچ رہے ہیں

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صاحب، عمر بن فارحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ سنن میں خود ان سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا اس موقع

پر میں ناقہ مبارکہ کی نیل پکڑے رہتا پھر انھوں نے اس خطبے کا کچھ حصہ ذکر کیا۔ تیسرے یہ کہ یہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے

اس کی تائید بطریق ابن مبارک عن عون، اسمعیلی کی روایت سے ہوتی ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

سواری پر بیٹھ بیٹھے یوم النحر میں خطبہ دیا۔ اور میں سواری کی نیل تھلمے ہوئے تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہی صواب ہے۔

(۵) یہ خطبہ یوم النحر دسویں ذوالحجہ کو ارشاد فرمایا تھا۔ جس پر حدیث کا یہ حصہ دیکھا کہ یوم النحر نہیں، دلالت کرتا ہے۔ نیز کتاب الحج میں

اس کی تصریح ہے کہ یہ خطبہ یوم النحر کو دیا تھا۔ اور خطبہ منیٰ میں ارشاد فرمایا تھا۔ جیسا کہ کتاب الحج میں ابن عمر کی حدیث میں تصریح

ہے کہ جبرائیل کے درمیان ارشاد فرمایا تھا۔

(۶) خود امام بخاری نے کتاب الحج اور افہامی میں اور امام مسلم وغیرہ نے جو روایات ذکر کی ان میں یہ ہے۔ ہم لوگوں نے عرض

کیا، اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ حضور خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اس کا کچھ اور نام رکھیں گے۔

اب اس روایت میں جو، "فسکنتا" ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ "اللہ ورسولہ اعلم" کہہ کر ہم خاموش ہو گئے۔ اور

حضور نے بھی کچھ دیر خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر دوسرا سوال کیا۔

مکمل (۷) یہاں کی روایت میں اختصار ہے۔ سوال صرف دو ہے۔ مگر کتاب الحج، کتاب الافہامی کی روایت میں یہ سوال زائد ہے

ای بلد ہذا۔ یہ کون شہر ہے؟ اسی وجہ سے اخیر میں فی بلدکم ہذا۔ اتنا اور زائد ہے کہ فرمایا تم بہت جلد اپنے پروگرام

سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارے۔ اور اخیر

میں فرمایا سنو! کیا میں نے پہنچا دیا۔ سنو! کیا میں نے پہنچا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا اے اللہ گواہ رہ۔ اور راتوں

قُلْنَا بَلَىٰ ۖ قَالَ فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ ۖ

ہم نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پھر فرمایا بے شک تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت

ہذا اِنِّیْ شَہْرُکُمْ ہٰذَا اِنِّیْ بَلَدُکُمْ ہٰذَا یُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ

اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں ہے حاضر کو لازم ہے کہ غائب کو میرا یہ ارشاد پہنچا دیں۔ کہ یہ ہو سکتا ہے کہ حاضر کے

عَسَىٰ اَنْ یُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ اَوْ عَمَلُ لَہٗ مِثْلُہٗ۔

بہ نسبت غائب میرے ارشاد کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

میں تعزیم و تاخیر ہے۔

شاہد کے معنی "حاضر" ہیں | ۸) یہاں شاہد کے معنی حاضر متعین ہے۔ اور اس پر اجماع ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ "شاہد"

کے معنی "حاضر" ہیں اور حاضر اگر اندھا نہیں تو اسے ناظر ہونا لازم۔ اسلئے آیت کریمہ "اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَہِیْدًا" میں شاہد کا

ترجمہ حاضر و ناظر کرنا اس حدیث کے مطابق ہے۔

قَوَانِدُ | ۹) حدیث کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ بعد میں آنے والا بہ نسبت اگلے کے حدیث کو زیادہ یاد کر لے۔ اور زیادہ

اچھی طرح سمجھ لے۔ اگرچہ بہت کم ہی سہی۔ اسلئے کہ ادعی کے معنی زیادہ یاد کر رکھنے والا ہے اور زیادہ سمجھنے والا ہے۔ یعنی میں ہے۔

مَنْ اَلْوَعٰی وَهُوَ الْحَفْظُ وَالْفَهْمُ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطیب عند الضرورت جانور پر سوار ہو کر خطبہ دے سکتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خطیب گو سامعین

سے بلند مقام پر ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مجمع اگر زیادہ ہو تو ایسا بہتر ہے تاکہ آواز دور تک پہنچے اور لوگ خطیب کو دیکھ سکیں۔

ان العلماء و مرثیۃ الانبیاء و رتوا العلم من اخذہ اخذ بھظ و اخذ من یشک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں انبیاء نے علم ہی میراث چھوڑی جسے علم حاصل کرنے والے

نے پورا حصہ پایا جو علم طلب کرنے کیلئے کوئی راستہ ملے کر لے لے تو اسے اس کیلئے جنت کا راستہ آسان

یہ حدیث کا جز ہے پوری حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جو علم دین کی تحصیل کے لئے سفر کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔ طالب علم کی رضا کے لئے فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے

ہیں اور عالم کے لئے آسمان والے اور زمین والے اور مچھلیاں پانی کے اندر دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ بیشک عالم کی فضیلت عابد

(غیر عالم) پر ایسی ہے جیسے بدر کامل کی تمام ستاروں پر۔ اور بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے دھرم و دینا میراث نہیں

چھوڑا بلکہ علم چھوڑا۔ جس نے علم حاصل کیا اس نے انبیاء کی میراث سے پورا حصہ لیا۔

لہٰذا امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الحج اور تفسیر اور بدر المخلوق اور اصاحی اور فتن میں بھی ذکر فرمایا اور امام مسلم نے دیات میں اور نسائی

نے حج اور علم میں ابوداؤد نے تطوع میں ابن ماجہ نے مقدمہ میں دارمی نے مناسک میں اور امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

ت (۱۳) قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمَامَةَ عَلَى هَذِهِ

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر تم تیز تلوار میری گدی پر رکھ دو

أَشَارَ إِلَى قِفَاكَ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنَّيْ أَنْفَذْتُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تلوار کے کام کرنے سے پہلے وہ ایک کلمہ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کہہ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا۔ سکوں گا تو بھی اسے ضرور کہوں گا۔

اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے بافادہ نصیحہ روایت کیا حمزہ کنانی نے حسن کہا۔ کچھ لوگوں نے اضطراب کے
بنابر پر ضعیف کہا ہے۔ مگر علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ جو اس کے شواہد ہیں اس سے یہ قوی ہو گئی۔ امام بخاری نے صاف صاف نہیں فرمایا کہ
حدیث ہے۔ اسی لئے تعلیقات میں بھی نہیں لکھی جاتی مگر جب یہاں ذکر کیا تو معلوم ہوا اس کی کچھ اصل ان کے یہاں بھی ہے۔ پھر اسے مضمون
کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ثُمَّ أَوْسَنَّا الْكُتُبَ الَّذِينَ أَصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ ہم نے اپنے منتخب
بندوں کو کتاب کا وارث بنایا۔ میراث پانے والا وارث کہلاتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ برگزیدہ بندے انبیاء کے وارث ہیں۔

تشریحات (۱۳)

۱) مسند دارمی اور علیہ میں اس کی پوری تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو ذر، جبرہ دسطلی کے قریب بیٹھے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد
اکٹھے ہو کر مسائل پوچھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک قریشی صاحب آگے اور کہا۔ کیا تم کو فتویٰ دینے سے روک نہیں دیا گیا ہے حضرت
ابو ذر نے سر اٹھا کر کہا۔ کیا تم میرے نگہبان ہو؟ اگر تم میری گردن پر تیز تلوار رکھ دو۔ الخ۔
قصہ یہ ہے کہ حضرت ابو ذر کا مسلک یہ تھا کہ مال جمع کرنا حرام ہے جو بے خرچ کر ڈالو۔ اس پر اس آیت کریمہ سے استدلال
کرتے تھے۔

إِنَّ الدِّينَ يَكُنْزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ، الْآيَةُ۔ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ پھر اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے
عقرب یہ سونا چاندی ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا دوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابو ذر پہلے دمشق میں رہتے تھے۔ اور علانیہ ہر جگہ اپنے اس خیال کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اس معاملہ میں ان کا معلقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا تھا۔ معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا انہوں نے حضرت ابو ذر کو مدینہ بلا لیا۔ انکو سمجھایا بھایا مگر یہ نہ مانے اور
لوگوں سے اس مسئلے میں جھگڑتے رہے۔ اس وجہ سے حضرت عثمان نے فتویٰ دینے سے روک دیا اور انھیں بندہ بھجوا دیا اور وہیں ان
کا دم سال ہوا۔

علم دین چھپانے کی وعید (۲) حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ مَنْ سِئِلَ عَنْ عِلْمٍ وَهُوَ يَعْلَمُ فَلْيَقُلْ حَسْبُكَ عِلْمِي سَأَلَ كَيْفَ كَانَ

(۵۸) حدیث - یَسِّرُوا وَلَا تَعْسِرُوا

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوا

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو

وَلَا تَعْسِرُوا وَلَا تَبْسِرُوا وَلَا تَتَفَرَّوْا ۝ (۵۹) حدیث - وعظ کے لئے دن مقرر کرنا۔ عَنْ أَبِي وَائِلٍ

اور سختی مت کرو۔ خوشخبری مسند نفرت مت دلاؤ ابو وائل نے کہا عبد اللہ

قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَذْكُرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بن مسعود ہر جمعرات کو لوگوں کے سامنے وعظ کرتے تھے ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن میں چاہتا ہوں کہ آپ

لَوْ دُرِّتَ أَنْتَ ذِكْرُ تَنَاقُلٍ يَوْمٍ، قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ إِيَّائِي أَلَسَ أَنْ أَمْلِكُمُ ابْنِي

ہمارے سامنے روزانہ وعظ کہیں۔ فرمایا سنو! مجھے اس سے یہ بات رد کرتی ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ اکتا جاؤ۔

أَخَوَلَكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا فَخَاةٌ

وعظ کے لئے تمہارے نشاط اور توجہ کا لحاظ رکھتا ہوں جیسا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اکتانے کے اندیشے سے

السَّامَةِ عَلَيْنَا

ہمارا لحاظ فرماتے تھے

وہ جانتا ہے تو اسے بتائے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے مَنْ سِئِلَ عَنْ عِلْمِ فَاتِمَةَ الْجُمُعَةِ الْقِيَامِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ جَسَ كَوْنِي

دین کی بات پوچھی گئی اور اس نے نہیں بتایا تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام لگائے گا۔ دوسری حدیث میں فرمایا حق

چھپانے والا گوشت کا شیطان ہے۔

ان احادیث کی وجہ سے کلمہ حق نہ بیان کرنے اور وہ بھی سوال کے بعد نہ بتانے کو حضرت ابوذر گناہ جانتے تھے۔ اور خلیفہ وقت کی

اطاعت معصیت میں نہیں۔ اسلئے حضرت ابوذر باوجود مخالفت کے احادیث بیان کرنے اور فتویٰ دینے سے باز نہیں آئے۔

تشریح (۵۹)

بشارت کے معنی اچھی خبر دینا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نو مسلم ہیں یا جو بچے قریب البلوغ ہیں انہیں دین کا رفتہ رفتہ پابند بناؤ۔ دایان

ملکت اور حکام پر لازم ہے کہ لوگوں پر شفقت و مہربانی رکھیں ان پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں۔ لوگوں کی رحمت اس کے

فضل و کرم کی امید دلائیں لوگوں کے سامنے اس کے وسعت کرم تم کو بیان کریں صرف اسکی شان و جلال نہ بیان کر لیا یہاں تاؤ نہ کریں کہ لوگ بھگت

لے امام غازی نے اب میں امام سلم نے غازی میں فتاویٰ نے علم میں ذکر کیا ہے۔ لے ایضا علم میں دو جہ۔ اور دعوت میں امام سلم نے توبہ میں ترمذی نے استبذان میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۶۰) حدیث: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَطِيْبًا يَقُوْلُ

حمید بن عبد الرحمن نے کہا میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

تشریحات ۵۹

کسی کار خیر کے لئے دن مقرر کرنا (۱) اس سے ثنا ہوا کہ اگر کسی اچھے کام کیلئے شرعاً وقت مقرر نہ ہو تو اس کے لئے از خود دن

مقرر کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ اسی کے پیش نظر اہلسنت، میلاد تشریف، عرس، فاتحہ کے لئے دن تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ اس سے

ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کہ مکیلے دن وقت ہوتا ہے تو لوگ پہلے سے اپنے فزوری کام انجام دیکر اس وقت کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اتنالمبا و غظانہ کہا جائے کہ لوں التاجا میں (۲) اس سے معلوم ہوا کہ وعظ تقریر اتنی لمبی نہ کی جائے کہ سننے والے اکت

جائیں۔ اعتبار صرف ان لوگوں کے اکتانے نہ اکتانے کا ہے جو دینی ذوق رکھتے ہیں۔ ہر کس و ناکس عوام کا لالعام کا نہیں۔

تشریحات ۶۰

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ حضرت ابوسفیان کے صاحبزادے بہت مشہور و معروف صحابی ہیں۔ اور اول ملوک

اسلام ہیں۔ انکی ولادت ہجرت سے آٹھ سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی ان چند صحابہ میں سے ہیں جن کے والدین کو بھی دولت اسلام نصیب

ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ یسوع مسیح مکہ کے دن ایمان لائے۔ لیکن انھوں نے خود یہ بتایا کہ میں عمرہ القضاء کے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر ماں

کے ڈر سے ظاہر نہ کر سکا۔

غنائم خین سے ان کو بھی سوانٹ اور چالیس اوقے چاندی مرحمت فرمایا تھا۔ یہ اسلام لانے کے بعد مقرب بارگاہ ہو گئے۔ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں یہ بھی ہیں۔ بلکہ بہت سے حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ یہ کاتب وحی بھی تھے۔ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائیں دی ہیں۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَ مَهْدِيًا وَ اَهْدِ عَمَّ۔ اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور اسکے ذریعے سے ہدایت دے۔

اور ارشاد فرمایا۔

اللّٰهُمَّ عَلِّمِ الْمَعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَ الْحِسَابَ۔ اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب سکھا اور اسے عذاب بچا۔

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ تو فرمایا۔ اے معاویہ، اگر تم اس چیز یعنی حکومت کو پاؤ تو اللہ سے ڈو

عہ اصحابہ وغیرہ۔ عہ ترمذی۔ لعہ اسد الغابہ۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا حضور فرماتے تھے اللہ جس کے ساتھ بہت زیادہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ

اور انصاف کرنا حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ اس سے مجھے یقین تھا کہ مجھے حکومت ملے گی۔ انھیں ۹۱ سنہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بھائی یزید بن سفیان کے وصال کے بعد شام کا والی بنایا۔ اس وقت سے لیکر حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کے وقت تک بیس سال شام کے والی رہے۔ پھر بیس سال پورے مملکت اسلامیہ کے بادشاہ رہے۔ ۱۵ رجب ۳۸ سنہ میں وصال فرمایا اخیر عمر میں لقوہ ہو گیا تھا یہی پیام اجل ثابت ہوا۔ ان کے پاس تبرکت نبوی میں، کرتا، چادر، تہبند اور ناخن مبارک کے کچھ تراشے اور موئے مبارک تھے۔ وصیت کر گئے تھے کہ مجھے انھیں مبرک کپڑوں میں کفن دینا۔ اور ناخن اقدس کے تراشے اور موئے مبارک میری آنکھ ناک، منہ اور سجدہ کے اعضا میں رکھ دینا۔ اور مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔ اسی کے مطابق کیا گیا۔ وصال کے وقت عمر ۶۸ سال کی تھی۔

ان سے ایک ستر سٹھ احادیث مروی ہیں۔ بخاری و مسلم نے چار اور صریح بخاری نے آٹھ اور صریح مسلم نے پانچ روایت کی ہیں ان سے اجلہ صحابہ مثلاً ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث لی ہیں۔

ان کے عہد میں جب اندرونی طور پر اطمینان ہو گیا تو پھر فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سبستان، سوڈان وغیرہ کے کثیر بلاد اور قوستان وغیرہ فتح ہوئے۔ اور تسلیط پر پہلا حملہ انھیں کے عہد میں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے کچھ لوگ ان پر طعن کرتے ہیں۔ لیکن کسی صحابی پر طعن کرنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں نفی صریح ہے کہ اللہ عزوجل تمام صحابہ سے راضی ہے۔ ان سب جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان سب پر کلمہ تقویٰ لازم فرمادیا ہے۔ ارشاد ہے۔

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِمْ بِإِحْسَابٍ رَمَى اللَّهُ عَنْهُمْ ذُرِّيَّتَهُ
عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
بِهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

سب میں اگلے پہلے ہماجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے
پیر ہوئے۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی اور ان کے
لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں
یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

مع مرقاة، اسد الغابہ وغیرہ مع سورہ توبہ آیت ۱۰۱۔

اور فرمایا۔

وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا سَمِعَهُ
اور ارشاد ہے۔

كَلِمَةً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنَ لِعَمَلِهِ تَمَامِ مَعَابِهِ سَمِعَهُ خَوَافِ مَكَّةَ سَمِعَهُ يَوْمَ بَيْتِ
قرآن مجید کے نصوص قطعیہ ہیں۔ اور جن واقعات پر طعن کیا جاتا ہے۔ وہ سب خبر واحد اور اکثر معاف و مجرد۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید
کے مقابلے میں اخبار آحاد وہ بھی کتب تواریخ وہ بھی ضعاف کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ قرآن
مجید کے ارشادات پر ایمان رکھیں اور تواریخ کی لغو و مہمل روایات کو سنیں بھی نہیں۔

لغات ۲) يُفَقِّهُ باب تفعیل کا مضارع ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ اس کو فقیہ بنا دیتا ہے۔ اس کا مادہ فِقَّہ ہے جس کے

معنی جاننے اور سمجھنے اور خداقت و زیر کی کے ہیں۔ اور شرعی معنی یہ ہیں۔ احکام شرعیہ فرغیہ کو ان کے تفصیلی دلائل سے جاننا۔ لاجل
اس کا مصدر زوال ہے سمع۔ سمع سے سَرَّالٌ یَزَالُ بھی آتا ہے اور نَفَرٌ یُفَرُّ سے زَالٌ یَزْدُلُ بھی دونوں میں فرق یہ ہے کہ زَالٌ
یزال انفعال ناقصہ سے ہے اور ا سے حرف نفی لازم ہے۔ زال یزدل فعل تام ہے اور ا سے حرف نفی لازم نہیں۔ اُمَّةٌ۔ اس
متعد معانی ہیں۔ جماعت۔ طریقہ۔ مدت۔ پیشوا۔ مالک۔ مرد جامع خیر۔ وہ شخص جو تنہا اپنی رائے پر چلنے کا عادی ہو۔ انبیاء کے پیر
یہاں یہی اخیر معنی مراد ہے

فصیلت فقہ ۳) خَيْرٌ اَنْ تَكْرَهَ سِيَاقِ شَرْطٍ مِیْنِ ہونے کی وجہ سے عموم کا افادہ کرتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ عزوجل جسے تمام

دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمنا چاہتا ہے اسے فقہ کہتا ہے۔ خیر کی تنوین کو یہاں عظمت کے لئے لیں تو معنی ہوں گے بہت
زیادہ بھلائی عطا فرمنا چاہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امت کے افراد میں سب افضل فقہ ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا
فَقِيهُ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْف عَابِدٍ۔ ایک فقہ، ہزار عابد غیر فقہ سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔
نیز ایک لمبی حدیث میں فرمایا۔

خَيْرُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خَيْرُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَهَمُوا۔ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ تم میں سب بہتر تھے وہ اسلام میں بھی
سب سے بہتر ہیں جبکہ نیت ہوں۔

یہ فضیلت اس فقہ کے لئے ہے جو اپنے علم سے رضائے الہی کا طالب ہو اور دنیا دار نیت بدترین خلق ہے جیسا کہ ایک حدیث
میں فرمایا

سہ سورہ فتح آیت ۲۶۔ لَعَنَهُ حَدِیْثُ آیت ۱۰۔ عہ ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ عہ مسلم، مشکوٰۃ۔

الدِّينِ. وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى مَرَاتِلِهِ

عطا فرماتا ہے۔ میں صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم

إِنَّ شَرَّاءَ الشَّرِّ شَرَّاءُ الْعُلَمَاءِ وَإِنْ خِيارَ الْخَيْرِ خِيارَ الْعُلَمَاءِ سب بدترین بڑے علماء ہیں۔ اور سب سے اچھے اچھے علماء ہیں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيَجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيَجَارِيَ بِهِ الشُّفَهَاءَ أَوْ لِيَصْرِفَ وَجْهَهُ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ۔
جو اس نے علم طلب کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جاہلوں جھگڑے گا یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے گا۔ اسکو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل فرمائے گا۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یقیناً یہ ہے جو دنیا سے بے تعلق ہو آخرت کی رغبت رکھتا ہوں دین کے معاملے میں بصیرت رکھتا ہو۔ اللہ کی عبادت کا پابند ہو۔

حضور قاسم بھی ہیں اور خازن بھی ﴿۷﴾ یہاں صرف قاسم ہے اور بخاری کتاب الجہاد میں تعلیقاً قاسم کے ساتھ خازن

بھی ہے۔ معانی کا قاعدہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کا متعلق یعنی اس کا مفعول وغیرہ جب محذوف ہوتا ہے۔ تو وہ عموم کا افادہ کرتا ہے۔ یہاں قاسم، خازن، يعطى تینوں کے مفعول محذوف ہیں۔ تو اس سے عموم پر دلالت ہوتی۔ معنی یہ ہوئے کہ مخلوقات میں سے جس کسی کو اب تک جو کچھ ملا۔ یا آئندہ ملے گا ان سب کا دینے والا اللہ ہے۔ اور ان سب کا خازن میں ہوں۔ اور ان سب کا بانٹنے والا میں ہوں۔ جس طرح اللہ کے معطی ہونے میں کسی قسم کی کوئی تخصیص جائز نہیں۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاسم و خازن ہونے میں کسی قسم کی تخصیص جائز نہیں جس طرح تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عالم کی ہر نوع ہر فرد خواہ وہ فرشتے ہوں خواہ وہ انسان خواہ جن ہوں خواہ اور کچھ سب کو سب کچھ اللہ کی عطا سے ملا۔ اور ملے گا۔ اسی طرح یہ اعتقاد بھی واجب کہ سب کو بلا استثناء جو کچھ ملا یا ملے گا وہ سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دئے سے ملا۔ اس لئے جن لوگوں نے اسے علم کے ساتھ خاص کیا یہ درست نہیں۔

حیات بھی از قسم عطا ہے تو سب کو حیات بھی حضوری کے ہاتھوں ملی۔ تو ثابت ہوا کہ ہر ذی حیات سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے۔ اور آپ کی تخلیق سارے عالم سے پہلے ہوئی۔ خواہ وہ آدم علیہ السلام ہوں خواہ وہ جبریل امین دیگر ملائکہ جسکی تائید اس مشہور حدیث سے ہوتی ہے جسے امام عبدالرزاق استاذ امام احمد بن حنبل نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ فرمایا۔

سے دارمی مشکوٰۃ۔ للہ ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ سے بخاری مشکوٰۃ۔

لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ عَلَيْهِ ت (۵) وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ

رہے گی مخالفین ان کو ضرر نہیں پہونچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَنْهُ تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تَسْرُدُوا عَلَيْهِ

نے فرمایا۔ سردار بنائے جانے سے پہلے علم حاصل کرو۔

یاجابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نُوْسًا اے جابر! اللہ عزوجل نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے بنی کے نور

نَبِّدَكَ مِنْ نُوْسِهِ ع۔ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا

⑤ یہاں قائمین علی امر اللہ ہے اور کتاب الجہاد میں ظاہرین علی من خالفہم ہے۔ مراد یہ ہے کہ امت تک میری امت میں کچھ

لوگ حق پر قائم رہیں گے۔ اور اپنے مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ انکے مخالف ان پر کبھی فتح نہ پائیں گے۔ قیامت تک یہ حق پرست

غالب رہیں گے۔ اور غلبے سے مراد دلیل و برہان سے غلبہ ہے۔ رہ گیا غلبہ بالسیف یہ ضروری نہیں کبھی ہو گا کبھی نہیں۔ گزر چکا

الحرب سجال "ینال منال منہ" لڑائی ڈول ہے کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں کبھی ہم ان سے لے لیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا يَبِينُ النَّاسِ۔ ان دنوں میں ہم نے لوگوں کی باری رکھی ہے۔

اسی طرح لا یضرہم سے مراد یہ ہے کہ ان کی برہان اور دلیل کو توڑ نہیں سکتے۔

تمام کلمہ گو حق پر نہیں | ⑥ هَذِهِ الْأُمَّةُ سے مراد پوری امت نہیں بلکہ اس کا بعض حصہ مراد ہے۔ جیسا کہ کتاب اللعقاص

میں، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث مروی ہے۔ اس میں طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ہے یعنی میری امت کا

ایک گروہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمام کلمہ گو مدعی اسلام حق پر نہیں۔ حق پر صرف ایک فرقہ ہے۔

تشریح (۱۵)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب سردار ہو جاتا ہے تو حیا طلب علم سے مانع ہوتی ہے۔ اسلئے سردار بنائے جانے

سے پہلے علم حاصل کر لینا چاہیئے۔ یا مراد یہ ہے کہ سردار کے لئے عالم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ علم کی روشنی میں اپنے متعلقین پر

سرداری کرے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ سردار بننا جانے کے بعد بھی علم حاصل کرتے رہو۔ مطلب یہ ہوا کہ تحصیل علم کی کوئی حد نہیں۔

علہ اے امام بخاری نے کتاب الجہاد باب فان لله خمسہ اور اعتمام لانتزال طائفة من امتی میں بھی۔ اور امام مسلم نے امارت اور زکوٰۃ میں۔

ترمذی نے علم میں۔ ابن ماجہ اور داری نے مقدمہ میں۔ نیز داری نے رقائق میں بھی۔ امام مالک نے موطا قد میں۔ امام احمد نے مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

عہ مواہب لدنیہ و زرقانی اول ص ۱۷۷ عہ بھیقی نے مدخل میں ابن شیبہ وغیرہ نے تخریج کی۔

④۱ حدیث لاحسد الا فی اثنتین

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ

حسد نہیں مگر دو میں۔ ایک وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی

فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا

توفیق دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے دین کا علم عطا فرمایا۔ اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

④۲ حدیث «اللَّهُمَّ عَلِّمْنِي الْكِتَابَ»

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ ضَمِنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ اپنے سینے سے لگایا۔ اور یہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْنِي الْكِتَابَ

دعا دی کہ، اے اللہ اسے کتاب کا علم عطا فرما۔

تشریحات ④۱

لغات ① حسد کے معنی ہیں، یہ آرزو کرنا کہ کسی کی نعمت یا فیصلت اس سے زائل ہو کر مجھ لے۔ یہ مذموم ہے۔ یہاں تجریداً صرف اس

نعمت کے حصول کی آرزو مراد ہے۔ بغیر اس کے کہ دوسرے سے زائل ہو جسے غبطہ کہتے ہیں۔ یہ محمود ہے سلفہ علیہ کے معنی غلبہ

دینا قابض بنانا۔ اختیار دینا۔ یہاں سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کے معنی توفیق دینے کے ہیں ہلکے کے معنی خرچ کرنے کے ہیں،

حکمت کے معنی سمجھ اور ہونا۔ دور اندیش ہونا۔ یہاں قرآن مجید کے معانی کا سمجھنا مراد ہے۔ یا مطلقاً جملہ علوم دین۔

مال اور علم دین ② اللہ عزوجل کسی کو مال عطا فرمائے یا اس کا فضل ہو۔ اور اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ

علم ایضاً بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ۔ انفاق المال فی حقہ، کتاب الاحکام اجر من تصفی بالحق کتاب الاعتصام، اجتہاد الفقہاء مسلم کتاب الصلوٰۃ۔

نسائی علم۔ ابن ماجہ۔ زہد۔ علم بخاری کتاب المناقب فضل ابن عباس مسلم فضائل ابن عباس، نسائی او ترمذی بنی ابن ماجہ سنن ابی احمد۔

دوسرا فضل ہے۔ اسی طرح علم دین اس کا فضل عظیم ہے۔ اور علم پر عمل اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس کے نشر و اشاعت کی توفیق بہ یہ فضل ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگ طرح طرح کی آرزو کرتے ہیں۔ مگر آرزو کرنے کے لائق صرف یہ دو نعمتیں ہیں۔ اس سے ان دونوں نعمتوں کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تشریحات (۶۲)

الکتاب (۱) الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ تعلیم سے مراد اس کا حفظ کرنا اور اس کو معانی کا سمجھنا ہے۔

تکمیل (۲) پورا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شانہ اقدس میں رات کو رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں اٹھے۔ استنجائے تشریف لے گئے انھوں نے وضو کے لئے پانی رکھ دیا حضور نے پوچھا یہ کس نے رکھا ہے انکی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا۔ اس پر ان کے سر پر دست اقدس پھیرا اور سینے سے چٹا کر یہ دعا فرمائی اسی دعا کی برکت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ علم عطا ہوا کہ ان کو جبرائیل، بحر العلوم، رئیس المفسرین، ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

معانقہ (۳) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معانقہ جائز ہے۔ فقہار نے تصریح کی ہے کہ اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو مستحب ہے (عینی)

(۶۳) حدیث عقلت من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجة

عن محمود بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال عقلت من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ یاد آیا ہے۔

علیہ وسلم حجة فجمہا فی وجہی وأنا ابن خمس سنین من دلوعلہ

کہ حضور نے ایک ڈول سے پانی لے کر میرے منہ پر کھلی فرمائی تھی اور اس وقت میں پانچ برس کا تھا۔

تشریحات (۶۳)

محمود بن ربیع (۱) یہ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ وصال اقدس کے وقت یہ پانچ سال کے تھے۔ اسی سن میں ان کو یہ شرف

حاصل ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے منہ پر کھلی فرمائی۔ یہ مدنی خزرجی انصاری ہیں۔ حضرت عبادہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ دمشق میں قیام پذیر تھے وہیں ۹۹ھ میں ترائف سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔

طبیب (۲) یہاں صرف "من دلوعلہ" ہے اور کتاب الطہارۃ میں "من بئرہم" ہے یعنی ان کے کنوئیں سے پانی لیکر علیہ تلاوہ بخاری نے طہارت، استعمال فضل و صوم الناس میں اور دعوات البیان بالبرکۃ میں اور اسکا یہ حصہ دھوا لہی جمع ہوا لہی فی وجہ متعدد مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔ اونیسانی نے العلم البیہ واللیلہ میں اور ابن ماجہ نے طہارت میں بھی ذکر کیا ہے۔

ت (۱۴) رَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَيْسٍ فِي حَدِيثِهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ ایک حدیث کے لئے عبد اللہ بن انیس کے پاس ایک مہینے کی مسافت کا سفر کیا

مراد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ڈول سے پانی لیا تھا اس میں پانی ان کے کنوئیں سے لیا گیا تھا۔

فوائد (۳) امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کا سماع درست ہے اور اس کی روایت مقبول ہے مگر یہ تحدید درست نہیں اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت کہ انھوں نے اپنے والد کو غزوہ خندق کے موقع پر دیکھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بنی قریظہ کے محلے میں دو یا تین بلوگے اور آئے۔ میں پوچھا تو بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا حالانکہ حضرت عبد اللہ کی عمر اس وقت چار سال بھی پوری نہ تھی۔ یہ روایت خود امام بخاری نے مناقب زبیر میں ذکر کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ سال سے کم عمر میں سماع درست ہے۔ لیکن یہی غلط ہے کہ امام بخاری کا یہی مقصود ہے کہ پانچ سال سے کم عمر میں سماع صحیح نہیں۔ انہوں نے باب باندھا ہے بچے کا سماع کب صحیح ہے۔ اس کے تحت یہ حدیث ذکر فرمائی۔

اس سے جہاں یہ صراحت ثابت ہوتا ہے کہ پانچ سال کے باشعور بچے کا سماع صحیح ہے۔ وہیں بنظر دقیق عقلیت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سن کی قید نہیں بلکہ شعور و سمجھ کی شہادہ ہے اگر کوئی بچہ پانچ سال سے کم عمر میں باشعور ہو اور کسی بات کو سمجھ کر یاد رکھے ہو تو اس کی یہ روایت صحیح ہے اور اگر زیادہ عمر کا ہو مگر باشعور نہ ہو تو اس کا سماع صحیح نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ خوش طبعی مسنون ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لوگ مارک اور یس خوردہ سے برکت حاصل کرنا بھی مسنون ہے۔

ت (۱۴)

فی تعلیلیہ ہے (۱) فی حدیث میں فی تعلیل کیلئے ہے جسے آیہ کریمہ "فَذَلِكَ الَّذِي مَلَأْتَنِي فِيهِ" اور حدیث "ان امرأۃ

دخلت فی الناس فی ہترة۔

احادیث سننے کا شوق (۲) جگہ شام تھی یا مصر۔ پورا واقعہ یہ ہے حضرت جابر نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک صاحب کے

پاس ایک حدیث ہے میں آونٹ خریدا اور کچا دہ کٹا اور شام آیا۔ عبد اللہ بن انیس کے گھر پہنچا۔ دربان سے کہا کہ اطلاع کر دو،

جابر دروازے پر کھڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا ابن عبد اللہ! میں نے کیا ہاں۔ وہ باہر آئے اور مجھ سے معاف کیا۔ میں نے کہا مجھے

خبر ملی ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن لی ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں یہ حدیث سننے سے پہلے مر نہ جاؤں

انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ننگے غیر محتون اکٹھے کئے جائیں گے

انھیں اللہ عز وجل ندادے گا۔ جو دور و نزدیک سے یکساں سنائی دیگی۔ فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں میں بدلہ دینے والا ہوں

(۶۴) حدیث «الْعِلْمُ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ»

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ

حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے جو

مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ

ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال زوردار بارش کی ہے جو زمین بدرستی

مِنْهَا نَفِیَّةٌ قَبِلَتْ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَّا وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبٌ أُمْسَكَتِ

کچھ زمیں عمدہ ہیں جس نے پانی جذب کر لیا۔ اور کھاس اور سبزی خوب اگائیں۔ اور کچھ زمیں سخت ہیں جس نے پانی جمع کر لیا۔

کوئی مستحق جنت، جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر جہنم میں جانے والوں میں سے کوئی اس کے ظلم پر دادرس ہوگا جبکہ اس کا بدلہ

نہ لے لے یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی۔ پوچھا کہ لوگ ننگے غیر مخمٹوں کیوں ہوں گے فرمایا حسنات و سیئات کی بدولت۔ طرانی نے مسند

الشاہین اور تمام نے اپنے فوائد میں اور خطیب نے کتاب الرحلت میں بجائے شام کے مہر کہا ہے۔ امام بخاری نے الرد علی الجہ

کے اخیر میں اس کا ابتدائی حصہ، انا الملک الدیان تک تعلقاً ذکر کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو احادیث یاد کرنے اور اسے پھیلانے کا کتنا شوق تھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ جیسے احادیث

کے خزانے، صرف ایک حدیث سننے کیلئے اتنا لبا سفر کیا۔ اور آج کیا حال ہے۔ اہل علم کو خصوصاً اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) جنی الفہار کے حلیف تھے۔ عقبہ ثانیہ بدرا اور احد کے بعد تمام مشاہد میں شرکت

کی۔ ایک بار تنہا ان کو ایک ہم پر روانہ فرمایا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سلطنت میں ۱۵۰ھ میں شام ہی وفات ہوئی۔ ان سے

پچیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں مسلم نے صرف ایک ذکر کی۔ سنن اربعہ میں ان کی احادیث ہیں۔ بخاری میں صرف مذکورہ بالا ایک

تعلقاً مذکور ہے۔

تشریحات (۶۴)

لغات ۱) ہدی راستہ دکھانا۔ قرآن و حدیث میں کبھی اس کے معنی مطلوب تک پہنچانے کے آتے ہیں، کبھی مطلوب

تک پہنچانے والے راستے کو دکھانے کے معنی میں۔ غیث۔ بارش۔ بادل۔ بارش سے اگی ہوئی گھاس۔ بارش کا برسنا یا

بارش مردانہ۔ نفیۃ عمدہ۔ کلا۔ گھاس خواہ ہری ہو خواہ سوکھی۔ عشب۔ ہری گھاس۔ اجادب جذب کی جمع ہے جس کے

الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ

اس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا۔ لوگوں نے پیا، پلایا۔ اور کھیتی کی اور یہی بارش زمین کے کچھ ایسے

أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمِصُّ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَاءً فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقَهُ فِي

ٹھکے پر بڑی جو سپاٹ تھی نہ اس نے پانی جمع کیا اور نہ گھاس اگایا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے

دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعِلِمَ وَعِلْمٌ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ أَسْأَ

اللہ کے دین میں نفع حاصل کیا اور اللہ نے جو کچھ مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے اس کو نفع پہونچایا اس نے علم حاصل کیا اور

وَلَمْ يَقْبَلْ هُدًى اللَّهِ الَّذِي أَسْرُسِلْتُ بِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ اسْحَقُ وَكَانَ مِنْهَا

دوسروں کو تعلیم دی اور اسکی ہے جس نے اس طرف سر ہی نہیں اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جسکے ساتھ میں بھیجا گیا،

طَائِفَةٌ قَبِلَتْ الْمَاءَ

قبول نہیں کیا۔ ابو عبد اللہ! یعنی امام بخاری نے کہا، اسحق نے قبلت الماء کی جگہ قبلت الماء کہا ہے

معنی قحط کے ہیں۔ نیز اس زمین کو بھی کہتے ہیں جو قحط کی وجہ سے سُکھ جائے۔ نیز بنجر زمین کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور ایسی زمین کو بھی کہتے ہیں جو سخت ہو اور پانی جذب نہ کرے۔ اور یہی یہاں مراد ہے۔ قِيعَانٌ۔ قاع کی جمع ہے سے سی پیل زمین جو عین برابر ہو جس پر پانی نہ رک سکے۔ قبلت یار سے اس کے معنی دوپہر میں پینے کے ہیں۔ یہاں تجریداً صرف پینا یعنی جذب کرنا مراد ہے۔

تطبیق (۲) حضور اقدس صلی تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی مثال، زوردار بارش سے دی۔ کہ جیسے ہر جگہ برستی ہے مگر زمین

کی صلاحیت کے اعتبار سے اس کا نتیجہ مختلف۔ ایک زمین عمدہ زرخیز ہے پانی اپنے اندر جذب کر کے اپنے خزانے اگل دیتی ہے

غلے سونے سبزیاں اگاتی ہے جو جاندار کی خوراک ہیں۔ یہی حال ایسے افراد کا ہے جو دین قبول کر کے اسے سیکھ کر کے دوسروں

کو بھی تعلیم دیتے ہیں۔ خود عمل کرتے ہیں دوسروں سے عمل کراتے ہیں۔ دوسری وہ زمین جو پانی جمع کر لیتی ہے کچھ اگاتی نہیں

مگر اس جمع شدہ پانی سے دوسروں کو طرح طرح سے فائدہ پہونچتا ہے۔ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو دین قبول کر کے دین سیکھتے

ہیں مگر کما حقہ اس پر عمل نہیں کرتے۔ مگر اس کے علم سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ یا مراد وہ محدثین ہیں جو احادیث

حفظ کیتے ہیں مگر تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے خود احکام کا استنباط نہیں کر سکتے۔ مگر ان سے احادیث سن کر دوسرے لوگ تفقہ میں احکام کا استخراج

کرتے ہیں۔ تیسری وہ زمین جو نہ پانی جمع کرتی ہے اور نہ کچھ اگاتی ہے۔ اس پانی آیا یہ گیا۔ یہ حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے دین قبول ہی نہیں کیا اس پر کوئی توجہ نہ

(۳) قال اسحق میں، اسحق سے کون مراد ہے۔ یہ طے کرنا مشکل ہے۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا۔ یہ اسحق بن راہویہ ہیں۔

اے مسلم نے فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اور نسائی نے علم میں ذکر کیا ہے۔

ت (۱۴) قَالَ رَبِيعَةُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ عِنْدَهُ شَيْءٌ مِّنَ الْعِلْمِ أَنْ يَصِغَ لِنَفْسِهِ عَلَيْهِ

ربیعہ نے کہا جس کا کچھ بھی علم ہو اسے اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

(۴۵) حَدِيثُ يَقْلُ الْعِلْمُ وَيُظْهِرُ الْجَهْلُ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيثًا لَا يَحْدِثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں کہ میرے بعد کوئی بیان نہ کرے گا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہیں کہ علم ختم

يَقْلُ الْعِلْمُ وَيُظْهِرُ الْجَهْلُ وَيُظْهِرُ الزَّانَا وَتَكْثُرُ النِّسَاءُ وَيَقِلُّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ

ہو جائے گا۔ جہالت غالب ہوگی زنا عام ہوگا عورت کی کثرت ہوگی مرد کم ہو جائیں گے یہاں تک

لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقِيمَةُ الْوَاحِدَةُ

کہ پچاس عورت کا نگہاں صرف ایک (مرد) ہوگا۔

اس لئے کہ امام بخاری زیادہ تر انھیں سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ یہ ان تینوں اسحق میں سے کوئی ایک ہیں

اسحق بن راہویہ، اسحق بن ابراہیم بن نصر السعدی البخاری اسحق بن منصور بن بہرام الکوجی المرزئی اسلئے امام بخاری اپنی اس کتاب

میں ابواسامہ حماد بن سلمہ سے انھیں تینوں کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ بالیقین یہ فیصلہ کرنا کہ یہ

اسحق بن راہویہ ہی ہیں درست نہیں۔ یہی امام نسائی کی بھی رائے ہے۔ انہوں نے تقييد المہمل میں تصریح کی ہے کہ امام بخاری

جب بغیر نسبت کے یوں کہیں حدیث اسحق حدیث ابواسامہ انھیں تین میں سے کوئی ایک مراد لیتے ہیں۔

مشریح (۱۴)

حضرت ربیعہ بن عبد الرحمن مدنی تابعی ہیں۔ اور حضرت مالک کے استاذ۔ ان کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جسے

قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ کا تھوڑا سا بھی علم ہو اسے چاہیے کہ خود اس پر عمل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ بے فیض نہ رہے

اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ علم کے وقار کو محفوظ رکھے۔ اسے حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنائے جو لوگ علماء کی عزت نہ کرتے ہوں۔

تشریحات (۴۵)

یہی حدیث بطریق عمران بن میسرہ یوں مروی ہے۔

علی الخلیب فی الجامع والبیہقی فی المدخل۔ علی سلم قدر۔ ترمذی نسائی، ابن ماجہ متن

حدیث فضیلت علم

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيْتُ بِقَدَحٍ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لَأَسْرَى الْبَرَى

میں سو رہا تھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا میں اتنا پیا کہ آسودگی ناعنوں سے نکلنے لگی۔

يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ أُعْطِيَ فَضْلِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالُوا فَمَا أَوْلَتْهُ يَا رَسُولَ

پھر میں نے اپنا جھوٹا عمر بن خطاب کو دیا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! حضور نے اسکی کیا

اللَّهُ قَالَ الْعِلْمُ

تعبیر کی، فرمایا "علم"۔

ان یرفع العلم ویثبت الجہل وتشرّب الخمر ویظہر النہا۔ علم اٹھایا جائے گا اسکی جگہ جہالت لے لیگی۔ شراب پی لیگی زنا پھیل جائے گا۔

لغات ① یقل۔ قلت کا مضارع ہے۔ اور یہاں مراد عدم ہے اس پر دلیل دوسری حدیث ہے جس میں فرمایا کہ علم اٹھ جائے گا۔ اسکی جگہ جہالت لے لیگی۔ القیمہ کسی کا ذمہ دار، متولی۔ شوہر، سیدھا معاملہ یہاں مراد ذمہ دار نگہبان ہے۔

② جب بصرہ میں تمام سکونت پذیر صحابہ کا وصال ہو گیا اور تنہا حضرت انس ہی رہ گئے تو فرمایا۔

③ قیامت کی نشانیاں بہت ہیں۔ انھیں پانچوں میں انحصار نہیں۔ البتہ یہ پانچوں بہت اہم ہیں دین و دنیا کی درستگی پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ دین، عقل، نفس، نسب، مال۔ اور یہ پانچوں ان کو تباہ کرنے والی ہیں۔ رفع علم اور جہالت دین کو، شراب عقل اور مال کو۔ مردوں کی قلت، نفس کو۔ زنا نسب اور مال کو۔ اس حدیث میں ان پانچوں کو خصوصیت سے اکٹھا ذکر فرمایا

رفع علم سے کیا مراد ہے؟ ④ علم اٹھانے سے یہ مراد نہیں کہ علماء ہوں گے اور علم ان کے سینوں سے مٹا دیا جائے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ علماء باقی نہ رہیں گے جیسا کہ آگے مفصل آ رہا ہے۔

نشر بہات ④

لے بخاری مناقب عمر۔ تعبیر الروایا۔ باب اللین۔ باب اذا جرى اللبن فی المرافہ والظفار۔ مسلم فضائل۔ ترمذی روایا مناقب عائشہ۔ علم

۶۷۔ حدیث۔ یظهر الفتن ویکثر الهرج

عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَاهُ رِيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

سالم نے کہا میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علم اٹھایا جائے گا

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيُظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتْنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيلَ

اور جمالت غالب ہوگی اور فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج و مرج بکثرت ہوگا

يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هَكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّهَا كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ

یو چھا کہ یا رسول اہرج کیا چیز ہے؟ تو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا اور ہاتھ ایسے خم کیا جیسے قتل کا اشارہ کیا جاتا ہے حضور کی

مراد قتل تھی۔ (۶۸) حدیث مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيْتَهُ إِلَّا لِيَتَّهِى فِي مَقَامِي هَذَا

عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا أَشَانُ

حضرت اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں عائشہ کے پاس آئی وہ نماز پڑھ رہی تھیں میں نے پوچھا لوگوں کا

لغات ① اولتہ۔ یہ باب تفعیل کا ماضی مخاطب ہے اس کا مادہ اَوَّلُ اس کے معنی لوٹنا پھرنا ہے تاویل کے معنی ۱۰۰

پھرنا ہے۔ کلام کو ظاہری معنی سے پھر کر خفی معنی پر حمل کرنے کو تاویل کہتے ہیں۔ اسی کی فرع خواب کی تعبیر ہے یہاں یہی مراد ہے

دودھ اور علم میں مناسبت ② دودھ کی تعبیر علم کے ساتھ اس مناسبت سے ہے کہ دونوں کثیر النفع اور مفید

ہونے میں مشترک ہیں دودھ انسان کی بہترین غذا اور بدن کیلئے مقوی ہے۔ اور علم سے دین و دنیا سنورتی ہے اور علم روح

کی غذا اور اس کے لئے مقوی ہے اس حدیث سے علم کی فضیلت یوں ثابت ہوتی ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا عطا فرمودہ فضلہ مبارک ہے۔ تشریح (۶۷)

لغات ① ہرج کے معنی فتنے۔ اور اختلاط کے ہیں محبازا قتل کے معنی میں مستعمل ہے البتہ جثہ کی زبان میں ہرج کے

معنی قتل کے ہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ سمجھ نہیں پائے اور دریافت کرنا پڑا۔ قال کے معنی یہاں اشارہ کے ہیں۔ اس معنی

میں متعدد احادیث وارد ہیں ایک حدیث میں ہے۔ قال باصبعه السبابہ والوسطی اس کے علاوہ اور محضوں میں آیا

ہے مثلاً رَفَعَ تَنَازُلَ غَلَبَ وَغَيْرُهُ۔ تشریحات (۶۸)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ① یہ حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور حواری رسول

اللہ حضرت زبیر بن عوام کی زوجہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ہجرت سے ستائیس سال

پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ اور مکہ ہی میں سترہ نفوس قدسیہ کے بعد مشرف بایمان ہوئیں۔ شب ہجرت توشہ دان

باندھے کر کچھ نہ ملا تو اپنی کمر کا پٹو کا پھاڑ کر ایک حصہ سے توشہ دان باندھ دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذات النطاقین کا خطاب عطا فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اللہ عز و جل تجھے اس کے عوض جنت میں دو نطاق عطا فرمائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کی۔ اس وقت حمل سے تھیں قبائلیں تو حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ بہت شجاع حاضر جواب جری، مبر و استقامت کی پہاڑ تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کے تمام ساتھی انھیں چھوڑ کر حجاج سے مل گئے اور حجاج نے حضرت عبداللہ کے سامنے تین باتیں پیش کیں یا تو کہیں چلے جاؤ۔ یا پھر ہتھیار ڈال دو تمھیں یا بھولاں عبداللہ کے پاس۔ چلیں یا لڑنے کے لئے تیار رہو۔ حضرت عبداللہ نے اپنی ماں سے مشورہ کیا حضرت اسماء نے اخیر وقت تک لڑنے کا مشورہ دیا۔ پھر کفن لیا دھونی دے کر خوشبو لگا کر حضرت عبداللہ کو پہنایا اور مقابلے کے لئے بھیجا جب حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے تو حجاج نے انکی نعش مبارک کو سولی پر چڑھایا۔ تو اپنے لخت جگر کے نعشے پر تشریف لائیں۔ اور فرمایا۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہ سوار سواری سے اترے۔ اتنے دردناک منظر کو دیکھ کر بھی آنکھ سے آنسو تک نہیں نکلا۔ حجاج نے ان کو بلوایا۔ انکار کر دیا۔ حجاج نے کہا سیدھی طرح سے آجا۔ ورنہ بال پڑ کر گھسٹا منگاؤں گا۔ یہ سن کر اس شیر دل خاتون نے کہا۔ بخدا میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی جب تک کہ وہ بال پڑا کر نہ گھسٹائے حجاج خود آیا۔ اور کہا تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا۔ حضرت اسماء نے کہا میں نے دیکھا تو نے اسکی دنیا برباد کی اس نے تیری آخرت خراب کر دی۔ میں نے سنا ہے تو انھیں طعن کے طور پر ابن ذات النطاقین کہتا ہے میں ذات النطاقین ہوں۔ ایک میرادہ نفاق ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کا کھانلے جاتی تھی۔ اور ایک وہ جو ہر عورت کیلئے ہوتا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب ہو گا اور سفاک۔ کذاب تو ہم نے دیکھا اور سفاک تیرے سوا اور کوئی نہیں۔ عہ

عبداللہ بن مردان کے حکم سے جب حضرت عبداللہ کالاشہ مبارک سولی سے اتارا گیا اور اسے دفن فرمایا تو کئی ہی میں اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد سکنہ میں بماء جمادی الآخرہ وصال فرمایا۔ سو سال کی عمر پائی مگر نہ ایک دانت گرا تھا اور نہ دماغی توازن میں فرق آیا تھا اور نہ بینائی زائل ہوئی تھی عہ ان سے چھپن اعاذت مروی ہیں۔ چودہ متفق علیہ چار افراد بخاری اور چار افراد مسلم سے ہیں۔

عہ اصحابہ وغیرہ عہ مسلم شریف عہ ہدایہ نہایہ ص ۲۴۱

النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَأَذَنُ النَّاسِ رِقِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ قُلْتُ

کیا حال ہے تو انھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں حضرت عائشہ نے کہا سبحان اللہ

آيَةُ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى نَعْمٍ، فَهَمَّتْ حَتَّى عَلَانِيُ الْغَشْيِ فَعَمِلَتْ أَمْبَبٌ

میں نے پھر پوچھا کوئی نشانی ہے تو انھوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ ہاں اسکے بعد میں بھی نماز کیلئے کھڑی ہو گئی اتنی دیر

عَلَى رَأْسِي الْمَاءُ فَحَمِدَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ

تک کہ مجھ پر بیہوشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ نماز کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثناء کی

لغات (۲) عَلَانِي - علو سے ماضی ہے۔ عام معنی بلند ہونے کے ہیں۔ اور غَلَبَ کے معنی میں ہے غَشْيٌ غَشْيٌ غَشْيٌ

کے اصل معنی ڈھکنے کے ہیں۔ یہاں عقل کا ڈھکنا یعنی بیہوشی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گرمی اور بہت دیر تک کھڑے رہنے

کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تھی۔ تَفْتَنُونَ - فتنہ۔ سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ فتنے کے معنی آزمائش، امتحان

ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ يَهْ سَبِّ تَرِي آذَمَاشْ ہے جوہری

نے کہا الفتنہ، الامتحان، اہل عرب سونے کو پگھلا کر جب پرکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ فتنت الذهب۔ اردو میں البتہ

فتنہ بمعنی فساد، مستعمل ہے مسیح کے معنی سفر کرنے والا، شہر شہر گھومنے والا، دجال دجل سے اسم مبالغہ ہے۔ دجل کے معنی جھوٹ

بولنا۔ فریب دینا، حق کو باطل کے ساتھ ملانا۔ باطل سے حق کو چھپانا دجال کے معنی یہاں بہت بڑا جھوٹا فریب دہاؤ بہت بڑے

جادوگر کے بھی ہو سکتے ہیں مسیح دجال سے مراد قرب قیامت میں آئو والا، دجال ہے۔

تکمیل (۳) پوری تفصیل باب الکسوف میں آئے گی۔ صرف مضمون کو ذہن نشین کرنے کے لئے بالا اختصار درج ہے سنہ میں

سورج میں گہن لگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف کی منادی کرائی۔ صحابہ کرام نماز کیلئے جمع ہو گئے سورج گہن

کی نماز حضور نے باجماعت پڑھائی۔ اسی اشار میں حضرت اسماعیل امین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کیلئے آئیں

کہ سب لوگوں کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ بھی نماز میں ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ ام المؤمنین نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ

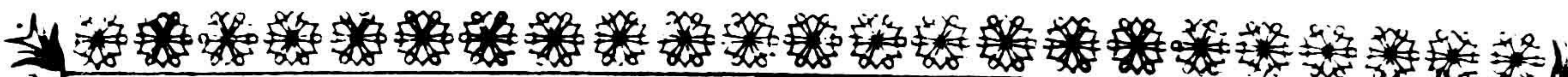
کیا کہ گہن ہے۔ اس لئے نماز پڑھی جا رہی ہے حضرت اسماعیل بھی نماز میں شریک ہو گئیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے اس نماز میں قیام بہت زیادہ طویل کیا تھا حضرت اسماعیل پر گرمی اور دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے غشی طاری ہونے لگی

انھوں نے بار بار اپنے سر پر پانی ڈالا کہ بیہوش نہ ہو جائیں۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا حمد

و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا جن چیزوں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا تھا سب کی سب اس جگہ مجھے دکھادی گئیں یہاں

تک کہ میں نجات اور دوزخ بھی دیکھی جس طرح دجال کے ذریعہ تمہارے ایمان و یقینات قدی کی آزمائش ہوگی اسی کے قریب



ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أَرِيتُهُ إِلَّا سَرَّيْتُهِ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

پھر فرمایا جو چیز بھی مجھ اب تک نہیں دکھائی گئی تھی ان سب کو میں نے اپنی اس جگہ دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور

فَأَوْحَى إِلَيَّ إِنَّكُمْ تَفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيبَ لَا أَدْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ

دورخ بھی پھر مجھے وحی کی گئی کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے مسیح دجال کے قتل کے قریب یا مثل مجھے یاد نہیں

أَسْمَاءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ يُقَالُ مَا عَلِمْتُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ

اسما نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ کہا تھا (قبریں) پوچھا جائے گا اس مرد کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ مومن یا مومن

أَوِ الْمُؤْمِنِ، لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ

یاد نہیں رہا اسماء نے کیا کہا تھا کہ گایہ محمد ہیں رسول اللہ ہیں ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لیکر

وَالْهُدَى، فَلَجَبْنَاكَ وَابْتَعْنَاكَ هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَقَالَ لَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا أَنْ كُنْتَ

تشریف لائے ہم نے ان کا پیغام قبول کیا انکی پیروی کی یہ محمد ہیں تین بار یہی کہے گا اس سے کہا جائیگا آرام سے سو جا۔ ہم نے

قریب قبر میں بھی امتحان ہوگا۔ تم سے قبر میں سوال کیا جائے گا۔ مومن صحیح جواب دیگا۔ منافق یہ کہے گا۔ لوگوں کو میں نے کچھ کہتے سنا

تھا۔ وہی میں نے بھی کہا تھا۔

حضور نے جمع ماکان وما یكون کو دیکھا ﴿۴۷﴾ حدیث کا یہ حصہ مامن شئ لہما کن اسریتہ الامایۃ فی مقامی ہذا حتی الجنة والنار

میں نے اب تک جن جن چیزوں کو نہیں دیکھا تھا۔ ان سب کو آج اس جگہ دیکھ لیا۔ اور یہ دیکھنا صرف عالم زیریں کے ساتھ

خاص نہیں۔ عالم بالا کی بھی تمام موجودات کو دیکھا یہاں تک کہ جنت اور دورخ میں جانے والوں کو بالتفصیل

دیکھا یہ حدیث اس پر نفی صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ماکان وما یكون کا علم عطا فرمایا گیا۔ خواہ رویت

سے مراد رویت بھری دیکھا مراد لیا جائے۔ خواہ رویت قلبی علم مراد لیا جائے دونوں تقدیر پر جمع ماکان وما یكون کے علم کا حصول ثابت

اس کی قدرے توضیح یہ ہے۔

شئ سے مراد موجود ہے۔ شرح عقائد میں ہے الشئ عندنا الموجود۔ اس لئے شئ تمام موجودات کو عام مامن شئ

میں نکرہ تحت نفی ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے اس کا معنی یہ ہوا۔ ہر وہ موجود جو میں نے اب تک نہیں دیکھی تھی سب

دیکھ لیا۔ بلکہ علامہ عینی نے فرمایا۔

والشئ فی قوله مامن شئ اعم العام وقد وقع مامن شئ میں شئ اعم العام ہے۔ اور نکرہ ہوتے ہوئے نفی کے تحت واقع ہے۔



لَوْ قَنَابِهِ. وَأَمَّا الْمَنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيُّ ذَٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ

تھے کہ تو ان پر یقین رکھتا تھا۔ لیکن منافق یا مرتاب اسرار نے کیا کہا تھا یا دہنیں۔

کہے گا میں نہیں جانتا

لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ لَهُ

میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا وہی میں نے بھی کہا۔

یعنی اس طرح عموم کو کہہ دیا کہ تفصیل کی گنجائش نہ رہی۔ اس لئے یہ تمام موجودات ماضیہ و آئندہ کو نام ہے۔ یہاں تک علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کے عموم میں باری تعالیٰ کا مشاہدہ بھی داخل ہے۔ فرماتے ہیں۔

نعم اذالشی يتنادله والعقل لا ينعى والعرف لا يقتضى اخراجه عله

ہاں اس لئے کہ شیء بمعنی موجود باری تعالیٰ کو بھی شامل ہے۔ عقلاً محال نہیں۔ عرفاً ذات باری تعالیٰ کو اس عموم میں داخل نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔

جب یہاں اتنا عموم ہے کہ اس میں ذات باری تعالیٰ بھی داخل ہے تو جمع ماکان و مایکون بدرجہ اولیٰ داخل۔

۵ اور کوئی غیب کیا تم سے ہنسا ہو بھلا جب خدا ہی نہ چھپا، تم پر کروڑوں درود

ہم نے بالتفصیل کی قید اس لئے لگائی کہ اس حدیث کے دوسرے طرق میں جو الفاظ ہیں وہ تفصیل پر عراۃ دال ہیں مثلاً یہ کہ میں نے جہنم میں زیادہ عورتوں کو دیکھا۔ اسی لئے علامہ عینی نے فرمایا

وحی بالهلاعه وتعريفه من امورهما تفصيلا مالم ان سب پر بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا۔ جن کو اس کے پہلے تعرفہ قبل ذالک علم۔ نہیں جانتے تھے۔

احکام ۱۵ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے۔

۱، سورج گہن کی نماز باجماعت مشروع ہے (۲) سورج گہن کی نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے (۳) خطبے کی ابتدا میں حمد و ثنا ہونی چاہیے۔ ۴، نماز میں ضرورت کے وقت اشارہ کی اجازت ہے۔ (۵) جب تک بیہوشی طاری نہ ہو جائے وضو نہیں پڑھنا۔ ۵، عمل قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۶) جنت دوزخ مخلوق اور موجود ہیں (۷) نماز میں عورتوں کو کسی ضرورت کیلئے بھی بلند آواز سے تسبیح منع ہے۔ لیکن اگر سننے والی عورت ہو تو جائز ہے۔ (۸) اللہ عزوجل کو حضور نے بیداری میں دیکھا۔ (۹) حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمع ماکان و مایکون کا علم حاصل ہوا ہے۔

لہ ایضا بخاری کتاب الطہارۃ من لم يتوضا الا من الغشی المثل کتبہ خیر کتاب الجمعہ۔ من قال فی الخطبۃ اما بعد۔ کتاب السجود الاشواق فی الصلوۃ۔ کتاب الاعتصام۔ الاقضاء بن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ۔ امام مسلم نے خوف میں ذکر کیا۔ علی عینی چپ ۹ علیہ ایضا ۱۰

۶۹) حدیث. سلونی عما شئتم

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال

وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اكْتَرَعَ عَلَيْهِ غَضَبَ تَمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ

کیا گیا جو ناگوار ہوا۔ جب سوالات کی اور کثرت ہوئی تو جلال الگیا پھر فرمایا۔ تم لوگوں کا جو جی چاہے

فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ حَذَافَةُ فَقَامَ اخْرُفَقَالَ مِّنْ أَبِي يَا رَسُولَ

پوچھو وہ اس پر ایک صاحب نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے اسکے بعد دوسرے شخص اٹھے اور پوچھا

اللَّهُ قَالَ أَبُوكَ سَلَمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ فَلَمَّا سَأَلَ أَيُّهُمْ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سلام مولیٰ شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے جب حضرت عمر نے روئے الوریس غضب کے آثار دیکھے

تشریحات (۶۹)

لفات ۱) اشیاء۔ الف تانیث ممدودہ کی وجہ سے غیر منفرد ہے۔ اور یہ تہی کی جمع نہیں اسم جمع ہے۔ اس میں الف

ممدودہ زائد ہے۔ ورنہ الف تانیث نہ ہوگا۔ الف تانیث زائدہ ہے۔ الف ممدودہ اصلی علامت تانیث نہیں جیسے انبیاء و اولیاء

اشیاء اصل میں شیاؤ تھا۔ لغت کے زمر پر خلاف قیاس قلب کر کے اخیر کے ہمزہ کو ابتداء میں لائے علیہ

سائلین میں کون تھے؟ ۲) ان کا نام عبد اللہ تھا۔ جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں تصریح ہے۔ اس سوال کی وجہ یہ تھی

کہ لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے کبھی جھگڑے میں دوسرے کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ حضور کے ارشاد کے بعد لوگوں کا

شک و شبہ دور ہو گیا۔ دوسرے صاحب کا نام سعد بن سالم مولیٰ شیبہ تھا۔ ان کا بھی یہی حال تھا۔

۳) اس سے مراد ایسے سوالات ہیں جن سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ وابستہ نہ ہو۔ مثلاً نہ اس کا اعتقاد ضروری ہو نہ عمل۔ ایسے

سوالات ممنوع ہیں۔ مثلاً یہ سوال کہ حضرت آدم نے سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ فدیہ اسماعیل کا دنبہ کیا ہوا۔ یا یہ کہ سوالات آزمانے کیلئے

کئے جائیں۔ یا عاجز کرنے کی نیت سے کئے جائیں۔ ایسے سوالات ممنوع ہیں۔ ورنہ اگر علم نہیں تو کفر و ایمان و فرائض کا پوچھنا فرض

واجب کا واجب مستحبات کا مستحب۔ ارشاد ہے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اہل ذکر (علم) سے پوچھو جو تم نہ جانتے ہو۔

إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ

تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب اللہ عزوجل سے توبہ کرتے ہیں

(۵۰) حدیث - اِذَا تَكَلَّمْتَ اَعَادَهَا ثَلَاثًا

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ حضور جب کوئی بات علیہ
اِذَا تَكَلَّمْتَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا
فرماتے تو اسے تین بار فرماتے تاکہ وہ بات سمجھ لی جائے اور جب کسی قوم کے پاس تشریف لاتے اور سلام کرتے تو ان پر تین بار سلام کرتے

سَلَوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ ① ماعوم کے لئے۔ دین دنیا سب کو شامل ہے۔ نیز اس کے عموم پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ
اور حضرت سعد نے اپنے اپنے باپ کا نام پوچھا۔ یہ دنیوی سوال ہے۔

اس لئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا جو جی چاہے پوچھو خواہ وہ دنیا کی بات ہو یا دین کی۔ میں سب بتاؤں گا۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو دین و دنیا کے تمام علوم رکھتا ہو تو اس حدیث سے بھی ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دین اور دنیا کے جملہ علوم حاصل تھے اسی سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو گئی جو یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
صرف دین کے جملہ علوم رکھتے تھے دنیا کے علوم میں یہ حال تھا کہ دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ تھی۔

تشریحات ⑤

تین بار تکرار ہمیشہ نہیں تھی جب ضرورت ہوتی مثلاً بات عام فہم سے بالاتر ہوتی یا یہ اندازہ ہوتا کہ لوگوں کے ذہن میں اچھی طرح
نہیں آئی ہے۔ اس وقت تکرار فرماتے۔ تین بار سلام کی توجیہ دو ہے۔ ایک یہ کہ کسی کے گھر تشریف لے جاتے اور اذن
کے لئے سلام کرتے تو اگر پہلی بار یا دوسری بار سلام پر اذن نہ ملتا تو تین بار سلام کرتے۔ اگر اذن ملتا تو اندر تشریف لے
جاتے ورنہ واپس ہو جاتے جیسا کہ دوسری حدیث میں بالتقرع مذکور ہے کہ فرمایا۔

اذا ستاذن احدكم ثلثا فلم يؤذن له فليرجع - جب تین بار اذن چاہ لو اور اذن نہ ملے تو لوٹ آؤ
دوسری توجیہ یہ ہے کہ ایک سلام اذن کے لئے کرتے دوسرا سلام اندر جا کر تحیت کا لے لے اور تیسرا سلام واپس کے وقت۔

علہ ایضاً باب الاعتقاد باب ما یکرہ من کثرة السؤال - علہ ایضاً بخاری کتاب الاستیذان اذا سلم سلم ثلاثاً بترجائی۔ استیذاناً بترجائی۔

④ حدیث. ثلثة لهم اجران

حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

البرده عامر اپنے باپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَمِنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ

تین شخصوں کے لئے دو اجر ہے ایک وہ اہل کتاب کے جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا

الْمَسْلُوكُ إِذَا دَاوَىٰ حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يُطَاهُفُادُ بِهَا

اور وہ غلام جو اللہ کا بھی حق ادا کرتا ہو۔ اور اپنے آقاؤں کا بھی اور وہ مرد جس کی کوئی لونڈی ہو جس سے ہم بستری کرتا تھا اور

تشریحات ④

لغات ① مولیٰ۔ مولیٰ کی جمع ہے۔ مولیٰ، دلی یلی کا اسم مفعول ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ مالک۔ آقا۔ احسان

کرنے والا۔ جس پر احسان کیا جائے۔ مددگار۔ محب۔ حلیف۔ داماد۔ چچا زاد بھائی۔ پڑوسی۔ جس نے غلام آزاد کیا ہو۔ آزاد شدہ غلام۔ یہاں مراد آقا ہے۔

② یہاں کتاب سے مراد توراۃ اور انجیل دونوں ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف انجیل مراد ہے۔ یہ اس تقدیر پر کہ

عیسوی، دین موسوی کا ناسخ ہے۔ مگر صحیح تعلیم ہے۔ اس وجہ سے کہ بہت سے یہودی وہ تھے جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت

نہیں پہونچی جیسے مدینہ طیبہ و مین وغیرہ کے یہود، وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ نیز اہل کتاب سے وہ تمام یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو

اپنے کو یہودی یا نصرانی کہتے ہیں۔ اگرچہ وہ تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت کے پابند ہوں۔ اس لئے ہر قیل کو حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا تھا۔ اسلام قبول کر۔ تجھے دہرا اجر ملے گا۔ حالانکہ یہ محرف نصرانیت کا پابند تھا مراد خاص یہ جزئی

نفیلت ہے۔ اسلئے اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ جو یہود و نصاریٰ ایمان لائے وہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ کہ

انہیں دہرا اجر ہے۔ اور بقیہ صحابہ کو ایک اجر، کیونکہ یہ صحابہ قوت ایمان زیادتی معرفت و دیگر عظیم طاعات کی وجہ سے افضل ہیں۔

③ جمع اس لئے فرمایا کہ العبد پر الف لام جنس کا ہے۔ اس جنس سے مراد جمع ہے۔ اور جمع کا جب جمع یا قائم مقام جمع کیسا تھا

تقابل ہو تو آحاد کی آحاد پر تقسیم ہوتی ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ غلام جو اپنے آقا کا حق ادا کرے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غلام

متعدد مالکوں کے مابین مشترک ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اپنے تمام مالکوں کا حق ادا کرے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک غلام

فَاحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ اعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ

اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور عمدہ تعلیم دی پھر اسے آزاد کر دیا اس کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لئے دو اجر تھے

ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَيْنَا كَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمَدِينَةِ عَلَيْهِ

ہے حدیث بیان کرنے کے بعد عامر یعنی امام شعبی نے کہا ہم نے تم کو یہ حدیث بلا کسی عوض کے دیدی اس کم حاصل کرنے کیلئے مدینہ تک سفر کرنا پڑتا تھا

کے بعد دیگرے متعدد مالکوں کی ملکیت میں ہوتا ہے تو مراد یہ ہوتی کہ جن مالکوں کے ماتحت رہا۔ سب کا پورا حق ادا کیا۔

④ ایک لونڈی کے آزاد کرنے پر۔ دوسرا اس سے نکاح کرنے پر۔ لونڈی سے نکاح کرنے پر مزید ثواب کی وجہ یہ ہے کہ

عام طور پر لونڈیوں سے نکاح ناپسند سمجھا جاتا ہے اگرچہ وہ آزاد شدہ ہوں۔ اگر یہ نکاح نہ کرتا تو اندیشہ تھا کہ اس لونڈی کی زندگی

برباد جاتی۔ اس نے نکاح کر کے صرف بربادی ہی سے نہیں بچا بلکہ اسے عزت بھی بخش دی یہ موجب اجر ہے۔ نیز جب تعلیم یافتہ

اور سلیقہ مند ہے تو اپنے شوہر کو بھی نیکیوں پر آمادہ رکھے گی برائیوں سے بچائے گی۔ تو یہ لونڈی اس کے لئے باعث خیر ہوتی ہے

شخص نے کئی موجب ثواب کام کئے۔ اسے تعلیم دی۔ تربیت دی۔ آزاد کیا پھر نکاح کیا۔ اس اعتبار سے وہ کئی اجر کاستی ہے

لیکن ذکر دہی اجر فرمایا۔ یہ لونڈی کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے کہ بقیہ باتوں میں لونڈی کی تخصیص نہیں۔ کسی کو

بھی تعلیم دیگا کسی کی بھی تربیت کرے گا۔ ثواب پائے گا۔ تعلیم سے مراد علم دین سکھانا ہے۔ اور تربیت سے مراد دوسری

باتوں کا سلیقہ اور ہنرمندی اچھی عادت سکھانا مراد ہے۔

⑤ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ ایک خراسانی امام شعبی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا ہمارے خراسان

کے پہلے لوگوں کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے گویا وہ اپنی ہمدی پر سوار ہے۔ ہمدی اس

جانور کو کہتے ہیں جو حاجی اپنے ساتھ پیام حج میں قربانی کیلئے لے جائے۔ اور ہمدی پر سواری منع ہے۔ اس پر امام شعبی نے

یہ حدیث بیان فرمائی۔ لہ کہ یہ معیوب نہیں ایسا شخص دوسرے ثواب کاستی ہے پھر امام شعبی نے اس خراسانی سے فرمایا ہم نے

بلا کسی عوض کے مفت میں یہ حدیث تم کو بتادی حالانکہ اس سے کم کے لئے لوگوں کو مدینہ طیبہ جانا پڑتا تھا۔ یہ حال عہد نبوت

اور خلفائے راشدین کے زمانے تک رہا۔ بعد میں صحابہ کرام تمام بلاد میں پھیل گئے اور اس کی ضرورت نہ رہی کہ حدیث معلوم

لے۔ مسلم کتاب الایمان علیہ ایضا بخاری، نکاح، اتخاذا السراۃ لابن مبارک۔ واذکر فی الکتاب مریم۔ عقی۔ العبد اذا احسن عبادۃ

ربہ۔ جہاد، فضل من اسلم من اہل الکتابین۔ مسلم ایمان ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی نکاح۔ مسند امام احمد۔

(۴) حدیث عطاء النساء

سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ عَطَاءُ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

یا عطاء نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن عباس نے کہا کہ حضور (مردوں کی مجلس) سے باہر تشریف لائے

وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ النِّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالْقِيَمَةِ

اور حضور کے ساتھ بلال تھے۔ حضور کو گمان ہوا کہ میری بات عورتوں تک نہیں پہنچی (حضور عورتوں کے قریب آئے)

فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطُ وَالْحَاتِمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرْفِ ثَوْبِهِ ع

اور انھیں دعا فرمایا اور حکم دیا کہ صدقہ کریں (اس کا اثر یہ ہوا کہ) عورتیں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر گھٹنے لگیں۔ جنھیں بلال

اپنے کرتے کے دامن میں جمع کرنے لگے

کڑے کیسے مدینہ طیبہ ہی جا افرور ہو۔ بلکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ مدینہ طیبہ کے لوگ دوسرے بلاد میں حدیث حاصل کرنے تشریف

لے گئے جیسا کہ ت ۳ کے تحت گذرا۔

(۴) دہرِ ثواب کا استحقاق انھیں تینوں قسم کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں۔ کوئی بھی شخص ایسا کام کرے جو دہرے ثواب کا

موجب ہو تو وہ دہرِ ثواب پائے گا۔ مثلاً بیٹا، ماں، باپ کی بھی کما حقہ خدمت کرتا ہے۔ اور حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہے۔ یوں وہ عالم

جو عباد کی بھی سچائی کے ساتھ پوری دیکھ بھال کرتا ہے اور اللہ عزوجل کے بھی تمام حقوق ادا کرتا ہے تو یہ لوگ بھی دہرے ثواب کے

مستحق ہیں۔

تشریحات (۴)

عورتوں کے مجمع میں وعظ ممنوع ہے (۱) اس سے ثابت ہوا کہ خاص عورتوں کے مجمع میں جا کر مرد کو وعظ کہنا جائز ہے

امام نووی نے فرمایا یہ اس وقت ہے کہ کسی طرف فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس زمانہ پر فتن میں چونکہ خشیت خداوندی نادر ہے۔ اور

ہواد ہوس غالب ہے۔ اس لئے اس کی اجازت نہیں۔

عورت بلا اذن شوہر صدقہ کر سکتی ہے (۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت اپنا مال شوہر کی بلا اجازت صدقہ

کر سکتی ہے۔ اور جن بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر صرف کرنا جائز نہیں۔ اس سے مراد

یہ ہے کہ شوہر کے مال میں، شوہر کی بلا اجازت تصرف جائز نہیں۔

علہ ایضاً سلم، ابو داؤد، ابن ماجہ صلوٰۃ، نسائی صلوٰۃ۔ علم۔

۴۲) حدیث - اسعد الناس بالشفاعة

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ یا رسول اللہ

أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ سعادت اندوز کون ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَاهُ رِيسَةً أَنْ لَا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدٌ أَوْلُ

اے ابو ہریرہ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے یہ بات کوئی نہیں پوچھے گا۔ کیونکہ تمہارے حدیث کے شوق کو جانتا ہوں

مِنْكَ لِمَا سَأَلْتُ مِنْ حَرِيصَةٍ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ

قیامت کے دن میری شفاعت کے ساتھ

الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ عَلَيْهِ

سب سے زیادہ سعادت اندوز وہ ہے جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔

تشریحات ۴۳)

۱) یہاں قیل ہے جس سے معلوم ہوتا کہ پوچھنے والے کوئی اور صاحب ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کے پچھلے حصے سے ظاہر ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں۔ اسی لئے امام قاضی عیاض نے فرمایا یہ تصحیف ہے صحیح قیل کے بجائے قلت ہے جیسا کہ صفۃ الجنة والنار میں خود امام بخاری نے قیل کے بجائے قلت روایت کیا ہے۔

شفاعت کے مدارج ۲) یہ اس لئے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مختلف مدارج

ہیں۔ پہلا درجہ میدان محشر کی ہولناکی میں تخفیف۔ یہ سب کے لئے ہوگی۔ دوسرے بعض کفار کے عذاب میں تخفیف جیسا کہ

ابو طالب کے بارے میں وارد ہے۔ تیسرے بلا حساب و کتاب کچھ لوگوں کو جنت میں داخل کرنا جو تھے کچھ لوگ مستحق نار ہوئے

گئے انھیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرنا یا پھر جو جہنم میں جا چکے ہونگے انھیں سزا کی میعاد سے پہلے جہنم سے نکال کر

جنت میں داخل کرنا چھٹے کچھ جنتیوں کے درجات بلند کرنا۔ ان میں دو پہلی والی شفاعت سے مومن اور کافر بھی بہرہ ور ہوں

گئے۔ اور بقیہ چار خاص مومنین کا حصہ ہے۔ ان چاروں میں کفار کا کوئی حصہ نہیں۔ تو ظاہر ہو گیا کہ مومنین کو کفار کی نسبت

کفار کے زیادہ حصہ ملا۔ اس لئے فرمایا۔ سب سے زیادہ میری شفاعت سے سعادت اندوز سچے دل سے ایمان قبول کرنے والا ہے۔

علہ بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنة والنار۔ سند امام احمد

ت ۱۸) وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَزْمٍ أَنْظِرْ مَا كَانَ مِنْ

اور عمر بن عبد العزیز نے، ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو

حَدِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْكَتَبَةُ فَإِنِّي خِفْتُ

حدیث ہو اسے لکھ لو۔ اس لئے کہ مجھے علم مٹ جانے اور علماء کے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے

دُرُوسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَقْبَلُ الْآحَدِيثُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کے سوا اور کچھ نہ قبول کی جائے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُفْتَشُوا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوا حَتَّى يَعْلَمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ

اور علم کو خوب پھیلاؤ۔ اور (عوام میں) بیٹھو تاکہ بے علم، علم حاصل کریں کیونکہ جب تک علم کو راز

لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُونَ سِرًّا

نہیں بتایا جائے گا علم اٹھے گا نہیں

اقرار باللسان کی اہمیت ۳) یعنی صدق دل سے مسلمان ہوا ہوا منافق نہ ہو، من قال سے ثابت کہ جسے اقرار باللسان

سے کوئی مانع نہ ہو اس پر اقرار باللسان لازم ہے۔

فوائد اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علم دین کا شوق پسندیدہ ہے۔ اور ثابت ہوا کہ استاذ اپنے ذہن اور شوقین تلمیذ

کی حوصلہ افزائی کرے۔ نیز ثابت ہوا کہ مومنین کے لئے شفاعت، حق ہے۔

تشریحات ۱۸

ابوبکر بن حزم مدنی انصاری ۱) ان کا نام ابوبکر اور کنیت ابو محمد۔ یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی جانب سے مدینہ طیبہ

کے حاکم تھے۔ اسی وجہ سے انھیں خصوصیت سے احادیث جمع کرنے کا حکم دیا۔ ان کا دصال ۱۲۷ھ میں ہشام بن عبد الملک

کے عہد میں ہوا۔ چوراسی سال کی عمر پائی۔

۲) تدوین حدیث کی مختصر تاریخ مقدمہ میں مذکور ہے۔ اسی کی ایک کڑی یہ حکم بھی ہے چونکہ حکم صرف احادیث جمع

کرنے کے لئے تاکیدی کر دی کہ اس میں دوسروں کے اقوال نہ لکھے جائیں۔ تاکہ التباس نہ ہو۔ اس عہد

خیر القرون میں جب علم کے اٹھ جانے کا خطرہ تھا تو آج بددعہ ادلی ہے۔ اس لئے علمائے دین کی ذمہ داری ہے کہ علم کی

حق الوسع خوب اشاعت کریں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ حکم ابوبکر بن حزم کو صرف نہ تھا۔ بلکہ تمام آفاق کے لوگوں کو بھی تھا۔ جیسا کہ ابونعیم

④۳ حدیث قبض علم

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَرَعُهُ مِنَ الْعِبَادِ

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے

لَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا الْمَيِّتُ عَالِمٌ اخْتِذَ النَّاسُ رُؤُسًا

اٹھا کر علم بھی اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان

جُمَلًا فَاسْأَلُوا فَأَنْتَوْنَ يَكْفُرُونَ عَلَيْهِمْ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا

سے سند پوچھا جائے گا یہ بے علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے

نے تاریخ اصفہان میں ذکر کیا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "حتی یكون سیراً" تک عمر بن عبد العزیز کا قول ہے۔ اس کا احتمال ضرور ہے۔

مگر اظہر یہ ہے کہ "ذهاب العلماء" تک، حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے۔ اور بقیہ امام بخاری کا اضافہ ہے

جیسا کہ بعد میں اس کے متصل ہی امام بخاری نے سند کے ساتھ صرف "ذهاب العلماء" تک ذکر کیا ہے۔

تشریحات ④۴

تکمیل ① یہ حدیث حجة الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا اس کا ابتدائی حصہ یہ ہے ارشاد فرمایا "علم کو

حاصل کرو قبل اس کے کہ اٹھایا جائے اس پر ایک اعرابی نے عرض کیا کیسے اٹھایا جائے گا فرمایا "علم کا اٹھنا جاہلوں

علم کی وفات ہے۔ تین بار فرمایا

فوائد ② اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ ایسا زمانہ آسکتا ہے کہ کوئی مجتہد نہ رہے۔ ۲۔ جاہل کو مذہبی پیشوا یا مفتی بنانا حرام۔ ۳۔ افتاء دینی ریاست اور مفتی دینی

رئیس ہے۔

علامہ ایضاً الاقسام مایذکر من ذم الراي مسلم علم ۱۳-۱۴-ترندی علم ۵-م۔ ابن ماجہ نے مقدمہ ۸۰-دارمی نے مقدمہ ۳۶

سند امام احمد۔ علاوہ ازیں نسائی نے علم۔ ابن ماجہ سنن۔

۵۰ حدیث - تعیین الیوم للمعظ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے عورتوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبْنَا عَلَيْكَ الرَّجَالَ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ

آپ کی بارگاہ میں مرد ہم پر غالب ہیں حضور اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے

نَفْسِكَ فَوَعَدَهُمْ يَوْمًا لِقِيهِمْ فِيهِ فَوَعظَهُمْ وَأَمَرَهُمْ فَكَانَ يَوْمًا قَالَ

مقرر فرمادیں حضور نے عورتوں سے ایک دن ملہ مقرر کر کے وعدہ فرمایا اس دن عورتوں کے پاس تشریف لیگے انھیں

لَهُمْ مِمَّا مِنْكُمْ إِمْرَأَةٌ تَقْدِمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا جَاءَ مِنَ النَّارِ

وعدہ فرمایا انھیں جو احکام دیے ان ارشادات میں یہ تھا تم میں سے جو عورت تین بچے لے آئے گی بھیجے یہ بچے اس کیلئے

فَقَالَتْ إِمْرَأَةٌ وَاثْنَتَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَتَيْنِ لَ

آگ سے آڑھ ہو گئے اس پر ایک عورت نے عرض کیا اور جس نے دو بھیجی ہو فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے۔

تشریحات ۵۰

ذکر خیر کی مجلس کے لئے دن معین کرنا سنت ہے | ① حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ عورتوں کی درخواست

پر فرمایا فلاں عورت کے گھر جمع ہو جانا اس دن گھر میں تشریف لے گئے اور انھیں وعظ فرمایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ذکر خیر یا کار خیر کیلئے دن اور جگہ مقرر کرنا سنت ہے جیسے وعظ، میلاد شریف، نیاز، فاتحہ ہوس وغیرہ

نابلغ بچوں کے فوت ہونیکا ثواب | ② اس کے بعد دالی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ ایسے بچے جو

بالغ نہ ہوئے ہوں۔ مراد یہ ہے کہ جس عورت کے تین نابلغ بچے فوت ہو گئے ہوں اور اس نے صبر کیا۔ اسے جہنم سے نجات

ہے یا تو یوں کہ بچے شفاعت کر کے جہنم سے بچائیں گے۔ یا اللہ عزوجل انکی مصیبت پر رحم فرما کر بخش دیگا۔ عورت کی تخصیص

نہیں۔ مرد بھی اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس کی حدیث میں ہے مَا مِنْ النَّاسِ مُسْلِمٍ

کمی بھی مسلمان مرد کے تین بچے فوت ہوں اور ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مَا

مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَقَّى لَهَا - یعنی جن دو مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں۔ تین اور دو کی بھی تخصیص نہیں بلکہ ایک

لے اسے امام بخاری نے جائز فضل من مات له ولد - اعتصام تعلیم الرجل امتہ - میں اور مسلم نے مسافرن میں (۳۱) باب

دترمیں (۱۸) نسائی نے قبلہ میں (۱۴) ابن ماجہ نے اقامت میں (۶۶) امام احمد نے ابنی مسند میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۷۶) حدیث۔ مَنْ كَذَبَ عَلِيَّ

سَمِعْتُ رَبِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

رَبِيَّ بْنَ حِرَاشٍ کہتے ہیں میں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

بچے کے بھی فوت پر یہ ثواب ہے۔ جیسا کہ ترمذی کی متعدد احادیث میں تصریح ہے کہ عرض کیا گیا۔ دو، تو فرمایا دو بھی، پھر عرض کیا گیا ایک، تو فرمایا ایک بھی نابالغ کی تخصیص اس لئے ہے کہ ماں باپ کے چھوٹے بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے (۳) یہ عرض کر نیوالی یا تو ام سلیم تھیں یا ام ایمن یا ام مبشر، تینوں روایتیں ہیں۔

تشریحات (۷۶)

رَبِيَّ بْنَ حِرَاشٍ (۱) تابعی ثقہ ہیں۔ زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ ان کے دو بیٹے حجاج کے باغی تھے۔ حجاج

نے ان کے پاس آدمی بھیجا۔ حجاج کے فرستادے نے ان سے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کہاں ہیں۔ بتا دیا گھر میں ہیں۔

حجاج نے جب سنا تو یہ کہہ کر معاف کر دیا۔ تم دونوں کے باپ کے سچ بولنے کی وجہ سے معاف کر دیا۔ یہ قسم کھائی کہ

اس وقت تک نہ ہنسوں گا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میرا ٹھکانہ جنت میں ہے یا دوزخ میں۔ عمر بھر کبھی نہ ہنسے تو

کے بعد مسکرا رہے تھے۔ ربیع کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف اس ایک حدیث کا سنا ثابت ہے۔ عمر

بن عبد العزیز کی خلافت یا سکنہ میں وفات پائی۔

حضرت علی دَجَنی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) نام علی ہے کینت ابوالحسن ابوتراب ہے۔ حیدر، اسد اللہ خطابات ہیں۔

انھیں اپنی کینت ابوتراب بہت پسند تھی۔ اس لئے کہ یہ کینت خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھی تھی

ان میں اور سیدہ میں کچھ شکر رنجی ہو گئی یہ مسجد میں فرش پر جا سو رہے۔ آنحضور تشریف لائے۔ انھیں اٹھایا۔ پیٹ پر

گر د لگی تھی۔ فرمایا۔ حم یا ابا تراب۔ اے ابوتراب اٹھو۔

اعلان نبوت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے ان کی تربیت آغوش نبوی

میں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ انکی

شادی فرمائی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور حق جاں نشاری ادا کیا سوائے غزوہ تبوک کے۔ اس موقع پر مدینہ

طیبہ میں ان کو اپنا نائب بنا کے رکھا تھا۔ ان کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضور کے محبوب داماد اور پردہ ہیں۔ مدینہ طیبہ میں جب رشتہ موافات قائم

فرمایا۔ تو ازراہ کرم ان سے فرمایا۔ انت اخي في الدنيا والاخرة۔ سابقین اولین فلفلے راشدین عشرہ مبشرہ اور

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانتکذبوا علی فإنة من کذب علی فلیج النار علیہ

مجھ پر جھوٹ مت باندھو کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جہنم میں جائے گا۔

ان چھ افراد خاص میں ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے راضی گئے صحابہ کرام کی صف اول کے علماء ربانین اور دنیا کے بہادروں میں سب سے یکتا ہیں۔ یہی وہ بطل جلیل ہیں جنہوں نے عربیہ عبد و د کو قتل کیا اور خیبر میں مرحب کو خاک و خون میں ملا کر خیر فتح فرمایا۔ جنگ اُحد میں انتہائی نازک وقت میں بھی ساتھ ساتھ رہے اس غزوہ میں سولہ زخم کھائے مگر قدم میں لغزش نہ ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد باتفاق تمام اہل حل و عقد ۳۵ھ میں ذوالحجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے۔ تین ماہ کچھ دن کم پانچ سال تک مسند اُرائے خلافت رہے۔ اٹھارہ رمضان المبارک ۳۵ھ میں نماز فجر کیلئے جاتے ہوئے مسجد کوفہ میں عبدالرحمن بن ملجم نے سر اقدس پر زہر آلود تلوار ایسی ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی۔ تیسرے دن بیس رمضان کو اسی صدمے سے وصال فرمایا۔ سبطین کریمین اور عبداللہ بن جعفر طیار نے غسل دیا۔ حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ براہِ بیتِ منجی کو گھونٹنے ہی میں مدفون ہوئے۔ عمر مبارک تریسٹھ سال کی ہوئی۔ حضرت علی سے پانچ سو چھیاسی حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری اور مسلم دونوں نے بائیس۔ اور نو تہا بخاری نے اور پندرہ صرف مسلم نے ذکر کی

(۳) علم دین اور اسکی نشر و اشاعت کے فضائل بیان کرنے کے بعد ضروری تھا کہ جہل بنام علم کے مفساد اور اس پر جو وعیدیں وارد ہیں ان کو بھی بیان کر دیا جائے۔ اس لئے کہ علم سے جتنا نفع نہیں ہوتا، جہل بصورت علم سے کہیں زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

اس سلسلے میں سب زیادہ اہمیت احادیث کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات، دین ہیں اب اگر کوئی فتنہ پرور اپنی کسی بات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے یہ کہے کہ یہ حضور اقدس کا ارشاد ہے۔ تو اس سے دین میں کتنا بڑا رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں احادیث کے یاد کرنے، انکی نشر و اشاعت کی زیادہ سے زیادہ ترغیب دی ہے وہیں حدیثیں گڑھ کہ آنحضور کی طرف منسوب کرنے کی شدت ممانعت فرمائی ہے۔ اور اس پر سب سے بڑے عذاب جہنم کی وعید فرمائی ہے اس اہمیت کے پیش نظر امام بخاری نے اس مضمون کی پانچ احادیث پانچ صحابہ سے مروی یہاں ذکر کیں۔

حدیث گڑھنا بہر حال حرام ہے (۴) جھوٹی حدیث وضع کرنی بہر حال حرام قطعی و اشد کبیر ہے۔ خواہ وہ مفائد

علم بہ حدیث امام مسلم نے مقدمہ ترمذی نے علم میں (۵) منافق میں نسائی نے علم میں ابن ماجہ نے سنت میں امام احمد نے سند میں بھی ذکر کیا ہے۔

حدیث ایضاً

عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ أَرَأَيْتَ لَا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں نے (اپنے والد) زبیر سے کہا

کی ہوں خواہ احکام کی خواہ وہ فضائل و مناقب کی ہوں، خواہ ترغیب و ترہیب کی موضوع ہے اس کے موضوع ہونے کو ظاہر کئے بغیر اسے بیان کرنا بھی حرام ہے۔

وضع کا حکم لگانے میں قیاط لازم ہے ⑤ جس طرح حدیث گڑھا حرام ہے اسی طرح کسی حدیث کا انکار بھی

گمراہی ہے۔ اس لئے اس معاملے میں دونوں طرف کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ علمائے سلف ان تمام کاموں سے فارغ ہو چکے اب ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ علامہ عینی نے یہاں یہ بھی تاکید فرمائی ہے۔ احادیث پوری صحت کیساتھ پڑھی جائیں ان میں بخوبی صرفی لغوی غلطی نہ ہو جتنے نام ہوں صحیح پڑھے جائیں ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ بھی اس وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ اسی طرح حرف کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرے ورنہ اس وعید میں ضرور داخل ہوگا اگر معنی فاسد ہو گئے ورنہ اندیشہ بہر حال ضرور ہے۔

فلیج النار کی توجہ ⑥ فلیج النار صیغہ امر خبر کے معنی میں ہے یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا اس کی موید مسلم شریف کی روایت بطریق غندر عن شعبہ جمیع فرمایا۔

مَنْ يَكْذِبُ عَلَيَّ يُلْجِ النَّارَ۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جہنم میں جائیگا۔

بناہن ماجہ بطریق شریک عن منصور کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے جس میں یوں ہے کہ فرمایا۔

الْكَذَابُ عَلَيَّ يُؤْجِلُ النَّارَ۔ مجھ پر جھوٹ باندھنا جہنم میں داخل کرے گا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بد دعا ہے۔

تشریحات ④

زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ① یہ حضرت خدیجہ کے چچا عمو کے بیٹے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھو بی

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے صاحبزادے سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ اعدان چھ نفوس قدسیہ میں سے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی رہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ سو لہ سال کی عمر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کے ہاتھ پر بالکل ابتداء میں جب کہ تین یا چار حضرات شرف باسلام ہوئے تھے۔ ایمان قبول فرمایا۔

اُسیہ ان کے چچا چٹائی میں لیٹ کر دھونی دیتے۔ مگر یہ فرماتے میں ہرگز کافر نہ ہوں گا۔ سب سے پہلے راہ خدا میں انھوں نے اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ ہوا یہ کہ ایک بار مکے میں دشمنوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ گرفتار کر لئے گئے یہ سننے ہی تلوار نیام سے کھینچ کر لوگوں کی بھڑکھڑاتے ہوئے نکلے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالائی حصے میں تھے۔ جب حاضر خدمت ہوئے پوچھا کیا بات ہے؟ واقعہ عرض کیا حضور نے ان کے لئے اور ان کی تلوار کے لئے دعا فرمائی دونوں پیرتیں کیں۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور بہت نمایاں معرکے سر کئے۔ غزوہ خندق میں ایک رات سخت سردی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ہے جو دشمنوں کا حال معلوم کر کے آئے تین بار فرمایا۔ مگر کوئی تیار نہیں ہوا۔ تیسری بار یہ آمادہ ہو گئے۔ اور دشمن کے کیمپ میں جا کر حال معلوم کر کے آئے اس وقت ارشاد فرمایا۔

لکل بنی حوا س یون و حواری الزبیر۔ ہر نبی کے کچھ خاص معتمد دگار ہوتے ہیں اور میرا خاص معتمد دگار زبیر ہے۔ غزوہ اُحد میں یہ بھی ان چودہ جاں نثاروں میں تھے جو شمع رسالت کے لئے جھار بنے رہے۔

جنگ جمل میں حضرت علی کے مقابل تھے ایک بار آنا سامنا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد دلایا۔ اے زبیر تم ایک دن علی سے لڑو گے اور تم ظالم ہو گے یہ سننے ہی میدان جنگ سے چل پڑے۔ بصرہ کے قریب ہی دادی سباع کے ایک گاؤں سفوان میں پہنچ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ عمرو بن حرموز البیہمی نے چپکے سے پیچھے سے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علی کی خدمت میں عمرو ان کی تلوار لے کر حاضر ہوا اور کہا میں نے زبیر کو قتل کر دیا حضرت علی نے فرمایا یہ تلوار مدت دراز تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصائب دور کرتی رہی۔ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت ہو۔ عمرو نے کہا اے علی آپ کی ذات مسلمانوں میں عجب دغریب ہے آپ کا دوست بھی جہنمی اور دشمن بھی جہنمی۔ اس وقت وہیں دفن کر دیئے گئے۔ بعد میں منتقل کر دیئے گئے۔ بصرہ میں نذر مبارک مشہور و معروف ہے جس میں شہادت ہوئی۔ باسٹھ سال کی عمر پائی۔

اغیار محابہ میں کھتے۔ وفات کے وقت کر دروں نقد ترکہ چھوڑا تھا۔ ان سے اڑتیس حدیثیں مروی ہیں۔

متفق علیہ اور سات افراد بخاری سے ہیں۔

② ابن ماجہ میں خاص عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مذکور ہے۔

أَسْمَعُكَ تَحَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کو نہیں سنتا جیسا کہ

يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمَأْفَارِقُهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ

فلاں اور فلاں بیان کرتے ہیں زیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سنو! میں رسول اللہ سے (سفرِ حرم میں) جدا نہ رہا لیکن

مَنْ كَذَبَ عَلَى فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعِدَهُ مِنَ النَّارِ ع ۝ (۵) حدیث ایضا۔ قَالَ

میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

أَنْسُ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أَحَدٌ ثَكُمُ حَدِيثَ الْكَثِيرِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات رد کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَى عَذْبٍ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعِدَهُ مِنَ النَّارِ ع ۝

وسلم نے فرمایا جو قصدِ امچھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

حضرت زبیر کے حضور سے نشے (۳) زبیر بن بکار نے کتاب النسب میں اسے یوں روایت کیا کہ

عبداللہ بن زبیر نے فرمایا مجھے اپنے والد حضرت زبیر کے حدیث کم بیان کرنے سے تکلیف تھی اس کو میں نے ان سے پوچھا

تو فرمایا۔ اے بیٹے میرے اور حضور کے مابین جو رشتہ ہے وہ تم جانتے ہو۔ انکی پھوپھی صفیہ میری ماں ہیں اور انکی

زوجہ خدیجہ میری پھوپھی اور ان کی والدہ آمنہ اور میری دادی ہالہ بنت وہیب بہن ہیں۔ تمہاری ماں اور ان کی اہلیہ

عائشہ بہن ہیں لیکن چونکہ میں نے حضور سے اس سلسلے سے اس لئے حدیث کم بیان کرتا ہوں

حضرت زبیر کی احتیاط کا نکتہ (۴) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ کثرت سے حدیثیں بیان

کرنے میں خطا کا اندیشہ ہے اس لئے میں احتیاط کرتا ہوں۔ اگرچہ حرام و گناہ بالقصد جھوٹ باندھنا ہے اور سہو یا خطا

اگر جھوٹ صادر ہو جائے تو معاف ہے مگر جب کسی کو کثرت سے حدیث بیان کرنے میں خطا کا اندیشہ ہو تو ضرور کثرت

اعادیت بیان کرنا ممنوع ہے۔ اس میں بڑا فساد یہ ہے کہ لوگ ثقہ کی روایت پر اتملہ کر کے اسے قبول کریں گے اس

کے مطابق اعتقاد رکھیں گے اس پر عمل کریں گے حالانکہ یہ اعتقاد و عمل ایسی بات پر ہوگا جو شارع نے نہیں فرمایا۔

اسی لئے محتاط صحابہ نے کثرت سے احادیث بیان کرنے سے پرہیز فرمایا رہ گئے مگر بنی تو انھیں اپنے حافظہ پر اعتماد

علیہ اسے ابوداؤد و لدی و نسائی نے علم میں اور ابن ماجہ نے سنت میں ذکر کیا ہے علیہ اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی علم میں ذکر کیا ہے۔

(۹) حدیث - ایضاً

عَنْ سَلَمَةَ هَوَابْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

يَقُولُ، مَنْ يَفْكُلْ عَلَى مَالٍ أَقْلٍ فَلْيَتَّبِعْهُ مَقْعَدَ لَا مِنَ النَّارِ -

جس نے میری طرف منسوب کر کے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے

اور وثوق تھا بیان کرنے میں انھیں خطا کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے بیان فرمایا۔ یا یہ کہ انکی عویں زیادہ ہوئیں نہ سنے
حوادث اور واقعات پیدا ہوئے۔ اور لوگوں نے ان سے سوالات کئے اور عند السوال کتمان علم حرام۔ اس سے بچنے
کے لئے انھوں نے جو یاد تھا فرمادیا۔

حضور پر بالقصد جھوٹ باندھنا حرام ہے (۵) یہاں متعمد انہیں لیکن ابن ماجہ اور اسماعیلی کی روایت

میں متعمد ہے۔ اور یہ طے ہے کہ وعید اسی صورت میں ہے جبکہ قصد جھوٹ باندھا جائے۔ اس پر اجماع امت ہے کہ
اس بارے میں بھی خطا دہو معاف ہے۔

تشریحات (۹)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱) یہ بہت مخربہادر ماہر تیر انداز اور فاضل تھے بیحد الر عنوان میں شریک

ہوئے انہوں نے تین بار بیت کی۔ شروع میں۔ درمیان میں۔ اخیر میں۔ یہی وہ بزرگ ہیں کہ ان سے بھیڑیے نے کلام
کیا۔ ہوا یہ کہ انھوں نے ایک بھیڑیے کو دیکھا کہ وہ ایک ہرن پڑے ہوئے بنے انھوں نے بھیڑیے کا پیچھا کیا۔ اور اس سے
ہرن چھین لیا۔ اس پر بھیڑیے نے کہا۔ تجھے خرابی ہو میرا اور تیرا کیا حال ہے۔ اللہ نے مجھے رزق دیا تو نے اسے چھین لیا۔ حالانکہ
وہ تیرا مال نہیں۔ یہ سن کر انھوں نے کہا اے اللہ کے بند وہ کتنی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا کلام کر رہا ہے۔ اس پر
بھیڑیے نے کہا اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کھجوروں میں اللہ کے رسول ہیں جو تم کو اللہ کی عبادت کی طرف
بلاتے ہیں اور تم بتوں کی عبادت پر مہر ہو۔ یہ سن کر سلمہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔مشکوٰۃ میں بھی ایک بھیڑیے کے کلام کرنیکا واقعہ ہے جس میں یہ ہے کہ ایک یہودی چر رہا ہے کیسا تھو یہ واقعہ
پیش آیا۔ اور بھیڑیے نے یہ کہا اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ ہے کہ ایک صاحب ان دونوں سنگستانوں کے درمیان
غلستان میں ہیں۔ جو تم کو ان تمام باتوں کی خبر دیتے ہیں جو گزر چکا اور ان تمام باتوں کی بھی جو تمہارے بعد ہوں گی
اس یہودی نے خدمت میں آکر بتا دیا اور سلمان ہو گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور

۸۰) حدیث ایضاً

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ تَسْمَوُا بِأَسْمِي وَلَا تَكْنُؤُوا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَأَى نِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ سَأَى نِي

میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو جس نے مجھے خواب میں دیکھا کہ اس نے بلاشبہ مجھ

فرمایا۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ انسان جب اپنے گھر واپس ہوگا تو اس کے جوتے اور اس کا کوڑا بتائے گا کہ تمہارے گھر سے جانے کے بعد گھر والوں نے کیا کیا علہ۔

حضرت سلمہ نے مدینہ طیبہ میں ۱۷۷ھ میں اسی سال کی عمر پا کر دھال فرمایا۔ ان سے سہتر حدیثیں مروی ہیں۔
سورہ متفق علیہ پانچ افراد بخاری اور نو افراد مسلم سے ہیں۔

۲) بخاری میں بیس سے زائد ایسی احادیث ہیں جن کو ثلاثیات کہتے ہیں یعنی ان کی سندیں بہت مختصر ہیں۔ امام بخاری اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین صرف تین راوی ہیں۔ یہ حدیث ثلاثیات میں سے اعلیٰ ہے۔

روایت بالمعنی ۳) جو لوگ روایت بالمعنی جائز نہیں مانتے وہ لوگ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اسلئے کہ قول لفظ ومعنی کے مجموعے کو کہتے ہیں اگر لفظ بدل گیا تو بعینہ دہی قول نہ رہا۔ لیکن جمہور روایت بالمعنی کو جائز مانتے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی توجیہ یہ کرنے میں کہ مراد یہ ہے کہ لفظ ایسا بدل دے کہ معنی کچھ کے کچھ ہو جائیں یہ حرام ہے اس اختلاف کے باوجود سب کا اس پر اتفاق ہے کہ روایت باللفظ ادلیٰ ہے۔

تشریحات ۸۰)

لغات ۱) کسی چیز کے خاص نام سے اگر تعریف یا برائی ظاہر ہو تو اسے لقب کہتے ہیں جیسے صدر الشریعہ مفتی اعظم ہند درنہ اگر اس کے شرمع میں اب یا ام ہو تو کنیت ہے جیسے ابو بکر ابو حفص۔ درنہ نام ہے جیسے عمر، عثمان۔ شیطان یا نو شاط بمعنی هَلَاک سے مشتق ہے اس تقدیر پر یہ فعلان کے وزن پر ہوگا اس میں الف فون زائد تان ہوں گے اور یہ غیر منفرد ہوگا یا شَيْطَان بمعنی بعد سے مشتق ہے تو یہ فعلال کے وزن پر ہوگا اسکا فون اصلی ہوگا اس تقدیر پر یہ منفرد ہوگا جن انسان، جانوروں میں جو سرکش فہم و موزی ہو اسے شیطان کہتے ہیں یہاں مراد مشہور و معروف شیطان ہے۔

علہ مشکوٰۃ، معجزات، فصل ثانی ۱۷۷ھ

دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور جو مجھ پر قصد اچھوٹ باندھے وہ اپنا

ٹھکانا جہنم بنا لے

نام نامی اور کنیت کا حکم (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تک یہ حکم تھا کہ نام نامی اور کنیت مبارکہ ابوالقاسم کسی کی رکھنی جائز نہیں اس کا سبب یہ تھا کہ یہود ابوالقاسم کنیت رکھتے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھتے تو پکارتے "اے ابوالقاسم" جب متوجہ ہوتے تو کہتے آپ کو نہیں بلایا ہے۔ چنانچہ صحیحین اور ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضور کو دیکھ کر کہا۔ اے ابوالقاسم جب حضور متوجہ ہوئے تو اس گستاخ نے کہا۔ آپ کو نہیں۔ فلاں کو بلایا تھا اس پر فرمایا میرے نام پر نام رکھو کنیت نہ رکھو اس لئے منع کر دیا گیا۔ نام نامی پر نام رکھنے کی حیات مبارکہ میں بھی اجازت تھی مگر ابوداؤد شریف میں ہے کہ فرمایا اگر میرا نام رکھو تو میری کنیت مت رکھنا اور اگر میری کنیت رکھو تو میرا نام مت رکھنا۔

نیز نرمدی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى اَنْ يَجْمَعَ - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام اور کنیت جمع کرنے سے منع
 اُحد بین اسمہ وکنیتہ ویسی محمد ابا القاسم۔ فرمایا اور اس سے بھی کہ جس کا نام محمد ہو اسکی کنیت ابو القاسم رکھی جائے
 اس سے ظاہر ہے کہ دونوں جمع کرنا ممنوع تھا عرف محمد نام رکھنا یا صرف ابو القاسم کنیت رکھنے کی ممانعت نہ تھی۔
 اور بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نام رکھنے کی اجازت تھی اور ممانعت کنیت رکھنے کے ساتھ خاص تھی۔
 اس قسم کا جو بھی حکم تھا یہ صرف حیات مبارکہ ہی تک محدود تھا بعد وصال نام نامی اور کنیت مبارکہ دونوں کو جمع کرنا خود حضور
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ثابت ہے جیسا کہ ابو داؤد ^{رحمہ} میں ہے کہ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ
 اگر حضور کے بعد میرے لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام حضور کے نام پر اور اس کی کنیت حضور کی کنیت پر رکھوں۔ فرمایا۔ اجازت

علیہ السلام امام بخاری نے ادب، باب من سکی باسما والانبیاء میں بھی اور امام مسلم نے مقدمہ میں صرف اخیر کا حصہ ذکر کیا ہے

عنه بخارى، مناقب كنيته النبى صلى الله تعالى عليه وسلم - سلم النهى عن التكنى بابى القاسم - ترمذى كراهية الجمع بين اسم النبى
وكنيته ^ع كراهية الجمع بين اسم النبى وكنيته - ^{هـ} لاب - من رأى لا يجمع بينهما - ^{هـ} ادب الرخصة فى الجمع بينهما -

ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھی۔

خواب میں زیارت

یہ حدیث اس کی دلیل ہے جو بیدار بخت خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو اس نے حضور ہی کی زیارت کی۔ حضور کی زیارت کا مطلب یہ ہے کہ جو علیہ مبارک منقول ہے اس کے مطابق دیکھے۔ اس لئے شائقین زیارت کو لازم ہے کہ حلیہ مبارکہ یاد رکھیں۔ جس طرح شیطان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح کسی بنی کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لئے خواب میں اگر کسی بنی کی زیارت ہو اور ان کے منقول حلیے کے مطابق تو اس نے واقعی اس بنی کی ہی زیارت کی۔ یہ حدیث من کذب علی الخ صحیح یہ ہے کہ متواتر ہے۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ سے مروی ہے۔ امام نووی سے منقول ہے کہ دو سو صحابہ سے مروی ہے۔ اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید نہیں۔ امام بخاری نے یہاں پانچ صحابہ سے روایت کی ان کے علاوہ جنائز میں مغیرہ بن شعبہ سے اخبار بنی اسرائیل میں، عبد اللہ بن عمرو سے مناقب میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت کی۔

علامہ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل احادیث بھی متواتر ہیں: (۱) من بنی للہ مسجد ابی اللہ لہ بیتا فی الجنة۔ (۲) صحیفین (۳) رفع یدین۔ (۴) حدیث شفاعت (۵) حدیث توفی (۶) حدیث رویت باری (۷) الائمتہ من قریش (۸) حدیث مسواک۔ مگر ان میں حصر نہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی احادیث متواتر ہیں۔

حسن ترتیب

امام بخاری نے پہلے حضرت علی کی حدیث ذکر کی جو مقصود باب ہے پھر حضرت زبیر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے کتنا ڈرتے تھے۔ اور کتنا پکتے تھے۔ مگر اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ بکثرت احادیث بیان کرنا مذموم ہے اس کے ازالے کے لئے حضرت انس کی حدیث ذکر کی جو مکثرین حدیث میں سے ہیں۔ جس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ تکثیر حدیث اس وقت ممنوع ہے۔ جب کہ خطا کا احتمال ہو ورنہ محمود و مامور ہے۔ پھر ختم حضرت ابو ہریرہ کی حدیث پر فرمایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پر جھوٹ باندھنا بہر حال منع ہے۔ خواہ جھوٹ یوں ہی باندھے کہ بیداری میں فرمایا خواہ یوں کہ خواب میں فرمایا۔ التزاماً یہ ثابت ہو گیا کہ جس نے خواب میں زیارت نہیں کی اور پھر کہے کہ میں نے زیارت کی یہ بھی حرام ہے کہ سبھی ایک طرح کا جھوٹ باندھنا ہے۔



۸۱) حدیث. هل عندکم کتاب

عَنْ أَبِي جَحِيفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيِّ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ

ابو جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ فرمایا نہیں نہ صرف

اللَّهِ أَوْ قَوْمِهِمْ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ

کتاب اللہ یا داناؤ جو مسلمان کو عطا کی گئی یا جو اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا اس میں کیا ہے؟

وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَالُ الْأَسِيرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ

فرمایا عقل (دیت کے احکام) اور قیدی آزاد کرنے (کی ترغیب) اور یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریحات ۸۱)

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ① پہلا حرف جیم مضموم پھر حار مفتوح۔ ان کا نام وہب بن عبد اللہ سؤالی ہے۔ یہ کونے

کے باشندے صغار صحابہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے

تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت فاضل اور معتمد تھے۔ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں رہے۔ ان کو کونے

کے بیت المال کا امین بنایا تھا ۲۳ سنہ میں وصال فرمایا ان سے بیستالیس احادیث مروی ہیں۔ دو بخاری اور مسلم دونوں

نے۔ دو صرف بخاری نے اور تین صرف مسلم نے روایت کی ہیں۔

شیعوں کی تردید ② شیعہ یہ گمان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کچھ خاص وحی کے

اسرار مکتوب کی شکل میں عطا فرمایا ہے جس کی کسی کو خبر نہیں۔ اس پر جحیفہ نے یہ سوال کیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت علی سے

یہ سوال قیس بن عباد اور اشتر نخعی نے بھی کئے تھے۔ سب کو یہی جواب ملا۔ البتہ صحیفے کی تفصیل میں کچھ زیادتی کہیں کہیں

ہے اس صحیفے سے مراد ایک مکتوب ہے جسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار کی نیام میں رکھتے تھے اس میں ان

تین باتوں کے علاوہ اور بھی لکھا ہوا تھا۔ مثلاً یہ کہ مدینہ بھی حرم ہے۔ جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے نام پر ذبح کرے اس پر

اللہ کی لعنت۔ مومن کے خون مساوی ہیں۔ اس کے ذمے کو پورا کرنے کے لئے ادنیٰ بھی کوشش کرے گا۔ زکوٰۃ کی

مقدار۔ چونکہ سوال سے یہ مقصود تھا کہ آپ کے پاس کوئی مخصوص کتاب ہے جس میں وہ اسرار ہوں جس کی کسی کو خبر نہیں

علہ ایضا بخاری الجہاد، نکاح الاسیر، دیت، لا یقتل مسلم بکافر، غاقلہ، ابوداؤد، دیات (۱۱ و ۱۲)، ترمذی دیات (۱۶)

نسائی فسامہ (۹ و ۱۰)، ابن ماجہ دیات (۲۱) داری (۵) مسند امام احمد۔

۸۱ حدیث۔ حضرت ابو ہریرہؓ کثرین حدیث میں سے ہیں

سَمِعْتُ أَبَاهُ رِزْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں صحابہ میں کوئی مجھ سے زیادہ حدیث والا نہیں

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدٍ لِلَّهِ

سوائے عبد اللہ بن عمرؓ کے

فرمایا ایسی کوئی کتاب میرے پاس نہیں یہ ایک مکتوب ہے مگر اس میں راز کی کوئی بات نہیں جو سب مسلمان جانتے ہیں یہی باتیں اس میں ہیں۔ راویوں کو جو یاد رہا بیان کر دیا۔ اسی سے ردافض کے اس قول کی بھی تردید ہو گئی۔ جو وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید محرف ہے اس میں اعراب بدل دیے گئے ہیں۔ آیتوں کو آگے پیچھے کر دیا گیا ہے اور اس کے کچھ حصے حذف کر دیے گئے اصل قرآن غیر محرف مکمل حضرت علیؓ کے پاس تھا۔ جو ان کے بعد دست بدست ائمہ معصومین کے پاس رہا۔ جسے امام غائب لیکر "سہ من سہای" کے غار میں غائب ہو گئے۔ کہ اگر حضرت علیؓ کے پاس کوئی اور قرآن ہوتا تو وہ اپنے ان مخصوص معتمدین کو ضرور بتا دیتے۔

۳ العقل۔ اس سے مراد دیت ہے یعنی خوبہا قتل کا معاوضہ عقل کے معنی رستی سے اونٹ باندھنا۔ چونکہ دیت کے اونٹ لاکر مقتول کے گھر باندھے جاتے تھے۔ اسی مناسبت سے دیت کو عقل اور جن لوگوں پر دیت واجب ہوتی ہے ان کو عقائد کہتے ہیں۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الدیات میں آئے گی۔

تشریحات ۸۲

حدیث لکھنے کی ابتدا ○ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

حدیث لکھنے کی اجازت طلب کی حضور نے اجازت دیدی۔ اسلئے وہ لکھا کرتے تھے اور زبانی بھی یاد کرتے تھے انھوں نے فرمایا میں نے ہزار حدیث یاد رکھی۔ مگر اس کے باوجود حضرت ابو ہریرہؓ سے پانچ ہزار تین سو حدیثیں مروی ہیں اور ان سے آٹھ سو حضرات نے حدیث حاصل کی اور عبد اللہ بن عمرؓ صرف سات سو مروی ہیں اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کچھ دن طائف میں رہے اور پھر مصر چلے گئے۔ علاوہ ازیں یہ عبادت میں زیادہ وقت گزارتے تھے وہاں اس کا موقع کم تھا۔ شارحین نے ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو اہل کتاب کی کچھ کتابیں مل گئی تھیں وہ اس کا مطالعہ کرتے اور لوگوں سے بیان کرتے اس لئے تابعین کی ایک جماعت نے ان سے حدیث اخذ کرنا ترک کر دیا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ طیبہ ہی

بن عمرو فَاِنَّ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ عَلَيْهِ

اس لئے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

۸۳ حدیث قرطاس

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا کہ جب بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض سخت ہو گیا۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَهُ قَالَ اِئْتُونِي بِكِتَابِ الْكُتُبِ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا

تو فرمایا لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو سکو۔

میں رہتے تھے۔ جو اس زمانے میں علم حدیث کے شائقین کا مرجع اعظم تھا نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا

حافظ اتنا فوری فرمادیا تھا کہ جو سنتے کبھی نہ بھولتے جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔ اس لئے عبداللہ بن عمر کے پاس لکھنے کے باوجود

اتنا ذخیرہ نہ جمع ہو سکا جو ان کے حلقے میں موجود تھا۔ رہ گیا حضرت ابو ہریرہ کا یہ فرمانا کہ وہ مجھ سے زیادہ حدیث والے

ہیں یہ انھوں نے اپنے اندازے کے مطابق فرمایا۔ ان کا اندازہ یہی تھا کہ میں صرف یاد رکھتا ہوں اور وہ لکھتے بھی ہیں۔

اور زبانی یاد بھی کرتے ہیں تو ان کے پاس زیادہ حدیثیں ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ نے یہ عہد نبوی کی بات کی ہے ورنہ بعد میں انھوں نے بھی حدیث لکھنا شروع کر دیا تھا جس کا بہت

بڑا ذخیرہ تھا۔ جیسا کہ فتح الباری میں ابن دہب کے حوالے سے ہے حسین ابن عمرو بن امیہ نے کہا حضرت ابو ہریرہ میرا

ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور بہت سی کتابیں دکھائیں اور فرمایا دیکھو یہ میرے یہاں لکھی ہوئی رکھی ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حادثہ

کا قلمبند کرنا شروع ہو چکا ہے اس کے علاوہ اور بھی طریقوں سے ثابت ہے اسکی تفصیل مقدمہ میں گذر چکی۔

تشریحات ۸۳

تکمیل ۱) یہ حدیث کے علاوہ بخاری میں سات جگہ وارد ہے ان سب روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ دھال

سے چار دن قبل، جمعرات کو مرض میں بہت شدت ہو گئی اسی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حاضرین سے فرمایا کہ لکھنے کا سامان لاؤ۔ میں ایسی بات لکھوا دوں یا لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ مرض کی شدت

بَعْدَ لَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمرؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے۔

غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا۔ فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّفْظُ قَالَ قَوْمُوا

اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن) موجود ہے جو کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہوا اور باتیں بڑھیں۔ تو فرمایا

سے جو حال تھا اس کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی کتاب ہمیں کافی ہے اس پر اختلاف ہوا کچھ لوگ کہتے تھے کہ سامان کتابت لایا جائے اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ ہمیں کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کیا حضورؐ نے ہیں چھوڑ دیا۔ حضورؐ سے پوچھو۔ آپس کی تکرار سے حضورؐ کو تکلیف ہوئی اور فرمایا۔ تم لوگ چلے جاؤ۔ مسند امام احمد میں ہے کہ یہ خطاب عام نہ تھا خاص حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ سامان کتابت لاؤ۔ ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس سے ثابت کہ ان روایات میں لفظ اگرچہ عام ہے مگر یہاں بھی مخاطب حضرت علیؓ ہی ہیں۔

تشہبات اور جوابات (۲) اس حدیث میں دو سر مقامات پر لفظ اھجر استعمال ہوا ہے۔

کے معنی سرسامی کیفیت کے بھی ہیں۔ روانض نے زور باندھا ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ حاضرین نے کہہ دیا کہ حضورؐ کو سرسام ہو گیا۔ ہذیانی حالت ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ زبردستی حضرت عمرؓ کے سر تھوپ دیا کہ انھوں نے یہ کہہ دیا۔ اس سلسلے میں جتنی روایتیں ہیں کسی میں حضرت عمرؓ کی طرف یہ قول منسوب نہیں سب میں یہی ہے۔ قالوا غور کرنے کی یہ بات ہے جو کچھ حضرت عمرؓ نے کہا اسے قال عمرؓ سے بیان کیا۔ اگر یہ بھی حضرت عمرؓ کا قول ہوتا تو کیا چیز مانع تھی کہ حضرت ابن عباسؓ اسے جرات کے ساتھ نہ بیان فرماتے کہ حضرت عمرؓ نے یہ کہا حضرت عمرؓ کے قول کو قال عمرؓ سے اور اسے قالوا سے تعبیر کر کے یہ بتا دیا کہ یہ حضرت عمرؓ کا قول نہیں تھا۔ دیگر حاضرین میں سے کسی نے یہ کہا تھا۔ روانض بر سہا برس تلاش کر رہے ہیں کہ کہیں مل جائے کہ یہ عمرؓ کا قول ہے مگر اب تک ٹولا نہیں آئندہ کیا ملے گا۔ رہ گیا یہ کہ یہاں اھجر کے معنی ہذیان کے ہیں یا چھوڑنے کے۔ اس کا فیصلہ۔ استفہموا نے کر دیا۔ یعنی حضورؐ سے پوچھو جس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو اس سے پوچھنے کے کیا معنی؟ اس لئے یہاں متعین ہے کہ اھجر کے معنی چھوڑنے ہی کے ہیں یعنی جب حضورؐ نے یہ فرمایا تو حاضرین نے یہ سمجھ لیا کہ یہ جدائی کی طرف اشارہ ہے ان پر قیامت ٹوٹ پڑی اور بے قراری میں کہنے لگے سرکار سے دریافت کر دیا حضورؐ نے ہیں چھوڑ دیا۔ کہ ایسا ارشاد فرما رہے ہیں مستقبل قریب میں جس کا ظہور متعین ہوتا ہے۔ اسے ماضی سے تعبیر کرنا عام بات ہے۔ اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔

رہ گئی یہ بات کہ حضور کے حکم تعمیل نہیں کی گئی اور بالخصوص حضرت عمرؓ نے نہیں ہونے دی۔ اس پر گزارش یہ ہے کہ جب فاروق اعظم نے عرض کیا کتاب اللہ حسبنا اور حضور نے دوبارہ طلب نہیں فرمایا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ کی بات قبول ہو گئی اور اب وہ حکم باقی نہ رہا۔ ورنہ اولاً حضرت عمرؓ کے اس عرض کتاب اللہ حسبنا کے بعد بھی اگر اس حکم کی تعمیل فرض تھی تو جب کہ یہ خطاب خاص حضرت علیؓ سے تھا تو انھوں نے کیوں اس کی تعمیل نہیں کی۔ ثانیاً خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبارہ کیوں نہیں فرمایا کہ ہمیں پھر بھی لاؤ۔ ثالثاً اس وقت حضرت عمرؓ کا بغرض غلط خوف تھا تو اس کے بعد چار دن تک حضور حیات ظاہری کیساتھ رہے۔ حضرت عمرؓ کے جانے کے بعد کیوں نہیں لکھوا دیا۔ رابعاً لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرض تبلیغ کی ادائے گی میں کوتاہی کی بلکہ لازم آئے گا کہ پورا دین امت تک نہیں پہنچایا۔ خامساً جبکہ پورا دین امت کو زبانی سکھا دیا تو کیا مانع درپیش تھا کہ اس اہم بات کو بھی زبانی ہی نہ فرمادیا۔ سادساً لازم آئے گا کہ دین ناقص رہ گیا۔ اور یہ آیت کریمہ، الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کے معارض ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ سب ہوائیاں صرف عداوت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اڑائی جا رہی ہیں۔ ورنہ جو منصف بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے سے واقف ہے وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ رسالت پناہی کے وزیر ہیں۔

مَا مِنْ بَنِي آدَمَ وَزِيرٍ ابٍ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ
وَزِيرٍ ابٍ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِمَّا دُنِيَ ابٍ مِنْ
أَهْلِ السَّمَاءِ فَيُجْبَرُ ثَلَاثًا وَمِائَةً وَخَمْسِينَ
أَهْلًا مِنَ الْأَرْضِ فَيُؤْتِيهِمْ مِنْهَا مِنْ ثَمَرِهَا
مِثْلَ مَا يُؤْتِيهِمْ مِنْ ثَمَرِهَا

برہن کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں دو زمین والوں
میں سے میرے آسمان والوں میں دو وزیر جبرئیل اور میکائیل
ہیں اور زمین والوں میں ابوبکر و عمر۔

(ترمذی)

دزرار کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے پیش کریں۔ یہاں بھی حضرت فاروق اعظم نے بحیثیت وزیر اپنی رائے عرض کر دی جسے حضور نے قبول فرمالی۔ بات ختم ہو گئی۔ اور یہ کوئی پہلا ہی موقع نہیں ہے جس میں بعض مواقع وہ ہیں جو کچھ فاروق اعظم نے عرض کیا اسی کے مطابق حکم الہی نازل ہوا ان میں بعض مواقع وہ بھی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاروق اعظم کی رائے کے خلاف عمل فرمایا تو قرآن مجید نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید فرمائی مثلاً بدر کے قیدیوں کے معاملے میں عتاب ہوا۔ فرمایا گیا۔

لَوْلَا جَنَابُ اللَّهِ لَنَبَتِ لَكَ مِنْ آخِذَتِكَ
عَذَابٌ عَظِيمٌ

اگر اللہ پہلے سے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانوں تم نے
کافروں سے فدیہ کا جمال لیا اس پر بھاری عذاب آتا۔

عَنْ وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّزَارُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرِّزْيَةَ

میرے پاس سے اٹھو میرے پاس بھگڑا مناسب نہیں۔ یہ حدیث روایت کرنے کے بعد ابن عباس یہ کہتے

كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ

جو نیکلے بیشک مصیبت ہے اور پوری مصیبت جو بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اس تحریر کے درمیان حائل ہوگئی۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ نَزَلَ عَذَابُ مَا نَجَّاهُ مِنَ الْأَعْمَرِ مِنْ خُطَابٍ

اگر بالفرض عذاب اترتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ

دوسعد بن معاذ۔ کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔

ایسے صاحب الرائے اور معتمد وزیر نے کوئی بات عرض کی اور وہ قبول ہوگئی تو اب وزیر پر اعتراض اصل میں سلطان

پر اعتراض ہے۔

اس بحث کے بعد اس گفتگو کی بھی حاجت باقی نہ رہی کہ حضور کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ اور اگر کسی کو اس کا شوق ہی ہے تو چلے

روافض کہتے ہیں حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل کی سند لکھوانا چاہتے تھے۔ ہم کہیں گے حضرت صدیق اکبر کے لئے یہی سند لکھنی

چاہئے تھی۔ حضرت علی کے سلسلے میں کوئی سراغ نہیں مگر صدیق اکبر کے لئے تو ثبوت ہے۔ کہ ارشاد فرمایا۔

ادعی لی ابا بکر اباک و اباک حتی اکتب

عنا بآ نانی اخاف ان یتمنی متمن و یقول

فائل انا اولی و یا بی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر

ابو بکر اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلاؤ کہ میں ان کے لئے لکھ

دوں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور

کہے میں سب سے زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ اور مومنین سوائے

ابو بکر کے کسی پر راضی نہیں۔

بھی مضمون بخاری میں یوں ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا کر ولی عہد بنا دوں۔ کہہیں کہنے والے

کہیں نہ اور آرزو کرنے والے آرزو نہ کریں۔ حالانکہ اللہ اور مومنین ابو بکر کے سوا کسی کو ان کے ہوتے ہوئے پسند نہ

کریں گے۔ پھر ہو سکتے ہیں بڑی گنجائش ہے ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ حضور ہی لکھوانا چاہتے تھے۔ کہ کتاب اللہ کو کافی

سمجھنا۔ اور جب فاروق اعظم نے یہی عرض کر دیا تو ضرورت محسوس نہ فرمائی اسی حدیث کے اخیر کتاب الجہاد وغیرہ میں ہے۔

علم ایضا بخاری، جہاد، جوار الوفود، و انزلج الیہود من جزیرۃ العرب، مخازی، مرض البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو طریقے سے۔ مرضی،

فومو اعنی میں دو طریقے سے، اعتمام، کراہیۃ الاختلاف میں ایک طریقے سے۔ مسلم دمایا۔ نسائی علم و لب۔

۸۳) حدیث، رَبُّكَاسِيَةٌ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ
ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک رات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بیدار ہوئے تو فرمایا سبحان اللہ اس رات میں کتنے فتنے نازل ہوئے وہ۔

اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفود
مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا اور وفود کو اسی طرح
بنحو مہمانت اجیزو۔

اور تیسری بات کسی راوی کے ذہن سے نکل گئی۔

ہو سکتا ہے یہی تینوں بائیں لکھوانی چلتے تھے جب سامان کتابت نہیں آیا تو زبانی ارشاد فرمایا۔

سلامت ردی اسی میں ہے کہ ہو سکتا ہے ہمارے بات نہ بڑھائی جائے

اس حدیث سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بلا نظر
بنانے کی وصیت تو بہت دور ہے خلیفہ بنانے کی بھی کوئی وصیت نہ لکھی تھی نہ کی تھی۔

وہ کیا حضرت ابن عباس کا یہ کہنہ بڑی مصیبت ہے یہ ان کا ذاتی جذباتی تاثر ہے ان سے علم و فہم اور دیانت میں حضرت عمر و حضرت
علی بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔ ان حضرات کے مقابلے میں ابن عباس کی بات بالاتفاق مرجوح ہے۔

تشریحات ۸۴)

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ① یہ ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ ان کا نام رملہ تھا۔ یہ پہلے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں قدیم الاسلام ہیں۔ ابو سلمہ کے ساتھ حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں۔ پھر مدینہ ہجرت کی۔ مدینے
میں ان دونوں کی چار اولاد ہوئیں۔ زینب، سلمہ، عمر، درہ۔ ابو سلمہ کے وصال کے بعد ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے سوال سنا کہ میں عقد فرمایا۔ یزید کے قتل تک زندہ رہیں۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
کربلا کی خاک دی تھی جو حضرت امام حسین کی شہادت کے وقت سرخ ہو گئی اسی سے انھوں نے جانا کہ حضرت امام حسین
شہید ہو گئے۔ وصال کے وقت عمر مبارک چوراسی سال کی تھی حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں
ان سے تین سو ائمہ حدیث مروی ہیں جن میں تیرہ متفق علیہ ہیں۔

وَمَا ذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَتَقْطُرُ أَصْوَابَ الْحِجْرِ، فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي لَدُنْيَا عَارِيَةٍ فِي آخِرَتِهَا

اور کتنے خزانے کھلے حجر و دایوں کو جگا دو گئے۔ بہت سی دنیا میں پہنے دلی آخرت میں تنگی ہوگی وہ

(۲) کشمینی کی روایت میں انزل کے بجائے انزل اللہ ہے۔ فتنوں سے مراد عذاب ہیں اور خزانے سے ہر خیر خواہ دینی ہو یا دنیوی علی ہذا مانی جن میں تمام قویات اسلامیہ داخل ہیں جو اسلام کی دعوت قوت ترقی بقا و حفاظت کلب نہیں۔ اترنے اور کھولنے سے مراد یہ ہے کہ آئندہ جو ہونے والا تھا اس کی خبر فتنوں کو دی۔ اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ملاحظہ فرمایا۔ اسی کے ہم معنی وہ ارشاد ہے کہ میں بارش کی طرح فتنوں کو اترتا دیکھ رہا ہوں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے غیب کا علم عطا فرمایا۔

(۳) حجرے دایوں سے مراد ازواج مطہرات ہیں خطاب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اس لئے کہ اغلب یہ ہے کہ انھیں کی باری کا دن تھا۔ ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہی سلمے تھیں یا ابدانہم و بہن تعوں کو مطابق ہے۔ یعنی کوئی بھی عمل خیر ہو اس پر پہلے خود عمل کرنا چاہیے اور اپنے اہل و عیال سے کرنا چاہیے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رات میں سوتوں کو جگا کر وعظ و نصیحت مستحب ہے خصوصاً جب کوئی پریشان کن یا مسرت آفریں بات ہو۔ حیرت انگیز بات پر سبحان اللہ یا اللہ کا کوئی بھی ذکر کرنا مستحب ہے۔ رات میں آنکھ کھلے تو یاد الہی کرنا مستحب ہے۔ دینی پیشوا کو چاہیے کہ اپنے متعلقین کو ایسے شر سے جس کا خطرہ ہوا گاہ کرے اور بچنے کی تدبیر بتائے۔

(۴) مراد یہ ہے کہ بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں عیش و عشرت سے رہتی ہیں وہ عموماً اعمال صالحہ سے غافل رہتی ہیں۔ اس لئے بطور عذاب آخرت میں تنگی رہیں گی۔ یا خاص وہ عورتیں مراد ہیں جو دنیا میں ایسا باریک لباس پہنتی ہیں جس سے جسم کی اور بال کی رنگت جھلکتی ہے انھیں آخرت میں تنگا رکھا جائے گا۔ جیسا کہ آج کل عام طور پر یہی ہو رہا ہے۔ جب باریک لباس پہننے والیوں کا یہ حکم ہے تو جو عورتیں تنگے سرنگے گردن تنگی کلائیوں تنگی پنڈلیوں کے ساتھ بازار میں گھومتی پھرتی ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

اس میں بھی غیب کی خبر ہے۔

عنه ايضا بخاري تهجد، تحريف ابنه صلى الله تعالى عليه وسلم على قيام الليل - لباس - ما كان يتجاوز من اللباس - ادب - التكبير والتسبيح عند التعجب - فتن - لا ياتي زمان الا الذي بعده شرمه - ترندی فتن - (۵) موطا لبس (۸)

⑧۵ حدیث۔ فان على رأس مائة سنة لا يبقی من هو على ظهر الارض احد
ان عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال صلى لنا النبي صلى الله تعالى

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات

عليه وسلم العشاء في آخر حياته فلما سلم قام فقال ارايتكم ليلتكم هذه

کے آخری دنوں میں وہ عشاء کی نماز پڑھائی سلام پھرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنی اس

فان سراس مائة سنة منها لا يبقی من هو على ظهر الارض احد

رات کا حال دیکھا؟ جتنے لوگ آج روئے زمین پر ہیں سو سال کے بعد کوئی بھی نہ رہے گا مگر

⑧۶ حدیث۔ اکثر ابو هريرة رضي الله تعالى عنه

عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال ان الناس يقولون اكثر ابو هريرة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے بکثرت حدیثیں بیان کیں مگر

تشریحات ⑧۵

① امام نووی نے فرمایا کہ ابوسعید کی روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد فرمایا۔ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ وصال سے ایک ماہ قبل فرمایا۔

② مراد یہ ہے کہ میری امت کے جتنے لوگ آج زمین پر ہیں۔ اور بطریق معنادار نظر آتے ہیں خواہ وہ کم سن ہوں خواہ معمر۔ سو سال پر وہ زندہ نہ رہیں گے۔ رہ گئے وہ لوگ جو اس کے بعد پیدا ہوں گے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں حضرت عیسیٰ آسمان پر ہیں اور حضرت خضر اور الیاس نظروں سے غائب ہیں یونہی ابلیس و دیگر اجنبہ بھی۔ اس لئے یہ سب اس میں داخل نہیں۔ جناحہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا ہے سب اخیر صحابی ابو الطفیل عامر بن دائلہ نے سن ۱۷ھ میں وصال فرمایا۔ یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ نیز اس سے ثابت ہوا کہ عشاء کے بعد باتیں کرنے کی ممانعت فاس ہے غیر دینی باتوں کے ساتھ۔ رہ گئیں دینی باتیں تو وہ جائز ہی نہیں بلکہ موجب ثواب ہیں یونہی احادیث سے۔ اپنے اہل سے اور مہمان سے بات کرنا بھی مستثنیٰ ہے۔

تشریحات ⑧۶

علم ایضاً بخاری، مواہیت الصلوة، ذکر العشاء والعمہ، ایضاً مسلم فضائل و سند امام احمد۔

وَلَوْ لَا آيَاتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا خَلَقْتُ حَدِيثًا - ثُمَّ يَتْلُوَاتِ الَّذِينَ يَكْمُونَ

اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی حدیث نہ بیان کرتا۔ پھر (سورہ بقرہ) کی یہ آیتیں تلاوت

مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ إِلَى قَوْلِهِ السَّامِعِينَ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ

کیس ہم نے جو کھلی ہوئی نشانیاں اور ہدایت نازل فرمائی جو لوگ انہیں چھپاتے ہیں۔ اللہ کے ارشاد رحیم تک۔ ہمارے بھائی مہاجرین

كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا

کو بازار میں خرید و فروخت مشغول رکھتی اور ہمارے بھائی انصار کو اپنے مالوں میں کام یعنی کھیتی مشغول رکھتی ہے اور ابو ہریرہ

يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَاهُ رِثَةً كَانَ يَذُرُّهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

رسول اللہ کی خدمت میں نہ کھپاتا نہ مقرر رہتا۔ اور ایسے موقعوں

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْعٍ بَطْنِهِ وَيَحْضَرُهُمْ مَا لَا يَحْضَرُونَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ عَلَيْهِ

پر موجود رہتا کہ وہ لوگ موجود نہ رہتے اور وہ باتیں (سنتادیکھتا) یاد کر لیتا جو وہ لوگ یاد نہ کرتے۔

① مکثرین حدیث میں سے حضرت ابو ہریرہ اول نمبر پر ہیں ان سے پانچ ہزار تین سو احادیث مروی ہیں ان کی روایت کی کثرت پر لوگوں نے طعن کیا کہ مہاجرین و انصار بھی اتنی حدیثیں نہیں بیان کرتے اس پر ابو ہریرہ نے وجہ بیان فرمائی چونکہ قرآن مجید میں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ

مَنْ تَبَعُوا مَا يَتَنَسَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أَذِنَكَ يَلْعَنَهُمُ

اللَّهُ وَيَلْعَنَهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا

وَيَتَّبِعُوا إِذَا دُئِنْتَ عَنْهُمْ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

بقرہ آیت ۱۵۹ تا ۱۶۰

اگر یہ دونوں آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی نہیں بیان کرتا۔ اللہ عزوجل سے ایک دن طے کا وعدہ میری کثرت

حدیث کی وجہ یہ ہے کہ اور صحابہ کرام اپنے اپنے کاموں میں رہتے فرمت کے وقت حاضر خدمت ہوتے اس لئے انکو ارشاد آ

کو سننے اور کوائف کے دیکھنے کا کم موقع ملتا اور میں ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا نہ اچھا کھاتا نہ اچھا پہنتا جو بل جاتا

علہ ایضاً بخاری کتاب البیوع باب اول۔ حرث ما جاء فی الغرس۔ الاغصام۔ الحجۃ علی من قال، اور اس کا جز مناب

جعفر میں بھی ہے ایضاً سلم فضائل الصحابہ (۱۵۹ و ۱۶۰) نسائی علم۔ ابن ماجہ سنت۔ مسند امام احمد۔

۸۷) حدیث - اعطاءہ اباء ہریرۃ الحافظۃ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے بہت سی حدیثیں

مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَسْمَعُ قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهَا قَالَ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ

سناتا ہوں پھر بھول جاتا ہوں فرمایا اپنی چادر پھیلا میں نے پھیلائی تو حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں

ثُمَّ قَالَ صُمِّمَتْهُ فَتَابَ لِي نِسِيْتُ شَيْئًا لَعَدُ عَلَيْهِ

کو چلو کی طرح بنا کر اس میں کچھ ڈالا پھر فرمایا سمیٹ کر اپنے سینے میں لگا لے میں نے ایسا ہی کیا اسکے بعد کبھی نہیں بھولا

۸۸) حدیث - حفظت وعائین

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (علم) کے دو برتن یاد کئے۔

کھا لیتا اور نہ صبر کرتا۔ اس لئے مجھے حدیثیں یاد کرنے کا سب سے زیادہ موقع ملا۔ علاوہ ازیں حضور نے میرا حافظہ بھی بہت قوی کر دیا تھا کہ جو سننا یاد رکھتا کبھی نہ بھولتا۔ ۲) حضرت ابو ہریرہ کے اسند لال نے بتا دیا کہ جیسے قرآن مجید کا چھپانا حرام و گناہ ہے اسی طرح احادیث کا بھی اور جیسے قرآن واجب الاعتقاد اہل ہے اسی طرح احادیث بھی۔ یہ نہ کرین حدیث کا رد ہے۔

تشریحات ۸۷

۱) یہاں صرف حتم ہے مگر کتاب المزارعت میں سینے سے لگانے کی تصریح ہے۔

۲) اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہے کہ جسے جو چاہیں عطا فرمائیں یہاں صرف ابو ہریرہ کی تخصیص نہیں تھی کتاب البیوع و مزارعت میں صاف ہے کہ بسط احد رداۃ جو بھی چادر پھیلائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ چادر صرف ابو ہریرہ ہی نے پھیلائی اور انھیں کو یہ نعمت ملی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ علم دین کا چھپانا ممنوع ہے۔ اور یہ کہ بوقت ضرورت اپنی خوبی بیان کرنا جائز ہے جبکہ اپنا ترفع و تفوق مقصود نہ ہو اور اعجاب نفس بھی نہ ہو۔

تشریحات ۸۸

۱) دعاء کے معنی برتن ہیں مراد وہ چیز ہے جو برتن میں ہو محل بول کر مال مراد ہے۔ بلعموم کھانا نکلنے کی نالی۔ چونکہ کچھ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَائِينَ نَأْمَا أَحَدُهُمَا فَبَشْتُهُ دَأْمَا الْآخَرُ فَلَوْ بَشْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبَلْعُومُ

ایک تو پھیلا دیا۔ دوسرے کو پھیلاؤں تو یہ نر خرہ کاٹ دیا جائے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ بلعوم مطلقاً معلقوم کے معنی میں ہے اس لئے امام بخاری نے اس کی تفسیر کی۔

حضرت ابوہریرہ اس سے یا تو دو قسم کے علوم ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر یہ علوم لکھے جائیں تو ایک قسم سے ایک برتن اور دوسری قسم سے دوسرا برتن بھر جائے یا واقعہً انہوں نے ان کو لکھایا یا لکھوایا۔ تو دو برتن بھر گئے۔ جیسا کہ حدیث ۸۳ میں گذرا کہ انہوں نے بھی حدیث لکھی یا لکھوائی تھیں۔ اس تقدیر پر بھی حاصل وہی ہوا کہ دو قسم کے علوم اخذ کئے۔ پہلی قسم عقائد احکام ہیں جن کو پھیلا یا دوسری قسم سے مراد فتن کی احادیث ہیں جن میں ظالم سلاطین کے نام و کالے کرتوت

مذکور تھے یزید اور عبدالملک کے مظالم سے جو واقف ہے۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کے اس اندیشے کو بخوبی سمجھ

سکتا ہے۔ تاہم کبھی کبھی تاب ضبط نہ رہتی تو اشارے کنائے میں بیان بھی فرمادیتے جیسے ھلکۃ امتی علی ید اغلظہ من

قریش میری امت کی بربادی قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہے یا جیسے دعا فرمایا۔ انی اعوذ باللہ من سراس السنین

وامارۃ الصیان۔ میں ساٹھ کی ابتدا اور لونڈوں کی بادشاہت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ عزوجل نے انکی

دعا قبول فرمائی سنہ ۷ سے پہلے ہی وصال فرما گئے۔ یہ یزید پلید کی ظالمانہ حکومت کی طرف اشارہ ہے بلکہ ایک دفعہ

فرمایا۔ اگر میں چاہوں تو ان کے نام بتا دوں۔ بعض صوفیاء نے دوسرے برتن سے علوم باطن اسرار طریقت مراد لیں۔

لیکن پھر قطعاً ہذا البلعوم سے مطابقت نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اسرار تصوف شریعت کے معارض نہیں کہ جس سے باندھ

ہو۔ اولیاء کرام نے ان اسرار کو بیان فرمایا اپنی تصنیفات میں تحریر فرمایا۔ اس سے ان پر کیا وبال آیا۔ ملحدین باطنیہ اس سے

اپنے کفریات مراد لیتے ہیں۔ معاذ اللہ اگر حضرت ابوہریرہ کی مراد وہ ہوتی تو پھر وہ شریعت کے پابند کیوں رہتے۔ نیز جب

انہوں نے اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ تو ان کو کیسے معلوم ہو گیا۔ اور یہی ارباب تصوف سے بھی عرض کیا جاسکتا ہے۔ اس

حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم غیب عطا فرمایا تھا۔ نیز ثابت ہوا

ایسے علوم جن کا اعتقاد اور عمل سے تعلق نہ ہو ان کے بیان کرنے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو تو انھیں نہ بیان کرنے میں کوئی

حرج نہیں۔

علہ اسی کے ہم معنی مسند امام احمد میں ہے۔



۸۹) حدیث۔ لا ترجعوا بعدی کفاراً

عَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حُفْرَتِ جَرِيرِ رَضِيَ اللہ تعالیٰ عنہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے حجۃ الوداع میں فرمایا

لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ. اسْتَنْصَتِ النَّاسَ. فَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَرَاءَ

لوگوں کو چپ کراؤ۔ جب لوگ چپ ہو گئے تو ذمہ لیا کہ میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا کہ

يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ عَلَيْهِ

تم میں کا بعض بعض کی گردن مارے گا

تشریحات ۸۹)

۱) یہ حجۃ الوداع کے طویل خطبے کا جزو ہے جس کا کچھ حصہ حدیث ۸۵ میں گزر چکا۔ اس حدیث پر کچھ لوگوں نے شبہ وارد کیا ہے کہ اس میں ”لہ“ زائد ہے اس لئے کہ علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ حضرت جریر حجۃ الوداع کے بعد وصال مبارک سے چالیس دن پہلے مسلمان ہوئے۔ یہ حجۃ الوداع میں موجود نہ تھے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حجۃ الوداع سے پہلے اسی سال رمضان میں مسلمان ہو چکے تھے جیسا کہ بغوی اور ابن ماجہ نے کہا ہے اور حجۃ الوداع میں حاضر تھے۔ اسی بخاری حجۃ الوداع میں یہ لفظ ہے قَالَ لَجَرِيرٍ۔ یہ اس بات پر نص ہے کہ حضرت جریر حجۃ الوداع میں حاضر تھے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ حجۃ الوداع سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

۲) میرے بعد پلٹ کر کافر نہ ہو جانا۔ کافر نہ ہو جانے سے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار نہ کرنا۔ اسلام پر ثابت رہنا۔ اور مسلمانوں کی جان و مال کو مباح مت جانا۔ کہ ان سے لڑائی کر کے انھیں قتل کر داور مال چھینو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ کافروں جیسے مت ہو جانا کہ مسلمانوں کو قتل کر دیاں کا مال چھینو۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے جان و مال کو مباح جانا مسلمان کا کام نہیں کافروں کا ہے۔

۳) اس میں اخبار بالغیب ہے۔ ان عظیم فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو افتراق بین المسلمین کی شکل میں نمودار ہوئے۔ خود مسلمانوں نے مسلمانوں کو کافروں کی طرح قتل کیا۔ ان کے مال کو مباح جانا۔ بنی امیہ بنی عباس خونریزوں جنگوں سے لے کر بنو رنگ نادر شاہ درانی کے حوادث اس کی صداقت کی دلیل ہیں۔

علہ ایضاً بخاری، دیات، قول اللہ من احبھا۔ مغازی حج الوداع۔ مسلم ایمان (۱۱) نسائی علم اور محاربہ۔ ابن ماجہ فتن مسند امام احمد

⑨ حدیث موسیٰ و خضر علیہما السلام

اَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ جَبْرِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ، اِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَرُومُ

سعد بن جبر نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ نواف بکالی یہ گمان کرتا ہے کہ

احکام اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث کی قرأت کے وقت حاضرین پر چپ رہنا واجب ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ علماء جب کچھ دینی باتیں ارشاد فرمائیں تو حاضرین کو چپ رہنا چاہیے کہ علماء کرام کی توقیر کرنی لازم ہے۔ تلمیذ شیخ کے سنانے باادب رہے جب وہ کچھ کہے تو باادب خاموشی سے بغور سنے۔ نیز معلوم ہوا اگر کسی حادثے کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کو خبردار کر دینا چاہیے خصوصاً اسے جس پر اعتماد ہو۔

○ منکرین اجماع نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ اس سے ظاہر کہ پوری امت کا کافر ہونا ممکن اس لئے کہ اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو اس سے تحذیر لغو ہوتی۔ اور کفر سب سے بڑی گمراہی تو ثابت کہ پوری امت کا گمراہی پر اتفاق ممکن۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا۔

لَا تَجْمَعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ۔

میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کر سکتی۔

اس لئے پوری امت کا گمراہ ہونا محال ہوا۔ اور اس حدیث میں تحذیر، امت کے بعض افراد کے اعتبار سے ہے۔ کہ کچھ افراد گمراہ ہوں گے جیسا کہ وقوع پذیر ہوا۔

تشریحات ⑨

تکمیل اس کے بعد ہے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ کشتی میں نے اس لئے توڑی کہ کشتی والے غریب تھے ان کا ذریعہ معاش بھی یہی کشتی تھی واپسی میں ایک ایسے ظالم بادشاہ پر جس کا نام بخاری کتاب التفسیر میں ہُذُؤْنُ بَدُوْتِلَا اور ایک قول یہ ہے کہ جلندی تھا۔ ان کا گذر ہوتا جو ہر صبح و سلامت کشتی کو چھین لیتا تھا۔ اور عیب دار کو چھوڑ دیتا تھا۔ میں نے عیب دار کر دی کہ یہ کشتی ان غریبوں کے پاس رہے۔ چنانچہ واپسی میں جب یہ کشتی اس ظالم کی حدود میں داخل ہوئی تو اس نے اگر کشتی دیکھی تو ٹوٹی دیکھ کر چھوڑ دیا اس کے بعد ان لوگوں نے تختہ فٹ کر لیا۔ یہ ظالم اندلس میں رہتا تھا مغول بچے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کی سرشت میں کفر تھا۔ اور اس کے ماں باپ مومن تھے اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں اس کا فر بچے کی محبت میں وہ بھی کافر نہ ہو جائیں میں نے اسے مار ڈالا۔ تاکہ ماں باپ اس کی وجہ سے کافر نہ ہوں۔ قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے یہ چاہا اللہ عزوجل اس کے عوض ان لوگوں کو، کوئی نیک اولاد عطا فرمائے۔ بخاری تفسیر میں ہے کہ اس کے عوض انہیں ایک لڑکی عطا ہوئی۔ بل میں ہے کہ ان کا نکاح ایک بنی سے ہوا جن سے بنی پیدا ہوئے۔ بعض روایات میں ہے موسیٰ

اَنْ مُوسٰی لَیْسَ بِمُوسٰی بَنِی اِسْرَآئِیْلَ اِنَّکَ اَھُو

جن موسیٰ نے (خضرے ملاقات کی تھی) یہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے بلکہ کوئی اور

ہوتا ہے کہ شمعون انھیں کی نسل سے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ستر انبیاء ان کی نسل سے ہوئے۔ حضرت خضر نے اس مقتول کا لاندہ چیر کر دل نکال کر دکھایا اس پر لکھا تھا کافر ہے کبھی ایمان نہ قبول کرے گا۔ اور دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اسکے بچے خزانہ مدفون تھا۔ اگر دیوار ابھی گر پڑتی تو گاؤں والے سب خزانہ لے جاتے۔ اور یہ بچے محرم رہ جاتے ان کی ساتویں پشت میں ان کے دادا کا شیخ نیک صالح شخص تھے ان کی برکت سے اللہ کو یہ منظور ہوا کہ یہ خزانہ انھیں بچوں کو ملے اس وقت میں نے دیوار درست کر دی تاکہ یہ بڑے ہو کر اس خزانے کو حاصل کر لیں۔ سورہ کہف و تفسیرات

اشخاص | حرن قیس، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی فزارہ کے فرد اور عیینہ بن حصین کے بھتیجے تھے۔ ان کے قبیلے کا جو وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اس کے ایک رکن یہ بھی تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم نشینوں میں تھے۔

نوف بکالی | بن فضالہ، یہ تابعی تھے ان کی کینت ابورشید ہے۔ یہ عالم فاضل اہل دمشق کے مقتدا اور قاضی تھے۔ ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربان تھے یہ قاصص یعنی داغے تھے کہا جاتا تھا کہ اسرائیلی روایات بہت بیان کرتے تھے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ کعب احبار کی زوجہ کے بیٹے تھے۔ ان کو بکالی اس لئے کہتے ہیں کہ حمیر کی ایک شاخ بنی بکال کے فرد تھے۔

ابی بن کعب | رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ اور بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اس امت کے سب سے بڑے قاری ہیں ان کا خطاب "اقرأ هذه الامم" ہے۔ حضرت عمران کو سید السلین کہا کرتے تھے۔ ۱۹ سالہ یا بیس یا تیس میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ تین متفق علیہ چار افراد بخاری سے اور سات افراد مسلم سے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام | موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام حضرت یعقوب کے صاحبزادے لاوی کی نسل سے ہیں ان کے والد عمران نے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی جب ان کی عمر ستر سال کی ہوئی تو حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی۔ حضرت موسیٰ نے میدان تیرہ میں ایک سو ساٹھ سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔ ان کا وصال طوفان نوح کے ایک ہزار چھ سو بیس سال بعد ہوا۔ انھوں نے جس فرعون کو ہلاک فرمایا تھا اس کا نام ولید بن مصعب بن ریان بن اراشہ تھا۔ اسے چار سو سال کی عمر ملی۔ موسیٰ کا اصل تلفظ موثی تھا اس کے معنی قبلی زبان میں پانی اچھ درخت کے ہیں۔ یہ نام آسیہ بنت فرام

فرعون کی زوجہ نے رکھا تھا اس لئے کہ ان کا تابوت آسیہ کو پانی اور درخت میں ملا تھا۔ یہ قبلی لفظ ہے اسے عربی بنا۔
کی کوشش میں کوئی فائدہ نہیں۔

بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے۔ یوسف علیہ السلام بنیامین۔ دانی۔ نفتالی۔ زایلون۔ جاد۔ یستاخیر۔ اشیر۔ روبیل۔ یہوذا۔ شمعون۔ لاوی ان کو اسباط بھی کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ایک قبیلے کا جد ہے۔ اسباط بہت زیادہ شاخوں والے گھنے درخت کو کہتے ہیں یہ اور ان کی نسل بنو اسرائیل ہیں۔

یوشع بن نون یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص اور ان کے صحابی دلیہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے چالیس سال بعد ان کو نبوت عطا ہوئی تھی اور انھوں نے ہی بیت المقدس فتح فرما کر جبارین کا قلع قمع کیا۔ ان کے لئے بھی سورج واپس ہوا تھا۔ یہ بیت المقدس کے محاذ پر جبارین سے جہاد فرما رہے تھے جمعہ کا دن تھا۔ ان کے مذہب میں ہفتے کو لڑنا جائز نہ تھا۔ جبارین شکست کھا چکے تھے بنی اسرائیل ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ کچھ رہ گئے تھے۔ کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا۔ انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ سورج کو واپس کر دے اور سورج سے فرمایا اے سورج تو بھی اللہ کی اطاعت میں ہے میں بھی اللہ کی اطاعت میں ہوں۔ تو ٹھہر جا۔ اے چاند تو بھی اپنی جگہ رکھا کہ میں سپر آئے سے پہلے دشمنان خدا سے انتقام لے لوں۔ سورج پلٹ آیا اور دن بڑا ہو گیا۔ جب سب ظالمین کا قلع قمع ہو گیا۔ تو ڈوبا۔ ان کو ایک سو سولہ سال کی عمر عطا ہوئی۔ حضرت موسیٰ کے بعد ستائیس سال بنی اسرائیل کے مقتدار رہے وصال کے بعد جیل ابراہیم میں دفن ہوئے۔

خضر اس میں تین لغت ہے خضر۔ خضر۔ خضر اس کے لغوی معنی سبزے کے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا نام خضر اس لئے پڑا کہ یہ ایک چکنی سفید زمین پر بیٹھتا تو اس پر سبزہ اگ آیا۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جس جگہ نماز پڑھتے ہری ہو جاتی۔ خطاب نے کہا چونکہ بہت حین تھے چہرہ روشن تھا اس لئے یہ نام پڑا ان تینوں میں کوئی تنافی نہیں۔ ان کی کنیت ابو العباس ہے نام کے بارے میں اختلاف ہے وہب بن منہ نے کہا کہ بلیا ہے۔ کسی نے کہا ابلیا ہے کسی نے کہا اریا ہے کسی نے کہا ایشع ہے کسی نے کہا خفرون ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا پہلا قول زیادہ قوی ہے یعنی بلیا۔ ان کا نسب کیلے ہے ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم کے

بلا واسطے صاحبزادے ہیں انھیں کی دعا کی برکت سے طویل عمر پائی۔ حضرت آدم نے اپنے صاحبزادوں کو طوفان نوح کی خبر دی تھی اور یہ دعا کی تھی کہ میرے تابوت کی جو حفاظت کرے گا اسے طویل عمر ملے گی۔ یہ خدمت خضر نے انجام دی اس لئے انھیں عمر جاوداں ملی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ قلیل کے بیٹے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ایاس کے بھائی ہیں۔ اور شہزادے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت نوح کے صاحبزادے سام کی نسل سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عیص بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ہارون کی اولاد میں ہیں۔ بعض اہل کتاب کا قول ہے کہ ذوالقرنین کی خالہ کے صاحبزادے ہیں۔

ان کا زمانہ کیا ہے یہ بھی مختلف فیہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ فریدون کے زمانے میں تھے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ذوالقرنین اکبر کے مقدمہ الجیش تھے جو ابراہیم خلیل اللہ کے زمانے میں تھا۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ یہ ذوالقرنین کے وزیر تھے۔ انھوں نے آب حیات پایا اور پیا زندہ جاوید ہو گئے۔ ذوالقرنین محروم رہا۔ ابن جریر نے کہا صحیح یہ ہے کہ فریدون سے بہت پہلے تھے۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰ کا زمانہ پایا۔

پھر یہ اختلاف ہے کہ یہ بنی تھے کہ صرف دلی بنی تھے تو صرف بنی تھے کہ بنی مرسل صحیح یہی ہے کہ بنی تھے اس پر دلیل ان کا یہ ارشاد ہے مَا نَقَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي۔ اس بچے کا قتل میں نے اپنی طبیعت سے نہیں کیا۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ انھیں اسے مار ڈالنے کا حکم بذریعہ وحی ہوا تھا اس لئے وہ واجب الاتباع تھا اگر دلی ہوتے تو اس قول کی تائید یہ ہوتی کہ انھیں الہام ہوا تھا۔ اور کسی دلی کو یہ جائز نہیں کہ اسے اگر کسی کے قتل کرنے کا الہام ہو تو اسے مار ڈالے۔ اور وحی بنی ہی پر آتی ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے۔ امام بخاری اور کچھ محدثین کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پا چکے مگر جمہور علماء اور جمیع ادلیا کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور دجال کے بعد جب ایمان اٹھ جائے گا اس وقت دجال فرمائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ان کی ملاقات ثابت ہے اور ادلیا کرام کے یہاں تو متواتر ہے۔ کب اجارنے کہا چار بنی زندہ ہیں۔ اور زمین والوں کے لئے امان ہے۔ دوزخ میں خضر اور ایاس اور دوزخ آسمان میں ادریس اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضرت خضر اور حضرت ایاس ہر سال حج میں شریک ہوتے ہیں۔ اور احرام سے باہر آنے کے لئے ایک دوسرے کا بال اتارتے ہیں۔ ان سب کا فلامہ یہ ہے کہ حضرت خضر جیسے مخفی ہیں ان کے احوال بھی مخفی ہیں الا ماشاء اللہ

مُوسَىٰ أَخْرَفَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللَّهِ حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ

موسیٰ تھے کہ ابن عباس نے فرمایا اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا کہ ہم سے ابی بن کعب نے حدیث بیان کی کہ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَى الْبَنِيُّ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا۔ موسیٰ بنی نے بنی اسرائیل کو خطبہ دیا کہ پوچھا گیا کون سب سے زیادہ علم والا ہے

فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ فَغَضِبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ

فرمایا میں کہ اس کہنے کی وجہ سے اللہ عزوجل نے موسیٰ پر عتاب فرمایا کہ انھوں نے یہ نہیں

تطبیق ۱ کتاب التفسیر میں ہے سعید بن جبیر اور نوف بکالی میں یہ اختلاف ہوا کہ جن موسیٰ نے خضر سے ملاقات کی

تھی یہ موسیٰ کلیم اللہ نہیں بلکہ دوسرے موسیٰ یعنی موسیٰ بن یثا بن یوسف علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے پہلے نبی ہوئے ہیں اہل کتاب کا یہی خیال ہے۔

اسی کتاب العلم میں پہلے درجہ اور آگے بھی مذکور ہے کہ اختلاف حضرت ابن عباس اور حرب بن قیس میں ہوا وہ بھی

یہ کہ موسیٰ کلیم اللہ جن سے ملاقات کیلئے تھے وہ خضر تھے یا کوئی اور صاحب۔ تطبیق یہ ہے کہ یہ دو واقعات ہیں پہلا اختلاف ابن عباس اور حرب بن قیس میں ہوا کہ حضرت موسیٰ جن سے ملنے گئے تھے وہ خضر تھے یا کوئی اور۔ یہ اختلاف دو صحابی کا تھا

اتفاق سے حضرت ابی بن کعب کا گذر ہوا ان سے دریافت فرمایا انہوں نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی۔ دوسرا اختلاف یہ

کہ یہ کون موسیٰ تھے سعید بن جبیر اور نوف بکالی میں ہوا یہ دونوں تابعی تھے۔ سعید بن جبیر کے دریافت کرنے پر حضرت ابن عباس نے حضرت کعب سے سنی ہوئی حدیث بیان فرمادی۔

۲) نوف بکالی تابعی تھے اور اہل دمشق کے قاضی و امام تھے ان کو اللہ کا دشمن کہنا حقیقی معنی میں نہیں۔ شدت ظہر

کرنے کے لئے زبرا حالت غضب میں فرمادیا اور کسی غلط بات کو سنکر حق پرست علماء کو جلال آہی جاتا ہے۔ لیکن علامہ

ابن حجر نے فرمایا ہو سکتا ہے حضرت ابن عباس کو نوف کے مسلمان ہونے میں کچھ شبہ رہا ہو اس پر قرینہ یہ ہے کہ حرب بن قیس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی صحیح نہیں تھا مگر ان کو کچھ نہیں کہا۔

۳) جس میں اللہ کی نعمتوں اور بلاؤں کا ذکر اتنے موثر طریقے سے فرمایا کہ حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔ لوگ رو پڑے موسیٰ

علیہ السلام نے خطبہ بند کر دیا تو ایک شخص نے پوچھا۔

يُرَدُّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ عِبْدًا مِّنْ عِبَادِي يَجْمَعُ الْبَحْرَيْنِ هُوَ

فرمایا کہ اللہ جانتا ہے وہ اللہ نے ان کی طرف وحی کی میرے بندوں میں سے ایک بندہ جمع البحرین وہ ہے وہ تم

أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِ، فَقِيلَ لَهُ اِحْمِلْ حُوتَانِي وَمَلِكِي فَإِذَا فَقَدْتَهُ

سے زیادہ علم والا ہے موسیٰ نے عرض کیا اے رب! کیسے ان سے ملاقات ہو فرمایا گیا ایک مچھلی وہ تو کری میں لے لو جہاں یہ

۴) یہاں اور کتاب التفسیر وغیرہ میں یہ ہے کہ سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اعلیٰ ہوں اس پر عتاب ہوا۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم میں ایام اللہ یعنی اللہ کی نعمتوں اور بلاؤں کو بیان فرما رہے تھے کہ یہ کہہ دیا کہ زمین میں کسی کو اپنے سے زیادہ بہتر اور علم والا نہیں جانتا۔ اس پر اللہ نے وحی بھیجی کہ زمین میں ایک شخص تم سے زیادہ علم والے ہیں اور بخاری کی عام روایتوں میں یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا تو فرمایا۔ اس میں تطبیق ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں مختار ہے سائل کے سوا اور عتاب کو راوی نے چھوڑ دیا۔

۵) پہلی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت موسیٰ سے یہ پوچھا کہ آپ کسی ایسے کو جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو۔ فرمایا نہیں۔ اور یہاں یوں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ علم والا ہے تو فرمایا میں ہوں۔ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے حضرت موسیٰ کی مراد یہ تھی کہ جتنے اہل علم کو جانتا ہوں ان سب کے اعلیٰ میں ہوں۔ اس اعتبار سے یہ فرمانا غلط نہ تھا بلکہ عند التحقیق واقع کے اعتبار سے بھی صحیح یعنی الواقع حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضرؑ کے بعد عالم تھے لیکن اس جواب میں خود بینی خود نمائی کی بو تھی جو ان کے شایان شان نہ تھی انھیں جواب میں یہ فرمانا زیادہ انسب تھا کہ اللہ اعلم یا کم از کم یہ فرماتے انا اعلم واللہ اعلم اس لئے ان پر عتاب ہوا جیسا کہ دوسری روایت تصریح ہے اعجب موسیٰ بعلمہ نعماتبہ بسا لقی الخضر موسیٰ کو اپنے علم پر "عجب ہوا اس لئے ان پر عتاب ہوا اور خضر کیساتھ واقعہ پیش آیا۔

اور حقیقت میں یہ ان کی امت کی تعلیم کے لئے تھا کہ وہ عجب میں مبتلا نہ ہوں۔

۶) اس سے معلوم ہوا کہ ادب یہ ہے کہ عالم جو بات بیان کرے اس کے بعد یہ کہے واللہ تعالیٰ اعلم اسی کے مطابق مفتیان کرام اپنے فتوؤں کے بعد واللہ تعالیٰ اعلم لکھتے ہیں۔

۷) یہ جمع البحرین دو سمندروں کا سنگم کو کہتے ہیں۔ اس میں شرح حدیث و مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ جانب شرق رود اور فارس کے سمندروں کا سنگم۔ ابی بن کعب سے ثعلبی نے حکایت کی کہ یہ افریقہ میں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے۔ طنجہ۔ مراد ہے کچھ لوگوں نے کہا دریائے اردق اور فلزم کا سنگم مراد ہے اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۸) یہاں شبہ وارد ہوتا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت خضرؑ حضرت موسیٰ سے اعلیٰ ہیں۔ حالانکہ یہ محقق ہے

کہ بنی کا اپنے اہل زمانہ سے اعلم ہونا ضروری ہے۔ اس کا ایک جواب زعفرانی نے دیا کہ چونکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر بنی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک بنی دوسرے بنی سے تعلیم حاصل کرے۔ اس کا مفاد یہ نکلا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت موسیٰ سے اعلم ہوں اس لئے کہ دونوں بنی ہیں۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ اعتراض کیا یہ تو تسلیم کر لینا ہی ہوا حضرت خضر بنی سے اعلم ہیں۔ حالانکہ یہی اصل اعتراض ہے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا کہ حضرت خضر کی اعلیٰ خصوصیت کے اعتبار سے ہے۔ پھر بعد میں تحریر فرمایا کہ اگر حضرت خضر کو بنی مرسل مانیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اعلم ہوں۔ یعنی مطلقاً اور اگر ان کو صرف بنی یا دلی مانیں تو وہی مخصوص اعلیٰ مراد ہے۔ علامہ ابن حجر نے ابتداءً اعلم ہونے کو خاص کیا پھر تفصیل کی۔ اگر حضرت خضر بنی مرسل ہیں تو اعلم یہاں اپنے حقیقی معنی میں ہے اور اگر حضرت خضر کو صرف بنی یا دلی مانیں تو خاص باتوں کے اعتبار سے اعلم ہونا مراد ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ و ظائف نبوت اور امور شریعت کے اعتبار سے مطلقاً اعلم ہیں اور حضرت خضر دوسری چند مخصوص چیزوں (یعنی امور غیب و حوادث قدیمہ) کے اعتبار سے اعلم ہیں۔

لیکن ہر ذی علم جانتا ہے کہ جو شخص علوم کثیرہ وہ بھی و ظائف نبوت اور احکام شریعت کے اعتبار سے، اعلم ہواں کے مقابلے میں ایسے شخص کو جو مخصوص ایسی باتیں جانتا ہو جن پر پہلا شخص مطلع نہیں، اعلم کہنا درست نہیں۔ اس لئے فادم کے خیال میں صحیح توجہ یہ ہے کہ یہ موقع چونکہ عتاب و تنبیہ و تادیب کا ہے اور تنبیہ و تادیب کے موقع پر جو عتابیہ کلمات بولے جاتے ہیں۔ ان سے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا۔ صرف تنبیہ و تادیب مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً ایک استاد اپنے سب سے زیادہ لائق و فائق تلمیذ کو ناراضگی کی حالت میں تادیب کے تم کو کچھ نہیں آتا یا اس سے کمتر درجے کے تلمیذ کو کہے کہ تم سے زیادہ لائق تو یہ ہے۔ اسلوب بیان کا ماہر جانتا ہے کہ یہاں مراد حقیقی معنی نہیں۔ صرف اظہار عتاب ہے اسی طرح یہاں بھی عتاب کے موقع پر اس سے اعلم کے حقیقی معنی مراد نہیں۔ جیسا کہ انھیں حضرات نے ”کذب عند اللہ“ کی توجیہ میں فرمایا اس لئے اس سے حضرت خضر کی اعلیٰ پر استدلال درست نہیں۔ اس میں علماء و ارباب کمال کو یہ یقین کرنا ہے کہ اپنے علم و فضل پر گھمنڈ نہ کریں انرا میں نہیں۔ تواضع و فروتنی کرتے رہیں۔

⑨ کتاب التفسیر میں بطریق علی ہے کہ ارشاد ہوا ایک بے جان مچھلی لے جہاں یہ مچھلی زندہ ہو جائے وہیں وہ زندہ یعنی خضر ہیں۔ حضرت موسیٰ نے اپنے فادم حضرت یوشع سے فرمایا تم کو اس لئے ساتھ لے رہا ہوں کہ تم دھیان رکھنا جہاں مچھلی ہمارا ساتھ چھوڑ دے مجھے بتانا انھوں نے فرمایا یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ حضرت موسیٰ نے نمک آلود مچھلی بعضوں نے کہا مچھلی کا آدھا دھڑ لیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ مچھلی ہوئی مچھلی تھی۔ ہو سکتا ہے مچھلی ہوئی نمک آلود

فَوْتَمَّ، فَاَنْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ يَفْتَاكَ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ وَخَمَلًا حَوْتَانِي

غائب ہو جائے دیں وہ ہوں گے۔ موسیٰ چلے اور ان کے ساتھ ان کے خادم یوشع بن نون بھی چلے۔ دونوں نے

مِکْلَ حَتَّى كَانَ عِنْدَ الصَّخْرِ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا فَنَامَا۔ فَانْشَلَّ الْحَوْتُ

ایک بھلی ٹوٹری میں رکھ لی۔ جب صبح تک پہنچے تو سر رکھا اور سو گئے۔ بھلی ٹوٹری سے نکل گئی۔

مِنَ الْمِکْلِ فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ لِمُوسَىٰ وَفَتَا عَجَبًا۔ فَاَنْطَلَقَا

اور دریا میں اپنی راہ لی۔ سرنگ بنائی ہوئی اور موسیٰ اور ان کے خادم کو تعجب ہوا کہ

بھلی لی ہو۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بغیر بھنی ہوئی کچی بھلی کھائی نہیں جاتی۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ چلتے وقت

مسلم بھلی لی تھی اس میں سے راستے میں کچھ کھالی ہو۔ اور صخرہ کے پاس جب پہنچے تو اس کا آدھا حصہ رہ گیا تھا۔

⑩ تفسیر میں ہے کہ جب ایک چٹان کے پاس پہنچے جس کے نیچے زمین تر تھی حضرت موسیٰ اس چٹان کے سلبے میں سو گئے

اسی میں دوسری روایت ہے کہ اس چٹان کے نیچے آب حیات کا چشمہ تھا اس کا پانی جس مردہ پر پڑتا زندہ ہو جاتا

کسی طرح بھلی پر اس کا پانی پڑ گیا بھلی زندہ ہو گئی اور ٹرپ کر سمندر میں چلی گئی۔ اور سمندر میں جہاں ڈوبی وہاں گول سرنگ

بن گیا حضرت یوشع یہ منظر دیکھ رہے تھے مگر حضرت موسیٰ کو جگایا نہیں سو چاہا بیدار ہوں گے تو بتا دوں گا۔ مگر جب

حضرت موسیٰ بیدار ہوئے تو انھیں یاد نہ رہا۔ یہاں یہ ہے کہ دونوں سو گئے اور تفسیر کی دو روایتوں میں ہے کہ صرف حضرت

موسیٰ سوئے، اور حضرت یوشع جاگ رہے تھے۔ اور بھلی کے زندہ ہو کر دریا میں جانے کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں میں تطبیق

یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت یوشع کچھ دیر سوئے ہوں یہ بیدار ہوئے تو حضرت موسیٰ سوئے یا یہ کہ تغلیبا فرمایا گیا ہے

جیسا کہ آیت کریمہ یَخْرُجُ مِنْهُمَا الذُّلُومُ وَالْمُؤْجَانِ عَلَانِکَ مَوْتِی اور مرجان صرف کھاری سمندر سے نکلے ہیں جیسا کہ بعد میں

فرمایا گیا کہ دونوں بھول گئے۔ حالانکہ صرف حضرت یوشع بھولے تھے۔ نسیا حوتہما کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ حضرت

موسیٰ بیداری کے بعد بھلی کا حال دریافت کرنا بھولے اور حضرت یوشع تانا۔

⑪ یہ قولہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت موسیٰ کو حضرت یوشع نے بھلی کے حال کی خبر دی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی

ہے اور کتاب التفسیر کی ایک روایت میں بھی۔ اور یہی واقعہ بھی بتاتا ہے۔ اس لئے اس وقت تو حضرت موسیٰ کو بھلی کے واقعے

کا علم بھی نہیں تھا۔ علم ہوا یوشع کے بتانے کے وقت مگر چونکہ یہ تعجب بھلی کی گم شدگی پر تھا اس لئے اسی کے ساتھ ذکر فرمادیا

⑫ یہاں یومہما، موخر ہے۔ اس میں الٹ پلٹ ہو گیا۔ صحیح یہ ہے کہ بقیہ دن اور رات چلے اس پر قرینہ یہ ہے کہ

اگلے فرمایا جب صبح ہوئی اور صبح رات کے بعد ہوتی ہے نیز تفسیر کی ایک روایت میں بقیہ یومہما دلیل تھا یہ ہے۔

بَقِيَّةَ لَيْلَتَيْهَا وَيَوْمِهَا - فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَأْتِيَكَ بِمَنْ سَفَرْنَا هَذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاءَ وَنَزَلَ

یہاں سے اٹھ کر دونوں بقیہ دن کاٹ چلے۔ جب صبح ہوئی موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا ہمارے صبح کا کھانا لاؤ

اس سفر سے ہیں تھکا کر آگئے ہیں اور موسیٰ کو تھکان چھوئی بھی نہیں جب تک کہ اس جگہ سے آگے نہ بڑھے

الْمَكَانَ الَّذِي أَمْرِي بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ إِنِّي أَتَيْتُ إِذَا دِينًا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي

جہاں جانے کا انھیں حکم دیا گیا تھا ان کے خادم نے کہا دیکھئے؛ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے ہر

نَسِيتُ الْحَوْتَ قَالَ مُوسَى ذَالِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَأَرْتَدَّ أَعْلَى أَثَارِهَا قَصَصًا

وقت کچھلی کا واقعہ بیان کرنا بھول گیا۔ موسیٰ نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے اس کے بعد دونوں اپنے نشان قدم واپس

فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسَجًى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسْجًى بِثَوْبِهِ

پچھے لوٹے پھر جب صخرہ تک پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب سر سے پاؤں تک کپڑا تانے ہوئے ہیں۔

۱۳) قَصَّ کے معنی دوہیں۔ پچھے چلنا۔ قصہ بیان کیا بات چیت کی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں پہلا معنی ظاہر

دوسرا معنی یوں کہ وہ دونوں حضرات آپس میں بات چیت بھی کرتے جاتے تھے۔ اسی سے یہ معلوم ہوا کہ دوران سفر آپس

میں بات چیت کرنا سنت ہے اس سے سفر میں کوفت نہیں ہوتی۔

۱۴) مسلم شریف میں ہے کہ لوٹ کر اس چٹان کے پاس واپس ہوئے حضرت یوشع نے بتایا کہ یہاں کچھلی غائب

ہوئی تھی۔ بخاری تفسیر میں ہے کہ دونوں نے کچھلی کے غائب ہونے کی جگہ کو دیکھا کہ طاق کے مثل ہے۔ پھر دیکھا کہ

ایک صاحب بچوچ سمندر میں پانی کے اوپر ایک سبز فرش پر اس طرح کپڑے اوڑھے ہیں کہ چادر کا ایک کنارہ سر

کے نیچے اور دوسرا پاؤں کے تلے مسلم میں ہے کہ پتہ سوئے تھے ابن حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ اون کا جبہ پہنے تھے

اون ہی کا کبل تھا ان کے ساتھ ان کا عصا تھا جس پر ان کا کھانا باندھا ہوا تھا۔ ابن ابی حاتم کی روایت یوں

ہے کہ یہ دونوں اس سوراخ میں تشریف لے گئے جو کچھلی بنائی گئی تھی۔ پانی جم کر سخت ہو گیا تھا۔ اندر جزیرۃ البحر میں پہلے

تو دیکھا کہ حضرت جعفر سبز فرش پر کھڑے بچوچ سمندر کا پڑھ رہے ہیں۔

بخاری کی ان روایات اور ابن ابی حاتم کی روایت میں تخالف نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ بخاری کی روایت میں

اختصار ہوا اور مراد یہی ہو کہ اس سرنگ کے اندر گئے تو حضرت جعفر کو دیکھا البتہ اخیر حصے میں ضرور تعارض ہے اور عند التعارض

یہاں ترجیح بخاری ہی کی روایت کو ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فَسَلَّمَ مُوسَى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنْتَى بِأَرْحَمِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوسَى فَقَالَ

موسی نے سلام کیا تو خضر نے کہا۔ تمہاری (اس) زمین میں سلام کہاں سے؟ جواب دیا میں موسیٰ ہوں پوچھا

مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَيْتُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عِلَّمْتَ

بنی اسرائیل کے موسیٰ فرمایا۔ ہاں ہاں موسیٰ نے ان سے کہا (اجازت ہے کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہوں کہ

رُسُودًا قَالَ أَنْتَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوسَى إِنِّي عَلِيمٌ مِنْ عِلْمِ

آپ مجھے ان نیک باتوں میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں خضر نے کہا آپ ہرگز میرے ساتھ نہ رہ پائیں گے کچھ

اللَّهُ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَىٰ عِلْمِ عِلْمِكُمُ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِي

مجھے اللہ نے کچھ ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ نے کچھ ایسا علم عطا فرمایا جسے میں نہیں جانتا موسیٰ

(۱۵) اِنِّی، حَیْفَ، اِیْنِ، مَتٰی، حَیْثُ کے معنی میں آتا ہے یہاں کیف اور این کے معنی میں ہے اگر کیف کے معنی میں لیا جائے

تو اظہارِ تعجب کے لئے ہے معنی یہ ہوئے اس زمین میں سلام کیسے؟ یہ اس بنا پر کہ وہ علاقہ کفار کا تھا۔ وہ سلام جانتے ہی نہ

تھے۔ یا اس علاقہ میں ملاقات کے وقت لفظ سلام کے علاوہ اور کسی لفظ سے تحیت رائج تھی۔ اور اگر این کے معنی

میں لیا جائے تو سوالیہ جملہ ہوگا یعنی تم نے سلام کیسے جانا وہ جگہ دیران تھی کوئی باشندہ نہ ہوگا اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت خضر

نے حضرت موسیٰ کو نہیں پہچانا اور نہ یہ تعجب نہ ہوتا اور سوال نہ کرتے اس لئے کہ وہ غائبانہ واقف تھے۔ جیسا کہ آگے

کے جملے سے ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں حضرت موسیٰ نے فرمایا، میں موسیٰ ہوں تو انھوں نے پوچھا بنی اسرائیل کے

موسیٰ۔ فرمایا۔ ہاں۔

تفسیر میں اتنا زائد ہے۔ اس کے بعد حضرت خضر نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے کس لئے تشریف لائے ہیں۔ تو

حضرت موسیٰ نے فرمایا اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے ان اچھی باتوں میں سے کچھ کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔ اس

پر حضرت خضر نے عرض کیا کیا آپ کیلئے یہ کافی نہیں۔ کہ توریت آپ کے پاس ہے۔ آپ کے پاس وحی آتی ہے اے موسیٰ

میرے پاس کچھ ایسے علوم ہیں کہ ان سب کا جانا آپ کے لائق نہیں اور آپ کے پاس کچھ ایسے علوم ہیں جن سب کا

جاننا میرے لائق نہیں۔

(۱۶) اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت خضر کو حکم تھا کہ وہ باطنی احوال کے مطابق عمل فرمائیں۔ اور حضرت موسیٰ کو نہ ان تمام

جزئی باتوں کا علم تھا نہ وہ باطنی احوال کے مطابق عمل کے امور تھے۔ حضرت خضر کا منشا یہ تھا کہ میں باطنی احوال کے

مطابق عمل کروں گا جنہیں بظاہر آپ خلاف شرع پائیں گے اور چونکہ آپ بنی مرسل ہیں اسلئے مجھے روکیں گے مجھ پر

مطابق عمل کروں گا جنہیں بظاہر آپ خلاف شرع پائیں گے اور چونکہ آپ بنی مرسل ہیں اسلئے مجھے روکیں گے مجھ پر

مطابق عمل کروں گا جنہیں بظاہر آپ خلاف شرع پائیں گے اور چونکہ آپ بنی مرسل ہیں اسلئے مجھے روکیں گے مجھ پر

إِنْ شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَاَنْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ

نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور آپ کے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔ اس کے بعد یہ دونوں دریا کے

لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ مُّثَرَّتٌ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعَرَفَ الْخَضِرُ

نہایت پیدل چلے۔ ان کے پاس کشتی نہ تھی۔ پھر ایک کشتی ان کے قریب آئی۔ انھوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ انھیں

فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوَلٍ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً

بھی سوار کر لیں خضر کو پہچان لیا گیا کشتی والوں نے انکو بغیر کرایہ کے سوار کر لیا کہ ایک چھوٹی چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے بیٹھی اور

أَوْ نَقَرَ تَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسَى مَا نَقَصَ عَلَيَّ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ

ایک یاد و جو بخ سمندر میں مارا۔ اس پر خضر نے کہا میرے اور تمہارے علم کی نسبت علم الہی کے ساتھ وہی ہے جو اس چڑیا

اللَّهُ إِلَّا كُنْقَرَةً هَذِهِ الْعُصْفُورُ فِي الْبَحْرِ فَعَمِدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِنَ الْوَا ح

کے ایک چوخی کی سمندر سے ہے حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ نکال لیا۔

اعترض فرمائیں گے۔ صبر نہ کرنے سے یہی مراد ہے کہ آپ مجھے ضرور روکیں گے۔

(۱۸) پہلے فرمایا۔ دونوں یعنی حضرت موسیٰ اور خضر چلے۔ اس سے وہم ہوتا ہے کہ حضرت یوشع ان کے ہمراہ نہ تھے۔ لیکن یہاں

فَكَلَّمُوهُمْ جمع کا صیغہ ہے۔ اس سے ثابت کہ تین آدمی تھے اور تیسرے سوائے حضرت یوشع کے اور کوئی نہیں۔ اور پہلے

تثنیہ کا صیغہ اس لئے استعمال فرمایا کہ حضرت یوشع کی حیثیت خادم اور تابع کی تھی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے۔

دریا میں ایک کشتی جاتی ہوئی نظر آئی تو حضرت خضر نے آواز دی اور فرمایا کہ اور سواروں نے جو کرایہ دیا ہے ہم لوگ اس کا دنا

دیں گے۔ کشتی کے سواروں نے کشتی کے مالک سے کہا۔ اس خوفناک جگہ یہ لوگ ہیں کہیں چور نہ ہوں۔ کشتی کے مالک نے

کہا میں ان لوگوں کے چہرے پر نور دیکھ رہا ہوں اور ان کو بغیر کرایہ سوار کر لیا۔

(۱۹) یہاں لفظ نقص، وار د ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ میرے اور تمہارے علم نے باری تعالیٰ کے علم میں اتنی ہی کمی

کی جتنی اس چڑیا کے ایک مرتبہ چوخی میں پانی لینے سے کمی ہوگی۔ اس پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ چڑیا کے ایک بار چوخی میں پانی

لینے سے واقعی سمندر کے پانی میں کمی ہوتی ہے۔ مگر حضرت موسیٰ اور خضر کیا سارے جہاں کے لوگوں کے علوم نے باری تعالیٰ

کے خزانہ علم میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک چوخی پانی لینے سے سمندر کے پانی میں کمی

ہوتی ہے۔ مگر عرف میں یہی کہا جاتا ہے کہ کچھ بھی کمی نہیں ہوئی یہاں اس جملے کا یہی عرفی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے

یہاں کوئی کمی نہیں ہوئی اسی طرح مخلوقات کے علم نے علم باری میں کوئی کمی نہیں کی۔ یا یہ کہ مشاہدے سے یہی علوم ہوتے ہیں

السَّفِينَةِ فَتَرَعَهُ فَقَالَ مُوسَى قَوْمُ حَمَلُونَا يَغِيرُونَ لِي عَمْدًا إِلَى سَفِينَتِهِمْ

اس پر موسیٰ نے کہا۔ ان لوگوں نے بغیر کرایہ ہم کو کشتی پر بٹھایا
آپ نے کشتی کو بھاڑ ڈالا کہ

خَيْرَ قَوْمٍ اتَّغَرَّتْ أَهْلُهَا. قَالَ الْمَاقِلُ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا

کشتی والے ڈوب جائیں گے کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ پائیں گے موسیٰ نے

تَوَّأخَذَنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تَرْهَقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا قَالَ فَكَأَنْتَ الْأُولَى

نے کہا میری بھول پر گرفت نہ کرو اور میرے کام میں دشواری نہ ڈالو (فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) یہ پہلی

مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ تَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَآخَذَ الْخَضِرُ

موسیٰ کی بھول تھی اس کے بعد پھر دونوں چلے دیکھا کہ ایک بچہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ خضر نے اس کے سر کو اوپر

بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَى فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدٍ فَقَالَ مُوسَى اقْتُلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً

سے بکڑا اور اکھاڑ لیا والے اب موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بیگناہ کو بغیر کسی جان

بَغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ بَنُ عِيسَى

کے بدلے مار ڈالا۔ خضر نے کہا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ پائیں گے ابن عیسٰی نے کہا

کہ اس ایک چوٹ پانی سے سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوئی اسی طرح حقیقت میں ہمارے علوم سے علم باری میں کوئی کمی نہیں

ہوئی۔ کتاب التفسیر میں یوں ہے کہ ہمارا اور تمہارا علم باری تعالیٰ کے علم کے پہلو میں ایسے ہی ہے جیسے اس چڑیا کا

ایک چوٹ پانی سمندر کے سونے۔ اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ سمندر کا پانی کتنا ہی کثیر ہو مگر متناہی ہے۔ اور ایک چوٹ

پانی کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ متناہی کی متناہی سے ہے۔ اور علم باری عز اسمہ غیر متناہی ہے اور جملہ مخلوقات حتیٰ

کہ ان دونوں حضرات کے بھی علوم خواہ کتنے ہی کثیر ہوں۔ متناہی ہیں۔ اور متناہی کی غیر متناہی سے کوئی نسبت نہیں۔

اس کا بھی وہی جواب ہے کہ یہ صرف سمجھانے کے لئے ہے شاید کے اعتبار سے اہل عرف ہی جانتے ہیں کہ سمندر کا

پانی بے حدود و بے حساب ہے جو غیر متناہی کی ایک تعبیر ہے بتانا یہ ہے کہ جیسے ایک قطرہ آبِ سمندر کے بے حدود و بے

حساب پانی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں اسی طرح مخلوقات کے علوم کی باری تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلے

میں کوئی حیثیت نہیں۔

(۲۰) کتاب التفسیر وغیرہ میں ہے کہ بسولا یا کلباڑی سے کاٹ کر تختہ اکھاڑ دیا اور اس میں کیل ٹھوک دی ایک روایت

میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس میں کپڑا بھر دیا اور ایک کونے میں تشریف لے گئے اور سوچنے لگے اس شخص کے ساتھ

وَهَذَا اَوْ كَدُّ فَانْطَلَقَا حَتَّى اِذَا اتَّيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطَعَا اَهْلُهَا فَاَبَوْا

اس میں زیادہ تاکید ہے ۲۲ اس کے بعد دونوں چلے اور ایک بستی والوں کے پاس آئے ان سے کھانا طلب کیا

اَنْ يُصِفُوهُمْ فَوَجَدَ فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ يَنْقُضَ قَالَ الْخَضِرُ بَيِّنَةٌ

ان بستی والوں نے ہمان بنانے سے انکار کر دیا ان لوگوں نے اس بستی میں ایک دیوار ایسی پائی جو گرا جاہتی تھی۔ خضر نے ہاتھ

رہ کے کیا بنالوں گا۔ بنی اسرائیل میں تھا انھیں صبح و شام اللہ کی کتاب سناتا تھا حکم دیتا تھا مان لیتے تھے۔ حضرت خضر نے

کہا آپ کے جی میں کیا ہے کہیے تو بتا دوں فرمایا بتا دو حضرت خضر نے سب بتا دیا کشتی کا تختہ اکھاڑنے کے سوائے حضرت

موسیٰ کے اور کسی نے نہیں دیکھا در نہ تختہ اکھاڑنے ہی کب دیتے۔

(۲۱) کشتی سے اتر کر یہ لوگ سمندر کے ساحل پر جا رہے تھے کہ دیکھا دس بچے کھیل رہے ہیں ان میں جو سب سے زیادہ

خوبصورت و ذہین تھا اسے حضرت خضر نے پکڑا اور مار ڈالا اس کا نام اسی بخاری، تفسیر میں جیسو بتایا ہے اور ایک

قول یہ ہے کہ جیسون تھا۔ مار ڈالنے کی کیفیت میں مختلف روایتیں ہیں یہاں ہے کہ اس کے سر کو اکھاڑ لیا۔ دوسری روایت

میں ہے۔ ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے میوے توڑے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ لٹا کر چھری سے ذبح کر

ایک روایت میں ہے کہ ایک بڑا پتھر لے کر اس کے سر پر دے مارا ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کا سر دیوار پر دے مارا

ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ یہ سب ہوا ہو گا پہلے اس کے سر پر پتھر مارا جس سے وہ گر پڑا پھر چھری سے ذبح کر کے اس کے سر

کو تن سے جدا کیا پھر سر دیوار پر دے مارا۔ یہ لڑکا بد سرشت تھا ابھی سے فساد چائے رہتا ماں باپ کو ستاتا رہتا رات میں

چوری کرتا صبح کو جب شکایت آتی ماں باپ جھوٹی قسم کھاتے کہ یہ رات بھر کہیں نہیں گیا ہمارے ساتھ سویا تھا۔ یہ واقعہ

یا تو ابلہ میں ہوا تھا جو بصرہ اور عیدان کے مابین ہے یا ایلام میں جو بحر فلزم کے کنارے مصر سے آنے والے حجاج کے راستے

میں پڑتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ غلام عربی میں نابالغ بچے کو کہتے ہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ ابھی نابالغ تھا۔ اور یہی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

(۲۲) اس میں تاکید کی زیادتی ملاحظہ کے افسانے سے پیدا ہوئی

(۲۳) یہ بستی انطاکیہ تھی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے۔ یہاں یہ حضرات سورج ڈوبنے کے بعد پہنچے

قریب میں کوئی ایسی بستی نہ تھی۔ اور جاڑے کی رات تھی۔ ان حضرات نے اسی دیوار کے پیچھے جا کر قیام کیا۔ یہ دیوار اتنی

جھکی تھی کہ بستی والے اس سے بچ کر چلتے تھے۔ حضرت خضر نے جب دیکھا کہ دیوار خطرناک ہے تو اسے سیدھی کر دیا عام

روایتوں میں یہی ہے کہ ہاتھ سے سیدھی کر دی۔ ایک روایت ہے کہ ستون لگا کر سیدھی کر دی۔ حضرت ابن عباس

فَاقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اجْرًا قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ

سے درست کر دیا۔ اس پر موسیٰ نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لیتے۔ خضر نے کہا۔ یہ میری اور آپ کی

بَيْنَكَ قَالَ الْبَنِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى لَوْ دَنَا

جدائی ہے۔ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے ہماری خواہش ہے کہ اگر وہ صبر

رہی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اسے ڈھا کر بنانے لگے۔ یہاں ”قال بیدہ“ ہے۔ یہاں قال، معنی میں اشارے کے ہیں۔

دوسری روایت میں ”فسبحہ بیدہ“ ہے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ ہم نے ان دونوں روایتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے۔

ترجمہ یہ کیا۔ ہاتھ سے سیدھی کر دی۔

(۲۴) یہ حضرت خضر نے اس لئے کہا کہ اس سے پہلے خود حضرت خضر نے کہہ دیا تھا کہ اگر اب آپ تیسری بار جلدی کریں

گے تو وہ جدائی کا وقت ہو گا۔ اس پر خود حضرت موسیٰ فرما چکے تھے کہ اگر کچھ پوچھوں تو اپنے ساتھ رکھئے گا۔ اسی لئے

تفسیر میں ہے کہ پہلی بار حضرت موسیٰ کا سوال نسیاناً تھا۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور

دوسری بار بطور شرط تھا۔ اور تیسری بار قصداً تھا۔ یعلیٰ نے کہا کہ جب تیسری بار حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کو ٹوکا

تو حضرت خضر نے عرض کیا۔ آپ مجھے کشتی توڑنے بچے کے مار ڈالنے، اور دیوار سیدھی کرنے پر ملامت کرتے ہیں۔ اؤ آپ

بھول گئے آپ نے اپنے آپ کو پانی میں ڈالا قبلی کو قتل کیا۔ شعیب کی لڑکیوں کی بکریاں بلا معاوضہ چرائیں۔

مسائل استخراجیہ (۱) طلب علم یا کسی بھی خیر کے طلب کے لئے سفر جائز ہے بلکہ انبیاء کی سنت ہے اگرچہ یہ سفر

دریا کا ہوا سی پر قیاس کر کے ہوائی سفر کا بھی جواز ثابت (۲) سفر کے لئے زاد راہ رکھنا جائز ہے اور سب سے عمدہ

زاد راہ مچھلی ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس سفر میں زاد راہ مچھلی ہوگی وہ کامیاب ہوگا (۳) اساتذہ و مشائخ کے

ساتھ باادب رہنا چاہیے ان پر اعتراض ہرگز نہ کرنا چاہئے ان کی جو بات سمجھ میں نہ آئے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے

اس کی اچھی تاویل کرنی چاہئے اور اگر بتقاضائے بشری کوئی بات ہو جائے جس سے انھیں اذیت ہو تو ان سے عذر

خواہی کرنی چاہئے۔ (۴) انبیاء کرام، اولیائے عظام کے لئے مافوق الفطری قوت ثابت ہے (۵) ضرورت پر

کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا سوال جائز ہے (۶) مزدوری پر کام کرنا جائز ہے (۷) حکم ظاہر ہوگا جب تک

حقیقت حال منکشف نہ ہو جائے (۸) جب دو خرابیاں اکٹھی ہوں تو جوان میں اخف ہوا نہیں اختیار کرے (۹)

شرعیات کی ہر بات واجب التسلیم ہے اگرچہ ہماری یا کسی کی بھی سمجھ میں نہ آئے (۱۰) عقل نقل کے تابع ہے نقل عقل

کے تابع نہیں (۱۱) غیر بنی کا خواب یا کشف حجت شرعیہ نہیں (۱۲) اکثر مال یا جسم بچانے کے لئے جز کا برباد کرنا یا کٹوا

لَوْ صَبَرَ حَتَّى يَقْضَىٰ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِ هَآءِهِ

کرتے تو ہمیں ان کے احوال اور سننے کو ملتے

لینا جائز ہے (۱۳) انسان کتنے ہی بلند منصب پر ہوا اپنے کو سب سے بڑا نہ جانے اپنی بڑائی پر گھنڈ نہ کرے۔ ہمیشہ تواضع کرے۔

(۱۴) انبیاء کرام و اولیاء عظام کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا ہے (۱۵) اللہ عزوجل کا علم اور ہر صفت غیر متناہی ہے انبیاء اولیاء اور تمام مخلوقات کے علوم و صفات مجموعی طور بھی متناہی ہیں۔ اگر وہ کتنے ہی کثیر ہوں۔ (۱۶) اشیاء کا حسن و قبح شرعی

ہے (۱۷) آزاد انسان سے خدمت لینی جائز ہے خادم کو مخدوم کا تابعدار ہونا چاہئے (۱۸) ساتھی کا عذر قبول کرنا چاہئے۔

(۱۹) اپنی تکلیف کا اٹھنا جائز ہے جبکہ بطور جزع و فزع نہ ہو۔ (۲۰) اللہ کے لئے جو کام کیا جائے اس میں تعب و مشقت نہیں ہوتی اپنے لئے کرنے سے بقا منلے بشری ہوتی ہے (۲۱) تین بار عذر قبول کر لینا چاہئے اس کے بعد اختیار ہے۔

گمراہ صوفیہ اور ملحدین متصوفہ نے حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعے سے استدلال کیا ہے اہل اللہ شریعت کے محتاج نہیں

ان پر بلا واسطہ اللہ عزوجل کی طرف سے علوم و احکام کا القا ہوتا ہے وہ اسی کے پابند ہیں۔ علامہ قرطبی نے فرمایا یہ کفر و

زندقہ ہے۔ یہ ضروریات دین ہے کہ اللہ عزوجل کی سنت یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جملہ احکام بواسطہ انبیاء پہنچاتا ہے۔

بغیر نبی کے واسطے کہ اللہ عزوجل کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ اس پر امت کا اجماع قطعاً ہے۔ اور یہی قرآن و احادیث سے

ثابت ہے۔ شریعت کا مکلف ہر مسلمان عاقل بالغ ہے جو اپنے کو شریعت کے دائرے سے باہر جانے وہ کافر و زندیق ہے

کسی کے باطنی علوم اگر شریعت کے مطابق ہیں تو مقبول ورنہ مردود۔ علاوہ ازیں حضرت خضر نے جو کچھ کراہہ ظاہر شریعت کے

خلاف نہیں۔ سوائے بچے کے قتل کے یہ بظاہر ہماری شریعت کے خلاف ہے۔ مگر علمائے فرمایا۔ کہ ہو سکتا ہے حضرت خضر

کی شریعت میں اس کی اجازت رہی ہو اگر نہ بھی ہو تو وہ بہر حال نبی تھے اور نبی پر من جانب اللہ تعلق احکام ہوتا ہی ہے۔ ان کا

خواب بھی وحی اور الہام بھی وحی۔ اس لئے اس سے اپنے کفریات پر ان ملاحظہ کا استدلال، استدلال فاسد ہے۔

علاء ایضا بخاری ایضا العلم، ذہاب موسیٰ علیہ السلام فی البحر الی الخضر، والخروج فی طلب العلم۔ الاجارہ، اذا

استاجرا جیرا علی ان یقنم حائطاً، شروط، الشروط مع الناس بالقول الانبیاء حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام میں دو

طریقوں سے ایضا تفسیر واذ قال موسیٰ لفته و فلما بلغ مجمع البحرین و بینہما و فلما جاؤہما قال لفتا۔ ایضا الایمان والنذور

اذا حلف ناسی فی الایمان۔ التوحید۔ فی المشیۃ والاسہادۃ۔ مسلم۔ احادیث الانبیاء و ترمذی تفسیر ناسی تفسیر

والعلم۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

⑨۱ حدیث من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّا أَحَدُنَا

اور پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کے راستے میں لڑائی کیا ہے؟ اس لئے کہ کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے

يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حِمِيَّةً فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ قَالَ وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا

کوئی حمت کی وجہ سے حضور نے اپنا سر اٹھایا۔ راوی نے کہا کہ حضور نے سر اسی لئے اٹھایا کہ

تشریحات ⑨۱

① یہاں صرف رجل ہے۔ اور کتاب الجہاد میں اعراب ہے۔ یہاں صرف غضباً و حمية ہے مگر جہاد میں للمغنہ

للدكر ليرى مكانه ہے اور کتاب التوحید میں حمية کے ساتھ شجاعة اور رياء ہے اب پورا سوال یہ ہوا کہ کوئی

غصے کی وجہ سے کوئی حمت کی وجہ سے کوئی مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے۔ کوئی اپنی نام آوری کے لئے کوئی اپنی بہادری

اور مرتبہ دکھانے کے لئے لڑتا ہے۔ جواب کا افادہ یہ ہوا کہ دین کی سر بلندی کی نیت کے سوا کسی بھی غرض فاسد سے لڑنے والا

فی سبیل اللہ نہیں جہاد فی سبیل اللہ صرف یہ ہے کہ دین کی سر بلندی کے لئے جنگ کرے۔

② غضب کبھی اپنے لئے ہوتا ہے کبھی اللہ کے لئے۔ اللہ کے لئے غصہ اور جنگ تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اپنے لئے غصہ

کبھی برحق ہوتا ہے کبھی ناحق۔ برحق غصے کی وجہ سے جنگ کبھی فی سبیل اللہ ہو جاتی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه

جو اپنا مال بچانے کیلئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنی جان بچانے

کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے جو اپنے دین کے لئے مارا گیا وہ شہید

من قتل دون اهله فهو شهيد (ترمذی منہج)

جو اپنے اہل کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

اور اسی قسم کی تقسیم حمت میں بھی ہے حمت کبھی دینی ہوتی ہے۔ کبھی دنیوی، اور دنیوی میں بھی بعض صورتوں میں

دینی پہلو نکل سکتا ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے۔ اس کی شرح کے لئے دفر چاہئے

③ اس سے یہ فوائد حاصل ہوئے ① یہ جائز ہے کہ مفتی بیٹھا رہے اور سائل کھڑا رہے ② مفتی اور شیخ کو چاہیے کہ سائل کی

نیکذکی طرف متوجہ ہو کر جواب دے۔ ③ کوئی کتنی ہی بڑی عبادت کیوں نہ ہو نیت فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے ④ مفتی

اور شیخ کو چاہئے کہ ایسا جواب دے جو سائل کی سمجھ میں بھی آجائے اور وہ اسے یاد رہ سکے۔

اِنَّهٗ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَمَوْفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

سائل کھڑا تھا (اور حضور بیٹھتے تھے) اور فرمایا جو اس نے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو یہ لڑائی فی سبیل اللہ ہے

⑨۲ حدیث۔ سوال الیہود عن الروح

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَ اَنَا اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ مدینہ کے کھنڈرات

خَرِبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَصِيْبٍ مَّعَهُ فَمَرَّ بِنَفْسٍ مِّنْ الْيَهُودِ فَقَالَ

میں جا رہا تھا اور آنحضور کھجور کی ٹہنی پر ٹیکے جاتے تھے حضور کا گذر یہودیوں کے چند آدمیوں پر ہوا

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ لَا يَجِيْبُ فِيْهِ

یہودیوں نے آپس میں کہا ان سے روح کے بارے میں پوچھو اس پر ان میں سے کسی نے کہا مت پوچھو جواب میں

بَشَى تَكَرُّهُوْنَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ

ایسی بات نہ فرمادیں جو تمہیں ناگوار لگے پھر بھی ان کے بعض نے کہا ہم تو ضرور پوچھیں گے چنانچہ ان میں سے ایک تنہا

يَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ؟ فَسَكَتَ فَقُلْتُ اِنَّهٗ يُوْحٰى اِلَيْهِ، فَهَمَّتْ فَلَمَّا اَجَلَى

اور کہا اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے آنحضور نے سکوت اختیار فرمایا میں نے اپنے جی میں کہا آنحضور پر وحی آرہی ہے جب

تشریحات ⑨۲

① بخاری ہی کی دوسری جگہوں میں بجائے خرب حرث ہے دونوں میں تعارض نہیں کھنڈروں کے مابین یا اس یا اس کھیت بھی رہا ہو اس نے کبھی کھنڈر کبھی کھیت فرمادیا۔ ② اس سے معلوم ہوا کہ عصار کھنا سنت ہے۔

③ روح کا اطلاق نئی معنوں میں ہے۔ جبریل امین۔ عیسیٰ علیہ السلام۔ ملکہ کی ایک مخصوص قسم جو قیامت کے دن ملکہ کی طرح صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ ایک مخصوص مخلوق۔ قرآن مجید۔ روح حیوانی۔ یہودیوں کا سوال ان میں کس روح کے بارے میں تھا وہ آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ خاص روح کے بارے میں سوال سے ان خبشار کا مقصود یہ

علہ ایضا بخاری جہاد من قاتل لکون کلمۃ اللہ من قاتل للمغنم۔ توحید۔ و قولہ ولقد سبقۃ کلمتنا۔ مسلم

امارت۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ابن ماجہ۔ جہاد۔ ۳۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی جہاد۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

تھا۔ کہ تورات میں بنی آخر الزماں کی علامت یہ تھی کہ ان سے روح کے بارے میں سوال ہوگا تو نہ بتائیں گے۔ چنانچہ مکہ کے مشرکین کو انھیں یہودیوں نے سکھایا تھا کہ تین سوال کرو۔ اصحاب کہف، ذوالقرنین کون تھے روح کیا ہے اگر کسی کا جواب نہ دیں تو بھی بنی نہیں اور اگر تینوں کا جواب دیں تو بھی بنی نہیں۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں تو قرآن نازل ہوا۔ اور روح کے بارے میں فرمادیا، یہ امر رب سے ہے چنانچہ روح کے بارے میں مذکورہ آیت تلاوت کی۔ تو یہود نے کہا ہم نے کہا تھا نہ کہ مت پوچھو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب روح کی حقیقت نہ بتائی تو یہود کو خوش ہونا چاہئے تھا کہ بتانے پائے۔ اس کہنے کا کیا تک تھا وہی کہ انھیں معلوم تھا بنی آخر الزماں روح کی حقیقت نہ بیان فرمائیں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ غور کیجئے۔ اس ارشاد سے کہ روح امر رب سے ہے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضور کو اس حقیقت کا علم نہ تھا۔ علامہ عینی ان لوگوں کا رد فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

جل منصب البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو
حبيب الله وسيد خلقه ان يكون غير عالم بالروح
وكيف وقد من الله عليه بقوله وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا وَقَدْ قَالَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ
لَيْسَ فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الرُّوحَ لَا يَعْلَمُ وَأَنَّ
الْبَنِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهَا۔

عینی ص ۲۱۲

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بہت جلیل ہے واللہ کے
حبیب اور تمام مخلوق کے سردار ہیں پھر یہ کیسے ممکن کہ وہ روح
کو نہ جانتے روح کو کیسے نہیں جانیں گے حالانکہ اللہ عزوجل
نے اس ارشاد سے ان پر احسان یا دلایا ہے کہ آپ جو کچھ نہ جانتے
تھے ہم نے وہ سب آپ کو سکھادیا اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا
فضل ہے۔ اکثر علماء نے فرمایا۔ اس آیت میں اس پر کوئی دلیل
نہیں کہ روح کو کوئی نہیں جانتا اور نہ اس پر ہے کہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم روح کو نہیں جانتے تھے۔

علامہ عینی نے، «وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ» سے اس پر استدلال کر کے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
روح کو جانتے تھے یہ بتا دیا کہ اس آیت کریمہ میں لفظ ما اپنے عموم پر ہے۔ ما محتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص نہیں
ورنہ ان کا استدلال تام نہ ہوگا اس لئے کہ جب ما کو ما محتاج الیہ فی الدین کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ اور ظاہر ہے روح
کا جاننا ما محتاج الیہ فی الدین نہیں تو استدلال ختم۔ اور جب یہ اپنے عموم پر ہے تو اس سے بلا دروغ یہ بھی ثابت کہ حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمیع ما کان وما یکون کا بھی علم عطا ہوا۔ پھر علم مصطفیٰ کے منکرین کے استدلال فاسد
کا جواب دیا کہ آیت کریمہ قُلِ الشُّرُوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي سے یہ بھی ثابت نہیں کہ، روح کا علم کسی کو نہیں دیا گیا اور نہ یہ ثابت کہ

ہے اور ان کو بہت ہی کم علم دیا گیا۔

(۴) عالم کی بنیادی تقسیم دو ہے۔ عالم امر اور عالم خلق۔ عالم امر۔ بغیر مادے کے، کن فرمانے سے کسی شے کی ایجاد کو کہتے ہیں۔ اور عالم خلق، مادے سے بتدریج کسی چیز کو پیدا فرمانے کو کہتے ہیں۔ المفلوظ ص ۶۶
شرح فقہ اکبر میں ہے۔

لَآ اِنَّ السُّرُوْحَ خُلِقَ بِالْاَمْرِ التَّجْنِيزِ كِبَعْضِ
الْمَخْلُوْقَاتِ وَاَكْثَرُ الْكَائِنَاتِ خُلِقُوْا بِوَصْفِ
السَّدْرِ عِجِي وَاِلَٰذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا اَنَّهٗ الْخَلْقُ
وَالْاَمْرُ (ص ۱۲۴)

۵ بخاری اور مسلم کے اکثر نسخوں میں دَمَا اَدْوَا ہے اور قرآن مجید میں وَمَا اَدِیْتُمْ ہے۔ قرأت متواترہ یا مشہورہ میں دَمَا اَدْوَا نہیں۔ نیز بخاری ہی کتاب التفسیر میں بطریق عمر بن حفص اور کتاب التوحید میں بطریق یحییٰ وَمَا اَدِیْتُمْ ہے۔ یہ قرأت شاذہ سے ہے جیسا کہ حضرت سلیمان اعش نے کہا کہ ہماری قرأت دَمَا اَدْوَا ہے۔ شوافع کے یہاں قرأت شاذہ حجت نہیں۔ مگر اخاف کے یہاں ہے کہ کم از کم یہ خبر واحد کے درجے میں ضرور ہے اور خبر واحد کو سب حجت مانتے ہیں۔

(۶) اس سے معلوم ہوا کہ سائل اگر معاند ہے تو اسے ایسا جواب دینا چاہئے جو مسکت ہو۔ محقق جواب اگر نہ دیں تو بھی حرج نہیں۔

عنه ايضا تفسير بني اسرائيل - يسلونك عن الروح - الاعتماد - ما يكرم من كثرة السؤال - ما يثل عالم ينزل عليه الوحي التوحيد - لقد بلغت كلمتنا بعبادنا المرسلين - قول الله انما امرنا بشي مسلم منافقين ٢٢ - ترمذي تفسير سورة بني اسرائيل ١١٠١٠ نسائي تفسيره انا

۹۳) حدیث۔ ولولا قومك حديث عهد بكفر

عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّوْا إِلَيْكَ كَثِيرًا

اسود نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن زبیر نے جوچھا کہ حضرت عائشہ تم سے بہت راز کی باتیں کہہ دیتی تھیں

فَاَحَدْتُكَ فِي اللَّعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انہوں نے مجھے کے بارے میں تم سے کیا بیان کیا ہے میں نے کہا انہوں مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنْ قَوْمَكَ حَدِيثُ عَهْدِهِمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِكَفَرٍ

فرمایا۔ اے عائشہ اگر تمہاری قوم کا زمانہ نیا نہ ہوتا۔ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر سے بہت قریب نہ ہوتا۔

تشریحات ۹۳)

○ اسود ابن یزید بن قیس نخعی اجلہ تابعین میں ہیں۔ یہ ابراہیم غمی کے ماموں ہیں۔ زمانہ اقدس پایا مگر زیارت سے شرف نہ ہوئے۔ اسی حج اور عمرے کے۔ مگر کبھی دونوں اکٹھے نہیں کے سہ ماہ میں کونے میں وصال فرمایا۔

تکمیل پوری حدیث یوں ہے۔ ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ حلیم کہے میں داخل ہے یا نہیں۔ فرمایا داخل ہے۔ بات یہ ہوئی کہ تمہاری قوم کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ پورا کعبہ بناتے۔ انہوں نے بنار ابراہیمی سے اتنا نکال

دیا۔ پھر میں نے پوچھا کہ انہوں نے دروازہ ادنیا کیوں رکھا ہے فرمایا یہ اس لئے کیا کہ جسے چاہیں اندر جانے دیں جسے نہ چاہیں روک دیں۔ ام المومنین نے عرض کیا کہ آپ اسے قواعد ابراہیمی پر کیوں نہیں بنادیتے۔ تو فرمایا۔ اگر تیری قوم

کفر سے قریب تر نہ ہوتی تو ضرور میں ایسا کر دیتا۔ اور انہوں نے جو نکال دیا اسے لیکے میں داخل کر دیتا۔ اور اسی کے دو دروازے زمین کے برابر بنادیتا ایک پچھم ایک پورب لیکن اندیشہ ہے کہ یہ لوگ ناپسند کریں گے۔ اسی حدیث کی

بنا پر حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پرانی عمارت اٹھا کر پھر سے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی تھی بنوائی۔ یزید بن رومان راوی حدیث کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت عبد اللہ بن زبیر نئی تعمیر کر رہے تھے تو میں

نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد دیکھی ہے۔ جو اونٹ کی کوہان نما بھروں کی تھی۔ جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جریران کے تلمیذ نے کہا کہ مجھے بتائیے کہاں تک یہ بنیاد ہے۔ یزید بن رومان انھیں حلیم کے اندلے گئے اور اشارہ

کر کے بتایا کہ یہاں تک۔ جریر نے اندازہ کیا تو تقریباً کعبے سے چھ ہاتھ لگ بھگ دور یہ جگہ تھی۔ پھر عبد الملک سفاک نے اپنے قلب کے بعد ضد و غناد میں اس عمارت کو اگر عہد جاہلیت کے مطابق بنوایا۔ مسلم شریف میں ہے کہ

یہ درندہ ایک بار طواف کرتے کرتے یہ کہنے لگا اللہ کے دشمن ابن زبیر نے ام المومنین پر جھوٹ باندھا ہے کہ انہوں نے

لَنَقْضُ اللَّعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ

تو میں کعبہ کی موجودہ عمارت اٹھا دیتا (اور نئی عمارت بنا کر) اس کے دو دروازے بنادیتا ایک سے لوگ

مِنْهُ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ عَلَيْهِ

اندر جاتے ایک سے باہر نکلتے۔

یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبد اللہ بن ربیعہ موجود تھے۔ انھوں نے کہا اے امیر المومنین ایسا مت کہو میں نے خود ام المومنین سے یہ حدیث سنی ہے اس پر اس غاصب نے کہا اگر ڈھانے سے پہلے میں نے سنا ہوتا تو ابن زبیر کی تعمیر باقی رکھتا۔ عباسی بادشاہ ہارون نے جب یہ حدیث سنی تو امام مالک سے اجازت طلب کی کہ اسے ڈھا کر پھر اسی طرح بنوادوں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی تھی۔ امام مالک نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھلونا مت بنا جس کا جی چاہے ڈھائے بنائے اس طرح اس کی بہت دلوں سے حاتی رہے گی۔

① کعبے کی تعمیر سات مرتبہ ہوئی۔ اول فرشتوں کی۔ پھر حضرت ابراہیم کی پھر عالقہ کی پھر جرہم پھر قریش کا جس میں خود آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی پھر حضرت عبد اللہ بن زبیر کی پھر حجاج بن یوسف مشہور ظالم کی عبد الملک بن مروان کے عہد میں اس کے حکم سے یہی عمارت اب تک باقی ہے۔ ② حطیم پورا کا پورا کعبہ میں ہے یا اس کا جزر و دولاب اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ پورا حطیم کعبے کا جزر ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا صوف پانچ یا چھ یا سات ہاتھ۔ سلم شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمادی تھی کہ میں پانچ ہاتھ کعبے میں داخل کرتا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر نے صرف پانچ ہی ہاتھ حطیم میں سے لیا تھا۔ پانچ چھ سات ہاتھ کا اختلاف اپنے اپنے اندازے یا اپنے اپنے ہاتھ کے اعتبار سے ہے۔ ③ صرف حطیم کی جانب منہ کر کے نماز جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کا کعبے کا جزر ہونا خبر واحد سے ثابت ہے اور استقبال قبلہ فرض ہے فرض کا اثبات خبر واحد سے نہیں ہو سکتا۔ ④ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو کام فرائض و واجبات میں سے نہ ہو اور اس کے کرنے سے فتنے کا اندیشہ ہو اس سے بچنا بہتر ہے یوں ایسی بات کا اعلان بھی نہ کرے مگر جن پر اعتماد ہوا نہیں بتا دے۔ خبر و شریعت ہوں تو شرع پختہ ضروری ہے حکام اور علماء کو لازم ہے کہ امور شرعیہ کے علاوہ دیگر معاملات میں اس کا لحاظ رکھیں کہ عوام میں شورش پیدا نہ ہو۔ عوام بھڑک نہ جائے۔

علہ ایضاً باب فضل مکة وبنیائہا۔ تہنی۔ مایجز من اللہ۔ مسلم ج ۱ ص ۵۱ تا ۵۲۔ نسائی مناسک ۱۲۸ تو مندی ج ۴۔

ابن ماجہ ج ۱۔ دارمی مناسک ۴۴۔ مسند امام احمد۔ ۱۰۔ مسلم مناسک ۱۲۸ ایضاً

۹۲) حَدِثَ ثَوَالِثَ النَّاسِ بِمَا يَعْرِفُونَ

قَالَ عَلِيُّ بْنُ رِضَى اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُ حَدِثَ ثَوَالِثَ النَّاسِ بِمَا يَعْرِفُونَ أَمْحُورُونَ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگوں سے وہی بات بیان کرو جس کو لوگ سمجھ لیں کیا تم پسند کرو گے

اَنْ يَكْذِبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔

تشریحات ۹۲)

① حضرت ابوالطفیل بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سب بعد از ان میں وصال ہوا انھوں نے اپنی اخیر عمر میں ایک بار فرمایا کہ آج روئے زمین پر حدیث بیان کرنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہو سنیہ میں غزوہ اُحد کے سال پیدا ہوئے یہ ان چھ صحابہ میں ہیں جن کی زیارت حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص محبین میں سے تھے۔ ان کے ساتھ تمام معرکوں میں رہے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت کے قائل تھے بہت ذہین فطین بلیغ ثقہ اور شاعر بھی تھے۔ پہلے کوفہ رہتے تھے۔ پھر مکہ معظمہ جا بے اور وہیں ایک سو سات سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے نو حدیثیں مروی ہیں۔

② یہ بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے جن کے تیسرے راوی صحابہ ہیں امام بخاری نے اپنی ہی نہیں عام محدثین کی طرز کے خلاف یہاں پہلے، حدیث کا متن ذکر کیا پھر سند۔ یہ اس لئے کہ اس کے ایک راوی معروف بن خزیمہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے یا بیان جواز کیلئے ہے کہ دونوں جائز ہے۔ اسی لئے بخاری کے بعض نسخوں میں سند مقدم ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا سب سے قریب تر یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے تعلیقاً اس کو لکھا یا پھر بعد میں سند ملی۔

③ اس کے پہلے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی ایسے کام کو فی نفسہ اچھا ہو مگر اس سے عوام کے فتنے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے نہ کرنا چاہئے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسی بات جو مدار کفر و ایمان ہدایت و ضلالت نہ ہو اور وہ عوام کی سمجھ سے باہر ہو عوام کے سامنے نہ بیان کی جائے جیسا کہ دار دہے کلموا الناس علی قدر عقولہم۔ لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق بات کی جائے اسی لئے فرمایا گیا من لم یعرف اہل زمانہ نہو جاہل۔ جو اپنے زمانے والے کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے۔ دہر یہ ہے کہ جب عوام کے سامنے غیر ضروری ایسی بات بیان کی جائے گی

⑨۵ حدیث۔ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

حَدَّثَنَا النَّبِيُّ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے معاذ ایک ہی ساف
عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ

کجادے میں تھے حضور نے فرمایا اے معاذ بن جبل انھوں نے عرض کیا بیک یا رسول اللہ اور سعدیک
قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ

فرمایا اے معاذ عرض کیا بیک یا رسول اللہ اور سعدیک
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ

بیک یا رسول اللہ اور سعدیک
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللَّهُ

محمد رسول اللہ کی گواہی دی
اور دل سے تصدیق کی وہ اللہ نے اسے جہنم پر حرام فرمادیا ہے۔

جو ان کی سمجھ سے باہر ہو تو اسے غلط مانیں گے اور جب یہ کہا جائے گا اللہ و رسول نے ایسا فرمایا تو اندیشہ ہے کہ اللہ و رسول
کی تکذیب کر بیٹھیں۔ اسی بنا پر علماء قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر و حدیث کا ترجمہ بلا تشریح عوام کے سامنے بیان کرنے کو
نا پسند کرتے ہیں۔

تشریحات ⑨۵

① تین بار پکارنا اس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ نیز اس لئے تھا کہ وہ پورے طور سے متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ
ارشاد ہوا اس کو پوری توجہ سے سنیں۔ ② یہاں دو احتمال ہے ایک یہ کہ من قلبہ کا تعلق صدقاً سے ہو جس کے
مطابق ہم نے ترجمہ کیا دوسرے یہ کہ من قلبہ کا تعلق یشہد سے ہو اب معنی یہ ہوئے کہ دل سے گواہی دے اس حال
میں کہ وہ سچا ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ دل میں کفر ہے اور زبان پر اقرار شہادت جیسا کہ منافقین گواہی کا اظہار کرتے تھے۔ او
ایک احتمال یہ ہے کہ کبھی صدق کے معنی ہوتے ہیں قول کے مطابق عمل کرنے کے جیسے دیندار مسلمان کو کہتے ہیں کہ بڑا سچا
مسلمان ہے اب معنی یہ ہوئے کہ شہادت کے مقتضی کے مطابق عمل بھی کرتا ہو یعنی تمام فرائض و واجبات پر بھی عمل کرتا ہو اور
نواہی سے بچتا ہو۔ اس تاویل پر یہ اعتراف نہیں پڑے گا کہ جہنم کے حرام ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سرے سے جہنم
میں جلتے ہی نہیں حالانکہ یہ ثابت ہے کہ کچھ گنہگار مسلمان ابتداء جہنم میں جائیں گے پھر نکالے جائیں گے اس کے دوسرے

عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أَخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْتِرُونَ قَالَ إِذَا

حضرت معاذ نے دریافت کیا یا رسول اللہ اجازت دیں تو لوگوں کو اس سے خبر کر دوں کہ لوگ خوش ہو جائیں فرمایا پھر

يَتَكَلَّمُوا وَأَخْبَرِ بِهَا مَعَاذُ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِمَاعُهُ ت (۱۹) قَالَ مُجَاهِدٌ لَا

اسی پر بھروسہ کریں گے۔ حضرت معاذ نے اپنی وفات کے وقت کتمان علم کے گناہ سے بچنے کیلئے یہ حدیث بیان کر دی۔ امام مجاہد

يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ عَلَيْهِ

نے فرمایا شرمیلہ اور متکبر علم نہیں حاصل کر سکتا۔

جوابات بھی میں کہ مراد خلود فی النار کا حرام ہونا ہے دوسرے یہ کہ مراد وہ شخص ہے جو ایمان قبول کر کے فوراً مر جائے۔

تیسرے یہ کہ مراد یہ ہے کہ ایمان قبول کر کے اس کے موجبات پر عمل کرے۔ (۳) یعنی لوگ لوگ، عمل کرنا چھوڑ بیٹھیں گے

کیونکہ اس کے ظاہر سے یہی متبادر ہے کہ محض ایمان سے جہنم حرام ہو جاتا ہے تو لوگ غلط فہمی میں پڑ جائیں گے کہ پھر عمل کی

شفقت کیوں اٹھائیں۔ (۴) یعنی چونکہ کتمان علم پر بہت سخت وعید آئی ہے جیسا کہ حدیث میں آیت گذری تو آخر

وقت میں حدیث بیان فرمادی۔ (۵) اس حدیث سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بارگاہ اقدس میں تقرب اور

ان کی جلالت ظاہر ہوئی۔ اور بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع اور صحابہ پر شفقت بھی۔ نیز معلوم ہوا کہ شیخ خاص علوم

موجوام اشاعت کے لائق نہ ہوں اپنے خاص تلامذہ کو بتا سکتا ہے۔ اور اشاعت سے روک سکتا ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ جو

بات عوام کے سمجھ سے بالاتر ہو اور ناگہی سے ان کے فتنے میں پڑ جانے کا خطرہ ہو اور اس کا جاننا انھیں ضروری نہ ہو اسے

انھیں نہ بتائی جائے۔

تشریحات یت (۱۶)

(۱) امام مجاہد خیر امت ائمہ تابعین میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابو حجاج ہے۔ یہ عبداللہ بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔

تابعین کے طبقہ ثانیہ میں ہیں۔ اپنے وقت کے تفسیر و قرأت، حدیث و فقہ میں امام تھے مکہ معظمہ کے فقہ و قراء میں

ان کا شمار ہے ستلہ میں واصل بن ہشام۔ وصال کے وقت عمر مبارک تراسی سال تھی۔ بعدہ کے حالات میں روح

مردانہ ہوئی۔ حضرت ابن عباس ابن عمر جابر ابو ہریرہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث سنیں تین بار قرآن

میدان عباس کو سنایا۔

تَمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَغِمَ النَّسَاءُ، نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَسْمَعُنَّ الْحَيَاءُ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا انصار کی عورتیں ابھی عورتیں ہیں جنہیں دینی باتیں

يَتَفَقَّهُنَّ فِي الدِّينِ عَلَيْهِ

جانتے ہیں شرم نہیں روکتی۔

۹۶) حَدِيثُ. اِذَا خَلَّتِ الْمَرْأَةُ

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنْ لَحْقِي

میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ عزوجل حق بیان کرنے سے حیا نہیں فرماتا۔

۱) کتاب الایمان میں حیا کے معنی کی تحقیق گزر چکی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی سے پڑھنے میں کچھ پوچھنے میں شرم کرے گا وہ علم

کیسے حاصل کرے گا۔ یوں ہی جو شکریہ ہو گا اور اپنے آپ کو سب سے بڑا جانے گا اور کسی سے سوال کرنے میں کسی کے شاگرد

بننے میں جب ذلت محسوس کرے گا تو وہ علم سے محروم ہی رہے گا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا

آپ اتنے زبردست عالم کیسے ہو گئے؟ فرمایا جو مجھے معلوم تھا اس کے بتانے میں کبھی میں نے نجل نہیں کیا۔ اور جو معلوم نہ تھا

اس کے حاصل کرنے میں جھجک نہیں کی۔

تشریح، ت ۳۰

مطلب یہ ہے کہ وہ بلا جھجک ہر قسم کی دینی باتیں دریافت کرتیں۔ یہ بہت عمدہ طریقہ ہے۔ شرم بجا کیوں ہے اگر احکام

شرع نہ معلوم کیا جائے تو عمل کیسے ہو سکے گا۔

تشریحات ۹۶

ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۲) یہ مشہور صحابیہ حضرت انس بن مالک کی والدہ ہیں۔ انکا نکاح زمانہ جاہلیت میں مالک

بن نضر سے ہوا تھا یہ انصار کرام کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے شوہر حضرت انس

کے باپ کو بھی مسلمان ہونے کی تلقین کی۔ اس بد نصیب نے انکار کیا اور ان پر خفا ہوا اور خفا ہو کر شام گیا اور وہیں مار ڈالا

فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

عورت کو جب احتلام ہو تو کیا اس پر غسل ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں)

وَسَلَّمَ إِذَا سَرَاتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے یہ سن کر حضرت ام سلمہ نے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور پوچھا یا رسول اللہ!

أَوْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ لَغَمٌ تَرَبَّتْ يَمِينُكَ فِيمَ يُشَبِّهُهَا وَلَدُهَا عَلَيْهِ

کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے تیرا بائیں ہاتھ گرد آلود ہو پھر کیوں بچہ اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔

گیا۔ اس کی موت کے بعد۔ حضرت ابو طلحہ نے انھیں پیغام دیا اس وقت تک حضرت ابو طلحہ مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت ام سلیم نے یہ شرط رکھی کہ تم اسلام قبول کرو حضرت ابو طلحہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اور دونوں کا نکاح ہو گیا ان کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے وہ طرح طرح خدمت کرتی تھیں۔ جو اپنے مواقع پر مذکور ہوں گی ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے کہا سہلہ ہے کسی نے رملہ کسی نے ریحہ کسی نے رمیصہ کسی نے غمیصہ رکھا ہے۔ ان سے چودہ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک متفق علیہ ہے تین تنہا بخاری نے اور دو صرف مسلم نے لی ہے۔

② یہاں حیار سے مراد، اس کا لازمی معنی بطور استعارہ تبعیہ تمثیلیہ عدم ذکر مراد ہے یعنی اللہ عز وجل حق بات بیان فرمانے کو ترک نہیں فرماتا ہے۔ بیان فرمادیتا ہے اسی طرح میں بھی ضرور اس مسئلہ کو پوچھوں گی۔ اگرچہ عورتیں اس سے شرم کرتی ہیں۔ ③ احتلام کا مادہ حُلْمُ ہے جس کے معنی خواب کے ہیں۔ یہاں اِحْتَلَمَ کے معنی مباشرت کا خواب دیکھنا مراد ہے احتلمہ کے معنی بالغ ہونے کے بھی ہیں۔ حلم کے معنی صبر کن بردباری عقل کے ہیں۔ ④ اس سے ثابت ہوا کہ عورت کو بھی منی ہوتی ہے احتلام کے بعد اگر عورت اپنے جسم یا کپڑے پر منی پائے تو اس پر بھی غسل فرض ہے جیسے مرد پر فرض ہے۔

⑤ حضرت ام المومنین کو تعجب اس لئے ہوا کہ ازواج مطہرات احتلام سے محفوظ ہیں۔ حالہ عقد نبوی میں آنے کے بعد بھی اور پہلے بھی۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس وقت حاضر تھیں۔ اس میں اتنا زائد ہے کہ ام سلیم کے اس سوال پر عورتیں ہنس پڑیں اور حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا۔ تیرے لئے خوابی ہو کیا عورت بھی ایسا دیکھتی ہے۔

علم ایضا غسل اذا احتلمت المرأة۔ الانبیا رخلق آدم۔ ادب مالک۔ یحییٰ من الحق۔ مسلم جیف ۳۲۔ ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ ۱۰۷۔ نسائی طہارت ۱۳۔ دکناب المسلم۔ دارمی وغیرہ۔ مسند امام احمد۔

کتاب الوضو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

⑥ یہ جملہ بدعا اور زجر کے لئے ہے۔ اس کا اصل مدلول یہ ہے کہ تو محتاج ہو جائے۔ لیکن عام طور پر یہ اور اس قسم کے جملے مثلاً لا اثم لك۔ تاتله الله وغیرہ اظہار تعجب اور پیار کے لئے بھی بولا جاتا ہے خصوصاً جب شفقت کیساتھ عتاب مقصود ہو۔

⑤ کتاب الانبیاء باب خلق آدم میں۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اگر مرد کی منی سبقت کرتی ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی سبقت کرتی ہے تو عورت کے مسلم شریف باب کیف میں حضرت انس کی حدیث میں یوں ہے مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی پیلی پتلی۔ ان دونوں میں سے جو غالب آجائے یا سبقت کر جائے اسی کے مشابہ بچہ ہوتا ہے۔ اور ام المومنین کی حدیث میں وہیں یہ ہے کہ جب مرد کی منی غالب ہوتی ہے تو بچہ اپنے چچا کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی غالب آتی ہے تو بچہ ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ مرد و عورت میں جس کی منی قوی ہوگی یا جس کی منی پہلے رحم میں پہنچے گی بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ امام نووی نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سبق سے مراد غلبہ ہو تو ان سب احادیث کا حاصل ایک ہو کہ جس کی منی کو غلبہ ہوگا بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔ ⑧ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی باتیں معلوم نہ ہوں تو انھیں بلا جھجک دریافت کرنا چاہئے اسی کو بتانے کیلئے امام بخاری نے یہ حدیث کتاب المسلم میں ذکر کی ہے۔ عورتیں اپنے مخصوص مسائل براہ راست عالم سے دریافت کر سکتی ہیں جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے شوہروں کی وساطت سے معلوم کرائیں۔ بعض اطباء نے کہا ہے کہ عورت کو منی نہیں ہوتی ان کا اس حدیث میں رد ہے اور طبی تحقیقات سے بھی ثابت کہ عورت کو بھی منی ہوتی ہے۔ علاوہ ام سلمہ کے یہ سوال مندرجہ ذیل صحابیات نے بھی کیا تھا۔ خولہ بنت حکیم بسرہ اور ہند بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

تشریحات

① ایمان کے بعد بندہ جن امور کا مکلف ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔ صرف عبادت جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج صرف معاملات جیسے خرید و فروخت وغیرہ۔ من وجہ عبادت من وجہ معاملہ جیسے نکاح ان میں عبادت کی اہمیت ظاہر ہے۔ اس لئے اسام بخاری نے ایمان و علم کے بعد عبادات کو ذکر کیا۔ عبادات میں نماز کی حیثیت سے حق تقدیم رکھتی ہے۔ نماز تمام عبادتوں سے عام اور موکد ہے۔ اس کے مکلف امیر، غریب، تندرست، بیمار، آزاد، غلام، مقیم، مسافر بھی ہیں۔ اس کی ادائیگی سب سے

زیادہ ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے قرآن و احادیث میں ایمان کے متصلاً اس کا حکم مذکور ہے۔ اس لئے ماکہ عبادتیں نماز کو مقدم کیا۔ نماز کے کچھ شرائط ہیں۔ شرائط مشروطہ پر مقدم ہوتے ہیں شرائط میں طہارت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے طہارت کو سب سے پہلے ذکر کیا۔ طہارت کے انواع میں وضو بھی ہے۔ امام بخاری نے سب سے پہلے اس کی کو ذکر فرمایا۔ (۲) بعض نسخوں میں کتاب الوضوء کے بجائے کتاب الطہارات ہے یہی زیادہ مناسب ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس کے تحت طہارت کے جملہ انواع کو ذکر فرمایا۔

(۳) وضو کو مشروع ہوا علمائے اہل سنت نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہ مدینہ طیبہ میں سورہ النعام کی آیت کریمہ اِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَغَسِّلُوا کے نزول سے مشروع ہوا اور محققین فرماتے ہیں کہ قبل ہجرت ہی مشروع تھا بلکہ غار حرا میں پہلی بار نزول وحی کے بعد ہی جبریل امین نے وضو کی تعلیم دی۔ جیسا کہ ابن ماجہ اور سند امام احمد بن حنبل اور معجم اوسط للطبرانی میں حدیث مذکور ہے نیز حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہما خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ عرض کیا۔ قریش آپ کے مار ڈالنے کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ فرمایا وضو کیلئے یا فی لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ وضو قبل ہجرت مشروع تھا۔

(۴) مجمع یہ ہے کہ ابتداء میں نماز کے لئے وضو فرض تھا خواہ وہ محدث ہو خواہ نہ ہو۔ بعد میں یہ عموم مندرج ہو گیا۔ نماز کے لئے صرف محدث پر فرض رہا۔ جیسا کہ امام احمد اور ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیا تھا خواہ کوئی محدث ہو خواہ نہ ہو۔ جب یہ لوگوں پر شاق ہوا تو صرف حدیث سے وضو کرنا رکھا۔ نیز مسلم شریف میں بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر روز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے (بغیر حدیث کے بھی جیسا کہ بخاری میں حضرت انس کی حدیث آتی ہے) مگر نزع مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔ حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور نے ایسا کام کیا ہے جو اس کے پہلے نہیں کرتے تھے۔ فرمایا میں نے ایسا قصد کیا ہے یعنی بیان خواہ کیلئے

(۵) مجمع یہ ہے وضو اور طہارت کے وجوب کا سبب صرف حدیث اور ناپاکی نہیں بلکہ سبب وجوب دو ہے۔ نماز کا واجب ہونا یا ایسے کام کا ارادہ کرنا جو بغیر طہارت جائز نہ ہو جیسے قرآن مجید چھونا۔ جیسا کہ صحابین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وضو کا حکم اس وقت دیا گیا ہے جبکہ نماز کے لئے اٹھوں۔

⑨ حدیث، لا یقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضا

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنْهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَوةٌ مِنْ اَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ

فرمایا۔ جس کو حدیث ہو اسکی نماز قبول نہ ہوگی جب تک کہ وضو نہ کرے۔ حضرت موت کے ایک

حَضَرَمَوْتَ مَا الْكَذَّابُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَسَاءٌ اَوْ ضَرَاطُ عَلَہ

صاحب نے پوچھا اے ابو ہریرہ حدیث کیسے ہے فرمایا ہوا خارج ہونا خواہ بے آواز کے یا آواز کیساتھ

④ مشہور یہ ہے کہ دُضُوْ واد کے فتنے کے ساتھ اس غسل کو کہتے ہیں اور دُضُوْ واد کے فتنے کے ساتھ اس پانی کو جس سے

وضو کیا جائے یہی اکثر علماء نفی کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دُضُوْ واد کے فتنے کے ساتھ دونوں کے معنی میں ہے اور

دُضُوْ کوئی نفی نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دُضُوْ اور دُضُوْ ہر ایک کے دونوں معنی ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ قول ضعیف ہے۔ یہی

تفصیل ظہور میں بھی ہے۔ ہدایہ کے حاشیہ مولانا عبدالحسین فرنگی علی قدس سرہ کے حوالے سے ہے کہ الطہارت طہار

کے فتنے کے ساتھ اس پانی کو کہتے ہیں جس سے طہارت کی جائے اور طہارت طہار کے کسرہ کے ساتھ وہ آلہ جس سے

طہارت حاصل کی جائے۔ طہارت طہار کے فتنے کے ساتھ پاکی کے معنی میں ہے۔ شرعاً حادث ادخث سے پاکی حاصل

کرنے کے ہیں۔ وضو وضارت سے بنا ہے وضارت کے معنی صاف ستھرے حسین ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے دُضُوْ

الرجل ای صَارَ دُضِيًّا۔ شریعت میں منہ دونوں ہاتھ اور پاؤں دھونے اور سر کے مسح کو کہتے ہیں۔

تشریحات ۹۷

① قبول نہ ہونے سے مراد صحیح نہ ہونا ہے ② خواہ پانی سے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کے قائم مقام

پاک ٹکڑے۔ نسائی میں حضرت ابو ذر کی حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ الصَّعِيْبُ الطَّيِّبُ وَضُوْ الْمُسْلِمِ اِنْ لَمْ يَجِدِ

الماء عَشْرَ سَنِينَ۔

③ حدیث کے شرعی معنی ناقض وضو کے ہیں جو فسار اور مضراط کے علاوہ اور بھی ہیں۔ مثلاً پیشاب، پائخانہ وغیرہ پھر

حضرت ابو ہریرہ نے حدیث کو فسار اور مضراط کے ساتھ خاص کیوں کیا۔ اس کا جواب یہ کہ سائل کو دیگر نواقض کا علم رہا

علہ ایضاً ترک اخیل۔ سلم طہارت، ۱۔ ترمذی طہارت، ۱۔ دہلوی وضو، ۲۱۔ مسند امام احمد

ہوگا اس لئے صرف انہیں دونوں کو ذکر کیا جنہیں وہ جانتا نہ تھا۔ یا یہ کہ حضرت ابوہریرہ کا مقصود حصر نہیں تمیل ہے۔ یا یہ اضعف
لواقض کا ذکر صراحت کیا اور ان سے قوی کو اقتضار کہ جب یہ ناقض وضو ہیں تو مخاطب خود فیصلہ کر لے کہ جو ان سے زیادہ قوی ہے
مثلاً پیشاب، پائخانہ بدرجہ اولیٰ ناقض ہوں گے۔

صلوٰۃ من احدث، سے متبادر ہے کہ سائل نے اس حدیث کو پوچھا تھا جو نفل کے اندر ہوا اور نماز میں پیشاب پائخانہ کا ہونا
نادر اور ریح کا خارج ہونا اغلب۔ اغلب کا لحاظ کر کے حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا۔

حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ حدیث اکبر جن سے غسل بھی واجب ہوتا ہے۔ جیسے جنابت، حیض، نفاس۔ حدیث اصغر ناقض
وضو جن سے صرف وضو ٹوٹتا ہے۔

⑦ فناء کے معنی پائخانہ کے مقام سے بغیر آواز کے ہوا خارج ہونے کے ہیں اور ضراط آواز کے ساتھ ہوا خارج ہونے
کے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر آواز ہوا کا خارج ہونا بھی ناقض وضو ہے۔ خواہ اس میں بدبو ہو خواہ نہ ہو۔

○ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو ہر نماز کے لئے شرط ہے خواہ فرائض خمسہ ہوں یا عیدین اور جازہ ہو یا سجدہ تلاوت
ایام شہمی اور ابن جریر طبری سے جو منقول ہے کہ نماز جازہ بغیر وضو کے بھی درست ہے، باطل ہے۔ علامہ کرمانی نے اس
حدیث سے استدلال کیا کہ طواف کو حدیث میں صلوٰۃ کہا گیا اور کوئی نماز بغیر وضو درست نہیں تو طواف بھی بغیر وضو درست
نہیں۔ اخاف کے نزدیک طواف بغیر وضو ممنوع ہے لیکن اگر کسی نے بغیر وضو طواف کر لیا تو اس معنی کو صحیح ہو گیا کہ برأت
ذمہ ہو گئی اخاف کا جواب مشہور ہے کہ یہ خبر واحد ہے خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی البتہ وجوب ثابت ہوتا ہے اور
وجوب کے ہم بھی قائل ہیں۔ قرآن مجید میں مطلقاً فرمایا گیا طَلُّوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِیْقِ۔ اور کتاب اللہ پر زیادتی خبر
واحد سے جائز نہیں۔ اخاف اور شوائع کے طین ایک اہم اختلاف ہے کہ نماز ختم کرنے کے لئے السلام علیکم کہنا
فرض ہے یا نہیں۔ شوائع فرض مانتے ہیں۔ اور اخاف صرف واجب، فرض نہیں مانتے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے نماز کے
سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ اگر کوئی بغیر اسلام علیکم کہے تہجد کے بعد نماز ختم کر دے تو نماز ہوئی یا نہیں۔ شوائع کہ یہاں
فرض کے ترک کی وجہ سے نہ ہوئی اور ہمارے یہاں اس معنی کو ہو گئی کہ فرض ادا ہو گیا البتہ واجب کے ترک واجب لا عاۃ
ہوئی۔ شوائع کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

تحریمہا التکبیر و تحلیلہا التسلیم نماز کی تحریم تکبیر ہے اور سلام کے بعد نماز سے فراغت ہے۔

یہ ترکیب مفید حصہ ہے تو ثابت کہ تحلیل صلوٰۃ تسلیم کے ساتھ خاص اور جز اول بالا جماع فرض تھا کہ مثل جز ثانی بھی۔

اخاف یہ جواب دیتے ہیں کہ تحریم کے لئے تکبیر کی فرضیت اس حدیث سے نہیں قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے

۵۹ حدیث، غر احجلیں

عَنْ نَعِيمِ الْجُبَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ قَالَ بَنِي

نعم مجبر نے کہا۔ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا انھوں نے وضو کیا اور

وَسَبَّكَ نَكَرْتُ، اپنے رب کی تکبر کہو۔ اور فرمایا۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى۔ اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔

اس حدیث کے معارض اعرابی دالی مشہور حدیث ہے جس میں صاف صراحت ارشاد ہے۔

اِذَا قُلْتَ هَذَا اَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ۔ جب تشہد پڑھ چکویا اتنا کر چلو تو تمہاری نماز پوری ہوگی اس میں

تشہد پڑھنے یا بقدر تشہد بیٹھنے پر نماز کو تام بتایا تو ثابت کہ بغیر سلام نماز تام ہے۔ اخاف کے اس مسئلے پر تعریف کرتے

ہوئے امام بخاری نے باب ترک اخیل میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور جواب دی ہے کہ یہ حیلہ نہیں بلکہ اعرابی

دالی حدیث مشہور کی بنا پر ہے اور اخاف اسے مطلقاً ترک نہیں کرتے سلام کو واجب کہتے ہیں مگر چونکہ ثبوت فرضیت کے

لئے نص قطعی ضروری ہے اور یہ خبر واحد ہے جو مفید قطع نہیں اس لئے فرض نہیں کہتے ہیں۔ اسی طرح اخاف کہتے ہیں کہ حالت

نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کر کے باقی ماندہ سابقہ پر بنا کر کے پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ مفسد نماز کوئی عمل نہ پایا گیا ہو۔

مخالفین اس کو اس حدیث کے خلاف بتاتے ہیں۔ مگر منصف غور کرے۔ اخاف نے یہ کب فرمایا کہ نماز میں حدیث ہو جائے

تویوں ہی بلا وضو نماز پوری کر لو۔ اخاف نے وضو کرنے کا حکم دیا تو بقیہ نماز با وضو ہوئی۔ اور حدیث میں یہی ہے کہ جب تک

وضو نہ کر لے۔ اور اس نے وضو کر کے نماز پڑھی لہذا اس حدیث کے خلاف عمل نہ ہوا۔

تشریحات ۹۸

① نیم ابن عبد اللہ مدنی تابعی ہیں۔ یہ اور ان کے والد دونوں مسجد بنوی میں خوشبو سلگاتے تھے اس لئے ان کو اور ان کے

والد کو بھی مجرب یا مجر کہا جاتا ہے۔ یعنی خوشبو سلگانے والے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت جابر وغیرہ

سے بھی حدیث روایت کی ہیں ② یہاں مسجد سے مراد مسجد بنوی ہے اس حدیث پر دو اشکال ہیں ایک یہ کہ مسجد کی چھت

پر بلا ضرورت چڑھنا منع ہے اور ضرورت سے مراد شرعی ضرورت ہے مثلاً نیچے جگہ نہ ہو یا مرمت کی ضرورت ہو۔ نیز مسجد کی

چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے اور مسجد میں اس طرح وضو کرنا کہ پانی مسجد میں گرے جائز نہیں۔ اس لئے کہ متعدد احادیث

میں مسجد کو پاک و صاف رکھنے کا حکم ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ مسجد پر کیوں چڑھے اور وہاں وضو کیوں کیا۔ اس کی توجیہ یہ ہے

کہ ہو سکتا ہے نیچے پھر کیونکہ سے وضو کی گنجائش نہ رہی ہو۔ یا نیچے وضو کی کوئی جگہ نہ ہو۔ اس لئے چھت پر چڑھے اور وضو

۹۹) حدیث لا ینصرف حتی یسمع صوتاً أو یجد رجلاً

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَبَادِ بْنِ تَيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ شَكَاهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ

سَعِيدُ بْنُ مَسِيْبٍ اور عباد بن تیمم اپنے چچ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے رسول اللہ

سے شكاہ کیا کہ فقہ کی زیادتی مقبول ہے تو اسے بلا دلیل ادراج ٹھہرانا صحیح نہیں۔ علامہ عینی نے ادراج پر یہ دلیل دی کہ مسند امام احمد میں خود نسیم مجمر کا قول مذکور ہے کہ میں نہیں جانتا کہ منن استطاع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول ہے یا حضرت ابوہریرہ کا۔ لیکن یہ محض احتمال ہے اور احتمال مثبت نہیں ہوتا علاوہ ازیں یہ کہ مالائیدرک إلا بالسمع کے قبیل سے ہے اور صحابی کا ایسا قول مرفوع کے حکم میں ہے۔ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کا ہی کا قول ہے جب بھی حکم میں مرفوع کے ہوا۔ (۶) ان یطیل عُرَّتہ سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک اعضاء کے دھونے کا حکم ہے اس سے زیادہ دھوئے۔ مثلاً کہینوں تک ہاتھ دھونے کا حکم ہے تو کندھوں تک دھوئے۔ ٹخنوں تک پاؤں دھونے کا حکم ہے تو پنڈلی بھی دھوئے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن اسکی نورانیت کی شعائیں دور تک پہنچے۔ (۷) ابن بطلال امام قاضی عیاض اور ابن تین، اعضاء وضو کی مقررہ حدود سے زیادہ دھونے کو مستحب نہیں جانتے ابن بطلال نے اس پر ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ فرمایا۔

من ساء علی هذا نقص فقد اساء وظلم۔ جس نے اس پر زیادہ کیا یا کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا

لیکن ابن بطلال کا یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں ہذا کا مشاڑ الیہ تین کا عدد ہے مراد یہ ہے کہ جس نے تین بار سے کم یا زیادہ دھویا اس نے برا کیا اور ظلم کیا اس لئے مقررہ حدود سے زیادہ دھونا سوائے حضرت ابوہریرہ کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے خاص علوم غیبیہ عطا فرمائے جو سوائے حضور کے کسی بنی کو بھی نہیں عطا فرمائے۔

تشریحات (۹۹)

۱) سعید بن مسیب مشہور ائمہ تابعین میں سے ہیں۔ حدیث فقہ میں امام دقت، زہد و ورع و عبادت میں یکتا تھے۔ چالیس حج کئے تھے۔ احادیث ابوہریرہ اور قضایا عمر فاروق کے سب سے زیادہ جلتے والے تھے۔ کثیر صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ خلافت فاروق کے تیسرے سال پیدا ہوئے اور ۹۳ھ وصال فرمایا۔

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرَّجُلُ الَّذِي يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی یہ الجھن بیان کی کہ انہیں نمازیں رتخ نکلنے کا شبہ ہو جاتا ہے۔

الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلُ أَوْ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ سَائِجًا عَلَيْهِ

فرمایا جب تک آواز نہ سنے یا نہ پائے۔ نماز نہ توڑے۔

(۲) عباد بن تیمم کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ تابعی ہیں مگر کثیر محدثین حتیٰ کہ امام ذہبی تک نے صحابہ سے شمار کیا۔ اصحاب میں امام داؤدی کے حوالے سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ مجھے غزوہ خندق ابھی طرح یاد ہے اس وقت میں پانچ سال کا تھا۔ ان کے چچا سے، عبد اللہ بن زید بن عاصم بن کعب انصاری مازنی مراد ہیں مسلم میں اس کی تشریح ہے انکی بھی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے والدین بھی صحابی ہیں۔ اور ان کے بھائی حبیب بن زید بھی حبیب بن زید وہ بزرگ ہیں جن کا سبیلہ کذاب نے عضو عضو کاٹ ڈالا تھا راوی حدیث عبد اللہ بن زید وہ مجاہد ہیں جنہوں نے وحشی کے ساتھ مسیلہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ یہ ذوالحجہ ۶۳ سنہ کے خونی معرکے میں شتر سال عمر پا کر شہید ہوئے۔ یہ غزوہ اُحد کے شرکاریں سے ہیں۔ بعض حضرات نے ان کو بدری بھی کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ مگر مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ انہوں نے غزوہ اُحد میں مجاہدین کی طرح شرکت کی ہو سکتی ہے کہ اس وقت انکی عمر دس سال تھی۔ ہو سکتا ہے کہ جیسے حضرت انس بطور خدمت گار موقع پر حاضر تھے۔ یہ بھی حاضر رہے ہوں ان سے اڑتالیس احادیث مروی ہیں اٹھ متفق علیہ ہیں۔

(۳) امام نووی نے فرمایا۔ باجماع مسلمین اس سے مراد، خروج حدیث کا یقین ہے۔ اگرچہ نہ بول کا پتہ چلے نہ آواز نکلے۔ اس پر دلیل ترمذی کی یہ روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ بِابِ الْوُضُوءِ

اگر تم میں سے کسی کے بلا آواز رتخ نکلے تو وضو کرو۔

علاوہ ازیں جب معنی لفظ سے وسیع تر ہوتا ہے تو حکم معنی پر ہوتا ہے۔ اور بعض جاہلان زمانہ کا یہ کہنا ہے کہ اگر ہوا نکلے مگر اس میں آواز نہ ہو اور نہ بدلو ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل یہ ہے کہ کسی چیز کی جو حالت ہے اسی پر باقی رہتا ہے جب تک کہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو یعنی شک یقین کو زائل نہیں کرتا۔

عَلَيْهِ الْإِيمَانُ مِنْ لَمَّا بِرِ الْوُضُوءِ إِلَّا - بِسُورِ - مِنْ لَمَّا بِرِ الْوُضُوءِ س. مسلم، حبض ۹۸، ۹۹، ابوداؤد صلوۃ ۱۹۲ طہارت ۶۸ ترمذی، طہارت، ۵۶ نسائی طہارت ۱۱۴ ابن ماجہ طہارت، ۴۴۔ مسند امام احمد۔

حدیث، فتوحنا وضوء خفیفاً ۱۰۰

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ کے یہاں سویا

فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں اٹھے۔ جب کچھ رات گزری تو اٹھے اور ایک پرانی مشک سے

فَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَيْءٍ مَعْلُوقٍ وَضُوءٌ

جو ٹھکی ہوئی تھی۔ ہلکا وضو فرمایا۔

تشریحات ۱۰۰

① ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ عامرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی اہلیہ محترمہ کی بہن تھیں۔ جاہلیت میں یہ مسعود بن عمرو ثقفی کی زوجیت میں تھیں۔ اس نے انکو چھوڑ دیا۔ تو انکا نکاح

ابورہم سے ہوا۔ ان کا بھی جب انتقال ہو گیا تو عمرہ القفار کے موقع پر شہنشاہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جالہ

عقد میں آئیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان سے مکہ معظمہ سے دس میل پہلے مقام سرف پر نکاح فرمایا۔ اور یہیں انکا وصال

بھی ہوا۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور کوئی نکاح نہیں فرمایا۔ یہ

آخری ازدواج میں سے ہیں ان کا وصال ۱۱ھ یا ۱۲ھ میں ہوا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ

پڑھائی ان سے ایک جماعت نے روایت کیا انھیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔

② علامہ عینی نے فرمایا ابن سکین کی روایت یہ ہے فقہام النبی کی جگہ فنام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

من اللیل۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا یہی روایت صواب ہے۔ ورنہ کلام میں بے فائدہ تکرار لازم آئے گی اس لئے کہ

اس کے بعد ہے۔ فلما کان فی بعض اللیل قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالباً یہی افادہ کرنے کے لئے امام

بخاری نے اس سے پہلے یہ ٹکڑا نقل فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نام حتیٰ

نفخ ثم صلی و رہما قال اضطجع حتی نفخ ثم صلی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوئے یہاں کہ ناک سے آواز آنے

لگی پھر نماز پڑھی یغیان کبھی کہتے کہ کروٹ کے بل بیٹے یہاں تک

کہ خراٹے کی آواز آنے لگی پھر نماز پڑھی۔

نوم عام ہے خواہ چت ہو خواہ کروٹ کے بل۔ اضطجاع کروٹ پر لیٹے کو کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کروٹ کے بل

خَفِيفًا يَخْفِفُهُ عَمْرُو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فِتَوَضَّاتُ نَحْوًا تَوَضَّاتُ تَجِبَتْ

عمر بن دینار اس کے ہلکے اور تھوڑے ہونے کو بیان کرتے تھے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں نے بھی وضو

فَقَمْتُ عَنْ يَسَارِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَخَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَزِيمَتِهِ

کی طرح وضو کیا اور آکر بائیں طرف کھڑا ہو گیا سفیان کبھی لفظ یسار کے بجائے شمال کہتے۔ حضور نے مجھے چمیر کر اپنی

ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ اتَاَهُ الْمَنَادِي فَأَذَنَهُ

دائیں طرف کھڑا کیا پھر اللہ نے جتنا چاہا حضور نے نفل پڑھی پھر کروٹ کے بل لیٹے اور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز

بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرُو إِنَّ نَاسًا

نکلنے لگی پھر مودن آیا نماز کی اطلاع دی تو حضور اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا ہم نے عمرو

يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ

بن دینار سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے

لیٹے ہوں گے اس کو کبھی نام سے بیان کیا کبھی اضطجع سے یہاں فیض الباری میں ہے کہ یہ سونا اور خراٹے لینا نماز نفل

کے اندر بھی ہو سکتا ہے مجھے سخت تعجب ہے کہ اس احتمال کی گنجائش کہاں سے نکلی حدیث کا سیاق و سباق اس

احتمال کی ذرہ برابر نشاندہی نہیں کرتا۔

③ کتنی گزری تھی عینی میں ہے کہ رات آدھی ہو چکی تھی یا آدھی کے قریب تھی اسی سے انوار الباری کے اس

ترجمے کی غلطی ظاہر ہو گئی جو انھوں نے کیا ہے جب تھوڑی رات رہ گئی۔

④ تخفیف سے مراد یہ ہے کہ اعضاء وضو کو خوب مل کر نہیں دھویا معمولی طور پر پانی بہانا اور تعقیل سے مراد یہ ہے کہ

اعضاء وضو تین تین بار نہیں دھوئے اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ صرف فرائض پر اکتفا فرمایا۔

⑤ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس طرح پھرا۔ اس سلسلے میں مختلف روایتیں آئیں ہیں۔ بعض میں ہے

ان کا سر پکڑ کر داہنی طرف کیا۔ بعض میں ہے کہ اپنا داہنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ کر داہنا کان پکڑ کر داہنی طرف کیا۔ اور

ایک میں ہے کہ سر کا پچھلا حصہ پکڑ کر داہنی طرف لائے۔ یہ اس پر نفی ہے کہ نفل کی جماعت جائز ہے۔ جب کہ تداعی

نہ ہواد اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے داہنے طرف کھڑا ہو۔

⑥ اسی لئے انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں اور جو بعض روایتوں میں ہے کہ بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا یہ

برسبیل استہباب ہے۔ یا ہو سکتا ہے سوئے سے پہلے کوئی ناقض وضو پایا گیا ہو خلافاً لما فی فیض الباری کہ کبھی کبھی

قَلْبُهُ قَالَ عَمْرُو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عَمْرِو يَقُولُ سُرَّوِيَا الْاَنْبِيَاءَ وَحَى ثُمَّ قَرَأَ

عمر بن دینار نے کہا میں نے عبید بن عمر سے سنا کہتے تھے انبیاء کا خواب دہی ہے پھر انہوں نے تلاوت کی

اِنِّى اَرَى فِى الْمَنَامِ اِنِّى اَذُبُّكَ عَنْهُ

(حضرت ابراہیم نے کہا) اسیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں

ت (۴) قَالَ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اِسْبَاغُ الْوُضُوءِ الْاِنْقَاءُ جَمْلُهُ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اسبغ وضو کو خوب صاف کر لیا جائے

انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو ہوتی ہے۔ اور دلیل میں یہی پیش کیا کہ بعض دفعہ بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا۔ ہر

عاقل پر ظاہر کہ سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنا کسی بھی منطق سے اس بات کی دلیل نہیں کہ آنحضور کی نیند ناقض وضو ہے۔

یہ خود حدیث مرفوع سے ثابت ہے اور یہی مدار ہے اس بات کا کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر

حضرت عبید بن عمر نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب سے استدلال کیا قتل اولاد حرام ہے مگر

خواب دیکھ کر تعمیل حکم فرمانے لگے اگر خواب وحی نہ ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔

(۵) اس حدیث سے یہ احکام ثابت ہوئے۔ علماء صلیٰ کے ساتھ دن کے علاوہ رات میں رہنا کہ ان کے حالات

معلوم کئے جائیں مستحسن ہے۔ سند عالی کی تلاش مستحسن ہے حضرت ابن عباس اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہ

سے بوجھ کر حالات معلوم کر سکتے تھے۔ مگر خود وہاں قیام پذیر ہو کر دیکھنا کہ بیچ کا واسطہ نہ رہے۔ اگر دوا آدمی ہوں ایک

امام بن جائے دوسرا مقتدی جماعت کا ثواب ملے گا۔ ایک ہی وضو سے نفل و فرائض پڑھنا درست ہے نماز میں بات

کرنی نماز کو فاسد کر دیتی ہے خواہ فرض ہو خواہ نفل۔ اگر نفل کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تو حضور ابن عباس کا کان پکڑ کر

دائیں طرف نہ کرتے زبانی فرما دیتے۔ یہ جائز ہے کہ موزن جماعت کے لئے امام کو جگائے۔ نماز تہجد ابتدا از واجب تھی

اب وجوب منسوخ ہو گیا مسنون ہونا باقی۔ بہت بابرکت نماز ہے۔ تہجد پڑھنے والے کو حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔

عَلَيْهِ اَيْضًا الْعِلْمُ وَالْعِظَةُ بِاللَّيْلِ - اِذَا نَامَ الرَّجُلُ عَنِ يَسَارِ الْاِمَامِ وَاِذَا لَمْ يَتَوَضَّأِ الْاِمَامُ - وَضُوءُ الْبَصِيَانِ وَ

تَفْسِيرُ نَسَاءٍ - اِنْ فِى خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ يَذْكُرُ وَنَ الْاَلِهَ قِيَامًا وَتَعُودًا - وَبِنَا مِنْ تَدَخُلِ النَّارِ وَبِنَا اَنْتَا سَمْعًا مَا دِيَا

لِبَاسٍ، ذِمَامٌ، اَدَبٌ، رِنْعٌ الْبَصَرُ اِلَى السَّمَاءِ - تَوْحِيدٌ مَا جَاءَ فِى تَخْلِيْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ - مِمَّنْ سَافَرِيْنَ ۱۸۱ وَغَيْرُهُ نَسَائُ الْاِمَامَةِ

۶۲ تطبیق ابن ۶۳ ابن ماجہ طہارت ۴۸ علیہ امام عبدالرزاق نے موصولاً بسند صحیح ذکر کیا۔

①۰۱ حدیث اسبغ الوضوء

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ دَفَعَ رَسُولُ

ابن عباس کے غلام کرب سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت اسامہ بن زید سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ

تشریح ۲۱

① اسبغ کے معنی لغت میں اتمام کے ہیں اور اتمام غسل کو انفا یعنی بدن کا اچھی طرح صاف ہو جانا لازم ہے۔ یہ تفسیر باللازم ہے۔ ابن منذر نے بسند صحیح نقل کیا کہ حضرت ابن عمر اپنے پاؤں کو سات مرتبہ دھوتے تھے۔ اور یہ اسلئے تھا کہ وہ لوگ زیادہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے یا بہت ہوا تو نفل جو چپل کی قسم سے ہوتا پھینتے تھے۔ اس سے پاؤں پر میل پھیل زیادہ جمع ہو جاتا تھا اسے صاف کرنے کے لئے سات بار دھوتے۔

تشریحات ۱۰۱

① اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور مہربانی حضرت زید کے صاحبزادے ہیں انکی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دایہ اور آزاد کردہ باندی تھی۔ ان کے باپ حضرت زید بھی آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے اور یہ بھی اسی واسطے انکو احب من حب کہا جاتا تھا۔ ان کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو عامل بنایا جبکہ انکی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ وصال سے کچھ دن پہلے قیصر کے مقابلے کیلئے جو لشکر ترتیب دیا تھا جن میں تمام عمائد صحابہ کو شرکت کا حکم تھا اس کا امیر انھیں کو بنایا۔ وصال اقدس کے وقت انکی عمر بیس سال تھی آخر وقت میں دادی القرئی میں رہنے لگے یہیں پچیس سال کی عمر پا کر ۶۴ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے ایک سواٹھائیس حدیثیں مروی ہیں سند رہ متفق علیہ افراد بخاری سے دو۔ اور افراد مسلم بھی دو ہی ہیں۔

② زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کی کنیت ابو اسامہ ہے ان کی ماں کا نام سعدی بنت ثعلبہ ہے یہ انھیں لیس کر اپنے میکے گئی ہوئی تھیں۔ کچھ ریلوں نے حملہ کر دیا اور انھیں اٹھا کر لے گئے۔ بازار عکافا میں بیچنے کیلئے لے گئے حکیم بن حزام نے اپنی بیوی بھی حضرت خدیجہ کے لئے چار درہم میں زید کو خرید لیا۔ جب حضرت خدیجہ جبالہ غدی میں آئیں تو یہ بھی ساتھ ساتھ آئے کچھ دنوں کے بعد ان کے گھر والوں کو انکی خبر لگی تو ان کے چچا اور والدہ حارثہ نے

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عرفہ حتیٰ اذا کان بالشعب نزل

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت سے چلے جب گھاٹی میں پہنچے تو اترے

مکہ معظمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے انہیں اختیار دیدیا کہ چاہو تو باپ کے ساتھ چلے جاؤ چاہو تو میرے ساتھ رہو۔ انہوں نے دامن رحمت عالم چھوڑنا ناپسند کیا اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حطیم میں لے جا کر اعلان کر دیا۔ زید میرا بیٹا ہے جس کی بنا پر انہیں لوگ زید بن محمد کہا کرتے۔ جب یہ آیہ کریمہ ان عظیم کآباء ہم۔ اولاد کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے بلاؤ نازل ہوئی تو لوگوں نے زید بن حارثہ کہنا شروع کیا۔ آزاد کردہ غلاموں میں یہی سب سے پہلے ایمان لائے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دایہ حضرت امّ این سے کر دیا تھا انہیں سے حضرت اُسامہ پیدا ہوئے بعد میں حضرت زید کا نکاح زینب بنت جحش اپنی چھوٹی کی لڑکی سے کیا مگر نبی ہا نہ ہو سکا حضرت زید نے طلاق دیدی اسکے بعد حضرت زینب ازواج مطہرات کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ حضرت زید سے حضور کو اتنی محبت تھی کہ ایک حضرت زید سفر سے واپس ہوئے۔ اطلاع ملی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف تہ بند پہنے پہنے باہر تشریف لائے اور ان سے پٹ گئے جنگ موتہ کے فوجی معرکے میں زخمیوں کے ہاتھوں سے جمادی الاولیٰ سنہ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر مبارک پچیس سال تھی اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ان سے تقریباً پانچ سال زائد تھی۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام میں سے صرف ان کا نام مذکور ہے۔ ارشاد ہے۔ **فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهُمَا وَطَرَآنَ سَآءَ اَنكَ مَا جَزَا دَے حضرت اُسامہ اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔**

(۳) **عرفہ۔** نویں ذوالحجہ کو بھی کہتے ہیں اور عرفات کو بھی جیسا یہ حدیث اور دوسری احادیث کے ظاہر سے متبادر ہے تصریح ہے عرفہ سے چلے۔ اور اصغہانی نے کہا عرفہ صرف نویں ذوالحجہ کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے اسی کو صحیح کہا۔ عرفہ ہمیشہ بغیر الف لام اور تنوین کے آتا ہے۔ عرفات اس جگہ کا نام ہے جہاں وقوف عرفہ ہوتا ہے۔ یہ حقیقت میں جمع ہے۔ فرار نے کہا اس کا کوئی واحد نہیں اس کو عرفات اور اس دن کو عرفہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم اور حوا کی یہیں نویں ذوالحجہ کو ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے کو پہچانایا اس لئے کہ جبریل امین نے اسی جگہ اسی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعلیم دی۔

(۴) **شعب۔** پہاڑوں کے درمیان کے راستے کو کہتے ہیں یہاں مراد وہ راستہ ہے جو حاجیوں کے لئے عرفات سے مزدلفہ جانے کے لئے مقرر ہے۔

فَبَالَ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسَبِّحِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ الصَّلَاةُ

اور پیشاب فرمایا پھر وضو فرمایا مگر پورا وضو نہیں فرمایا میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز فرمایا نماز

أَمَّا مَلِكٌ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُرْدَلْفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَقَامَتِ

تیرے آگے ہے پھر سوار ہوئے جب مرذلطفہ آگیا تو سواری سے اترے وضو فرمایا اور پورا وضو فرمایا اس کے بعد اقامت

۵) اسباغ کے معنی پورے کرنے کے ہیں یہاں لم یسبغ الوضوء سے مراد یا تو یہ ہے کہ اعضاء وضو کو صرف ایک ایک بار

دھویا یا مراد یہ ہے کہ عادت کریمہ کے مطابق نہیں بلکہ اس سے کم دھویا بعض لوگوں نے اس سے وضو لغوی مراد لیا۔ یہ صحیح نہیں۔

اس لئے کہ اس وضو کے بعد حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ کیا نماز پڑھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ یہ وضو ایسا تھا کہ اس سے نماز صحیح

ہوتی اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ قول ہے کہ اس سے کچھ لوگوں نے استنجا مراد لیا ہے۔ حدیث کا یہ لفظ دلم یسبغ الوضوء

اس کے خلاف پر نفی ہے۔ استنجا کے ناتمام کرنے کا کوئی معنی یہاں نہیں۔ نیز پھر اس گزارش کا بھی محل نہیں کہ کیا نماز پڑھنی چاہتے

ہیں علاوہ ازیں باب الطہارات میں تصریح ہے فجعلت اصب علیہ یتوضا۔ میں پانی ڈالتا رہا اور حضور وضو فرماتے رہے

استنجا کے لئے پانی ڈالنے کا کیا مطلب؟ یہ وضو اس لئے فرمایا کہ عادت کریمہ تھی کہ اکثر اوقات باد وضو ہوتے اور اس موقع پر

راستے میں ذکر مسنون ہے اور ذکر کے لئے وضو مستحب ہے۔

۶) مرذلطفہ۔ عرفات اور منیٰ کے مابین ایک میدان کا نام ہے اس کا مصدر از دلاف ہے جس کا مادہ زلف ہے۔

زلف کے معنی قریب کرنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں چونکہ یہاں جمع ہو کر حجاج قرب الہی حاصل کرتے ہیں اس لئے اس کا نام مرذلطفہ

پڑا۔ نیز تمام دنیا کے حجاج یہاں اکٹھا ہوتے ہیں اس لئے اس کو مرذلطفہ کہنے لگے اس کا دوسرا نام جمع بھی ہے اس کا سبب

ایک تو یہی ہے کہ لوگ اکثاف عالم سے آکر یہاں جمع ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم و حوا نے یہاں اکٹھے رات

گزاری تھی۔

۷) امام بخاری نے اسباغ الوضو کا باب باندھا تھا وہ حدیث کے اس ٹکڑے کے مطابق ہے فاسبغ الوضوء۔ علامہ

ابن حجر نے امام احمد بن حنبل کی زیادات مسند کے حوالے سے بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نقل فرمایا ہے کہ یہ دوسرا

وضو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آب زمزم سے کیا تھا۔ آب زمزم سے یہ وضو یا تو اس لئے تھا کہ دوسرا پانی موجود نہ تھا

ابیان جواز کے لئے تھا در نہ دوسرا پانی ہوتے ہوئے آب زمزم سے وضو نہیں چاہیے بعض حضرات نے کہا اس حدیث سے ثابت

ہا کہ ایک وضو سے کوئی نماز نہ پڑھنی ہو پھر بھی دوبارہ وضو کر سکتے ہیں مگر یہ استدلال درست نہیں ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

حدیث ہو گیا ہو۔ لیکن جب حدیث پر کوئی قرینہ نہیں اور اس کے معارض کوئی نص نہیں تو حدیث ہو جانے کا قول بلا دلیل ہونے

الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَخَذَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَقَامَتِ الْعِشَاءُ

کہی گئی حضور نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنے پڑاؤ پر بٹھایا۔ اس کے بعد عشاء کی

فَصَلَّى وَلْيُصَلِّ بَيْنَهُمَا ع

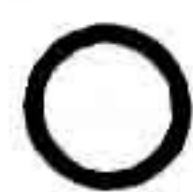
اقامت ہوئی اور آنحضور نے نماز پڑھی اس مغرب اور عشاء کے مابین کوئی نماز نہیں پڑھی

کی وجہ سے ساقط ہے۔ صحیح یہی ہے صرف مجلس بدل جانے کے بعد وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور حدیث ”من سجد او نقص فقد تعدی وظلم“ کی تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد تین سے کم یا تین سے زیادہ کو جو سنت اعتقاد کرے اس نے تعدی اور ظلم کیا اور ظاہر ہے کہ تین بار سے کم اعضاء دھونا نہ تعدی ہے نہ ظلم۔ تو تین بار سے زیادہ دھونے کو تعدی اور ظلم قرار دینا اس حدیث کی رو سے کسی طرح درست نہیں لامحالہ اعتقاد ہی پر معمول کرنا ضروری ہے

⑧ حاجی کے لئے عرفات سے سورج ڈوبتے ہی مزدلفہ چل دینا واجب ہے۔ اسے جائز نہیں کہ عرفات میں یا راستے میں نماز مغرب پڑھے۔ اس دن مغرب کا وقت مزدلفہ پہنچنے کے بعد عشاء ہی کا وقت ہے اس پر یہ حدیث نص ہے عشاء کا وقت ہونے کے بعد ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب اور عشاء ساتھ ساتھ پڑھی جائے گی درمیان میں مغرب کی سنتیں بھی پڑھنی جائز نہیں بعد عشاء پڑھیں۔ اس حدیث میں، ثم اقامت العشاء سے مراد، عشاء پڑھنا ہے اس پر مفصل گفتگو کتاب الحج میں ہوگی۔

⑨ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مفضول اور حرام اپنے بے افضل اور مخدوم کی خدمت میں ضروری بات عرض کر سکتا ہے۔ نیز کتاب الطہارۃ کی روایت فجعلت اصعب سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جائز ہے کہ وضو کے لئے کوئی دوسرا اعضاء پر پانی گرائے۔

علہ ایضاً بخاری۔ طہارت۔ الرجل یوضی صاحبہ۔ حج نزول بین عرفۃ وجمع۔ مسلم طہارت ۱۳۷ و ۳۴۰، مسافرین ادم۔ مناسک ۶۳۔ ابو داؤد، حج۔ نسائی امامت ۵۲ مسند امام احمد۔



(۱۲) حدیث، المضمضة والاستنشاق من غرفة

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے وضو کیا اپنے چہرے کو دھویا ایک چلو پانی لے کر

مَاءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا

اس سے کلی بھو کی اور اسے ناک میں بھی ڈال بھر دوسرا چلو لیا اور ایسے کیا یعنی اس ہاتھ کو

أَضَافَهَا إِلَى يَدِ الْآخَرَى فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ

دوسرے ہاتھ سے ملایا اور اس سے اپنا چہرہ دھویا پھر ایک چلو پانی لیا اس سے اپنا دایا ہاتھ دھویا

تشریحات (۱۰۲)

غرفة اسم مصدر اسم مفعول مفردون کے معنی میں ہے تھیلی بھر جسے چلو کہتے ہیں غرفة غین کے فتح کے ساتھ اگر ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ایک مرتبہ چلو میں پانی لینا۔

مضمض مضمض کے معنی منہ میں پانی لے کر پورے منہ میں گھمانے کے ہیں جسے کلی کرنا کہتے ہیں۔ استنشق کے معنی ناک میں پانی ڈال کر چھینکنے کے ہیں۔

تکمیل ابوداؤد میں ابتدائی حصہ یہ ہے۔ حضرت ابن عباس نے حاضرین سے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تم کو دکھاؤں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے پھر پانی کا ایک ہشت منگایا۔

(۱) اس سے یہ نہیں مراد کہ پہلے منہ دھویا پھر کلی وغیرہ کی بلکہ منہ اور ناک بھی چہرے ہی کے اجزاء ہیں یہاں کلی اجزاء مراد ہیں جس کی تفسیر مضمض واستنشاق سے کی۔

(۲) یہ بھی جائز ہے کہ ایک چلو پانی سے کلی بھی کی جائے اور ناک میں بھی ڈالا جائے مگر افضل یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ پانی لیا جائے جیسا کہ ابوداؤد اور طبرانی میں ہے فاخذ لكل واحد ماء جدیداً۔ ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا اور سنت یہ ہے کہ دونوں داہنے ہاتھ سے کیا جائے جیسا کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ کے روبرو داہنے ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا۔ حضرت معاویہ نے کہا تم کو سنت نہیں معلوم فرمایا سنت ہمارے گھر سے نکلی اور ہمیں سنت نہ جائیں؟۔

اما علمت ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
اليمن للوجه واليسار للمقعد۔
دایا ہاتھ چہرے کے لئے اور بائیں اسٹینے کے لئے۔

بِهَآيِدَ لَا يُمْنِي ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ مَسَحَ

پھر ایک چلو پانی لیا

اور اس سے بایاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر پر مسح کیا

بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى حَتَّى غَسَلَهَا ثُمَّ

پھر ایک چلو پانی لیا

اور اسے داہنے پاؤں پر چھڑکا بھی یہاں تک کہ اسے دھویا

(۳) اس نسخے میں غسل بھلے ہوا کا مرجع غرض ہے۔ امیلی اور کریمہ کی روایت میں غسل بھلا ہے یعنی دونوں ہاتھوں سے منہ دھویا چونکہ ایک ہی چلو پانی سے ایک ہی ہاتھ سے منہ دھونا متعذر تھا اور خلاف سنت بھی اس لئے دونوں ہاتھ ملا کر چہرہ دھویا۔

(۴) یہاں سر کے مسح کے لئے جدید پانی لینے کا تذکرہ نہیں اس سے ظاہر ہے کہ سر کے مسح کے لئے نیا پانی نہیں لیا مگر بخاری کی روایت میں اختصار ہے۔ ابو داؤد میں ہے پھر ایک مٹھی پانی لے کر چھڑک دیا اور اس سے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا۔ سنائی میں ہے کہ دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا اندرونی حصے پر کھلے کی انگلی سے اور باہری حصے پر اپنے انگوٹھوں سے۔ ان خزمہ کی روایت میں ہے انگلیوں کو کان میں داخل فرمایا۔ اعصار دھونے کے بعد ہاتھوں میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے اخاف کے یہاں سر کا مسح جائز ہے اس پر یہ شبہ کہ ہاتھ میں جو تری رہ جاتی ہے وہ مستعمل ہے اور مستعمل سے مسح جائز نہیں غلط ہے۔ اس لئے کہ پانی مستعمل اس وقت ہوتا ہے جب عضو سے جدا ہو جائے جب تک عضو پر ہے مستعمل نہیں۔ پوری تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد اول میں دیکھیں ابو داؤد میں ہے۔

انه عليه الصلوة والسلام مسح راسه بغير حضور عليه الصلوة والسلام نے نیا پانی لئے بغیر ہاتھ میں جو تری تھی

اس مسح فرمایا۔

اخذ ماء جديد بفضله ما كان في يده۔

(۵) رَشَّ کے معنی دھونے کے بھی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث حضرت اسماء میں ہے۔

حتیہ ثم اقرصیه ثم رشیہ وصلی فیہ۔ اسے ملو پھر ٹپکی سے کھرچو پھر دھو اور اسی میں نماز پڑھو۔

اس کے علاوہ اور احادیث میں بھی وارد جنکا بیان ایسے موقع پر ہوگا۔ اگرچہ یہاں دھونے کے معنی میں متین نہیں بلکہ بظاہر یہی مراد ہے کہ پانی کو پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا جیسا کہ حتی غسلہا سے ظاہر ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں یہاں یہ بھی ہے پانی اپنے داہنے قدم پر چھڑکا اس میں نفل مبارک بھی تھی پھر اسے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا ایک ہاتھ سے قدم کے اوپر اور ایک ہاتھ سے نفل کے اندر۔ اور مسح کے معنی ہاتھ پھرنے کے ہیں تو اس کا مفاد یہ ہوا کہ قدم پر پانی چھڑک کہا ہاتھ پھریا اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد کی اس روایت میں مسح دھونے کے معنی میں ہے۔ علامہ عینی نے ابن الاعرابی اور ابو زید

أَخَذَ غُرْفَةً أُخْرَى فَقَلَّ بِهَا يَغْنَى رِجْلَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ هَكَذَا سَأَيْتُ

دوسرا چلويا اور اس سے بائیں پاؤں کو دھویا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی وضو کرتے دیکھا ہے۔

(۱۰۳) حدیث، لو ان احدکم اذا اتى اہلہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ اسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں

وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ

کہ حضور نے فرمایا تم میں سے کوئی جب اپنے اہل کے پاس آئے تو یہ پڑھے بسم اللہ۔ اے اللہ ہمیں اور جو اولاد ہمیں

انصاری کا یہ قول نقل فرمایا۔

المسح فی کلام العرب یکون غسلاً ویکون مسحاً کلام عرب میں مسح کے معنی دھونے کے بھی ہیں اور مسح کے بھی
ومنه یقال للرجل اذا توضأ فغسل اعضاءه کو جب وضو کرتا اپنے اعضا کو دھو لیتا ہے تو کہا جاتا ہے
قد تمسح۔

اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے یہاں بخاری میں حتی غسلہا ہے تو ابوداؤد کی روایت میں مسح بمعنی غسل
متعین ہو گیا۔

احکام اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صرف ایک اعضاء وضو کے دھو لینے کے بعد فرض ادا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد دست
ہے نیز یہ ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے صرف مسح کافی نہیں۔

تشریحات (۱۰۳)

لغات جنبنا باب تفعیل سے ہے اس کا مادہ جنب ہے۔ قضی کا مصدر "قضا" ہے۔ اس کے متعدد معانی ہیں۔ حکم
موجب پوری کرنی، مار ڈالنا، ذمے جو چیز واجب تھی اسے ادا کیا۔ پہنچانا۔ مقدر کرنا۔ یہاں یہی اخیر مقدر کرنا مراد ہے۔

① اس سے مراد یہ ہے کہ جب ارادہ کرے جیسا کہ بخاری کی دوسری روایتوں میں ہے کشف عورت سے پہلے یہ دعا

علہ ایضا ابوداؤد و نسائی، لہارت، ابن ماجہ، مسند امام احمد۔

وَجَنَّبَ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقِضِي بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَفْضَرْ لَاعَهُ

عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچائے رکھ اب اگر کوئی اولاد ہوگی تو شیطان اسے ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

۱۴۱) حدیث، اذا اراد ان يدخل الخلاء

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ نے کہا میں حضرت انس کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پڑھے اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب ایسے وقت میں بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے تو وضو اور دیگر امور میں بدرجہ اولیٰ سنت ہوگا ائمہ اربعہ کے نزدیک ابتداء وضو میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے البتہ اسحق بن راہویہ اور کچھ زمانہ حال کے غیر مقلدین اسے واجب کہتے ہیں کہ اگر کسی نے بسم اللہ پڑھے بغیر وضو کیا تو وضو نہ بھگا اس وضو سے نماز بھی نہ ہوگی ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث ہے۔ لا وضوء لمن لا يذكر اسم الله جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں۔ یہ حدیث اگرچہ متعدد طرق سے مروی ہے ابو داؤد امام احمد نے بھی روایت کیا ہے مگر ہر طریقہ مجروح ہے امام ترمذی اور بزار نے کہا کہ اس باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں جس کا اعتراف غیر مقلدین کے معلم ثانی شوکانی صاحب کو بھی ہے (نیل الاوطار ص ۱۴۹) علاوہ ازیں لا کمال نفی کیلئے مستعمل، اور وضو میں کہاں یہ ہے کہ بر وجہ مسنون ہو اور جب بسم اللہ نہیں پڑھی تو ایک سنت نہ ادا ہونے سے کچھ نقص رہا۔

(۲) حق یہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اسے شیطان نہ دنیوی ضرر پہنچا سکے گا نہ دینی نہ جسمانی نہ روحانی لیکن تاثیر، پڑھنے والے کے حضور قلب اعتماد علی اللہ اور اسکے احوال کے اعتبار سے کبھی ہوتی ہے اور ان میں کسی بعض یا کل کے نقدان سے تاثیر نہیں ہوتی۔

تشریحات ۱۰۴۱

لغات ○ اعوذ اس کا مصدر عوذ ہے اس کے معنی پناہ لینے کے ہیں۔ جث۔ خطاب نے کہا یہ لفظ خار اور بار کے ضمے کے ساتھ ہے کچھ لوگوں نے کہا خار کے ضمے کے ساتھ اور بار کے سکون کے ساتھ ہے یہ غلط ہے۔ صحیح وہی

عہ ایضا بخاری بدرالخلق، صفۃ ابلیس و جنودہ ص ۲۶۳ نکاح مایقول اذا اتی اہل ص ۶ دعوات مایقول اذا اتی اہل ص ۹۴۵ کتاب التوحید اسماء اللہ الواحدة ص ۱۱ مسلم طلاق ابو داؤد نکاح ص ۵۵ ترمذی نکاح ص ۶ نسائی عشرة النساء وعل الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ ص ۲۴ داری نکاح ص ۲۹ مسند امام احمد۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبَاثَاتِ

جب بیت الخلاء جانے تو یہ پڑھتے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبث اور خباثت سے

ہے دونوں کے ضمے کے ساتھ مگر علامہ عینی نے تحقیق کی کہ یہ دونوں صحیح ہے علامہ قوریشی نے فرمایا بہتر یہی ہے کہ دونوں کے ضمے کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ الجنۃ مصدر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔ خبث، خبیث کی اور خباثت، خبیثۃ کی جمع ہے۔ مراد شیاطین کے زرمادہ دونوں ہیں۔

شرح السنہ میں ہے کہ الجنۃ کے معنی کفر اور خباثت کے معنی شیاطین کے ہیں۔ ابن بطال نے کہا الجنۃ ہرشی کو عام ہے اور خباثت سے شیاطین مراد ہیں۔ خللاء مد کے ساتھ اس کے معنی خالی جگہ ہے۔ اور عرف میں قضاء حاجت کی جگہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ اکثر حالات میں خالی رہتا ہے۔

۱) یہاں مراد یہ ہے کہ جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ فرماتے جیسا کہ خود امام بخاری نے سعید بن زید کے طریقے سے روایت کی ہے اذا اسر اذ ان یدخل الخلاء حکم یہ ہے کہ اگر بیت الخلاء کی کوئی عمارت ہو تو عمارت میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھے اور اگر میدان میں قضاء حاجت کرتا ہے تو ستر کھولنے سے پہلے پڑھے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے یا ستر کھولنے کے بعد دعا ہرگز نہ پڑھے۔

۲) اس دعا پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ خالی جگہیں خصوصاً ناپاک، شیاطین کی رہائش گاہ ہوتی ہیں اور قضاء حاجت کے وقت کوئی دعا پڑھی نہیں جاسکتی اور شیاطین انسان کو نقصان پہنچانے کے لئے ہر وقت درپے ہوتے ہیں تو حکم ہوا کہ پہلے ہی دعا پڑھ لے تاکہ وہ کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں۔

ایک توجیہ | یہاں شارحین نے یہ بحث چھیڑ دی کہ امام بخاری نے وضو کا بیان شروع فرمایا تھا ابھی وضو کا مکمل بیان نہ ہوا کہ بیت الخلاء کا ذکر چھیڑ دیا پھر وضو کے بقیہ مسائل کا ذکر فرمایا۔ اس کا کچھ لوگوں نے یہ جواب دیا کہ امام بخاری کا مقصود احادیث کا ذکر کرنا ہے ابواب ضمنی طود پر مذکور ہیں ان کے مابین کوئی خاص مناسبت ضروری نہیں۔ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے اس کا رد فرمایا اور یہ بات بھی واقعہ کے خلاف، محققین کا کہنا ہے فقہ البخاری فی الابواب اور بنظر دقیق سارے ابواب مرصع ہار کی موتیوں کی طرح متناسب ہیں البتہ ان کے تناسب کا جاننا سب کا کام نہیں دونوں

عہ ایضاً بخاری دعوات، الدعاء عند الخلاء، مسلم ج ۹، ۱۲۲، ابوداؤد طہارت ۳، ترمذی طہارت ۴، نسائی طہارت ۱، ابن ماجہ طہارت ۹، دارمی، دمسند امام احمد۔

نے ذوق کے مطابق جوابات دیے ہیں۔ میرے ذوق پر بات یہ ہوئی کہ وضو کیسے تسمیہ کا بیان ضروری تھا مگر امام بخاری کو ان کے شرط پر کوئی حدیث نہیں ملی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے کہ کوئی صحیح حدیث اس باب میں ہے ہی نہیں تو انھوں نے اس پر والی حدیث سے قیاس کر کے وضو میں تسمیہ کے مشروع ہونے پر استدلال فرمایا اور باب میں اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے التسمیۃ علی کل حال کہہ کر اشارہ فرمایا جس طرح بات میں بات نکلتی ہے التسمیۃ علی کل حال سے ذہن اس طرف گیا کہ بیت الخلاء جاتے وقت کی بھی دعا ہے تو اس کا باب باندھا پھر جب بیت الخلاء کا ذکر چھڑ گیا تو اس کے متعلق دوسرے ابواب باندھے اس سے فارغ ہو کر اصل باب یعنی وضو کی تفصیلات بیان فرمائیں۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعاذہ امت کی تعلیم کے لئے تھا اور اظہار عبودیت کے لئے ورنہ باجماع امت شیاطین واجبہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محفوظ ہیں شیاطین کو حضور پر کوئی بھی قدرت نہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک شیطان کو پکڑ کر مسجد کے ستون میں باندھ دیا تھا۔

مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے پہلے بسم اللہ بھی پڑھے جیسا کہ دوسری احادیث میں آیا ہے۔ مہر نے مسلم کی شرط پر حدیث مذکور بطریق عبدالعزیز بن مختار عبدالعزیز صہیب سے یوں روایت کی اذا دخلتم الخلاء فقولوا بسم اللہ اعوذ باللہ کتاب ابن عدی میں ہے کہ سعید بن زید نے کہا کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الکلیف قال بسم اللہ ثم یقول اللہم انی اعوذ بک اھ۔ اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے مگر جب یہ مضمون ایک حدیث صحیح سے ثابت ہے تو مدعی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد کی بھی مختلف دعائیں احادیث میں آئی ہیں مگر ان میں کوئی بھی امام بخاری کی شرط پر نہیں تھیں۔ اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔ ترمذی حاکم ابن حبّان، ابن خزیہ ابن ابی الجارود ابو علی طوسی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو پڑھتے ”غفرانک ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے الحمد للہ الذی اذهب عنی الاذی وعافانی دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے یہ دعا مرفوعاً نقل فرمائی الحمد للہ الذی اخرج عنی ما یؤذینی وامسک ما ینفنی۔ نیز دارقطنی ہی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ دعا روایت کی الحمد للہ الذی اذانی لذتہ وابقی علی قوتہ واذهب عنی اذا۔

بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد طلب مغفرت میں حکمت یہ ہے کہ شرمگاہ پر نظر پڑنے سے دوسرا آنے کا خطرہ قویہ ہوتا ہے عام انسان اس سے مشکل بچ پاتے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد استغفار کی تعلیم دی تاکہ وہ دور ہو جائیں۔

(۱۰۴) حدیث، وضع الماء عند الخلاء

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعَتْ لَهُ وَضُوءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ

بیت الخلاء میں تشریف لے گئے میں نے وضو کا پانی رکھا دریافت فرمایا کس نے رکھا ہے حضور کو جب بتایا گیا تو یہ دعا

اللَّهُمَّ فَفِيهِ نِي الدِّينِ عَلَيْهِ

فرمائی اے اللہ اسے دین میں سمجھ عطا فرما

(۱۰۶) حدیث، اذا اتى احدكم الغائط فلا يستقبل لقبله

عَنْ ابْنِ أَبِي الْيُوبِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تشریح (۱۰۵)

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذہانت و ذکاوت تھی کہ بغیر حکم کے از خود پانی رکھ دیا۔ اس پر مسرور ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعائی اس کی برکت سے یہ جبرأت ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کی خدمت بغیر حکم کے بھی کرنی چاہیے اور مخدوم کو چاہئے کہ اس کے عوض خادم کو دعائے خیر دے اکابر کیلئے استنجار وضو اور دیگر ضروریات کیلئے پانی رکھنا بہتر ہے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ یہ کام چھوٹوں سے لیا جائے۔

تشیہات (۱۰۶)

① حضرت ابو ایوب۔ خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف بن غنم الانصاری بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ وہ فخر روزگار صحابی ہیں جنہیں ابتداء ہجرت میں ایک مادہ تک میزبان دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میزبانی کی سعاد حاصل ہوئی۔ یہ اجداد صحابہ میں سے ہیں مدینے کے مشہور معزز قبیلے بنی نجار کے چشم و چراغ ہیں یہ وہی قبیلہ جس میں حضور کے دادا عبد المطلب کی نانہال تھی حضرت ابو ایوب عقبہ ثانیہ اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے آپسی محاربات

علہ ایضا سلم فضائل ابن عباس، نسائی مناقب مسند امام احمد۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَى أَحَدُكُمْ الْغَائِلُ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يُؤَلِّهَا ظَهْرَهُ

جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کو نہ منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے

میں آپ ہمیشہ حضرت علی کے ساتھ رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کا پہلا لشکر و قیصر کے دار السلطنت قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا اس کے لٹا ہوا معاف کر دیئے جائیں گے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر پہلا لشکر بھیجا تو اس بشارت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے اکابر صحابہ بھی ساتھ ہوئے ان میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے عین معرکہ کے وقت بیمار ہوئے جب امید زلیست نہ رہی تو ساتھیوں سے فرمایا دشمن کی زمین میں جتنے قریب ہو سکے مجھے دفن کرنا قسطنطنیہ کی فیصل کے نیچے قبر کھودی گئی رات میں دفن کئے گئے رومیوں نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ اس لشکر میں یزید پلید بھی شریک تھا اس نے جواب دیا ہمارے رسول کے میزبان معزز صحابی کی وفات ہو گئی ہے ان کو دفن کر رہے ہیں اگر انکی قبر مٹائی گئی تو عرب میں ناقوس نہ بج پائے گا اب تک ان کا مزار پر اوار قسطنطنیہ میں موجود ہے اگر بارش نہیں ہوتی تو ان کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کرتے ہیں تو بارش ہوتی ہے (یعنی) ان سے ایک سو پچاس احادیث مروی ہیں سات متفق علیہ تنہا بخاری نے صرف ایک روایت کی ہے۔

تکمیل کتاب الصلوٰۃ قبلہ اہل المدینہ مکہ پر اتنا زائد ہے حضرت ابوالیوب نے فرمایا جب ہم شام میں آئے تو قدچوں کو ہم نے کعبے کے رخ بنا ہوا دیکھا ہم ہٹ جاتے اور اللہ سے مغفرت چاہتے۔ بخاری کے علاوہ یہ اضافہ ترمذی میں بھی ہے نسائی میں کچھ تغیر کے ساتھ یوں ہے کہ ان قدچوں کو دیکھ کر حضرت ابوب نے فرمایا بنی راس نہیں جان سکا کہ انکے ساتھ کیا کروں۔

توجیہ | فنخرب عنہا میں چار احتمالات ہیں ایک یہ کہ عنہا کی ضمیر کا مرجع قبلہ کو مانا جائے تو دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہم قبلہ رو سے پوری طرح انحراف کر کے بیٹھے۔ دوسرے یہ کہ جہاں تک انحراف ممکن تھا کرتے یا ضمیر کا مرجع مراجع کو مانا جائے تو تیسرا احتمال یہ ہوا کہ ہم ان قدچوں کی پابندی نہ کرتے ترچھے بیٹھے یا ہم ان پائین لوں کو استعمال نہ کرتے ان سے ہٹ آتے

نستغفر اللہ سے مراد یہ ہے کہ چونکہ یہ پائین خانے قبلہ رخ بنے تھے ان کی شجاعت پر استغفار کرتے یا چونکہ ممانعت سے قبلہ رخ کرنے کی ہے بقدر امکان ترچھے بیٹھے پر سمت قبلہ رخ ہو ہی جاتا اس لئے استغفار کرتے اور پہلی جو تھی تقدیر پر مراد یہ ہے کہ اپنے لئے نہیں ان پائین خانوں کے بننے والوں کے لئے استغفار کرتے اگر یہ معلوم ہوتا کہ اس کے بانی مسلمان ہیں۔

مطابقت

امام بخاری نے اس حدیث پر جواب باندھا ہے یہ ہے پانخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کو منہ نہ کرے مگر عمارت میں یا دیوار وغیرہ کے قریب۔ اس کے تحت جو حدیث نقل فرمائی ہے اس میں یہ استثناء نہیں وہ عام ہے اسکا جواب اسماعیل نے یہ دیا کہ غائط کے لغوی معنی کشادہ نیچے زمین کے ہیں اور حدیث میں یہی مراد ہے اسلئے استثناء صحیح ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ سب سے قوی جواب ہے اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ غائط کے عربی معنی خارج شدہ نجاست کے ہیں عرف میں لغوی معنی مہجور ہو گیا ہے اب یہ اس معنی میں حقیقت عرفیہ ہو گیا اس لئے اس سے عدول جائز نہیں۔ علاوہ ازیں بہت سی حدیثوں میں غائط کے ساتھ بول بھی مروی ہے۔ غائط کا بول کے ساتھ ذکر معنی عربی کو معین کر رہا ہے۔ ورنہ یہ ارشاد مہمل ہو جائے گا۔

ابن بطال نے یہ جواب دیا ہے اور ابن مینر نے بھی اس کی متابعت کی ہے کہ یہ استثناء بعد والی ابن عمر کی حدیث سے ماخوذ ہے اور چونکہ تمام احادیث مثل حدیث واحد کے ہیں جیسے قرآن مجید کی تمام آیات مثل ایک آیت کے ہیں اس لئے ایک حدیث سے دوسرے کی تخصیص درست۔ علامہ عینی نے اس پر یہ فرمایا کہ پھر اسی حدیث کے ساتھ اس باب کو باندھتے۔ ابن مینر نے ایک جواب یہ دیا کہ استقبال قبلہ میدان ہی میں ہو گا عمارت میں یا دیوار وغیرہ جبکہ حائل ہو تو استقبال نہ ہوا۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ درست نہیں۔ آدمی گھر میں قبلہ کو منہ کرے یا میدان میں ہر جگہ قبلہ کو منہ ہو گا گھر میں دیوار حائل ہے تو میدان میں پہاڑ ٹیلے اور خود زمین حائل ہے۔

آخر میں علامہ عینی نے فرمایا کہ چونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث عام مخصوص نہ لکھنے سے اس لئے ان کا یہ استثناء صحیح ہے۔ جس کو یوں کہئے کہ باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ لکھا چاہا ہے کہ یہ حدیث عام نہیں مخصوص نہ بعض ہے اسی قسم کے افادات امام بخاری کے ابواب میں جگہ جگہ ہیں۔

قبلہ کو منہ یا پیٹھ کر کے قضاء حاجت جائز نہیں اس سلسلے میں سات مذاہب ہیں۔

مذہب اول | اخاف کا مسلک یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنا یا پیٹھ کرنا جائز نہیں۔ خواہ گھر کے اندر ہو یا میدان میں اور یہی مذہب راوی حدیث حضرت ابویوب اور امام مجاہد اور امام نخعی و سفیان ثوری اور ابو ثور صاحب شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی ہے اخاف کی مستدل یہ حدیث ہے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث بھی ہیں۔

① عبد اللہ بن عمار سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

انا اول من سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے میں نے سنا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قبلہ

شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا

پورب کو منہ کر دیا یا پچھم کو ۔

لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَ النَّاسَ بِذَلِكَ
کی جانب منہ کر کے پیشاب مت کرو اور میں نے ہی سب سے پہلے لوگوں سے اسے بیان کیا۔

ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۲) ابوداؤد اور ابن ماجہ میں معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستقبل القبائین ببول أو غائط۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشاب یا پاخانے کے وقت دونوں قبلوں کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔

دوسرا قبلہ بیت المقدس ہے اور تحقیق یہ ہے اہل مدینہ اور ایسے بلاد کے لئے خاص ہے جو بیت المقدس اور کعبہ کے مابین ہیں۔
۳) مسلم اور چاروں صحاح میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

لقد نهانا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان نستقبل القبلة بغائط أو بول۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم پیشاب یا پاخانے کے وقت قبلہ کو منہ کریں۔

۴) مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی
انامکم بمنزلة الوالد اذا اتى احدكم الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها۔
پاخانے میں آؤ تو قبلہ کو نہ منہ کر دے نہ پیٹھ۔

یہ تمام احادیث عام ہیں نہ ان میں مکان کا استثناء ہے اور نہ میدان کی تفصیل اور مناجات حکم بیت اللہ کی تعظیم ہے۔
اس کی جانب منہ کرنے میں مکان و میدان سب برابر ہیں اگر مکان میں دیوار حائل ہے تو میدان میں پہاڑ اور ٹیلے بھی حائل ہیں۔ علاوہ زین عادت یہ ہے کہ انسان قضاء حاجت کسی نجی جگہ کرتا ہے تو اگر مکان میں دیوار حائل ہے تو وہاں بھی حائل موجود ہے پھر جبکہ زمین کروی ہے تو درمیانی بلندی ہر جگہ حائل۔ تو لازم کہ مکان کی طرح میدان میں کھمبافت نہ رہے۔ اس عقلی استدلال سے قطع نظر کرتے ہوئے احادیث کے عموم اس کی دلیل ہیں کہ یہ حکم میدان کے ساتھ خاص نہیں۔ نیز منہ اور پیٹھ کرنے میں کوئی تفریق نہیں۔

عہ ایضاً بخاری صلوٰۃ، قبلہ اہل المدینہ ص ۵، مسلم طہارت ۵۹، ابوداؤد طہارت ۶، ترمذی طہارت ۶، نسائی طہارت ۱۱، ابن ماجہ طہارت ۱۱،

مذہب ثانی

مطلقاً جائز ہے یہ عروہ بن زبیر اور ربیعہ الردی اور داود کا مذہب ہے ان کی دلیل حدیث جابر ہے جیسے ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ ابن خزمیہ ابن حبان اور حاکم روایت فرماتے ہیں۔

نہا نارسلو اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان نستقبل القبلة او نلتد برہا ببول ثم دأینہا قبل ان یقبض بعام یتقبلہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا تھا کہ پیشاب کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کریں پھر دو سال سے ایک سال پہلے میں نے دیکھا کہ حضور قبلہ رو پیشاب کر رہے ہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ مانفت تھی مگر بعد میں منسوخ ہو گئی اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ تعارض کے وقت ہوتا جبکہ تطبیق نہ ہو سکے اور یہاں تعارض ہی نہیں جسکی تفصیل ابھی آتی ہے۔

مذہب ثالث

قبلہ کی جانب منہ کرنا کہیں بھی جائز نہیں نہ عمارت میں نہ میدان میں اور پیٹھ کرنا ہر جگہ مباح ہے حضرت امام اعظم سے ایک روایت موجود ہے یہ بھی ہے۔ اس لئے کہ عام روایات میں صرف استقبال کی مانفت ہے

مذہب رابع

عمارت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیٹھ کرنا دونوں جائز ہے میدان میں دونوں ناجائز۔

مذہب خامس

قبلہ کی جانب منہ کرنا مطلقاً ممنوع البتہ عمارت میں ہو تو قبلہ کی جانب پیٹھ کرنا ممنوع نہیں صحرا میں منع ہے انکی دلیل بھی وہی حدیث ہے وہ اس طرح کہ اس میں عمارت میں قبلہ کی جانب پیٹھ کرنے کی روایت ہے اس

سے ثابت کہ قبلہ کی جانب پیٹھ کرنی جائز ہے جبکہ عمارت میں ہو۔ اور منہ کرنا ہر حال حرام رہا۔ اور میدان میں پیٹھ کرنا بھی ممنوع رہا۔ ایک روایت کی بنا پر امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔

مذہب سادس

کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً تو منع ہے ہی بیت المقدس کی طرف بھی مطلقاً منع ہے جیسا کہ معقل بن یسار کی حدیث میں تصریح ہے یہ ابراہیم اور ابن سیرین کا مذہب ہے۔

مذہب سابع

یہ عدم جواز اہل مدینہ کے ساتھ خاص ہے دوسری جگہوں کے لئے مطلقاً مانفت نہیں یہ ابو عوانہ کا مذہب ہے انکی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پورب کو منہ کر دیا پچم کو۔ حالانکہ مکہ معظمہ کے پچم یا پورب کے بلاد میں پورب یا پچم منہ کرنے میں بیت اللہ کی طرف منہ یا پیٹھ ضرور ہوگی البتہ مدینہ طیبہ میں نہیں ہوگی تو معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف اہل مدینہ کے ساتھ ہے

○ بخاری کی اس حدیث میں صرف منہ کرنے کی مانفت ہے۔ مگر حضرت ابو ہریرہ والی جو بھی حدیث میں تصریح ہے کہ ولایتد برہا اور نہ قبلے کو پیٹھ کرے اس لئے جس طرح قبلہ کو منہ کرنا منع ہے اسی طرح پیٹھ کرنا بھی منع ہے۔

استنجا کے اور احکام اگر میدان میں قضاء حاجت کیلئے جائے تو بہت دور نکل جائے یا پردہ کرے۔ جب

④ حدیث، ارتقیّت علی ظہر بیت لنا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ نَاسًا

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَلْجَةٍ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمُقَدَّسِ

جب تم قضاہ حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلہ اور بیت المقدس کی جانب نہ کرو۔

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدْ رَتَقْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ لَنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ

اس پر عبد اللہ بن عمر نے فرمایا میں ایک دن اپنے ایک گھر کی چھت پر چڑھا تو اچانک میری نظر پڑ گئی دیکھا کہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بُنْتَيْنِ مُسْتَقْبِلَيْتِ الْمُقَدَّسِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاہ حاجت کیلئے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی جانب منہ کئے بیٹھے ہیں

تک زمین کے قریب نہ ہوئے ستر نہ کھوئے جیسا کہ حدیث میں ہے سر چھپائے حضرت ابوبکر کی سنت ہے۔ بات

کرے یہ حضرت عثمان سے مروی ہے بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے فراغت کے بعد مٹی سے ہاتھ مل کر دھوئے۔ یہ حدیث

میں ہے۔ ڈھیللا استعمال کرے گو بر وغیرہ نجاست اور ہڈی نہ استعمال کرے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے چاند یا سوچ

کی جانب منہ نہ ہو۔ حدیث میں ممانعت ہے جمع شدہ پانی میں راستے پر سایے میں پھلوں کے گرنے کی جگہ نالیوں

نالوں تالابوں کے کنارے قضاہ حاجت نہ کرے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے عضو تناسل کو تین بار سونت لے۔

تشریحات (۱۴)

تکمیل کہاں علی ظہر بیت لنا ہے اور بیوت ازداج البنی ۳۴ میں فوق بیت حفصہ ہے حضرت حفصہ ان کی

بہن تھیں ان کے گھر کو اپنا گھر کہہ دیا ہو سکتا ہے جس وقت یہ حدیث بیان کی اس وقت یہ بطور واثت انھیں کی ملک ہا

ہو۔ یہاں صرف مستقبل بیت المقدس ہے اور التبر زنی البیوت ۲۴ اور بیوت ازداج ۳۴ میں ہے مستدبر القبلہ

مستقبل الشام ہے حاصل دونوں کا ایک ہے جب شام یا بیت المقدس کو منہ ہوگا تو قبلہ کو بیٹھ ضرور ہوگی۔

① اس سے یہ بات واضح ہے کہ عہد صحابہ میں یہ بات مشہور تھی کہ قضاہ حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ

کرنا منع ہے۔

② یہی حدیث امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے اس کے جواب میں اخاف کہتے ہیں کہ احادیث میں قضاہ

حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا حکم عام ہے اور یہ ایک خاص واقعہ ہے اور خصوص واقعہ کے لئے عموم نہیں ہوتا علاوہ

لِحَاجَتِهِ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِينَ يُصَلُّونَ عَلَى أَوْسَائِهِمْ فَقُلْتُ لَا

اور فرمایا شاید تو ان میں سے ہے جو سرین کے بل نماز پڑھتے ہیں میں نے عرض کیا بخدا میں نہیں

وَاللّٰهُ اَدْرِىُّ قَالَ مَا لَكَ يَعْزِي الَّذِي يُصَلِّي وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ

جانتا امام مالک نے فرمایا انکا مطلب یہ تھا جو نماز پڑھے اور زمین سے نہ اٹھے

ازیں وہ قول اور یہ فعل اور فعل رسول میں اس کا بھی احتمال رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آنحضور کے ساتھ خاص ہو اس لئے قول کے متعارض جب فعل ہو تو ترجیح قول کو ہوگی علاوہ ازیں وہ قول رسول ہے اور یہ حضرت ابن عمر کا اجتہاد اور ظاہر ہے کہ ارشاد رسول کے مقابلے میں صحابی کے اجتہاد کو کبھی ترجیح نہ ہوگی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر کا اجتہاد نہیں صریح فعل رسول ہے بعض اہل زمانہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی ہوئی انھوں صرف منہ یا سینہ دیکھا ہوگا چونکہ حالت ایسی نہ تھی کہ اسے بغور دیکھتے اچانک نظر پڑ گئی انھوں نے منہ یا زیادہ سے زیادہ سینہ دیکھا ہوگا کہ بیت المقدس کی طرف ہے حالانکہ استنجا کے وقت اصل میں منہ یا سینہ قبلہ کی طرف کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ اعضاء استنجا کے لئے ممانعت ہے لیکن حدیث کے الفاظ کو بغور پڑھنے والا بخوبی معلوم کرے گا کہ یہ محض سخن سازی ہے۔ حضرت ابن عمر کی نظر آنحضور پر اگرچہ اچانک اس حالت میں پڑی تھی مگر جو کچھ انھوں نے دیکھا وہ پوری تفصیل سے دیکھا۔ غور کیے کہتے ہیں میں نے کئی اینٹوں پر بیٹھ دیکھا جب یہاں تک دیکھا کہ اینٹوں پر بیٹھے ہیں وہ بھی پکی نہیں کچی تھی وہ بھی صرف دو پر۔ تو صرف سینے تک دیکھنے کو محدود کرنا درست نہیں پھر ایسے مشتبہ دیکھنے کو مدار حکم ٹھہرانا حضرت ابن عمر سے بعید ہے۔ صحیح یہی ہے کہ اگرچہ انکی نظر اچانک ہی پڑی مگر جو بیان کر رہے ہیں وہی دیکھا۔ اصل توجیہ اس حدیث کی وہ ہے جو مرشدی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے فرمائی کہ جسکے سامنے کعبہ نہ ہو ان کو سمت کعبہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرنا ممنوع ہے اور کعبہ جن کے سامنے ہوا انھیں عین کعبہ کی طرف منع ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر ساری دنیا تھی جیسا کہ خود انھیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

ان الله قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها الى ما هو كائن فيها الى يوم القيمة كاني انظر الى حفي هذا۔

اللہ نے دنیا میرے سامنے کر دی ہے میں دنیا کو اور دنیا میں قیامت تک جو کچھ ہوگا سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس بھیلی کو۔

جب آنحضور کے سامنے پوری دنیا تھی تو حضور کی نگاہ انور کے سامنے کعبہ بھی ہوگا آپ کی پشت مبارک عین کعبہ کی جانب نہ تھی۔ صرف سمت کعبہ کی جانب تھی۔ حضرت ابن عمر نے صرف سمت شام کی جانب منہ اور سمت کعبہ کی جانب پیٹھ کرنے کو

يَسْجُدُ وَهُوَ لَاحِقٌ بِالْأَرْضِ

سجدے کی حالت میں زمین سے چپکارے یعنی پیٹ ران سے ران پٹلی سے ملا کر سجدہ کرے۔

دیکھا۔ اور یہی جواب مذہب ثانی کی مویہ حدیث جابر کا بھی ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر عین کعبہ تھا اس سے پنج کر سمت قبلہ کی جانب پیشاب فرمایا حضرت جابر نے اسی کو دیکھا اور اسی پر جواز کا قول فرمایا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سمت بیت المقدس اور پشت اقدس سمت قبلہ میں تھی۔ عین کعبہ کی جانب نہ تھی۔ اس پر دلیل ان تینوں شہروں کا جغرافیائی وقوع ہے اس لئے مکہ معظمہ کا طول البلد ۶۷ درجے ۳۳ دقیقے پر ہے اور عرض البلد ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے پر ہے مدینہ طیبہ ۷۵ درجے ۲۰ دقیقے طول البلد ۲۵ درجے عرض البلد ۳۶ درجے اور بیت المقدس ۳۶ درجے اور ۲۰ دقیقے طول پر اور ۳۲ درجے ۲۰ دقیقے عرض پر ہے۔

جب بیت المقدس اور مدینہ طیبہ میں ۳۹ درجے طول کا اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ۷۷ درجے ۴۷ دقیقے کا تفاوت ہے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ عین بیت المقدس کی جانب جس کا منہ ہوا اس کی پیٹھ عین قبلہ کی جانب ہو اگر عین بیت المقدس کی جانب منہ ہو گا تو پشت کبھی بھی عین کعبہ کی جانب نہ ہوگی اگر دونوں ایک طول البلد پر ہوتے تو ایسا ممکن تھا تو لا محالہ حضور کی نشست میں منہ سمت بیت المقدس کی جانب اور پیٹھ سمت قبلہ کی جانب تھی یا منہ عین بیت المقدس کی جانب تھا تو پیٹھ سمت قبلہ کو تھی عین کعبہ کو ہرگز نہ تھی۔

③ یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ نے عراق بن مالک سے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے یہ تذکرہ ہوا کہ کچھ لوگ قبلہ کی جانب شرمگاہ کرنے کو برا جانتے ہیں۔ فرمایا۔ میرے پانچاں کی بیٹھک قبلہ رو کر دو۔ اس کا جواب شارحین نے یہ دیا کہ یہ حدیث لائق استناد نہیں علیٰ ترمذی میں ہے محمد نے کہا اس حدیث میں اضطراب ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ام المومنین کا قول ہے۔ ابن خزم نے کہا یہ حدیث ساقط ہے۔ اس لئے کہ اس کے ایک راوی خالد بن ابی الصلت مجہول ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عراق کا ام المومنین سے سماع ثابت نہیں۔ عینی ج ۲۸۱ میزان میں امام ذہبی نے فرمایا کہ خالف ابن ابی الصلت منکر ہے۔ یہ حدیث حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی مگر انھوں نے اس پر

عہ ایضاً بخاری البرزنی البیوت ج ۱۱ الجہاد بیوت ازدواج البنی ج ۲۳ مسلم ۶۱، ۶۲ ابو داؤد ۵، ترمذی ۷، نسائی ۲۱، ابن ماجہ طہارت ۱۸، موطا قبلہ ۸، دارمی و ضویر ۸، مسند امام احمد۔

۱۰۸ حدیث۔ ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیں یخرجن باللیل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ أَسْرَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج رات میں

مَنْ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهِيَ صَعِيدٌ أَفِيمٌ وَكَانَ عَمْرٍو يَقُولُ

مناصع کی طرف رفع حاجت کے لئے جاتیں۔ اور مناصع لمبا چوڑا میدان ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمل نہیں فرمایا بیہقی، وارفتنی ظاہر ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اسی بنا پر ہو گا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث لائق استناد نہیں۔

③ حضرت ابن عمر کی مراد غالباً یہ ہے کہ تو اُچھا اور جاہل ہے۔ جسے یہ بھی پتہ نہیں کہ سجدہ کرنا کیسے سنت ہے۔ اسی وجہ سے یہ بھی

معلوم نہیں کہ یہ ممانعت صرف میدان میں ہے۔ گھر کے اندر نہیں۔ واسع بن حبشان نے کہا میں نہیں جانتا۔ یعنی یہ نہیں جانتا کہ ان لوگوں میں

ہوں یا نہیں۔ یا یہ کہ میں نہیں جانتا کہ قضاء حاجت کے وقت قبلے کی جانب منہ کرنے میں عادت اور میدان کا فرق ہے۔ لیکن یہ توجیہ

اس صورت میں درست ہوگی جب کہ ان ناسا یقولون۔ واسع بن حبشان کا مقولہ مانا جائے۔ مگر واقع میں ایسا نہیں۔ یہ حضرت

ابن عمر کی کا قول ہے جیسا کہ مسلم شریف میں تصریح ہے۔ فقال عبد اللہ یقول ناسا واسع کو اُچھا کہنے کا کوئی محل نہیں صحیح

توجیہ یہ ہے کہ اس میں یہاں اختصار ہے۔ مسلم شریف میں ابتدائی حصہ یوں ہے۔ واسع نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور عبد اللہ

بن عمر مجھے تھے نماز سے فارغ ہو کر میں ان کی جانب مڑا تو انھوں نے فرمایا کچھ لوگ ایسا کہتے ہیں انہ۔ ہو سکتا ہے۔ واسع بن حبان کے

سجدے میں یہ بات دیکھی ہو اور انھیں تنبیہ فرمادی۔

تشریحات ۱۰۸ ۱۰۹

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن بکر بن عبدود، قرشیہ عامریہ، یہ قدیم الاسلام ہیں۔ ان کا

نسب ٹوٹی پر جا کر شجرہ نبوی سے مل جاتا ہے۔ ان کا نکاح پہلے ان کے چچا کے لڑکے سکران بن عمرو بن شمس سے ہوا تھا۔ ان کے یہ شوہر

بھی انھیں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی تھی۔ پھر مکہ واپس آئے۔ ان کے شوہر

کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد سالہ نبوی میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد سے پہلے۔ یہی مشہور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نکاح کے قبل حضرت

سودہ نے یہ خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ اہان کی گردن پر اپنا پائے اقدس رکھا۔ یہ

خواب اپنے شوہر سکران سے بیان کیا تو انھوں نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو میں فقیر مر جاؤں گا اور تم سے حضور نکاح کریں گے اس کے

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں کو پردے کا علم دیجئے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ نَزَّ وَجَّ النَّبِيِّ

پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے سودہ بنت زمعہ زوجہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعد پھر دیکھا وہ تکیہ لگائے بیٹھی ہیں اور ایک چاند آسمان سے اتر کر ان کی گود میں آگیا ہے۔ اس خواب کو بھی سکران کو سنایا تو انھوں نے وہی تعبیر بتائی اسی دن سکران بیمار ہو گئے اور چند دن کے بعد فوت ہو گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ مکہ میں زفات بھی فرمایا۔ یہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئیں۔ اخیر عمر میں جب کبیر السن ہو گئیں اپنی باری حضرت عائشہ کو دیدی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا پھر کبھی باہر نہ نکلیں۔ علی اختلاف روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری ایام میں وصال ہوا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان کا جنازہ رات میں اٹھایا جائے یا سوال ۵۴ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مدینہ میں وصال ہوا۔ یہ بہت قد آور عظیم شہیم خاتون تھیں ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ دو بخاری نے تخریج کی ہے باقی سنن اربعہ میں مروی ہے۔

تکمیل | یہ دونوں حدیثیں ایک مفصل حدیث کا جزو ہیں جو کتاب التفسیر میں مفصل مذکور ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ پردے کی پابندی کے بعد (ام المومنین) سودہ اپنی ضرورت کے لئے نکلیں۔ اور یہ جسم عورت تھیں انھیں جو پہچانتا تھا اس سے (پردہ کے باوجود) چھپ نہیں سکتی تھیں۔ انھیں عمر بن خطاب نے دیکھا تو کہا۔ اے سودہ سنو! بخدا تم ہم سے چھپ نہیں سکتیں دیکھو کیسے نکلتی ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ سودہ لوٹ آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ حضور کے دست مبارک میں گوشت والی ہڈی تھی سودہ اندر آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں اپنی ضرورت کے لئے نکلی تھی تو عمر نے ایسے ایسے کہا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ اللہ نے حضور کی طرف وحی کی پھر نزول وحی کی کیفیت فرود ہوئی۔ اور وہ ہڈی حضور کے دست مبارک ہی میں رہی۔ اے رکھا نہیں اور ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں کو اجازت دیدی گئی ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے باہر جاسکتی ہو۔ کتاب النکاح میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے۔

لغات | اذا تبرهنن اس کا مادہ براز ہے جس کے معنی وسیع میدان کے ہیں۔ تبرز کے معنی لغوی وسیع میدان میں جانا۔ عرفی معنی فضل حاجت کے لئے میدان میں جانا۔ براز بار کے کسرے کے ساتھ بھی ہے اس کا معنی مقابلہ کے لئے نکلتا ہے۔ مناصع منصع کی جمع ہے اس کا مادہ نضوع ہے جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ ناصع ہر چیز کے خالص کو کہتے ہیں۔ ابیض ناصع، اصفر ناصع، احمی نے کہا وہیل جو خالص ایک رنگ کا ہو مثلاً صرف سفید، صرف زرد، صرف سرخ اس کو بھی ناصع کہتے ہیں۔ عجب میں ہے کہ ناصع کے

مَلَى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَمَ لَیْلَةً مِّنَ اللَّیْلِ عِشَاءً وَكَانَتْ اِمْرَاةً طَوِیْلَةً

ایک رات عشاء کے وقت قضا حاجت کے لئے نکلیں وہ بے تد کی عورت تھیں۔

معنی مجالس کے ہیں۔ ابو سعید نے کہا۔ مناصع ان جگہوں کو کہتے ہیں جہاں لوگ قضا حاجت کیا کرتے ہیں۔ ازہری نے کہا کہ مناصع مدینہ سے باہر ایک جگہ کا نام تھا۔ یہی ابن جوزی نے کہا کہ مدینہ سے باہر ایک لمبا چڑا میدان تھا جہاں قضا حاجت کے لئے لوگ جاتے تھے اسی کو مناصع کہتے تھے۔ سیاق حدیث بھی اسی کا مؤید ہے۔ معنی لغوی کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ وہ عمارتوں سے خالی تھا سعید کے معنی ہیں زمین کی سطح انیم کے معنی لمبے چوڑے وسیع کے ہیں۔

تطبیق

حدیث ۱۸۱ اور ۱۸۲ میں بظاہر تعارض ہے سرسری طور پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ مگر حدیث ۱۸۱ کا صریح منطوق یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔ اور حدیث ۱۸۲ میں تصریح ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ نیز حدیث ۱۸۱ سے استفاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ازواج مطہرات کو باہر نکلنے سے روک دیا گیا اور حدیث ۱۸۲ میں تصریح ہے کہ اس کے بعد بھی قضا حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت باقی رہی۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ ابتدائے میں حضرت عمر کی خواہش یہ تھی کہ ازواج مطہرات میں بھی چہرہ چھپا کر نکلیں۔ ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ مگر پھر بھی ازواج مطہرات کے لئے ان کی غیرت نے یہ بھی نہیں پسند فرمایا کہ وہ پردے کے ساتھ باہر نکلیں۔ لہذا انھوں نے یہ چاہا کہ اس پر بھی پابندی ہو جائے مگر ضرورت کی بنا پر یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حدیث ۱۸۱ میں جو وارد ہے کہ احجب نساء ك اس سے مراد یہ ہے کہ رات میں منہ چھپائے بغیر نہ نکلیں۔ اور انزال حجاب سے مراد چہرہ چھپا کر نکلنا ہے۔ اور حدیث ۱۸۲ میں بعد ما ضرب الحجاب سے مراد چہرے کا چھپا کر نکلنا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ یہ اظہر الاحتمالین ہے۔ اس فادم کی بھی یہی رائے ہے۔

مگر اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ اور دونوں حدیثوں میں حجاب کے ایک ہی معنی ہیں۔ جیسا کہ علامہ کرمانی علامہ برماوی علامہ قسطلانی کی رائے ہے۔ اب علامہ ابن حجر کا کتاب التفسیر میں علامہ کرمانی کی اس رائے پر یہ تعقب سمجھ میں نہیں آتا جو فرمایا بل السواد بالحجاب الاول غیر الحجاب الثانی اول حجاب سے ثانی حجاب کا غیر مراد ہے۔ حالانکہ اس کے بعد جو احاصل سے بیان فرمایا وہ وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ دو ہے۔ اس اضراب کی توجیہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدیث ۱۸۱ میں جو حجاب حضرت عمر کا مقصود تھا وہ حدیث ۱۸۲ میں مذکور حجاب کے علاوہ تھا۔ اس طرح کہ حدیث ۱۸۱ میں حجاب سے چہرے کا چھپا کر نکلنا مراد ہے اور حدیث ۱۸۲ میں حضرت عمر کی خواہش یہ ظاہر ہوتی ہے کہ گھروں سے بالکل نکلنے دیا جائے۔ ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حدیث ۱۸۱ کو پہلے کا واقعہ مانا جائے اور حدیث ۱۸۲ کو بعد کا۔ اور حدیث ۱۸۱ میں ضرب الحجاب سے مراد چہرے کا چھپا کر نکلنا مراد ہے اور حدیث ۱۸۲ میں احجب نساء ك سے مراد گھروں سے نہ نکلنا مراد ہو۔

فَنَادَاهَا عَمْرُ الْأَقْدَعُ فَنَالِكَ يَا سُوْدَةَ حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ فَانْزَلَ اللَّهُ الْحِجَابَ

تو حضرت عمر نے پکار کر ان سے کہا۔ سنو! اے سودہ ہم نے تمہیں پہچان لیا ان کی خواہش یہ تھی کہ حجاب نازل ہو تو اللہ نے حجاب اتارا۔

وانزل الحجاب ع آیت کریمہ۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ۔ مراد ہو۔

① یہاں ستمل کے نسخے میں آیۃ الحجاب ہے۔ ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں بطریق زبیدی ابن شہاب سے یوں روایت کی ہے۔

فانزل الله الحجاب يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ
النِّسَاءِ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَهُ وَلَكِنْ
إِذَا دُعِيتُمْ فَأَدْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ
لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّسَاءَ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ
لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَلَوْ سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَأَلُوهُنَّ مِنْ
دَسَائِجِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ۔

تو اللہ نے حجاب نازل فرمایا۔ یعنی یہ آیت۔ اے ایمان والو! ع
نساء کے گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اذن نہ ملے۔ مثلاً کھانے
کے لئے بلائے جاؤ تو بیروں کے خود پکے کی راہ کو بلا جاؤ تو جاؤ اور
جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ نہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ اس بیٹک
نہی کو ایذا پہنچتی ہے و جو تمہارا کھانا فرماتے ہیں اور اللہ حق فرماتے ہیں ہمیں
شرعاً انا اوجب ازدواج مطہرات کوئی سامان مانگو تو پردے کے
مانگو اس میں تمہارے اور ان کے دلوں کی زیادہ پاکیزگی ہے۔

احزاب، آیت (۵۳)

سورہ احزاب کی تفسیر میں خود امام بخاری نے اس آیت کے شان نزول میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے ظاہر کہ ام المومنین
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت دلبرہ کے موقع پر کھانا کالنے کے بعد بھی جو تین شخص بیٹھے باتیں کرتے رہے
اس وقت یہ آیت اتری۔ نیز اس میں اس کا شان نزول یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ!
آپ کی خدمت میں اچھے برے سبھی حاضر ہوتے ہیں آپ اپنی ازدواج کو پردے کا حکم دیں اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ علاوہ ازیں
ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بطریق امام مجاہد اس کا شان نزول یہ ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ بعض اصحاب کھا رہے تھے اور حضرت
عائشہ بھی شریک تھیں کہ کسی صحابہ کا ہاتھ حضرت عائشہ کے ہاتھ پر پڑ گیا یہ حضور کو ناگوار ہوا اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ ابن مردودہ
نے ابن عباس کی یہ حدیث آیت حجاب کے شان نزول میں ذکر کی ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین بار اٹھے کہ یہ شخص چلا جائے مگر وہ نہیں گیا اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے اور ناگواری کا اثر چہرہ اقدس
پر دکھاناس شخص سے کہا! شاید تو نے رسول اللہ کو ایذا پہنچائی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تین بار اٹھا
کہ یہ بھی میرے ساتھ لٹھے مگر یہ نہیں اٹھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ پردہ کا دیں آپ کی ازدواج اور عورتوں کی طرح نہیں۔ یہ

عہ سلم استیذان۔

①۹۹ حدیث۔ قداذن لکن ان تخرجن لحاجتک

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہو گا اس پر آیت حجاب نازل ہوئی۔

علامہ ابن حجر نے اس میں یہ تطبیق دی ہے کہ اسباب نزول متعدد ہو سکتے ہیں اخیر سبب حضرت زینب کے دیمے والا واقعہ ہے اس لئے اس آیت میں خصوصی تنبیہ اس واقعہ پر ہے۔ بقیہ واقعات چونکہ اس کے قریب ہی قریب پیش آئے اس لئے انہیں بھی شان نزول قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض میں آیت حجاب سے مراد یہ آیت کریمہ ہو۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَسْرَائِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
يَدِينِينَ عَلَيْهِنَ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَضْنَ
فَلَا يُؤْذَيْنَ - احزاب آیت (۵۹)
لے بنی اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مومنوں کی عورتوں سے فرمادو کہ
اپنے چہروں پر چادروں کا کچھ حصہ ڈالے رہیں قریب رہے اس
سے کہ پہچان لی جائیں تو ایذا نہ دی جائیں۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہوا کہ ازواج مطہرات سے متعلق پردے کی تین صورتیں ہوئیں ایک یہ کہ دن میں باہر نہ نکلیں
رات کی تاریکی میں نکلیں جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کن یخرجن باللیل۔ رات میں نکلتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ رات میں بھی کھڑے نہ نکلیں، نکلیں تو چہرہ چھپالیں، جیسا کہ اسی حدیث فأنزل الحجاب سے مستفاد ہوتا ہے اور حدیث اٹک میں صراحت ہے
کہ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ہم صرف رات میں قضا حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ اور یہ طے ہے کہ واقعہ اٹک نزول حجاب کے بعد کلمہ ہے
اس لئے کہ حضرت ام المؤمنین نے اس حدیث میں صاف فرمایا کہ صفوان بن معطل نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ نیز یہ متفق علیہ ہے
کہ حضرت زینب کے ساتھ نکاح پر دیمے میں جو قصہ ہوا اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی اور حدیث اٹک میں تصریح ہے کہ حضرت
زینب بنت جحش اس وقت ازواج میں داخل تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے بھی حضرت عائشہ کے بارے
میں دریافت فرمایا انھوں نے بھی صفا دی۔ علامہ ابن حجر نے کتاب التفسیر میں خود اس کی تصریح کی ہے اور جو کتاب الوضوء میں تحریر
فرمادیا تھا کہ واقعہ اٹک نزول حجاب سے پہلے کا ہے۔ کتاب التفسیر میں اس پر تنبیہ فرمادی کہ ذلغزش تھی اس کی تصحیح کر لی جائے
نیسری صورت یہ تھی کہ قضا حاجت کے لئے بھی گھروں سے باہر جانا ممنوع ہو گیا۔ جیسا کہ حدیث اٹک کا یہ حصہ دلالت کرتا ہے کہ
فرمایا۔ وذلك قبل ان تتخذ الكنف، میدان میں قضا حاجت کے لئے اس وقت ہم جا کرتی تھیں جبکہ ابھی گھروں میں پاخانے نہیں بنے تھے۔
نیز آیت کریمہ وقرن فی بیوتک۔ اور اپنے گھروں ہی میں رہو۔ اس پر دلالت کرتی ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ازواج مطہرات
کے جو پردہ مخصوص تھا وہ یہ کہ انہیں اپنے چہرے اور ہاتھوں کو پر حال اجنبیوں سے چھپانا فرض ہے۔ حتیٰ کہ شہادت وغیرہ کے موقع پر

قَالَ قَدْ أَذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَاءَ عَلَيْهِ

ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں اس بات کی اجازت دی گئی کہ اپنی ضرورت کے لئے باہر جاؤ۔ ہشام نے کہا یعنی تمہارا حاجت کے لئے بھی کھولنا جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انہیں اپنی ذات کسی کے سامنے ظاہر ہونے دینا جائز نہیں۔ اگرچہ پردہ کے ساتھ ہوں۔ اس پر موطا کی حدیث سے دلیل لائے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عورتوں نے اپنے جھرمٹ میں لے کر اس طرح چھپایا کہ کوئی انہیں نہیں دیکھ سکا۔ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جنازہ کو چھپا۔ ز کے لئے قبہ بنالیا تھا۔ اس پر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ موطا کی اس حدیث سے اس کی فرضیت ثابت نہیں ہوئی کہ ازدواج مطہرات پر بے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو چھپائیں۔ اس لئے کہ وصال اقدس کے بعد ازدواج مطہرات حج کرتی تھیں طواف کرتی تھیں لوگ ان سے احادیث سنت تھے اور صرف ان کے بدن چھپے ہوتے ذات نہیں۔ کتاب الحج میں ہے کہ ابن جریج نے جب حضرت عطاء سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طواف کا ذکر کیا تو انھوں نے پوچھا کہ آپ نے انہیں حجاب سے پہلے دیکھا تھا کہ حجاب کے بعد۔ تو ابن جریج نے بتایا کہ میں نے ان کی زیارت حجاب کے بعد کی ہے۔ نیز انہیں ابن جریج نے کہا کہ میں اور عبید بن جراح عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ کوہِ ثبیر میں ٹھہری تھیں۔ ایک ترکی قبہ میں رہتی تھیں۔ دلہا غشاء، میرے اور ان کے۔ میں صرف ایک پردہ تھا۔ میں نے انہیں دیکھا گلابی رنگ کا پیرہن پہنے ہوئے تھیں عٹہ۔ ظاہر ہے کہ ام المومنین کا یہ حج نفل تھا حج فرض تمام ازدواج مطہرات حجة الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر چکی تھیں اگر ازدواج مطہرات پر اپنی ذات کا چھپانا فرض ہوتا تو حج نفل کے لئے نہ جاتیں۔ اور ان کے تلامذہ ان کو نہ دیکھ پاتے۔ محدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت حجاب کس سن میں نازل ہوئی۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ تیسرے سال، ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت ام سلمہ سے نکاح کے بعد۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت ام سلمہ سے نکاح کس سن میں ہوا۔ سن تین میں یا چار میں۔ ابن سعید نے کہا کہ اس سے ذوقعدہ میں۔ قتادہ نے کہا کہ اس میں۔ یہ اختلاف اصل میں دوسرے اختلاف کی فرع ہے۔ یہ تو طے ہے کہ آیت حجاب یعنی لا تدخلوا بیوت النبی حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے وقت نازل ہوئی۔ حضرت زینب سے نکاح کس سن میں ہوا اس میں اختلاف ہے۔ الاستیعاب میں ہے کہ ابو عبیدہ نے کہا کہ یہ سن میں ہوا۔ اس لئے وہ اس آیت کا نزول سنہ مانتے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ یہ نکاح سنہ میں ہوا تو وہ اس کے نزول کا وقت سنہ مانتے ہی راجح ہے کہ حضرت زینب سے نکاح سنہ میں ہوا۔ الاحمال میں اسی پر اختصار کیا۔ اصحابہ میں دونوں قول ذکر کیا۔ مگر اخیر میں وصال کے وقت کی جو عمر بتائی

لے تفسیر لا تدخلوا بیوت النبی ﷺ، نکاح، خروج النساء لخواجہ حسن علیہ بخاری ص ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵،

۱۱۰۔ حدیث۔ الاستنجاء بالماء

سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ

عطا بن ابی میمونہ نے کہا میں نے انس بن مالک سے یہ فرماتے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قضاء حاجت

لِحَاجَتِهِ أَجِئُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا إِذَا دَاوَةٌ مِنْ مَاءٍ يَغْنِي لِيَسْتَنْجِي بِهِ عَه

کے لئے جاتے تو میں اور ایک لڑکا جاتا ہمارے ساتھ پانی کا چمڑے کا برتن ہوتا جس سے حضور استنجاء فرماتے تھے

اور کس سہ میں وصال فرمایا اس سے ۳۰ متعین ہو جاتا ہے۔ اصحاب میں ہے کہ نکاح کے وقت حضرت زینب کی عمر ۲۰ سال تھی

اور پچاس سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اور ۳۰ سن وصال ہے اس سے ظاہر کہ ہجرت کے وقت بیس سال کی تھیں۔ اور جب نکاح

کے وقت ۲۵ سال کی تھیں تو ظاہر ہو گیا کہ ۳۰ میں نکاح ہوا۔ اور یہی آیت حجاب کے نزول کا سن ہے۔ رہ گیا ابن اسحاق کا یہ کہنا کہ

آیت حجاب کا نزول حضرت ام سلمہ کے نکاح کے بعد ہوا غالباً ان کی مراد آیت کریمہ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ہے۔

مسائل | ان دونوں احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے ① کسی اچھی بات کے لئے چھوٹا آدمی اپنے بزرگ کی خدمت میں

بار بار عرض کر سکتا ہے ② اپنی ماں کو بھی نصیحت کی جاسکتی ہے اس لئے کہ حضرت سودہ ام المومنین ہیں ③ بہ نیت خیر بڑے

سے بھی اچھی بات سخت لہجہ میں پیش کی جاسکتی ہے جب کہ اعتراض اور نفی مقصود نہ ہو ④ عورتیں بدرجہ مجبوری اپنی کسی حاجت

کے لئے گھر سے نکل سکتی ہیں ⑤ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تین فضیلتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو ان کی غیرت، دوسرے

موافقت وحی، اس لئے کہ ان کی خواہش کے مطابق آیت حجاب نازل ہوئی۔ تیسرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

خیمہ خواہی۔

تشریحات ①۱۰

لغات | غلام۔ وہ بچہ جو بلوغ کے قریب ہو جس کی منیٹیں بھیگ رہی ہوں۔ دودھ چھڑانے سے سات سال تک کی عمر کا بچہ،

وہ بچہ جس کی داڑھی نہ نکلی ہو۔ اداوۃ۔ چمڑے کا پانی رکھنے کے لئے چھوٹا برتن۔

① اس کی بعد دلی روایت میں مِنَّا زائد ہے یعنی انفار میں سے ایک اور بچہ تھا۔ مسلم کی روایت میں غوی ہے۔ یعنی میرا بھوٹا۔

② امام بخاری نے پانی سے استنجاء کرنے کا باب اس لئے باندھا کہ کچھ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اور کچھ لوگوں نے یہاں تک

کہہ دیا کہ یہ ثابت نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پانی سے استنجاء کیا ہو۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ

۱۱۱) حدیث۔ حمل العنزۃ عند الاستنجاء

عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ

عطاء بن ابومیمونہ سے روایت ہے کہ انھوں نے انس بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میدان

تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے ان سے پوچھا گیا پانی سے استنجا کرنا کیسا ہے؟ تو فرمایا پھر تو میرے ہاتھ میں ہمیشہ بدبو رہے گی۔ نافع نے حضرت ابن عمر کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ پانی سے استنجا نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا ہم پانی سے استنجا نہیں کرتے۔ ابن حبیب مالکی سے منقول ہے کہ انھوں نے پانی سے استنجا کرنے کو منع فرمایا کیونکہ یہ مطہوم ہے۔ حضرت امام مالک نے اس سے انکار کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی پانی سے استنجا کیا ہو۔

اور یہاں جو یستنجی بنگا س کے بارے میں مُتَبَّک کے بیان کے مطابق اصل کا اگمان یہ ہے کہ حضرت انس کا قول نہیں۔ یہ راوی حدیث امام بخاری کے شیخ کا قول ہے جو انھوں نے اپنے قیاس سے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ پانی وضو وغیرہ کے لئے لے جلتے ہوں۔ اس لئے کہ یہی حدیث اس کے متصل سلیمان بن حرب نے اسی سند کے ساتھ شعبہ ہی سے روایت کیا ہے اس میں یستنجی بہ نہیں۔ ابو عبد اللہ نے کہا یہ حضرت انس کے تلمیذ ابو معاذ کا اضافہ ہے اس لئے کہ یہ بات صحت کو نہیں پہنچتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی سے استنجا کیا ہے۔ علامہ ابن حجر علامہ عینی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پانی سے استنجا کرنا کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً اسی کے بعد تیسری حدیث ہے اس میں یستنجی بالملء ہے۔ نیز اسی بخاری میں ہے۔ بطریق روح بن قاسم انھیں عطاء بن میمونہ سے حضرت انس کا قول مذکور ہے۔ اذ اتبرنا ایتہ بماء فیغسل بہ جب قضاء حاجت کے لئے جاتے تو میں پانی لے کر حاضر ہوتا جس سے دھوئے۔ مسلم میں حضرت انس ہی کا قول ہے۔ فخرج علينا وقد استنجی بالماء ہم میں تشریف لائے اور پانی سے استنجا فرما چکے تھے۔

ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ اس حدیث میں یستنجی بہ حضرت انس ہی کا قول ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کی حکایت کی ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی سے استنجا فرمایا ہے اور پانی سے استنجا سنت ہے اس میں ادنیٰ کراہت نہیں۔

مسائل علماء، صلحاء، مشائخ کی خدمت کرنی ان کے احوال پر نظر رکھنی جو ضرورت ہو اسے پوری کرنی باعث شرف ہے۔ اپنے تلامذہ جس کی نابالغ بچوں سے خدمت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ افضل یہ ہے کہ بے ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرے۔ پھر پانی استعمال کرے صرف ڈھیلے پر یا صرف پانی ہی پر اکتفا بھی جائز ہے۔ البتہ اگر نجاست اپنے عجز کے علاوہ بقدر درہم پھیل گئی ہو تو پانی سے استنجا

لے باب ماجاء فی غسل البول ۳۱، ۳۲، ۳۳ باب النبی عن الاستنجا بالیمین،

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ

ہم میں سے ایک اور لڑکا پانی کا برتن اور چھوٹا نیزہ

إِدَاوَةٌ مِنْ مَّاءٍ وَعَنْزَرَةٌ يَسْتَنْبِجُ بِالْمَاءِ الْعَنْزَرَةُ عَصَا عَلَيْهِ نُرْجٌ.

لے کر جاتے۔ حضور پانی سے استنجا کرتے، غمزہ وہ لاکھی ہے جس میں پھل لگا ہو۔

①۱۲ حدیث۔ النهی عن الاستنجاء بالمین

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

واجب ہے اگر ڈھیلے اور پانی میں سے صرف ایک ہی استعمال کرنا ہو تو پانی افضل ہے۔ روافض کے یہاں ڈھیلے سے استنجا جائز نہیں حالانکہ بکثرت احادیث میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استنجے کے وقت پتھر استعمال فرمایا۔

تشریحات ۱۱۱

خدا :- یہ یہاں مراد میدان ہے۔ گھر کا بیت الاخلاص مراد نہیں۔ عنقریب :- اس لاشی کو کہتے ہیں جس کے نیچے لوہے کا پھل ہو

یعنی چھ ماہ پہلے اسے ساتھ لے جانے کی حکمت یہ تھی کہ بوقت ضرورت دشمنوں اور موذی جانوروں سے بچنے کا اس سے کام لیا جائے۔

زمین کو اگر کھودنے کی حاجت ہو تو اس سے کھود لیں۔ مثلاً ڈھیلا حاصل کرنا ہے یا زمین سخت ہے چھینٹے پڑنے کا اندیشہ ہے۔ کہہ

دوغیرہ اس پر ٹانگ سکیں گی۔ لگائیں۔ نماز پڑھنے میں اس کو مسترد بنائیں۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ الی العنقرۃ ص ۱۷ پر بھی تھوڑے

تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ وہاں ہے کہ جب آنحضور اپنی حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو حضور کے پیچھے میں اور ایک آدمی کا

جاتا اور ہمارے ساتھ عکازہ یا عنبرہ یا عصا اور پانی کا برتن ہوتا جب حاجت پوری کر لیتے تو ہم حضورؐ کے برتن لے لیتے۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا عکازہ یا عنزہ یا عصا کی تردید شک راوی ہے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ ساری روایتیں صرف

عنصرہ پر متفق ہیں۔ عکازہ اور عنصرہ ہم معنی ہیں۔

تشریحات ۱۱۲

البوقادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | سلی مدنی مشہور صحابی ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے حادث کہا کسی نے

نعمان، کسی نے عمرؓ۔ ان کو فارس رسول اللہؐ کہا جاتا تھا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا۔

خیر فرسانا الیوم ابو قتادۃ وخیر رجالنا
 آج ہمارے سواروں میں سب سے اچھے ابو قتادہ ہیں۔ اور ہمارے

سلمانہ بن اکوع (مسلم ۱۱۵۱)

وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَسُ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ

جب تو پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب رفع حاجت کے لئے جائے تو اپنا عضو تناسل داہنے ہاتھ

بِیَمِينِهِ وَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ ع

سے نہ چھوئے اور نہ سیدھے ہاتھ سے پونچھے یعنی استنجاء کرے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے یا نہیں؟ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اُحُد، خندق اور اسکے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے۔ مشاجرات میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے۔ ان کی جانب سے کچھ دن مکہ والی بھی رہے۔

علی اختلاف اقوال ۱۵۰ یا ۱۵۱ میں ستر یا بہتر سال کی عمر پا کر مدینہ طیبہ یا کوفہ میں وصال فرمایا۔ ایک قول کے مطابق انکی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ ان سے ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ گیارہ متفق علیہ، دو افراد بخاری، اور آٹھ افراد مسلم سے ہے ۱۵۰

① یعنی پانی پیتے پیتے اس طرح سانس نہ لے کہ سانس کی ہوا پانی میں جائے۔ اس لئے کہ اندر کی ہوا جسم کے مضر بخارات کو لے کر باہر آتی ہے۔ اس سے پانی کے مضر ہونے کا احتمال ہے۔ اس کا بھی اندیشہ ہے کہ سانس کے ساتھ ناک کی رطوبت پانی میں مل جائے۔ جس سے گھن آنے لگے بلکہ سانس لینا ہو تو برتن سے منہ ہٹا کر سانس لے۔ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ تین سانس میں پانی پینا سنت ہے۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ پانی پیتے پیتے برتن میں منہ ڈالے۔ باہر سے اندر کو سانس نہ لو اس سے اندیشہ ہے کہ پانی ناک میں چڑھ جائے۔ اور حق یہ ہے کہ ہر طرح سانس لینی منع ہے۔

② پیشاب کرتے وقت یا استنجاء کرتے وقت داہنے ہاتھ کو شرمگاہ سے لگانا ممنوع ہے یعنی مکہ وہ نزدیک ہے۔ اور یہی ظاہر ہے۔ استنجاء کرنے کو یتمسح سے تعبیر کرنے میں عموم کا افادہ ہوا۔ کہ خواہ پانی سے استنجاء کرے خواہ ڈھیلوں وغیرہ سے۔ بہر حال داہنے ہاتھ سے نہ کرے۔ بلکہ بائیں ہاتھ سے کرے۔ منافعت کے باوجود اگر داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے گا تو طہارت ہو جائیگی۔ امام احمد اور بعض اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اگر داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے گا تو طہارت ہوگی ہی نہیں۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ پانی یا ڈھیلہ استعمال کرے۔ اور اگر صرف ہاتھ سے پونچھے تو بالاتفاق طہارت نہ ہوگی اور نہ یہ جائز ہے خواہ داہنا ہاتھ ہو خواہ بایاں۔ اس لئے کہ ہاتھ سے پونچھے میں نجاست دور ہی نہ ہوگی۔

عہ ایضا۔ لایسک ذکرہ بیمینہ اذا بال ص ۲۱، اشربہ، النبی عن التنفس فی الاناء ص ۲۱، مسلم طہارت: ۶۳، ۶۴، ابو داؤد طہارت ص ۲۱، ترمذی طہارت: ۱۱۰، ۱۱۱، اشربہ: ۱۱۰، ۱۱۱، نسائی طہارت: ۴۶، ۴۷، ابن ماجہ طہارت: ۱۵۰، اشربہ: ۲۳، ۲۴، داری: وضو: ۱۳، اشربہ: ۲۱، مسند امام احمد: ۱۵، احبابہ استنجاء: یعنی۔

۱۱۳ حدیث۔ الاستنجاء بالاحجار

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلا اور حضور رفع حاجت

وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ وَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَلَّوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِي أَحْجَاسًا اسْتَنْفِضْ بِهَا

کے لئے نکلے تھے اور حضور ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں نزدیک پہنچ گیا۔ فرمایا میرے لئے کچھ پتھر تلاش کرو جس سے استنجاء کروں۔

تشریحات ۱۱۳

استنفض بھا اس کا مادہ نفض ہے۔ جس کے معنی جھاڑنے کے ہیں۔ جھاڑنے سے چیز صاف ہو جاتی ہے۔ اس طرح استنفض کے معنی ہوئے جس سے میں صفائی حاصل کروں۔ جس کا حاصل استنجاء ہوا۔

① پتھر کی تخصیص صرف اس لئے کی کہ وہاں سوائے پتھر کے اور کچھ نہ مل سکتا تھا۔ ورنہ پتھر کی طرح ڈھیلے کنکر وغیرہ سے بھی استنجاء بلا کراہت جائز ہے۔ اس پر دو قرینہ ہے۔ ایک پتھر سے جو کام لینا ہے وہ صفائی کہے تو جس چیز سے صفائی حاصل ہو جائے۔ اس سے استنجاء ہو سکتا ہے۔ دوسرے حضور نے یہی میں تخصیص فرمادی کہ ہڈی اور گوبر مت لانا تو معلوم ہو گیا کہ ہڈی اور گوبر اس قسم کی چیزوں کے سوا دوسری چیزوں سے استنجاء بلا کراہت جائز ہے۔

بعض ظاہر یہ اور بعض حنبلی حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ پتھر کے سوا اور کسی بھی چیز سے استنجاء نہیں ہو سکتا ان کا استدلال یہ ہے کہ حضور نے پتھر کی تخصیص کر دی ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ تخصیص مقامی مجبوری یا آسانی کی وجہ سے اتفاقی تھی کہ یہاں آسانی سے صرف پتھر ہی مل سکتا تھا۔ یا سوائے پتھر کے ڈھیلے بالکل نہ مل سکتا ہو۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اتفاقی تخصیص اپنے ماعداء کی نفی نہیں کرتی۔

② ہڈی، گوبر، مینگنی سے استنجاء ممنوع ہونے کی احادیث میں یہ علت مذکور ہے۔ کہ یہ جنوں کی خوراک ہے۔ بخاری، مسند، ص ۵۴۴ میں یہی حدیث یوں ہے کہ یہ دونوں جنوں کی خوراک ہیں۔ میرے پاس نصیب کے جنوں کا وفد آیا۔ اور یہ اچھے جن تھے۔ انھوں نے مجھ سے سفر کی خوراک مانگی۔ میں نے ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی اب یہ کسی بھی ہڈی یا گوبر کے پاس پہنچیں گے تو ان پر کھانا پائیں گے۔

اور ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جن کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ او

لہ الطہارت۔ ما وھل عنہ ان یستنجی بہ صلا

أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِيَنِي بِعَظْمٍ وَلَا مَرُوثٍ. فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَابٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي

یا اسی قسم کا کوئی اور جملہ فرمایا۔ اور ہڈی یا گوشت لانا۔ میں کچھ پتھر اپنے دامن میں لے آیا۔

عرض یا رسول اللہ اپنی امت کو ہڈی اور گوشت کوٹنے سے استنجا کرنے سے منع فرمادیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہماری روزی رکھی ہے۔ تو حضور نے منع فرمادیا۔

مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جنوں کا داعی آیا۔ میں اس کے ساتھ گیا۔ میں نے ان پر قرآن پڑھا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور اس کے بعد مجھے اپنے ہمراہ لے گئے مجھے ان کے قدم اور آگ کے نشانات دکھائے۔ انھوں نے آنحضور سے سفر کی خوراک مانگی تو فرمایا۔ ہر وہ ہڈی جو اللہ کے نام سے ذبح کی گئی ہو۔ جب تمہارے ہاتھ میں آئے گی اس پہیلے والا پورا گوشت ہوگا۔ اور ہر بیگنی تمہارے چوپاؤں کا چارہ

ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں سے استنجا نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔ بطریق محمد بن منشی یوں ہی ہے۔ مگر بطریق علی بن حجر السعدی اس طرح ہے کہ آثار نیروانہم تک حضرت ابن مسعود کا قول ہے۔ اور اس کے بعد امام شعبی کا ہے۔ علامہ نووی نے دارقطنی وغیرہ کے حوالہ سے کہا کہ وسئلوه عن الزاد سے اخیر تک شعبی کا قول ہے۔ پھر فرمایا۔ مگر یہ بات بغیر سماع نہیں چلا سکتی اور ما لا یدسک الا بالسمع مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے یہ بھی حدیث ہی ہے آثار نیروانہم تک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے بقیہ کسی اور صحابہ سے مروی ہے۔ ہر حال یہ بھی حضور ہی کا ارشاد ہے۔ حاکم نے دلائل النبوة میں اس کا اخیر حصہ یوں روایت کیا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ میں نے انھیں ہڈی اور گوشت پر دیا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ انھیں کیا کام دے گا۔ فرمایا۔ ہر ہڈی پر یہ لوگ پہلے والا گوشت پائیں گے۔ اور ہر گوشت پر وہ دانہ پائیں گے۔ جو کھانے کے دن تھا۔ اس لئے کوئی ہڈی اور گوشت سے استنجا نہ کرے۔

ان سب روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی اور گوشت سے استنجا کرنے کی ممانعت اسلئے ہے کہ یہ جنوں اور انکے چوپاؤں کی خوراک ہے۔

تطبیق بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی درخواست پر، حضور نے دعا فرمائی تو ہڈی وغیرہ ان کی خوراک ہوئی اور مسلم کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نے انھیں یہ چیزیں توٹنے کے لئے دیں۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں۔ مسلم کی روایت

فَوَضَعَهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَىٰ أَتْبَعَهُ بِهِنَّ

اور آپ کے پہلو میں رکھ دیا۔ اور وہاں سے ہٹ آیا۔ قضاء حاجت کے بعد ان پتھروں کو استعمال فرمایا۔

میں اختصار ہے۔ حضور نے دعا فرمائی دعا فرمانے کے بعد ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے زاد سفر یہ ہے۔ البتہ ابو داؤد کی روایت صحیحین کی روایت کے معارضہ ہے۔ کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جنوں نے عرض کیا کہ یہ چیزیں ہمارا رزق ہیں۔ حضور اپنی امت کو ان سے استنجا کرنے سے منع فرمادیں۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ابتداء میں یہی ہوا کہ جنوں نے زاد راہ کی درخواست کی تو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور ہڈی وغیرہ انھیں زاد راہ دی۔ جیسا کہ صحیحین میں ہے۔ مگر چونکہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا ہے۔ بعد میں جب اسلام کی اشاعت ہوئی لوگ بکثرت مسلمان ہوئے مگر سب کو یہ بات معلوم نہ تھی۔ لوگ ہڈی سے استنجا کرتے رہتے تھے تو بعد میں جنوں نے اگر شکایت کی۔ کہ یہ ہماری روزی ہے اس سے استنجا کرنے سے آپ منع فرمادیں۔ جیسا کہ ابو داؤد میں ہے۔

جنوں کی خوراک ہڈی اور روٹ دونوں ہیں۔ یا ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور روٹ ان کے چوپاؤں کی۔ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی جنوں کی خوراک ہے اور گوبر وغیرہ ان کے چوپاؤں کی۔ اور ابو داؤد کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی اور گوبر دونوں جنوں کی خوراک ہے۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ ہڈی تو جنوں کی خوراک ہے۔ اور روٹ میں تفصیل ہے۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کی گھسی یا گوبر ہے جو انسان کھاتے ہیں تو جنوں کی بھی خوراک ہو سکتی ہے۔ وہ اس پر وہ دانہ پائیں گے جس کے کھانے سے میٹنگنی بنی ہے۔ اور ان کے چوپاؤں کی مطلقاً غذا ہے کسی بھی چیز کی ہو۔

اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ گوبر وغیرہ ناپاک ہیں۔ اور ناپاک چیزوں کا کھانا حرام ہے۔ اور ناپاک چیز کا کھانا انسان کی طرح جنوں کے لئے بھی حرام ہے۔ ورنہ استنجا کرنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ گوبر ان کے ہاتھ میں جاتا ہے گوبر نہیں رہتا بلکہ بدل کر دانہ ہو جاتا ہے۔ تو اب ناپاک بھی نہ رہا۔ قلب مابیت کے بعد ناپاک، پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے یہی گوبر مٹی میں مل کر جب مٹی ہو جاتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے۔ اس سے دیوبندی شیخ اہند صاحب کی یہ توجیہ باطل ہو گئی کہ اس کا امکان ہے کہ اس خصوص میں انسان اور جن میں تفریق ہو جیسے ریشمی لباس میں مرد و عورت کے مابین ہے۔

گوبر سے ممانعت کی دوسری وجہ اس کا ناپاک ہونا ہے جیسا کہ خود بخاری کی اس کی بعد والی حدیث میں تصریح ہے۔ کہ یہ نجاست ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ ایسی چیزوں سے جو خوراک ہو استنجا منع ہے۔ خواہ انسان کی ہو خواہ جن کی خواہ حیوان کی۔ اسی کے حکم میں ہر وہ چیز ہے جو شرفاً محترم ہو یا اس کی کچھ قیمت ہو۔ جیسے کاغذ۔ یوہیں کسی بھی ناپاک چیز سے استنجا کرنے کی ممانعت ہے۔ مثلاً میٹنگنی وغیرہ سے۔ یہ ممانعت حد کراہت تک ہے۔ اگر کسی نے ان ممنوع چیزوں سے استنجا کر لیا اور نجاست دور ہو گئی تو طہارت حاصل ہو گئی۔ اگرچہ یہ فعل مکروہ ہے۔ اس لئے کہ مخرج نجاست اصل میں پاک تھا۔ نجاست نکلنے کے بعد نجاست سے

(۱۱۳) حدیث۔ النہی عن الاستنجاء بالروث

أَنَّ سَمِيعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ، أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے جنگل تشریف لے گئے ملوث ہونے کی وجہ سے ناپاک ہوا تھا جب یہ نجاست کسی بھی چیز سے دور ہو گئی تو پاک ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں۔

تشریحات (۱۱۳)

ساکس، ساجسٹ، دونوں بمعنی نجاست ہیں۔ ایک لغت میں جم کے بجائے کاف بھی ہے اور یہی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ ابن ماجہ اور ابن خزمیہ میں رکس کے بجائے رجس ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ رکس کے معنی رڈ لوٹنے اور لوٹانے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَسْكُؤْ فِيهَا، انھیں اس میں لوٹاؤ۔ چونکہ گوبر اصل میں خوراک ہوتا ہے۔ پھر ناپاک طرن لوٹا ہے۔ اس لئے اسکو رکس کہتے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ فرمایا کہ پھر اسے رکس را کے کسر کے بجائے فتح کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اس لئے اس معنی میں را کے فتح کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ امام نسائی نے فرمایا کہ رکس کے معنی جنوں کی خوراک کے ہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اگر یہ لغت سے ثابت ہو تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں۔ قاموس میں ہے کہ رکس کے معنی کسی چیز کو الٹا کرنے کے ہیں۔ اور را کے کسر کے ساتھ جس کے معنی میں ہے۔

① اس حدیث کی سند میں امام بخاری نے فرمایا کہ ابوالحق نے کہا یہ حدیث ابو عبیدہ نے مجھ سے نہیں ذکر کیا۔ بلکہ عبدالرحمن بن اسود نے کیا ہے یہ اپنے باپ اسود بن یزید غنوی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ اس تفصیل کی ضرورت یہ پیش آئی کہ ابو عبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے ہیں۔ اور ان کا اپنے باپ سے سماع ثابت نہیں۔

اس پر شاذ کوئی نے یہ اعتراض کیا کہ اس تدلیس ہے اور ایسی تدلیس کہ اس سے خفی تر تدلیس میں نے سنی نہیں۔ اس لئے کہ ابوالحق نے یہ نہیں کہا کہ مجھ سے ذکر کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ ذکر کیا۔ اس کے جواب کی طرف امام نے اشارہ کرنے کے لئے اخیر میں یہ تعلیق ذکر کی ہے۔ کہ ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ان کے باپ ابوالحق سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن نے حدیث بیان کی۔ اس میں ابوالحق نے یہ بالصریح کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن اسود نے حدیث بیان کی۔

استنجاء میں تین ڈھیلے کا حکم | اخاف کے نزدیک طہارت کے لئے تین ڈھیلوں کی شرط نہیں۔ اگر ایک ہی سے نجاست دور

فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْمَثَلِثُ

تو مجھے حکم دیا کہ میں تین پتھر لاؤں مجھے دو پتھر تو ملا تیسرا تلاش کیا۔

ہو جائے تو کافی ہے۔ البتہ تین کا پورا کر لینا مستحب ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ تین کا عدد پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے کم ہو تو طہارت ہی نہ ہوگی۔ ان کی دلیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منھ کرنے، اور داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے، اور تین پتھروں سے کم سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ قضاء حاجت سے قبل محل پاک تھا۔ قضاء حاجت کے بعد نجاست لگنے سے ناپاک ہوا۔ یہ نجاست کسی چیز سے دور کر دی جائے تو محل پھر پاک ہو جائے گا۔ خواہ ایک بار استعمال کرنے سے یا چند بار۔ ان کی دلیل یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ حضور نے دو ہی سے استنجاء فرمایا۔ اگر تین ڈھیلوں کا استعمال واجب ہوتا اور اس سے کم سے طہارت نہ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرا ڈھیلہ ضرور منگاتے اور استعمال فرماتے۔ یہ استدلال امام طحاوی کا ہے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ تعقب کیا کہ اس حدیث کو امام احمد نے اس اضافے کے ساتھ ذکر کیا کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں تیسرا ڈھیلہ لانے کا حکم دیا۔ طحاوی اس روایت سے غافل رہے۔ علامہ ابن حجر نے امام طحاوی پر یہ تنقید کر دی۔ لیکن امام ترمذی کو کیا کہیں گے جو شافعی ہیں مگر وہ بھی امام احمد والی روایت کی اس زیادتی سے غافل رہے۔ انھوں نے اس حدیث پر جو باب باندھا وہ الاستنجاء بالجبرین ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ امام احمد کی روایت مگر دربارہ احکام قابل احتجاج ہو بھی تو اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ تیسرے پتھر کے لانے کا حکم دیا۔ مگر کسی روایت میں یہ نہیں کہ وہ تیسرا پتھر لائے بھی اور حضور نے اسے استعمال بھی فرمایا۔ اور غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جگہ ایسی تھی جہاں پتھر کے ملنے میں دشواری تھی۔ ورنہ وہ پہلے ہی بار لائے ہوتے۔ گو برکیوں لائے؟ جس سے غالب گمان یہی ہے کہ وہ تیسرا پتھر لائے ہی نہیں۔

پہلی توجیہ | احادیث میں تین عدد کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ اغلب یہی ہے کہ تین سے نجاست دور ہو جاتی ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لے مسلم ج افکا، لے ایضاً ج امکا لے ایضاً ج امکا

الثَّالِثُ فَلَمْ أَجِدْ فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُهَا بِهَا

مگر نہ ملا۔ تو میں نے گوبر کا ٹکڑا لے لیا اور حاضر خدمت کر دیا۔

کہ جب نہ رفع حاجت کے جاؤ تو اپنے ساتھ تین پتھر لے جاؤ۔ ان سے استنجا کر دینا تمہارے لئے کافی ہوگا۔ حدیث کا یہ حصہ وفاتھا جنہی عنہ، یہ تمہارے لئے کافی ہوگا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تین کی قید اس لئے ہے کہ غونا تین سے طہارت ہو جاتی ہے۔ اس سے کم سے عام طور پر نجاست کا ازالہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جن احادیث میں تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفا سے مانعت ہے وہ اکثر احوال کے لحاظ سے ہے۔ اب ان سب احادیث کا حاصل یہ ہوا کہ چونکہ عام طور پر تین ڈھیلوں سے کم میں نجاست دور نہیں ہوتی اور تین سے دور ہو جاتی ہے۔ اس لئے تین ڈھیلوں کے لئے ارشاد فرمایا۔

دوسری توجیہ اس کے علاوہ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن و استنجا میں جو ڈھیلا استعمال کرے طاق استعمال کرے جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کیا جس نے نہیں تو کوئی حرج نہیں۔

وتر ایک کو بھی شامل ہے۔ لیکن ایک یہاں مراد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ایک مراد لینے میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایک ڈھیلا استعمال کیا اس نے اچھا کیا۔ جس نے نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔ تو لازم آیا کہ اگر ایک ڈھیلا بھی استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہ سرے سے استنجا ہی کی نفی ہوئی۔ ایک کے بعد وتر کا پہلا درجہ تین ہے اور فلیوتر اپنے اطلاق سے تین کو بھی شامل تو حاصل یہ ہوا کہ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے نجاست دور ہو گئی تو تین کا عدد پورا کر لینا اچھا ہے۔ اور اگر تین عدد نہیں بھی پورا کیا تو کوئی حرج نہیں۔ یہی مستحب ہونے کا مفاد ہے۔ جیسا کہ اگر تین سے نجاست زائل نہ ہوئی تو چوتھا ڈھیلا استعمال کرنا ضروری ہوا۔ چار سے نجاست دور ہو گئی تو پانچوں کا استعمال بہتر ہے۔ اور اگر کوئی پانچواں استعمال نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس، خلاصہ یہ کہ تین یا پانچ وغیرہ ڈھیلوں سے طہارت نہ حاصل ہونے میں جو تفصیل ہے وہی تین سے کم میں بھی جاری ہوگی۔

تو جس طرح اوپر کے مدارج میں وتر پورا کرنا مستحب ہے اسی طرح تین سے کم میں نجاست دور ہو گئی تو تین کا عدد پورا کر لینا بہتر ہے ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہے۔ اکثر احوال میں تین سے ازالہ نجاست ہو جاتا ہے اس لئے ان روایات میں تین کے عدد کو ذکر فرمایا۔ شارع کو طاق کا عدد بھی محبوب ہے۔ تین سے یہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ چونکہ تین میں اکثر احوال

فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَآلَقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هَذَا سِرُّكَ

حضور نے دونوں پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا یہ نجس ہے۔

کے لحاظ سے ازالہ نجاست بھی ہو جاتا ہے اور وتر بھی ہونا پایا جاتا ہے۔ اس لئے اکثر روایات میں تین کو ذکر فرمایا گیا۔ یہ نہیں کہ تین کا عدد واجب ہے اس لئے اس کو ذکر فرمایا۔ بلکہ اس لئے کہ یہ مزیل نجاست بھی ہے اور طاق بھی ہے۔

احادیث کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ صرف یہی ایک موقع نہیں۔ بہت سے دیگر مواقع پر بھی تین کا عدد مذکور ہے۔ مگر بعض متقدمین ہاں تین بار وہ عمل فرض و واجب نہیں۔ مثلاً تجمۃ الوداع کے موقع پر ایک صاحب حاضر ہوئے۔ خلو (زعفرانی خوشبو) میں تین ہت جب پہنے ہوئے دریافت کیا کہ میں کیا کروں، حضور نے سکوت فرمایا۔ پھر وحی کا نزول ہونے لگا۔ نزول وحی کے بعد فرمایا جہاں جہاں یہ خوشبو تمہارے بدن پر لگی ہو اسے تین بار دھو لو اور جبہ آمار ڈالو۔

اس کے تحت علامہ نووی نے لکھا ہے۔

انما امر بانثلث مبالغۃ فی ازالة لونه وسمیحه والواجب الازالة فان حصلت بمرۃ لحفته لم تجب الزیادة لہ
تین بار دھونے کا حکم خوشبو کے رنگ اور بو کو بالکل دور کرنے کے لئے ہے۔ اور واجب ازالہ ہے اگر ایک بار میں حاصل ہو جائے تو اس سے زیادہ دھونا واجب نہیں۔

اسی طرح یہاں بھی خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرنے کے لئے تین ڈھیلوں کا حکم ارشاد ہوا اگر تین سے کم میں نجاست دور ہو جائے تو اس سے زیادہ کرنا واجب نہیں۔ البتہ مستحب ہے۔

تیسری توجیہ | امر کبھی کبھی اس معنی کے لئے بھی آتا ہے کہ جو کام کر رہے تھے کرتے رہو۔ یعنی بقا علی الفعل جیسے غزوہ سیف البحر میں جب زاد راہ ختم ہو گیا تو قیس بن سعد اونٹ خرید کر تین دن تک تین تین ذبح کرتے اور مجاہدین کو کھلاتے۔ مگر اس سے اندیشہ خاکہ اونٹ ختم ہو جاتے یا کم ہو جاتے جسے بار برداری میں سخت دقت ہوتی۔ اس لئے سالار فوج سیدنا ابو عبیدہ بن جراح امین امت نے اس سے روک دیا۔ نوبت بایںجار سید کہ صحابہ کرام نے درخت کے پتے کھا کھا کے دن کاٹے۔ پھر اسد غزوہ جل نے کرم فرمایا اور سمندر نے ایک بہت بڑی غبن نامی مچھلی کنارے پھینک دی۔ جسے ان مجاہدین نے پندرہ یا اٹھارہ دن تک کھایا۔ حضرت قیس نے مدینہ طیبہ واپس آکر اپنے والد حضرت سعد بن عبادہ سے بیان کیا کہ لوگ اس لشکر میں بھوکے ہو گئے تو انھوں نے فرمایا۔

عہ ترمذی، طہارت، استنجاء بالجرین، طہارت، الرخصة فی الاستطابة بجرین، ابن ماجہ، طہارت، الاستنجاء بالجمارة، مسند امام احمد
لے بخاری ص ۲۱، مسلم ص ۲۱، شرح مسلم ص ۲۱

۱۵) حدیث۔ الوضوء مرتباً

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضوء فرمایا۔

انحر قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر
قال نحرت قال ثم جاعوا قال انحر قال فحرت
قال ثم جاعوا قال انحر قال نهيت له
نہیں چاہئے تھا کہ اونٹ ذبح کرتے انھوں نے عرض کیا میں ذبح کیا پھر لوگ
بھوکے ہوئے تو ان کے والد نے کہا کہ تمہیں اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔
انھوں نے عرض کیا کہ میں نے ذبح کیا پھر لوگ بھوکے ہوئے تو ان کے والد
نے فرمایا کہ تمہیں اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔ عرض کیا میں نے ذبح کیا پھر
لوگ بھوکے ہوئے فرمایا تم کو اونٹ ذبح کرنا چاہئے تھا۔ عرض کیا مجھے منع
کر دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ اُس کا وقت نکل چکا تھا اور ٹافحہ کے یہ غی نہیں ہو سکتے کہ ذبح کر دو۔ بلکہ یہاں متعین ہے کہ معنی وہی ہیں جو ہم نے
لکھے۔ یعنی تمہیں چاہئے تھا کہ ذبح کرتے رہتے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت اُسید بن حضیر کا ہے۔ یہ رات میں سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان کے صاحبزادے
یعنی پاس ہی سو رہے تھے۔ وہیں گھوڑا بندھا ہوا تھا فرشتے بادل میں نورانی چراغوں کی شکل میں ان کی تلاوت سننے کے لئے اترے
جس سے گھوڑا بھڑکا۔ انھوں نے قرأت بند کر دی تو گھوڑا پرسکون ہو گیا۔ پھر پڑھنے لگے تو پھر بدکا پھر یہ چپ ہو گئے تو سیدھا ہو گیا
پھر پڑھنا شروع کیا تو پھر کو دے لگا۔ انھوں نے تلاوت بند کر کے اپنے بچے کو وہاں سے دور کر دیا۔ اب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا
کہ بادل کے ٹکڑے میں چراغ کے مثل روشنیاں ہیں۔ صبح کو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا تو فرمایا۔ افرایا ابن
حضیر۔ افرایا ابن حضیر۔ اے حضیر کے بیٹے تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا، اے حضیر کے بیٹے تم کو پڑھتے رہنا چاہئے تھا۔
ہر شخص پر روشن ہے کہ یہاں اقرأ کے معنی یہی ہیں کہ تم کو پڑھنے رہنا چاہئے تھا کیونکہ اس کا وقت گزر چکا تھا اس لئے کہ
اگے اس کے بعد ہے کہ حضرت اُسید نے عرض کیا۔ میں ڈرا کہ کہیں گھوڑا یہی کو کچل نہ دے۔ اس کی اور بھی بہت سی نظیریں ہیں۔ اسی

عہ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ علاوہ ازیں ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے۔

ابو بخاری ص ۶۲۶، ۵۲، بخاری ص ۵۱۶،

(۱۴) حدیث۔ الوضوء مرتین مرتین

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو فرمایا۔

طرح یہاں اس حدیث میں "النبي بثلاثة" کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں تیسرا لانا چاہئے تھا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ وہاں پتھروں کی بہت کمی تھی۔ حضرت عبد اللہ کو تلاش کے باوجود دو ہی پتھر ملے۔ غالباً دیر ہو جانے کے اندیشے سے یہ دو پتھر گدگد کر کے لائے۔ گہر پھینک دیا اور فرمایا ناپاک ہے۔ اس کے بجائے تیسرا پتھر لانا چاہئے تھا۔

تشریحات (۱۱۵)

یہ فرض کا درجہ ہے کہ کم از کم اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا جائے۔ مگر تین تین بار دھونا سنت ہے۔ وقت میں گنجائش ہو اور پانی بھی اتنا ہو کہ تین تین اعضاء وضو دھو سکتا ہو تو تین بار سے کم دھونا ہرگز نہیں چاہئے۔ یہ ترک سنت ہے۔ ادا اگر وقت اتنا تنگ ہے کہ اعضاء وضو تین بار دھونے میں وقت ختم ہو جائے گا اندیشہ یہ تو فرض ہے کہ صرف ایک ایک بار دھوئے تاکہ نماز قضاء نہ ہو۔

تشریحات ۱۱۶

ان دونوں حدیثوں میں ایک ایک بار، دو، دو بار سے اعضاء وضو کا صرف ایک ایک بار یا دو، دو بار دھونا مراد ہے۔ اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو حدیث ۱۱۵ میں مذکور ہوئی۔ اور اس کا وہی فائدہ ہے۔ نیز یہ رد ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ وضو میں اعضاء کا تین تین بار دھونا فرض ہے۔ تین بار سے کم دھونے سے وضو نہ ہوگا۔ اس بارے میں روایتیں پانچ طرح ہیں۔ ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا۔ ہر عضو کو دو بار دھویا۔ ہر عضو کو تین بار دھویا۔ بعض اعضاء کو ایک بار دھویا اور بعض کو تین تین یا بعض اعضاء کو دو دو مرتبہ دھویا اور بعض کو تین تین بار۔

⑪۵ حدیث۔ الوضوء ثلاثاً

أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَكَ أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ دَعَاءِ بَنَاءٍ فَأُفْرَغَ

حضرت عثمان کے آزاد غلام حمرانؓ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن عفان کو انھوں نے دیکھا کہ انھوں نے (پانی کا) برتن مانگا۔

تشریحات

① امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثالث اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب کی صاحبزادی، اردنی کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت بیضاء کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ کے ساتھ جزدان پیدا ہوئی تھیں لے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھ سال چھوٹے ہیں۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں ان کا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے۔ اسلام لانے کے جرم میں ان کا چچا حکم بن العاص انھیں چٹائی میں پیٹ کر دھونی دیتا تھا۔ جس سے دم گھٹ گھٹ جاتا۔ مگر ان کی استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی۔ ان کے فضائل و مناقب مشہور و معروف ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنے پیارے تھے کہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ ان کے نکاح میں دیں۔ اس لئے ذوالنورین ان کا خطاب ہے۔ حضرت ام کلثومؓ کے وصال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اور کوئی بیٹی ہوتی تو اس کو بھی تمھاری زوجیت میں دے دیتا۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رقیہؓ کی حالت بہت نازک تھی۔ حضور نے انھیں حضرت رقیہؓ کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ طیبہ ہی میں روک دیا۔ مگر شرکاء بدر میں شمار فرمایا۔ اور مال غنیمت سے بھی حصہ دیا۔ اسی طرح بیعت رضوان میں بھی یہ شریک نہ ہو سکے اس لئے کہ یہ اس وقت مکہ معظمہ قریش سے مصالحت کی گفتگو کے لئے گئے تھے۔ آنے میں تاخیر ہوئی اور یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ اسی پر حضور نے بیعت رضوان لی تھی۔ حضور نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھا اور فرمایا: بیعت عثمانؓ کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تدفین کے تین دن بعد ان کی مقرر کردہ شوریٰ کے انتخاب سے حضرت عثمانؓ یکم محرم ۳۲ھ کو مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کے عہد مبارک میں یہ بلاد فتح ہوئے۔

رضی ایران کا موجودہ دارالسلطنت تہران۔ یہ عہد فاروقی میں فتح ہوا تھا مگر پھر ایرانیوں نے لے لیا تھا۔ ساہو، قبر، دکریش، آرجان

عَلَى كَفِّهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَخَمَضَ وَاسْتَنْشَرَهُ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا

پہلے انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا۔ اور انھیں دھویا۔ پھر اپنا دایا ہاتھ برتن میں ڈالا اور کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔

دراز محمد۔ افریقہ۔ طرابلس۔ اُصطخر۔ نیشاپور۔ طوس۔ سرخس۔ مرو۔ یہن۔ وغیرہ آپ ہی کے ایام خلافت میں پہلا اسلامی بیڑہ حضرت سعادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کیا۔ اور قبرص پر حملہ آور ہوئے۔ جس کے شرکار کے لئے جنت کی بشارت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی ہے لے

آپ ہی کے عہد میں ایران کا اخیر فرماں روا بیزد جرمار گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں اس قدر دولت کی فراوانی تھی کہ ایک لونڈی اپنے ہموزن قیمت پر اور ایک گھوڑا ایک لاکھ درہم میں، اور ایک کھجور کا درخت ایک ہزار درہم میں بکتا ہے

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت عثمان ایک شخص کو ایک لاکھ ایسی تھیلی دیتے تھے جن میں چار چار ہزار اوقیہ ہوتا تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ تو ہر تھیلی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم ہوئے۔

چالیس دن کے سخت محاصرے کے بعد اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ جمعہ کے دن عصر کے وقت اپنے دو لنگدے میں شہید کئے گئے۔ اور دوسرے دن سینچر کی رات میں جنت البقیع کے مشرقی کنارے، حش کوکب میں مدفون ہوئے۔ انھیں جس شقی نے شہید کیا تھا اس کا نام اسود تجیبی ہے۔ شہادت کے وقت عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ حضرت عثمان سے ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں جن میں گیارہ امام بخاری نے تخریج کی ہیں۔

② حمران بن ابان بن خالد بن عمرو، رومیوں کے ساتھ شام کے عین النمر کے مشہور معرکے میں حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمران کو گرفتار کیا۔ یہ اس وقت بچے تھے مگر بہت ذہین تھے۔ حضرت خالد نے حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے حمران کو آزاد کر کے انھیں اپنا میرنشی اور دربان بنایا۔ حجاج نے انھیں نیشاپور کا والی بنایا تھا۔ اسی سلسلے میں حجاج نے ان سے ایک لاکھ تادان وصول کیا۔ پھر عبد الملک کی سفارش پر واپس کر دیا۔ ۳۵ھ میں وصال ہوا۔ امام بخاری نے حمران کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ مگر پھر بھی صحیح بخاری میں ان کی روایت ذکر کی۔ صرف امام بخاری ہی نہیں امام مسلم اور بقیہ اصحاب نے بھی ان کی روایت لی ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ حمران کثیر الروایت ہیں۔ مگر میں نے یہ نہیں دیکھا کہ لوگ ان کی حدیث کو حجت بناتے ہوں۔

③ باب المضمضہ میں بنانا کے بجائے بموضوء ہے۔ یعنی وضوء کا پانی مانگا۔ وضوء واد کے محکم کے ساتھ وضوء کے پانی کے

لے بخاری کتاب الجہاد وغیرہ، ۳۵ یعنی جلد ثالث ص ۳۵، ۳۶ بدایہ بنایہ ص ۱۹ جلد سابع، ۳۷ یعنی جلد ثالث ص ۳۷، ۳۸ ایضاً۔ اکان۔

وَيَدَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَمَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ بِجُلْبَتِهِ ثَلَاثَ

پھر تین بار منہ دھویا اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا اس کے بعد دونوں پاؤں ٹخنے تک تین

مَرَّاتٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بار دھوئے۔ پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

معنی میں ہے اور وضوء داد کے ضمہ کے ساتھ اس فعل کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضوء کا پانی اپنے متعلقین اور خدا کے منگے نے میں کوئی حرج نہیں۔

④ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھولینا چاہئے اگرچہ سو کر نہ اٹھا ہو۔ دونوں کو ساتھ ساتھ دھوئے یا پہلے داہنے کو پھر بائیں کو۔ فقہاء کے دونوں اقوال ہیں۔ جو لوگ حدیث تیا من پر نظر کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ پہلے داہنے ہاتھ کو دھوئے پھر بائیں کو۔ کچھ حضرات نے فرمایا کہ تیا من وہاں مستحب ہے جہاں جمع ممکن نہ ہو۔ اور جہاں جمع ممکن ہے وہاں مستحب نہیں جیسے سر اور کانوں اور گردن کے مسح میں۔

⑤ اس سے پتہ چلا کہ کل اور ناک میں پانی داہنے ہی ہاتھ سے ڈالا جائے گا۔ دونوں کے لئے الگ الگ پانی لیا جائے گا۔ ایک ہی چلو پانی سے کل بھی کی جائے اور ناک میں بھی پانی ڈالا جائے۔ ہمارا یہی مذہب ہے کہ کل کے لئے الگ پانی لیا جائے گا۔ اور ناک میں ڈالنے کے لئے الگ۔ پہلے تین بار کل کر لیں گے پھر تین بار ناک میں پانی ڈالیں گے۔ جیسا کہ ابوداؤد اور طبرانی نے کعب بن عمر والہامانی سے روایت کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا تو تین بار کلی کی اور

ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اور ہر ایک کے لئے نیا پانی لیا۔

توضاً فمضمض ثلاثاً واستنشق ثلاثاً فاخذ

لحطل واحد ماء جديداً۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ذکر کر کے سکوت فرمایا۔ یہ اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔ نیز ترمذی میں ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا۔

میں نے حضرت علی کو دیکھا انھوں نے وضوء کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ ان کو خوب صاف کر لیا۔ پھر تین بار کلی کی۔ اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ اور اپنی کلاہوں کو تین بار دھویا اور اپنے سر کا ایک بار مسح کیا۔ پھر دونوں

سأيت علياً توضاً فغسل كفيه حتى انقاهما
ثم مضمض ثلاثاً واستنشق ثلاثاً وغسل
وجهه ثلاثاً وذراعيه ثلاثاً ومسح برأسه
مرة ثم غسل قدميه إلى الكعبين ثم قام

مَنْ تَوَضَّأَ حَوْضُوْنِيْ هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحْدِثُ

جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ جن میں اپنے آپ سے

فاخذ فضل طهوسہ فشرابه وهو قائم ثم قال احببت قدم ٹخنوں تک دھویا پھر کھڑے ہوئے اور بچے ہوئے پانی کو ان اریکھ کیف کان طهوسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ اس حدیث کا سیاق اس کی دلیل ہے کہ جیسے منہ دھونے اور ہاتھ دھونے اور سر کے مسح میں ترتیب تھی اسی طرح کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی بھی ترتیب تھی۔ اس لئے ثابت کہ کلی الگ پانی سے کی اور ناک میں دوسرا پانی ڈالا۔ امام شافعی کا مذہب جو بویطی سے مروی ہے۔ یہی ہے۔ کتاب الام میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کرے اور اس کے بچے ہوئے کو ناک میں ڈالے۔ اس کی مؤید یہ حدیث ہے کہ جس میں فرمایا۔

فتمضمض واستنشق من کف واحد۔ انھوں نے ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا۔

علامہ عینی نے فرمایا اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ہی چلو پانی سے دونوں کام کئے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں بھی پانی ڈالا۔ پانی الگ الگ لیا۔ جب اس حدیث میں دونوں تھا ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کی اور ناک میں بھی ڈالا۔ ہم کہیں گے کہ دوسرا معنی مراد ہے۔ تاکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی مراد یہ ہے کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں دونوں ہاتھ نہیں استعمال فرمایا ایک ہی ہاتھ سے کلی بھی کی اور ایک ہی ہاتھ سے ناک میں بھی پانی ڈالا۔ تیسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جس ہاتھ سے کلی کی اسی ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا یعنی داہنے ہاتھ سے۔ ایسا نہیں کیا کہ کلی داہنے ہاتھ سے کی ہو اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالا ہو۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کلی داہنے ہاتھ سے کی جائے اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالا جائے۔ علامہ عینی نے یہ سب توجیہات نقل کر کے فرمایا کہ بہتر ہے کہ کہا جائے کہ یہاں بیان جواز کے لئے ہے۔ ناک میں پانی داہنے ہاتھ سے ڈالیں گے مگر ناک صاف بائیں ہاتھ سے کریں۔

⑥ استنشر کا مادہ نثر ہے۔ اس کے معنی ناک کے بھی ہیں اور ناک کے کنارے کے بھی اور غیسوم کے بھی۔ استنشر کا

فِيهِمَا نَفْسُهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ عَلَيْهِ

بات نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

معنی ناک صاف کرنے کے ہیں۔ مگر یہاں مراد ناک میں پانی لے کر اسے صاف کرنا ہے جیسا کہ باب المضمضہ والی روایت میں استثنیٰ واستثنیٰ وارد ہے۔ اس روایت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی تعداد مذکور نہیں مگر یہ بھی تین بار سنت ہے جیسا کہ اوپر کی دونوں اور دوسری بہت سی حدیثوں میں وارد ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے۔ اگر کوئی ابھی نہ کرے تو اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ عطاء، زہری، ابن ابی لیلیٰ، حماد اور اسمعیل کا مذہب یہ ہے کہ اعادہ کیا جائے۔ عطاء اور زہری کا دوسرا قول یہ ہے کہ اعادہ لازم نہیں۔ اور یہی قتادہ، ربیعہ، یحییٰ الانصاری، امام مالک، اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام احمد نے فرمایا۔ ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو اعادہ لازم۔ کلی کرنا بھول گیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اخاف کا مذہب یہ ہے کہ وضو میں اعادہ لازم نہیں خواہ کلی کرنا چھوڑے خواہ ناک میں پانی ڈالنا۔ خواہ تھدا خواہ سہوا۔ البتہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑے گا تو غسل صحیح نہ ہوگا۔ ہمارا کہنا ہے کہ جب یہ دونوں فرض نہیں سنت ہیں۔ تو اعادہ لازم کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس معنی کر کہ بغیر ان کے وضو صحیح نہ ہوگا۔ ہاں اکمال کے لئے اور ادائے سنت کے لئے اعادہ کر لینا بھی بہتر ہے۔ سنت ہی ہے کہ کلی پہلے کرے پھر ناک میں پانی ڈالے۔

④ سر کے مسح کے بارے میں بھی اس حدیث میں تعداد مذکور نہیں۔ مگر یہ صرف ایک بار ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ابھی گزری۔ جس میں تصریح ہے کہ ایک بار مسح کیا۔ علاوہ ازیں حضرت عثمان کی حدیث میں بھی مسح، ہاتھ، پاؤں کے دھونے میں تین بار کی تصریح ہے۔ مگر سر کے مسح میں کوئی عدد مذکور نہیں۔ اس سے ظاہر کہ سر کا مسح صرف ایک ہی بار تھا۔ ورنہ اس کے ساتھ بھی تلتا مذکور ہوتا۔

امام شافعی وغیرہ فرمانے ہیں کہ سر کا مسح بھی تین بار ہے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دوبار مسح کی بھی وارد ہیں۔ ابن ماجہ، میں حضرت زید سے ہے۔

نوصاً النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسح بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور سر پر دوبار مسح علی سراسہ مرتین۔

نسائی میں حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث میں ہے: مسح سراسہ مرتین۔ ان تمام احادیث میں علامہ حینی نے یہ تطبیق دی کہ جن احادیث میں دو یا تین بار مسح کا ذکر ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی پانی سے دو یا تین بار مسح کیا۔ اس کے اخاف بھی قائل ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

ت ۲۲ قَالَ صَلَّى بْنُ كَيْسَانَ قَالَ بَنُ شَهَابٍ وَلَكِنْ عُرُوَّةٌ يُحَدِّثُ عَنْ حُصَيْنٍ

صاح بن کيسان نے کہا کہ ابن شہاب نے کہا۔ لیکن عروہ نے حزن سے یوں روایت کی

فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لِأَحَدٍ ثَلَاثَةً حَدِيثًا وَلَا آيَةً مَا حَدَّثَ ثَلَاثُ مَوَاقِفَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

حضرت عثمان جب وضو کر چکے تو فرمایا۔ میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر لکھ آیت نہ ہوتی تو نہ بیان کرتا۔ میں نے نبی

⑤ لا یحدثُ باب تفعیل سے ہے۔ جس کی خاصیت کسب ماخذ ہے۔ تو اب اس کا معنی یہ ہوا کہ بالقصد دل میں خیالات نہ لائے یا اگر از خود آجائیں تو انھیں دفع کرے۔ ہاں یہ اعلیٰ درجہ ہے کہ کسی قسم کا خیال نہ کرے۔ مگر یہ مرتبہ سب کو کہاں میسر۔ خیالات سے مراد دنیوی خطرات ہیں۔ نہ کہ دینی۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ لا جھزون الجیش وانا فی الصلوۃ۔ او کما قال۔ میں نماز میں لشکر کی تیاری کو سوچتا ہوں۔

نیز حاکم، ترمذی نے کتاب الصلوۃ تالیفہ میں اور عبد اللہ بن مبارک نے کتاب الزہد میں ابن شیبہ نے اپنے مصنف میں اسی حدیث کی ان الفاظ میں روایت کی :-

لا یحدث فیہما نفسہ بشرئ من الدنیا ثم دعا الیہ ان دونوں رکعتوں میں اپنے آپ سے دنیا کی کوئی بات نہ کرے۔ پھر دعا مانگے تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ الا لا تنعیب۔

حاصل یہ ہوا کہ حضور قلب اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھے۔ تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یعنی صفائے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یہ دو رکعت نماز تہتۃ الوضوء ہے۔ لیکن مسلم میں ہے فیصلی هذه الصلوات الخمس اور دوسرے طریقے میں فالصلوات الخمس کفاسمات لما بینھن تیسرے طریقے میں ہے "ثم مشی الی الصلوۃ المکتوبۃ" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرض مراد ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں نماز کو عام رکھا جائے خواہ نفل ہو خواہ فرض۔

کتاب الرقاق میں اننا زائد ہے کہ حضرت عثمان مقلد میں بیٹھے تھے۔ یہ مدینے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ موطا امام مالک میں اننا اور ہے کہ مؤذن نے اگر اطلاع دی کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ تو پانی منگو کر وضو فرمایا۔ اخیر میں ارشاد فرمایا لا تغتروا فریب میں نہ آنا۔ یعنی یہ سمجھ کر کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت تہتۃ الوضوء پڑھ لی اور تمام گناہ معاف ہو گئے۔ گناہوں کی معافی کا یہ اچھا ذریعہ ہے۔ لہذا گناہ کئے جاؤ۔ گناہ سے بچنے کی کوشش نہ کرو۔ ایسا سوچنا بھی مت۔ کسی عمل کا قبول کرنا نہ کرنا اس پر ثواب دینا نہ دینا پر حال اللہ عزوجل کے فضل پر ہے۔

⑥ امام زہری نے یہ حدیث اپنے دو اساتذہ سے سنی ہے۔ حضرت عطاء بن رباح سے اور حضرت عروہ سے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ لَا يَتَوَخَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ يُصَلِّي

مسلم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ فرماتے ہیں جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے تو اس

الصَّلَاةِ الْاَغْفِرْلَهٗ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتّٰی يُصَلِّيَهَا قَال عُرُوْدَةُ الْاَلَايَةُ

کے اس نماز اور دو شری نماز کے درمیان کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ عروہ نے کلمہ آیت یہ ہے۔ جو لوگ ہماری

اِنَّ الَّذِيْنَ يَلْتَمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ

اتاری ہوئی ہدایت اور نشانوں کو چھپاتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ہم نے اسے کتاب میں لوگوں کے لئے بیان فرمادی ہے تو ان پر اللہ

لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کہتے ہیں۔

حضرت عروہ کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ وضو سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ میں تم سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں اگر ایک آیت نہ ہوتی تو بیان نہ کرتا۔ حضرت عثمان کی اس آیت سے کیا مراد تھی۔ حضرت عروہ نے بتایا کہ اس سے سورہ بقرہ کی

یہ آیت مراد ہے۔ ان الذین یکتُمون ما اَنْزَلْنَا الْاَلَايَةَ۔ ہم نے جو ہدایت اور نشانیاں اتاری ہیں اس کو جو لوگ چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے انھیں کتاب میں بیان فرمادیا۔ ان پر اللہ لعنت فرماتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سنکر کے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت حضور قلب سے نماز پڑھ لینے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی اس فریب میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ جب اتنے ہی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو دیگر اعمال کی کیا حاجت۔

اس خطرے کے ہوتے ہوئے بیان کرنا مناسب نہیں۔ مگر اس لئے بیان کرتا ہوں کہ اسے بیان نہ کرنے میں کتمان علم ہے جس پر اس آیت میں وعید ہے۔ میں کتمان علم سے بچنے کے لئے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں۔ تم لوگ اس سے فریب نہ کھانا۔ اعمال پر

اجر موعود قبولیت پر ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ قبول ہوا یا نہیں۔ نیز تمہیں سوچنا چاہئے کہ جب اتنے معمولی عمل پر اجر ہے تو دوسرے اہم اعمال پر کیسے کیسے اجر کی امید ہے۔ اس کے مطابق تمہیں کوشش کرنی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اعمال حسنہ کرو۔

مؤطا امام مالک میں بھی یہ بطریق ہشام بن عروہ عن ابیہ ہے۔ اس میں حضرت عروہ کا یہ قول مذکور نہیں کہ آیت سے حضرت عثمان کی مراد سورہ بقرہ والی مذکور آیت ہے۔ بلکہ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ یہاں آیت سے مراد یہ ہے کہ

اقم الصَّلَاةَ طَرَفِ النَّهَارِ وَفَلَاحِ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ دُونَ كُنُودٍ اَوْ رَاتِ كَچھیں نماز ادا کرے

یذہبن السَّيِّئَاتِ۔ سورہ ہود (۱۱۴) نیکیاں برائیاں مٹا دیتی ہیں۔

لے مؤطا امام مالک ص ۱۱۴۔ مسلم طہارت ص ۱۱۴۔ ترمذی صحیحہ ابو حوانہ۔

ت (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۵) ذِکْرُ كَتَمِ الْعُثْمَانُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

ناک میں پانی ڈالنے کو حضرت عثمان اور عبداللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی

عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا۔

اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث میں معمولی عمل پر اتنا زیادہ ثواب مذکور ہے۔ کوئی ببالغہ سمجھ سکتا ہے کوئی کہہ سکتا تھا کہ حضرت عثمان سے سہو ہوا۔ اس لئے اس کا خطرہ تھا کہ کوئی اس سے انکار کر بیٹھے۔ اس لئے حضرت عثمان نے آیت کا حوالہ دیدیا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن مجید سے بھی ہو رہی ہے۔ قرآن مجید سے تائید کے بعد اب کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔

① ہم نے عام شراح کے مطابق یہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن علامہ یعنی فرماتے ہیں کہ الصلوٰۃ سے دوسری نماز مراد نہیں وہی نماز مراد ہے جو وضو اکم کے پڑھی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ وضو اور نماز کے مابین جو گناہ سرزد ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ میرے خیال میں یہی معنی ظاہر ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مغفرت ذنوب، اچھی طرح وضو کرنے اور حضور قلب سے نماز پڑھنے کے مجموعے پر مرتب ہے۔ مگر اسی بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے۔

اِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ خَرَجَتْ سَخَطَايَاكَ - جب مسلمان وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ نکل جاتے ہیں۔

اس سے ظاہر کہ صرف وضو ہی پر یہ اجر مرتب ہے۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں اختصار ہے مرتب دونوں پر ہے۔ مگر اختصار اس حدیث میں صرف وضو کو ذکر کیا گیا۔ مگر مسلم شریف میں حضرت عثمان ہی کی اسی حدیث میں یہ ہے۔

صَلَاتُهُ وَمَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةٌ - وضو کے بعد اس کی نماز اور مسجد کی طرف جانا، زائد ہے۔ یعنی اس کا

ثواب مزید ملے گا۔

ان سب میں تطبیق کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ یہ کہا جائے۔ یہ اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے ہے کسی کو یہ اجر صرف وضو سے ملتا ہے کسی کو دونوں کے مجموعے پر۔

تشریحات (۲۳) (۲۴) (۲۵)

پہلے باب میں تقریباً پورے وضو کا تفصیل بیان تھا۔ اب اس کے کچھ اجزاء کو الگ الگ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت عثمان کی حدیث گزر چکی۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عامر کی حدیث آگے ”مسم الراس کلمہ“ میں آرہی ہے۔ ابن عباس کی حدیث

ماہِ احَدِیث۔ الاستنثار فی الوضوء

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے

فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيُؤْتِرْ

وہ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف لے کرے اور جو پھرے اسے استنجا کرے وہ طاق بار کرے۔

سے کون سی حدیث مراد ہے۔ اس میں کلام ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ حدیث جو امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ اور حکم مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا ہے۔

استنثر دو مرتبہ بالغتین او ثلاثا۔ دو بار خوب اچھی طرح یا تین بار ناک میں پانی ڈالو۔

اور جو ابو داؤد و طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد ہوا ہے۔

اِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ وَاسْتَنْثَرَ فَلْيَفْعَلْ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ جب تم وضو کرو اور ناک میں پانی ڈالو تو دو بار یا تین بار ڈالو۔ او ثلاثا۔

لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ اس سے مراد ابن عباس کی وہ حدیث ہے جو باب غسل الوجه ص ۲ میں مذکور ہے۔ اگرچہ اس نسخے میں استنثار کا ذکر نہیں۔ صرف استنشق مذکور ہے۔ مگر دو نسخے میں استنشق کے بجائے استنثر ہے۔ اگر کسی نسخے میں استنثر نہ بھی ہوتا تو بھی کوئی حرج نہ تھا اس لئے کہ استنشق استنثار کے معنی میں اول استنثار استنشق کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگرچہ لغوی اعتبار سے دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ استنشق کے معنی ناک میں پانی ڈالنا اور استنثر کے معنی ناک صاف کیا۔

یہ تینوں تعلیقات مفصل تین جگہ مذکور ہیں۔ مگر ہم نے صرف یہ بتانے کے لئے کہ تیسری تعلیق سے کون سی حدیث مراد ہے اس کو ذکر کیا ہے۔

تشریح (۱۱۸)

① جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ وضو میں ناک صاف کرنا واجب ہے۔ ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس لئے کہ امر

عہ مسلم ۲۲۔ نسائی ۱۔ ابن ماجہ ۴۴۔ مؤطا ۳۔ کلہم فی الطہارۃ۔ مسند امام احمد ع ۱۵۱۔ ابواب الاستنجاء و تراویح مسلم ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ ابو داؤد ۱۹۔ ترمذی ۲۱۔ نسائی ۳۸۔ ابن ماجہ ۲۳۔ کلہم فی الطہارۃ۔ داری۔ وضو ۵۔ ۲۳۔ مؤطا طہارت ۴۔ مسند امام احمد ۵۶۔ طہارت ۴۴۔ ابن ماجہ۔ طہارت ۴۴۔

۱۱۹) حدیث۔ الاستجماس و ترا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو

قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتِثِرْ وَمِنْ اسْتِجْمَرَ فَلْيُوتِرْ

تو اپنی ناک میں پانی ڈالو۔ پھر اسے صاف کر دو اور جو پتھر سے استجمار کرے وہ طاق بار کرے۔

وجوب کے لئے آتا ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:-

فتوضأ حتماً مَرَكَبًا - جیسے اللہ نے تجھے حکم دیا ہے ویسے ہی وضو کر دو۔

قرآن مجید میں صرف سر کا مسح اور تین اعضاء کا دھونا مذکور ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صرف اتنے ہی سے وضو پورا ہو جاتا ہے۔ بقیہ باتیں سنت ہیں یا مستحب۔ ناک صاف کرنے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ناک کی رطوبت اور ریختہ، کھنکار نکل جائے گا تو قرأت میں آسانی اور حُسن پیدا ہو جائے گا۔ صفائی الگ حاصل ہوگی۔ بعض اطباء نے بیان کیا کہ اگر کوئی اس کا التزام کرے کہ ناک میں پانی ڈال کر اتنے زور سے اندر کھینچے کہ حلق تک پہنچ جائے تو اسے نزلہ نہیں ہوگا۔

حکمت وضو کی ابتداء میں ہاتھ دھونے، کھل کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ پانی میں تین وصف ہیں۔ رنگ، بو، مزہ۔ ہاتھ میں پانی لینے سے رنگ معلوم ہو گیا۔ کھل کرنے سے مزہ کا پتہ چل گیا۔ ناک میں ڈالنے سے بو معلوم ہو جاتی ہے۔ ۲) استجماس کا مادہ جمار ہے۔ جمار چھوٹے پتھر کو کہتے ہیں۔ اسی سے حج کا جمرہ بھی بنا ہے۔ یہاں مراد ہے پتھر یا ڈھیلے سے پیشاب یا پاخانہ کی جگہ صاف کرنا۔

تشریحات ۱۱۹

۱) یہ قید احترازی نہیں اتفاقی ہے۔ اس لئے یہ حکم عام ہے خواہ سونے کے بعد وضو کرنا ہو یا بیدار رہنے کے بعد وضو کرنا ہو دونوں صورتوں میں یہ سنت ہے کہ ہاتھ دھو کر برتن میں ڈالیں۔ اس کی ایک علت تو حدیث میں مذکور ہے۔ دوسری علت یہ ہے کہ اگر بے وضو ہاتھ دھوئے بغیر ہاتھ پانی میں ڈال دے گا تو پانی مستعمل ہو جائے گا قابل وضو نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ ما، مستعمل کی تعریف عامہ متون میں یہ کی۔

وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهَا فِي وَضُوئِهِ

اور جب تم سو کر اٹھو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھو لو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے

فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيُّنَ بَاتَتْ يَدُهُ

کہ رات میں ہاتھ کہاں کہاں گیا۔

ما انما يل به حدث او استعمال في البدن على وجه القربة۔ وہ پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت بدن پر استعمال کیا گیا۔

چونکہ وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو جب ہاتھ پانی میں گیا تو حدث خود دور ہو گا۔ اور وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ بلکہ اگر با وضو بھی ہو اور وضو کرنے کی نیت سے پانی میں ہاتھ ڈالے گا تو مستعمل ہو جائے گا۔

اگر پانی کا برتن بہت بڑا ہو کہ یہ اسے جھکا کر پانی نہیں لے سکتا۔ پانی نکالنے کے لئے کوئی چھوٹا برتن نہ ہو۔ تو پہلے بائیں ہاتھ کی صرف انگلیوں سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو دھو لے۔ اس کے بعد داہنے ہاتھ سے بایاں ہاتھ دھو لے۔ یا اگر کپڑا ہو تو اسے پانی میں ڈال کر جھگو لے اور اس سے ہاتھ دھو لے۔

② اس قید سے نیز دوسری روایتوں میں جو اللیل وغیرہ مذکور ہے اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ حکم صرف رات میں سو کر اٹھنے والے کے لئے ہے۔ مگر حدیث میں ہاتھ دھونے کی جو علت مذکور ہوئی اس سے ظاہر کہ رات میں سونے والے کے ساتھ یہ حکم خاص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح رات میں سونے کی حالت میں ہاتھ کہاں کہاں پڑا معلوم نہیں ہوتا اسی طرح دن میں بھی سونے میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ سونے کی بھی قید نہیں۔ جاگنے میں بھی ہاتھ کہاں کہاں جاتا ہے ہمیشہ خیال نہیں رہتا علت مذکورہ دن میں سونے میں بھی اور جاگنے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس لئے حکم عام ہو گا۔ اس لئے کہ شارع کوئی حکم بیان کرنے کے بعد اسکی کوئی علت بیان کریں تو حکم اسی پر دائر ہو گا۔

مطلب یہ ہو کہ جب یہ معلوم نہیں کہ ہاتھ کہاں رہا تو ہو سکتا ہے کہ نجاست پر پڑا ہو اور یہی نجس ہاتھ پانی میں پڑا تو پانی ناپاک ہو جائے اس لئے پہلے ہاتھ دھو لو۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ تھوڑے پانی میں نجاست پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ پانی میں محسوس نہ ہو۔ اس لئے کہ پانی کے نجس ہونے کے لئے نجاست کے اثر کا ظہور ضروری ہوتا تو اس احتیاطی حکم کی حاجت نہ تھی۔ بلا خطر ہاتھ ڈالتے اگر نجاست کا کوئی اثر ظاہر ہوتا تو پانی پینک دیا جاتا نہ ظاہر ہوتا تو وضو کر لیتے۔

لے فتح الباری ۲، ج ۱۔ لے ایضا، سلم طہارت ۲، لے ابو داؤد طہارت ۲، لے سنن طہارت فی الترمذی ۱۱،

۱۳۰) حدیث۔ ویل للاحقاب من النار

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا۔ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مقام شک میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ صورتِ مذکورہ میں ہاتھ دھونے کا حکم احتمالِ نجاست کی بنا پر ہے۔ یا تعبدی ہے۔ اگر یہ حکم تجسس کی بنا پر ہے تو جسے یقین ہو کہ میرا ہاتھ نجاست سے آلودہ نہیں ہوا ہے پاک ہے وہ ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈال سکتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں دوسری علت پانی کا مستعمل ہونا بھی ہے تو اس صورت میں پانی تو نجس نہ ہو گا مگر مستعمل ہو جائے گا۔ لہذا بغیر دھوئے ہاتھ برتن میں بالکل نہ ڈالے۔ اور اگر یہ امر تعبدی ہے تو اگرچہ یقین ہو کہ ہاتھ پاک ہے۔ بغیر دھوئے برتن میں نہ ڈالے۔ یہاں دھونے کی تعداد مذکور نہیں مگر مسلم وغیرہ میں تصریح ہے کہ تین بار دھوئے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ دو یا تین بار دھوئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تین کی تحدید ضروری نہیں۔ ایک بار بھی دھونا کافی ہو گا۔ تین بار دھونا بہتر ہے۔ تاکہ ثلثت کی سنت پوری ہو جائے۔

بخاری کتاب بدران الخلق باب صفة ابلیس وجنودہ میں ہے کہ جب تم سوکراٹھو اور وضو کر دو ناک تین بار صاف کر لو اس لئے کہ شیطان تمہارے ناک کے بالے پر رات کو رہتا ہے۔ مسلم کتاب الطہارت میں بھی ہے مگر اس میں وضو کرنے کا ذکر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوکراٹھنے کے بعد اگر وضو بھی نہ کرنا ہو تو تین بار ناک صاف کر لے۔ لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس کا کوئی قائل نہیں۔ اور یہ بھی اس پر معمول ہے کہ اگر وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے۔ لیکن اگر کوئی حدیث کے ظاہر الفاظ پر نظر کرتے ہوئے سوکراٹھنے کے بعد ناک صاف کر لیا کرے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق ثواب کا مستحق ہو گا۔

عام کتب میں تسمیہ کا ذکر نہیں۔ البتہ طہرائی کی اوسط میں ہے:-

ان یسعی قبل ان یدخل۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لے۔

اس عہد میں عام طور پر لگن کی قسم برتنوں سے وضو کئے جاتے تھے۔ اور اب جب کہ عام طور پر لوٹے سے وضو کیا جاتا ہے تو پانی میں ہاتھ ڈالنے کی حاجت ہی نہیں۔ مگر وضو کرنے سے پہلے تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے۔ اگر وضو لوٹے سے کرے تو بائیں طرف رکھے اور اگر لگن وغیرہ سے کرے تو دائیں طرف رکھے۔

تشریحات ۱۳۰

وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فِي سَفَرَةٍ فَأَدْمَرَ كُنُودًا قَدْ آمُرُ هَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَسْمُرُ

ہم سے پیچھے رہ گئے۔ حضور ہم سراس وقت لے جب عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا۔ ہم نے وضو کرنا

عَلَى أَمْرٍ جَلِينَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ

شروع کیا اور (عجلت میں) اپنے پاؤں پر پانی چڑھانے لگے تو حضور نے

① مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ واپس ہوتے ہوئے۔ جیسا کہ مسلم میں مفصل ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ آ رہے تھے۔ جب ہم پانی پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے عصر کی نماز کے وقت جلدی کر دی۔ انھوں نے وضو کیا اس حالت میں کہ وہ جلدی میں ہوں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو یہ دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں انھیں پانی نہیں پہنچا تھا تو فرمایا ایڑیوں کے لئے رنگ کا عذاب ہے۔

② اس حدیث میں مسح سے کیا مراد ہے محض گیلہا تھ پھیرانا۔ یا بے توجہی اور عجلت کی وجہ سے اچھی طرح نہ دھونا یا اس طرح دھونا کہ کچھ اعضاء دھلے بغیر رہ جائیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری نے یہی لکھا کہ صحابہ کرام صرف پاؤں کے مسح پر اکتفا کرتے تھے اس لئے انھیں تنبیہ فرمائی۔ اس پر تنبیہ نہیں ہے کہ پاؤں دھویا تھا اور ایڑیاں بغیر دھلی رہ گئی تھیں۔ اگر امام بخاری کا یہ سمجھنا درست ہوتا تو پھر ویدل للاعقاب نہ فرمایا جاتا بلکہ ویدل للمسم فرمایا جاتا۔ یا ویدل للرجل فرمایا جاتا۔ نیز مسلم شریف کی دوسری روایت جو حضرت ابو ہریرہ سے آئی ہے اس پر صریح دلالت کرتی ہے کہ صحابہ نے پاؤں دھوئے تھے ایڑیاں دھونے سے رہ گئی تھیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

سأى سراجا لم يغسل عقبه فقال۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایڑی نہیں دھوئی تھی تو فرمایا۔

علامہ عینی نے فرمایا ایک روایت میں یہ آیا ہے۔

سأى قوما توضعوا وكانهم تركوا من أرجلهم شيئا۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ وضو کر چکے ہیں اور حالت یہ ہے کہ اپنے پاؤں کا کچھ حصہ بغیر دھلا چھوڑ دیا ہے۔

امام طحاوی کی بھی یہی رائے ہے کہ اس حدیث میں مسح اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ اس کے پہلے پاؤں پر مسح کرنے کا حکم تھا۔ اس حدیث سے منسوخ ہو گیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پھر ویدل للاعقاب فرمانا صحیح نہ ہوتا۔ مشروع پر عمل موجب ناکار کیسے ہو سکتا ہے۔ نیز مسلم کی حضرت ابو ہریرہ والی حدیث اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ یہ منسوخ یہاں اس پر محمول ہے کہ ہم اچھی طرح نہیں دھو رہے تھے۔ عجلت کی وجہ سے ایڑیاں بے دھلی رہ گئی تھیں۔ اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ روافض یہ کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض نہیں۔ مسح کرنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو میں مسح

وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

بلند آواز سے دو یا تین بار فرمایا۔ اڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے

ت (۳۶) وَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ

مشہور تابعی محمد بن سیرین جب وضو کرتے تو انگلی کی جگہ کو دھوتے

قرأت «واسر جیکم» لام کے کسرے کے ساتھ ہے یہ سڈسکم پر معطوف ہے۔ ایدیکم پر نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ صحیح قرأت لام کے کسرے کے ساتھ غلط ہے۔ دونوں قرأتیں صحیح ہیں۔ لام کے کسرے کے ساتھ بھی اور لام کے فتح کے ساتھ بھی۔ لام کے فتح کے ساتھ بھی قرأت متواترہ ہے۔ اس تقدیر پر متعین ہے کہ اسر جیکم کا عطف ایدیکم پر ہو۔ اور لام کے کسر والی قرأت کی بنا پر لام کو کسرہ جوار کی وجہ سے ہے۔ مجرور ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اور اگر اسے سڈسکم پر معطوف مانیں تو اسر جیکم کے لام کے فتح کی کوئی توجیہ نہیں ہو پائے گی۔ علاوہ ازیں احادیث اس بارے میں اتنی کثیر ہیں۔ جو متواتر نہیں تو مشہور ضرور ہیں۔ نیز صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ صرف تین حضرات سے مسح رجل کا قول روایت کیا گیا ہے۔ حضرت علی، ابن عباس، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے بھی اس رجوع کر لیا ہے ۱۰

(۳) ویل کے معنی ہیں خرابی، ہلاکت یہ زجر کے موقع پر بولتے ہیں۔ ابن جان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ دیل، جہنم میں ایک ایسی وادی کا نام ہے جس میں اتنی گرمی ہے کہ اگر اس میں پہاڑ ڈال دیئے جائیں جائیں۔ اس سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے ۱۰

ایک قول یہ ہے کہ جہنمیوں کی پیپ کو دیل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دیل ان مصادر میں سے ہے جن کے لئے افعال نہیں یہ ہلاکت اور عذاب کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں عذاب ہی کے معنی میں ہے۔

تشریحات (۳۶)

ابن سیرین | ان کا نام محمد ہے۔ مشہور ابن سیرین کے ساتھ ہیں۔ کنیت ابو بکر ہے۔ ان کے والد سیرین، جنگ عین التمر میں گرفتار ہوئے۔ ان کی قسمت نے یادری کی۔ ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی نصیب ہوئی۔ حضرت انس نے بیس ہزار درہم پر نکات بنایا۔ یعنی اتنا ادا کر دو تو تم آزاد ہو۔ انھوں نے یہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لی۔ محمد بن سیرین کی والدہ کا نام

علہ ایضاً کتاب العلم باب من رفع صوتہ بالعلم ۱۰، باب من اعاد الحدیث ثلاثاً یفهم ۱۰، مسلم ۲۵، ۲۸، ۳۰، ابوداؤد ۴۶، ترمذی ۳۱، نسائی ۸۸، ابن ماجہ ۵۵، مؤطا امام مالک ۵، کلیم فی الطہارت، داری وضو ۳۵، مسند امام احمد ۱۰، یعنی جلد دوم ۱۰، ۲۰، ۳۰، ۴۰، ۵۰، ۶۰، ۷۰، ۸۰، ۹۰، ۱۰۰، ۱۱۰، ۱۲۰، ۱۳۰، ۱۴۰، ۱۵۰، ۱۶۰، ۱۷۰، ۱۸۰، ۱۹۰، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۵۰، ۲۶۰، ۲۷۰، ۲۸۰، ۲۹۰، ۳۰۰، ۳۱۰، ۳۲۰، ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۵۰، ۳۶۰، ۳۷۰، ۳۸۰، ۳۹۰، ۴۰۰، ۴۱۰، ۴۲۰، ۴۳۰، ۴۴۰، ۴۵۰، ۴۶۰، ۴۷۰، ۴۸۰، ۴۹۰، ۵۰۰، ۵۱۰، ۵۲۰، ۵۳۰، ۵۴۰، ۵۵۰، ۵۶۰، ۵۷۰، ۵۸۰، ۵۹۰، ۶۰۰، ۶۱۰، ۶۲۰، ۶۳۰، ۶۴۰، ۶۵۰، ۶۶۰، ۶۷۰، ۶۸۰، ۶۹۰، ۷۰۰، ۷۱۰، ۷۲۰، ۷۳۰، ۷۴۰، ۷۵۰، ۷۶۰، ۷۷۰، ۷۸۰، ۷۹۰، ۸۰۰، ۸۱۰، ۸۲۰، ۸۳۰، ۸۴۰، ۸۵۰، ۸۶۰، ۸۷۰، ۸۸۰، ۸۹۰، ۹۰۰، ۹۱۰، ۹۲۰، ۹۳۰، ۹۴۰، ۹۵۰، ۹۶۰، ۹۷۰، ۹۸۰، ۹۹۰، ۱۰۰۰، ۱۰۱۰، ۱۰۲۰، ۱۰۳۰، ۱۰۴۰، ۱۰۵۰، ۱۰۶۰، ۱۰۷۰، ۱۰۸۰، ۱۰۹۰، ۱۱۰۰، ۱۱۱۰، ۱۱۲۰، ۱۱۳۰، ۱۱۴۰، ۱۱۵۰، ۱۱۶۰، ۱۱۷۰، ۱۱۸۰، ۱۱۹۰، ۱۲۰۰، ۱۲۱۰، ۱۲۲۰، ۱۲۳۰، ۱۲۴۰، ۱۲۵۰، ۱۲۶۰، ۱۲۷۰، ۱۲۸۰، ۱۲۹۰، ۱۳۰۰، ۱۳۱۰، ۱۳۲۰، ۱۳۳۰، ۱۳۴۰، ۱۳۵۰، ۱۳۶۰، ۱۳۷۰، ۱۳۸۰، ۱۳۹۰، ۱۴۰۰، ۱۴۱۰، ۱۴۲۰، ۱۴۳۰، ۱۴۴۰، ۱۴۵۰، ۱۴۶۰، ۱۴۷۰، ۱۴۸۰، ۱۴۹۰، ۱۵۰۰، ۱۵۱۰، ۱۵۲۰، ۱۵۳۰، ۱۵۴۰، ۱۵۵۰، ۱۵۶۰، ۱۵۷۰، ۱۵۸۰، ۱۵۹۰، ۱۶۰۰، ۱۶۱۰، ۱۶۲۰، ۱۶۳۰، ۱۶۴۰، ۱۶۵۰، ۱۶۶۰، ۱۶۷۰، ۱۶۸۰، ۱۶۹۰، ۱۷۰۰، ۱۷۱۰، ۱۷۲۰، ۱۷۳۰، ۱۷۴۰، ۱۷۵۰، ۱۷۶۰، ۱۷۷۰، ۱۷۸۰، ۱۷۹۰، ۱۸۰۰، ۱۸۱۰، ۱۸۲۰، ۱۸۳۰، ۱۸۴۰، ۱۸۵۰، ۱۸۶۰، ۱۸۷۰، ۱۸۸۰، ۱۸۹۰، ۱۹۰۰، ۱۹۱۰، ۱۹۲۰، ۱۹۳۰، ۱۹۴۰، ۱۹۵۰، ۱۹۶۰، ۱۹۷۰، ۱۹۸۰، ۱۹۹۰، ۲۰۰۰، ۲۰۱۰، ۲۰۲۰، ۲۰۳۰، ۲۰۴۰، ۲۰۵۰، ۲۰۶۰، ۲۰۷۰، ۲۰۸۰، ۲۰۹۰، ۲۱۰۰، ۲۱۱۰، ۲۱۲۰، ۲۱۳۰، ۲۱۴۰، ۲۱۵۰، ۲۱۶۰، ۲۱۷۰، ۲۱۸۰، ۲۱۹۰، ۲۲۰۰، ۲۲۱۰، ۲۲۲۰، ۲۲۳۰، ۲۲۴۰، ۲۲۵۰، ۲۲۶۰، ۲۲۷۰، ۲۲۸۰، ۲۲۹۰، ۲۳۰۰، ۲۳۱۰، ۲۳۲۰، ۲۳۳۰، ۲۳۴۰، ۲۳۵۰، ۲۳۶۰، ۲۳۷۰، ۲۳۸۰، ۲۳۹۰، ۲۴۰۰، ۲۴۱۰، ۲۴۲۰، ۲۴۳۰، ۲۴۴۰، ۲۴۵۰، ۲۴۶۰، ۲۴۷۰، ۲۴۸۰، ۲۴۹۰، ۲۵۰۰، ۲۵۱۰، ۲۵۲۰، ۲۵۳۰، ۲۵۴۰، ۲۵۵۰، ۲۵۶۰، ۲۵۷۰، ۲۵۸۰، ۲۵۹۰، ۲۶۰۰، ۲۶۱۰، ۲۶۲۰، ۲۶۳۰، ۲۶۴۰، ۲۶۵۰، ۲۶۶۰، ۲۶۷۰، ۲۶۸۰، ۲۶۹۰، ۲۷۰۰، ۲۷۱۰، ۲۷۲۰، ۲۷۳۰، ۲۷۴۰، ۲۷۵۰، ۲۷۶۰، ۲۷۷۰، ۲۷۸۰، ۲۷۹۰، ۲۸۰۰، ۲۸۱۰، ۲۸۲۰، ۲۸۳۰، ۲۸۴۰، ۲۸۵۰، ۲۸۶۰، ۲۸۷۰، ۲۸۸۰، ۲۸۹۰، ۲۹۰۰، ۲۹۱۰، ۲۹۲۰، ۲۹۳۰، ۲۹۴۰، ۲۹۵۰، ۲۹۶۰، ۲۹۷۰، ۲۹۸۰، ۲۹۹۰، ۳۰۰۰، ۳۰۱۰، ۳۰۲۰، ۳۰۳۰، ۳۰۴۰، ۳۰۵۰، ۳۰۶۰، ۳۰۷۰، ۳۰۸۰، ۳۰۹۰، ۳۱۰۰، ۳۱۱۰، ۳۱۲۰، ۳۱۳۰، ۳۱۴۰، ۳۱۵۰، ۳۱۶۰، ۳۱۷۰، ۳۱۸۰، ۳۱۹۰، ۳۲۰۰، ۳۲۱۰، ۳۲۲۰، ۳۲۳۰، ۳۲۴۰، ۳۲۵۰، ۳۲۶۰، ۳۲۷۰، ۳۲۸۰، ۳۲۹۰، ۳۳۰۰، ۳۳۱۰، ۳۳۲۰، ۳۳۳۰، ۳۳۴۰، ۳۳۵۰، ۳۳۶۰، ۳۳۷۰، ۳۳۸۰، ۳۳۹۰، ۳۴۰۰، ۳۴۱۰، ۳۴۲۰، ۳۴۳۰، ۳۴۴۰، ۳۴۵۰، ۳۴۶۰، ۳۴۷۰، ۳۴۸۰، ۳۴۹۰، ۳۵۰۰، ۳۵۱۰، ۳۵۲۰، ۳۵۳۰، ۳۵۴۰، ۳۵۵۰، ۳۵۶۰، ۳۵۷۰، ۳۵۸۰، ۳۵۹۰، ۳۶۰۰، ۳۶۱۰، ۳۶۲۰، ۳۶۳۰، ۳۶۴۰، ۳۶۵۰، ۳۶۶۰، ۳۶۷۰، ۳۶۸۰، ۳۶۹۰، ۳۷۰۰، ۳۷۱۰، ۳۷۲۰، ۳۷۳۰، ۳۷۴۰، ۳۷۵۰، ۳۷۶۰، ۳۷۷۰، ۳۷۸۰، ۳۷۹۰، ۳۸۰۰، ۳۸۱۰، ۳۸۲۰، ۳۸۳۰، ۳۸۴۰، ۳۸۵۰، ۳۸۶۰، ۳۸۷۰، ۳۸۸۰، ۳۸۹۰، ۳۹۰۰، ۳۹۱۰، ۳۹۲۰، ۳۹۳۰، ۳۹۴۰، ۳۹۵۰، ۳۹۶۰، ۳۹۷۰، ۳۹۸۰، ۳۹۹۰، ۴۰۰۰، ۴۰۱۰، ۴۰۲۰، ۴۰۳۰، ۴۰۴۰، ۴۰۵۰، ۴۰۶۰، ۴۰۷۰، ۴۰۸۰، ۴۰۹۰، ۴۱۰۰، ۴۱۱۰، ۴۱۲۰، ۴۱۳۰، ۴۱۴۰، ۴۱۵۰، ۴۱۶۰، ۴۱۷۰، ۴۱۸۰، ۴۱۹۰، ۴۲۰۰، ۴۲۱۰، ۴۲۲۰، ۴۲۳۰، ۴۲۴۰، ۴۲۵۰، ۴۲۶۰، ۴۲۷۰، ۴۲۸۰، ۴۲۹۰، ۴۳۰۰، ۴۳۱۰، ۴۳۲۰، ۴۳۳۰، ۴۳۴۰، ۴۳۵۰، ۴۳۶۰، ۴۳۷۰، ۴۳۸۰، ۴۳۹۰، ۴۴۰۰، ۴۴۱۰، ۴۴۲۰، ۴۴۳۰، ۴۴۴۰، ۴۴۵۰، ۴۴۶۰، ۴۴۷۰، ۴۴۸۰، ۴۴۹۰، ۴۵۰۰، ۴۵۱۰، ۴۵۲۰، ۴۵۳۰، ۴۵۴۰، ۴۵۵۰، ۴۵۶۰، ۴۵۷۰، ۴۵۸۰، ۴۵۹۰، ۴۶۰۰، ۴۶۱۰، ۴۶۲۰، ۴۶۳۰، ۴۶۴۰، ۴۶۵۰، ۴۶۶۰، ۴۶۷۰، ۴۶۸۰، ۴۶۹۰، ۴۷۰۰، ۴۷۱۰، ۴۷۲۰، ۴۷۳۰، ۴۷۴۰، ۴۷۵۰، ۴۷۶۰، ۴۷۷۰، ۴۷۸۰، ۴۷۹۰، ۴۸۰۰، ۴۸۱۰، ۴۸۲۰، ۴۸۳۰، ۴۸۴۰، ۴۸۵۰، ۴۸۶۰، ۴۸۷۰، ۴۸۸۰، ۴۸۹۰، ۴۹۰۰، ۴۹۱۰، ۴۹۲۰، ۴۹۳۰، ۴۹۴۰، ۴۹۵۰، ۴۹۶۰، ۴۹۷۰، ۴۹۸۰، ۴۹۹۰، ۵۰۰۰، ۵۰۱۰، ۵۰۲۰، ۵۰۳۰، ۵۰۴۰، ۵۰۵۰، ۵۰۶۰، ۵۰۷۰، ۵۰۸۰، ۵۰۹۰، ۵۱۰۰، ۵۱۱۰، ۵۱۲۰، ۵۱۳۰، ۵۱۴۰، ۵۱۵۰، ۵۱۶۰، ۵۱۷۰، ۵۱۸۰، ۵۱۹۰، ۵۲۰۰، ۵۲۱۰، ۵۲۲۰، ۵۲۳۰، ۵۲۴۰، ۵۲۵۰، ۵۲۶۰، ۵۲۷۰، ۵۲۸۰، ۵۲۹۰، ۵۳۰۰، ۵۳۱۰، ۵۳۲۰، ۵۳۳۰، ۵۳۴۰، ۵۳۵۰، ۵۳۶۰، ۵۳۷۰، ۵۳۸۰، ۵۳۹۰، ۵۴۰۰، ۵۴۱۰، ۵۴۲۰، ۵۴۳۰، ۵۴۴۰، ۵۴۵۰، ۵۴۶۰، ۵۴۷۰، ۵۴۸۰، ۵۴۹۰، ۵۵۰۰، ۵۵۱۰، ۵۵۲۰، ۵۵۳۰، ۵۵۴۰، ۵۵۵۰، ۵۵۶۰، ۵۵۷۰، ۵۵۸۰، ۵۵۹۰، ۵۶۰۰، ۵۶۱۰، ۵۶۲۰، ۵۶۳۰، ۵۶۴۰، ۵۶۵۰، ۵۶۶۰، ۵۶۷۰، ۵۶۸۰، ۵۶۹۰، ۵۷۰۰، ۵۷۱۰، ۵۷۲۰، ۵۷۳۰، ۵۷۴۰، ۵۷۵۰، ۵۷۶۰، ۵۷۷۰، ۵۷۸۰، ۵۷۹۰، ۵۸۰۰، ۵۸۱۰، ۵۸۲۰، ۵۸۳۰، ۵۸۴۰، ۵۸۵۰، ۵۸۶۰، ۵۸۷۰، ۵۸۸۰، ۵۸۹۰، ۵۹۰۰، ۵۹۱۰، ۵۹۲۰، ۵۹۳۰، ۵۹۴۰، ۵۹۵۰، ۵۹۶۰، ۵۹۷۰، ۵۹۸۰، ۵۹۹۰، ۶۰۰۰، ۶۰۱۰، ۶۰۲۰، ۶۰۳۰، ۶۰۴۰، ۶۰۵۰، ۶۰۶۰، ۶۰۷۰، ۶۰۸۰، ۶۰۹۰، ۶۱۰۰، ۶۱۱۰، ۶۱۲۰، ۶۱۳۰، ۶۱۴۰، ۶۱۵۰، ۶۱۶۰، ۶۱۷۰، ۶۱۸۰، ۶۱۹۰، ۶۲۰۰، ۶۲۱۰، ۶۲۲۰، ۶۲۳۰، ۶۲۴۰، ۶۲۵۰، ۶۲۶۰، ۶۲۷۰، ۶۲۸۰، ۶۲۹۰، ۶۳۰۰، ۶۳۱۰، ۶۳۲۰، ۶۳۳۰، ۶۳۴۰، ۶۳۵۰، ۶۳۶۰، ۶۳۷۰، ۶۳۸۰، ۶۳۹۰، ۶۴۰۰، ۶۴۱۰، ۶۴۲۰، ۶۴۳۰، ۶۴۴۰، ۶۴۵۰، ۶۴۶۰، ۶۴۷۰، ۶۴۸۰، ۶۴۹۰، ۶۵۰۰، ۶۵۱۰، ۶۵۲۰، ۶۵۳۰، ۶۵۴۰، ۶۵۵۰، ۶۵۶۰، ۶۵۷۰، ۶۵۸۰، ۶۵۹۰، ۶۶۰۰، ۶۶۱۰، ۶۶۲۰، ۶۶۳۰، ۶۶۴۰، ۶۶۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۰، ۶۶۸۰، ۶۶۹۰، ۶۷۰۰، ۶۷۱۰، ۶۷۲۰، ۶۷۳۰، ۶۷۴۰، ۶۷۵۰، ۶۷۶۰، ۶۷۷۰، ۶۷۸۰، ۶۷۹۰، ۶۸۰۰، ۶۸۱۰، ۶۸۲۰، ۶۸۳۰، ۶۸۴۰، ۶۸۵۰، ۶۸۶۰، ۶۸۷۰، ۶۸۸۰، ۶۸۹۰، ۶۹۰۰، ۶۹۱۰، ۶۹۲۰، ۶۹۳۰، ۶۹۴۰، ۶۹۵۰، ۶۹۶۰، ۶۹۷۰، ۶۹۸۰، ۶۹۹۰، ۷۰۰۰، ۷۰۱۰، ۷۰۲۰، ۷۰۳۰، ۷۰۴۰، ۷۰۵۰، ۷۰۶۰، ۷۰۷۰، ۷۰۸۰، ۷۰۹۰، ۷۱۰۰، ۷۱۱۰، ۷۱۲۰، ۷۱۳۰، ۷۱۴۰، ۷۱۵۰، ۷۱۶۰، ۷۱۷۰، ۷۱۸۰، ۷۱۹۰، ۷۲۰۰، ۷۲۱۰، ۷۲۲۰، ۷۲۳۰، ۷۲۴۰، ۷۲۵۰، ۷۲۶۰، ۷۲۷۰، ۷۲۸۰، ۷۲۹۰، ۷۳۰۰، ۷۳۱۰، ۷۳۲۰، ۷۳۳۰، ۷۳۴۰، ۷۳۵۰، ۷۳۶۰، ۷۳۷۰، ۷۳۸۰، ۷۳۹۰، ۷۴۰۰، ۷۴۱۰، ۷۴۲۰، ۷۴۳۰، ۷۴۴۰، ۷۴۵۰، ۷۴۶۰، ۷۴۷۰، ۷۴۸۰، ۷۴۹۰، ۷۵۰۰، ۷۵۱۰، ۷۵۲۰، ۷۵۳۰، ۷۵۴۰، ۷۵۵۰، ۷۵۶۰، ۷۵۷۰، ۷۵۸۰، ۷۵۹۰، ۷۶۰۰، ۷۶۱۰، ۷۶۲۰، ۷۶۳۰، ۷۶۴۰، ۷۶۵۰، ۷۶۶۰، ۷۶۷۰، ۷۶۸۰، ۷۶۹۰، ۷۷۰۰، ۷۷۱۰، ۷۷۲۰، ۷۷۳۰، ۷۷۴۰، ۷۷۵۰، ۷۷۶۰، ۷۷۷۰، ۷۷۸۰، ۷۷۹۰، ۷۸۰۰، ۷۸۱۰، ۷۸۲۰، ۷۸۳۰، ۷۸۴۰، ۷۸۵۰، ۷۸۶۰، ۷۸۷۰، ۷۸۸۰، ۷۸۹۰، ۷۹۰۰، ۷۹۱۰، ۷۹۲۰، ۷۹۳۰، ۷۹۴۰، ۷۹۵۰، ۷۹۶۰، ۷۹۷۰، ۷۹۸۰، ۷۹۹۰، ۸۰۰۰، ۸۰۱۰، ۸۰۲۰، ۸۰۳۰، ۸۰۴۰، ۸۰۵۰، ۸۰۶۰، ۸۰۷۰، ۸۰۸۰، ۸۰۹۰، ۸۱۰۰، ۸۱۱۰، ۸۱۲۰، ۸۱۳۰، ۸۱۴۰، ۸۱۵۰، ۸۱۶۰، ۸۱۷۰، ۸۱۸۰، ۸۱۹۰، ۸۲۰۰، ۸۲۱۰، ۸۲۲۰، ۸۲۳۰، ۸۲۴۰، ۸۲۵۰، ۸۲۶۰، ۸۲۷۰، ۸۲۸۰، ۸۲۹۰، ۸۳۰۰، ۸۳۱۰، ۸۳۲۰، ۸۳۳۰، ۸۳۴۰، ۸۳۵۰، ۸۳۶۰، ۸۳۷۰، ۸۳۸۰، ۸۳۹۰، ۸۴۰۰، ۸۴۱۰، ۸۴۲۰، ۸۴۳۰، ۸۴۴۰، ۸۴۵۰، ۸۴۶۰، ۸۴۷۰، ۸۴۸۰، ۸۴۹۰، ۸۵۰۰، ۸۵۱۰، ۸۵۲۰، ۸۵۳۰، ۸۵۴۰، ۸۵۵۰، ۸۵۶۰، ۸۵۷۰، ۸۵۸۰، ۸۵۹۰، ۸۶۰۰، ۸۶۱۰، ۸۶۲۰، ۸۶۳۰، ۸۶۴۰، ۸۶۵۰، ۸۶۶۰، ۸۶۷۰، ۸۶۸۰، ۸۶۹۰، ۸۷۰۰، ۸۷۱۰، ۸۷۲۰، ۸۷۳۰، ۸۷۴۰، ۸۷۵۰، ۸۷۶۰، ۸۷۷۰، ۸۷۸۰، ۸۷۹۰، ۸۸۰۰، ۸۸۱۰، ۸۸۲۰، ۸۸۳۰، ۸۸۴۰، ۸۸۵۰، ۸۸۶۰، ۸۸۷۰، ۸۸۸۰، ۸۸۹۰، ۸۹۰۰، ۸۹۱۰، ۸۹۲۰، ۸۹۳۰، ۸۹۴۰، ۸۹۵۰، ۸۹۶۰، ۸۹۷۰، ۸۹۸۰، ۸۹۹۰، ۹۰۰۰، ۹۰۱۰، ۹۰۲۰، ۹۰۳۰، ۹۰۴۰، ۹۰۵۰، ۹۰۶۰، ۹۰۷۰، ۹۰۸۰، ۹۰۹۰، ۹۱۰۰، ۹۱۱۰، ۹۱۲۰، ۹۱۳۰، ۹۱۴۰، ۹۱۵۰، ۹۱۶۰، ۹۱۷۰، ۹۱۸۰، ۹۱۹۰، ۹۲۰۰، ۹۲۱۰، ۹۲۲۰، ۹۲۳۰، ۹۲۴۰، ۹۲۵۰، ۹۲۶۰، ۹۲۷۰، ۹۲۸۰، ۹۲۹۰، ۹۳۰۰، ۹۳۱۰، ۹۳۲۰، ۹۳۳۰، ۹۳۴۰، ۹۳۵۰، ۹۳۶۰، ۹۳۷۰، ۹۳۸۰، ۹۳۹۰، ۹۴۰۰، ۹۴۱۰، ۹۴۲۰، ۹۴۳۰، ۹۴۴۰، ۹۴۵۰، ۹۴۶۰، ۹۴۷۰، ۹۴۸۰، ۹۴۹۰، ۹۵۰۰، ۹۵۱۰، ۹۵۲۰، ۹۵۳۰، ۹۵۴۰، ۹۵۵۰، ۹۵۶۰، ۹۵۷۰، ۹۵۸۰، ۹۵۹۰، ۹۶۰۰، ۹۶۱۰، ۹۶۲۰، ۹۶۳۰، ۹۶۴۰، ۹۶۵۰، ۹۶۶۰، ۹۶۷۰، ۹۶۸۰، ۹۶۹۰، ۹۷۰۰، ۹۷۱۰، ۹۷۲۰، ۹۷۳۰، ۹۷۴۰، ۹۷۵۰، ۹۷۶۰، ۹۷۷۰، ۹۷۸۰، ۹۷۹۰، ۹۸۰۰، ۹۸۱۰، ۹۸۲۰، ۹۸۳۰، ۹۸۴۰، ۹۸۵۰، ۹۸۶۰، ۹۸۷۰، ۹۸۸۰، ۹۸۹۰، ۹۹۰۰، ۹۹۱۰، ۹۹۲۰، ۹۹۳۰، ۹۹۴۰، ۹۹۵۰، ۹۹۶۰، ۹۹۷۰، ۹۹۸۰، ۹۹۹۰، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲

مصفیہ ہے۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزاد کردہ باندی تھیں۔ یہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں کہ جب ان کا سیرین سے نکاح ہونے والا ہوا تو تین ازواج مطہرات نے انھیں خوشبو لگائی اور ان کے لئے دعا کی۔ تیرہ اصحاب بدر جن میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ان کے نکاح میں شریک ہوئے۔ حضرت ابی بن کعب نے دعا کی بقیہ حضرات نے آمین کہا۔ محمد بن سیرین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں ۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۸۳ھ میں حضرت امام حسن بصری کے وصال کے سودن کے بعد وصال فرمایا۔ یہ ان ائمہ تابعین میں ہیں جن کی عظمت و جلالت متفق علیہ ہے۔ حدیث و فقہ کے امام ہیں۔ تیس صحابہ کرام کی زیارت کی۔ اور حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دو سکر صحابہ اور کثیر تابعین سے روایت کی۔ فن تعبیر کے امام منفرد ہیں۔ زہد و ورع، تقویٰ، خشیت خداوندی، علم و فضل سب جمع تھا۔ اشعث نے کہا جب ان سے حلال و حرام کے بارے میں کچھ پوچھا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ معلوم ہوتا یہ پہلے والے نہیں ہیں۔ مہدی نے کہا کہ ہم ان کی مجلس میں ان سے خوب باتیں کرتے وہ بھی کرتے مگر جب موت کا ذکر آتا تو چہرے کا رنگ اڑ جاتا زرد پڑ جاتا۔ بالکل بدل جاتے۔ حلف بن ہشام نے کہا اللہ عز و جل نے ان کو اچھی عادت اچھا جسم اور خشوع عطا فرمایا تھا لوگ انھیں دیکھتے تو اللہ یاد آ جاتا ہے

① ابن ماجہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنی
انگوٹھی ہلاتے۔
توضا حرك خاتمہ۔

خود ابن سیرین سے یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے اپنی انگوٹھی انگلی میں گھمائی۔ اور اس تعلیق میں یہ ہے کہ انگوٹھی کی جگہ کو دھونے تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب انگوٹھی تنگ ہوتی اس کے اندر پانی نہیں پہنچتا تو انگوٹھی اتار کر اس کی جگہ دھونے تھے۔ اور جب ڈھیل ہوتی اور اس کے اندر پانی پہنچنے کا طن غالب ہوتا تو صرف گھمانے پر اکتفا کرتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ انگوٹھی کی جگہ دھونے سے مراد یہ ہے کہ اسے گھما دیتے تاکہ پانی اس کے اندر بھی پہنچ جائے۔ اسی پر عمل بھی ہے کہ اگر انگوٹھی ڈھیل ہو کہ بغیر ہلانے اس کے اندر پانی پہنچ جائے تو نہ ہلانے کی حاجت نہ گھمانے کی۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ہلائے۔ اور اگر تنگ ہے کہ بغیر ہلانے اندر پانی نہ پہنچے تو ہلانا فرض۔ اور اگر اتنی تنگ ہے کہ ہلانے گھمانے پر بھی پانی اندر نہ جائے تو اتار کر اسے دھونا فرض ہے۔

اس مضمون کی حدیث اور بھی ہیں۔ یہی سہمی نے روایت کیا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وضو کرتے اپنی انگوٹھی ہلاتے ابن قتیبہ کی غریب الحدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا۔ انگوٹھی کی جگہ کا خیال کر۔ حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص سے بھی مروی ہے کہ یہ لوگ جب وضو کرتے تو انگوٹھی ہلا لیتے۔

لے اکمال۔ عینی جلد اول ص ۲۰۲ باب اتباع الجنائز من الایمان۔

۱۲۱) حَدِیْث - اِیْضًا

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّؤْنَ

محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ ایک برتن سے وضو کر رہے

مِنَ الطَّهْرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تھے میں نے سنا کہ انھوں نے کہا لوگو وضو پوری طرح کرو۔ اس لئے کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ دَلِيلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّاسِ ع

ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔

تشریحات ۱۲۱)

① محمد بن زیاد حضرت عثمان بن مظعون مشہور صحابی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ قرشی نجی ہیں۔ مدنی الاصل ہیں۔ مگر بعد میں بصرہ کی سکونت اختیار کر گئے تھے۔ ثقہ تابعی ہیں۔

② مِطْهَرَةٌ اسم آلہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ السَّوَالُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرُّبِّ مَسْوَاكٌ مِّنْهُ كِى صَفَائِیْ اَوْر رب تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ یہاں مراد وہ برتن ہے جس میں وضو کے لئے پانی رکھا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد حوض گرٹھا وغیرہ ہو۔

③ حدیث میں اگرچہ خصوصیت واقعہ کی وجہ سے صرف ایڑیوں کا ذکر ہے۔ نیز عام طور پر بے پرواہ عجلت باز ایڑیوں سے غفلت برتتے ہیں۔ مگر حکم ان تمام اعضاء کو عام ہے جو ایسے ہیں کہ اگر خاص خیال کر کے وہاں پانی نہ پہنچایا جائے تو دھونے سے رہ جائیں گے۔ مثلاً ایڑیاں، منہ، گونجیں، انگلیوں کی گھائیاں، کہنیاں، آنکھ کے کوڑے، انگوٹھی کے اندر، ہر شخص کے لئے ان کا خیال کرنا مستحب ہے۔ اور لا پر وہ لوگوں پر فرض ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے حضرت ابن سیرین کا قول نقل فرمایا۔ حاکم نے عبد اللہ بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ ایڑیوں اور تلوؤں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔ مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن کے برابر قدم پر پانی نہیں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ فرمایا جا اچھی طرح وضو کر۔ وہ گئے اور پھر آئے اور نماز پڑھی۔

مسائل مستنبطہ ① پاؤں کا دھونا فرض ہے ② ہر عضو کو پورا دھونا فرض ہے للاکثر حکم الکلی یہاں نہیں ③ علاوہ واجب ہے کہ بے پڑھے لکھے لوگوں کو مسائل بتائیں ④ ضرورت کے وقت مسئلہ بتاتے وقت آواز بلند بھی کی جاسکتی ہے ⑤ عالم غائب کو جبرک بھی سکتا ہے ⑥ عذاب جسم اور روح دونوں پر ہوگا۔ صرف روح پر نہیں ⑦ عذاب جہنم اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے معنی مجازی مراد نہیں کہ اپنے گناہوں کو دیکھ کر مرنے کا نام ہو۔

حدیث۔ التوضی فی النعال (۱۲۲)

عَنْ عَبْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَأَيْتُكَ

عبد بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا۔ اے ابو عبدالرحمن آپ کو چار ایسی باتیں

تَصْنَعُ أَسْرَ بَعَالَمٍ أَسْرَ أَحَدٍ أَمِنْ أَهْمَائِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ كَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ

کرتے دیکھ رہا ہوں مجھیں آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو میں نے نہیں دیکھا کرتے ہوں۔ انھوں نے پوچھا اے ابن جریج

تشریحات (۱۲۲)

① یہ تابعی مدنی بنی تميم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان میں اور مکہ معظمہ کے مشہور و معروف امام، فقیہ، محدث، عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج میں کوئی رشتہ نہیں۔ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ یہ، ابن جریج مکی کے چچا ہیں۔ یہ غلط ہے۔ جریج جرج کی تصغیر ہے۔ اس کے معنی سامان رکھنے کے تھیلے کے ہیں۔ جیسے جرجی کہتے ہیں۔

غایت باب | امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یسمی علی النعلین

چل میں پاؤں ہوتے ہوئے پاؤں دھونا ہے ان پر مسح نہیں کرنا ہے۔ اس باب کے باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کچھ اصحاب ظواہر اور روافض پاؤں پر بھی مسح کافی سمجھتے ہیں۔ دھونا ضروری نہیں جانتے۔ اور یہ بہت سے صحابہ کرام سے بھی مروی ہے۔ مثلاً حضرت علی و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بلکہ اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع بھی ترمذی و ابوداؤد میں مذکور ہے۔ لیکن عبدالرحمن بن ہمدی وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے وہ وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنے کے وقت مروی ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے جو روایت کی اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

سَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَعِدُّ لِلنَّاسِ فِي الْمَرْجَةِ ثُمَّ اتَى بِمَاءٍ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ

وَبَدِيهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ بِجُلْبَتِهِ وَشَرِبَ فَضْلَهُ

قَائِمًا ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُونَ أَنَّ هَذَا يَكْرَهُ

وَأَنِّي سَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَصْنَعُ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ وَهَذَا وَضُوٌّ مِنْ لَمِيعَةِ

نُورِهِ

نزال بن سبہ نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظہر

پڑھی پھر صحن میں بیٹھ کچھ دیر کے بعد پانی پیش کیا گیا تو اس سے اپنے چہرے

اور ہاتھوں پر مسح کیا اور سر اور پاؤں پر مسح فرمایا۔ اور بچا ہوا پانی کھڑے

ہو کر پیا۔ پھر فرمایا لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے حالانکہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی یعنی وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینے

ہوئے دیکھا ہے یہ اسکا وضو ہے جس کا وضو ٹوٹا نہ ہو۔

قَالَ سَأُثَبِّتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَمْرِ كَانَ إِلَّا الْيَمَامَا نِيْنِ وَسَأُثَبِّتُكَ

وہ کون کون سی باتیں ہیں ابن جریج نے کہا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کبے کے ارکان میں صرف رکن یمان اور رکن جبر

امام طحاوی نے اس پر فرمایا کہ اگر اس حدیث کو پاؤں پر مسح کی دلیل ٹھہرائی جائے تو اس میں چہرے اور ہاتھوں کے لئے بھی مسح

ہی کا لفظ ہے تو لازم کہ چہرے اور ہاتھوں پر بھی مسح کافی ہو۔ لامحالہ اس حدیث میں مسح کے معنی "غسل خفیف مراد لینا پڑے گا۔ یعنی

حضرت علی کی عام عادت جس طرح وضو کرنے کی تھی اس سے کم دھویا۔ رہ گیا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور بھی جو

اس قسم کی احادیث ہیں ان سب میں مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اس وقت موزوں پر جوتے پہنتے تھے۔ چونکہ ان کے بتاتے چیل کی طرح ہوتے

تھے۔ کہ قدم کے اوپر صرف دو تھے ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے اصل میں موزوں پر مسح کیا اور راوی نے یہ کھجا کہ یہ چیل پر مسح ہے۔ علامہ

عینی وغیرہ نے امام طحاوی سے ایک ایک بہت قوی دلیل نقل کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر موزے اتنے پھٹ جائیں جن سے قدم ظاہر

ہونے لگے تو ان موزوں پر مسح جائز نہیں اور چیل میں قدم کی پیٹھ تقریباً کل کھلی رہتی ہے تو اس پر مسح کیسے جائز ہوگا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا

یہ استدلال صحیح ہے۔ مگر اس پر اجماع کے دعویٰ میں نزاع ہے اس لئے کہ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ پاؤں

پر مسح جائز ہے۔ علاوہ ازیں عکرمہ، قتادہ، شعبی بھی اس کے قائل ہیں۔ امام حسن بصری نے فرمایا کہ واجب پاؤں دھونا ہے یا مسح۔ اور

بعض اصحاب ظواہر کہتے ہیں کہ غسل اور مسح دونوں کا جمع کرنا واجب ہے۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اجماع کے سلسلے میں جمہور

کا مذہب یہ ہے کہ اقل کی مخالفت اجماع میں مضر نہیں۔ اور تو اتر شرط نہیں۔ اس کے بعد حضرت عطاء کا یہ قول پیش کیا کہ عبد الملک

نے کہا، میں نے عطاء سے پوچھا کیا آپ کو کسی صحابی کے بارے میں یہ خبر ملی ہے کہ وہ پاؤں پر مسح کرتے تھے تو فرمایا نہیں۔

اقول اس پر منازع بہت کچھ کہہ سکتا ہے۔ امام طحاوی نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کو دھویا جائے مسح نہ

کیا جائے۔ انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ موزے اگر اتنے پھٹے ہوں کہ قدم ظاہر ہوں تو مسح درست نہیں۔ علامہ

ابن حجر نے اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہیں فرمائی۔ اور اگر امام طحاوی کی مراد یہ ہوتی کہ اس پر اجماع ہے کہ پاؤں کا مسح کافی نہیں تو

البتہ ابن حجر کا اعتراض وارد ہوتا۔ اور اگر بالفرض یہی سراد لیا جائے کہ امام طحاوی کی مراد یہی ہے کہ پاؤں پر مسح کافی نہیں اس پر اجماع

ہے۔ اگرچہ یہ ان کے ارشاد سے کسی طرح ظاہر نہیں تو اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ امام طحاوی کی مراد صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور یہ

صحیح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے جو مروی ہے اس کے بارے میں گزر چکا کہ وہ وضو ہوتے ہوئے وضو نہ تھا۔ یا یہ کہ

جو تلوں کے ساتھ موزے بھی پہنتے تھے۔ مسح اصل میں موزوں پر تھا۔

② قصہ یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی جو تعمیر کی تھی وہ جنوب کی جانب قواعد ابراہیم پر تھی۔ اور جانب شمال جو عظیم کا حصہ ہے

وہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف جنوبی ارکان یمان اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے تھے۔ پھر جب

تَلْبَسُ النِّعَالَ السَّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبِغُ بِالْصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَلَّةٍ

کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ اور میں نے آپ کو بال صاف کی ہوئی سبتی چیل پہنتے دیکھا اور میں نے آپ کو یہ دیکھا کہ آپ بالوں کو زرد خضاب سے

أَهْلَ النَّاسِ إِذَا سَادَ الْهَلَالُ وَلَمْ تُهَلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ. قَالَ

رنگتے ہیں۔ اور کے والے چاند دیکھتے ہی تلبیہ کہنے لگتے ہیں مگر میں نے آپ کو دیکھا کہ بوم نو سے پہلے تلبیہ نہیں بکارتے۔ اس پر

عَبْدُ اللَّهِ أَمَّا الْأَمْرُ كَانَ فَإِنِّي لَمَّا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ نے فرمایا ارکان کا معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

يَسُرُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالَ السَّبْتِيَّةُ فَإِنِّي سَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

اور کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ اور بغیر بال کی جو تیوں کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی تعمیر میں جانب شمال بھی بڑھا کر قواعد ابراہیم پر تعمیر کی۔ اور حطیم اندھا آگیا۔ تو صحابہ

کرام چاروں ارکان کو ہاتھ لگاتے لگے۔ پھر عبد الملک کے حکم سے حجاج نے اس تعمیر کو ڈھا کر حطیم کو باہر کر دیا۔ اور قریش کی تعمیر کے

مطابق بنا دیا۔ تو جو واقف کار تھے وہ رکن عراقی اور شامی کو طواف کے وقت ہاتھ نہیں لگاتے تھے صرف رکن یمنی اور حجر اسود

کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اور کچھ لوگ چاروں ارکان کو ہاتھ لگاتے رہے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی تعمیر کے بعد سے رواج پڑ گیا

تھا۔ عبید بن جریج کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے انھوں نے حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا۔ یہ اختلاف عمل عہد تابعین تک رہا۔

اب اس پر اجماع ہو گیا کہ صرف رکن یمنی اور حجر اسود کو طواف کی حالت میں ہاتھ لگایا جائے۔ فرق یہ ہے کہ رکن یمنی کو صرف

ہاتھ لگائیں گے۔ اور حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھ کر منہ سے بوسہ دیں گے۔ اگر اس کا موقع مل جائے تو دور نہ صرف ہاتھ یا لکڑی سے

اشارہ کافی ہے۔ تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔

③ سبتہ، سبت کی طرف منسوب ہے۔ اس کے معنی میں کئی قول ہیں۔ سلم کے بنوں میں پکائی ہوئی گائے کی کھال، یا ہر

پکائی ہوئی کھال، سرمونڈھنا، ایک بازار کا نام ہے، یہاں مراد وہ کھال ہے جس پر بال نہ ہوں، سبت کے معنی سرمونڈھنے کے

ہیں چونکہ اس کے بال اڑا دیئے گئے ہیں اس لئے اس کو سبتہ کہتے ہیں۔ نفل جو اس عہد میں پہنتے تھے وہ چیل کی طرح ہوتا تھا۔

جس کے پشت پر دو نسے ہوتے تھے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کے بارے احادیث میں

دار ہے۔ سبتی نفل پہننے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس عہد میں کم پہنتے تھے۔ اس لئے عبید بن جریج کو پوچھنا پڑا۔

④ صرف اتنا ہی حصہ باب کے مطابق ہے یہاں نصین ہے کہ بتوضناً کے معنی دھونے کے ہیں۔ اس لئے کہ توضی دھونے

کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف سج فرمایا ہوتا تو یسم فرماتے۔ علاوہ ازیں اگر سج مراد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا

بغیر بال کی چپل پہنتے تھے اور اس میں وضو فرماتے تھے اس لئے میں انھیں پہننا پسند

وَأَمَّا الْخُفَرَةُ فَإِنِّي سَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبِغُ بِهَا فَإِنِّي أَحِبُّ

کرتا ہوں۔ رہا زرد رنگ کا خضاب تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالوں میں زرد رنگ کا خضاب لگاتے دیکھا ہے

أَنْ أَصْبِغَ بِهَا وَأَمَّا الْهَلَالُ فَإِنِّي لَمَأْسَرَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

اس لئے میں بھی پسند کرتا ہوں کہ یہ خضاب لگاؤں۔ تلبیہ پکارتے کی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

توفیہا نہ ہوتا علیہا ہوتا۔ فیہا فرما کر تعین کر دی کہ دھونا ہی مراد ہے۔ یعنی چپل پہنے پہنے پاؤں دھونے جیسا کہ ابوداؤد باب صفۃ

وضو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ اے ابن عباس

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے تمہیں دکھا دوں انھوں نے عرض کی ضرور تو انھوں نے وضو شروع فرمایا یہاں

تک کہ سر کا مسح فرمایا۔ پھر ایک لب پانی داہنے پاؤں پر ڈالا۔ حالانکہ چپل پاؤں میں تھی پھر پاؤں کو ادھر ادھر مڑا پھر دوسرے پاؤں

کے ساتھ بھی یہی کیا

⑤ اس سے یا تو صرف بالوں پر زرد رنگ کا خضاب کرنا مراد ہے۔ یعنی کسم سے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر

کھڑے عمامہ بھی زرد رنگ کے استعمال کرتے ہوں جیسا کہ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنی دائرہ زرد رنگ سے اتنا رنگتے کہ کپڑے لت

پت ہو جاتے۔ یہ زرد رنگ سے اپنے تمام لباس کو رنگتے یہاں تک کہ علمے کو بھی ملے

⑥ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تلبیہ کس وقت سے پکاری جائے کچھ لوگوں نے کہا جب ذوالحجہ کا چاند دکھا جائے اس وقت

سے۔ امام مالک امام شافعی امام احمد نے فرمایا جب سواری چلنے لگے جیسا کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔ ہمارا

مسک یہ ہے کہ احرام کی نماز سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہونے سے پہلے تلبیہ شروع کر دے۔ ہماری دلیل ابوداؤد کی وہ حدیث

ہے جو حضرت سعید بن جبیر شہید مظلوم سے مروی ہے۔ ان کا بیان یہ ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا مجھے اس پر

تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلبیہ کہنے کے وقت کے بارے میں صحابہ کرام میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن

عباس نے کہا۔ میں اس معاملے کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی حج کیا۔ پھر بھی

ساتھیوں میں اختلاف ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد (ذوالحلیفہ) میں احرام کی دو رکعتیں پڑھیں

لے کتاب الطہارت باب صفۃ وضو النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لے کتاب اللباس باب فی المصروع۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْلُ حَتَّى تَبْعَثَ بِهِ سَاحِلَتُهُ عَلَيْهِ

کو دیکھا کہ حضور اس وقت تک تلبیہ نہیں کہتے جب تک آپ کی سواری نہ چل دیتی

۱۲۳۱ حدیث۔ التیامن فی کل شیء

نُ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عورتوں سے

کہا کہ جب تم میرے ساتھ ہو تو تم میری سواری پر بیٹھو اور اسی لئے کہ چلی تو تلبیہ کہا۔ اسے ان لوگوں نے سنا جو وہاں موجود تھے۔ لوگ جماعت در جماعت اگر شامل ہوتے جاتے تھے۔ پھر جب شرف البیداء پر چڑھے تو تلبیہ کہا۔ اسے بہت بڑی جماعت نے سنا۔ بخدا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہیں جگہ تلبیہ کہا جس نے جو سنا اسے بیان کیا۔

اس حدیث سے مختلف روایات میں تطبیق بھی ہوگئی۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا۔ ان کا سکوت دلیل نصیح ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اس کے بارے میں کہا۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے۔ نیز امام طحاوی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی بقیہ تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔

تشریحات (۱۲۳)

① حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ انصاریہ ہیں۔ ان کا نام سببہ بنت کعب، یا الحارث ہے۔ خواتین بلکہ صحابیات میں یہ اپنی گوناگوں خصوصیات میں منفرد و ممتاز ہیں۔ یہ بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور علاج کی ماہر تھیں۔ سات غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئیں جن میں خیبر بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر جا کر قیلوہ فرمایا کرتے۔ ان سے چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ چھ یا سات متفق علیہ ہیں۔ ایک افراد بخاری سے اور ایک ہی افراد مسلم سے ہے۔

تکمیل ② ان سے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد ہیں۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ پوری حدیث کتاب الجناز میں یوں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا وصال ہوا۔ ہم انھیں غسل دے رہی تھیں۔ کہ

لہ ابو داؤد کتاب المناسک باب وقت الاحترام علیہ ایضا باب اس۔ باب نعال السببہ ص ۲۶، مسلم ج ۱ الا فضل ان یحرم من تبعث بہ راحلۃ، ابو داؤد۔ مناسک۔ باب وقت الاحترام۔ ترمذی۔ شامل۔ باب ما جاز فی نعال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نسائی۔ طہارت۔ الوضوء فی النعال۔ ابن ماجہ۔ لباس۔ باب الخطاب بالصفرة۔ ص ۲۶،

لَهْنٌ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ اِبْدَانًا بِمَيِّمِنِهَا وَمَوَاضِعُ الْوُضُوءِ مِنْهَا ع

(جو غسل دے رہی تھیں) اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں فرمایا۔ داہنی طرف سے اور اعضاء وضوء سے شروع کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ انھیں تین یا پانچ یا اس سے بھی زائد بار جتنی ضرورت سمجھا خالص پانی یا بیری کے پانی سے نہلانا اخیر میں کا فوراً ملینا۔ اور جب نہلا کر فارغ ہونا تو مجھے بتانا۔ ام عطیہ کہتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہوئیں تو حضور کو بتایا حضور نے اپنا تہبذ عطا فرمایا اور یہ فرمایا کہ اسے ان کا ازار بنانا۔ یہ روایت محمد بن سیرین کی ہے۔ ان کی بہن حفصہ نے انھیں ام عطیہ سے جو روایت کی اس میں یہ ہے۔ انھیں طاق بار نہلانا تین یا پانچ یا سات بار۔ غسل کی ابتداء داہنے طرف اور وضوء کے اعضاء سے کرنا ام عطیہ نے کہا ہم نے کنگھی کر کے ان کے بالوں کو تین حصے میں کر کے پچھ کی طرف کر دیئے۔

③ امام بخاری نے اس پر باب یہ باندھا ہے "باب التیمن فی الوضوء والغسل"۔ غسل اور وضوء میں داہنی طرف سے شروع

کرنا۔ اور یہ حدیث میت کے غسل کے بارے میں ہے۔ مگر ہم بہر حال وضوء اور غسل جی کے بارے میں، جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنی طرف سے شروع کرنے کا حکم دیا۔ تو ثابت کہ تیامن مطلقاً بہر وضوء اور غسل میں پسندیدہ ہے۔

وضوء کے بیان کا سلسلہ چل رہا تھا۔ غسل کا مفصل بیان آگے آ رہا ہے۔ یہاں غسل کے ذکر کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ یہ حدیث غسل ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ وضوء ضمنی طور پر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے غسل کا اضافہ فرمایا۔ اس سے جہاں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ غسل میں تیامن پسندیدہ ہے وہیں وضوء میں بھی تیامن کا اثبات صراحۃً بغیر کسی تردد کے ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ صریح طور پر فرمایا کہ داہنی طرف اور مواضع وضوء سے شروع کرنا۔ تو تیامن کا حکم وضوء کے لئے بھی ہوا۔

حضرت سید زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا | یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جو بعثت سے دس

سال پہلے جب کہ عمر مبارک تیس سال تھی پیدا ہوئیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت قاسم ان سے بڑے تھے۔ ان کا عقد ان کے

خالہ کے لڑکے، حضرت ابوالعاص سے ہوا تھا، بعثت کے بعد یہ ایمان سے مشرف ہوئیں مگر ابوالعاص لنگے ساتھ ایمان نہ لائے بعد میں مشرف

باسلام ہوئے۔ غزوہ بدر میں یہ ستر لکھ کھڑے تھے یہی قید ہوئے انکے بھائی عمرو انکو ربا کرانے کیلئے جب مدینہ آئے تو حضرت زینب نے دیے میں ہار انکو دیا جو حضرت

نے حضرت زینب کو شادی کے موقع پر باندھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر جب اس ہار پر پڑی تو پہچان لیا۔ حضرت خدیجہ یاد آ گئیں۔

وقت طاری ہو گئی۔ حضرت خدیجہ کے لئے کلمات ترمیم فرمائے۔ یہ پسند خاطر نہ ہوا کہ بیٹی کو ماں کی نشانی سے محروم کر دیا جائے۔ حضور

عہ ایضاً جائز۔ باب ید ابیاسن الیت میں تین طریقے سے مسلم جائز۔ باب الید ابیاسن الیت و مواضع الوضوء۔ نسائی جائز۔

باب یمامن الیت و مواضع الوضوء منہ۔ ابن ماجہ۔ جائز۔ فصل الیت۔

حدیث - استیجاب التیمن فی کل شیء (۱۲۵)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِجُّهُ التَّيَمُّنُ

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر کام داہنے سے شروع کرنا پسند تھا۔

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہہ سن کے بغیر نہ یہ، ابوالعاص کو آزاد کر دیا۔ البتہ یہ عہد لے لیا کہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب

مدینے بھیج دیں گے۔ انھوں نے وعدہ پورا کیا۔ حضرت زینب جب مدینے کے لئے چلیں تو ہذا بن الاسود اور ایک اور سنگ دل نے

ڈھکیل دیا۔ یہ ایک چٹان پر گر پڑیں جس سے سخت چوٹ آئی ایسی کہ زندگی بھر اچھی نہ ہو سکیں۔ اسی میں وصال ہوا۔ سنہ وصال آٹھ

ہجری ہے۔ حضرت زینب کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام علی تھا جو بلوغ کے قریب پہنچ کر وصال فرما گئے۔ اور ایک صاحبزادہ

حضرت امامہ ہوئیں جن کے بارے میں احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو گود میں لے کر نماز پڑھتے سجدے

میں جاتے تو آواز دیتے جب سجدے سے اٹھتے تو پھر گود میں لے لیتے۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد

حضرت علی نے حضرت امامہ سے نکاح فرمایا۔

مسائل مستنبطہ میت کو غسل دیتے وقت پہلے اس کو وضو کرایا جائے۔ البتہ نہ کلی کرائی جائے اور نہ ناک میں پانی ڈالا جائے۔

اس لئے کہ منہ اور ناک سے پانی نکالنا بہت دشوار ہوگا۔ یہی اخاف کا مذہب ہے جو اخاف کی کتابوں میں درج ہے۔ علامہ نووی

کو غلط فہمی ہوئی کہ انھوں نے لکھ دیا کہ اخاف وضو سے میت کے غسل کو شروع کرنا مستحب نہیں جانتے میت کے غسل میں بھی ہر عضو میں پہلے

داہنے کو دھویا جائے۔ مطلقاً برطہارت میں تیامن مستحب ہے۔ خواہ غسل ہو خواہ وضو ہو۔ خواہ زندہ کرے خواہ مردہ کو طہارت

کرائی جائے۔ اشارۃً ثابت ہوا کہ داہنا عضو بائیں سے افضل ہے۔ تکمیل کا جو حصہ ہم نے نقل کیا اس سے ثابت ہوا کہ میت کو

بیری کے پانی سے غسل دیا جائے اور اخیر میں کا فورٹے ہوئے پانی سے طاق بار غسل دیا جائے۔ جو تین سے کم نہ ہو زیادہ کی کوئی حد

نہیں۔ جنہ میں میت خوب صاف ستھری ہو جائے۔ مگر طاق عدد پورا کیا جائے۔ مرد کے استعمالی لباس کو عورت کے کفن میں دیا

جاسکتا ہے۔ بزرگان دین کے لباس کو بطور تبرک کفن میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ بزرگوں کی استعمال کردہ چیزوں سے برکت

حاصل کرنا عہد رسالت سے معمول ہے۔ عورت کے بالوں کو بچھے کی طرف کر دیا جائے۔

تشریحات ۱۲۴

تکمیل کتاب الصلوٰۃ وغیرہ میں ما استطاع کا اضافہ ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ جن اعضاء میں تیامن ممکن ہے انہیں

میں تیامن فرماتے۔

۱۔ استیجاب، اصابعہ جلد چہارم ذکر زینب۔

فِي تَعْلِيهِ وَتَرْجُلِهِ وَطُهُوْمِهِ فِي شَأْنِهِ عَلَيْهِ عَه

جوتا پہنا، لنگھا کرنا، لہارت کرنا ہو (کچھ بھی ہو)

(۱۲۵) حدیث خروج الماء من بين اصابعه صلى الله عليه وسلم

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَ صَلَوةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوا فَأَنَّى الْوَضُوءَ

وقت ہو چکا تھا۔ لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا مگر لوگوں نے نہیں پایا۔ رسول اللہ

① اس کے عموم سے کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ ہر کام میں، بیت اخلا میں داخل ہونا، لباس اتارنا، جوتا اتارنا

بھی ہے تو کیا ان سب میں بھی تیا من مستحب ہے؟ اس کا جواب علامہ عینی و علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ سوائے دھو بکل شئی علیہ

اور صفات باری میں وارد اس قسم کی آیات کے ہر عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یہ عام بھی دوسرے دلائل سے مخصوص منہ البعض ہے

جن چیزوں کے بارے میں تصریح ہے کہ بائیں طرف سے شروع کی جائیں۔ وہ مخصوص ہیں۔ یا یہ کہ شان کا معنی وہ فعل ہے جو مقصود

ہو۔ جن میں تیا سر (بائیں طرف سے ابتدا) مستحب ہے وہ فعل مقصود نہیں بلکہ اصل میں وہ سب از قسم ترک و متروک ہیں۔ جیسے

لباس اتارنا، جوتا اتارنا، مسجد سے باہر آنا۔ بیت اخلا میں جانا بھی ایک قسم کے ترک ہی کے لئے جاتے ہیں۔ علامہ نووی نے اسکی

تفصیل کی کہ جو افعال تشریف و تکریم کے قبیل سے ہیں ان میں تیا من مستحب ہے۔ جیسے لباس وغیرہ پہنا، مسجد میں جانا، سواک

کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کترانا، لنگھا کرنا وغیرہ۔ اور جن میں تشریف و تکریم نہ ہو ان میں بائیں سے شروع کرنا مستحب ہے۔

جیسے بیت اخلا میں جانا، مسجد سے باہر ہونا، لباس اتارنا وغیرہ وغیرہ۔

وضو میں ہاتھ پاؤں دھونے میں تیا من مستحب ہے۔ اس پر اہلسنت کا اجماع ہے۔ البتہ روافض واجب مانتے ہیں۔

ان کے نزدیک اگر داہنے اعضاء پہلے نہ دھوئے گئے تو وضو ہی نہ ہوگا۔

تشریحات (۱۲۵)

① اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب نماز کا وقت آجائے تو پانی کی تلاش واجب ہے۔ جب پانی نہ ملے تو تیمم کی اجازت ہے نماز

عہ ایضا۔ الصلاة۔ التیمم فی دخول المسجد وغیرہ ۱۱۱، الطہر، التیمم فی الاکل وغیرہ ۱۱۲، لباس۔ التزجل ۱۱۳، مسلم، لہارتہ ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰،

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْضُوهُ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

صلى الله تعالى عليه وسلم کی خدمت میں (تھوڑا سا) وضو کا پانی

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَا وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّؤْا مِنْهُ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ

اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں (حضرت انس) نے کہا میں

يَتَّبِعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوْضُوْا مِنْ عِنْدِ أَخِرِهِمْ ع

نے دیکھا کہ حضور کی انگلیوں کے نیچے سے پانی ابل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے آخری شخص نے بھی وضو کر لیا۔

کا وقت ہونے سے پہلے پانی کی تلاش واجب نہیں۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پہلے تلاش کرتے۔ نماز کا وقت ہونے کے بعد اگر یہ گمان ہے کہ ایک میل کے اندر پانی ہے تو تلاش کر لینا ضروری ہے۔ تلاش کئے بغیر تیمم جائز نہیں۔ حتیٰ کہ اگر تلاش کئے بغیر تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی ملا تو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنی لازم ہے۔ اگر نہ ملا تو نماز ہو گئی۔ اگر گمان غالب ہے کہ ایک میل کے اندر پانی نہیں تو تلاش کرنا ضروری نہیں۔

(۲) یہ پانی کس برتن میں تھا۔ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک میں ہے بقدرح س حراج۔ کم گہرائی کا چوڑا پیالہ۔ ایک روایت نہجاج شیشے کا پیالہ۔ ایک میں جفنة۔ بڑے پیالے میں۔ ایک میں ميصناة ہے۔ یعنی وضو کرنے کے برتن میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت یوں ہے کہ ایک شخص گیا اور ایک پیالے میں تھوڑا سا پانی لایا۔ اتنا چھوٹا تھا کہ حضور نے بھلا تو اس میں نہ آسکا۔ تو حضور نے انگلیاں سمیٹ لیں۔ ص ۳ پر باب الوضوء والفعل من الخضب کے تحت جو روایت ہے وہ اس کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ جن لوگوں کے گھر قریب تھے وہ وضو کرنے کے لئے گھر گئے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واقعہ سفر کا نہیں۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ سفر کا ہے۔ ورنہ تلاش کے بعد پانی نہ ملنے کا کیا سوال۔

(۳) کتنے آدمی تھے اس بارے میں بھی روایات مختلف ہیں۔ کسی میں ہے پندرہ سو تھے۔ کسی میں ہے آٹھ سو تھے۔ کسی میں ہے تین سو سے کچھ زائد تھے۔ کسی میں ہے کہ ستر تھے۔ انگشتان مبارک سے پانی ابلنے کا یہ واقعہ ایک عظیم مجمع میں ہوا۔ مگر اسکی روایت صرف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے ہیں۔ چاہئے تھا کہ اتنے عظیم مجمع میں سے سبھی لوگ اسے روایت کرتے۔ اس قسم کے سوالات بہت سے معجزات اور واقعات کے سلسلے میں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ہم اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ اولاً حضرت

ت (۲۴) دَکَانَ عَطَاءٌ لَا یَرٰی بِہٖ بِأَسَّانٍ یَّتَخَذُ مِنْہَا الْخِیُوطَ وَالْحَبَالَ عہ

عطاء اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں۔

انس نے یہ معجزہ بیان فرمایا مگر کسی صحابی نے انکار نہیں فرمایا۔ ایسے موقع پر سکوت دلیل تصدیق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام سے یہ بعید ہے کہ وہ جھوٹ اور باطل پر سکوت کریں۔ ثانیاً۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب صحابہ کرام ہیں۔ مگر ان میں سے کتنے سے احادیث کی روایت ہے؟۔ ہو سکتا ہے کہ اس مجمع میں جو حضرات شریک تھے ان میں سے صاحب روایت سوائے حضرت انس کے اور کوئی نہ ہو۔ ثالثاً بہت سے حضرات کو دیگر اہم مصروفیات کی وجہ سے احادیث روایت کرنے کا موقع کم ملا۔ جیسے حضرات خلفائے راشدین حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ۔ رابعاً۔ اصحاب کتب نے جو احادیث اپنی کتابوں میں درج کیں وہ کسی خاص نکتے کو سامنے رکھ کر درج کیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے ایسی روایتیں جو دیگر صحابہ کرام سے اس قسم کے واقعات میں یا کسی بھی واقعے میں مروی ہوئیں۔ کتابوں میں درج ہونے سے رہ گئیں۔ مثلاً امام بخاری کو یحییٰ۔ ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ جن میں پانچ لاکھ غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد تھیں۔ مگر ان کی کتابوں میں کل دس ہزار احادیث مشکل ہوں گی۔ خامساً۔ حضرت انس کو عمر طویل عطا ہوئی۔ اس لئے کہ ان کا وصال ۹۲ھ میں ہوا۔ اور روایت میں علوسند یعنی رواۃ کی کمی کی بہت اہمیت ہے۔ چونکہ حضرت انس کی مرویات میں علوسند ہے۔ اس لئے ان کو مصنفین نے لیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ دوسرے حضرات کی روایت میں یہ علوسند نہ ہو۔ اس لئے ان کو مصنفین نے نہیں لیا۔

فوائد دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے افضل وہ مقدس پانی ہے۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے نکلا۔ حتیٰ کہ زمزم اور آب کو شر سے بھی۔ اس پانی سے صحابہ کرام نے وضو فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ آب زمزم شریف سے بھی وضو جائز ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ڈول زمزم منگایا اس میں سے کچھ پیا اور وضو نہ پایا۔ قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس معجزے کو صحابہ کرام سے کثیر التعداد ثقہ راویوں نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ یہ واقعہ ایک مجمع کثیر میں ہوا تھا کسی سے بھی انکار مروی نہیں۔ یہ دلیل ہے کہ یہ معجزہ بلاشبہ صحیح ہے۔

تشریح ت (۲۴)

اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود امام شافعی کا رد ہے۔ وہ انسان کے بال کو جسم سے جدا ہونے کے بعد نجس کہتے ہیں۔ حضرت عطاء سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اگر انسان کا بال ناپاک ہوتا تو اس سے

عہ اخبار کہ محمد بن اسحق الفاسی

دھاگے اور رسیاں بنانا کیسے جائز ہوتا۔ اور ان سے نفع حاصل کرنا کیسے درست ہوتا۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال جسم سے جدا ہونے بلکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی پاک رہتا ہے۔ نہ صرف انسان بلکہ ہر جانور کا سوائے خنزیر کے۔ اسی طرح ہر چیز جس میں خون نہیں ہوتا۔ جیسے ہڈی، سینگ پٹھے، دانت کھراون، پر، وغیرہ امام مالک ادن اور پراور بال کو پاک کہتے ہیں۔ بقیہ کو ناپاک۔ عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، حماد، داؤد، ان چیزوں کے ساتھ ساتھ ہڈی کو بھی پاک مانتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ان تمام چیزوں میں زندگی ہوتی ہے۔ اس لئے موت بھی ان میں اثر انداز ہوگی۔ اور موت سے جاندار ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ چیزیں بھی ناپاک ہوئیں۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ نجس کرنے والی چیز بذاتہ موت نہیں۔ بلکہ دم مسفوح کا رک جانا ہے۔ اس لئے کہ دم مسفوح ناپاک ہے۔ اس لئے جسم کے جن جن حصوں میں رک گیا وہ حصے ناپاک ہو گئے۔ اور جن اجزاء میں خون تھا ہی نہیں۔ ان میں نہ رکنا نہ وہ اجزاء ناپاک ہوئے۔

ابراہیم بکری اور ماوردی نے، یہ روایت کی کہ امام مزنی نے کہا کہ امام شافعی نے اس قول سے رجوع کر لیا۔ کہ آدمی کا بال ناپاک ہے۔ اور وہ بھی اس کی طہارت کے قائل ہو گئے۔ ایک قول امام شافعی کا ربيع جیزی سے مروی ہے کہ بال، کھال کے تابع ہے کھال کی نجاست سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور کھال کی طہارت سے پاک ہو جاتا ہے۔

فضلات مبارکہ طاہر ہیں یہاں بحث عام انسانوں کے بال کی تھی۔ مگر بعض شوافع نے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی بحث چھیڑ دی۔ سلسلہ یوں پیدا ہوا کہ شوافع پر یہ عارضہ کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ معاذ اللہ اس کا بھد ہی حکم ہے۔ حتیٰ کہ ماوردی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا موئے مبارک اس لئے تقسیم فرمایا تھا کہ لوگ برکت حاصل کریں۔ لیکن برکت حاصل کرنا پاک ہونے پر موقوف نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا کہ اس قسم کی بات بہت سے شافعیوں نے کہی ہے۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ چونکہ موئے مبارک بہت تھوٹے ایک دو لئے گئے تھے اس لئے معاف ہیں۔ علامہ عینی نے اس قسم کی باتوں سے یزاری ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وحاشا لشعر النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من
ذلک دکیف قال هذا وقد قیل بطہارۃ فضلاتہ
فصلان شعرہ الکریحہ۔
بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک اس سے برتر ہے۔ قائل
نے یہ کیسے کہہ دیا حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات
مبارکہ کو پاک کہا گیا ہے چہ جائیکہ موئے مبارک۔

اس کے بعد فضلات مبارکہ کی طہارت پر استدلال کرتے ہیں فرمایا۔ اس بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں کہ صحابہ کرام نے جسم اقدس سے نکلے ہوئے مبارک خون کو پیا۔ مثلاً ابو طیبہ حجام اور قریش کے ایک بچے نے اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے جیسا کہ بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پیا ہے۔ نیز

ت (۲۸) وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَّغَ فِي أَنَاءٍ لَيْسَ لَهُ وَضُوءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ

زہری نے کہا جب کتابرتن میں منہ ڈال دے اور اس کے سوا وضو کے لئے پانی نہ ہو تو اکیسے وضو کرے

ام امین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بول مبارک پیا جیسا کہ حاکم، دارقطنی، طبرانی، ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو رافع کی زوجہ سلمیٰ نے، غسالہ مبارک پیا۔ تو حضور نے فرمایا اللہ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام فرمادیا۔ بحث کے اخیر میں حضرت علامہ عینی کی غیرت ایمانی کو جوش آگیا۔ فرماتے ہیں۔

اننا نعتقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالوا غير ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور کہے تو اسکے سنے میرا کان بہرے۔

فضلات مبارکہ کی طہارت امتی کے اعتبار سے ہے۔ خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ظاہر نہیں۔

اجزاء انسانی سے ارتفاع جائز نہیں انسان کے بال وغیرہ کی طہارت کے اخاف قائل ہیں۔ مگر انسان کے کسی جزو سے ارتفاع کو ناجائز کہتے ہیں۔ مثلاً بال کی رسیاں بٹ کر ان میں جائزہ باندھا جائے اس میں انسان کی تحقیر ہے۔ فقہاء نے تحریر فرمایا کہ حجامت اور خط بنوانے کے بعد بال ناخن بے حرمتی کی جگہ نہ پھینکے جائیں۔ کہیں دفن کر دیئے جائیں۔

تشریحات (۲۸) (۲۹)

سفیان ثوری ابو عبد اللہ سفیان بن سعید مسروق۔ ان کو ثوری اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے اجداد میں ایک شخص ثور، نام کا گزرا ہے۔ یہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ اپنے وقت میں جملہ علوم و فنون خصوصاً حدیث و فقہ کے امام تھے۔ یہ ان چھ اصحاب مذہب ائمہ مجتہدین میں سے ہیں جن کے مذہب کا اتباع کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے مذہب پر تھے۔ بہت عابد، زاہد، متواضع بزرگ تھے۔ ان کی جلالت قدر، ان کا دُور علم، ان کی دین میں خشکی، ان کا تفقہ، ان کا ثقہ ہونا متفق علیہ ہے۔ ان کے تلمیذ حضرت سفیان بن عیینہ نے بیان کیا کہ ایک بار ہمیں صبح کا کھانا اور عمدہ دودھ پلایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ چلو دو رکعت شکرینے میں نماز پڑھیں۔ ابن دکیع بھی تھے انھوں نے کہا اگر ہمیں حلوا، بادام کھلاتے تو تراویح پڑھے کو کہنے لے سلطان وقت ہمدی نے انھیں بھی حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عہدہ قضا سپرد کرنے کو بلایا۔ یہ بھاگ گئے۔ ہمدی کے کارندے ہمیشہ انھیں تلاش کرتے رہے بالآخر بدقت تلاش کر کے ہمدی کے پاس لائے۔ ہمدی نے عہدہ قضا کا پروانہ لکھ کر دیا۔ یہ پروانہ لے کر دربار سے نکلے اور باہر آکر اسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا اور غائب ہو گئے ہر چند تلاش کی گئی مگر نہیں ملے۔ اسی حالت غیبت ۱۶۱ھ میں

ت (۵) وَقَالَ سُفْيَانُ هَذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

اور سفیان ثوری نے کہا اور یہی قرآن مجید سے کچھ میں آتا ہے اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے کہ فرمایا پھر پانی نہ پاؤ تو تم کر دو۔

بصرہ میں وفات پائی۔ رات میں عشاء کے وقت دفن ہوئے۔ ان کی پیدائش ۹۰ھ یا ۸۰ھ میں ہوئی تھی کہنے کے ہاتھ تھے۔ حضرت امام اعظم کے معاصرین میں سے ہیں۔ ابن عاصم نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا میں نے گیارہ سو مشائخ سے حدیثیں لکھیں مگر ان میں سفیان سے افضل کوئی نہ تھا۔ یہ حدیث میں تدلیس کرتے تھے۔

توضیح باب یہاں امام بخاری نے باب کے تین اجزاء کئے ہیں۔ ایک جسم سے جدا ہونے کے بعد انسان کے بال کا حکم، دوسرے کتوں کے جھوٹے کا حکم، تیسرے لٹکے مسجد میں گزرنے کا حکم، اس تیسرے جز کا حاصل یہ ہوا کہ کتے کا بال جسم سے جدا ہونے کے بعد نیز اس کا جسم پاک ہے یا ناپاک؟

مناسبت ان تینوں مسائل کو وضو سے یہ مناسبت ہے کہ اگر انسان یا کتے کا بال پانی میں گر جائے یا کتا پانی میں منہ ڈال دے تو پانی پاک ہے یا ناپاک اس سے وضو درست ہے یا نہیں۔ اسکے پہلے باب یہ تھا کہ جب نماز کا وقت آجائے اور پانی نہ ہو تو پانی تلاش کیا جائے اگر وضو کرنے کے قابل پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھی جائے اس باب میں کچھ ایسی چیزیں بیان کیں جن کی طہارت اور نجاست کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اگر یہ چیزیں پانی میں پڑ جائیں تو وہی اختلاف پانی میں بھی ہوگا تلاش کے بعد اگر ایسا پانی ملا جس میں ان تین چیزوں میں کوئی ایک یا دو یا تینوں پڑی ہوں تو کیا حکم ہوگا جو لوگ طہارت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک اس پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہ ہوگا۔ جو نجاست کے قائل ہیں ان کے نزدیک تیمم کرنا ضروری ہوگا۔

غایت باب ظاہر ہے کہ جب ان چیزوں کی طہارت و نجاست میں اختلاف ہے تو اس کا بیان کرنا ضروری تھا۔ تاکہ ناظرین کو امام بخاری کی رائے معلوم ہو جائے۔ اگرچہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں امام بخاری کی رائے واضح طور پر ظاہر نہ ہو سکی۔ انسان کے بال کے سلسلے میں تو ظاہر ہو گیا کہ وہ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔ مگر کتے اور کتے کے جھوٹے کے بارے میں بات صاف نہیں ہوئی۔ اس باب سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ کتا اور اس کا جھوٹا پاک ہے۔ ورنہ اس باب کے تینوں اجزاء میں مناسبت نہیں رہے گی اس لئے کہ وہ انسان کے بال کو پاک مانتے ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ کتے کو اور اس کے جھوٹے کو ناپاک مانتے ہیں تو انتہائی بے تکلیف بات ہوگی۔ نیز حضرت زہری کے قول کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ وہ بالکل بے عمل ہوگا اس لئے کہ ان کے قول سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتے کا جھوٹا پاک مانتے ہیں۔ غرض کہ یہ باب ظاہر کر رہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک کتا اور اس کا لعاب پاک ہے۔ اور اس کے بعد باب باندھا کہ جب کتابرتن میں منہ ڈال دے۔ اس کے تحت یہ حدیث لائے کہ اس صودت میں برتن کو سات بار دھوئیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کتے کے لعاب کو ناپاک مانتے ہیں۔ اس لئے کتے کے لعاب کے بارے میں ان کی قطعاً رائے کیلئے وہ مشتبہ رہ گئی۔ ہماری اس تقریر سے صاحب فیض الباری کا یہ ادعا بھی ساقط ہو گیا کہ امام بخاری کتے کے جھوٹے کو ناپاک مانتے ہیں۔ اور مصنف الصلح البخاری کا

وَهَذَا مَاءٌ وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَحَّأُ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ بِهِ

اور یہ پانی ہے۔ اور اس سے دل میں کچھ کھٹک ہے۔ اس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

(۱۲۶) حدیث - البرک بشعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَ نَائِمٍ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت محمد بن سیرین نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں۔

یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ امام بخاری کتے کے لعاب کو پاک مانتے۔

ہاں کتے کے بال اور کتے کے جسم کے بارے میں البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ دونوں پاک ہیں جیسا کہ اخاف اور جمہور کا مذہب ہے۔ برخلاف امام شافعی کے کہ وہ ہر جانور کا بال جو جسم سے جدا ہو جائے ناپاک مانتے ہیں۔ امام مالک کتے کے جھوٹے کو پاک مانتے ہیں۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ حضرت امام زہری کے نزدیک کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اور حضرت سفیان ثوری کے نزدیک مشکوک ہے اگرچہ آیت کریمہ "وَفَلَمُتَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا" سے ان کا استدلال یہ بتا رہا ہے کہ وہ بھی کتے کے جھوٹے کو پاک مانتے ہیں۔ اسلئے کہ اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں ماء سے مراد پاک پانی ہے۔ اسلئے اس آیت سے کتے کے جھوٹے سے وضو درست ہونے پر استدلال اسی وقت درست ہو گا جب کہ وہ اسے پاک مانیں۔ لیکن بعد میں چونکہ تشریح کر دی کہ اس پانی کے بارے میں مجھے تردد ہے۔ اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ سفیان ثوری اسے مشکوک مانتے ہیں۔

تشریحات (۱۲۷) (۱۲۸)

عَبِيدَةُ | ابن عمرو، یاقیس بن عمرو سلمانی مرادی کو فی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ان کو زمانہ جاہلیت بھی ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے دو سال پہلے ایمان لائے۔ مگر زیارت نہ کر سکے۔ علم و فضل میں قاضی شریح کے ہم پلہ تھے۔ جب قاضی شریح کو کوئی اشکال پیش آتا تو ان کو لکھتے "یارسدہ یا رسدہ" میں وصال ہوا۔

ابو طلحہ انصاری | رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام نامی، زید بن سہل بن الاسود بخاری ہے۔ یہ ان منتخب روزگار افراد میں سے ہیں جو

بیعت عقبہ سے لے کر تمام مشاہد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ مخصوص و معتمد اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے عقد کر لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عہ مصنف ولید بن مسلم۔

أَحَبُّنَا هُ مِنْ قَبْلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعْرَةً

جسے ہم نے حضرت انس یا حضرت انس کے اہل سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ نے کہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک

مِنْهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

بال میرے پاس ہو یہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

کے عہد خلافت میں مدینہ ہی میں وصال فرمایا۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سن وصال ۳۲ھ ہے۔

تکمیل | حجة الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رمی جمرہ اور قربانی سے فارغ ہوئے تو حَلَّاق کو بلایا۔ اور پہلے دہنی

طرف منڈوایا۔ اور حضرت ابو طلحہ کو بلا کر عطا فرمایا۔ اور فرمایا اے لوگوں میں تقسیم کر دو انھوں نے ایک ایک دو دو بال تقسیم کر دیئے۔ پھر

بائیں جانب منڈو کر انھیں کو عنایت فرمایا۔ انھوں نے اپنی زوجہ حضرت ام سلیم کو دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انھیں خوشبو میں رکھنا لے

حَلَّاق کون تھے اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ معمر بن عبد اللہ تھے یہی صحیح ہے جیسا کہ امام بخاری نے خود ذکر فرمایا ہے۔ ایک قول

یہ ہے کہ خراش بن امیہ تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے موقع پر سر اقدس منڈا تھا۔

① چونکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر پرورش تھے، حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ

عنہا ان کی والدہ تھیں ان حضرات سے موئے مبارک حضرت انس کو ملا۔ اور ان سے حضرت محمد بن سیرین کو۔ اس تعلق کا بنا پر لکھنا

سیرین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

② حضرت امام بخاری کا مقصود اس حدیث کے لانے سے یہ ہے۔ کہ ان احادیث سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے موئے مبارک سر اقدس سے جدا ہونے کے بعد بھی پاک ہیں۔ اگر وہ پاک نہ ہوتے تو نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں حضرت

ابو طلحہ کو دیدیتے اور نہ تقسیم کرنے کو فرماتے۔ اور نہ صحابہ بطور تبرک رکھتے اور نہ عبیدہ یہ تمنا کرنے کہ ایک موئے مبارک میرے نزدیک

دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک پاک تو تمام انسان کے بھی بال پاک ہیں

مسائل | ① حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بطور تبرک رکھنا ان سے برکت حاصل کرنا درست ہے۔ اس

حدیث کے علاوہ دوسری روایتیں اس سلسلے میں بکثرت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ

موئے مبارک اپنی ٹوپی میں رکھتے تھے۔ اس ٹوپی کو بہن کر ٹرائی میں جاتے اور اس سے مدد طلب کرتے۔ جگ یا مہ میں یہ کلام مبارک

لہ مسلم۔ باب السنة يوم النحران يرمى ثم ينفض ثم يخلق ۴۱ مجمع الوجوه و مسند امام احمد۔

۱۲۷) حدیث - ایضاً

عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب (حجۃ الوداع میں)

سَاسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ

سراقدس منڈوایا تو ابو طلحہ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے موئے مبارک لیا۔

۱۲۹) حدیث - اذا شرب الكلب في الاناء

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گئی۔ اس پر حضرت خالد نے بہت سخت حملہ کر دیا۔ جس میں کئی صاحب شہید ہو گئے۔ اتنا سخت حملہ ان کے ساتھیوں کو ناپسند ہوا۔ اس پر حضرت سیف اللہ نے فرمایا۔ میں نے اتنا سخت حملہ ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے نہیں کیا ہے بلکہ اس میں موئے مبارک تھے مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں مشرکین کے ہاتھ نہ لگے۔ ۱) موئے مبارک کی طرح جن چیزوں کو حضور راقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہو ان کو بھی بطور تبرک رکھنا ان سے برکت حاصل کرنا درست ہے ۲) علماء اور مشائخ نائبان رسول ہیں۔ اس لئے ان کے بال بکس وغیرہ متعلق اشیاء سے برکت حاصل کرنا درست ہے ۳) مردوں کو سر کا منڈانا سنت یا کم از کم مستحب ہے ۴) احرام سے باہر آنے کے لئے سر منڈانا بہ نسبت بال کتر دانے کے افضل ہے ۵) اپنے دوستوں، خادموں کو عطیات دینا سنت ہے ۶) ایسے عطیات میں برابری ضروری نہیں ۷) جو شخص تقسیم کرے اسے زیادہ دیا جاسکتا ہے ۸) سر منڈانے یا کتر دانے میں سنت یہی ہے کہ داہنی طرف سے پہلے صاف کرائے۔ یہی اخاف کا مذہب مختار ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے ۹

تشریحات ۱۲۸)

تکمیل | مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے طرق سے بجائے موشب کے "دلخ" ہے۔ اور یہی حضرت ابو ہریرہ کے جمہور تلامذہ سے مروی ہے۔ شرب کی روایت پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہے کہ شرب، فی کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا بلا واسطہ حرف بر متعدی ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ شرب یہاں دلخ کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لئے اس کا فی کے ساتھ تعدیہ درست ہے۔ شرب کے معنی محض پینا ہے۔ اور دلخ کے معنی برتن میں منہ ڈال کر زبان سے پینا ہے۔ یہ کتوں

اور درندوں کے ساتھ خاص ہے۔ مسلم میں پوری حدیث یہ ہے۔ جب کتا تھارے برتن سے پی لے تو اس کی پاکی اسے سات بار دھونا ہے اور پہلی بار ٹی سے۔ اور ہلی منہ ڈال دے تو صرف ایک بار دھونا ہے۔ علاوہ مسلم کے یہ تفصیل ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا اور امام ابو داؤد نے کہا کہ یہاں جلی کا ذکر موقوف ہے۔

① یہ حدیث اخاف اور جمہور کی مستدل ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اگر ناپاک نہ ہوتا تو ایسے برتن کو دھونے کا وہ بھی سات بار حکم نہ ہوتا۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ یہ دھونا نظافت کے بطور ہے۔ لیکن جو احادیث کی روح سمجھتے ہیں وہ ابنی حسن سلیم ہے یقین کریں گے کہ اس برتن کے دھونے کا حکم نظافت کے بطور نہیں۔ ناپاک دور کرنے کے لئے ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ اس کے علاوہ مسلم شریف کی یہ روایت کہ فرمایا۔

طه و ساء احدكم اذا ولغ الكلب فيه ان يغسله سبع مرات له
جب کتا تھارے برتن میں منہ ڈال دے تو اس کی پاکی سات بار
دھونا ہے۔

یہ نص صریح ہے اس پر کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس سے ثابت کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ مسلم میں انھیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن میں جو کچھ ہولے گرا دے۔ کتے کے منہ ڈالنے کے بعد بھی اگر وہ پاک ہو تو اس کا پھینکا اضاغت مال ہوتا جو حرام ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ ناپاک ہو گیا۔ اس کا عموم اس کی دلیل ہے کہ ہر کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ خواہ ڈالتر ہو یا ٹھٹھا ہو۔ شکاری ہو یا غیر شکاری۔ شہری ہو یا دیہاتی۔ جنگل ہو یا اہل۔ مالکیوں کے اس بارے میں چار مذہب ہیں۔ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ ناپاک ہے۔ مطلقاً۔ بغیر درت جو یا لا گیا ہو اس کا جھوٹا پاک ہے بغیر کا ناپاک۔ شہری کا پاک۔ جنگل دیہاتی کا ناپاک۔

② خطاب نے کہا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کتے کی زبان ناپاک ہے۔ جب زبان ناپاک ہو تو اس کا جزو ہے تو اس کے بدن کے تمام اجزاء زبان کی طرح ناپاک ہیں۔ اس لئے کتے کے بدن کا کوئی جزو کسی چیز سے جھوٹا جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اقول۔ اس حدیث سے ثابت یہ ہوا کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اور جو ٹٹھے کی نجاست اس کے لعاب کے ناپاک ہونے کی وجہ سے ہے۔ لعاب زبان ہی کے ذریعہ باہر آتا ہے اس لئے لعاب لگنے کی وجہ سے زبان ناپاک ہوتی۔ زبان بذاتہ ناپاک نہیں۔ جسم کی کسی رطوبت کے ناپاک ہونے سے جسم کے صین کا نجس ہو نا لازم نہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ حصہ جہاں نجاست ہے ناپاک ہوگا۔ جیسے پیشاب نجس ہے۔ اس کی نجاست سے مثلاً نہ قصب بھی ناپاک ہوتے ہیں۔ لکھا مثلاً اور قصب کے پیشاب سے نجس ہو جانے کو پورے جسم کی

قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي آثَاءِ أَحَدِكُمْ

جب کتا تمہارے برتن میں پی لے تو اسے

نجاست پر دلیل بنایا جاسکتا ہے؛ اگر نہیں اور ضرور نہیں تو لعاب لگنے سے کتے کی زبان کے نجس ہو جانے پر جسے جسم کے نجس ہونے کو دلیل بنانا کیسے درست ہے۔

(۳) کرمانی نے کہا چونکہ کتاب نجس العین ہے۔ اس لئے اس کا بیچنا خریدنا جائز نہیں۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ثمن الکلب و مہل البغی و حلوان الکاهن۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور زنا کے معاوضہ اور کاہن کی اجرت سے منع فرمایا۔

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا۔

ان ثمن الکلب من السمیت کتے کی قیمت مال حرام ہے۔

علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ چونکہ کتے سے شرعاً انتفاع جائز ہے۔ گھر، مویشی، کھیت کی حفاظت کا کام اس سے لینا جائز ہے، شکار کرنا جائز ہے تو اس کی بیع بھی درست ہے۔ شکار کی اجازت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد فرمایا۔

وَمَا عَلَّمْتُمُ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ بِأَمْرِهِمْ (۴) اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سداھالیا اور انھیں شکار پر چھوڑ دیا۔

حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے پالنے کی اجازت متعدد احادیث میں بھی وارد ہے۔ یہ ارشاد ابتداء کا ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی عورت کے ساتھ دیہات سے کوئی کتا آتا تو ہم اسے بھی قتل کر دیتے بعد میں گھر، کھیت، مویشی کی حفاظت کے لئے کتے پالنے کی اجازت ملی تو ان کا استثناء کر دیا گیا۔ اقول :- علامہ کرمانی کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ کتاب نجس العین ہے۔ اور ہمیں یہی تسلیم نہیں۔ اس لئے ان کا استدلال ساقط۔

(۴) میں نے علماء سے سنا ہے کہ موجودہ دور میں خوردین سے یہ معلوم ہوا کہ کتے کے لعاب میں مضر جراثیم ہوتے ہیں۔ جو پانی میں ملکر برتن سے چپک جاتے ہیں۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ بغیر سات بار دھوئے ہوئے دور نہیں ہوتے۔ چھ بار بھی دھو کر دیکھا تو یہ جراثیم موجود تھے۔ اسی حدیث کی بنا پر امریکے کا ایک ڈاکٹر مشرف باسلام ہو گیا۔ کہ تمام دنیا مادی وسائل کے باوجود صدیوں تک جس کا پتہ نہ چلا سکی وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی غیب میں نظروں سے دیکھا اور دنیا کو اس کے ازالے کی ترکیب بھی بتادی۔ یہ بات اگر صحیح ہے تو سات بار دھونے کا حکم ان جراثیم سے بچنے کے لئے بطور حفظان صحت طہا ہے۔ یہ تشریحی حکم نہیں۔ حضرات مالکیہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہم مسلم شریف کی روایت سے ثابت کر آئے ہیں کہ کتے کے منہ ڈالنے سے برتن میں جو ہوتا ہے وہ ناپاک

فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا

سات بار دھوؤ۔

ہو جاتا ہے۔ تو مطلقاً دھونے کے حکم کو طبی نقطہ نظر سے نہیں کہہ سکتے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سات بار عدد کی کی تعیین طبی نقطہ نظر سے ہے۔
رہ گیا دھونے کا حکم تو یہ شرعی ہے۔

تقریباً تمام طرق میں یہی ہے کہ سات بار دھونے کا حکم دیا۔ اسی پر شوافع کا عمل ہے۔ اخاف طہارت کے لئے میں بار
دھونا کافی سمجھتے ہیں البتہ سات بار دھونے کو مستحب۔

اخاف کی دلیل اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے۔ جسے دارقطنی نے بروایت حسن
روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔

اد اوبع الکلب فی الاء فاہرقہ ثلثا غسلہ
جب کتابرتن میں منہ ڈال دے تو اسے پھینک دو۔ اور برتن تین بار
ثلث مرّات۔ دھوؤ۔

امام طحاوی نے یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ اپنی مروی حدیث کے خلاف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ دینا
اس کی دلیل ہے کہ انھیں اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وہ حدیث کے خلاف فتویٰ دیکر عادل نہ
رہے۔ اس طرح ان کی تمام روایات ناقابل اعتبار ہو جائیں گی۔ اور یہ احتمال کہ یہ فتویٰ دینے وقت انھیں حدیث مذکور یاد نہ رہی ہو۔
انکے اس ارشاد سے باطل کہ فرمایا پھر میں کچھ نہیں بھولا۔ علاوہ ازیں ابن عدی نے کامل میں بطریق کراہیسی تین بار دھونے کی روایت
مرفوعاً کی ہے۔ جس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کتابرتن میں منہ ڈال دے تو اسے گرا دو۔ اور
برتن تین بار دھوؤ۔ اس سے حضرت ابو ہریرہ کے فتویٰ کی توثیق ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں تین بار اور سات بار دھونے کی روایتوں
میں تطبیق کی ضرورت بھی صورت ہے کہ تین بار دھونے کو واجب قرار دیا جائے اور سات بار کو مبالغہ پر۔ اور اگر سات بار دھونے کو
واجب قرار دیں تو تین بار والی حدیث متروک ہو جائے گی۔ کراہیسی پر کچھ جرحیں کی گئی ہیں۔ ان سب کے علاوہ عینی نے شافی جوابات
دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں امام طحاوی نے ایک اور معارضہ پیش فرمایا ہے کہ مسلم شریف وغیرہ صحاح میں عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے۔

دعفۃ الثامنة بالتراب
آٹھویں بار مٹی سے مانجو۔

جو جواب وہ اس کا دیں گے وہی جواب بھانا ہوگا۔

⑫۹ حدیث۔ ان سرجلاس ائی کلبا یا کل الثری

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ ایک شخص نے ایک

سرجلاس ائی کلبا یا کل الثری مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ نَجَعَلْ يَعْرِفُ لَهُ

کتنے کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے اپنے موزے کو لیا (اس میں پانی بھر کر) اس کتنے کے منہ

جناب مولانا انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں فرمایا کہ سات بار دھونے کا حکم ابتداء میں اس وقت تھا جب مطلقاً کتوں

کو مار ڈالنے کا حکم تھا پھر جب اس میں تخفیف ہوئی اور شکاری و محافظ کتوں کو پلنے کی اجازت دی گئی تو کتنے کے جھوٹے برتن کے دھونے

کے حکم میں بھی تخفیف کر کے بجائے سات کے تین بار کر دیا۔

مگر اس توجیہ کو مسلم کی وہ حدیث رد کر رہی ہے۔ جو عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

امرس سول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ بقتل الکلاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر

ثم رخص فی کلب الصيد وکلب الغنم وقال شکاری اور مویشی کے کتنے کی اجازت دی اور فرمایا جب کتابرتن میں

اذا ولغ الکلب فی الاناء فاغسلوه سبع مرات منحدال دے تو اسے سات بار دھوؤ۔ اور آٹھویں بار مٹی سے مانو

وعفروه الثامنة بالتراب

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سات بار دھونے کا حکم اس وقت بھی دیا جب شکاری اور محافظ کتنے پلنے کی اجازت دی۔

تشریحات ⑫۹

تکمیل بخاری کے دوسرے ابواب میں یہ حدیث یوں ہے۔ ایک شخص کہیں جا رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی تو یہ ایک کنویں میں

اترا۔ اور اس کا پانی پیا۔ نکلا تو دیکھا ایک کتابت پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے اور مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے (اپنے جوب میں)

کہا۔ جس حال کو میں پہنچ گیا تھا یہ بھی اسی حال کو پہنچ گیا ہے۔ پھر کنویں میں اترا۔ اور اپنے موزے کو پانی سے بھر کر منہ میں دبایا۔ اور

چڑھ کر باہر آیا۔ اور کتنے کو پانی پلایا۔ اللہ عز وجل نے اسے قبول فرمایا اسے بخش دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا جانوروں کے

ساتھ نکلی کہنے میں ثواب ہے۔ فرمایا ہر تر جگر (والے) میں اجر ہے۔ کتاب الانبیاء ذکر بنی اسرائیل میں ہے کہ یہ بنی اسرائیل

کی ایک بدکار زنا کار عورت کا واقعہ ہے۔

بہ حتیٰ اُسُ قَاہُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَہُ فَاَدْخَلَہُ الْجَنَّةَ عہ

چلو سے ڈالتا رہا۔ یہاں تک کہ کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ عزوجل نے اسے قبول فرمایا۔ اور اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

مطابقت باب ۱

اس حدیث کی باب سے مطابقت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ اس شخص نے موزے سے کتے کی پانی پلایا۔ اس کی ظاہر صورت یہی ہوگی کہ کتے کے سامنے پانی سے بھرا ہوا موزہ رکھا ہوگا کتے نے اس میں منہ ڈال کر پیا ہوگا۔ اگر کتے کا جھوٹا ناپاک مانا جائے تو لازم آئے گا کہ موزے میں بچا ہوا پانی اور موزہ ناپاک ہو گیا۔ یہ تجسس ظاہر ہے جو عاقل سے مستبعد ہے۔ اس پر علامہ عینی اور علامہ ابن حجر دونوں نے یہ تعقب کیا۔ یہ ضروری نہیں کہ اس شخص نے اسی طریقے سے پانی پلایا ہو۔ ہو سکتا ہے اس نے کسی جھوٹے گڑھے میں پانی ڈال دیا ہو جس سے کتے نے پی لیا ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ موزے یا چلو سے اس کے منہ میں ڈالا ہو اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کتے نے موزے میں منہ ڈال کر پیا تو یہ کہاں تصریح ہے کہ اس شخص نے بچے ہوئے پانی کو خود استعمال کیا یا پھر موزے کو نہیں دھویا۔ ہو سکتا ہے کہ بچے ہوئے پانی کو پھینک دیا ہو۔ موزے کو دھویا ہو۔

اقول :- یہ احتمال دیگر ابواب کی روایت میں نکل سکتا ہے جن میں ”فسفی الکلب“ ہے۔ مگر یہاں جو لفظ مذکور ہے۔ اس میں یہ احتمال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہاں تو صاف لفظ ”فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَہُ بِہ“ ہے بغرف کے معنی چلو میں پانی لینے کے ہیں۔ تو یہ روایت متعین کر رہی ہے کہ اس شخص نے موزے سے چلو میں پانی لے کر کتے کو پلایا۔ باب سے مطابقت کا ایک پہلو جو نکلتا تھا وہ بھی اس روایت میں نہیں۔ اور ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے تو جن روایتوں فسفی ہے ان میں بھی متعین کہ یہ پانی پلانا، چلو، کے ذریعہ تھا۔

مولانا فخر الدین شیخ الحدیث دانا العلوم دیوبند نے ایضاح البخاری میں شریٰ کا ترجمہ کنویں کی نم مٹی کیا ہے۔ شریٰ کو کنویں کی نم مٹی کے ساتھ خاص کر نا غلط ہے۔ علامہ عینی نے لکھا :- وهو التراب الندی۔ وقال اللجوہری وصاحب الغریبین وفي المحکم الثری التراب وقیل التراب الذی اذابل یصیر طینا لانسبا، وفي مجمع الغرائب، اصل الثری الندی۔ فتح الباری میں بھی قریب قریب یہی ہے۔ عمدۃ القاری میں تیسرا قول غلط چھپ گیا ہے۔ اذابل ولہ یصیر طینا لانسبا ہے۔ انہیں کی جماعت کے ایک فرد نے مصباح اللغات میں ”شریٰ کا ترجمہ، نناک مٹی کیا ہے۔“

مسائل ۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر حیوان کے ساتھ بھلائی موجب اجر ہے۔ بشرطیکہ وہ موذی نہ ہو۔ اس کی تائید اس

عہ ایضاً۔ کتاب الساقاة فضل سقی الارواح، کتاب الظالم، الابار علی الطرق، کتاب الادب، رحمۃ انکس والہائم، ص ۲۔

کتاب الانبیاء، ما ذکر عن بنی اسرائیل، ص ۹۹، مسلم کتاب الحيوان، ص ۵، ابو داؤد کتاب الجہاد۔

۱۳۰) حدیث - کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد

حَدَّثَنَا حَمْرَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَتْ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي

حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے حمزہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے
سَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يُرْشُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ
مسجد میں آنے جاتے تھے۔ مگر لوگ مسجد میں کہیں پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا:-

الْبَاحِمُونَ يَرْحِمُهُمُ الرَّحْمَنُ اَسْحَمُوا عَلٰی مَنْ
فی الارض یرحمکم من فی السماء لہ
رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے زمین والوں پر رحم کرو آسمان کا مالک
تم پر رحم فرمائے گا

۲) بطور تقابل یہ نکلا کہ بہائم کو ستانا ناجائز و گناہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت نے بلی پکڑ کر باندھ لیا۔ اسے
نہ کھانے کو دیا نہ پینے کو۔ وہ تڑپ تڑپ کر مر گئی اس کی وجہ سے وہ جہنم میں گئی۔

۳) پالتو جانوروں کا بھی نفقہ واجب ہے۔

تشریحات ۱۳۰)

تفصیل | ابوداؤد میں پوری حدیث یہ ہے۔ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا۔ مسجد میں سوتا تھا۔ کتے مسجد میں پیشاب کرتے آتے
جانے مگر لوگ مسجد کے کسی حصہ پر پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

۱) جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شادی ہو گئی تو پھر وہ گھر سونے لگے۔

۲) امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ کتے پاک ہیں اور ان کا لعاب بھی پاک ہے۔ اس لئے کہ کتے اگر ناپاک ہوتے تو انھیں
مسجد میں کبھی بھی آنے نہیں دیا جاتا۔ نیز کتے جب چلتے ہیں تو زبان منہ سے باہر نکال کر چلتے ہیں۔ اس لئے ان کے منہ سے لعاب
کا گرنا غلب ہے۔ اگر ان کا لعاب ناپاک ہوتا تو انھیں مسجد میں نہیں آنے دیا جاتا۔

اتنی بات تو صحیح ہے کہ کتا نجس العین نہیں۔ مگر یہ کہ اس کا لعاب بھی پاک ہے۔ یہ اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اولاً یہ
ضروری نہیں کہ وہ مسجد میں گزرنے وقت لعاب ضرور ہی ٹپکائیں۔ اور مسجد اصل میں پاک تھی محض شبہ سے ناپاک نہ ہوگی ثانیاً
جب حدیث ۱۲۵ سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے تو محض ایک احتمال موہوم سے اس کی طہارت ثابت نہ ہوگی۔
ثالثاً ابوداؤد اسماعیل ابو نعیم بیہقی کی روایت میں تقبل وتدبر کے پہلے۔ نبول۔ بھی ہے۔ کیا کوئی صاحب اس کی ہمت کر سکتے ہیں

عہ ابوداؤد، کتاب الطہارت، لم یروا فی الارض اذا بیست، حدیث معری، لہ مشکوٰۃ ص ۱۲ بحوالہ ابوداؤد و ترمذی،

۱۳۱) حدیث - حید الکلب

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى تَعَالَى عَلَيْهِ قَالَ

عَدِي بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا جب تم اپنے
اِذَا اسُ سَلَّتْ كَلْبُكَ الْمَعْلَمَ فَقَتَلَ فُكُلٌ وَاِذَا اَكَلَ فَلَا تَاْكُلْ فَاِنَّمَا امْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ
سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑ دو۔ اور اس نے مار ڈالا تو شکار کھاؤ اور جب خود کھائے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ اب معلوم ہو گیا کہ اس نے

کہ کبدریں کتے کا پیشاب بھی پاک ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ زمین پر اگر نجاست گرے اور وہ سوکھ جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ چونکہ مسجد اقدس کی زمین سوکھ کر پاک
ہو جاتی تھی۔ اس لئے اس پر پانی نہیں ڈالتے تھے۔ یہی حدیث اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ کتے کا پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے۔ اور
کتے مسجد میں پیشاب کرتے تھے۔ اگر سوکھنے سے یہ حصہ پاک نہ ہو جاتا تو لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ
کرام مسجد کو ناپاک رہنے دیتے تھے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا ہے

سُحُوةُ الْأَرْضِ يَسْبِغُهَا لَہ
زمین کی پاکی اس کا سوکھنا ہے

مولانا فخر الدین صاحب نے ایضاً البخاری میں اس مضمون کی ایک حدیث ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے طہارۃ الارض
یسبغہا بحجۃ یہ حدیث ابو داؤد میں نہیں ملی اگر کوئی صاحب پتہ بنا دیں تو مشکور ہوں گا۔

۳) یہ واقعہ ابتداء کا ہے جب کہ مسجد میں دروازے نہیں تھے۔ اس پر ابو داؤد وغیرہ کی روایت کا یہ اگلا حصہ دلیل ہے۔ جس میں راوی
حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نوجوان غیر شادی شدہ تھا۔ مسجد میں سوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کتوں کے آنے
جانے، پیشاب کرنے کی بات انھیں ایام کی کر رہے ہیں۔ اس لئے بلاشبہ یہ ابتداء کا قصہ ہے۔ علامہ عینی نے اس حدیث کے بارے
میں لکھا ہذا الذی ذکرہ البخاری معلقاً لیکن ہمیں اس کا معلق ہونا سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے کہ خود علامہ عینی نے احمد بن شیبہ
کو شیخ بخاری تسلیم کیا ہے۔

تشریحات ۱۳۱)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عرب کے مشہور و معروف شیخ حاتم طائی کے صاحبزادے تھے۔ یہ اور ان کا پورا قبیلہ
نصرانی تھا۔ شہ میں ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ جب ان کے قبیلے پر حملہ ہوا۔ تو یہ بھاگ نکلے۔ اور روم کے کسی

قُلْتُ أَسْ سِلْ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ

اپنے لئے شکار کیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن کبھی شکار کے پاس دوسرا کتا بھی موجود

شہر میں چلے گئے۔ ان کی بہن گرفتار ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ وہ اخلاق کریمانہ دیکھ کر ایمان سے مشرف ہوئیں۔ پھر اپنے بھائی عدی کے پاس گئیں۔ اور انھیں لو آئیں اور وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ وصال اقدس کے بعد فتنہ ردت میں یہ ثابت قدم رہے۔ اور اپنے قبیلے کی زکوٰۃ وصول کر کے حضرت صدیق اکبر کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سرگرم حامی تھے۔ تمام مشاجرات میں ان کے ساتھ رہے۔ جبل، صفین سب میں شریک تھے۔ ایک روایت ہے کہ جب حضرت عثمان ذوالنورین شہید ہوئے تو انھوں نے کہا۔ لایسطلح فیہ عنز ان اس بارے میں کوئی معمولی بھی لڑائی نہ ہوگی۔ دو مہینہ بھی نہیں لڑیں گے۔ جنگ جبل میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے اس میں ایک آنکھ جاتی رہی۔ ایک بار حضرت معاویہ کے یہاں گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے کہا اہل نطع عند کیا مہینہ نے سینگ مارا۔ تو انھوں نے برحسب کہا نعم اللیس الاکبر۔ ہاں بہت بڑے لوگ نے۔ اخیر میں کوفہ جا بے تھے۔ وہیں یا قرقیا، میں مختار بن عبید کذاب کے زلمے میں ایک سو بیس یا ایک سو اس سال کی غرپاکر جان بحق ہوئے۔ ان سے چھیا سٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں۔ اور دو افراد مسلم سے۔

تکبیل | عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغیر پرک تیر کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اگر شکار کو اس کی دھار لگے تو کھاؤ اور اگر تیر کا عرض کو ٹٹلے تو نہ کھاؤ اس لئے کہ یہ وقیزہ ہے یعنی جسے لاٹھی وغیرہ سے مار ڈالا جائے حضرت عدی کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ کتوں سے شکار کرتے ہیں۔ فرمایا جب تم اپنے سیدھلے ہوئے کتوں کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تو یہ جو شکار پکڑ کر مار ڈالیں اسے کھاؤ۔ اور اگر شکار میں سے کچھ خود کھالیں تو نہ کھاؤ۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ کتے نے اپنے لئے شکار کیا تھا۔ پھر حضرت عدی نے عرض کیا۔ میں اپنے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑتا ہوں مگر کبھی شکار کے پاس دوسرا کتا بھی موجود پاتا ہوں یہ نہیں معلوم کہ کس کتے نے شکار کیا ہے۔ فرمایا۔ اب مت کھا۔ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی دوسرے کتے پر نہیں۔

وجہ مطابقت | امام بخاری نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اگر ناپاک ہوتا تو یہ بھی ضرور حکم دیتے کہ جہاں لعاب لگا ہے اسے پھینک دو یا دھو لو۔ لیکن یہ استدلال یوں تام نہیں کہ عدم ذکر، ذکر عدم نہیں۔ شکار کے زخم پر خون ضرور لگا ہوتا ہے جو دم سفوح اور ناپاک ہے۔ اس کے بھی دھونے کا حکم نہیں دیا۔ یہاں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود صرف کتے کے شکار کی علت و حرمت ہے۔ سوال کے مطابق جواب ارشاد فرمایا۔ رہ گئی کتے کے جوٹھے کی نجاست خون کی ناپاک کی طرح دوسرے دلائل سے ثابت اور معلوم ہے نہ اس کے بارے میں سوال ہے نہ اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمایا۔

وَلَمْ تَسْمَعْ عَلَى كَلْبٍ اُخْرَعَهُ

پاتا ہوں۔ فرمایا۔ اب مت کھا۔ تو نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی ہے نہ کہ دوسرے کتے پر۔

مسائل ۱ جانوروں کی ذکاۃ۔ یعنی کھانے کے لئے پاکی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اختیاری جیسے ذبح، دوسرے اضطراری۔ اس کی ایک صورت شکار ہے۔ خواہ انسان کسی دھار دار آلے، نیزے، تیر، سے وحشی جانور کو اتنا زخمی کر دے کہ وہ مر جائے۔ یا شکاری سدھائے ہوئے جانور اسے زخمی کر کے مار ڈالیں۔ اور ان دونوں صورتوں میں ذبح کا موقع نہ ملے۔ ایسے شکار کھانے حلال ہیں۔ اس کے جواز کی چار شرطیں ہیں۔

اول :- شکاری جانور سدھایا ہوا ہو۔ کتے، چیتے، درندوں کے سدھائے جانے کی علامت یہ ہے کہ تین بار شکار کرے اور شکار میں سے کچھ نہ کھائے۔ شکرے، باز، شکاری پرندوں کے سدھائے جانے کی نشانی یہ ہے کہ شکار پر چھوڑنے کے بعد بلانے پر فوراً واپس آجائیں۔

دوم :- جانور کو شکار پر چھوڑنے والا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہو۔ مشرک، مجوسی، دھریئے، مرتد نے چھوڑا تو حرام۔ جانور نے خود شکار نہ کیا ہو بلکہ اسے شکار پر چھوڑا گیا ہو۔

سوم :- ارسال یعنی چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھا ہو۔ اور اگر بھول کر بسم اللہ نہیں پڑھا تو حلال ہے۔ اور یاد ہوتے ہوئے قصد انہیں پڑھا تو حرام۔

چہارم :- شکاری جانور نے شکار پکڑنے کے بعد اس میں سے کچھ کھایا نہ ہو۔ اگر ان چار شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوگی تو شکار حرام ہو جائے گا۔

۲ حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے کتے کا شکار درست ہے اگرچہ وہ کالا ہو۔

۳ عند الضرورت شکار کرنا جائز ہے۔ مثلاً بچنے کے لئے، خود کھانے کے لئے، لہو و لعب کے لئے ممنوع۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کل لہو المومن باحل الاثلاث۔

۴ شکاری جانور کی بیع و شراء جائز ہے۔

تھا الجزء الاول ویلیہ الجزء الثانی انشاء اللہ تعالیٰ

عہ ایضاً کتاب البیوع تفسیر الشبہات ج ۲، کتاب الصید والذبايح اذا اكل الكلب الصيد اذا غاب عنه۔ اذا وجد مع الصيد کلباً آخر۔

ما جاز فی الصید ج ۲، مسلم، ابوداؤد، باب الصید،

ت (۲۸)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِي مَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدَّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ

اور عطانے کہا جس کے پانچانے کے مقام سے کیڑا یا پیشاب کے مقام سے

تشریحات (۲۸)

وضو کے کچھ احکام بیان کرے کے بعد، کچھ نواقض وضو کا بیان شروع فرمایا:

ہمارا اور شوافع کا اختلاف | اس پر ہمارا اور شوافع وغیرہ کا اتفاق ہے کہ سبیلین (پیشاب پانچانے کے مقام) سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے۔ خواہ وہ معتاد ہو جیسے پیشاب، پانچانہ یا غیر معتاد عیہ، کیڑا، خون، پیپ۔ البتہ اگر پیشاب کے مقام سے ہو یا کیڑا نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ سبیلین کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے سے اگر نجاست نکلے مثلاً خون، پیپ، تو وہ ناقض وضو ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں ناقض وضو ہے بشرطیکہ بہہ کر ایسی جگہ پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔ شوافع کے یہاں ناقض وضو نہیں۔ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی لئے انھوں نے یہ باب باندھا۔ من لم ير الوضوء الا من المخرجين دليل في آية كريمة نقل فرمائی:

أَوْحَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ - (مائدہ ۵) یا تم میں سے کسی کو قضا حاجت سے آیا،

وجہ استدلال | امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ وضو یا تیمم کا حکم اس وقت میں دیا گیا ہے کہ کوئی قضا حاجت سے آئے۔ قضا حاجت میں سبیلین سے نجاست نکلتی ہے۔ اسی لئے صرف سبیلین سے خارج شدہ نجاست ناقض وضو ہوگی، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں۔

ہمارا جواب | ہمارا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی حصر نہیں جس سے یہ استفادہ ہو کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں۔ یہ آیت دلیل ہے تو صرف اس بات کی کہ پیشاب پانچانہ ناقض وضو ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں، اس آیت کی اس پر کوئی دلالت نہیں۔

ثانیاً نیز حصر کا قول خود امام بخاری اور شوافع کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ لوگ سبیلین سے غیر معتاد چیز کے نکلنے کو ناقض وضو کہتے ہیں، حالانکہ اس آیت کی غیر معتاد چیزوں پر دلالت نہیں، اس لئے غلطی کے عرفی معنی، پانچانے کے ہیں اور ہر پانچانے کے ساتھ پیشاب کا نکلنا لازم ہے تو آیت کی دلالت یہ ہوئی کہ پیشاب اور پانچانہ ناقض وضو ہے۔ اور جب آپ صر کے قائل ہیں تو مخرجین سے پیشاب پانچانہ کے علاوہ کئی کوئی چیز ناقض وضو نہ ہوئی۔

ثالثاً لازم آئے گا کہ مذی بھی ناقض وضو نہ ہو اس لئے کہ یہ نہ پیشاب، نہ پانچانہ۔

نَحْوُ الْقَمَلَةِ يُعِيدُ الْوُضُوءَ

جوئیں کے مثل نکلے وہ وضوء لوٹائے

رابعاً شواہد مس ذکر کو بھی ناقض وضوء مانتے ہیں حالانکہ آیت کے کسی لفظ کی دلالت اس پر نہیں۔ جب آیت میں حصر نہیں تو دوسرے دلائل سے جب غیر سبیلین سے نکلی ہوئی چیزوں کا ناقض وضوء ہونا ثابت تو اسے ماننا لازم ہے۔
① ہماری دلیل یہ حدیث ہے جو زیلعی نے کامل ابن عدی کے حوالے سے نقل کی ہے کہ فرمایا:

الوضوء من كل دم سائل

ہر بہنے والے خون سے وضوء ہے۔

② نیز ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو المونین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرمایا:

من اصابه قي او رعا ف او قلس او مذي
ف لينصرف وليتوضا وليبن على صلوته
وهو في ذلك لا يتكلم۔ لہ
جس کو قے آئے یا نکیر پھوٹے یا منہ میں کھانا یا پانی آجائے
یا مذي نکلے تو وہ نماز چھوڑ کر وضوء کرے اور پھلی نماز پر بنا کر
اگر اس درمیان بات نہیں کی ہے تو۔

بربنائے تحقیق یہ حدیث مرسل ہے مگر جمہور اور ہمارے یہاں مرسل حجت ہے۔

③ علاوہ ازیں بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات باتوں سے وضوء لازم ہے۔ پیشاب سے، منہ بھرتے سے، کرویٹ پر سونے سے، نماز میں قہقہہ لگانے سے، خون بہنے سے۔

پھر آیت مذکورہ پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ناقض وضوء نجاست کا نکلنا ہے۔ وضوء توڑنے میں سبیلین کو دخل نہیں، خروج نجاست کو ہے۔ جو نجاست کہیں سے بھی نکلے ناقض ہوگی۔ اور یہی مذہب اکثر صحابہ کرام کا ہے، اکثر فقہاء کا ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی اگر کہیں سے خون نکلے تو وہ ناقض وضوء ہے۔ اور جب خون ناقض وضوء ہے تو جو خون سے بھی زیادہ گندی و نجس ہے وہ بدرجہ اولیٰ ناقض وضوء ہوگی۔ مثلاً پیپ، زرد پانی (پنچا)

لاستمن النساء۔ امام شافعی اس سے ہاتھ سے چھونا مراد لیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک عورت کو ہاتھ سے چھونا ناقض وضوء

ہے۔ اس پر قیاس کر کے، یہ بھی فرماتے ہیں کہ عضو تناسل چھونے سے بھی وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ علت یہ بتاتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹنے کا سبب یہ ہے کہ عورت کے چھونے سے اسی طرح عضو تناسل چھونے سے بھی شہوت پیدا ہوتی ہے، اور شہوت مذی نکلنے کا سبب ہے اور کبھی سبب مسبب کے قائم مقام کر دیا جاتا ہے، جیسے نیند بذاتِ خود ناقض وضوء نہیں مگر یہ ہوا خارج ہونے کا سبب ہے اس لئے اسے ناقض وضوء ٹھہرایا گیا، اور یہی وجہ ہے کہ نیند مطلقاً ناقض وضوء نہیں صرف انھیں

صورتوں میں ہے جبکہ استرخاء مفصل ہو۔ اس لئے کہ اس صورت میں ہوا کا نکلنا اغلب ہوتا ہے۔

اخفاف کا جواب | اخاف یہ کہتے ہیں کہ "لامستم" میں لمس سے مراد ہاتھ سے چھونا نہیں بلکہ یہ جماع کے معنی میں ہی

حضرت فاروق اعظم، حضرت علی رضی، حضرت ابن عباس، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت عطار، حضرت طاؤس، حضرت حسن بصری، حضرت شعبہ، حضرت ثوری، حضرت شعبی، حضرت اوزاعی، حضرت عبدة السلمانی، حضرت عبید اللہ بن جہم اللہ کے نزدیک بھی اس آیت میں لامستم سے جماع مراد ہے۔ خود امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اسی کو لکھا جس سے معلوم ہوا کہ ان کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس تفسیر کی بنا پر لامستم النساء کا تعلق غسل سے ہے اور ظاہر ہے کہ پانی نہ ملنے پر جیسے محدث کے لئے تیمم کافی ہے جنب کے لئے بھی کافی ہے۔

اس تفسیر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جن میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو چھوتے مگر بغیر وضو کئے ہوئے نماز ادا فرماتے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں:-

ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل امراة من نساءه ثم خرج الى الصلوة ولم يتوضأ له
ام المومنین حضرت صدیقہ ہی سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

فقدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
لیلة من الفراش فالتصتہ فوقعت یدی علی باطن قدمه وهو فی المسجد وهما منصوبتان له
ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بستر سے غائب پایا۔ میں نے تلاش کیا میرا ہاتھ حضور کے قدموں پر پڑا دونوں قدم کھڑے تھے۔ حضور مسجد میں تھے۔

نیز انھیں سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں:

ان کان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لیصلی والی معترضة بین یدیه اعتراض الجنابة حتی اذا اراد ان یوتر منی برجله۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے میں ان کے آگے ایسے لیٹی رہتی جیسے جنازہ رکھا رہتا ہے، جب وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے اپنے پاؤں سے چھوتے۔

دوسری روایت میں ہے:

۱۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد۔
۲۔ مسلم ما یقال فی الركوع والجموع ۱۵ ص ۱۹۲۔ ابوداؤد وصلاۃ۔ نسائی طہارة تطبیق مشرقة النساء۔ ابن ماجہ اقامة۔ مسند امام احمد۔
۳۔ نسائی کتاب الطہارة ص ۳۸۔

حتیٰ اذا اراد ان یسجد غمز رجلی فضمتها
 الی ثم یسجد ۔
 جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں میں ہاتھ لگاتے تو
 میں سمیٹ لیتی پھر سجدہ کرتے ۔

ان احادیث اور قرآن مجید میں دفع تعارض کے لئے ضروری ہوا کہ آیہ کریمہ میں لا یمس النساء سے مراد جماع ہی لیا
 جائے۔ عضو تناسل چھونے سے وضو کے بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ ایک حدیث میں یہ ہے :
 اذا مس احدکم ذکرہ فلیتوضأ ۱۔
 جب تم اپنے عضو تناسل کو چھوؤ تو وضو کرو ۔

اس کے بالمقابل یہ بھی ہے کہ حضرت طلق کہتے ہیں کہ ہم خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک دیہاتی آئے اور دریافت کیا۔ وضو کرنے
 کے بعد اگر کوئی اپنے عضو تناسل کو چھوئے تو کیا فرماتے ہیں ؟ ارشاد فرمایا : ۔

هل هو الا بضعة منه ۲
 یہ جسم ہی کا ایک جز ہے ۔

ابن ماجہ میں یہ تصریح ہے ۔

لیس فیہ الوضوء انما هو منك

اس میں وضو نہیں یہ تیرا ایک جز ہے

جب احادیث متعارض ہیں اور صحابہ کے اقوال بھی متعارض ہیں تو لامحالہ کسی ایک کو قیاس سے ترجیح دیں گے۔ اور قیاس اسی
 کو چاہتا ہے کہ مس ذکر سے وضو نہ ٹوٹے، جیسا کہ حضرت طلق کی حدیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے کہ فرمایا یہ تیرے جسم کا
 ایک جز ہے، تو جس طرح دیگر اعضاء کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح عضو تناسل کے بھی چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا
 اسکے علاوہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی بھی صورت ہے کہ ذکر مس سے وضو کا حکم ایسی صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ رطوبت
 نکلنے کا اندیشہ قوی ہو۔ یا یہ حکم عوام کی عادت چھڑانے کیلئے تغلیظ دیا ہو۔ لیکن دوسری حدیث کا کوئی محمل نہیں نکل سکتا اسلئے راجح یہی
 ہے کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا گا۔

رہ گیا باعتبار سند کسی کو ترجیح دیجائے اس پر عرض یہ ہے کہ دونوں احادیث کی سندوں پر کلام ہے جو بہت طویل ہے، اور کوہ کن
 کاہ بیار کے مصداق ہے۔ حضرت عطار نے جو فرمایا یہی ہمارا مسلک ہے کہ سیلین سے جو چیز بھی نکلے خواہ مقدار ہو خواہ غیر متداد وضو
 ٹوٹ جائے گا جیسے کیرا پتھری وغیرہ۔

ت (۲۹)

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب نماز میں ہنسنے

تشریحات (۲۹)

یہی ہمارا مذہب ہے کہ محض ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہنسنے کے مراتب تین ہیں۔ تبسم، مسکرا نا کہ آواز نہ نکلے۔ ضحک، اس طرح ہنسنے کہ اس کی آواز خود سُننے مگر بغل والا نہ سُنے۔ قہقہہ، اس طرح ہنسنے کہ کم از کم بغل والا سُن لے۔ تبسم سے نہ نماز فاسد ہوتی ہے نہ وضو ٹوٹتا ہے۔ ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کہ یہ طہی بالکلام ہے۔ وضو نہیں ٹوٹتا۔ قہقہہ سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ وہ نماز رکوع، سجدے والی ہو۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ابوالملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک نابینا آتے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے جس پر لوگ ہنس پڑے۔ اس پر حضور نے فرمایا :-

مَنْ ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ مِنْكُمْ فَلْيَعِدْ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ ثُمَّ يَسْأَلُ عَنْ هَذَا مَا هُوَ وَهُوَ وَضُوهُ وَنَمَازُكَ اَعَادَهُ كَرَّةً۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث میں من ضحك ہے اور احناف ضحک مفسد نماز مانتے ہیں ناقض وضو نہیں مانتے۔

اقول :- اولاً ضحک کی تفسیر گزر چکی کہ ہنسنے میں صرف اتنی آواز نہ نکلے کہ خود تو سن لے مگر غل بغل والے نہ سُنیں۔ یہاں صحابہ اتنے زور سے ہنسنے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن لیا تھا، جبکہ حضور امام تھے، تو یہ حقیقت میں قہقہہ تھا۔ قہقہہ پر ضحک کا اطلاق کبھی آتا ہے۔ ثانیاً یہی حدیث مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔

فَاسْتَضْحَكَ الْقَوْمَ قَهْقَهَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اس پر لوگ قہقہہ مار کر ہنسے۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ قَهْقَهَةً فَلْيَعِدْ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ جسے قہقہہ لگایا ہو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے۔

جن صحابی سے یہ روایت ہے وہ حضرت معبد خزاعی ہیں، ان کو شرف صحبت حاصل ہے۔ واقعہ ہجرت میں انھیں کی ماں ام معبد نے میزبانی کی تھی۔ انھیں حضرت معبد سے حضور نے فرمایا تھا کہ اس بکری کو بلاؤ۔

اس باب میں گیارہ حدیثیں ہیں جن کی تفصیل عینی میں ہے۔ حدیث مذکور میں اگرچہ ضعف ہے مگر تعدد طرق سے مرتبہ حسن پر پہنچ گئی ہے۔ نیز اس کی مؤید دوسری احادیث بھی ہیں جنکی تعداد گیارہ ہے جنکو علامہ عینی نے اپنی شرح میں تفصیل سے بیان فرمایا۔

أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوءَ لَهُ

تو نماز کا اعادہ کرے اور وضو نہ لوٹائے

ت ۳۰

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرَةٍ أَوْ أَظْفَارٍ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وَضُوءَ عَلَيْهِ

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا، اگر کوئی اپنا بال یا ناخن کاٹے یا موزہ اتارے تو اس پر وضو نہیں

اس کے برخلاف شوافع قیاس پر عمل کرتے ہوئے قہقہے کو ناقض وضو نہیں مانتے۔ یہی احناف کا طرہ امتیاز ہے کہ اگر حدیث ضعیف بھی ہوتی ہے تو اس کے مقابلے میں قیاس کو ترک کرتے ہیں۔ شوافع یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام سے یہ بہت مستبعد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں وہ بھی نماز کی حالت میں قہقہہ لگا کر بیٹھیں۔ علامہ عینی نے جواب میں فرمایا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اعراب اور منافقین بھی نماز پڑھتے تھے، ہو سکتا ہے یہ قہقہہ انھیں لوگوں نے لگایا ہو۔

چونکہ قہقہے سے وضو ٹوٹنا خلاف قیاس ہے اور جو چیز خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اپنے مورد کیسے خاص ہوتی ہے۔ چونکہ یہ واقعہ رکوع سجدے والی نماز میں پیش آیا تھا اسلئے صرف رکوع سجدے والی نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹے گا، اگر کوئی نماز کے باہر قہقہہ لگائے یا نماز جازہ یا سجدہ تلاوت میں لگائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ نماز البتہ فاسد ہو جائیگی۔ اسلئے کہ قہقہہ ملحق بالکلام ہے۔

تشریحات ت ۳۰

یہ دو تعلیقیں ہیں جن میں دو مسئلے ہیں۔ مسئلہ اولیٰ: بال یا ناخن کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ ابو العالیہ، حکم، حماد اور مجاہد کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ابن منذر نے کہا کہ اس پر اجماع ہو گیا کہ یہ ناقض وضو نہیں عطاء، شافعی، نخعی یہ کہتے ہیں کہ پورے وضو کا اعادہ تو نہیں مگر کئے ہوئے حصے پر پانی بہائے۔

مسئلہ ثانیہ: وضو میں موزوں پر مسح کرنے کے بعد موزے اتار دے تو وضو کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے۔ مگر کچول، نخعی، ابن ابی لیلیٰ، زہری، اوزاعی، امام احمد، اسحق یہ کہتے ہیں کہ پھر سے وضو کرے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ موزہ اتارتے ہی پاؤں دھو لے، اگر دیر کی تو پھر سے وضو کرے۔

ت (۳۱)

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا وُضُوءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ لَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ حدث کے علاوہ اور کسی چیز سے وضو نہیں

نشریحات ت (۳۱)

کرمانی نے کہا کہ حدث سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سبیلین سے خارج ہوں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ لفظ حدث معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ ہر ناقض وضو کو شامل ہے۔ مثلاً نیند، جنون، اغما، امام عینی کا مقصد یہ ہے کہ اس میں غیر سبیلین سے مکمل ہوئی نجاست بھی داخل ہے۔

اقول:- مگر اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ متکلم اپنے لفظ کے معنی کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اس کی بتائی ہوئی مراد کے خلاف معنی بتانا درست نہیں۔ حدیث گزر چکی جو بخاری کے ص ۲ پر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے حضور موت کے ایک شخص نے پوچھا کہ حدث کیا ہے تو فرمایا فساء او ضراط۔ ہوا کا خارج ہونا خواہ بے آواز ہو خواہ آواز کے ساتھ ہو۔

مگر اس اشکال پر ایک کے بجائے دو اشکال ہیں، ایک یہ کہ پھر لازم آئے گا کہ خروج ریح کے علاوہ کوئی چیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ناقض وضو نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ دوسرا یہ کہ ابو عبیدہ کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں:-

لا وضوء الا من حدث او صوت او ریح حدث یا آواز یا ہوا کے سوا کسی اور چیز سے وضو نہیں۔

حدث سے ان کی تفسیر کی بنا پر جب ہوا کا خارج ہونا مراد ہے تو او صوت اور ریح کہنا بے فائدہ ہوگا۔ لامحالہ حدث کے دو معنوں میں سے ایک مراد لینا لازم ہوگا۔ خارج من السبیلین، یا ہر ناقض وضو۔

حدث سے صرف خارج من السبیلین مراد لینے پر لازم آئے گا کہ نیند، بہوشی، ناقض وضو نہ ہو اور یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مستبعد ہے کہ وہ صحیح احادیث کے خلاف فتویٰ دیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حدث سے ہر ناقض وضو مراد لیا جائے۔

وَيُذَكِّرُ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات "ت" ۳۲

تکمیل

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، ایک مشرک نے قسم کھائی کہ کسی صحابی کا خون بہائے بغیر واپس نہ ہونگا۔ یہ شکر اسلام کے پیچھے چلا۔ رات میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھاٹی میں اترے، فرما بارات کو کون پہرہ دیگا۔ ایک ہاجر عثمان بن یاسر اور ایک انصاری عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پہرہ دینا اپنے ذمے لے لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گھاٹی کے دہانے پر مقرر فرمادیا، انھوں نے باری مقرر کر لی، حضرت عثمان بن یاسر سو گئے اور حضرت عبادہ بن صامت نے نماز شروع کر دی وہ مشرک گھات میں تھا اس نے حضرت عبادہ کو تیر مارا، وہ تیر ان کو لگا، انھوں نے اسے نکال دیا، اس مشرک نے مسلسل تین تیر مارے یہ ہر تیر کو نکال نکال کر پھینکتے رہے اور بدستور نماز میں مشغول رہے۔ نماز پوری کرنے کے بعد حضرت عثمان بن یاسر کو جگایا، وہ مشرک بھاگ گیا، حضرت عثمان نے جب حضرت عبادہ کو لہو لہان دیکھا تو کہا، جب پہلا تیر لگا تھا تو اسی وقت مجھے کیوں نہیں جگا دیا۔ حضرت عبادہ نے کہا، میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا، مجھے یہ بات پسند نہ ہوئی کہ اسے درمیان سے چھوڑ دیتا، یہی نے تصریح کی ہے کہ وہ سورہ کہف پڑھ رہے تھے۔

امام شافعی کا مذہب
ان کی دلیل

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سبیلین کے علاوہ اور کہیں سے خون یا نجاست نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ تیروں کے لگنے سے خون بہتا رہا اور حضرت عبادہ نماز پڑھتے رہے اگر سبیلین کے علاوہ کہیں سے خون کا نکلنا ناقض وضو ہوتا تو یہ فوراً نماز توڑ دیتے۔

احناف کا مذہب دلیل

ہمارا مذہب یہ ہے کہ سبیلین کے علاوہ بھی کہیں سے خون یا کوئی نجاست نکلے تو وہ ناقض وضو ہے۔ ہماری دلیل فاطمہ بنت جحیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے جسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی کہ فاطمہ بنت جحیش خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے استحاضے کی بیماری ہے کسی وقت خون بند ہی نہیں ہوتا، کیا نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا یہ حیض نہیں رگ کا خون ہے۔ جتنے دنوں حیض کی عادت تھی ان کو چھوڑ کر بقیہ دنوں نماز پڑھو۔ ہر نماز کے وقت خون دھو لو اور تازہ وضو کر لو۔

كَانَ فِي غُرُوزَةِ ذَاتِ الرَّقَاعِ فَرُمِي رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَزَفَهُ الدَّمَ

غزوہ ذات الرقاع میں تھے کہ ایک شخص کو تیرا را گیا ان کو خون نکل آیا

فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَىٰ فِي صَلَاتِهِ

اس کے بعد بھی انھوں نے رکوع اور سجدہ کیا اور نماز پڑھتے رہے

استحاضہ بیماری کا خون ہے۔ یہ حیض نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ناقض وضو فرمایا۔ تو ثابت ہوا کہ جسم کے کسی حصے سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے۔ ہماری مستدل دوسری احادیث (۲۸) میں گزر چکیں۔
امام شافعی کے اگر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عالم استغراق میں بدن سے خون نکلنے کے بعد بھی نماز استدلال کا جواب پڑھتے رہنے کو اس کی دلیل بناتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ اور کہیں سے خون نکلنا ناقض وضو نہیں تو لازم کہ یہ بھی کہتے کہ خون پاک ہے۔ اس لئے کہ جب خون نکلا تو بدن اور کپڑے پر بھی کافی مقدار میں لگا ہو گا اور اسی حالت میں نماز پڑھتے رہے تو لازم کہ خون بھی پاک ہے، حالانکہ امام شافعی اسے ناپاک مانتے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ خون بدن سے اس طرح ابل کر نکلا ہو کہ بدن اور کپڑے پر نہ لگا ہو، محض سخن سازی ہے اولاً اگر عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگے ہوتے تو اس کی گنجائش تھی۔ ثانیاً تیر بدن میں پیوست نہ ہوتا اچھل کر دور جا پڑتا تو اس کا احتمال تھا۔ ثالثاً ابستہ میں تو خون اُبلتا ہے مگر بعد میں بہہ کر جسم پر پھیلتا ہے۔ مسلسل تین تیر کے بعد بھی خون اتنے زور سے اُبلے کہ بدن اور کپڑے پر نہ پڑے ممکن نہیں۔

ایک اشکال کا جواب | اب احناف پر رد و اعتراض پڑے ایک یہ کہ خون نکلنے سے وضو بھی ٹوٹ گیا اور کپڑے بھی ناپاک ہو گئے پھر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے نماز پڑھتے رہے؟ اس کا جواب احناف یہ دیتے ہیں

اولاً حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ استغراق کے عالم میں تھے، نماز میں انھیں جو لذت مل رہی تھی اس نے اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا کہ خون سے کپڑا یا بدن ناپاک ہو گیا اور وضو ٹوٹ گیا۔ استغراق کے عالم میں جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ دوسروں کے لئے دلیل نہیں ہوتے۔

ثانیاً اس کا بھی امکان ہے کہ حضرت عبادہ کو اس وقت اس کا علم نہ رہا ہو کہ خون ناپاک اور ناقض وضو ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی یہ بھی مذکور نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُونَ يُصَلُّونَ فِي جَرَاحَاتِهِمْ

حسن بصری نے کہا کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ

طاؤس، حضرت امام محمد بن علی باقر اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا

تشریحات ت ۳۳

اولاً اس سے مراد یہ ہے کہ جب زخم سے خون نہ بہتا ہو۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں انھیں امام حسن کا یہ فتویٰ مذکور ہے کہ وہ خون کو ناقض وضو نہیں جانتے جب تک کہ سائل نہ ہو۔ ثانیاً زخم پر پٹی بندھی ہو تو پھر زخم کی حالت میں نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے۔ ثالثاً چلے مان لیے خون بہتا ہی تھا، مگر رکتانہ تھا جس کی وجہ سے وہ معذور تھے، تو کیا کرتے نماز قضا کر دیے۔ جیسے مروی ہے کہ حضرت فاروق کو جب زخم لگا تو خون بہہ رہا تھا اسی حالت میں انھوں نے نماز پڑھی، سبب یہی تھا کہ خون رکتانہ تھا، خون تھمنے کا انتظار کرتے تو نماز قضا ہو جاتی۔

تشریحات ت ۳۴

حضرت طاؤس | ان کا نام ذکوان ہے۔ باپ کا نام کیسان ہے۔ طاؤس لقب ہے اس لئے کہ یہ قرآن مجید بہت عمدہ پڑھتے تھے۔ اصل خطاب طاؤس القراء ہے۔ ابنائے فارس سے ہیں۔ ائمہ تابعین اور اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا، میں نے طاؤس جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ علم اور عمل دونوں میں اپنے وقت کے سردار تھے، مکے میں وصال فرمایا، سنہ وصال ۷۱ھ ہے۔ سنات ذوالحجہ کو اس وقت وصال ہوا جبکہ یہ مکہ معظمہ حج کے لئے گئے، جنازے میں اتنی بھیڑ تھی کہ جنازہ اٹھانا مشکل ہو گیا یہاں تک کہ پولیس بلانی پڑی۔ ہشام بن عبد الملک مشہور مروانی شہنشاہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہشام بن عبد الملک ایک بار حج کے لئے گیا تو لوگوں سے کہا کہ کسی صحابی کو بلاؤ۔ لوگوں نے بتایا کہ اب صحابی کوئی نہیں۔ تو اس نے کہا کہ کسی تابعی کو بلاؤ، لوگ امام طاؤس کو بلا لائے۔ یہ جب ہشام کی مجلس میں پہنچے تو ہشام کے فرش کے کنارے جوتے اُتارے اور امیر المومنین کہہ کے سلام نہیں کیا۔ اور نہ اس کی کنیت سے پکارا ہشام کی بغیر اجازت اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ہشام سے مخاطب ہو کے پوچھا اے ہشام تو کیسا ہے؟ اس پر ہشام کو سخت غصہ آیا

لے مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۷ فوائد ابی بشر المعروف بابن سمویہ، ۱۷ مصنف عبد الرزاق،

لَيْسَ فِي الدَّمِ وَضُوءٌ

ک خون میں وضو نہیں

یہاں تک کہ انھیں قتل کرانے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر کسی نے کہا اے امیر المومنین! اللہ اور اس کے رسول کے حرم میں یہ ممکن نہیں، اب ہشام نے حضرت طاؤس سے پوچھا۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا۔ امام طاؤس نے پوچھا، میں نے کیا کیا، اس پر اور تمللا گیا، اور بولا تم نے میرے فرش کے حاشیے پر جوتا اتارا، اور امیر المومنین کہہ کے سلام نہیں کیا اور کنیت کے ساتھ مجھے خطاب نہیں کیا۔ اور میری اجازت حاصل کئے بغیر میرے برابر بیٹھ گیا اور پھر یوں کہا اے ہشام تو کیسا ہے۔ حضرت طاؤس نے جواب دیا۔ جوتے کی بات یہ ہے کہ میں روزانہ پانچ بار رب العزت تبارک و تعالیٰ کے حضور جوتا اتارتا ہوں وہ نہ غضب فرماتا نہ عتاب۔ اور امیر المومنین کے ساتھ سلام اس لئے نہیں کیا کہ ہر مسلمان تجھے امیر المومنین نہیں مانتا، میں جھوٹ بولتا ہوں اور کنیت کی بات یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر ان کا ذکر کیا ہے مگر اپنے دشمن ابولہب کا کنیت کے ساتھ۔ اور برابر بیٹھنے کی بات یہ ہے کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ اگر کسی جہمی کو دیکھنا چاہو تو اسے دیکھو جو بیٹھا ہو اور لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہوں۔

یہ جو بات سنکر ہشام نے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے تو حضرت طاؤس نے فرمایا کہ میں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ جہنم میں مشکوں کے برابر سانپ اور خچروں کے برابر بچھو ہیں جو ہر اس حاکم کو ڈسیں گے جو رعایا کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ یہ فرما کر اٹھے اور چلے گئے۔

حضرت امام محمد بن علی باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما | یہ حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے، ان کے علم و فضل کے وارث، اور گروہ تابعین کے سرخیل ہیں۔ ۳ صفر ۷۰ھ کو سہ شنبہ کے دن پیدا ہوئے، واقعہ کر بلا۔ وقت چار یا پانچ سال کے تھے۔ اکمال میں ان کی پیدائش ۷۰ھ لکھی ہے اور عمر ۶۳ سال، اس حساب سے ان کا سنہ وصال کم از کم ۱۱۹ھ ہوتا ہے۔ وصال کی تاریخ کے بارے میں دو قول ہیں۔ ربیع الاول میں وصال ہوا یا ۲۳ صفر کو یہ آپ کا وصال حیمہ میں ہوا وہاں سے جنازہ مبارک مدینہ طیبہ لایا گیا، اور اپنے والد امام زین العابدین کے پہلو میں دفن کئے گئے جہاں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پاک ہے۔ یہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہیں۔ عثمانی سلاطین نے ان تمام حضرات کے مزارات مبارک پر ایک قبہ تعمیر کرا دیا تھا جسے نجدی دہندوں نے ڈھا دیا۔ مزارات کھود ڈالے۔

ان کی کنیت ان کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق کے نام پر ابو جعفر ہے۔ اور لقب باقر ہے اس لئے کہ ان کا علم

بہت وسیع تھا اور تبقر کے معنی توسع کے ہیں۔ عام طور پر اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بقر کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ اور جب تک کسی چیز پر مکمل قابو نہیں حاصل ہوتا اسے کوئی نہیں پھاڑ سکتا۔ چونکہ حضرت امام باقر زبردست عالم بلکہ اپنے وقت کے علماء کا سر و باطن کے امام تھے، جملہ علوم ان کے قابو میں تھے اس لئے ان کو باقر کہا جاتا ہے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ پھاڑنے والا جس چیز کو پھاڑتا ہے ان کے اندر کے حقائق سے بھی واقف ہوتا ہے اور آپ علوم کے اسرار و دقائق کے ماہر تھے اس لئے باقر لقب پڑا۔ اپنے عہد کے باقی ماندہ صحابہ مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اپنے والد ماجد امام زین العابدین وغیرہ سے احادیث سنیں اور ان سے اجلہ ائمہ محدثین نے روایت کی۔ مثلاً ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق، امام اعظم، امام ابن جریر، امام اعرج، امام عطاء، امام عمرو بن دینار، امام زہری وغیرہم لے

رافضیوں کے اعتقاد کے مطابق ائمہ اثنا عشریہ میں سے یہ پانچویں امام ہیں مگر یہ خود رافضیوں سے بیزار تھے۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرات شیخین حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سارے صحابہ سے افضل تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ اہل بیت کا ہر فرد ان بزرگوں سے محبت رکھتا تھا۔ ۳

حضرت عروہ بن عبد اللہ نے ان سے دریافت کیا کہ چاندی سے تلوار کے مزین کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، جائز ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار کو مزین کیا تھا۔ حضرت عروہ نے پوچھا آپ انھیں صدیق کہتے ہیں یسنکر اپنی جگہ سے کودے اور قبلہ کو منہ کیا اور فرمایا، ہاں صدیق ہاں صدیق ہیں۔ جو انھیں صدیق نہ کہے تو اللہ اس کی کوئی بات دنیا اور آخرت میں سچی نہ کرے۔ ایک دفعہ جابر جعفی سے کہا اے جابر! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق میں کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ لوگ ہمارے محب ہیں۔ اور حضرت ابو بکر و عمر کو برا کہتے ہیں۔ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس کا حکم دیا ہے تم انھیں میرا پیغام پہنچا دو۔ میں ان سے بیزار ہوں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر مجھ کو حکومت مل جائے تو میں انھیں قتل کر کے اللہ عز و جل کی قربت حاصل کروں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ملے اگر میں ان دونوں کے لئے دعا، استغفار و رحمت نہ کرتا ہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مرتبے اور افضلیت سے غافل ہیں، ان سے جا کے کہہ دو جو ابو بکر و عمر سے بیزار ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ ۴

علم تفسیر، حدیث، فقہ سب میں یگانہ عصر تھے۔ ان علوم میں آپ کے مہر العقول ارشادات بے شمار منقول ہیں اسی طرح حکماء، مقولے بھی مثلاً سلاح المؤمن قبح الکلام، کینوں کا ہتھیار بد کلامی ہے۔ لکل شیء آفة و آفة العلم النسیان، ہر شے کی کچھ نہ کچھ آفت ہے اور علم کی آفت نسیان ہے۔ ایاک والکسل والفجر فانهما مفتاح کل خبیثۃ انک اذا کسلت لم تود حقاً۔

ت (۳۵)

وَعَصْرَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِثَرَّةٍ فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پھنسی کو دبایا اس میں سے خون نکلا اور وضو نہیں کیا

ت (۳۶)

وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى دَمًا فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خون تھوکا اور نماز بدستور پڑھتے رہے

وان فحسرت لم يصبر على حق - سستی اور بے قراری سے بچو۔ یہ دونوں ہر برائی کی کنجی ہیں۔ جب تم سستی کرو گے تو کوئی حق ادا نہ کر پاؤ گے اور جب بے قرار ہوؤ گے تو اپنی حق تلفی پر صبر نہ کر پاؤ گے ۷

حضرت امام بخاری کو اس مسئلے میں جب کوئی حدیث نہیں ملی تو اقوال تابعین کو دلیل میں پیش فرمایا، اس سلسلے کی پوری بحث گزر چکی۔ رہ گئے تابعین کے اقوال تو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تابعی ہیں، انھوں نے فرمایا، تابعین بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں۔ وہ ہم سے مزاحمت کرتے ہیں ہم ان سے مزاحمت کرتے ہیں اس لئے اختلاف کے وقت کسی تابعی کا قول احناف کے نزدیک حجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ احادیث متعارض ہوں اور اگر کسی صاحب کو ضد ہو کہ تابعین کا قول بھی حجت ہے تو سنئے کثیر صحابہ کرام اور اجلہ تابعین کا یہی مذہب ہے کہ دم سائل سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

تشریح (۳۵)

آویل | اس کی تاویل ہے کہ یہ خون سائل نہ تھا۔ اخاف دم سائل کو ناقض مانتے ہیں۔

تشریح (۳۶)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ کا نام علقمہ ہے اور والد ماجد کا نام حارث ہے۔ باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں ان کے مشاہد میں سب سے پہلا بیعت رضوان ہے۔ اس کے بعد تمام مشاہد میں شریک رہے۔ اخیر میں کوفہ آئے تھے۔ یہی وہ صحابی ہیں جن کا کوفہ میں سب سے اخیر میں وصال ہوا۔ یعنی کم از کم ۷۰ھ میں۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے اور ان سے احادیث سنیں ان میں سے یہ بھی ہیں جس کی تفصیلی بحث مقدمہ میں گزر چکی۔

آویل | اگر تھوک میں خون نکلا اور تھوک غالب ہے تو وضو نہیں ٹوٹا۔ اگر خون غالب ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔ غلبے کی شناخت یہ ہے کہ اگر تھوک کا رنگ زرد ہے تو تھوک غالب ہے۔ اور اگر سرخ ہے تو خون۔ اس کا احتمال ہے کہ حضرت

لہ ابن ابی شیبہ، ۷ البدایہ والنہایہ ص ۳۱

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنْ اِحْتَجَمَ لَيْسَ عَلَيْهِ اِلَّا غَسْلُ مُحَاجِمِهِ

حضرت ابن عمر اور امام حسن نے فرمایا، جو سینگی لگوائے وہ صرف اتنی جگہ دھوے جہاں سینگی لگی ہے

حدیث ۱۳۳

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ

فرمایا بندہ اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک مسجد میں بیٹھا نماز کا انتظار کرتا ہے

مَا لَمْ يَحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجِمْنِي مَا لِحَدَثٍ يَا ابا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ

جب تک کہ حدت نہ کرے۔ ایک عجمی نے پوچھا اے ابو ہریرہ حدت کیا ہے فرمایا آواز

يَعْنِي الضَّرْطَةَ

کیساتھ ہوا خارج کرنا

ابن ابی اوفی نے جو خون تھوکا تھا وہ مغلوب رہا ہو۔ اس پر تھوک غالب ہو۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

تشریح ۳۷

تأویل اس کی بھی تاویل وہی ہے کہ احناف کے یہاں جب خون اتنا نکلے کہ بہکروہاں پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے تو ناقض وضو ہے۔ ان دونوں حضرات کا فتویٰ اس صورت میں ہے کہ خون اتنا نہ نکلا ہو جو سائل ہو صرف جہاں پھینکا لگوا یا ہے وہیں چمک کر رہ گیا ہو۔ اس لئے صرف ان جگہوں کے دھونے کا حکم دیا۔

تشریح ۱۳۳

(۱) حدت نام ہے ہر ناقض وضو کو کہتے ہیں، مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ایک حدت کو بیان فرمایا۔ یہ اس وجہ سے کہ مسجد میں جو حدت ہو سکتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ہی ہو سکتا ہے۔

لے ابن ابی شیبہ۔

حدیث حکم المذی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ

حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا، حضرت علی نے فرمایا مجھے مذی بہت نکلتی تھی اس کے بارے میں

(۲) اس حدیث سے نماز کے انتظار کی فضیلت ثابت ہوئی، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ عبادت کا انتظار بھی عبادت ہے۔
(۳) حدیث میں لفظ "مسجد" وارد ہے۔ اس سے اس کے شرعی عرفی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور لغوی بھی۔ کوئی کہیں بھی نماز پڑھے اور بیٹھا ہو اور دوسری نماز کا انتظار کرے تو امید ہے کہ اسے بھی یہ اجر ملے گا اگرچہ وہ جگہ مسجد نہ ہو۔

تشریحات

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابن عمرو بن ثعلبہ بہرانی، کندی، اپنے نسب کے اعتبار سے بہرانی ہیں مگر کندی سے مشہور ہیں۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان سے اپنے قبیلہ بہرا میں ایک قتل ہو گیا تھا۔ یہ بھاگ کر کندی میں آئے ان کے حلیف بن گئے۔ پھر یہاں بھی ایک قتل کر ڈالا تو بھاگ کر مکہ آئے اور اسود بن عبد یغوث سے عقد میثاق کر لیا۔ ان کو چونکہ اسود نے متبنی بنایا تھا یا یہ کہ ان کی ماں نے اسود سے شادی کر لی تھی، ان کو ابن اسود کہا جانے لگا۔ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ تمام مشاہد میں شامل رہے۔ غزوہ بدر میں یہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما صرف دو ہی سوار تھے مدینہ طیبہ سے دس میل کی دوری پر ایک مقام جرف نامی ہے۔ یہیں ۳۳ھ میں وصال فرمایا ان کا جنازہ مبارکہ مدینہ طیبہ لایا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، وصال کے وقت ستر سال کی عمر تھی۔ ان سے بیالیس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ایک متفق علیہ ہے اور تین افراد مسلم سے ہیں۔

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ تابعی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام "خولہ بنت جعفر" ہے۔ جو مشہور حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ یہ پیامہ کے مشہور قبیلہ بنی حنیف کی چشم و چراغ تھیں اس لئے ان کو حنفیہ کہا جاتا ہے۔ جنگ یمامہ کی قیدی مستورات میں سے تھیں۔ جو حضرت علی کے حصہ میں آئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حنفیہ سند یہ خاتون تھیں جو بنی حنیف کی باندی تھیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی بشارت بھی دی تھی اور اپنا نام نامی اور کنیت بھی عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ کتاب العلم میں گزر چکا۔

یہ علم و فضل کے ساتھ ساتھ بہت قوی اور طاقتور تھے۔ ایک بار حضرت علی نے ایک زرہ دی کہ یہ اتنی بڑی ہے اس کی کڑیاں نکال کر ٹھیک کر دو۔ انھوں نے ہاتھ سے پکڑ کر اتنا حصہ پھاڑ ڈالا۔ ایک بار قیصر روم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اپنے یہاں کے بہت بڑے پہلوان کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ حضرت معاویہ نے حضرت

اَنْ اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم فَامَرْتُ الْمِقْدَادَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں مجھے شرم آئی میں نے مقداد

بْنِ الْاَسْوَدِ فَسْأَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ

بن اسود سے کہا انھوں نے پوچھا تو فرمایا اس میں وضو ہے

محمد بن حنفیہ کو مقابلے میں پیش کیا۔ انھوں نے اس رومی سے کہا۔ اگر تم چاہو تو بیٹھو میں تم کو کھڑا کر دوں یا تم مجھے بیٹھا دو۔ رومی بیٹھ گیا، انھوں نے اسے کھڑا کر دیا۔ مگر وہ انھیں بیٹھانہ سکا۔ پھر حضرت محمد بن حنفیہ بیٹھ گئے اور اسے کھڑا کیا اور فرمایا تو مجھے کھڑا کر دے یا میں تجھے بیٹھا دوں۔ وہ انھیں کھڑا نہ کر سکا مگر انھوں نے اسے بیٹھا دیا۔ جنگ صفین میں حضرت علی کا جھنڈا انھیں کے ہاتھ میں تھا، اسی معرکہ میں مروان ان کے ہاتھ آگیا تھا۔ اُسے پچھاڑ کر اس کے سینے پر بیٹھ کر ذبح کر دیں مگر ان سے بڑی لجاجت کے ساتھ قسم دی تو چھوڑ دیا۔ کاش کہ اس مکار کے فریب میں نہ آتے تو آج دنیا کے اسلام کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ انھیں کی اجازت سے مختار کذاب نے انتقام حسنین کا پروپیگنڈا کر کے جمعیت اکٹھا کی تھی۔

حسرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں دو سال باقی تھے کہ یہ پیدا ہوئے اور پہلی محرم ۸۴ھ یا ۸۵ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی جو اس وقت مدینہ طیبہ کے والی تھے جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۷۷ھ

روافض کا ایک فرقہ کیسیسانیہ ہے جو انھیں امام برحق مانتا ہے۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہ زندہ جبل رضوی میں اپنے مخلص چالیس اصحاب کے ساتھ چھپے ہوئے ہیں۔ یہی ہمدی منتظر ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ کیسیسان مختار کذاب کا لقب ہے۔ رضوی جہینہ کے پہاڑ کو کہتے ہیں۔

تکمیل | یہ حدیث مختلف طریقے سے مختلف الفاظ و معانی کے ساتھ مروی ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے مقداد کو بھیجا، انھوں نے پوچھا تو حضور نے فرمایا، وضو کرو اور شرمگاہ دھو لو۔ نسائی میں ہے کہ میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے کہا۔ ترمذی میں ہے کہ میں نے خود پوچھا تو فرمایا مذی سے وضو ہے، منی سے غسل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی جس سے میں غسل کیا کرتا تھا۔ غسل کرتے کرتے میری بیٹھ ٹوٹ گئی۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لے ایضاً۔ کتاب العلم۔ من استحی فامر غیرہ بالسؤال ص ۲۴۔ کتاب الغسل۔ غسل المدی والوضوء فیہ ص ۴۴۔ مسلم کتاب الحیض ص ۵۸ کتاب الطہارۃ ص ۵۷۔ نسائی طہارۃ ص ۱۱۱۔ سند امام احمد۔

۷۷ یہ تفصیلات و فیات الاعیان جلد چہارم ص ۱۶۹ سے لی گئیں ہیں۔

حدیث اذا جامع ولم یمن یتوضا (۱۳۵)

اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَأَلَ عُمَانَ بْنَ عَفَّانٍ قُلْتَ ارَأَيْتَ اِذَا جَامَعَ

زید بن خالد سے مروی کہ انھوں نے عثمان بن عفان سے پوچھا آپ جانتے ہیں۔ جب کوئی جماع کرے اور منی نہ نکلے

سے اس کو ذکر کیا تو فرمایا غسل مت کر۔ مذی دیکھو تو اپنے عضو تناسل کو دھو لو اور نماز جیسا وضو کرو۔ جب پانی (منی) نکلے تو غسل کرو۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ مجھے حضور سے سوال کرتے ہوئے شرم آئی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میری زوجیت میں تھیں۔ میں نے عمار سے کہا انھوں نے پوچھا۔ طحاوی میں بھی حضرت عمار ہی کے بارے میں ہے کہ انھیں سے پوچھنے کو کہا تھا۔

تمام روایات کے آخر کا مضمون ایک ہی الفاظ مختلف ہیں۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ مذی ناقض وضو ہے۔ اور بعض بعض میں یہ تصریح ہے کہ عضو تناسل کو بھی دھویا جائے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نجس ہے۔ البتہ میں تعارض ہیں۔ ان سب میں تطبیق یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مقدار کو بھی بھیجا ہو اور حضرت عمار کو بھی۔ دونوں جب دریافت کرنے حاضر ہوئے تو یہ بھی ساتھ گئے۔ ان لوگوں نے پوچھنے میں دیر کی تو انھوں نے ان دونوں میں سے کسی سے پھر وہاں بھی کہا، چونکہ سوال ان کی فرمائش پر ہوا تھا تو اس کو کبھی اس سے تعبیر فرما دیا کہ میں نے پوچھا۔ یعنی بواسطہ۔

مسائل (۱) اس پر اجماع ہے کہ مذی ناقض وضو ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مذی ناپاک ہے (۲) اس سے ثابت ہوا کہ اپنے خسر سے اپنی زوجہ کے خاص تعلقات سے متعلق باتوں کو نہ کہا جائے۔ (۳) احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مذی سے مطلقاً وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ اپنی زوجہ سے ملاعبت کی وقت نکلے خواہ بغیر ملاعبت کے کسی وجہ سے یا بلا وجہ نکلے۔ مگر مالکیہ فرماتے ہیں کہ مذی سے وضو اسی وقت ٹوٹتا ہے جبکہ اپنی زوجہ سے ملاعبت کی وجہ سے نکلے ورنہ نہیں۔ امام قاضی عیاض نے اسکی دلیل میں مؤطا کی وہ روایت پیش کی جس میں یہ ہے کہ حضرت علی نے یہ پوچھنے کیلئے فرمایا تھا کہ مرد جب اہل سے قریب ہو اور مذی نکل آئے تو کیا ہے۔ اس لئے حکم اسی صورت کیساتھ خاص ہوگا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت علی نے اس مخصوص صورت کے بارے میں سوال کرنے کا حکم دیا تھا مگر حضرت مقدار کا سوال اس خاص صورت کیساتھ نہیں۔ انھوں نے مطلقاً مذی کے بارے میں پوچھا۔ جیسا کہ صحاح کی روایات میں اسلئے جواب بھی مطلق رہیگا۔ علاوہ ازیں اعتبار خصوص مورد کا نہیں عموم لفظ کا ہوتا ہے اور لفظ عام ہوا سلسلے خروج مذی کی ہر صورت کو عام ہوگا۔

تشریحات (۱۳۵)

زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قبیلہ جہینہ کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی کینت ابو طلحہ یا ابو عبد الرحمن یا ابو زرعہ ہے۔ یوم فتح میں قبیلہ بنی جہینہ کا جھنڈا انھیں کو عطا ہوا تھا۔ کوفے میں جا بسے تھے۔ وہیں شہدہ میں وصال ہوا وہیں مدفون ہیں۔

وَلَمْ يَمِنْ، قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ

(تو کیا کرے) عثمان نے فرمایا نماز کے لئے جیسا وضو کرتا ہے ویسا ہی وضو کرے اور عضو تناسل دھو لے

قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر

فَسَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَابْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ

میں نے (زید بن خالد نے) حضرت علی حضرت زبیر حضرت طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

تَعَالَى عَنْهُمْ فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ لَمْ

تعالیٰ عنہم سے پوچھا تو سب نے یہی حکم دیا۔

حدیث اذا قحطت فعليك الوضوء (۱۳۶)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ

وسلم نے ایک انصاری کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے اور انکے سر سے پانی ٹپک رہا تھا

کے وقت عمر مبارک پچاسی سال کی تھی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ میں وصال ہوا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں۔ ان سے اکاسی حدیثیں مروی ہیں۔ پانچ بخاری نے ذکر کی ہیں۔

مسائل | اس حدیث سے ثابت ہوا۔ مذی ناقض وضو ہے اگرچہ مذی کے نکلنے کا صراحۃً ذکر نہیں مگر جو صورت مذکور ہے اسے خروج مذی لازم ہے۔

تشریحات (۱۳۶)

مسائل | یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ التقاء ختائین کے بعد بھی غسل واجب نہیں جب تک کہ انزال نہ ہو۔ ابتداءً اسلام میں یہی تھا۔ بعد میں صرف التقاء ختائین سے غسل واجب ہوئے کا حکم ہو گیا۔ تفصیل کتاب الغسل میں آئے گی۔

باب مطابقت | امام بخاری نے باب یہ باندھا تھا کہ جو صرف سبیلین سے نکلی ہوئی چیز سے وضو جانتا ہے اس کے دو جزو ہیں۔ سبیلین سے نکلی ہوئی چیزیں ناقض وضو ہیں۔ جو چیز سبیلین سے نکلی ہوئی نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں۔ اس کے

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا عَجَلْنَاكَ فَقَالَ نَعَمْ

اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے تم کو جلدی میں ڈال دیا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَلْتَ أَوْ قَحِطْتَ

انہوں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا جب تم جلدی میں ڈال دے جاؤ یا منی رگ جائے

فَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ

تو تم پر وضو ہے

حدیث المسح علی الخفین (۱۳۷)

عَنِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ

بھی دو جڑ رہیں۔ ایک یہ کہ سبیلین کے علاوہ کہیں سے نکلی ہوئی کوئی چیز ناقض وضو نہیں، جیسے خون پیپ وغیرہ
دوسرے یہ کہ جو بدن کے کسی حصے سے خارج نہ ہو وہ ناقض وضو نہیں، مثلاً نیند، قہقہہ۔

پہلے جڑ کے اثبات میں امام بخاری نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، اتنی مطابقت کافی ہے۔ بقیہ دو جڑ پر امام بخاری
کو کوئی حدیث اس لائق نہیں ملی جسے یہاں درج فرماتے۔ ان دونوں جڑ پر اقوال صحابہ سے استدلال فرمایا۔ بلکہ اقوال تابعین
سے بھی۔ وہ بھی تعلیقات بھی از روئے اسناد ان کے معیار سے نیچے درجے کی ہیں، ورنہ ان کو مستحب بیان
وہ لوگ جو احناف پر اس لئے طنز کرتے ہیں کہ ہم اقوال رجال کو دلیل بناتے ہیں وہ امام بخاری کے اس طریقے سے
سبق سیکھیں جہاں ان کو ان کے معیار کے لائق کوئی حدیث نہیں ملی وہاں انہوں نے بھی اقوال رجال ہی کو دلیل بنایا ہے۔

تشریحات (۱۳۷)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ یقینی بزرگ ہیں، غزوہ خندق کے بن مدینہ حبیبہ حاضر ہو کر شرف اسباب
ہوئے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہدین شریک رہے، نہایت زیرک ہوشیار آدمی تھے۔ قبصہ بن جابر نے کہا اگر کسی شہر
کے اسی دروازے ہوں اور ہر دروازے سے داخلے کے لئے چیلے کی ضرورت ہو تو مغیرہ ہر دروازے سے داخل ہو سکتے ہیں۔
مشہور ہے عرب کے چالاک چار ہیں، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ، زیاد بن ابیہ۔

حضرت علی مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ حضرت معاویہ کو معزول کر دیں تو انہوں نے سیدھے

لے سلم، طسارۃ، ابن ابیہ۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَّ اَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَهُ وَاَنَّ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے حضور اپنی ایک حاجت کیلئے گئے

خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت علی کو مشورہ دیا کہ آپ کو فنے کا طلحہ بن عبید کو اور بصرے کا زبیر بن عوام کو والی بنا دیجئے اور معاویہ کو شام پر بدستور والی رہنے دیں۔ جب آپ کی خلافت مستقر ہو جائے تو پھر معاویہ کے بارے میں جو چاہیں کریں۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ طلحہ اور زبیر کے بارے میں غور کروں گا لیکن معاویہ کو شام پر نہیں رکھوں گا جب تک وہ اپنے حال پر رہے گا۔

حضرت امام حسن نے بھی حضرت مغیرہ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت علی سے عرض بھی کیا مگر حضرت علی نہیں مانے لے

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے اس وقت جو صورت حال تھی اس کے پیش نظر یہ مشورہ بہت ہی مفید تھا۔ کاش کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے قبول فرما لیتے تو آج اسلام ہی نہیں دنیا کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔ اس مشورہ کے قبول نہ فرمانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کا وہ خونی معرکہ پیش آیا جس میں پینتالیس ہزار مسلمان مارے گئے جو پوری دنیا فتح کرنے کے لئے کافی تھے۔

ان کی ذہانت کا ایک واقعہ اصابہ میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بحرین کا عامل بنایا تھا مگر وہاں کے باشندوں نے انھیں ناپسند کر دیا اور شکایت کر دی۔ حضرت عمر نے انھیں معزول کر دیا، مگر چونکہ شکایتیں غلط تھیں بحرین والوں کو خطرہ ہوا کہ کہیں حضرت عمر انھیں کو پھر نہ بھیج دیں تو انھوں نے چندہ کر کے ایک لاکھ جمع کیا اور ایک کاشتکار اسے لے کر حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، خیانت کر کے مغیرہ نے ہمارے پاس اس کو امانت رکھا تھا حضرت عمر نے حضرت مغیرہ کو بلایا۔ ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کیا، یہ کم لایا ہے، میں نے دو لاکھ جمع کر کے اس کے پاس امانت رکھی تھی۔ یہ سننے ہی کاشتکار کے ہاتھ سے تھیلی گر پڑی، اس سے حضرت عمر سمجھ گئے کہ معاملہ کچھ اور ہے۔ جب اس کاشتکار سے سختی سے پوچھا قسم دلانے کی بات کی تو اقرار کیا کہ قصہ یہ تھا۔

حضرت مغیرہ ایران اور شام کے معرکوں میں شریک ہوئے، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیسہ کے معرکے سے قبل، افواج ایران کے سپہ سالار ”رستم“ کے پاس جو سفارت بھیجی تھی اس میں ایک یہ بھی تھے۔ شام کے سب سے بڑے اور فیصلہ کن معرکے ”یرموک“ میں بھی شریک تھے۔ اسی معرکے میں ایک لاکھ جاتی رہی۔

لہ الاستیعاب ذکر مغیرہ بن شعبہ۔

الْمَغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فغَسَلَ وَجْهَهُ

اور مغیرہ حضور کے اعضاء پر پانی ڈالنے لگے اور حضور وضو فرما رہے تھے حضور نے اپنے چہرے

وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ

اور ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر اور موزوں پر مسح فرمایا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پہلے بصرے کا پھر کوفے کا والی بنایا۔ اسی پر رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان نے انھیں معزول فرمایا۔ پھر حضرت معاویہ نے انھیں کوفے پر مقرر فرمایا اور اسی منصب پر رہتے ہوئے اسی کوفے میں وصال فرمایا۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے جھگڑے میں الگ رہے۔ دونوں طرف تکم کے فیصلہ کے وقت وہ تہ الجند بھی گئے مگر حضرت معاویہ کی بیعت اس وقت کی جب حضرت امام حسن نے انھیں خلافت سپرد فرمادی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کینت ابو عیسیٰ رکھی تھی۔ ایک بار حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے جب اذن طلب کیا تو حضرت عمر نے پوچھا کون؟ عرض کیا، ابو عیسیٰ۔ حضرت عمر نے فرمایا کون ابو عیسیٰ؟ عرض کیا، مغیرہ بن شعبہ۔ فرمایا، عیسیٰ کے باپ کہاں تھے؟ فرمایا اب تمھاری کینت ابو عبد اللہ رہے گی۔ یہی مشہور ہوئی۔ شہدہ میں وصال ہوا۔

تکمیل | مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں نماز فجر سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دریافت فرمایا، تمھارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں ہے، یہ سنکر حضور سواری سے اترے، مجھ سے فرمایا، چھاگل لیکر آؤ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں قضاء حاجت کے لئے اتنی دور گئے کہ چھپ گئے۔ فارغ ہو کر جب واپس آئے تو میں نے پانی ڈالا، حضور نے وضو فرمایا۔ حضور اس وقت تنگ آستین کا شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھ دھونے کے لئے آستین چڑھانا چاہا تو آستین چڑھ نہ سکی اس لئے جبے کی آستین نکالی اور جبے کو کاٹ دیا۔ پھر پیشانی یعنی سر کے اگلے حصے اور عملے پر مسح فرمایا۔ میں نے چاہا کہ موزوں کو پاؤں سے نکال دوں تو فرمایا رہے دو میں نے اسے وضو پر بہنا ہے حضور نے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضور بھی سوار ہوئے اور میں بھی جب لشکر میں پہنچے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ عبد الرحمن بن عوف کو لوگوں نے امام بنالیا تھا، میں نے چاہا کہ انھیں پیچھے کر کے صف میں کر دوں مگر حضور نے منع فرمادیا۔ خود عبد الرحمن کو جب

۱۔ ایضاً۔ ۱۔ المسح علی الخفین جلد ۱ ص ۳۳۔ کتاب الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ فی الجبۃ الشامیہ جلد ۱ ص ۵۵۔ الصلوٰۃ فی الخفاف جلد ۱ ص ۵۶۔ کتاب الجہاد۔ الجبۃ فی السفر والحرب جلد ۲ ص ۵۵۔ کتاب المغازی باب کتاب اللباس جلد ۱۔ لبس جبۃ الصوف فی الفترۃ جلد ۲ ص ۸۶۔ مسلم طہارۃ جلد ۱ ص ۱۳۳-۱۳۴۔ الصلوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۰۔ ابوداؤد طہارۃ باب مسح علی الخفین ص ۲۳۔ نسائی باب مسح علی العمامۃ مع الناصیۃ ص ۲۹۔ باب کیف المسح علی العمامۃ ص ۳۰۔ ابن ماجہ۔ باب ماجاء فی المسح علی الخفین ص ۴۲۔

یہ احساس ہوا کہ حضور آگے تو پیچھے ہو جانا چاہا مگر حضور نے اشارے سے انھیں بھی روک دیا۔ یہ فجر کی نماز تھی ایک رکعت ہو چکی تھی۔ حضور بھی شریک جماعت ہو گئے اور میں بھی۔ جب عبد الرحمن نے سلام پھیرا تو چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنے کے لئے حضور کھڑے ہو گئے لوگوں نے جب حضور کو دیکھا تو گھبرائے اور بار بار تسبیح پڑھنے لگے حضور جب نماز پوری کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم لوگوں نے اچھا کیا کہ وقت پر نماز پڑھ لی۔ لے

اس پر امام بخاری نے یہ ”باب“ باندھا ہے۔ کوئی اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔ اس کے ثبوت میں پہلے حدیث ”سامرہ الی حدیث“ ذکر کی جس میں یہاں یہ زائد ہے کہ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے پانی ڈالنا شروع کیا اور حضور وضو فرماتے رہے۔ اور یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ نے ذکر کی ہے اس میں بھی وہی ہے کہ حضرت مغیرہ پانی ڈالتے رہے اور حضور وضو فرماتے رہے۔

ثبوت باب | وضو میں اعانت کی تین صورتیں ہیں۔ ایک پانی لا کر پیش کرنا، آئیں ادنیٰ سی کراہت نہیں۔ دوسرے پانی ڈالنا یہ اُمت کے لئے مکروہ تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ۔ حضور اقدس علیہ السلام کے لئے نہیں، اس لئے کہ حضور شارع ہیں۔ بہت سے افعال حضور بیان جواز کے لئے کرتے اگرچہ وہ فی نفسہ خلاف اولیٰ ہوں۔ تیسرے یہ کہ کوئی پانی بھی ڈالے اور اعضائے وضو بھی دھوئے یا صرف اعضائے وضو ہی دھوئے، یہ ممنوع ہے۔ اگر وضو کرنے والا معذور نہیں۔ اگر معذور ہے تو کراہت نہیں۔

امام بخاری نے باب میں ”یُوضَّی“ فرمایا ہے۔ جو تینوں صورتوں کو عام ہے۔ اور باب کے تحت مذکور حدیثوں میں اعانت کی صرف دوسری صورت بیان کی گئی ہے۔ حضرت اسامہ اور حضرت مغیرہ نے صرف پانی ڈالا تھا۔ اعضائے وضو نہیں دھوئے تھے۔ اس سے اعانت کی پہلی صورت کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ جب پانی ڈالنا جائز تو وضع کے لئے پانی لانا بدرجہ اولیٰ جائز۔ مگر تیسری صورت کا جواز ثابت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پانی ڈالنا بھی اعانت ہے اور اعضا کا دھونا بھی اعانت۔ جب اعانت ثابت تو اس کے تمام افراد بھی ثابت۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوتا کہ ان حدیثوں میں مطلق اعانت مذکور ہوتی۔ ان حدیثوں میں مخصوص اعانت مذکور ہے اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ حکم تمام افراد کو عام ہو۔

غایت باب | وضو بہ نیت قربت عبادت ہے اور عبادت کی ادائیگی میں کسی سے اعانت ممنوع اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کو بیان کیا جائے کہ وضو اس سے من وجہ مستثنیٰ ہے۔

ان دو حدیثوں کے علاوہ اس بارے میں اور بھی احادیث وارد ہیں۔ ابن ماجہ میں رُبیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا

سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے خدمت اقدس میں وضو کا برتن حاضر کیا تو حکم دیا کہ پانی ڈالو۔ تو میں نے ڈالا۔ نیز اسی میں، صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سفر اور حضور و نون میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کرتے وقت پانی ڈالا ہے۔ نیز اسی میں یہ بھی ہے کہ حضرت سیدہ رقیہ کی باندی، اُمّ عیاش کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کراتی، میں کھڑی رہتی اور حضور بیٹھے رہتے۔

صحابہ کرام میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت عمر کے ساتھ حج کیا۔ میں نے چھانگل سے ان پر پانی ڈالا تو انھوں نے وضو فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ جب یہ وضو کرتے تو عبدالرحمن بن ابی بکر اور ضحاک بن مزاحم لوٹے سے پانی ڈالتے۔

چوتھائی سر کا مسح | اس حدیث میں مسلم کی روایت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "ناصبہ" پر بھی مسح فرمایا۔ ناصبہ سر کے اگلے چوتھائی حصے کو کہتے ہیں۔ اور وہاں کے بال کو بھی۔ قرآن مجید میں ہے۔

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِبَةِ نَاصِبَةٍ كَازِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝

ہم ضرور اسکی پیشانی کا بال پکڑ کر گھسیٹینگے جھوٹی خطا کا پیشانی۔

ناصبہ کو فارسی میں پیشانی بھی کہتے ہیں مگر اردو میں پیشانی چہرے کے اس اوپر والے حصے کو کہتے ہیں جو بال کے نیچے اور بھوؤں کے اوپر ہے۔ اس لئے ناصبہ کا ترجمہ پیشانی سنکر لوگ گھبرا جاتے ہیں کہ پیشانی پر مسح کے کیا معنی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سر کے چوتھائی حصے کا مسح وضو صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔ یہ فرض ہے۔ سنت پورے سر کا مسح ہے۔

بعض طرق میں "و علی عمامتہ" بھی ہے کہ حضور نے پیشانی اور عمامے پر مسح فرمایا بعض لوگوں نے اس کی یہ توجیہ کی کہ حضرت کو دیکھنے میں کچھ تسامح ہوا حضور نے سر کے مسح کے لئے عمامے کو سر کا یا ہوگا مسح کے بعد عمامے کو درست کرنے میں ہاتھ عمامے پر لگایا ہوگا۔ اور اس کو انھوں نے مسح سمجھ لیا۔ یہ توجیہ باطل ہے اس لئے کہ پھر احادیث سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لئے کہ جب یہ ایک جگہ مان لیا کہ صحابہ کا حق دیکھے بغیر روایت کر دیتے ہیں تو ہر حدیث میں یہ شبہ پیدا ہو جائے گا کہ ہو سکتا ہے صحابی نے اچھی طرح نہ دیکھا ہو جو انکی سمجھ میں آیا روایت کر دیا۔ صحیح یہ ہے کہ واقعی حضور نے عمامے ہی پر مسح فرمایا تھا مگر جبکہ چوتھائی سر کا مسح کر لیا تھا۔ تو کوئی حرج نہیں۔

صرف عمامے پر مسح کافی نہیں۔ خوف، شوافع اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ سر پر مسح کے بغیر عمامے یا ٹوپی پر مسح کافی نہیں۔ اس لئے قرآن کریم میں سر کے مسح کا حکم ہے۔ اور عمامے اور ٹوپی پر مسح سر کا مسح نہیں۔ نیز کسی حدیث

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ لَاِبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَامِ

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا، حمام میں قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

میں یہ وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف عمامے پر مسح فرمایا ہو اور سر پہ نہ کیا ہو۔ البتہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف عمامے پر مسح کافی ہے۔

شواہد کا استدلال | ہمارا اور شواہد کا اس پر اتفاق ہے کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں۔ اختلاف اس میں ہے اور جواب کہ ہمارے یہاں چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ اس سے کم کافی نہیں۔ اور امام شافعی

فرماتے ہیں کہ سر کے تھوڑے سے بھی حصے کا مسح کافی ہے اگرچہ ایک دو بال ہی کا ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ناصیہ پیشانی سر کا بعض ہے۔ اور بعض جیسے چوتھائی ہے ویسے ہی اس سے کم بھی۔ ہم یہ کہتے ہیں عبادات کی مقدار پر غیر قیاسی ہیں۔ شائع علیہ السلام نے جس کی جو مقدار بتائی ہے اس میں کمی سے وہ وظیفہ ادا نہ ہوگا۔ ناصیہ سے کم کی کوئی روایت نہیں اس لئے ”ناصیہ“ سے کم مسح کرنے سے وضو نہ ہوگا۔

مسائل | اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے۔ بزرگوں سے جہاں تک ہو قریب رہنا چاہئے۔ تاکہ اگر انہیں ضرورت ہو تو تم سے مدد لے لیں، خصوصاً سفر میں بزرگوں کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بزرگ جو بھی حکم دیں اسکی تعمیل سعادت جاننا چاہئے۔ چھوٹے بزرگوں کے حکم کے بغیر بھی ان کی خدمت میں سبقت کریں۔ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ موزوں پر مسح جائز ہے۔ نماز میں امتی، نبی کا امام ہو سکتا ہے۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت درست ہے۔ جب سب نمازی جمع ہو جائیں اور جماعت کا مقررہ وقت ہو جائے اور امام نہ پہنچے تو قوم کسی کو امام بنا سکتی ہے۔ یہ حکم صرف نماز پنجگانہ کیلئے ہے۔ جمعہ وعیدین کی نماز امام مقرر ہی پڑھائے یا پھر اس کا ماذون۔ جمعہ وعیدین کے اماموں پر لازم ہے کہ وہ جب کہیں جائیں تو کسی کو امام مقرر نہ جائیں۔

باب کی توضیح | امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے۔ قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ۔ غیرہ

میں دو روایت ہے۔ رار کو ضمہ اور کسرہ۔ رار کا ضمہ اس تقدیر پر ہے کہ اس کا عطف قراءۃ پر ہے۔ اور باب کو یا تو ساکن پڑھیں یا ضمہ کے ساتھ۔ اسے مابعد کی جانب مضاف نہ مائیں تو اب باب کا مطلب یہ ہوا۔ حدث کے بعد قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کا بیان۔ وغیرہ میں قرآن مجید کا چھونا، لکھنا بھی داخل ہے اور

وَيَكْتُبُ الرِّسَالَةَ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ

اور بغیر وضو خط لکھ سکتا ہے

دیگر اذکار تسبیح، تہلیل، درود شریف وغیرہ بھی۔ اصل یہ ہوا کہ حالت حدیث میں تمام اذکار حتیٰ کہ قرآن مجید کی تلاوت اس کا چھونا اس کا لکھنا بھی جائز ہے۔

غیرہ کی راہ کو کسرہ پڑھنے کی صورت میں باب کو مابعد کی طرف مضاف ماننا پڑیگا۔ اب تین احتمالات ہیں۔ اول یہ کہ غیرہ کا عطف قراءت پر مانیں۔ اس کا حاصل یہی گزشتہ صورت ہے۔ یعنی حدیث کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ جائز ہے۔ دوم اسے قرآن پر معطوف مانیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حدیث کی حالت میں قرآن وغیرہ کا پڑھنا، مثلاً وہی تسبیح، تہلیل، درود شریف۔ اس صورت میں قرآن مجید کا چھونا، لکھنا داخل نہ ہوگا۔ سوم اسے حدیث پر معطوف مانیں۔ اب معنی یہ ہوئے، قرآن مجید کی تلاوت حالت حدیث وغیرہ حدیث یعنی طہارت میں کرنا مقصود یہ ہوگا کہ ہر حالت میں قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے۔ حالت طہارت میں تو جائز ہی ہے۔ حالت حدیث میں بھی جائز ہے۔ عموم حالات کے افادے کے لئے ایسے جملے عرف میں شائع و ذائع ہیں جیسے قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا:۔

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا آل عمران (۴۶) گہوارے اور بچے عمر میں لوگوں سے بات کرے گا۔

بچے عمر میں تو سبھی بات کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ گہوارے میں بچے بات نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ مافوق الفطری قوت ہوگی کہ وہ گہوارے میں بھی بات کریں گے۔ اور بڑے ہونے کے بعد ادھیڑ عمر میں بھی۔ یعنی دونوں عمر میں بات کریں گے۔

اس تیسرے احتمال میں پھر دو شقیں ہیں۔ ایک یہ کہ حدیث سے مراد، حدیث اصغر ہو یعنی بے وضو ہونا۔ اور یہ ظاہر اس لئے کہ حدیث جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے ناقض وضو ہی مراد ہوتا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ با وضو، بے وضو ہر حالت میں تلاوت و ذکر جائز ہے، دوسری شق یہ کہ حدیث سے مراد، حدیث اکبر ہو یعنی جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے جیسے جنبی ہونا، حیض و نفاس کی حالت۔ اب مطلب یہ ہوا کہ پاک ہونے کی حالت کی طرح حالت جنابت وغیرہ میں بھی تلاوت و ذکر جائز ہے۔ بہت سے اسلاف کا یہ مذہب ہے۔ ہو سکتا ہے امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہو۔

(۳۹)

ت

وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِذَا رَفَسَ لَمْ يَأْتِ إِلَّا

اور امام حماد نے کہا، امام ابراہیم نے فرمایا۔ اگر وہ تہنہ باندھے ہوں تو سلام کرنا

فَلَا تُسَلِّمُ لَهُ

ورنہ مت کرنا

احکام | ہمارے مذہب میں جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کو نہ قرآن مجید کی تلاوت جائز نہ چھونا جائز نہ لکھنا جائز۔ دیگر اذکار کی اجازت ہے۔ اسی طرح انھیں لکھنے کی بھی۔ بے وضو کو قرآن مجید چھونا جائز نہیں، تلاوت جائز ہے۔ دیگر اذکار بھی جائز۔ اور لکھے ہوں تو ان کا چھونا بھی جائز اگرچہ بہتر یہ ہے کہ با وضو تلاوت اور ذکر کرے، قرآن مجید لکھنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں مکروہ نہیں۔ امام محمد نے فرمایا، مکروہ ہے دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ مکروہ تحریمی اور ناجائز نہیں مگر مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ ۷

باب مطابقت | حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ حمام میں قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حمام میں میٹھ اور جنبی دونوں جاتے ہیں تو ثابت کہ حدث اور جنابت کی حالت میں تلاوت جائز۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم نے کوئی تفصیل نہیں کی۔ اگر حدث اور جنبی کو تلاوت ممنوع ہوتی تو انھیں لازم تھا کہ اس کو ظاہر کر دیتے۔

حضرت ابراہیم کا دوسرا قول | انھیں منصور بن سعید نے حضرت ابراہیم کا دوسرا قول یہ نقل فرمایا کہ حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ عبد الرزاق کی روایت میں یہ ہے کہ منصور نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو فرمایا

حمام تلاوت کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے یہی امام اعظم کا قول ہے ۳ رہ گیا بے وضو خط لکھنا تو یہ بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ خط میں قرآن مجید کی آیت نہ ہو۔ اور اگر آیت ہو بھی تو حضرت ابراہیم نخعی کا مذہب یہی ہے کہ بے وضو قرآن مجید لکھنے میں حرج نہیں۔ اس زمانے میں عام دستور تھا کہ خطوط میں بسم اللہ ضرور لکھتے تھے، اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے تو ثابت کہ بے وضو قرآن مجید کی آیت لکھنی جائز۔

اقول :- بحث اس صورت میں ہے کہ قرآن مجید بہ نیت دعاء و شفاء نہ لکھی جائے اور اگر کوئی شخص قرآن مجید بہ نیت دعایا شفا پڑھے تلاوت کی نیت نہ ہو تو جنبی وغیرہ کو بھی پڑھنا جائز۔ پھر بے وضو بہ نیت دعایا شفا لکھنا کیوں ناجائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ خط میں بسم اللہ بہ نیت استفاح لکھا جاتا ہے اس لئے اس کے جواز سے مطلقاً قرآن مجید کے لکھنے کے جواز پر استدلال ساقط۔

(۴۸)

حدیث

قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم العشر الايات الخواتم من سؤال عمران بن بعد النبوة

اَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مِمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کریب نے کہا، مجھے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ممیمونہ

تشریحات (۳۹)

توجیہ و مطابقت | مطلب یہ ہے کہ حمام میں جو لوگ نہا رہے ہوں وہ اگر تہنہ باندھے نہا رہے ہوں تو ان کو سلام کی اجازت ہے، اگر ننگے ہوں تو اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ حالت گناہ میں ہیں۔ اس تعلق کو باب مناسبت یہ ہے کہ سلام از قبیل اذکار ہے، اور باب کا اخیر حصہ ”وغیرہ“ میں اذکار بھی شامل۔ اس طرح باب سے مطابق ہوگئی یا یہ کہا جائے کہ پہلی تعلق میں حمام کا ذکر تھا، اس کی مناسبت سے یہ تعلق ذکر کی۔

تشریحات (۱۳۸)

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ مگر یہاں جو روایت ہے اس میں دو باتوں کا اضافہ ہے۔ ایک یہ کہ بیدار ہونے کے بعد، خواتم آل عمران کی تلاوت کی۔ دوسرے، مع وتر، تیرہ رکعت پڑھیں۔ اس لئے ہم نے اسے اپنی طرز کے خلاف کر دیا ہے۔ تفسیر میں جلد ۲ صفحہ ۶۵ پر اتنا زائد ہے، کہ تھوڑی دیر اپنی اہلیہ سے بات چیت کی پھر سوئے۔ جب رات کی آخری تہائی ہوئی تو اوٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا اور پڑھا اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اٰخِرَ سُوْرَةٍ مَّكَ دَسْ اٰیٰتِیْنَ۔ نیز یہ بھی مذکور ہے کہ وضو میں مسواک بھی کیا۔ یہاں یہ ہے کہ اچھی طرح وضو کیا۔ اور پہلی والی روایت میں یہ ہے کہ ہلکا وضو فرمایا۔ اس وقت کتنی رکعتیں پڑھیں اس میں بھی روایتیں مختلف ہیں۔ عام روایتوں میں رکتین رکعتیں چھ بار ہے۔ تفسیر کی پہلی روایت میں ہے کہ گیارہ رکعتیں پڑھیں۔ باب یقوم عن یمین الامام بحذائہ جلد ۱ صفحہ ۹ کی روایت میں یہ ہے کہ پہلے پانچ رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھا وتر کے بعد دو رکعت مزید پڑھیں

① تطبیق یہاں مسواک کا ذکر نہیں۔ مگر فاحسن وضوءہ میں مسواک کرنا بھی داخل ہے۔ خفیف وضو کرنے اور اچھی طرح وضو کرنے میں کوئی تعارض نہیں۔ اچھی طرح وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستحبات کی

وہی خالتہ، فاضطجعت فی عرض الوسادة واضطجع

اپنی خالہ کے یہاں رات کو رہے (انھوں نے کہا) میں بستر کی چوڑائی میں لیٹا رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واهله فی طولها

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ لمبائی میں لیٹے

فنام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اذا انتصف

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے جب

نبی رعایت فرمائی۔ اور بلکا وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عام طور پر فراخی کے ساتھ یا نبی بہا کر جیسے عادت تھی وہ وضو نہیں فرمایا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے ولم یكثر وقد ابلغ۔

رہ گیا تعداد رکعت کا اختلاف یا تو تعدد واقعات پر محمول کیا جائے یا پھر یہ کہ بعض راویوں سے یہ ہو ہوا۔ وترتین رکعت ہے وتر کے بارے میں تعداد مذکور نہیں۔ صرف یہ کہ وتر پڑھا۔ وتر ایک رکعت پر بھی

صادق اور تین رکعت پر بھی۔ اس لئے اس کو وتر کی ایک رکعت ہونے پر دلیل لانا صحیح نہیں، بلکہ رائج ہی ہے کہ تین رکعت وتر پڑھی اس لئے کہ بتیسرا یعنی صرف ایک رکعت نماز پڑھنے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے خود منع فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں یہی حدیث مسلم شریف میں بطریق محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس یوں اور تریثلت۔ حضور نے تین رکعت وتر پڑھی۔

مناسبت | باب یہ ہے۔ حدث اور غیر حدث کی حالت میں قرآن پڑھنا۔ اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حالت حدث میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کا نیند سے بیدار ہو کر تلاوت کرنا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں۔ ارشاد ہے: تنام عینی ولا ینام قلبی۔ اس لئے نیند سے یہ استدلال کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت

حدث میں تلاوت فرمائی تھی درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے مناسبت پیدا کرنے کے لئے یہ نکتہ آفرینی کی۔ انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں لیکن اگر نیند کی حالت میں کوئی حدث مثلاً خروج ریح ہو تو اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائیگا ہمارے

اور انبیاء کرام کے مابین فرق یہ ہے کہ ہمیں وجود حدث کا علم نہیں ہوتا اور انبیاء کرام کو ہو جاتا ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب کیا کہ انبیاء کرام کی خصوصیت یہ ہے کہ نیند کی حالت میں انھیں حدث لاحق نہیں

الَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقِظَ رَسُولُ اللَّهِ

آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ

تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے پھر بیٹھے اور اپنے ہاتھ سے آنکھیں ملنے لگے تاکہ

بَيِّدَهُ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ

نیند کا اثر دور ہو جائے پھر سورہ آل عمران کی اخیر کی دس آیتیں پڑھیں

ہوتا۔ علامہ عینی کی یہ بات بہت پتے کی ہے۔ صرف نیند عوام کی بھی ناقض وضو نہیں۔ وہی نیند ناقض وضو ہے جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہو جس سے خروج ریح کا ظن ہو۔ اصل ناقض خروج ریح ہے۔ نیند کی حالت میں اس کا احساس نہیں ہوتا تو استرخاء مفاصل کو خروج ریح کے قائم مقام مان کر ایسی نیند کو ناقض وضو قرار دیا گیا جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہو۔ اس لئے انبیاء کرام کی نیند ناقض وضو نہیں، اس کا حاصل یہ ہوا کہ نیند کی حالت میں انہیں حد لاحق نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں علامہ ابن حجر کی یہ بات مان بھی لی جائے تو یہ صرف ایک احتمال ہے اور احتمال مثبت مدعی نہیں ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد وضو فرمایا۔ یہ بھی اس کی دلیل نہیں کہ آپ کو کوئی حد لاحق ہو گیا ہو، وضو پر وضو نور علی نور ہے۔

باب سے مطابقت کی اصل تقریر یہ ہے کہ، خود امام بخاری نے باب الدعاء اذا انتبه من الليل میں اور امام مسلم نے مسلم شریف میں یہ تصریح کی ہے کہ اس کے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور قضا حاجت فرمائی پھر اپنے منہ اور ہاتھوں کو دھویا اس کے بعد سوئے دوبارہ اٹھے تو مشک سے وضو فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت با وضو نہیں سوئے تھے۔

ایضاح البخاری کا رد :- ایضاح البخاری میں مطابقت کی تقریر اپنے استاد حسین احمد صاحب ٹانڈوی سے یہ نقل کی کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں فصنعت مثل ما صنع جیسے حضور نے کیا تھا ویسے ہی میں نے بھی کیا۔ اور مثل میں ہر اعتبار سے برابری ہوتی ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہوا کہ ابن عباس بھی اٹھے، آنکھیں ملیں تلاوت کی، وضو کیا اور ابن عباس پہلے سو گئے تھے، جیسا کہ اسی حدیث کی بعض روایتوں میں ونام الغلیم^۳ وارد ہے۔ ابن عباس

ثُمَّ قَامَ إِلَى شَيْءٍ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَاحْسَنَ وَضُوءَهُ ثُمَّ

پھر ایک لٹکی ہوئی مشک کے پاس گئے، اس سے خوب اچھی طرح وضو کیا پھر

قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ

کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس نے کہا، پھر میں بھی اٹھا اور جیسے حضور نے کیا تھا

ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي

میں نے بھی کیا پھر گیا اور حضور کے پہلو میں کھڑا ہو گیا حضور نے اپنا دایا ہاتھ میرے سر پر رکھا

نے حالت حدث میں تلاوت کی حضور نے انھیں منع نہیں فرمایا حالانکہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے تھے تو نماز کی حالت میں انھیں دایہی طرف کر دیا تھا۔ اگر حالت حدث میں تلاوت منوع ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں ضرور تنبیہ فرماتے۔ یہ ضرور ہے کہ ابن عباس نابالغ تھے مگر تعلیم کے لئے انھیں متقین ضروری تھی جیسے بائیں طرف کھڑے ہونے پر فرمائی۔

اقول :- یہ تقریر متعدد وجوہ سے ساقط الاعتبار ہے۔ اولاً حضرت ابن عباس سوئے نہیں تھے جاگ رہے تھے جیسا کہ خود بخاری اذا انتبه من الليل اور مسلم کی روایت میں تصریح ہے۔ ابن عباس نے کہا میں اٹھا اور انگڑائی لی تاکہ حضور یہ نہ خیال کریں کہ میں جاگ رہا تھا۔ رہ گیا نام الغلیم اس میں استفہام کا بھی احتمال ہے اور اور اخبار کا بھی۔ استفہام کی صورت میں ابن عباس کا سو جانا قطعی نہیں۔ اور اخبار کی صورت میں بھی یہ ارشاد ابن عباس کی ظاہری حال کے اعتبار سے ہے۔ اس سے لازم نہیں کہ واقعی سو گئے ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ونام الغلیم، اگر اس وقت ابن عباس سو گئے تھے تو یہ سنا کیسے؟ ثانیاً یہ کہنا کہ ہمیشہ مثل میں ہر اعتبار سے بری ہوتی ہے غلط ہے ورنہ قل انما انا بشر مثلكم میں کیا فرمائیں گے؟ ثالثاً خود بخاری ہی کی کتاب الوضو والی روایت میں یہ ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی وضو کیا جیسا حضور نے کیا تھا۔ اس سے ظاہر کہ مثل ما صنع سے مراد صرف اسی طریقے کا وضو کرنا ہے جیسا کہ حضور نے کیا تھا۔ رابعاً یہ کہنا کہ انھیں رات میں حدت ہوا تھا۔ محض احتمال ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واقعی حدت نہ ہوا ہو اس لئے کہنا ہی پڑے گا کہ اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کی ایک رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور ایک میں سورہ اخلاص پڑھی۔ اس حدیث میں سنت فجر کے بعد سونے کا ذکر نہیں۔ مگر دوسری حدیثوں میں ہے۔ احناف کے یہاں فجر کی سنت کے

وَ اخذَ بِاِذْنِ الْيَمَنِ يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ

اور میرا دھنا کان پکڑ کر اینٹھنے لگے۔ حضور نے دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر

رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ

دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی پھر دو رکعت پڑھی

اضْطَجَعَ حَتَّى آتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ

لیٹے یہاں تک کہ مؤذن حاضر ہوا تو اٹھ پھر دو رکعت مختصر پڑھی پھر

بعد سونا مسنون نہیں، جائز ضرور ہے۔ تاہم اگر کوئی اس نیت سے سوئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت تھی تو اجر کی امید ہے لیکن مسجد میں نہ سوئے۔ یہ ناپسندیدہ بات ہے کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، ذکر میں مصروف ہیں وہیں ٹانگ پھیلا کر سویا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں نہیں سوتے تھے اپنے حجرہ مبارکہ میں لیٹتے تھے۔

بخاری باب اذا انتبه من الليل میں ہے کہ وتر پڑھ کر حضور سو گئے یہاں تک کہ ناک سے آواز آنے لگی اور حضور جب سوتے تو ناک سے آواز آتی۔ جب بلال نے نماز کی خبر دی تو نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔ حضور کی دعا یہ تھی:-

اللهم اجعل في قلبي نورا وفي بصری نورا
وفي سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یشاری
نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واما حی نورا وخلفی
نورا وجعل لی نورا۔
اے اللہ میرے دل، میری آنکھ، میرے کان میں نور
کردے اور میرے داہنے میرے بائیں اور میرے اوپر
میرے نیچے میرے آگے میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے
نور رکھ۔

اس میں یہ بھی ہے، میرے پٹھے، میرے گوشت، میرے خون میرے بال میرے بشرے میں نور رکھ اور دو چیزیں
اور ہیں۔ سلمہ بن کہیل نے کہا کہ کریب نے بتایا کہ سات تابوت میں ہیں میں نے حضرت ابن عباس کی بعض اولاد سے
پوچھا تو انھوں نے عصبی و لحمی و دمی و شعری و بشری کو ذکر کیا۔ اور دو اور ذکر کیں۔ تابوت سے مراد یا تو ان کا دل ہے
یا کتابوں کا صندوق۔

مسائل | (۱) مسلم شریف کی روایت کے ملانے کے بعد یہ ثابت ہوا کہ تلاوت کے لئے وضو شرط نہیں۔ (۲) چھوٹے
بچے کا اپنے محرم رشتہ دار کے یہاں سونا جائز ہے اگرچہ اس کا شوہر موجود ہو (۳) تہجد پڑھنا مستحب ہے (۴) خیرات

خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

باہر تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی

ت (۴۰)

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرَأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ

سعید بن مسیب نے کہا، عورت (مسح کے معاملے میں) بمنزلہ مرد کے ہے۔

میں تہجد کے بعد وتر پڑھنا بہتر ہے (۵)، رات میں جاگنے پر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھنا مستحب (۶)، چھوٹے بچے کا، کان انیٹھنا جائز ہے ادب دینے کے لئے بھی اور بطور محبت بھی (۷)، چھوٹے بچوں کو ابتدا ہی سے سنن و مستحبات تک کی تعلیم دینی چاہئے مکروہات کے ارتکاب پر بھی تنبیہ کرنی چاہئے (۸)، یہ بھی مستحب ہے کہ نماز امام کے پاس آکر جماعت کا وقت ہو جانے کی اطلاع دے (۹)، فجر کی سنت مستحبات کی رعایت کے ساتھ مختصر سے مختصر پڑھنی چاہئے۔

تشریحات (۴۰)

① سعید بن مسیب

قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ ابو محمد کنیت ہے۔ ۱۹ھ اور خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں پچتر سال کی عمر پاکر مدینے میں داخل ہوئے۔ یہ اجل تابعین کی صف اول میں ہیں۔ ان کو سید التابعین علی الاطلاق کہا گیا ہے۔ احادیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام کچول نے کہا میں نے علم حاصل کرنے کے لئے پوری زمین چھان ماری مگر مجھے جیسے امام ان سے قضا یا عمر دریافت کرتے۔ امام کچول نے کہا میں نے علم حاصل کرنے کے لئے پوری زمین چھان ماری مگر مجھے سعید بن مسیب سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملا۔ امام اوزاعی امام احمد بن حنبل، علی بن مدینی سبھی ان کے افضل التابعین اعلم التابعین ہونے کے معترف ہیں۔ فقہ میں اتنے بلند رتبہ ہیں کہ ان کو فقہ الفقہا کہا جاتا ہے۔

یہ روایت میں ارسال بہت کرتے تھے مگر امام شافعی نے فرمایا ان کا ارسال حسن ہے۔ امام احمد نے فرمایا سب صحاح

لہ ایضاً علم باب السمر بالعلم ج ۱ ص ۲۲۔ الوضوء باب التخفيف بالوضوء ج ۱ ص ۲۵۔ وتر باب ما جاء في الوتر ج ۱ ص ۱۳۵۔ اذان، باب يقوم عن يمين الامام مجذاه سواء اذا كان اثنين، اذا قام الرجل عن يسار الامام باب اذا لم ينو الامام ان يؤم ج ۱ ص ۹۷۔ اذان باب اذا قام الرجل عن يسار الامام ج ۱ ص ۱۰۰۔ اذان، ميمنة المسجد والامام ج ۱ ص ۱۰۱۔ تفسير، باب ان في خلق السموات والارض اور اس کے بعد والے تین ابواب میں جلد ۲ ص ۶۵۷۔ الدعوات باب اذا انتبه من الليل جلد ۲ ص ۹۳۲۔ سلم مسافرين باب السواك جلد ۱ ص ۱۲۸۔ نسائي قيام الليل، ۹ ابن ماجه، اقامت ۱۸۱۔ موطا۔ صلوة اللیس ۱۱۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

تَمْسَحُ عَلَى رَأْسِهَا

وہ بھی اپنے سر پر مسح کرے گی

میں تمارک الدنیا، زاہد، قناعت پسند تھے۔ دنیا داروں سے دور رہتے، شاہان بنی امیہ کا وظیفہ کبھی قبول نہیں فرمایا۔ چار سو دینار کل پونجی تھی، اس سے روغن زیتون کی تجارت کر کے بسر کرتے۔

ان کی ایک صاحبزادی تھیں جو حسن و جمال میں یکتا، بڑی سلیقہ شعار عالمہ فاضلہ تھیں۔ عبد الملک بن مروان سفاک نے اپنے بیٹے ولید کے لئے پیغام بھیجا، حضرت سعید نے انکار کر دیا۔ اس پر اس ظالم نے بہانہ بنا کر کوٹے لگوائے۔ ان صاحبزادی کا نکاح ایک تنگ دست شخص کثیر بن وداعہ سے دو درہم مہر پر کر دیا۔ پھر داماد کو پانچ ہزار درہم نقد دیا۔

جب عبد الملک کے مرنے کے بعد ولید کم بیعت کے لئے والی مدینہ ہشام بن اسماعیل نے کہا تو انکار کر دیا اس ظالم نے ان کی پٹائی کی، گلیوں میں گھلایا، پتھر برسائے۔ اسی حالت میں ایک عورت نے کہا اے سعید آخر یہ رسوائی کیوں ہو رہے ہو؟ فرمایا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے۔

حدیث کے معاملے میں بہت ہی باادب تھے۔ ایک بار بیمار تھے کوئی حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا تو باوجود علالت بیٹھ کر حدیث بیان فرمائی، اس نے کہا آخر یہ مشقت کیوں برداشت کی؟ فرمایا، مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ لیٹے لیٹے حدیث بیان کروں۔ ان سب خوبیوں کے باوجود بہت بڑے عابد، شب زندہ دار تھے۔ پچاس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی پڑھائی۔ ان کے غلام برد نے کہا چالیس سال سے جب میں مسجد میں جاتا ہوں تو سعید کو مسجد میں ہی پاتا ہوں یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد تھے ۱۷

② مطابقت | امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے۔ پورے سر کے مسح کا بیان۔ اس تعلیق میں پورے سر کے مسح کا کوئی ذکر نہیں صرف اتنا مذکور ہے کہ مرد کی طرح عورت بھی سر کا مسح کرے نہ پورے کا ذکر ہے نہ چوتھائی کا۔ البتہ امام بخاری نے اس تعلیق سے پہلے آیہ کریمہ **وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ** ذکر کی ہے۔ اس سے مالکیہ کا یہ استدلال ہے کہ جس طرح منہ اور ہاتھ اور پاؤں کا پورا دھونا لازم ہے اسی طرح پورے سر کا مسح فرض ہے۔ ہمارا جواب مشہور و معروف ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابھی جو حدیث گزری ہے وہ مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے،

لے ابن ابی شیبہ

۱۷ یہ سب تفصیلات ہدایہ نہایت سے لی گئی ہیں، جلد ۹ ص ۹۹، ۱۰۰

مسح علی الخفین ومقدم راسه وعلی عمامته دوسری روایت اس طرح ہے: فمسح بناصیتہ وعلی العمامة وعلی خفیہ۔ اور ابوداؤد میں یوں ہے: توضعاً ومسح ناصیتہ و ذکر فوق العمامة۔ نسائی میں ناصیتہ و عمامتہ ہے۔ نیز ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:-

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یتوضأ وعلیہ عمامة قطریة فادخل یدہ من
تحت العمامة فمسح مقدم راسه ولم
تنقیض العمامة۔
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے
دیکھا حضور قطری عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اپنا ہاتھ عمامے
کے اندر کر کے سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور عمامہ نہیں
ڈھیڑا۔

ان حدیثوں کا حاصل ایک ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشانی یعنی سر کے اگلے چوتھائی حصے
پر مسح فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ پورے سر کا مسح فرض نہیں کم از کم چوتھائی کا فرض ہے۔ البتہ پورے سر کا مسح سنت ہے۔
اس پر ایک مشہور و معروف اعتراض ہے کہ کتاب اللہ پر خبر واحد سے زیادتی جائز نہیں۔ یہ حدیث خبر واحد ہی
ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب اللہ سے پورے سر کا مسح قطعی طور پر تو کیا ظنی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتا۔
اس لئے کہ بار، رُوس محل مسح پر داخل ہے۔ اور بار میں اصل یہ ہے کہ وہ آلے پر داخل ہو جیسے کتبت بالقلم اور
کوئی بھی آلہ کل کا کل آلہ نہیں ہوتا بلکہ بعض ہی ہوتا ہے جیسے قلم یہاں کل آلہ نہیں اس کا بعض ہی ہے۔ اس لئے بار کے مدخول
سے اس کا بعض ہی مراد ہوتا ہے جیسے مسحت الوجه بالمندیل میں مندیل کا بعض مراد ہے برخلاف مسح المندیل
بالمید میں پورا مندیل اور ہاتھ کا بعض مراد ہے۔ اس لئے بار کا دخول مسح کے لئے بعض راس کو متعین کر رہا ہے۔ آیت
کے معنی یہ ہوئے کہ اپنے بعض سر پر مسح کرو۔ یہ بعض محل تھا اس کا بیان ان دونوں حدیثوں سے ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مسح راس میں محکم ہے اور مقدار راس میں محل۔ یعنی جب یہ حکم ہوا کہ سر کا مسح کرو تو
سوال پیدا ہوا، کل سر کا یا بعض کا۔ یہ بہم رہ گیا اس ابہام کو ان دونوں حدیثوں نے دور فرما دیا کہ یہ مقدار چوتھائی سر ہے۔ اور
محل کا بیان خبر واحد سے درست۔

پہلی تقریر پر مالکیہ یہ معارضہ پیش کرتے ہیں کہ تیمم میں بھی محل مسح پر "بار" داخل ہے۔ ارشاد ہے:-

وامسحوا بوجہکم وایدیکم
اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملو۔

مگر احناف تیمم میں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں پر ملنا فرض بتاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً یہاں آیت تیمم میں

لہ ابوداؤد المسح علی العمامة جلد ۱ ص ۲۳۔ ابن ماجہ باب فی المسح علی الخفین ص ۴۱،

سُئِلَ مَالِكٌ أَيْجِزِي أَنْ يَمْسَحَ بَعْضَ رَأْسِهِ

حضرت امام مالک سے پوچھا گیا، کیا بعض سر کا مسح کافی ہے

”با“ زائد ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے، اور وضو میں پورے چہرے اور ہاتھوں کا دھونا فرض لہذا اس کے قائم مقام تیمم میں بھی پورے چہرے اور ہاتھوں پر مسح فرض ہوگا۔ ثانیاً اگر حضرت مغیرہ انس کی وہ حدیثیں نہ ہوتیں تو ہم وضو میں بھی پورے سر کا مسح فرض کہتے۔ ان حدیثوں کی وجہ سے ہم نے صرف چوتھائی سر کا مسح فرض قرار دیا تیمم میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس سے معلوم ہو کہ چہرے یا ہاتھوں کے بعض پر مسح کافی ہے اس لئے ہم نے یہاں پورے چہرے اور پورے ہاتھوں کا مسح فرض قرار دیا

اس تعلق کا مفاد یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو سر پر مسح کرنا فرض ہے اسی طرح عورتوں کو بھی سر پر مسح فرض ہے۔ یہ نہیں کہ صرف اوڑھنی پر انھیں مسح کافی ہو۔ اگر عورتیں صرف اوڑھنی پر مسح کریں گی سر پر نہیں کریں گی تو وضو نہ ہوگا۔

تشریحات ت (۴۱)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والد ماجد کا نام انس ہے، نسب نامہ یہ ہے، مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر۔ صحیحی حمیری مدنی، ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں چوراسی سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ ہی میں ۴۴ ربیع الاول کو چاشت کے وقت واصل بحق ہوئے، جنت البقیع میں سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جوارق میں دفن ہوئے۔ اکمال میں سن وصال ۱۹۹ھ کاتب کی غلطی سے چھپ گیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ تین سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ علم حدیث ہشام بن عروہ، محمد بن منکدر، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر اور امام زہری وغیرہ سے حاصل کیا۔ قرأت حضرت نافع سے اخذ کی۔ ان سے وقت کے ائمہ حدیث وفقہ کو شرف تلمذ ہے۔ مثلاً امام شافعی امام اوزاعی، امام عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، ابن ہدی، ابن جریج، لیث بن سعد حتیٰ کہ ان کے بہت سے اساتذہ نے بھی ان سے حدیث سنی۔ مثلاً خود زہری، یحییٰ بن سعید انصاری اور یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ۔

ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ امام دارالہجرت اور ان چار ائمہ مذاہب میں سے ہیں جن کا مذہب آج تک باقی ہے جنکے کرداروں مقلد ہیں، حدیث وفقہ دونوں میں بحر زار تھے۔ امام شافعی نے فرمایا: جب حدیث آئے تو مالک ثریا ہیں، جو بھی علم حدیث حاصل کرنا چاہے وہ امام مالک کی عیال ہے۔ ایسے مسلم الثبوت ثقہ کہ امام بخاری نے فرمایا، اصح الاسانید

فَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ

تو وہ عبد اللہ بن زید کی حدیث سے دلیل لائے

مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ فقہ میں وہ بلند رتبہ حاصل تھا کہ خود فرمایا: میرے اساتذہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے آکر مجھ سے فتویٰ نہ پوچھا ہو۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث یاد کر لینا اور بات ہے اور اس سے استخراج مسائل کا ردیگر ہے۔ مدینہ طیبہ میں اعلان ہو گیا تھا کہ سوائے مالک اور ابن ابی ذییب کے کوئی فتویٰ نہ دے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ایسی رچی بسی تھی اور مدینہ ایسا بھایا تھا کہ پوری زندگی مدینے میں گزار دی، کہیں نہ گئے کہ مدینے میں ہی وفات پاؤں اور یہیں دفن ہوں۔ صرف ایک بار حج فرض کے لئے گئے پھر مدت عمر حج بھی نہیں کیا، کیا پتہ کب وقت موعود آجائے۔

ہارون الرشید بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے ساتھ بغداد چلیں۔ میں سب کو آپ کے موٹار پر عمل کرنے پر مجبور کر دوں، فرمایا لوگوں کو بالجبر میرے موٹار پر عمل کرانے کا تجھے کوئی حق نہیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام مختلف دیار و امصار میں پھیل گئے۔ سب کے پاس علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ رہ گیا ساتھ جانے کی بات تو فرمایا میں مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: المَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ المَدِينَةُ تَنْفِي خَبْثَهَا۔ مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر لوگ جانتے۔ مدینہ اپنا میل باہر پھینک دیتا ہے۔

ریوڑ کی ریوڑ سواریاں موجود ہوتیں مگر کبھی مدینہ طیبہ میں سواری پر نہیں بیٹھتے۔ فرمایا مجھے یہ گوارا نہیں کہ جس شہر میں اللہ کے رسول مدفون ہوں میں اسے اپنی سواری سے پاہل کروں۔

جب احادیث سنائی ہوتی تو تازہ وضو فرماتے۔ عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے، داڑھی میں کنگھا کرتے وقار و ہیبت کے ساتھ شہ نشیں میں مسند لگا کر بیٹھتے، پوچھنے پر فرماتے، میں چاہتا ہوں کہ احادیث کی عظمت ظاہر کروں۔ ایک دفعہ حدیث بیان فرما رہے تھے کہ کچھو نے سترہ مرتبہ ڈنک مارا شدت تکلیف سے چہرہ زرد پڑ گیا مگر حدیث بیان کرنا ترک نہیں فرمایا، لوگوں کے چلے جانے کے بعد عبد اللہ بن مبارک نے دریافت کیا تو قصہ بیان فرمایا اور فرمایا حدیث کی جلالت شان کی وجہ سے میں نے بند نہیں کیا۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں آجائیں تاکہ میرے بچے آپ سے حدیث سنیں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا، تم کو اللہ عزت سے رکھے یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے۔ اگر تم اس کی عزت کرو گے

اس کی عزت باقی رہے گی اور اگر تم اسے ذلیل کرو گے، ذلیل ہو جائے گا۔ علم کے پاس آیا جاتا ہے۔ علم کسی کے پاس نہیں جاتا۔ ہارون نے کہا آپ نے سچ فرمایا، اپنے بچوں امین و مامون کو حکم دیا کہ مسجد میں جا کر سب کے ساتھ تم لوگ بھی حدیث سنو۔ حضرت امام مالک کا کوئی گھر نہیں تھا، ہارون نے مکان خریدنے کے لئے تین ہزار دینار نذر پیش کی۔

ابتلاء | چونکہ محمد بن عبد اللہ بن حسن، نفس زکیہ کی امام مالک نے حمایت کی تھی ابتداء میں جب حضرت نفس زکیہ نے اپنی خلافت کی بیعت یعنی چاہی تو اہل مدینہ نے عذر کیا کہ ہماری گردنوں میں ایک بیعت یعنی منصوبہ کی۔ ہم آپ کی بیعت کیسے کریں۔ اس پر امام مالک نے یہ فتویٰ دیا، تم لوگوں سے جبراً بیعت لی گئی ہے اسلئے وہ درست نہیں۔ اس فتویٰ کے بعد لوگوں نے نفس زکیہ کی بیعت کی۔

اس پر منصور امام مالک سے جلا ہوا تھا اس کی ایما پر امام مالک سے استفتا ہوا کہ مکرہ کی طلاق واقع ہے یا نہیں؟ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں۔ اس کے مطابق انھوں نے فتویٰ دیا، اس فتویٰ کی زد ان ظالموں کی بیعت پر بھی پڑتی تھی اس پر غضبناک ہو کر جعفر نے امام مالک کو بلوایا اور انھیں برہنہ کر کے ستر کوڑے لگوائے اور ہاتھ کھینچ کر منٹھھے اتار دیئے۔ اور بھی مظالم کئے مگر امام مالک اپنے موقف سے ذرہ برابر نہیں ہٹے۔ اس امتحان کے بعد حضرت امام مالک کی قدر و منزلت اوجِ ثریا پر پہنچ گئی۔

بشارت | ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بہت جلد ایسا ہوگا کہ لوگ اونٹوں کے جگر مارتے ہوئے علم حاصل کریں گے، مگر عالمِ مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پائیں گے۔ لہ

سفیان بن عیینہ اور عبد الرزاق نے کہا کہ اس سے مراد حضرت امام مالک ہیں۔ اور ابن عیینہ ہی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد ہیں۔

ابو عبد اللہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقدس میں تشریف فرما ہیں لوگ ارد گرد جمع ہیں اور امام مالک کھڑے ہیں۔ حضور کے سامنے مشک ہے۔ حضور مٹھی میں اٹھا اٹھا کر امام مالک کو دیتے ہیں، اور امام مالک اسے لوگوں میں تقسیم فرماتے ہیں۔ مطرف نے کہا اس کی تعبیر علم اور اتباع سنت ہے۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ جب انسان میں اپنی ذات کے اندر بھلائی نہ ہو تو اس سے لوگوں کو، کوئی بھلائی نہیں مل سکتی اور فرمایا، کثرتِ روایت علم نہیں، علم اللہ عزوجل کا نور ہے جسے دل میں رکھتا ہے لہ

صحاح ستہ کی تصنیف سے پہلے امام مالک کی مؤطا، اصح کتب بعد کتاب اللہ مانی جاتی تھی، اب بھی

حدیث

صفة وضوء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن عبد اللہ بن زید

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى اسْتَطِيعُ

ایک شخص نے یعنی عمرو بن یحییٰ کے دادا نے عبد اللہ بن زید سے کہا کیا آپ مجھے یہ دکھا سکتے ہیں

بعض حضرات صحاح ستہ کی بعض کتابوں پر اسے ترجیح دیتے ہیں۔ امام مالک کے تلامذہ کی تعداد کا شمار نہیں اور
محرر مذہب حنفی امام محمد اور امام شافعی تک ان کے تلامذہ میں ہیں۔

استدلال | امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ دلیل میں حضرت عبد اللہ بن زید کی
وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابھی آرہی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کا دونوں
ہاتھوں سے اس طرح مسح فرمایا کہ دونوں ہاتھ آگے لائے اور پیچھے لے گئے۔ سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا تاکہ
ہاتھ گدی تک لے گئے پھر واپس لائے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ اولاً اگر حضرت مغیرہ اور حضرت انس کی وہ حدیثیں نہ ہوتیں جنہیں یہ مذکور ہے کہ حضور نے
پیشانی یا سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا تو ضرور حضرت عبد اللہ بن زید کی اس حدیث سے پورے سر کے مسح کی فرضیت ثابت
ہوئی اسلئے کہ جب ہم تسلیم کر چکے کہ آیت وضو مقدار مسح میں مجمل ہے اور مجمل کا بیان خبر واحد سے درست تو حضرت عبد
بن زید کی یہ حدیث اس کا بیان ہو جاتی لیکن جب ان دونوں حدیثوں نے ثابت کر دیا کہ چوتھائی سر کا مسح بھی کافی ہے
اب اگر پورے سر کا مسح فرض قرار دیں تو ان دونوں حدیثوں کا ترک لازم آئے گا۔ دونوں مضمون کی احادیث میں تطبیق کیلئے
احناف نے یہ تفصیل رکھی کہ چوتھائی سر کا مسح فرض اور پورے سر کا سنت۔

ثانیاً اگر حضرت عبد اللہ بن زید کی اس حدیث سے پورے سر کا مسح فرض مانیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس ہیئت
خاصہ کے ساتھ اسمیں مسح مذکور ہے وہ ہیئت بھی فرض ہو مثلاً اگلے حصے سے شروع کرنا پھر گدی تک لیجنا پھر پیشانی کی طرف
واپس لانا حالانکہ مالکیہ بھی اس ہیئت کو فرض نہیں مانتے، اب مالکیہ جو عذر اس ہیئت کے فرض نہ ہونے کا بیان کریں گے
وہی عذر ہمارا بھی پورے سر کے مسح کے فرض نہ ہونے کا ہوگا۔

تشریحات

① اس سے مراد عمرو بن ابی حسن ہیں۔ یہ عمرو بن یحییٰ کے باپ یعنی یحییٰ کے چچا ہیں اس اعتبار سے یہ عمرو بن یحییٰ کے مجازی دلا
ہو گئے۔ عرف میں دادا کے بھائی کو بھی دادا کہتے ہیں۔ اس لئے متعین ہو گیا کہ ”وہو جد عمرو بن یحییٰ“ میں ہو

أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، نَعَمْ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ

عبداللہ بن زید نے کہا ہاں دکھا سکتا ہوں انھوں نے پانی منگایا اسے اپنے ہاتھ پر ڈالا

فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا

اور اپنا ہاتھ دو بار دھویا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی تین بار ڈالا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا

کی ضمیر رجلاً کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی سائل عمرو بن کحی کے دادا عمرو بن ابی حسن ہیں۔ اس ضمیر کا مرجع، عبداللہ بن زید نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ عمرو بن کحی کے نہ حقیقی دادا ہیں نہ مجازی۔ صاحب کمال اور ان کے متبعین نے جو یہ لکھا ہے کہ عمرو بن کحی، عبداللہ بن زید۔ نو اسے میں غلط ہے۔

② ایک اشکال | یہ سائل نے تھے۔ اس کے بعد والی روایت میں بخاری ہی میں تصریح ہے کہ یہ عمرو بن ابی حسن ہیں۔ البتہ موطاء کے رواۃ میں سائل کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر راویوں نے مبہم رکھا ہے۔ لیکن معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ سائل ابو حسن ہیں اور یہ صحابی تھے۔ امام محمد کی روایت میں بھی انھیں ابو حسن کو سائل بتایا۔ امام شافعی نے کتاب الام میں امام مالک سے یہی حدیث نقل کی ہے اس میں سائل کحی کو بتایا۔

جواب | قصہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں یہ تینوں ابو حسن اور ان کے بیٹے عمرو اور ان کے پوتے کحی جو ابو حسن کے دوسرے صاحبزادے عمارہ کے بیٹے تھے موجود تھے۔ یعنی کحی ان کے چچا عمرو ان کے دادا ابو حسن۔ عمرو بن حسن وضو بہت کثرت سے کرتے تھے انھوں نے حضرت عبداللہ بن زید سے یہ سوال کیا۔ مگر موجود ان کے باپ ابو حسن اور بیٹے کحی بھی تھے تو بعض روایات میں مجازاً ان کی طرف بھی سوال کی نسبت کر دی گئی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے تینوں کے باہمی مشورے کے بعد عمرو بن ابی حسن نے سوال کیا ہو۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے، قلنا ہم سب نے کہا۔ یہ ایسے ہی موقع پر بولتے ہیں جبکہ چند اشخاص باہمی مشورے سے کوئی بات کہیں۔ اگرچہ کہنے والا ایک ہی ہو، ورنہ اصل سائل، عمرو بن ابی حسن ہی ہیں۔ جیسا کہ ابو نعیم نے مستخرج میں در اور دی کی حدیث ذکر کیا۔ کہ عمرو بن ابی حسن نے کہا، میں کثیر الوضو تھا اس لئے عبداللہ بن زید سے میں نے کہا۔ خود امام بخاری نے جو اس کے بعد روایت ذکر کی ہے۔ اس میں اور جلد ۳۳ صفحہ ۳۳ میں جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ سائل عمرو بن ابی حسن ہی تھے۔

اشکال دوم | دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس روایت میں یہ ہے کہ ابتداء میں ہاتھ دو بار دھویا۔ دو بار دھونا تو کوئی قابل

ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ

پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے

بِیَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَادْبَرَ بِدَايِمٍ مَقْدَمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى

سر کا مسح کیا۔ ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے کہ اپنے سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا یہاں تک کہ

قِفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

ہاتھوں کو گدی تک لے گئے پھر لوٹا کر اسی جگہ تک لائے جہاں سے شروع فرمایا تھا۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے

اعترض بات نہیں بیان جواز کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر بخاری ہی میں اس کے بعد والی روایت میں نیز صفحہ ۳۳ باب
الوضوء من التور میں ہے، ابتدا میں ہاتھ تین بار دھویا تھا، نیز مسلم وغیرہ میں بھی ثلثا ہی ہے۔

جواب | علامہ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا۔ مرتین کی روایت صرف امام مالک سے ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے

رواۃ نے ثلثا ہی روایت کیا ہے۔ چند ثقات کی زیادتی ایک ثقہ کے مقابلے میں مقبول ہے، اس لئے صحیح یہ ہے کہ

عبد اللہ بن زید نے ابتدا میں تین بار ہاتھ دھویا تھا۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسلم میں بطریق بہر

وہیب سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن کحی سے دو بار اطلاق یہ حدیث سنی ہے۔ اس لئے اس میں تو ہم کا شائبہ

(۳) حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری روایتیں متفق ہیں کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دو بار

دھویا۔ یہ بیان جواز کے لئے ہے۔ گزر چکا کہ فرض اعضا وضو کا ایک بار دھونا ہے۔ تین بار سنت ہے۔ اس کا حاصل

یہ ہوا کہ دو دو بار دھونا جائز ہے۔ نیز یہ افادہ فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ جتنی بار وضو کے ایک عضو کو دھویا جائے اتنی ہی

بار سارے ہی اعضا کو دھویا جائے۔ یہ بھی جائز ہے کہ بعض کو ایک بار بعض کو دو بار بعض کو تین بار دھویا جائے۔

(۴) واو مطلق جمع کے لئے ہے ترتیب کے لئے نہیں۔ اس لئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سر کا مسح پیچھے گدی کی طرف

سے شروع کیا بلکہ یہی ہوا کہ سر کے اگلے حصے سے شروع فرمایا۔ پہلے ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے لے جیسا

کہ بعد میں تصریح ہے۔

عہ ایضاً۔ بعد الحدیث متصلاً باب غسل الرجلین الی الکعبین۔ باب من مضض واستنشق من غزوة واحدة

باب مسح الرأس مرة جلد ۱ ص ۳۲۔ باب الغسل والوضوء فی المحض والقدر جلد ۱ ص ۳۲۔

باب الوضوء من التور جلد ۱ ص ۳۳۔ مسلم، طہارت جلد ۱ ص ۱۲۳۔ ابوداؤد باب صفة وضوء النبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم جلد ۱ ص ۱۹۔ ترمذی، باب من توضع بعض وضوئہ مرتین وبعضہ ثلثا جلد ۱ ص ۱۰۔

نسائی باب حد الغسل۔ و باب صفة مسح الرأس جلد ۱ ص ۲۸۔ ابن ماجہ، باب الوضوء من الصفر ص ۳۔

موطا امام مالک باب ابتداء الوضوء ص ۴۶۔

أَمْرَجِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَهْلَهُ أَنْ يَتَوَضَّؤُا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ ۱

حضرت جریر بن عبد اللہ نے اپنے اہل کو حکم دیا کہ مسواک کرنے سے جو پانی بچ گیا ہے اس سے وضو کریں۔

تشریحات ت ۴۲

امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ لوگوں کے وضو کرنے کے بعد جو پانی بچ جائے اس کے استعمال کا حکم۔ یہاں تین لفظ ہیں۔ استعمال۔ فضل۔ وضو۔ ان تینوں میں کئی کئی پہلو ہیں۔ استعمال سے مراد کھانا، پینا، نجاست حقیقی دور کرنا، نجاست حکمی دور کرنا، یعنی وضو یا غسل کرنا، تبرید یعنی ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے، تبریک یعنی برکت حاصل کرنے کے لئے بدن پر ملنا، سب ہو سکتا ہے۔

فضل کے معنی بچا ہوا پانی۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ وضو یا غسل کے بعد برتن میں جو پانی بچ گیا۔ وضو یا غسل کرتے وقت جو پانی اعضا سے گر کر جمع ہوا۔ وضو، ایک بے وضو کا ہے ایک با وضو کا۔ امام بخاری کی کیا مراد ہے۔ یہ کسی طرح ظاہر نہیں ہو پاتی۔ پھر ان مختلف احتمالات کو اکٹھا کیا جائے تو بہت سی صورتیں ایسی نکلتی ہیں جو متفق علیہ ہیں مثلاً فضل سے مراد وہ پانی لیا جائے جو وضو و غسل کے بعد برتن میں بچ رہے۔ یہ بالاتفاق ظاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ جب امام بخاری کی مراد ہی نہیں معلوم تو تعلق اور احادیث کے باب سے مطابق ہونے کی تقریر ہی نہیں ہو پائی اور ہر احتمال کو بیان کر کے سب پر مطابقت و عدم مطابقت کی بحث طول عمل ہونے کے ساتھ ساتھ لا طائل ہے، ائمہ کے مابین مختلف فیہ ماستعمل کا مسئلہ ہے۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد ہی ہوگی۔ یعنی ماستعمل کے استعمال کا حکم۔

ماء مستعمل کی تعریف | ماستعمل کی تعریف میں بھی اختلافات ہیں۔ مگر صحیح و مختار تعریف یہ ہے۔ وہ قلیل پانی جس سے حدث دور کیا گیا ہو یا دور ہوا ہو یا بہ نیت تقرب استعمال کیا گیا ہو۔ اور بدن سے جدا ہو گیا ہو اگرچہ کہیں ٹھہرا نہیں روانی ہی میں ہو، مثلاً جسم سے جدا ہو کر زمین تک نہیں پہنچا۔ درمیان ہی میں ہے۔ ماستعمل کی تعریف، حکم اور اس سے متعلق اور ابحاث کے لئے فتاویٰ رضویہ جلد اول میں رسالہ مبارکہ "الطرس المعدل فی حد الماء المستعمل" از صفحہ ۲۳ تا صفحہ ۳۶ کا مطالعہ کریں۔

حکم | ماستعمل کا حکم کیا ہے اس بارے میں ائمہ مذاہب مختلف ہیں۔ امام مالک اسے ظاہر مطہر مانتے ہیں اور غالباً لہ ابن ابی شیبہ و دارقطنی۔

امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی ظاہر غیر مٹھر مانتے ہیں۔ یعنی خود تو پاک ہے مگر نجاست حکمہ دور کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ امام زفر و امام محمد کی روایت کے مطابق یہی حضرت امام اعظم کا بھی مذہب ہے۔ احناف کا یہی مختار و مفتی بہ ہے۔ امام اعظم سے دو روایتیں اور بھی آئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نجس ہے مگر نجاست خفیفہ ہے۔ یہ حضرت امام ابو یوسف کی روایت ہے۔ دوسرے یہ کہ نجاست مغلطہ ہے۔ یہ امام حسن بن زیاد کی روایت ہے یہ مختلف روایتیں اصل میں وضو کرنے والوں کے احوال کے اعتبار سے ہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ وضو کرنے سے متوضی کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ عارف باللہ صاحب کشف بزرگ تھے۔ انھوں نے وضو کرنے والوں کے مختلف احوال دیکھے اس کے مطابق حکم بیان فرمایا۔ وضو کے پانی سے جن کے کبار جھڑتے دیکھا اسے نجاست غلیظہ فرمایا۔ جن کے صغار دھلتے دیکھا اسے نجاست خفیفہ بتایا۔ اور جن کے مکروہات دھلتے دیکھا اسے ظاہر غیر مٹھر فرمایا۔ میزان الشریعہ الکبریٰ میں امام عبد الوہاب شعرانی حضرت سیدنا علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا امام اعظم ابو حنیفہ کے مدارک بہت دقیق ہیں۔ ان پر اکابر اولیاء اہل مشاہدہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ وضو سے وضو کرنے والوں کے جو گناہ دھل کر گرتے اسے پہچان لیتے۔ اسی لئے انھوں نے مار مستعمل کے تین درجے رکھے ہیں۔ ایک بار کونے کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے ایک جوان کو حوض میں وضو کرتے دیکھا۔ دھوون جب گرا تو اس سے کہا: اے بیٹے! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر اس نے فوراً توبہ کی۔ دوسرے کا دھوون دیکھا تو اس سے فرمایا، اے بھائی! زنا سے توبہ کر، ایک اور کو دیکھا تو اس سے فرمایا، شراب پینے، مزامیر سے توبہ کر، ان دونوں نے بھی توبہ کی۔ یہ دونوں بزرگ شافعی تھے۔

تعلیق کی توجیہ | حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں بھی تین احتمال ہیں۔ وہ پانی جس میں مسواک کرنے سے پہلے مسواک بھگوتے تھے وہ پانی مسواک کرتے وقت جس میں مسواک ڈالتے تھے۔ وہ پانی جس میں مسواک کرنے کے بعد مسواک رکھتے تھے۔ حضرت جریر کی مراد دوسری صورت ہے جیسا کہ بعض اسی تعلیق کے طرق میں ہے کہ وہ مسواک کرتے جاتے اور پانی میں بھی ڈالتے اور یہ کہتے اس سے وضو کرو۔ اور دارقطنی میں بائادہ تصحیح یہ روایت ہے کہ وہ اپنے اہل سے فرماتے، اس پانی سے وضو کرو جس میں مسواک ڈالتا ہوں۔ دارقطنی ہی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی بیہینہ یہ ارشاد نقل فرمایا ہے، اگرچہ اس کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری کی مراد وہی ہے جو میرا گمان ہے تو اس تعلیق کو باب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اولاً اس لئے کہ خود مسواک محدث نہیں ہوتی۔ منہ میں آنے کے بعد منہ کا لعاب اس میں لگا ضرور مگر اس سے

حدیث

(۱۳۰)

فجعل الناس ياخذون من فضل وضوئه

سَمِعْتُ أَبَا جَحِيفَةَ يَقُولُ: رَجَعَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم نے کہا۔ میں نے حضرت ابو جحیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت گرمی میں باہر ہم میں

بِأَلْهَا جَرَّةً فَأَتَى بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ لِنَاسٍ يَأْخُذُونَ مِنْ فَضْلِ وَضُوءِهِ

تشریف لائے۔ خدمت اقدس میں وضو کا پانی حاضر کیا گیا حضور نے وضو فرمایا

بھی مسواک میں حدت کا کوئی اثر نہیں پہنچا اس لئے کہ منہ میں حدت کا اثر ہوتا ہی نہیں۔ وضو میں کلی کرنا فرض نہیں سنت ہے۔ ثانیاً اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری کے یہاں کلی کرنا فرض ہے۔ ان کے نزدیک منہ میں بھی حدت کا اثر ہوتا ہے۔ یا یہ تکلف کیا جائے کہ حضرت جریر کا یہ ارشاد حالت جنابت میں مسواک کرنے کی صورت میں تھا تو عرض ہے کہ مار مطلق غیر مستعمل میں اگر مار مستعمل مل جائے اور مار مستعمل بہ نسبت غیر مستعمل کے کم ہو تو کل پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ مسواک میں منہ کا لعاب بہ نسبت پانی کے بہت ہی کم ہوگا۔ پھر اس تقدیر پر بھی کل پانی مستعمل ہو جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہاں اگر امام بخاری کی باب سے مراد یہ لی جائے کہ وہ پانی جو کسی طرح استعمال میں آیا ہو، خواہ وہ فقہ کی اصطلاح میں مستعمل ہو خواہ نہ ہو تو بات بن جائیگی مگر اس میں کوئی خاص افادہ نہ ہوگا۔ اس سے امام بخاری کے مقلدین کی یہ ہوائی ہوا ہوگی کہ یہ باب اخاف کے رد کے لئے ہے، یہ اخاف کے مذہب سے ناواقف کی بنا پر ہے۔ حضرت جریر کے ارشاد کے مطابق ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر کسی پانی میں مسواک ڈال ڈال کر کیا جائے تو وہ مار مستعمل نہیں رہتا۔ ظاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ مار مستعمل وضو یا غسل کے کام کا نہیں، مگر اس سے بدن یا کپڑے پر لگی ہوئی نجاست حقیقی دور کر سکتے ہیں اسے تبرید کے لئے استعمال کر سکتے ہیں مگر اس کا پینا مکروہ ہے۔

تشریحات

(۱۳۰)

① تکمیل

خود بخاری اور مسلم میں یہ حدیث کچھ زیادتی کے ساتھ مروی ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے

کہ حضرت ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میں تھے تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہرے کے سرخ رنگ کے گول خیمے میں بطحا میں تشریف فرما تھے۔ عصر سے کچھ پہلے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے بلال وضو کا پانی لائے اور حضور نے وضو فرمایا۔ حاضرین وضو

فَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ

لوگ آپ کے غسالہ کو لے لے کر ملنے لگے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر بھی دو رکعت

رَكَعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَزْرَةٌ لَهُ

بڑھی اور عصر بھی دو رکعت بڑھی اور حضور کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔

حدیث (۱۴۱)

فَشَرِبَتْ مِنْ وَضُوئِهِ

سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبْتُ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے غسالہ کو لینے کے لئے ٹوٹ پڑے، غسالہ مبارک لے لے کر لوگ اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے جسے مل جاتا، ملتا جاتا، جسے نہیں ملتا وہ پانے والے کے ہاتھ کی تری لے لیتا اور ہاتھ اپنے چہروں پر ملتا۔ حضرت بلال نے اذان کہی۔ جدھر وہ منہ گھماتے میں بھی گھماتا۔ یعنی دائیں بائیں، حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح کہتے وقت۔ پھر چھوٹا نیزہ بلال نے گاڑا۔ حضور آگے بڑھے اور دو رکعت ظہر پڑھی اور عصر بھی دو رکعت پڑھی۔ حضور کے آگے چھوٹا نیزہ تھا اس نیزہ کے آگے عورت اور گدھے گزرتے رہتے جب نماز ہو چکی تو لوگ حضور کے دست مبارک کو لے کر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے میں نے بھی دست اقدس لیا اور اپنے چہرے پر رکھا، دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اس حدیث کو بھی باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات مبارک ظاہر ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسالہ مبارک کی نجاست کا کوئی سوال ہی نہیں۔ وہ بہر حال پاک ہو گا۔ یہاں بحث انبیاء کرام کے استعمال کردہ پانی کی نہیں، امتیوں کے استعمال کردہ اس پانی کی ہے جو فقہی طور پر مستعمل ہو چکا ہو۔

تشریحات (۱۴۱)

① سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ان کی کینت ابو یزید ہے۔ ان کے نسب میں اختلاف ہے۔ کسی نے کنذی بتایا کسی نے ازدی کسی نے کنانی کسی نے لیشی کسی نے سلی ہذلی کہا ہے۔ زیادہ مشہور یہ ہے کہ یہ کنذی ہیں، ہجرت کے

لہ ایضاً، صلاة باب الصلوة الى العنزة ج ۱ ص ۷۱، باب السترة بمكة وغيرها ج ۱ ص ۷۲، مناقب صفة النبي صلى الله عليه وسلم ج ۱ ص ۵۰۲، مسلم، صلوة باب السترة للمصلى ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۶، نسائی، طهارة الانتفاع بفضل الوضوء ص ۳۳

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَقِعٌ فَمَسَحَ

کی خدمت میں لے گئیں پھر عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ یہ بھانجا بیمار ہے اس کے پاؤں میں درد ہے

رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبُرْكَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوئِهِ، ثُمَّ

حضور نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر حضور نے وضو فرمایا میں نے غسالہ مبارکہ پیا۔

دوسرے سال پیدا ہوئے۔ حجتہ الوداع کے موقع پر اپنے باپ کے ساتھ شریک تھے اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی ولادت ۳۷ھ میں ہوئی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس ہوئے اور مدینہ طیبہ والوں نے شاندار خیر مقدم کیا تو بچوں کے ساتھ یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اور عبداللہ بن مسعود بن عتبہ اور سلیمان بن ابی خثمہ کو مدینہ طیبہ کے بازار کا عامل بنایا تھا۔ الاستیعاب میں ان کی عمر چورانوے یا پچھیانوے سال لکھی ہے۔ اس حساب سے ۹۰ھ یا ۹۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ ویسے ان کا وصال سن اسی یا اکیانوے لکھا ہے۔ مگر عمر کانوے یا چورانوے یا پچھیانوے سال لکھی ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ اصحاب میں یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ میں یہ سب سے آخر ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے والد حضرت زید اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن السعدی، اپنے ماموں حضرت علاء بن المحضری حضرت طلحہ حضرت سعد وغیرہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے امام زہری، یحییٰ بن سعید وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ان سے پانچ احادیث مروی ہیں اور سب بخاری نے ذکر کی ہیں لہ

② لغات | وَقِعٌ، یہ وَقِع بھی مروی ہے ماضی کا صیغہ یعنی بیمار ہے۔ اور وَقِعٌ، اسم فاعل، اس کے پاؤں میں

درد ہے۔ کریمہ کی روایت میں وَجَعٌ ہے۔ یہی اکثر روایت ہے یعنی بیمار ہے الخ، ذہب بہ اور اذہبہ میں فرق یہ بتایا جاتا ہے کہ اذہبہ کے معنی بھی لے جانے کے ہیں مگر یہ مٹانے کے ہم معنی ہے۔ اور ذہب بہ کے معنی ساتھ لیجانے کے ہیں، مگر یہ درست نہیں، قرآن مجید میں ہے ذہب اللہ بنو رهم۔ یہاں مٹانے کے معنی میں ہے۔ ذَرُّ، گھنڈی کو بھی کہتے ہیں اور انڈے کو بھی۔ الجملۃ، دلہن کے لئے گول خیمے کی طرح خوبصورت عمدہ کپڑوں سے جو مکان بناتے تھے جن میں آرائش کے لئے بڑی بڑی گھنڈیاں لگاتے تھے اسے جملہ کہتے ہیں اور جملہ چکور پرندے کو بھی کہتے ہیں۔ ہم نے دونوں کی رعایت کرتے ہوئے دونوں ترجمہ کیا ہے۔ ثانی کو ترجیح ہے اس لئے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کہوتر کے انڈے کے مثل وارد ہے، یہاں تمثیل صرف مقدار میں ہے۔

قَمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَيْفِيهِ مِثْلَ زُرِّ الْجَلَّةِ

پھر حضور کے پیچھے کھڑا ہوا میں نے حضور کے دونوں شانوں کے درمیان جملہ عروسی کی گھنڈی کے مانند یا چکور کے انڈے کے مانند

مہر نبوت کو دیکھا۔

تکمیل

باب صفة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں، محمد بن عبد اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے

المجلة من حجل الفرس الذی بین عینیه لہ یہ حار کے ضمے اور جیم کے سکون کے ساتھ ہے۔ یہ حجل الفرس سے لیا گیا ہے یعنی وہ سپیدی جو گھوڑے کے دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر نے مقدمے میں فرمایا کہ یہ خطاب ہے کیونکہ حجل الفرس اس سپیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کے پاؤں میں ہوتی ہے نیز وہیں ابراہیم بن حمزہ سے جو روایت ہے وہ زرا الجملہ ہے پہلے راء جملہ پھر زاء مجملہ۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ زر کے معنی گھنڈی کے ہیں۔ انڈا اس کا لازم معنی ہوگا۔ رر کے معنی انڈے کے ہیں، گھنڈی اس کا لازم معنی ہوگا۔ امام بخاری نے جو یہاں فرمایا کہ زر صحیح ہے۔ غالباً یہ اس بنا پر کہ وہ جملہ سے پرندہ مراد لیتے ہیں۔

وہیں یہ روایت بھی ہے جعید بن عبد الرحمن نے کہا میں نے، سائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا وہ بہت تندرست میاں قد تھے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ مجھے یہ کان اور آنکھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ملے ہیں۔ میری خالہ خدمت اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا یہ میرا بھانجہ بیمار رہتا ہے، اس کے لئے دعا فرمادیں تو حضور نے میرے لئے دعا فرمائی۔

خاتم نبوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان، بائیں شانے کی نرم ہڈی کے نیچے مہر نبوت تھی، اس سلسلے میں دس صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ جو باعتبار معنی مشہور ضرور ہیں، البتہ اس کی تفصیل میں الفاظ مختلف آئے ہیں۔ بخاری میں جو وارد ہے وہ دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جملہ عروسی کی گھنڈی کی طرح تھی۔ یا چکور کے انڈے کے مثل۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ کبوتر کے انڈے کے برابر تھی جس کا رنگ جسم اقدس کے جیسا تھا۔ ترمذی میں انھیں کی حدیث میں ہے کہ سرخ رنگ، سخت گوشت کا ایک ابھار کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔ نیز مسلم میں حضرت عبد اللہ بن سحر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بائیں مونڈے

۱۔ ایضاً صفة النبی باب وہاب خاتم النبوة ج ۱ ص ۵۰۱۔ دعوات باب الدعاء للصبيان بالبركة ج ۲ ص ۹۲۰۔
مرضی، ہاب من ذهب بالصبي المريض ھدیٰ لہ ج ۲ ص ۸۲۷۔
مسلم، فضائل، باب اثبات خاتم النبوة ج ۲ ص ۲۵۹، ترمذی، فضائل ہاب فی خاتم النبوة ج ۲ ص ۲۰۵۔
بخاری ج ۱ ص ۵۰۱۔

کی نرم پتلی ہڈی کے پاس ایک مٹھی ابھرے ہوئے تل تھے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابو ریحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ سیب کے مثل تھی۔ شامی ترمذی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ابھرا ہوا گوشت تھا۔ حاکم کی حدیث میں ہے، کچھ بال اکٹھے تھے۔ عمرو بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ مہر کے مثل تھی۔ تاریخ نیشاپور میں ہے۔ گوشت کی ”گولی“ کے مثل تھی جس میں گوشت ہی سے لکھا تھا محمد رسول اللہ ابن عابد کی مولد میں ہے۔ کہ یہ ایک چمکہ انورانی شئی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی الفاظ آئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ مہر نبوت کبوتر یا چکور کے انڈے کے برابر تھی، جو جسم اقدس سے ابھری ہوئی تھی۔ اس میں سیاہ تلوں کے مثل ابھار سے محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس سے نور چمکتا تھا۔ اس کا اصل رنگ وہی تھا جو جسم اقدس کا تھا یعنی سرخ سفید مگر سیاہ ابھار سے محمد رسول اللہ بنا پڑا تھا۔ اس پر بال بھی تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وصال کے بعد مہر نبوت اٹھالی گئی تھی۔ یہ بایں شانے کے متصل گردن کی جڑ کے قریب تھی۔ یہ مہر نبوت پیدائشی تھی یا بعد میں لگائی گئی، دونوں قول ہیں، تفصیل عینی میں مذکور ہے۔

یہ مہر نبوت، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان خصوصی نشانیوں میں ہے جو کتب سابقہ میں مرقوم تھیں حضرت سلمان فارسی نے جب دوسرے دن ہدیہ پیش فرمایا حضور نے اسے قبول فرمایا، تو انھوں نے پشت مبارک میں مہر نبوت دیکھی اور ایمان لائے۔
بحیرا اہلب نے کہا:-

انی اعرفہ بخاتم النبوة اسفل من غروف
کتفہ مثل التفاحۃ ۱۷

میں انھیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے۔

مدارج میں ہے کہ دیگر انبیاء کرام کے ہاتھوں میں مہر نبوت ہوتی تھی مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پشت مبارک میں تھی۔ یہ اشارہ ختم نبوت کی طرف تھا۔ علامہ مینی نے فرمایا کہ جہاں مہر نبوت تھی وہیں سے شیطان کی مداخلت ہوتی ہے۔ مہر نبوت کی وجہ سے شیطان کی مداخلت کی گنجائش نہ رہی۔

مطابقت | باب سے مطابقت کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ ”من وضوئہ“ سے مراد وہ پانی لیا جائے جو وضو کرتے وقت گرتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی صف میں رکھا جائے اور

تَوَضَّأَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِالْحَمِيمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ لَهُ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گرم پانی اور نصرانی عورت کے گھر کے پانی سے وضو فرمایا

یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ وضو کے معنی میں یہ بھی احتمال ہے کہ مراد وہ پانی ہو جو وضو کے بعد پک گیا ہو۔ اور ہم بتا آئے کہ جب احناف کے نزدیک فضلات مبارکہ تک طاہر ہیں تو مار مستعمل بدرجہ اولیٰ طاہر ہوگا۔

علاوہ ازیں احناف مار مستعمل کو نجس نہیں کہتے۔ طاہر مانتے ہیں۔ اس لئے یہ حدیث کسی طرح احناف کے معارض نہیں۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ احناف مار مستعمل کا پینا مکروہ بتاتے ہیں اور یہاں حضرت سائب نے یہ مار تبرک پیا۔ اس کا جواب وہی ہے کہ بحث عام انسانوں کے استعمال کردہ پانی کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استعمال فرمودہ پانی کی نہیں۔ وہ بہر حال طاہر مطہر ہے طاہر کا بھی مطہر ہے اور باطن کا بھی۔

مسائل | کسی بھی مرض یا تکلیف کے ازالے کے لئے ”دم کرنا“ جائز ہے، بشرطیکہ جو پڑھ کر دم کیا جائے اس میں کوئی کلمہ خلاف شرع نہ ہو، علماء صلحاء کے پاس دم کرانے کے لئے لیجانا جائز ہے۔ برکت کیلئے کسی کے سر پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے۔

تشریحات (۴۳)

امام بخاری نے باب یہ باندھا ”مرد کا عورت کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا“۔ باب کے بعد تعلق مذکور ذکر کی۔ اس تعلق کا باب سے کیا علاقہ ہے وہ خادم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں پانیوں میں یہ احتمال تھا کہ کسی عورت نے اسے استعمال کیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دریافت کر لینا چاہئے تھا تا کہ ان کا شبہ باقی نہ رہ جاتا۔ شبہات سے بچنا محمود ہے، من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه۔ حضرت عمر نے یہ دریافت نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ عورت کے استعمال کردہ پانی سے وضو جائز ہے لیکن یہ طفلانہ بات ہے، کیا نصرانیہ کے پانی میں یہ شبہ نہیں کہ وہ ناپاک ہو حضرت عمر نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ پانی پاک ہے کہ ناپاک، تو کیا کوئی یہ جرات کر سکتا ہے کہ کہدے کہ ناپاک پانی سے بھی وضو جائز ہے۔

یہ دونوں دو تعلق ہیں یا ایک۔ کریمہ کی روایت میں واؤ نہیں۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی تعلق ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں، دو مستقل تعلق ہیں جیسا کہ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی۔

گرم پانی سے وضو اتفاقاً جائز ہے، صرف امام مجاہد کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ پانی آگ پر گرم کیا جاتا ہے اور

کان الرجال والنساء يتوضون جميعا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آگ جہنم کا جز ہے، وہیں سے آئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

نارکم جزء من سبعین جزء من نار جہنم لہ تھاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر جز میں سے ایک جز ہے۔
 اس لئے گرم پانی کے استعمال میں ایک گونہ جہنم سے علاقہ ہے۔ عبادات میں یہ علاقہ بھی اچھا نہیں۔ مگر یہ انکا استدلال ظاہر ہے کہ لائق التفات نہیں۔ اگر آگ پر گرم کئے ہوئے پانی کے استعمال میں جہنم سے ایک گونہ علاقہ ہے تو پکے ہوئے کھانے میں بھی یہ علاقہ ہے اس لئے اس سے بھی اجتناب لازم ہے۔ علاقہ جہنم سے مطلقاً اجتناب لازم ہے خواہ عبادات ہوں خواہ معاملات۔ حق یہ ہے کہ آگ اگرچہ جہنم سے آئی ہے مگر یہ بھی نعمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي كُنْتُمْ تُورُونَ هَ أَأَنْتُمْ
 أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ مُنْشَوْنَ ه (۱۶۱)

بتاؤ وہ آگ جسے تم جلاتے ہو کیا تم نے اس کا پڑپیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

اگر آگ نعمت نہ ہوتی تو اس کی عطا پر احسان نہیں جتایا جاتا۔

باب کا فائدہ | اس عہد میں عورت کی جو حیثیت تھی اسکے پیش نظر اسے یہ اعزاز دینا کہ وہ مرد کے ساتھ وضو یا غسل کرے بہت مستبعد تھا، نیز اس کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا مرد کے لئے بہت مشکل تھا۔ علاوہ ازیں کسی کے وضو یا غسل سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنا طبیعت پر گراں بھی ہوتا ہے، اس کے ازالے کیلئے یہ باب باندھا۔

غیر مسلم کے گھر کے پانی کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں خصوصاً جبکہ دوسرا پانی نہ ہو، اسلئے کہ پانی کی اصل طہارت ہے۔ جب تک دلیل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ پانی ناپاک ہے اسے پاک ہی مانا جائے گا۔ البتہ دوسرا پانی ہوتے ہوئے کسی کافر کے گھر کا پانی نہ استعمال کیا جائے یہی بہتر ہے۔

مطابقت | باب کے پہلے جز پر اس حدیث کی دلالت صریح ہے اور دوسرے جز پر التزامی۔ وہ اس طرح کہ جب عورت نے ایک بار برتن سے پانی لے لیا تو برتن کے باقی ماندہ پانی پر یہ صادق آیا کہ وہ عورت کے

يَتَوَضَّؤْنَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا

کے زمانے میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کرتے تھے

استعمال سے بچا ہوا ہے۔

لیکن امام بخاری نے جتنا حصہ ذکر کیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں کہ مرد اور عورت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے اسلئے باب کے کسی جز پر حدیث کی دلالت نہ ہوئی۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ دارقطنی نے بطریق "محمد بن نعمان" جو روایت کی ہے اس میں "من المیضاۃ" زائد ہے۔ نیز شعبی اور ابن وہب کی روایت میں "فی الاناء الواحد" وارد ہے۔ نیز ابو داؤد میں بطریق ایوب "من اناء واحد" مروی ہے۔ اب بات صاف ہو گئی کہ مرد اور عورت ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے، اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔

اقول: ہم اس پر کئی بار عرض کر آئے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث کا جتنا حصہ ذکر کیا ہے وہ باب کے مطابق نہیں اور گفتگو یہی ہے کہ امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے یہ باب کے مطابق نہیں۔ یہ اپنی جگہ درست رہا دوسری کتابوں میں مذکور احادیث سے باب کی مطابقت ہو بھی گئی تو اس سے امام بخاری کو کیا فائدہ۔ ہاں بخاری میں کہیں یہ اضافہ ہوتا تو دوسری بات تھی۔

باب کا فائدہ | بعض احادیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت سعید بن مسیب اور امام حسن نے فرمایا کہ عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل مطلقاً مکروہ ہے۔ داؤد ظاہری اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اگر تنہا عورت نے کوئی پانی استعمال کیا ہو تو بچا ہوا پانی مرد کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

احناف اور امام مالک اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً بلا کراہت مرد کو یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے خواہ عورت نے تنہا استعمال کیا ہو خواہ مرد کے ساتھ۔ خواہ جنبی اور حائضہ ہو خواہ پاک ہو۔ مرد و عورت ساتھ پانی لیں یا آگے پیچھے۔ خواہ پہلے پانی لینا عورت شروع کرے یا مرد۔

جس طرح عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل جائز ہے اسی طرح عورت کو بھی مرد کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو اور غسل بلا کراہت درست ہے۔

ایک توضیح | حدیث کے ظاہر سے متبادر ہوتا ہے کہ جس طرح زوجین اور محارم اکٹھے ہو کر ایک برتن سے وضو کرتے تھے اسی طرح غیر محارم مرد و عورت بھی اکٹھے ہو کر وضو کرتے تھے۔

(۱۲۳)

حدیث

صب علی من وضوئہ فعقلت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ

محمد بن منکدر نے کہا میں نے جابر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں بیمار تھا رسول اللہ

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ پیر دے کے حکم سے پہلے کی بات ہے۔ پیر دے کے حکم کے بعد اجنبی مرد و عورت کا اکٹھے ہو کر وضو کرنا ممنوع ہو گیا اور زوجین اور محارم کا باقی رہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تعمیم میں قطعی نہیں۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ میاں بیوی اور محارم اکٹھے وضو کرتے تھے۔ اس صورت میں بھی یہ کہنا درست ہے کہ عورتیں اور مرد اکٹھے ہو کر ایک برتن سے وضو کرتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ”جمیعاً“ دو معنی میں آتا ہے۔ ایک کلہم کے دوسرے معا کے جب اسے معا کے معنی میں لیں گے تو معنی یہ ہوں گے کہ مرد و عورتیں اکٹھے ایک ساتھ وضو کرتی تھیں۔ اور وہ اعتراض وار ہوگا۔ اور اگر اسے ”کلہم“ کے معنی میں لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ سب لوگ ایک برتن سے وضو کرتے تھے، اگرچہ باری باری یکے بعد دیگرے۔ اب یہ لازم نہیں آیا کہ مرد اور عورتیں ایک ساتھ وضو کرتی تھیں۔ ہو سکتا ہے مرد پہلے وضو کر لیتے ہوں اور عورتیں بعد میں کرتی ہوں یا اس کے برعکس پہلے عورتیں وضو کر لیتی ہوں اور بعد میں مرد کرتے ہوں۔

(۱۲۳)

تشریحات

محمد بن منکدر | تیمی، قرشی علم وزہد میں جامع مشہور تابعی ہیں۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں، منکدر کے صاحبزادے ہیں۔ ایک دفعہ منکدر، ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تنگدستی کی شکایت کی حضرت ام المومنین نے فرمایا پہلی فتوحات جو آئے گی وہ تمہاری ہے۔ اتفاق سے پہلی بار دس ہزار درہم آئے یہ سب منکدر کو دیدیا۔ انھوں نے ایک لونڈی خریدی جس سے محمد پیدا ہوئے۔ ان کا سالہ میں وصال ہوا۔

لغات | کلالۃ زنجشیری نے کہا، کلالہ کا اطلاق تین معنوں پر ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ دادا۔ اولاد اور باپ دادا کے علاوہ دوسرے وارثین۔ والدیت اور ولدیت کے علاوہ دوسرے رشتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ، ایسے شخص کے ترکے کو بھی کہتے ہیں جس کے باپ دادا اور اولاد نہ ہو۔ یہاں مراد دوسرا معنی ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّم يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا مَرِيضٌ لَا اَعْقِلُ فِتْوَاً

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے مجھے ہوش نہ تھا حضور نے

وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وُضُوئِهِ، فَعَقَلْتُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لِمَنِ

وضو فرمایا اور وضو سے بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا جس سے میں ہوش میں آگیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ

اَلْمِيْرَاثُ اِنَّمَا يَرِثُنِيْ كَلَالَةًۖ فَنَزَلَتْ اٰیَةُ الْفَرَاِضِ ع

میری میراث کس کو ملے گی میرا وارث کلالہ ہے۔ تو آیت فرائض نازل ہوئی۔

جیسا کہ فرائض میں ہے کہ حضرت جابر نے عرض کیا، ان مالی اخوات، میری صرف بہنیں ہیں۔ فرائض، فرضیہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی مقرر شدہ کے ہیں۔ یہاں میراث میں مقررہ حصہ مراد ہے باب عیادۃ المغمی علیہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر بھی ساتھ تھے۔ دونوں حضرات پیدل آئے تھے۔ جب تشریف لائے تو مجھ پر بہوشی طاری تھی۔

(۱) یہاں دونوں احتمال ہیں کہ وضو سے جو پانی برتن میں بچ گیا تھا اسے ڈالا۔ یا وضو کرنے میں جو پانی اعضا مبارکہ سے گرا، اسے ڈالا۔ ظاہر دوسرا احتمال ہے اسلئے پہلے پانی میں بھی اگرچہ شفا ہے، مگر جسم اقدس سے مس ہونے کے بعد پانی میں جو بات ہوگی وہ پہلے پانی میں کہاں؟ امام بخاری کا بھی رجحان یہی ظاہر ہو رہا ہے اس لئے کہ وہ اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مار مستعمل پاک ہے، اور مستعمل دوسرا ہی پانی ہے، نہ کہ پہلا ہم بار بار بتا آئے کہ مار مستعمل کی طہارت کا قول نہ ہمیں مضر اور نہ امام بخاری کا استنباط درست۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عامۃ مومنین کا قیاس، قیاس مع الفارق۔

(۲) یہاں یار متکلم مخدوف ہے جس کے عوض الف لام ہے۔ مراد یہ ہے کہ میری میراث کسے ملے گی جبکہ میرے وارثین میں صرف بہنیں ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت جابر کا مقصود یہ رہا ہو کہ کیا میں اپنا مال صدقہ کر دوں؟ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور نے فرمایا تم اس بیماری میں نہیں مرو گے۔

مسائل | حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسل مبارکہ ظاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شافی امراض ہیں۔ علامہ عینی نے اسی حدیث کے تحت لکھا۔

عہ ایضاً المرضی باب عیادۃ المغمی علیہ جلد ۲ ص ۸۴۲۔ باب وضوء العائد للمریض جلد ۲ ص ۸۴۶۔ الفرائض میراث الاخوة والاخوات جلد ۲ ص ۹۹۸۔ مسلم، فرائض۔ نسائی۔ طہارت۔ تفسیر طیب۔ فیوض الباری جلد اول ص ۲۳۲۔

حدیث (۱۳۳)

غسل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يديه ووجهه في الماء ورج فيه

عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگایا

فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ (وَزَادَ قَبْلَ صَفْحَةٍ

جس میں پانی تھا، حضور نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو اس میں دھویا اور اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں

تَعْلِيْقًا) ثُمَّ قَالَ لَهَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وَجْهِكُمَا وَنَحْوِ رُكْمَا لَ

(ابو موسی اور بلال) سے فرمایا اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔

ببركة يد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يديه ووجهه في الماء ورج فيه

عليه وسلم يزيل كل علة - ۲ مبارک کی برکت ہر بیماری کو دور کر دیتی ہے۔

بیماروں کی عیادت سنت ہے۔ بڑوں کو چھوٹوں کی بھی عیادت کرنی چاہئے۔

تشریحات (۱۳۴)

تکمیل | پوری حدیث یوں ہے۔ حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم جعترانہ میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے اقامت پذیر تھے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر تھا

اور بلال بکسی ساتھ تھے۔ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا، مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرو۔ حضور نے فرمایا

تجھے بشارت ہو۔ اعرابی نے کہا۔ آپ ابشر بہت کہہ چکے۔ حضور غضبناک حالت میں ابو موسیٰ اور بلال

کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اس نے بشارت رد کر دی تم لوگ قبول کرو۔ ان دونوں نے عرض کیا، ہم نے

قبول کیا۔ اس کے بعد ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا۔ اس پیالے میں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور

اس میں کلی کی، پھر فرمایا، تم دونوں اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہرے اور سینے پر ڈال لو۔ ان دونوں نے پیالہ

لیا اور تعمیل حکم کیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ (پردے میں تشریف فرما تھیں)، پردے ہی میں سے فرمایا اپنی ماں

کیلئے بھی بچا لینا۔ ان لوگوں نے ان کے لئے تھوڑا سا بچا لیا۔

تسلخ | اس حدیث کے ابتدائی حصے میں یہ ہے کہ مکے اور مدینے کے درمیان جعترانہ میں فروکش تھے۔

حدیث

(۱۳۵)

اذا اشتد وجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا

حالانکہ جبرائیل کے اور مدینے کے مابین نہیں مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے۔ لے

مطابقت | یہ حدیث پہلے تعلیقاً، باب استعمال فضل وضو الناس میں ذکر فرمائی تھی۔ اس حدیث میں وضو کا ذکر نہیں صرف ہاتھ اور منہ دھونے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے بظاہر یہ باب کے مطابق نہ ہوئی، علامہ عینی نے فرمایا جب اس پیالے میں ہاتھ اور منہ دھویا تو پانی مستعمل ہو گیا اور اسے استعمال فرمایا تو ثابت ہو گیا کہ ما مستعمل استعمال درست ہے۔ وضو سے بھی پانی مستعمل ہی ہوتا ہے۔ تو جیسے یہ ما مستعمل لائق استعمال ہے اسی طرح وضو کرنے سے جو پانی مستعمل ہو وہ بھی لائق استعمال ہے۔ اس پر ہم بار بار عرض کر چکے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعمال فرمودہ پانی خارج از بحث ہے۔ اس لئے اس سے عام لوگوں کے استعمال کردہ پانی کے لائق استعمال ہونے پر استدلال ساقط۔ پھر اس حدیث کو مسند باب الغسل والوضو فی المخفض والقدح میں ذکر فرمایا۔ اس حدیث میں نہ وضو کا ذکر ہے نہ غسل کا۔ اس لئے اس باب سے بھی اس حدیث کو کوئی مطابقت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کے لئے اس میں ہاتھ اور منہ دھویا پھر کلی کی۔ غسل تو بہت دور ہے وضو بھی مذکور نہیں۔

تشریحات (۱۳۵) تکمیل: باب انما جعل الامام لیوتبر بہ میں یوں مذکور ہے کہ عبید اللہ نے کہا میں حضرت ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا آپ ہم سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض کے حالات نہیں بیان فرمائیں گی؟ ارشاد فرمایا ضرور بیان کروں گی۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض بہت بڑھ گیا۔ دریافت فرمایا لوگوں نے نماز پڑھ لی، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حکم دیا کہ میرے لئے لگن میں پانی رکھو، ہم نے ایسا کیا۔ حضور نے غسل فرمایا۔ چاہا کہ کھڑے ہو جائیں کہ بیہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو پھر پوچھا۔ لوگ نماز پڑھ چکے ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، پھر فرمایا، میرے لئے لگن میں پانی رکھو، ہم نے رکھا حضور نے غسل فرمایا، غسل سے فارغ ہو کر چاہا کہ کھڑے ہوں کہ پھر بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو پھر پوچھا، لوگوں نے نماز پڑھ لی، ہم نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا میرے لئے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے رکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور غسل فرمایا۔ غسل کے بعد چاہا کہ کھڑے ہوں کہ پھر بیہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا، لوگ نماز پڑھ چکے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لوگ مسجد میں عشاء کی

لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَاذَنَ أَزْوَاجَهُ

جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو حضور نے

فِي أَنْ يُمَرِّضَ فِي بَيْتِي، فَأَذِنَ لَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ میرے گھر میں حضور کی تیمارداری کیجائے، سب نے حضور کو اجازت دیدی، اس کے بعد

نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ حضور نے ایک شخص کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس

بھیجا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ فرستادہ (حضرت بلال) ابو بکر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو فرمان پہنچا دیا۔ حضرت

ابو بکر رقیق القلب انسان تھے حضرت عمر سے کہا تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمر نے کہا آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ ان دنوں،

(تین دن) ابو بکر نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضور نے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو ظہر کی نماز کے لئے حضرت عباس

اور ایک اور شخص کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، اور ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابو بکر نے تشریف

آوری کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہو پیچھے نہ ہٹو۔ اور سہارا دینے والوں کو حکم دیا کہ

مجھے ابو بکر کے پہلو میں بیٹھا دو۔ ان لوگوں نے ان کے پہلو میں حضور کو بائیں طرف بیٹھا دیا۔ ابو بکر حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ابو بکر کی اقتدار میں۔ ایک روایت میں ہے کہ نماز کے بعد

حضور نے خطبہ دیا۔ مرض وصال اور حضرت ابو بکر کو امام بنانے کی پوری تفصیل اس کے باب میں آئے گی۔ یہاں صرف

حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ کی تکمیل مقصود ہے۔ اس حدیث سے متعلق ابحاث بھی وہیں مذکور ہوں گی۔

ایک توجہ یہ | حضرت ام المومنین نے حضرت علی کا نام نہیں لیا۔ اس کی علت عام شراح یہ بتاتے ہیں کہ واقعہ

انک میں چونکہ حضرت ام المومنین کی صفائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ان کے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں۔

اس کی وجہ سے ام المومنین حضرت علی سے کبیدہ خاطر تھیں۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ واقعہ جبل کیو جب سے

آزردہ خاطر تھیں۔ اس پر اس خادم کی عرض یہ ہے کہ حضرت ام المومنین کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کینہ رکھیں۔ اصلی معاملہ یہ ہے کہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ کسی میں فضل بن عباس

کا نام ہے کسی میں حضرت اسامہ کا، کسی میں بریرہ اور لوبہ کا۔ ہو سکتا ہے حضرت علی اور حضرت اسامہ، حضرت فضل

بن عباس نے باری باری سہارا دیا ہو۔ اور حضرت عباس نے شروع سے اخیر تک اس لئے حضرت عباس کا تونا م لیا

اور ان تینوں کی تعبیر و جدل آخر سے کر دی۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ یہ نماز ظہر تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ نماز فجر تھی۔ اسی طرح کچھ روایتوں میں ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابو بکر مقتدی اور مبلغ۔ دوسری روایتوں میں کہ امام حضرت ابو بکر

ہی تھے حضور مقتدی تھے۔ چنانچہ اسود نے حضرت ام المومنین ہی کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی۔ مسروق کی روایت میں انھیں کا یہ قول ہے کہ، مرض وصال میں ابو بکر کے پیچھے نماز

پڑھی۔ یہی نے اس کا یہ جواب دیا کہ جس نماز میں حضور امام تھے وہ نماز ظہر تھی۔ ہفتے یا یکشنبہ کے دن، اور جو حضرت ابو بکر کے

بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخَطَّى رَجُلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو آدمیوں حضرت عباس اور ایک اور صاحب کے سہارے

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي

اس طرح کہ حضور کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے، عبید اللہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس

مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ، قُلْتُ لَا، قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَكَأَنْتَ

کو بتایا تو انھوں نے پوچھا تم جانتے ہو دوسرے صاحب کون تھے، میں نے کہا نہیں، فرمایا وہ علی

عَائِشَةُ تَحَدَّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ

ابی طالب تھے، حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں میرے گھر آنے کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پچھے پڑھی وہ یوم وصال کی فجر تھی۔

اس تفصیل کے بعد بہت سے تعارض رفع ہو گئے۔ مثلاً یہاں کی روایت میں ہے کہ نہلانے سے مرض میں تخفیف ہوگی اور حضور نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور باب انما جعل الامام ليوتمر به میں ہے کہ تین بار نہلانے کے بعد بھی مرض کی شدت میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اسی طرح سہارا دینے والوں کے نام کے اختلاف میں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے۔ ایک بات قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ یہاں دو مواقع ہیں ایک تو ام المومنین حضرت میمونہ کے گھر سے حضرت عائشہ کے گھر لانا، اور ایک حجرہ عائشہ سے نماز کے لئے مسجد میں لانا۔ ان دونوں میں خلط ہو جانے سے بھی اشکال پیدا ہو سکتا ہے۔

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک نماز میں ایک ہی جماعت کے دو امام نہیں ہو سکتے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دو امام ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں امام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت ابو بکر مقتدی کبر و مبلغ تھے۔

مرض کی یہ شدت وصال سے تین دن قبل عشاء کے وقت ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر نے سترہ وقت کی نمازیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں پڑھائیں ان میں سے دو نمازوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شریک ہوئے، ایک میں امام ہوئے ایک میں مقتدی۔ اس حساب سے مرض کی شدت پنجشنبہ کے بعد جمعہ کی رات میں ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ مرض کی ابتداء ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے ہوئی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت میمونہ کے گھر سے ابتدا ہوئی۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ حقیقت میں مرض کی ابتدا حضرت صدیقہ کے گھر ہوئی۔ مرض میں شدت حضرت میمونہ کے گھر سے ہوئی جس کے بعد اجازت لے کر حضرت صدیقہ کے گھر تشریف لائے۔ مسائل علامہ عینی نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ازواج مطہرات کے مابین عدل و حب تھا۔

مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قَرَبٍ لَمْ تَحُلْ

کا مرض بڑھ گیا تو فرمایا سات ایسی مشکوں سے میرے اوپر پانی بہاؤ جن کے منہ کھولے

أَوْكِتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ وَأَجْلِسَ فِي مَحْضَبٍ لِحَفْصَةَ

نہ گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کو وصیت کر سکوں حضرت حفصہ بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ

زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُ عَلَيْهِ تِلْكَ

کی لگن میں حضور کو بٹھایا گیا پھر ہم سب حضور پر پانی ڈالنے لگیں یہاں تک کہ حضور

حَتَّى طَفِقَ يَشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ لِه

اشارہ فرمانے لگے تم اپنا کام کر چکیں اس کے بعد حضور باہر تشریف لے گئے

مگر یہ صحیح نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

تُرْجَى مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتَوِيَّ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ

ان میں سے جسے چاہو اپنے سے دور رکھو اور جسے چاہو اپنے

پاس رکھو۔

احزاب (۵۱)

اس سے ثابت کہ حضور پر ازواج کے مابین برابری واجب نہیں تھی مگر یہ غایت کرم تھا کہ برابری کرتے یہاں تک کہ بیماری میں بھی۔ اور جب بہت کمزور ہوئے تو اجازت لے کر حضرت صدیقہ کے گھر قیام فرمایا اور نہ اجازت لینے کی کیا حاجت تھی۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک سوتن اپنی باری دوسرے کو دیدے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کے ساتھ تمام ازواج سے زیادہ محبت تھی۔ نیز ثابت ہوا کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اور مقتدی قیام پر قادر ہوں تو مقتدیوں کو کھڑا ہو کر نماز پڑھنی چاہئے۔ یہی اخیر عمل ہے اس سے وہ حدیث منسوخ ہے جس میں ہے کہ جب امام بیٹھ کر پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ نیز ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل اور اعلم ہیں اور وہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ خود حضرت علی نے فرمایا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کیا۔ حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کی افضلیت ثابت ہوئی۔ جماعت کے ساتھ نماز کی اہمیت ظاہر ہوئی کہ اس کے باوجود کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت طویل تھے مسجد میں تشریف لے جانے کی قوت نہ تھی مگر تدبیر کر کے دوسروں کے سہارے مسجد میں نماز باجماعت کے لئے تشریف لے گئے۔

امام بخاری نے اگرچہ باب یہ باندھا ہے کہ لگن میں غسل اور وضو، مگر مقصود ان کا وہی ہے کہ مار مستعمل پاک ہے اور

لہ ایضا، صلاة باب حد المريض يشهد الجماعة جلد اول ص ۹۱-۹۲۔ باب انما جعل الامام ليوتبر به ص ۹۵۔ هبة

باب هبة الرجل لامرأة والمرأة لزوجها جلد اول ص ۳۵۲۔ جهاد۔ باب بيوت ازواج النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم جلد اول ص ۴۴۔ مغازی۔ باب مرض النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفاته جلد ثانی ص ۶۳۹، الطب، باب، جلد ثانی ص ۵۱

مسلم، الصلاة باب استحلاف الامام جلد اول ص ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، نسائی، الايتام بالامام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاعدًا ص ۱۳۲۔ دارمی، مقدمہ، ۱۲۰، صلوة، ۲۲۰،

مسند امام احمد۔

حدیث

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کرتے تھے

اس پر ہماری وہی عرض ہے جو بار بار گزر چکی، امام بخاری نے باب یہ باندھا تھا کہ لکڑی یا پتھر کی لگن اور پیالے میں غسل اور وضو۔ اس میں چار حدیثیں ذکر کیں، ان میں سے دو حدیثیں گزر چکیں ہیں۔ پہلی حدیث انس ہے، اس میں یہ ہے کہ ”حضور کی خدمت میں پتھر کی ایک چھوٹی لگن لائی گئی“۔ دوسری حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جس میں ہے کہ ”ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں پانی تھا“،

تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی ہے جس میں ہے کہ ”تا بنے کے ایک چھوٹے برتن (طشت) میں پانی پیش کیا گیا“

چوتھی حدیث حضرت ام المومنین کی ہے جس میں یہ ہے کہ ”ہم نے حضور کو حفصہ کی ایک لگن میں بیٹھایا“، پہلی حدیث میں تو تصریح مذکور ہے کہ پتھر کی ایک لگن پیش کی گئی۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ پتھر کی لگن کا استعمال درست ہے۔ رہ گیا لکڑی کے برتن کا استعمال۔ وہ قح سے ثابت۔ اس لئے کہ قح اکثر لکڑی کے بنے ہوئے پیالے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے ابن اثیر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

تشریحات (۱۴۶) صاع اور مد | امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور امام ابو یوسف وائمہ ثلثہ نے فرمایا۔ پانچ رطل اور تہائی رطل کا (۵۳)۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ چار مد کا ایک صاع البتہ مد کی مقدار میں اختلاف ہے۔ امام اعظم کے نزدیک ایک مد دو رطل کا۔ اور امام ابو یوسف وغیرہ کے یہاں ایک رطل اور تہائی رطل کا (۵۴)۔

ایک رطل بیس استار کا۔ ایک استار ساڑھے چار مثقال اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشے لے انگریزی روپہ ڈھائی مثقال یعنی سوا گیارہ ماشے۔ اس حساب سے ایک رطل پچیس روپے بھر۔ اور ایک مد بہتر روپے بھر اور صاع انگریزی روپے سے دو سو اٹھاسی روپے بھر ہوا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ایک مد اڑتالیس روپے بھر اور صاع ایک سو بانوے بھر۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو ایک صاحب نے جن پر مجھے اعتماد تھا ایک صاع نکالا اور بتایا کہ یہ صاع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ میں نے اسے ۵۳ رطل پایا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ یہ صاحب امام مالک تھے۔ اسی طرح علی بن مدینی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع کو جانچا تو ۵۳ رطل پایا۔

اَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خُمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ لَ

ایک صاع سے لے کر پانچ مُد تک سے اور ایک مُد سے . وضو کرتے

امام اعظم وغیرہ کی دلیل یہ احادیث ہیں، ابن عدی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ کہتے ہیں :
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يتوضأ بالمدرطلين .
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد دو رطل سے وضو فرماتے تھے .

دوسری حدیث دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی :
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم يتوضأ بالمدرطلين ويغتسل بالصاع ثمانية ارطال
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد دو رطل سے وضو فرماتے اور ایک صاع آٹھ رطل سے غسل فرماتے .
وضو میں پانی کی مقدار | اس بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں . حدیث اول - یہی زیر بحث حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع سے لے کر پانچ مُد تک سے غسل فرماتے تھے اور ایک مُد سے وضو .

حدیث دوم صحیح مسلمؒ، مسند امام احمد، جامع ترمذی، شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ، اور مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و طحاوی میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبد اللہ نیز انھیں کتابوں میں بطرق کثیرہ ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ :

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے“

اکثر احادیث میں یہی ہے . حضرت انس والی حدیث طحاوی میں یوں ہے :

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مُد پانی سے پورا پورا وضو فرماتے اور قریب تھا کہ کچھ بچ رہتا“
حدیث سوم، ابوعلی، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند ضعیف یہ روایت کیا .
”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آدھے مُد سے وضو فرمایا“

حدیث چہارم : سنن ابوداؤد و نسائی میں حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے :
”نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مُد کی مقدار پانی تھا“
حدیث پنجم : ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم کی صحاح میں حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث آئی ہے .

۱۔ مسلم جلد اول، حیض باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۴۹ .

۲۔ طحاوی جلد اول ص ۳۲۳ . ۳۔ جلد اول باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۴۹ .

۴۔ جلد اول باب الوضوء من المد ص ۹ . ۵۔ باب وزن الصاع ص ۳۲۳ . ۶۔ جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳ . ۷۔ شرح معانی الآثار جلد اول باب وزن الصاع ص ۳۲۳ .

۸۔ جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳ .

۹۔ جلد اول باب القدر الذی یکنفی من الماء للوضوء ص ۲۲ .

”انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مد سے وضو فرمایا“

حدیث ششم۔ مسلم، سنن ابو داؤد، نسائی و طحاوی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں حدیث آئی ہے :

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ مکوک سے غسل فرماتے“

تطبیق : رائج یہ ہے کہ مکوک سے مراد مد ہے۔ جیسا کہ امام طحاوی نے تصریح کی ہے۔ اب اس حدیث اور حدیث اول کا حاصل قریب قریب ایک ہی ہوا۔ حدیث اول و دوم میں تطبیق یہ ہے کہ چار مد ایک صاع غسل کے لئے تھا اور ایک مد غسل کے وضو کے لئے۔ اس طرح غسل میں پانچ مد صرف ہوئے۔ ان سب احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو میں اعضا کبھی ایک بار دھوئے ہیں کبھی دو دو بار اور کبھی تین تین بار۔ یہی عادت کریمہ تھی۔ پانیوں کی مقدار کا اختلاف اسی اعتبار سے ہے۔ جب اعضا ایک بار دھوئے تو تہائی مد پانی صرف ہوا۔ جب دو دو بار دھوئے تو دو تہائی مد ف ہوا۔ جب تین تین بار دھوئے تو پورا ایک مد صرف ہوا۔

غسل میں پانی کی مقدار | غسل میں کم سے کم پانی کی مقدار وہ ہے جسے امام مسلم نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتی ہیں :-

”میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسے برتن سے جو تین مد پانی کی گنجائش رکھتا نہایتے“

توجہ | اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات اسی تین مد پانی سے ساتھ ساتھ نہایتے، یہ بعید از قیاس ہے کہ ڈیڑھ مد پانی سے غسل ہو سکے اس لئے علماء نے اس کی مختلف توجہیں کی ہیں صحیح توجہ وہ ہے جو امام قاضی عیاض نے فرمائی کہ یہ ہر ایک کے جدا جدا غسل کا بیان ہے۔ مراد یہ ہے کہ اسی برتن سے حضور بھی غسل فرمایتے اور میں بھی۔ ایک ساتھ مراد نہیں۔ اور وہ جو دوسری روایتوں میں آیا ہے کہ فرماتی ہیں کہ :-

”میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے۔ ہم دونوں کے ہاتھ باری باری اسمیں بڑتے۔ کبھی حضور مجھ سے سبقت کر کے پانی لے لیتے تو میں کہتی میرے لئے بھی رہنے دیں، کبھی میں لے لیتی تو حضور فرماتے میرے لئے بھی رہنے دو“

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیشہ ایک ہی برتن سے غسل نہیں فرماتے تھے۔ چھوٹے بڑے ہر قسم کے برتن تھے۔ پہلی والی حدیث میں جو برتن مذکور ہے وہ چھوٹا تھا اور یہاں برتن بڑا رہا ہوگا جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کم از کم تین مد پانی سے غسل فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ کی مقدار وہ ہے جو صحیح مسلم، موطا امام مالک و سنن ابو داؤد میں نہیں

۱۔ جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۴۹، ۲۔ جلد اول باب ما یجزی من الماء فی الوضوء ص ۱۳

۳۔ جلد اول باب القدر الذی یکفی بہ الرجل من الماء للوضوء ص ۲۳۔ ۴۔ جلد اول باب قدر الصاع ص ۳۲ ۵۔ ایضا ص ۳۲۳

۶۔ جلد اول باب القدر المستحب من الماء فی الجنابة ص ۱۴۸ ۷۔ بخاری و مسلم بنقص و زیادة۔

۸۔ مسلم جلد اول قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۴۸،

۹۔ جلد اول باب فی مقدار الماء الذی یجزی فی الغسل ص ۳۷،

ام المؤمنین حضرت صدیقہ سے مروی ہے :

”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ”فرق“ سے غسل فرماتے“

فرق کی تحقیق اکثر حضرات کہتے ہیں کہ ”فرق“ تین صاع کا ہوتا ہے۔ کچھ حضرات کہتے ہیں دو صاع کا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث

میں سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ اور امام طحاوی نے اس کی تصریح کی، امام نووی نے فرمایا، یہی جہور کا قول ہے، یہی علامہ عینی نے بھی فرمایا۔ امام نجم الدین نسفی نے طلبۃ الطلبہ میں فرمایا، یہ سولہ رطل کا ہوتا ہے، یہی نہایہ ابن اثیر اور جوہری کی صحاح میں ہے اور یہی قتی سے بھی منقول ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا کہ انھوں نے فرمایا فرق سولہ رطل کا ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس پر اتفاق کا دعویٰ کیا نیز اس پر بھی کہ یہ تین صاع کا ہوتا ہے۔ شرح غریبین سے منقول ہے کہ فرق بارہ رطل کا ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ تطبیق فرمائی کہ سولہ رطل کا، دو صاع عراقی ہوتا ہے اور تین صاع حجازی۔ تو جنھوں نے تین صاع کہا ان کی مراد حجازی صاع ہے اور جنھوں نے دو صاع کہا ان کی مراد عراقی صاع ہے۔

اس حدیث پر امام نووی نے فرمایا اس سے تنہا حضور کا غسل فرمانا مراد نہیں، بلکہ ام المؤمنین کے ساتھ ساتھ۔ اس لئے کہ یہی حدیث بخاری میں یوں ہے :

”میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ قدح تھا جسے فرق کہتے ہیں“ مگر یہ بخاری کی بھی حدیث اجتماع پر نص نہیں۔ اس لئے ظاہر یہی کہ حدیث مسلم سے مراد یہ ہے کہ تنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک فرق یعنی تین صاع سولہ رطل سے غسل فرماتے اس کے باوجود اس میں شک نہیں کہ یہ حدیث اس پر نص نہیں کہ ایک فرق سے تنہا غسل فرماتے اس کا بھی احتمال باقی ہے کہ مراد یہ ہو کہ ام المؤمنین کے ساتھ ایک فرق پانی سے غسل فرماتے۔ اس باب میں جو نص صریح ہے وہ وہی حضرت انس والی حدیث زیر بحث ہے کہ ایک صاع سے پانچ مد تک پانی سے غسل فرماتے۔ تو غیر مشکوک طریقے سے یہ ثابت ہوا کہ غسل میں پانی کی زیادہ سے زیادہ مقدار پانچ مد ہوتی۔ ایک فرق کا بھی احتمال ہے مگر قطعی نہیں، اور اکثر واشہر یہ ہے کہ وضو ایک مد سے اور غسل چار مد سے۔

اب یہاں تنقیح طلب یہ دو باتیں ہیں

اول :- یہاں صاع اور مد باعتبار وزن مراد ہے یا باعتبار کیل و پیمانہ۔ یعنی غور طلب یہ بات ہے کہ جتنے وزن کا صاع اور مد ہوتا ہے اتنے وزن پانی سے وضو یا غسل فرماتے مثلاً صاع بر بنائے قول امام اعظم دو سو اٹھاسی روپے بھرے تو مطلب یہ ہوگا کہ دو سو اٹھاسی روپے بھر پانی سے غسل فرماتے، یا صاع جو پیمانہ ہے اس میں جتنا پانی سمائے وہ پانی مراد ہے۔

اس تنقیح کی ضرورت یہ ہے کہ پانی اناج سے بھاری ہوتا ہے۔ جس پانی میں گہوں سیر بھر آئے گا اسی برتن میں پانی سیر بھر سے زائد آئے گا۔ شارحین بخاری علامہ عینی، علامہ عسقلانی، علامہ قسطلانی کا اس پر اتفاق ہے کہ مراد مد اور صاع بھر پانی ہے۔ البتہ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں وزن مراد لیا مگر صحیح شرح بخاری کا قول ہے۔ علامہ عینی نے بحوالہ طحاوی امام مجاہد کا یہ قول نقل فرمایا :

لے باب القدر المستحب من الماء فی الجنابة ص ۱۲۸

لے باب غسل الرجل مع امرأته ص ۳۹۔ لے جلد ثالث باب الغسل بالصاع ص ۷ - ۱۹۶

”ہم ام المومنین حضرت صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم میں سے بعض نے پانی مانگا تو ام المومنین نے ایک بڑا برتن نکالا اور فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی برتن بھر پانی سے غسل فرماتے تھے۔ میں نے اندازہ لگایا تو وہ برتن آٹھ یا نو یا دس رطل تھا۔“

نسائی میں یہ بغیر شک ہے کہ آٹھ رطل تھا۔

دوم :- یہ پیمانے دواور صاع کس اناج کے تھے۔ ظاہر ہے اناج ہلکے، وزنی سبھی قسم کے ہوتے ہیں۔ جس پیمانے میں جو سیر بھر آئیں گے، اسی میں گہوں سیر بھر سے زائد اور ماش اس سے بھی زائد۔ اس تنقیح کا حاصل یہ ہے کہ کس اناج کو تول کر صاع بنایا جائیگا، اگر دو سو اٹھاسی بھر ماش تو لکر صاع بنائیں تو گہو دو سو اٹھاسی روپے بھر نہیں سمائے گا، کم سمائیگا اور جو ابھی کم، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماش سے تول کر جب صاع بنائیں اور اس صاع سے جو ناپ کر ایک صاع صدقہ فطر ادا کریں تو یہ دو سو اٹھاسی روپے سے کم ہوگا۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ امام ابو شجاع ثلجی نے فرمایا۔ صدقہ فطر کے لئے جو صاع بنائیں وہ ماش یا مسور تول کر بنائیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کے دانے قریب قریب یکساں ہوتے ہیں اس لئے ان کے ناپ و تول میں فرق نہیں پڑے گا اگر پڑے گا بھی تو برائے نام بخلاف جو اور گہوں کے کہ ان میں بہت فرق پڑ جائے گا۔

امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا، احوط یہ ہے کہ عمدہ کھرے گہوں تول کر صاع بنایا جائے۔ علامہ علاء الدین حصکفی نے درمختار میں اسی کو اختیار فرمایا۔ علامہ شامی نے جو تول کر صاع بنانے کو احوط بتایا۔ سید محمد امین میرغنی کے حاشیہ زلیعی سے نقل فرمایا، ان الذی علیہ مشائخنا بالحرم الشریف المکی ومن قبلہم من المشائخ وبہ كانوا یفتون تقدیرہ بشمانیۃ ارطال من الشعیر۔ ولعل ذلك یحتاجوا فی الخروج عن الواجب بیقین لما فی مبسوط السرخسی من ان الاحتیاط فی باب العبادات واجب لہ

حرم مکہ میں ہمارے مشائخ اور ان سے پہلے ان کے مشائخ اس پر ہیں کہ آٹھ رطل جو تول کر صاع بنایا جائے۔ یہ اکابر اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ یہ اسلئے ہے کہ یقینی طور پر واجب کی ادائیگی سے بری الذمہ ہونے میں احتیاط کی جائے اس لئے کہ مبسوط امام سرخسی میں ہے کہ عبادات میں احتیاط واجب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کی تائید میں فرمایا۔

”ظاہر کہ صاع اس اناج کا تھا جو اس زمانہ برکت نشاں میں عام تھا، اور معلوم ہے کہ اس عہد میں جو عام طور پر کھایا جاتا تھا دوسرے غلوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا، گہوں تھا مگر بہت کم۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کان طعامنا الشعیر لہ

ہمارا طعام جو تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اس عہد مبارک میں صدقہ فطر صرف چھوہارا، منقہ، اور جو تھا۔ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں صدقہ
فطر صرف چھوہارا، منقہ اور جو تھا، گیہوں نہ تھا۔

لم تکن الصدقة علی عهد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم الا التمر والزبد والشعیر
ولم یکن الحنطة۔

گیہوں کی کثرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوئی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
لما کثر الطعام فی زمن معاویة جعلوه مدین
من حنطة۔ لہ

اس پر اتفاق ہے کہ یہاں طعام سے مراد گیہوں ہی ہے جبکہ اس عہد مبارک میں عام طور پر جو ہی پایا جاتا تھا، تو ظاہر ہے کہ صاع بھی
جو کو تول کر بنایا جاتا ہوگا، اس لئے اسی میں سب سے زیادہ احتیاط ہے۔ علاوہ ازیں جو تول کر بنائے ہوئے نصف صاع میں گیہوں
ضرور بالضرور نصف صاع سما جائے گا۔ اور اگر گیہوں تول کر صاع بنائیں تو اس میں ایک صاع جو نہیں آئے گا۔ اس بنا پر
بہر حال احوط یہی ہے کہ اعتبار صاع شعیری کا کیا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ میں نصف صاع ایک سو چوالیس پے
بھر جو تول کر ایک تین کے پیالے میں بھریا اس پیلے میں پورا پورا آگیا، نہ کم نہ زیادہ۔ پھر اس پیالے میں عمدہ سے عمدہ گیہوں بھر کر
تولا تو اس گیہوں کا وزن ایک سو پچتر روپے اٹھنی بھر ہوا، اہلسنت کا اسی پر عمل ہے۔ یہ وزن موجودہ رائج اعشاریہ کے وزن سے
دو کیلو پینتالیس گرام ہوتا ہے۔

ان ساریبحاث میں ایک یہ نکتہ سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ صدقہ فطر کی اصل ادائیگی صاع سے ناپ کر ہے
تول کر نہیں، مثلاً کسی نے تول کر غلہ نکالا، مگر وہ ناپنے پر کم ہوا، تو صدقہ فطر کی پوری ادائیگی نہ ہوئی۔

صاع کی جو مقدار دو سو اٹھاسی روپے لکھی ہے۔ وہ صاع بنانے کے لئے ہے۔ یعنی یہ کہ اتنے وزن کوئی چیز تول کر برتن بنایا
جائے اور اسی برتن سے ناپ کر صدقہ فطر ادا کیا جائے اور ہم ثابت کر آئے کہ اعتبار صاع شعیری کا ہے یعنی دو سو اٹھاسی روپے
بھر جو تول کر کوئی برتن بنایا جائے اور اس برتن سے صدقہ فطر ادا کیا جائے، اور یہ ظاہر ہے کہ دو سو اٹھاسی روپے بھر جو تول کر جو
پیالہ بنائیں گے اس میں اگر گیہوں بھریں گے تو وہ دو سو اٹھاسی روپے سے زائد ہوگا۔ جس کا جی چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے، اللہ
عز وجل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو اسلام و مسلمین کی طرف سے حزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے ناپ تول کے
سارے مراحل طے کر کے ہمیں بتایا اور آئینے کی طرح صاف فرمادیا۔ فالحمد للہ

وضو اور غسل میں پانی کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ جتنے سے وضو اور غسل مکمل طور پر ہو جائے اتنا کافی ہے، انسان سب
ایک قسم کے نہیں، کوئی لمبا، کوئی موٹا، کوئی ڈبلا، کسی کے سر اور ڈاڑھی کے بال گھنے، کسی کے چھدرے۔ کوئی احتیاط سے پانی بہاتا
ہے کوئی لا پرواہی سے۔ اس لئے پانی کی ایک مقدار مقرر نہیں کی جاسکتی، جو کہ صحابہ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

لہ طحاوی جلد اول مقدار صدقہ الفطر ص ۳۱۹، ۲۷۵ یہ ساری تفصیلات فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۱۳۹ لغایت ۱۴۵
سے لی گئی ہیں قدرے اختصار اور تبصر کے ساتھ۔

حدیث (۱۲۷) المسح علی الخفین

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

ایسی والہانہ محبت تھی کہ حضور کی ہر ہر ادا اور ہر ادا کے ہر پہلو کی تلاش و جستجو اور اس کی نشر و اشاعت میں انھیں روحانی لذت ملتی تھی۔ اس لئے وضو اور غسل کے پانی کی مقدار کو بھی بیان فرمایا۔ رضی اللہ عنہم۔

تشریحات ۱۲۷
یہ تعلق ہے یا مسند

علامہ کرمانی نے فرمایا، چونکہ ابوسلمہ اس وقت موجود نہ تھے جب حضرت ابن عمر نے حضرت عمر سے یہ دریافت کیا تھا اس لئے یہ تعلق ہے، مگر علامہ عینی نے فرمایا اس حدیث میں وان عبد اللہ بن عمر سند میں مذکور عن عبد اللہ بن عمر پر معطوف ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھی، راوی حدیث، ابوسلمہ بن عبد الرحمن کا قول ہوا جو انھوں نے حضرت ابن عمر سے سنا ہے۔ اس تقدیر پر حدیث کا یہ جز بھی مسند ہوا۔

اس پر اہلسنت کا اتفاق ہے کہ موزوں پر مسح جائز ہے۔ صرف وافض اور خوارج اس کے منکر ہیں۔ بدائع میں ہے کہ امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے ستر اصحاب بدر سے ملاقات کی یہ سب کے سب موزوں پر مسح جانتے تھے اسی وجہ سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ موزوں پر مسح اہلسنت کی علامت جانتے تھے۔ کسی نے دریافت کیا اہلسنت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا

تفضیل الشیخین وحب الختین والمسح علی الخفین۔
شیخین یعنی حضرت ابوبکر و عمر کو سارے صحابہ سے افضل جاننا اور دونوں داماد حضرت عثمان و حضرت علی سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے موزوں پر مسح کا قول اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ دن کی روشنی کی طرح یقین نہیں ہو گیا۔ مسح علی الخفین کا انکار کبار صحابہ کا رد اور انھیں خطا کا ٹھہرانا ہے۔ اس لئے موزوں پر مسح کا انکار بدعت ہے۔ امام کرخی نے فرمایا جو موزوں پر مسح جائز نہ مانے اس پر میں کفر کا اندیشہ کرتا ہوں۔ امت میں کسی فرد کا اس میں اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا۔

علامہ ابوعمر بن عبداللہ نے کہا کہ تمام اہل بدر و حدیبیہ اور جملہ ہاجرین اور انصار اور کل صحابہ اور تابعین و فقہاء مسلمین نے موزوں پر مسح فرمایا۔ اس لئے موزوں پر مسح کی حدیث باعتبار معنی متواتر و رد نہ کم از کم مشہور ضرور ہے۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی بالاتفاق درست ہے۔ ابن المنذر نے، حضرت عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا۔ مسح علی الخفین کے سلسلے میں صحابہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں۔ جن بعض حضرات سے انکار مروی ہے تو ان سے اثبات بھی مروی ہے۔ علامہ ابن حجر اور ابوالقاسم بن مندہ نے کہا کہ اسی صحابہ سے مسح علی الخفین مروی ہے جنہیں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ مسح علی الخفین کے اثبات میں چالیس حدیثیں مروی ہیں۔ صرف حضرت ابوہریرہ حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت صدیقہ سے انکار کی روایت آئی ہے مگر یہ ناقابل اعتبار ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ

انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت کیا کہ حضور نے موزوں پر مسح فرمایا

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ نَعَمْ، إِذَا أَحَدُ ثَلَاثَ

عبد اللہ بن عمر نے اپنے والد حضرت عمر سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر نے اس کی تصدیق کی

علامہ ابن عبد البر نے فرمایا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت نقل کی جاتی ہے وہ ثابت نہیں۔ امام احمد نے فرمایا وہ صحیح نہیں باطل ہے، بلکہ ان سے ابن ماجہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ موزوں کی طہارت کیا ہے فرمایا مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات۔

دارقطنی نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ وہ مسح علی الخفین کو جائز جانتی تھیں۔ ابن ابی شیبہ نے جو حضرت علی سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ مسح علی الخفین سورہ مائدہ کے پہلے تھا۔ یہ روایت منقطع ہے۔ مسلم اور نسائی میں حضرت ام المومنین و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ مذکور ہے:

”شریح بن ہانی نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے، مسح علی الخفین کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ شرح نے کہا، ہم نے حضرت علی سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات، مدت مسح مقرر فرمائی۔“

اس حدیث سے ثابت کہ حضرت ام المومنین اور حضرت علی بھی مسح علی الخفین کو جائز جانتے تھے، اور یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا ہے، اور صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مسافر اور مقیم کیلئے یہ مدت مقرر فرمائی اس لئے اس سے رجوع کا کوئی احتمال نہیں۔

اس سلسلے میں حضرت ام المومنین اور حضرت علی کی طرف بہت سے من گھڑت قصے منسوب کئے گئے ہیں وہ سب جعلی ہیں۔ مثلاً ام المومنین کی طرف یہ منسوب ہے کہ انھوں نے فرمایا، میرا پاؤں کاٹ ڈالا جائے یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ موزوں پر مسح کروں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں ایک طویل طویل قصہ مشہور ہے کہ ان میں اور حضرت عمر میں بہت لمبی چوڑی گفتگو ہوئی جس میں حضرت علی نے بائیس صحابہ سے شبہات و دلائل کہ موزوں پر مسح، سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا۔ یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں کہیں نہیں۔ اس کے جھوٹ پر دو قرینہ ہے۔ ایک تو مسلم اور نسائی کی حدیث مذکور، دوسرے یہ کہ اس پر اتفاق ہے کہ سورہ مائدہ غزوہ فسطاط کے موقع پر نازل ہوئی تھی جو فسطاط یا فسطاط میں ہوا ہے۔ اس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر اور غزوہ تبوک میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے موزوں پر مسح ثابت ہے۔ بلکہ حضرت جریر کی حدیث سے ثابت کہ جس سن میں

لے ماجہ فی المسح علی الخفین ص ۴۱ جلد اول ص ۱۳۵ جلد اول ص ۳۲ جلد اول ص ۶۳، ۲، ۳، ایضاً جلد سابع ص ۵۱

شَيْئًا سَعَدُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلُ عَنْهُ غَيْرُهُ

اور فرمایا جب سعد بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ روایت کریں تو پھر کسی سے مت پوچھو

وصال ہوا ہے اس سال بھی مسح فرمایا، اس لئے کوئی صحابی یہ گواہی کیسے دے سکتا ہے کہ موزوں پر مسح سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔

حضرت ابن عباس کا بھی یہی حال ہے کہ ابتداء میں جب تک اس کا انھیں ثبوت نہ ملا کہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا، انکار کرتے رہے، مگر جب اس کا ثبوت انھیں مل گیا تو انھوں نے بھی موزوں پر مسح کے جواز کا قول کیا۔ ان کے تلمیذ جلیل امام عطاء نے فرمایا۔ عکرمہ نے جھوٹ کہا۔ ابن عباس اس سلسلے میں لوگوں کی مخالفت کرتے رہے مگر اخیر عمر میں سب کے ساتھ اتفاق کر لیا۔

ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ موزوں پر مسح کے قائل نہ تھے۔ ایسی روایتیں ان سے آئی ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انھوں نے اخیر عمر میں یہی فرمایا کہ جو مسح علی الخفین کو جائز نہ جانے وہ گمراہ ہے۔ البتہ جو جائز جانے اور مسح نہ کرے عزیمت پر عمل کرے وہ ماجور ہے۔

اب حضرات مالکیہ کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو مطلقاً موزوں پر مسح کو جائز کہتے ہیں۔ مقیم اور مسافر دونوں کے لئے۔ دوسرے وہ جو صرف مسافر کو جائز کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ شبہ ہے کہ موزوں کا مسح آیت وضو سے منسوخ ہے مگر یہ شبہ ساقط ہے۔ اس لئے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث غزوہ تبوک سے متعلق ہے۔ اور غزوہ تبوک سب سے اخیر غزوہ ہے جو سورہ مائدہ کے نزول کے بہت بعد ہوا ہے۔ اس لئے کہ سورہ مائدہ غزوہ مریح میں نازل ہوئی ہے جو ۵۷ یا ۵۸ھ میں ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں۔ اس لئے کہ یہ وصال مبارک سے چند ماہ پہلے ایمان لائے، ان کی حدیث یہ ہے:-

”حضرت جریر نے پیشاب کر کے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کہا گیا آپ ایسا کرتے ہیں، فرمایا، ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیشاب فرمایا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت جریر سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے، سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے دیکھا کہ بعد میں، تو فرمایا کہ میں مائدہ کے نزول کے بعد ایمان لایا ہوں۔

موزوں پر مسح افضل ہے | صحیح یہ ہے کہ پاؤں دھونا، موزوں پر مسح کرنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ عزیمت ہے اور مسح رخصت مگر جبکہ موزوں پر مسح نہ کرنے سے بدگمانی کا اندیشہ ہو لوگ یہ شبہ کرنے لگیں کہ روا فض اور خوارج کا اتباع کر رہا ہے۔

عہ نسائی جلد اول، باب المسح علی الخفین ص ۳۱ لے عینی جلد ثالث ص ۹۷ لے ایضاً تفسطانی جلد سادس ص ۳۷۳

لے مسلم جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۳-۴۱۳۲ ابوداؤد جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۲۱-ترمذی جلد اول باب المسح علی الخفین

لے در مختار رد المحتار فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۷۰

حدیث ۱۲۸، ایضاً عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمَرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمَسِّحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے

حدیث ۱۲۹، ایضاً عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمَسِّحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عمامے اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

مسائل

اس حدیث سے موزوں پر مسح کے جواز کے علاوہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ظاہر ہوئی یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی بہت مشہور و معروف بات قدیم الاسلام اجلہ صحابہ سے بھی مخفی رہتی تھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت شان سب پر واضح ہے مگر یہ مسئلہ ان پر پوشیدہ رہا۔

ایک شبہ کا جواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موزوں پر مسح کی عام روایتیں حالت سفری کی ہیں، اور دوسری حدیثوں میں نہ سفر کا ذکر ہے نہ حضر کا، اس لئے بعض حضرات مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ مقیم کو موزوں پر مسح جائز نہیں، صرف مسافر کو جائز ہے۔ اس کا جواب مسلم اور نسائی کی حدیثوں میں مذکور ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ صریح ارشاد مذکور ہے کہ مقیم کے لئے موزوں پر مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اس کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں بلکہ نسائی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ حضور مدینہ طیبہ میں ایک بار موضع اسواف میں قضاء حاجت کے لئے گئے اور فراغت کے بعد وضو فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ یہ اسواف مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اس سے ثابت کہ حضور نے حالت اقامت میں بھی موزوں پر مسح فرمایا۔

تشریحات ۱۲۸، ۱۲۹

(۱) حضرت عمرو بن امیہ ضمری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ غزوہ بدر اور احد میں مشرکین کے ساتھ تھے مگر غزوہ احد کے اختتام پر جب مشرکین واپس ہو رہے تھے۔ ان کے دل میں نور اسلام چمکا اور یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔ یہ پہلے جس معرکے میں شریک ہوئے وہ سر یہ بیر معونہ تھا۔

انھیں دشمنوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ عامر بن طفیل نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں کے ذمے ایک غلام آزاد کرنا تھا، جا میری ماں کی طرف سے تو آزاد ہے۔ اس ظالم نے ان کی پیشانی کے بال مونڈ ڈالے۔ سہ ماہ میں۔ نجاشی شاہ حبشہ کے نام ہی دعوت اسلام لے کر گئے تھے، پھر بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حبشہ بھیجا کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان

علہ نسائی طہارت، باب المسح علی الخفین ص ۳۱، عہ ابن ماجہ، باب المسح علی العمامة ص ۲۲

۳ جلد اول باب المسح علی الخفین ص ۳۱

حدیث (۱۵۰) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ

حضرت میرو بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا میں

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأُهْوِيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا میں نے چاہا کہ حضور کے موزے نکالوں تو فرمایا

دَعُمَا فَاِنِي اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا عَه

رہنے دو میں نے انھیں اس حالت میں پہنا ہے کہ پاؤں طاہر تھے پھر حضور نے موزوں پر مسح فرمایا۔

ت (۴۳) وَآكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گوشت کھایا اور

يَتَوَضَّأُ عَه

وضو نہیں کیا۔

سے حضور کا نکاح کریں، اور انھیں اور حبشہ میں جو مسلمان ہیں ان سب کو مدینہ لائیں۔ ایک بار انھیں کے ہاتھ ابوسفیان کے پاس کچھ تحفے بھیجے تھے لے

حضرت معاویہ کے عہد حکومت میں ۶۰ھ میں وصال فرمایا۔ ان سے بیس احادیث مروی ہیں جنہیں دو بخاری نے ذکر کی ہیں۔

(۲) عماء پر مسح کی بحث حدیث ۱۴۰ میں گزر چکی۔

تشریحات (۱۵۰) | یہ حدیث گزر چکی ہے مگر چند باتیں رہ گئی تھیں اسلئے اس کو دوبارہ ذکر کیا۔ یہ سفر کون تھا۔ یہ گزر چکا کہ غزوہ

تبوک کا واقعہ ہے۔ اور یہ واقعہ نماز صبح کے وقت ہوا تھا۔ اس حدیث میں ہے کہ میں نے اسے اس حالت میں پہنا ہے کہ پاؤں طاہر تھے

یعنی ان پر حدث نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں موزے ایسی حالت میں پہنے جائیں کہ پاؤں

پر حدث نہ ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پورا وضو کر کے پہنا ہو۔ دوسرے یہ کہ صرف پاؤں دھو کر پہنا ہو مگر حدث ہونے سے پہلے

وضو مکمل کر لیا ہو۔ اس دوسری صورت میں بھی یہ صادق آئے گا کہ موزے ایسی حالت میں پہنے ہیں کہ پاؤں پر حدث نہیں تھا۔

تشریحات (۴۳) | چونکہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں کو آگ نے

باب کا فائدہ بدل دیا ہو اس کے کھانے کے بعد وضو کرو۔ اور بعض صحابہ اور تابعین کا یہی مذہب تھا، بلکہ بعض حضرات

اس پر بہت شدت برتتے تھے۔ امام زہری کا یہی مذہب تھا۔ سلیمان بن ہشام اس سے پریشان تھا۔ اس نے قتادہ سے

شکایت کی کہ ہم جب بھی کچھ کھاتے ہیں تو زہری ہمیں وضو کرائے بغیر نہیں چھوڑتے، میں نے اسے بتایا کہ سعید بن مسیب اس کے

عہ اس کی تخریج حدیث ۱۳۷ میں گزر چکی۔ عہ طبرانی مسند الشامین، ابن ابی شیبہ۔ طاوی، باب اکل ما غیرت النار هل

حدیث (۱۵۱) اکل کف شاة ثم صلی ولم يتوضأ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

بارے میں فرمایا ہے، غذا جب کھاؤ تو پاک صاف ہے اس میں وضو نہیں۔ البتہ جب غذا نکلتی ہے تو گندگی ہے اس پر وضو ہے۔ سلیمان نے کہا، تم دونوں نے اختلاف کر لیا۔ کیا شہر میں کوئی اور ہے۔ قتادہ نے کہا ہاں ”عطاء“ ہیں۔ سلیمان نے حضرت عطاء کو بلوایا اور ان سے پوچھا تو حضرت عطاء نے یہ حدیث بیان کی:-

”مجھ سے جابر بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گوشت روٹی کھایا اور بغیر وضو کے نماز پڑھی۔“

یہ حکم یا تو لوگوں کو نظافت اور صفائی کی عادت ڈالنے کے لئے ابتدا میں تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ ان دنوں میں اخیر یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھائی اور وضو نہیں فرمایا۔ لے یا یہ کہ ان احادیث میں وضو سے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے جیسا کہ ابن ماجہ میں خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ تناول فرمایا تو کلی کی اور ہاتھ کو دھویا اور نماز پڑھی۔

الوضوء صرف ہاتھ دھونے اور کلی کرنے کے معنی میں خود حدیث میں ہے۔ فرمایا، بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده لہ یہاں بالاتفاق صرف ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ توضوء مما مست النار میں اراستہ کے لئے لیا جائے۔ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا، اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ جو بکری کے گوشت اور ستو کھانے کے بعد وضو نہ کرے۔ امام بخاری نے جتنی تعلق ذکر کی ہے اس سے باب ثابت نہیں ہوتا۔ یہ کب کوئی کہتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے فوراً بعد وضو فرض ہے۔ وضو نماز پڑھنے کے لئے فرض ہے۔ اس میں کہاں ہے کہ گوشت کھا کر ان حضرات نے وضو کئے بغیر نماز بھی پڑھی مگر اصل تعلق میں یہ ہے جیسا ابھی حضرت جابر کی حدیث گزری اور یہی بقیہ حضرات سے بھی مروی ہے کہ گوشت کھا کر وضو کئے بغیر نماز پڑھی امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات نے گوشت کھا کر وضو کئے بغیر نماز پڑھی اور صحابہ میں کسی نے ٹوکا نہیں تو یہ سپر اجماع سکوتی ہو گیا کہ اس میں وضو نہیں۔ مگر حقیقت میں اجماع نہیں۔ کثیر صحابہ مثلاً حضرت زید بن ثابت حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابویوب انصاری وازواج مطہرات میں حضرت صدیقہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مذہب ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو واجب ہے، علاوہ ازیں امام حسن بصری، امام زہری، ابو قلظہ، ابو مجلز، عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ اب ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں وضو نہیں البتہ امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔

لہ طحاوی جلد اول ص ۳۸۔ لے ایضاً ص ۴۰۔ ابو داؤد جلد اول باب ترك الوضوء مما مست النار ص ۲۵۔ سنائی جلد اول باب ترك الوضوء مما غيرت النار في

طهارت، باب الرخصة في ذلك ص ۳۸، طحاوی، باب كل ما غيرت النار ص ۴۰۔ ابو داؤد جلد ثانی باب غسل اليدين عند الطعام ص ۱۴۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا شاذ کھایا اس کے بعد نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا

حضرت عمرو بن امیہ نے خبر دی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

دیکھا کہ بھری کاشانہ کاٹ کر کھا رہے تھے اور

نماز کے لئے بلائے گئے۔ حضور نے چھری رکھ دی اور نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا۔

یہ ہے۔ اہل بیت، اہل بیت کے اوپر کا گوشت کھایا۔ اس کا مادہ عرف ہے۔ اس کے سنی اس ہڈی کے ہیں۔

ابوداؤد میں بطریق کحی بن عمریہ ہے۔ ۱۔ انتھس من کتف شانے کا گوشت سامنے کے دانتوں سے تناول فرمایا۔ نخس، سین بہرہ سے

حضرت خضاء کے گھر پہنچا۔

۱۲۔ بطریق عکرمہ کی سند، وعن ایوب وعاصم سے ذکر کی۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ تعلیق ہے۔ اسے تعلیق کہنا غلط ہے۔ بلکہ یہ

مدین سیرین، لفظ اول کے ساتھ۔ دوسرے بواسطہ علمہ بلفظ تالی۔ ان دونوں سندوں کے ساتھ امام بخاری کو بواسطہ، عبد اللہ بن

داؤد جلد اول، ترك الوضوء معامست النار ص ۲۵ - عنه ايضا جلد اول، الصلوة اذا دعى الامام الى الصلوة وهو

بإذ احمر العشاء فلا يجبل عن عتاه ص ٨٢١ - مسلم جلد اول، طهارة، باب الوضوء مما مست النار ص ١٢٥ -
 مذي، اطعمه، باب الخمسة في قطع اللحم بالكبد ص ٢٨٨

مَدَى، اسْمُهُ: بَابُ الرَّحْمَةِ فِي نَقْطِ اللَّحْمِ بِالسَّلِينِ ص ٢٨٨ -

**حدیث (۱۵۳) اکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم السويق ولم يتوضأ
آن سوید بن النعمان أخبرنا أنه خرج مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ یہ رسول اللہ**

اس متابعت کا فائدہ یہ ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابن سیرین نے حضرت ابن عباس سے حدیث نہیں سنی ہے
ابن عباس سے بواسطہ عکرمہ روایت کرتے ہیں۔ اس سے لازم آیا کہ اس سند میں انقطاع ہے۔ امام بخاری نے اس کی متابعت ایک
اور حدیث ذکر کر دی۔ جس میں انقطاع کا وہم نہیں۔

مطابقت امام بخاری نے باب میں استوکا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، کسی میں استوکا ذکر نہیں
بات یہ ہے کہ یہاں جزئیات کی بحث نہیں۔ ایک قاعدہ کلیہ پر بحث ہو رہی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں
گوشت آگ پر پکا ہوا تھا جسے حضور نے تناول فرمایا اور بغیر عادہ وضو کے نماز پڑھی تو ثابت کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانا، ناقض
وضو نہیں۔ اسی کا ایک فرد ستوبھی ہے تو ثابت کہ اس کے کھانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی کو دوسرے طریقے سے یوں کہہ دیا جائے
کہ گوشت میں چکنائی ہوتی ہے جو دیر میں جاتی ہے جب چکناہٹ کے باوجود گوشت کھانے سے وضو واجب نہیں تو ستو سے
بدرجہ اولیٰ واجب نہ ہوگا،

اس حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے بلائے گئے تو گوشت اور اس پھری کو رکھ دیا جس سے گوشت کاٹ کر تناول فرماتے
تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کھانے میں پھری کا استعمال جائز ہے۔ حالانکہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
ہے کہ حضور نے فرمایا:

لا تقطعوا اللحم بالسکین فانه من صنیع الاعاجم
وانفسوه فانه اهناء وامرء لہ
گوشت پھری سے کاٹ کر مت کھاؤ اس لئے کہ یہ عجیبوں کا طریقہ
ہے دانت سے کھاؤ یہ زود ہضم اور زیادہ لذیذ ہے۔

اس کے جواب میں کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوداؤد نے کہا، یہ حدیث قوی نہیں، اس کا ایک راوی ابو معشر بنج المسندی الباشمی
صاحب مغازی ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس کی منکر احادیث میں سے یہ حدیث ہے۔ اسلئے اسے حرمت کی دلیل
نہیں بنا سکتے مگر علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اسکے لئے شاہد ہے کہ جس سے قوت پاکر یہ قوی ہو گئی جیسا کہ خود ابوداؤد میں اس حدیث کے بعد حضرت
صفوان بن امیہ سے اسی مضمون کی حدیث موجود ہے۔ بنظر دقیق دونوں میں تعارض ہی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرورہ پھری استعمال
فرمائی ہو، اس بنا پر کہ یہ گوشت سخت رہا ہو، دانت سے چھڑایا نہ جاسکتا ہو، اور مانعت اعاجم کے فعل سے وہ عادہ شوقیہ پھری استعمال کرتے ہیں ہاتھ سے
کھانے کو معیوب جانتے ہیں جیسا کہ اہل یورپ کا حال معلوم ہے حسائل جماعت تیار ہو جائے تو مؤذن کو چاہئے کہ امام کو اطلاع کر دے یہاں
نماز کے لئے بلانے والے حضرت بلال تھے۔ نفی اگر محصور ہو تو نفی پر شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔

تشریحات (۱۵۳) سوید بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انصاری اوس مدنی صحابی ہیں۔ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنہوں نے بیعت

لہ ابوداؤد جلد ثانی اطعمہ باب اکل اللحم ص ۱۷۴۔

وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّبْحَاءِ وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ

کے ساتھ خیبر والے سال جہاد کے لئے نکلے جب سب لوگ صبحا رہے تھے جو خیبر کا مدینہ طیبہ سے قریبی علاقہ ہے تو

ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يَوْتَ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمْرَبَهُ فَتَرَى فَاكِلَ رَسُولِ اللَّهِ

حضور نے نماز عصر پڑھی۔ پھر توشہ منگوایا۔ حضور کی خدمت میں صرف ستوپیش کیا گیا۔ حضور نے حکم دیا تو اسے بھگوا گیا

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْكُنَاثُمَّ قَامَ إِلَى مَغْرِبٍ مُضْمَضٍ وَمُضْمَضًا

حضور نے بھی تناول فرمایا اور ہم لوگوں نے بھی کھایا۔ اس کے بعد حضور مغرب کیلئے اٹھے، حضور نے کلی کی اور ہم لوگوں نے

رضوان کی ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے، ان سے کل سات حدیثیں مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث امام بخاری نے ذکر کی ہے

خیبر | مدینہ طیبہ سے چار منزل اتر جانب یہودیوں کی ایک بستی تھی۔ عمالقة میں سے خیبر نامی ایک شخص یہاں آکر اترآ، اُسی کے نام پر اس کا خیبر نام پڑ گیا۔ ۳۷ھ میں یہ فتح ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ترقی دے کر شہر بنادیا۔ یہ علمیت اور عجم ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

صہبای | اصہب کا مؤنث ہے جس کے معنی، سفیدی سرخی مائل۔ ٹھنڈا دن۔ شیر کے ہیں، یہ خیبر کے ٹھٹھات میں سے خیبر سے ایک دہر کی مسافت پر ایک گاؤں تھا جو مدینہ طیبہ کی جانب یعنی خیبر سے دکھن طرف تھا، یہی وہ مشہور و معروف جگہ ہے جہاں سورج لوٹانے کا عظیم معجزہ ظاہر ہوا تھا ۱۷

سورج لوٹانے کی حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا مگر یہ ابن جوزی کا جُزاف و تہور ہے، حقیقت میں یہ حدیث حسن ہے امام طحاوی اور امام قاضی عیاض نے اس کو صحیح کہا، علامہ شامی فرماتے ہیں :-

والحدیث صحیحہ الطحاوی و عیاض و اخرجہ جماعة منهم الطبرانی بسند حسن و اخطأ من جعله موضوعا کابن الجوزی ۱۷

اس حدیث کو طحاوی اور عیاض نے صحیح کہا اسے محدثین کی ایک جماعت نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا جنہیں طبرانی بھی ہیں اور جس نے اسے موضوع کہا اس نے غلطی کی جیسے ابن جوزی۔

حضرت ملا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں :

فہو فی الجملة ثابت اصلہ وقد یتقوی بتعاقد الاسانید الی ان یصل الی مرتبة حنة فیصح الا حجاج بہ ۱۷

فی الجملہ اس حدیث کی اصل ثابت ہے۔ متعدد سندوں کیوجہ سے قوت پاکر مرتبہ حسن تک پہنچ گئی اس لئے اس سے دلیل لانا صحیح ہے۔

۱۷ مشکل الآثار للطحاوی جلد رابع اخیر باب ص ۳۸۸۔ شفاء و شرحہ للسلا علی القاری جلد اول باب فی شقاق القمر و الشمس ص ۵۸۹

۱۷ شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ ص ۲۴۱۔ ۱۷ شرح شفاء جلد اول ص ۵۸۹۔

ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ع

بھی کی پھر نماز پڑھی، حضور نے وضو نہیں فرمایا

پہلے امام بخاری نے یہ باب باندھا تھا کہ گوشت یا ستہ کھانے سے وضو نہیں۔ اب یہ باب باندھا ہے کہ ستو کھانے کے بعد کلی کرنی ہے۔ اس سے دو افادہ مقصود ہے۔ ایک یہ کہ جیسے ستو کھانے کے بعد کلی کرنی ہے اسی طرح گوشت وغیرہ کھانے کے بعد بھی کلی کرنی ہے۔ اس لئے کہ ستو میں چکنائی نہیں ہوتی۔ جب اس کے کھانے کے بعد کلی ہے تو جن چیزوں میں چکنائی ہو ان کے کھانے کے بعد بدرجہ اولیٰ کلی کرنی چاہئے۔

دوسرا یہ کہ جن احادیث میں آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے پر وضو کا حکم ہے۔ ان میں وضو سے لغوی وضو مراد ہے شرعی نہیں۔ تاکہ احادیث کا تعارض اٹھ جائے۔ شوکانی صاحب نے نیل الاوطار میں لکھا کہ تو وضو و مماسات النار میں وضو سے لغوی معنی مراد لینا درست نہیں، اس لئے کہ حقائق شرعیہ، غیر پر مقدم ہوتے ہیں۔ اس پر عرض ہے کہ نصوص میں تعارض دفع کرنے کے لئے بعض نصوص میں لغوی معنی مراد لینا ضرورت شرعیہ ہے۔ ضرورت شرعیہ کی بنیاد پر معانی شرعیہ سے عدول میں کوئی حرج نہیں۔ نیز انھوں نے نسخ کے قول پر یہ ایراد کی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں کوئی حکم دیں تو فعل رسول اس قول رسول کا نسخ نہیں ہو سکتا، یہ بھی فریب ہے۔ اولاً یہ اس وقت ہے جبکہ وہ عمل خصائص میں سے ہو، جیسے نیند کا ناقض نہ ہونا، اور خصائص میں سے ہونے کے لئے دلیل لازم۔ یہاں کوئی دلیل نہیں اس لئے دعویٰ تخصیص ساقط، اور جب تخصیص ثابت نہیں تو یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل نسخ نہیں ہو سکتا، بے دلیل ہوا۔

ثانیاً اس حدیث میں تصریح ہے، ہم لوگوں نے بھی ستو کھایا اور صرف کلی کر کے نماز پڑھی۔ اگر آگ پر پکی ہوئی چیز کا ناقض وضو نہ ہوتا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ضرور وضو کا حکم دیتے۔ اسی سے ان کا یہ اجتہاد بھی باطل ہو گیا۔ آگ پر پکی ہوئی چیزوں میں سے صرف بکری کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹا بقیہ تمام چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث سے ثابت کہ ستو کھانا ناقض وضو نہیں، نیز مسلم شریف میں روٹی کا بھی ذکر ہے اسلئے بکری کے گوشت کا حضر باطل

کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد کلی کر لینی مستحب ہے۔ ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ سفر میں تمام رفقاء اپنے اپنے کھانے ایک جگہ جمع کر کے کھائیں، اس لئے کہ جماعت میں برکت ہے۔ حاکم اسلام کو اس کی اجازت ہے کہ عند الضرورت، غلے کی ذخیرہ اندوزی کرنے والے کا بھر غلہ نکلوا کر فروخت کر دائے، سالار فوج لشکر کی خبر گیری کرتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو سب کی خوراک اکٹھی کر دے تاکہ جن کے پاس خوراک نہ ہو انھیں بھی غذا مل جائے۔

عہ ایضاً جلد اول، طہارت باب الوضوء من غیر حدث ص ۳۴۔ جہاد، حمل الزاد فی الغزو ص ۴۱۸، جلد ثانی مغازی، باب غزوہ خیبر ص ۶۰۳، ایضاً باب غزوہ الحدیبہ ص ۶۰۰، اطعمہ باب السونق ص ۸۲، وباب المضمضة بعد الطعام ص ۸۲۰، نسائی جلد اول، طہارت باب ترک الوضوء مما غیرت النار ص ۴۰، ابن ماجہ، طہارت باب الرخصة فی ذلك ص ۳۸۔ مؤطاء، امام مالک طہارت ترک الوضوء مما غیرت النار ص ۱۰، مسند امام احمد، طہار، جلد اول طہارت باب اكل ما غیرت النار ص ۴۰، لہ جلد اول، طہارت باب الوضوء مما غیرت النار ص ۱۵۷

حدیث (۱۵۴) اکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتفائتم صلی ولم يتوضأ

عن ميمونة رضي الله تعالى عنها ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

حضرت ميمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اکل عندہا کتفائتم صلی ولم يتوضأ عہ

ان کے پاس (بکری) کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

حدیث (۱۵۵) المضمضة من اللبن

عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عليه وسلم شرب لبنًا فمضمض وقال إن له دسمًا عہ

دودھ پیا اس کے بعد کلی کی اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہے

تشریحات (۱۵۴) مطابقت

امام بخاری نے ”باب باندھا تھا“ — جس نے ستو سے صرف کلی کی اور وضو نہیں کیا — اس حدیث میں نہ ستو کا ذکر ہے نہ کلی کا — علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ بخاری کے جس نسخے پر ”فری“ کے دستخط ہیں۔ یہ حدیث اس کے پہلے والے باب میں ہے۔

اس باب میں صرف پہلی والی، سوید بن نعمان والی حدیث ہے۔ ناقیلین کی غلطی سے یہ حدیث اس باب میں لکھ گئی — باب سے مطابقت تو نہیں لیکن اس سے ایک افادہ کی جانب اشارہ ہو سکتا ہے کہ کسی بھی چیز کے کھانے کے بعد نماز پڑھنے کے لئے کلی کرنی فرض و واجب نہیں، مستحب ہے۔ کر لیا گیا تو بہتر ہے نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔

تشریحات (۱۵۵) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعض صحابہ کرام دودھ پینے کے بعد وضو لازم جانتے تھے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دودھ کے بارے میں فرمایا۔

نُسْقِيَكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ
لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ بَيْنَ (نخل ۶۶)

ان جانوروں کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے۔

چونکہ دودھ، لیسہ اور خون کے مابین رہتا ہے اس لئے اس کے پینے کے بعد وضو ضروری ہے — لیکن اگر یہ استدلال صحیح مان لیا جائے

عہ مسلم جلد اول، طہارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷۔

عہ مسلم جلد اول، طہارت، باب الوضوء مما مست النار ص ۱۵۷، ابوداؤد جلد اول، طہارت باب الوضوء من اللبن ص ۲۶، ترمذی جلد اول، طہارت، المضمضة من اللبن ص ۱۲، نسائی جلد اول، طہارت باب المضمضة من اللبن ص ۴۰، ابن ماجہ طہارت، المضمضة من شرب اللبن ص ۳۸۔

حدیث (۱۵۶) اِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ بَصِلِي فَلْيَرْقُدْ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ بَصِلِي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ

فرمایا جب نماز کی حالت میں کوئی اونگھے تو اسے لازم ہے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند کا اثر ختم ہو جائے

تو کلام اس کی حلت، حرمت یا کم از کم کراہت میں کرنا پڑیگا، دودھ خون اور لید کے مابین رہتے ہوئے ان دونوں سے بالکل الگ تھلگ صاف ستھرا رہتا ہے۔ گو بر اور خون کا کوئی اثر اس میں نہیں آتا اس لئے اس کا پینا بلا کسی ادنیٰ کراہت کے جائز اور پینے کے بعد کلی کی وجہ یہ نہیں کہ وہ لید اور خون کے درمیان رہتا ہے بلکہ اس کی چکناہٹ ہے، جیسا کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔

حدیث میں ”ان له دسما“ فرما کر کلی کرنے کی علت پر تنصیص فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنے میں آگ پر پکے ہونے کو یا لید اور خون کے درمیان ہونے کو کوئی دخل نہیں۔ اسی سے مستفاد ہوا کہ گوشت کھانے کے بعد کلی کا حکم اس کی چکناہٹ کی بنا پر ہے، آگ پر پکے ہونے کی وجہ سے نہیں۔ اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ دودھ پینے کے بعد بہر حال کلی کرنا مستحب ہے اگرچہ کچا ہو، پکا ہوا نہ ہو اس لئے دودھ اور ستو کھانے کے بعد کلی کرنے سے بطور دلالتہ النص یہ معلوم ہوا کہ کچھ بھی کھایا جائے اور فوراً نماز پڑھنی ہو تو کلی کر لینی مستحب ہے۔ اس لئے کہ ستو اور دودھ میں علت مشترکہ اس کا منہ میں اثر باقی رہنا ہے، اور تجربہ شاہد ہے کہ کچھ بھی کھا۔ تو اس کا اثر منہ میں رہتا ہے۔

ستو کھانے دودھ پینے کے بعد کلی کا حکم استجبابی ہے اس پر دلیل یہ حدیث ہے :

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ پیا اس کے بعد نہ کلی کی اور

نہ وضو فرمایا اور نماز پڑھی“ لے

تشریحات (۱۵۶) (۱۵۷) امام بخاری نے ان احادیث پر جواب باندھا ہے۔ اس کا دو جز ہے۔ ایک یہ کہ، نیند سے (۱) مطابقت وضو ہے۔ دوسرے یہ کہ جس نے ایک دو بار اونگھنے اور ایک جھونکے سے وضو واجب

نہیں جانا۔ پہلے جز کے مطابق امام بخاری کوئی حدیث نہیں لائے۔ غالباً ان کے نزدیک نیند کا ناقض وضو ہونا ایسا مسلم الثبوت ہے کہ اس پر دلیل لانے کی حاجت نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انھیں نہ ملی ہو۔ ورنہ بہت سی متفق علیہ باتوں کا باب باندھا ہے اور اس کے مطابق حدیث لائے۔ جبکہ یہاں نیند کا مطلقاً ناقض وضو ہونا متفق علیہ نہیں۔ ایک دو بار اونگھ نیند کے ایک جھونکے سے وضو کا ٹوٹنا مختلف فیہ ہے اس لئے اس کے متعلق حدیث ذکر فرمائی۔ مگر یہ وجہ خفی ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے کیسے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دو بار اونگھ یا ایک جھونکے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا ٹوٹتا ہے؟ اس کی توضیح یہ ہے کہ جب کسی حکم کے پائے جانے کی دو یا دو سے زائد علتیں بن سکتی ہوں تو اصولی طور ان میں جو علت

فَإِنْ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ نَفْسَهُ

اس لئے کہ نین کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے اسے کیا خبر ہو سکتا ہے کہ استغفار کرنا چاہتا ہے اور بددعا کر رہا ہے۔

حدیث (۱۵۷) عَنِ النَّسْرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْمَحْطِ يَحْتَى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھے تو اسے لازم ہے کہ سو جائے، یہاں تک کہ جو پڑھتے اسے سمجھنے لگے

قریبہ ہو اس کی طرف حکم کی نسبت کی جاتی ہے۔ یہاں نماز ترک کرنے کی دو چیز علت بن سکتی ہے۔ ایک اونگھ سے وضو کا ٹوٹنا، دوسرے اس حالت میں نماز کا مفید ہونے کے بجائے مضر ہونے کا اندیشہ۔ وضو ٹوٹنا ترک نماز کی علت قریبہ ہے۔ اور مضر ہونے کا اندیشہ علت بعیدہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز چھوڑ کر سو جانے کی علت وضو ٹوٹنے کو نہیں قرار دیا۔ بلکہ اندیشہ مضر کو۔ تو معلوم ہوا کہ اس اونگھ سے وضو ٹوٹا ہی نہیں۔ ورنہ ارشاد یہ ہوتا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ اب نماز میں مشغول رہنے سے کیا فائدہ۔ اس سے ثابت کہ نماز میں اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ رہ گئی ایک یاد و بار اونگھ کی تخصیص تو غالباً امام بخاری نے اس کو اس طرح اخذ کیا ہے کہ نماز میں اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ مگر یہ بہت سی سطحی بات ہے، حقیقت یہ ہے کہ نماز میں انسان پوری نیند سو سکتا ہے۔ اور بنظر دقیق یہی زبردستی ہے کہ امام بخاری ایک یاد و اونگھ یا ایک جھونکے کو ناقض وضو نہیں مانتے۔ انھوں نے باب اس طرح باندھا ہے جس سے یہ متعین نہیں ہوتا کہ ان کا مسلک کیا ہے۔

نماز میں سونا ناقض وضو نہیں | تحقیق یہ ہے کہ نماز میں سونا مطلقاً ناقض وضو نہیں، خواہ نماز کی کسی بھی حالت میں سو جیسا کہ احناف کا مسلک ہے۔ اس لئے کہ نیند بذاتہ ناقض وضو نہیں بلکہ خروج ریح کے مظنہ ہونے کی بنا پر ہے۔ اس وجہ سے جن صورتوں میں خروج ریح کا مظنہ ہے ان صورتوں میں سونا ناقض وضو ہے۔ اور جن حالتوں میں یہ مظنہ نہیں ان صورتوں میں نیند ناقض وضو نہیں۔ اس کی بنیاد استرخاء مفاصل ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، فرمایا :-

ان الوضوء لا یجب الا علی من نام مضطجعا فانہ اذا نام مضطجعا استرخت مفاصلہ لہ

وضو صرف اسی پر واجب ہے جو کروٹ کے بل سوئے اس لئے کہ جب کروٹ کے بل سویگا تو اسکے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ اس حدیث کے ایک راوی، ابو خالد زید الدانی پر کلام کیا گیا ہے۔ مگر بہت سے محدثین نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ امام احمد اور نسائی نے کہا کہ ”لاباس بہ“ ابو حاتم نے ان کو ثقہ کہا۔ امام ذہبی نے معنی میں کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے شواہد بھی ہیں جن سے قوت پاکر درجہ حسن تک پہنچ گئی اس لئے لائق استدلال ہے۔

عہ مسلم جلد اول، صلوٰۃ باب من نعل فی صلوٰتہ ان یوقد ص ۲۶۷۔ ابوداؤد جلد اول باب۔ النعاس فی الصلوٰۃ ص ۱۸۶۔ نسائی طہارت باب النعاس ص ۳۷۔ ترمذی، جلد اول، طہارت باب الوضوء من النوم ص ۱۱۔ ابوداؤد جلد اول، طہارت باب فی الوضوء من النوم ص ۲۶۔

اس حدیث میں کروٹ پر سونے کو ناقض وضوء اس لئے فرمایا کہ کروٹ پر سونے سے مفاصل ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ ناقض وضوء ہونے کی علت ایسی نیند کو ٹھہرایا گیا جس سے استرخاء مفاصل ہو۔ اس لئے نقض وضوء کا حکم نوم مع استرخاء مفاصل کے ساتھ دائر ہوگا۔ کروٹ کے بل سونے کے علاوہ جن صورتوں میں استرخاء مفاصل ہوگا، ان تمام صورتوں میں سونے سے وضوء ٹوٹ جائے گا۔ اور جن صورتوں میں نہ ہوگا ان صورتوں میں سونے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا، اور یہ ظاہر ہے کہ نماز کی جتنی ہیئت ہے کسی میں استرخاء مفاصل نہیں۔ اس لئے بطریق مسنون نماز پڑھنے کی حالت میں سونا ناقض نہیں۔ البتہ عورتوں کا سجدہ اس سے مستثنیٰ ہے ان کے سجدے کی ہیئت ایسی ہے جس میں استرخاء مفاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی مرد، عورتوں کی طرح سجدہ کرے اور سو جائے تو مرد کا بھی وضوء ٹوٹ جائے گا۔

نماز کی نیند ناقض وضوء نہیں، اس کی دلیل وہ حدیث بھی ہے۔ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: کہ جب وہ اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سوئے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اونگھ جاتے، فرماتے ہیں،

فجعلت اذا اغفیت یاخذ بشحمة اذنی۔ نہ جب میں اونگھتا تو حضور میرے کان کی لو پکڑتے۔ ان کے علاوہ مزید مندرجہ ذیل احادیث بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کھڑے، بیٹھے، سجدے کی حالت میں سونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ یہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

لیس علی المحدثی النائم ولا علی القائم النائم وضوء حتی یضطجع فاذا اضطجع توضأ۔ جو شخص دونوں پاؤں کھڑا کر کے سرین زمین پر ٹیک کر بیٹھا بیٹھا سو جائے یا کھڑے کھڑے سو جائے اس پر وضوء نہیں جب تک کہ کروٹ کے بل سوئے نہیں، جب کروٹ کے بل سو جائے تو وضوء کرے۔

نیز وارقطنی میں ہے:- لا وضوء علی من نام قائما۔ پھر بہقی میں ہے:-

لا یجب الوضوء علی من نام جالسا او قائما او ساجدا حتی یضع جنبہ۔ ان سب کا قد مشترک وہی نکلا جو حدیث اول میں مذکور ہے کہ اگر ایسی حالت میں سویا جس سے استرخاء مفاصل ہو جائے تو وضوء ٹوٹا ورنہ نہیں۔

مختلف احادیث کا محل | اس بارے میں وارد مختلف احادیث کا محل یہی ہے کہ۔ جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نیند ناقض وضوء ہے ان سے مراد وہ نیند ہے جس سے استرخاء مفاصل ہو اور جن سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ نیند ناقض وضوء نہیں

حدیث (۱۵۸) الوضوء عند کل صلوٰۃ

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز

ان سے مراد وہ نیند ہے جس سے استرخاء و مفاصل نہ ہو۔

ایضاح البخاری میں اپنے شیخ الہند کی باب سے مطابقت کی یہ تقریر نقل کی — کہ ابطال عمل ممنوع ہے اسلئے مراد یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا تھا اسے جلدی جلدی پوری کر کے سو رہے۔ اور نگھنے کے باوجود نماز پوری کرنے کی ہدایت سے معلوم ہوا کہ او نگھنا ناقض وضو نہیں۔ جو بھی ادنیٰ سمجھ رکھتا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ تقریر حدیث کے سیاق کے منافی ہے۔ جب او نگھنے کی وجہ سے اس کا خطر پیدا ہو گیا کہ کہیں دعا کے بجائے بددعا نہ کرنے لگے۔ تو یہ خطرہ نماز پوری کرنے میں بہر حال ہے۔ پھر نماز پوری کرنے کی اجازت کا کوئی محمل نہیں۔ رہ گیا ابطال عمل کی بات — تو گزارش ہے کہ ابطال عمل اس وقت منع ہے جب کوئی عذر شرعی یا داعیہ شرعی نہ ہو۔ جب کوئی داعیہ شرعی پایا جائے تو ابطال عمل ممنوع نہیں، مثلاً نماز کی حالت میں سانپ آگیا، آگ لگ گئی، قضاء حاجت کی ضرورت شدید ہو گئی تو کیا ارشاد ہے۔ پھر جہاں شارع کی طرف سے اجازت ہو وہاں ممنوع ہونے کا کیا سوال؟ — علامہ عینی نے اس حدیث سے مستنبط مسائل کے تحت لکھا۔ اس حدیث میں یہ حکم ہے کہ غلبہ نوم کے وقت نماز توڑ دے۔

ایسی حالت میں نماز سے مانعت اس لئے ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ وقت اجابت ہو اور یہ بددعا کر دے جو قبول ہو جائے اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں حضور قلب اور باخشوع و خضوع رہنا چاہئے۔ احتیاط پر عمل بہتر ہے۔ ایسی نیند پر جس میں استرخاء و مفاصل ہوتا ہے فقہار نے جنون، بیہوشی، نشہ کو بھی قیاس کر کے ناقض وضو بتایا ہے۔

تشریحات (۱۵۸)

(۱) بعض ظاہریہ اور شیعہ اس کے قائل ہیں کہ مقیم پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے، البتہ مسافروں کو ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کی اجازت ہے۔ ان کی دلیل یہ

حدیث ہے۔ جو سلیمان بن بریدہ عن ابیہ سے مروی ہے۔

”بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن کے میں ایک ہی وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے آج ایسا کیا ہے کہ اس سے پہلے ایسا نہیں کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ اے عمر! یہ میں نے قصداً کیا ہے۔“

(۲) بہت سے صحابہ کرام مثلاً حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعی مثلاً حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری وغیرہ اس کے قائل ہیں۔ مقیم ہو یا مسافر سب پر ہر نماز کے لئے وضو واجب ہے خواہ حدت ہو خواہ نہ ہو، ان کی دلیل آیہ کریمہ کا ظاہری مفاد ہے کہ فرمایا:۔

۱۔ مسلم جلد اول، طہارت، باب جواز الصلوات کلھا بوضو واحد ص ۱۳۵۔ ابوداؤد، جلد اول، طہارت،

باب الرجل یصلی الصلوات کلھا بوضو واحد ص ۲۳۔ طحاوی جلد اول طہارت، باب الوضو هل یجب لکل صلوٰۃ ام لا۔ ص ۲۵

يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قَالَ يُجْزَى

کے وقت وضو فرماتے ہیں نے پوچھا آپ لوگ کیا کرتے تھے حضرت انس نے کہا

أَحَدَنَا الْوُضُوءَ مَا لَمْ يُحْدِثْ عَه

جب تک حدت نہ ہوتا ہمیں ایک ہی وضو کافی ہوتا۔

إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ (الآية) جب نماز کیلئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

اس میں یہ قید نہیں کہ جب تم محدث ہو۔

(۳) حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ ان کا مذہب یہ تھا کہ — ایک وضو سے زیادہ سے زیادہ پانچ نمازیں پڑھ سکتے ہیں اس سے زائد نہیں۔

(۴) ائمہ اربعہ وغیرہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے۔ وضو صرف حدت سے واجب ہے، اور ایک وضو سے جتنی نمازیں چاہیں پڑھیں۔ ان کی دلیل حدیث زیر بحث ہے، اس لئے کہ اگر ہر نماز کے لئے وضو فرض ہوتا تو حضرت انس اور صحابہ کرام بھی ہر نماز کے لئے ضرور وضو کرتے۔ اسی طرح میقم اور مسافر کی تفریق ہوتی تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ضرور بیان کرتے — علاوہ ازیں اس کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں، مثلاً حضرت جابر کی یہ حدیث، وہ فرماتے ہیں کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ ایک انصاری بیوی کے گھر تشریف لیگے حضور کے سامنے بھنی ہوئی بکری پیش کی گئی حضور نے اور نہ کھایا نہ پینے میں گھر کا وقت ہو گیا حضور نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی پھر کھانے پر آئے اور جب عصر کا وقت ہو گیا تو نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا لے کیا حضور پر ہر نماز کیلئے وضو فرض تھا | رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر نماز کے لئے وضو کرنا۔ اعلیٰ توجیہ امام طحاوی نے دو کی ہے۔ ایک یہ کہ ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اس پر وہ اس حدیث سے دلیل لائے۔

”عبد اللہ بن حنظلہ بن ابوعامر نے حدیث بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کے مامور تھے مگر جب یہ شاق ہوا تو وضو کے بجائے ہر نماز کے وقت ”مسواک“ کا حکم دیا گیا لے

دوسری توجیہ یہ کہ بہر حال افضل یہی ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل پر عمل فرماتے تھے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ ابوالفضل ہڈی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ اپنے گھر آئے۔ جب عصر کی اذان ہوئی تو پھر وضو فرمایا۔ میں نے ان سے پوچھا اے ابو عبد الرحمن کیا بات ہے کیا ہر نماز کیلئے وضو ضروری ہے؟ فرمایا تم نے ٹھیک سمجھا۔ یہ سنت واجبہ نہیں۔ صبح کی نماز کا وضو تمام نمازوں کیلئے کافی ہے، جب تک حدت نہ ہو۔

عہ ترمذی جلد اول طہارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۹۔ نسائی جلد اول طہارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۳۲
ابن ماجہ، طہارت باب الوضوء لکل صلوٰۃ ص ۳۹۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب الرجل یصلی الصلوات
بوضوء واحد ص ۲۳۔ طحاوی جلد اول باب الوضوء هل یجب لکل صلوٰۃ ص ۲۶ لے طحاوی ص ۲۷ طحاوی جلد اول باب الوضوء هل یجب لکل صلوٰۃ ص ۲۵

حدیث (۱۵۹) دعا بجزیدۃ فکسرہا کسرتین

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِّنْ حِطَّانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ

یا کتے کے باغوں میں سے کسی باغ پر گزرے کہ دو انسانوں کی آواز سنی

بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا۔ جو وضو پر وضو کرے گا اس کے لئے دُشس نیکیاں ہوں گی۔ اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے میں نے ایسا کیا ہے اے

باب کا فائدہ | فائدہ اولیٰ :- چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس لئے تنقیح کے لئے امام بخاری نے یہ باندھا اور یہ افادہ فرمایا

کہ وضو ہوتے ہوئے نماز کے لئے وضو فرض نہیں۔ ورنہ حضرت انس اور صحابہ کرام ضرور ہر نماز کے لئے وضو کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ اس سے ثابت کہ یہ مستحب ہے۔ یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ہر نماز کیلئے وضو کا فرض ہونا حضور کے خصائص سے ہوا، اسے سوید بن نعمان والی حدیث ذکر کر کے دور فرمایا، کہ منزل صہبار پر حضور نے عصر کے وضو سے نماز مغرب ادا فرمائی۔

فائدہ ثانیہ | وضو مقصود بالذات عبادت نہیں۔ مفتاح صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے عبادت ہے جب وضو ہے تو پھر وضو

کرنا بظاہر لغو اور اسراف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ازالہ فرمایا۔ وضو پر وضو کرنا مستحب ہے اور باعث اجر اور فعل رسول ہے

نشر حیات (۱۵۹) | یہ واقعہ مدینے میں ہوا یا مکہ میں، یہ اس حدیث کے ایک راوی جریر کا شک ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ جیسا کہ کتاب الادب میں بنیتر دید کے ”من حیطان المدینۃ“ مذکور ہے۔ یہ باغ ام شہر

انصار یہ کا تھا۔ اور یہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں اسلئے کہ ابن ماجہ میں ہے بقبرین جدیدین۔ اور مسند امام احمد میں حضرت ابو

امامہ کی حدیث میں ہے کہ حضور جنت البقیع کے قریب سے گزرے تو حضور نے پوچھا۔ تم نے آج یہاں کس کو دفن کیا ہے۔ جنت البقیع

میں ایسی نئی قبر سوائے مسلمانوں کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ نیز حدیث کا سیاق بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں ہی کی تھیں اسلئے

کہ عذاب کا سبب، پیشاب سے احتیاط نہ کرنا اور چغل خوری کو بتایا۔ اگر یہ کافر ہوتے تو عذاب کا سبب ان کے کافر ہونے کو بیان فرماتے۔

اس روایت میں ہے کہ ”رکھا“ اور اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ ”غرز“ گاڑا۔ مسند عبد بن حمید میں ہے کہ ان کے

سردوں کے پاس رکھا۔ علامہ ابن حجر نے، نسائی کے حوالے سے لکھا کہ لانے والے حضرت بلال تھے۔

مسلم جلد دوم کے اخیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث طویل مذکور ہے اس سے کچھ لوگوں کو شبہ ہوا کہ کھجور کی شاخ

لانے والے حضرت جابر تھے مگر یہ صحیح نہیں۔ وہ دوسرا واقعہ ہے۔ دونوں میں بہت تفاوت ہے۔ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ وہ سفر کا۔

لے ایضاً ص ۲۵، ۲۶ دارقطنی فی حدیث جابر، ۲۷ طہارت۔ تشدید فی البول ص ۲۹،

۲۸ ص ۳۱۵،

إِنْسَانَيْنِ يَعْذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جہیں اپنی اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

يَعْذَّبَانِ وَمَا يَعْذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَىٰ كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ

ان پر عذاب ہو رہا ہے حالانکہ کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں ہو رہا ہے اسکے بعد فرمایا، ہاں بڑے گناہ پر

یہاں صحابہ کرام کا مجمع تھا۔ وہاں ساتھ میں صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہاں یہ مذکور نہیں کہ یہ شاخ کس درخت سے منگائی تھی۔ وہاں تصریح ہے کہ خاص ان دو درختوں کی شاخیں منگوائی تھیں جنہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطریق اعجاز، قضا حاجت کے لئے اکٹھا کیا تھا۔ یہاں یہ ہے کہ شاخ ایک ہی تھی اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر رکھا وہاں یہ ہے کہ دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ منگوائی۔ یہاں یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ وہاں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رکھوایا۔ یہاں عذاب کے سبب کی تصریح ہے کہ وہ پیشاب سے بے احتیاطی اور نیمہ ہے۔ وہاں کوئی سبب مذکور نہیں۔ یہاں لعل کے ساتھ تخفیف عذاب کا ذکر ہے۔ وہاں لعل نہیں۔ گزشتہ سے مناسبت | نواقض وضو کا بیان ہو رہا تھا۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ پیشاب، ناقض وضو ہے، ہر ناقض وضو کے لئے ناپاک ہونا لازم۔ فقہ کا مشہور و معلوم قاعدہ ہے۔ ہر حدث نجس ہے اور ہر نجس کا خروج ناقض وضو۔ جب پیشاب نجس ہے تو اس سے بدن اور کپڑے کا بچنا فرض۔ یہ بتانے کے لئے باب باندھا "من الكبائر ان لا يستتر من البول" پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور ہر گناہ کبیرہ سے اجتناب فرض۔ تو ثابت کہ پیشاب سے بچنا فرض۔ پھر اسکے بعد مسلسل کئی باب اس کے متعلق باندھا جن میں پیشاب سے طہات کا طریقہ مذکور ہے اور انسان کے علاوہ دوسرے جانوروں کے پیشاب کا ذکر ہے۔

(۲) یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ نسائی کتاب الطہارت میں "لا يستنزه" ہے اور کتاب الجنائز میں لا يستبرئ ہے۔ ابو نعیم نے مستخرج میں "لا يتوقى" روایت کیا ہے۔ لا يستتر کے معنی ہیں، پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور لا يستنزه، لا يستبرئ، لا يتوقى کے معنی ہیں بچتا نہیں تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ لا يستتر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اپنے اور پیشاب کے مابین سترہ یعنی روک نہیں کرتا تھا۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ پیشاب کے چھینٹے اس پر پڑتے تھے۔ اب سب روایتوں کا حاصل ایک ہوا کہ پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔

یہاں استتار کے حقیقی معنی یعنی پردہ کرنا مراد نہیں۔ اس لئے کہ اگر عذاب قبر کا سبب، کشف عورت ہوتا، تو من البول کا ذکر بے فائدہ تھا۔ اتنا فرمانا کافی تھا کہ بے پردگی کرتا تھا۔ من البول کے اضافے سے معلوم ہوا کہ پیشاب کو عذاب قبر میں دخل ہے۔ یہ اسی وقت بنے گا جب کہ استتار کے وہ معنی لئے جائیں جو ہم نے ذکر کئے۔ پیشاب کو عذاب قبر میں خاص دخل ہے، اس کی تائید ابن ماجہ طبرانی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں تصریح ہے کہ فرمایا ان میں سے ایک کو پیشاب کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔

مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخِرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا

ان میں سے ایک پیشاب کر کے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چنلی کھاتا تھا اس کے بعد حضور نے کھجور کی ایک شاخ

کِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرِ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

منگائی اور اسے دو ٹکڑے کیا ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھا دریافت کیا گیا یا رسول اللہ

نیز ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، فرمایا، اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللفظ للاول

عامۃ عذاب القبر فی البول فاستندھوا
من البول۔ ۲

عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے اس لئے
پیشاب سے بچو۔

نیز حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
اتقوا البول فانہ اول ما یحاسب بہ العبد
فی القبر۔ ۳

پیشاب سے بچو اس لئے کہ قبر میں پہلے اس کے بارے
میں سوال ہوگا۔

اس کا بھی احتمال ہے کہ، یہاں لایستقر، پردہ نہ کرنے کے معنی میں ہو۔ یعنی پیشاب کرنے کی حالت میں پردہ نہیں کرتا تھا، اور
من البول۔ بیان واقعہ کیلئے ہو تو بھی معنی بن سکتے ہیں۔

(۳) صوت انسان، میں، واحد کی اضافت تشنیہ کی طرف ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مضاف، مضاف الیہ کا جز رہو
تو واحد کی اضافت تشنیہ کی طرف درست ہے۔ جیسے اکلت راس شاتین۔ مگر جمع لانا بہتر ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:
فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا۔ اور اگر مضاف، مضاف الیہ کا جز نہ ہو تو اکثر یہی ہے۔ تشنیہ لایا جاتا ہے۔ اور اگر التباس کا اندیشہ
نہ ہو تو جمع بھی لانا درست ہے جیسے اسی حدیث میں ہے۔ فی قبورہما۔

(۴) وَمَا يُعَذِّبَانِ فِي كَبِيرٍ میں ”فی“ تعلیل کے لئے ہے۔ جیسے قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:-
لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (انفال ۶)
اور جیسے حدیث میں ہے:-

عذبت امرأة فی ہرة
تعارض اور تطبیق | یہاں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:- کسی بڑے جرم کی وجہ سے انھیں عذاب نہیں
ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا۔ ہاں بڑے جرم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ نسائی کی روایت میں۔ بلی کے بعد۔ فی کبیر۔ مذکور ہے
نہ بھی مذکور ہوتا تو بھی معنی یہی تھے۔ اس لئے کہ بلی ایجاب نفی مانعہ کے لئے آتا ہے۔

لِمَفَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّه أَنْ يَخْفَفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا عَنْهُ

آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا جب تک یہ سوکھیں گی نہیں انکے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

جیسے ارشاد ہے:

الست بربکم قالوا بلی۔ اللہ عزوجل نے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں، سب نے عرض کیا ہاں ہے۔ اس کی شراح نے بہت سی تاویلیں کی ہیں۔ سب سے اظہر یہ ہے کہ یہ دونوں گناہ ان کے خیال میں بڑے نہیں تھے۔ حالانکہ حقیقت میں بڑے ہیں۔ یا مراد یہ ہے کہ بظاہر لوگوں کی نظر میں بڑے نہیں مگر شرعاً عند اللہ بڑے ہیں۔ جیسے واقعہ انک کے بارے میں فرمایا: وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ۔ (نور، ۱۵)

تم اس کو معمولی سمجھتے ہو حالانکہ یہ اللہ کے نزدیک بھاری برم ہے۔ یا یہ کہ بڑے نہیں، سے مراد یہ ہے کہ ان سے بچنا کوئی بڑی بات یعنی دشوار نہیں۔ اور عند الشریع بڑے گناہ ہیں۔ یہ دونوں مسلمان تھے کہ کافر | اس قسم کے واقعات احادیث میں متعدد ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو مسلم شریف کی آخر حدیث طویل میں مذکور ہے دوسرے جو ابو موسیٰ مدنی سے الترغیب والترہیب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بنی النجار کے ایسے لوگوں کی قبروں سے گزرے جو جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے“ تیسرے وہ واقعہ ہے جو طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا، جس میں یہ ہے:-

”بنی النجار کی ایسی عورتوں کی قبر سے گزرے جو جاہلیت میں مری تھیں“

اس لئے ان سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ حدیث زیر بحث میں جن کا تذکرہ ہے وہ مسلمان نہیں کافر تھے۔ حدیث زیر بحث میں جن کے احوال مذکور ہیں وہ بلاشبہ مومن تھے۔ اس پر مندرجہ ذیل دلیلیں قائم ہیں۔

(۱) اگر یہ کافر ہوتے تو عذاب کا سبب پیشاب سے نہ بچنا اور حنظلی کھانا ذکر نہ فرماتے بلکہ ان کے کفر کو بیان فرماتے یا ان کے ساتھ کفر کو بھی ضرور ذکر فرماتے۔

(۲) اسی حدیث کے بعض طرق میں یہ زیادتی ہے:

”انصار کی دو جدید قبروں سے گزرے“

انصار خاص اسلامی نام ہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔

(۳) امام احمد کی روایت میں یہ ہے کہ حضور جنت البقیع سے گزرے تو دریافت فرمایا: ”آج یہاں تم نے کس کو دفن کیا؟“

خطاب صحابہ سے ہے اور صحابہ مسلمان ہی کو دفن کریں گے۔ نیز بقیع مسلمانوں ہی کا قبرستان ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف | (۵) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نجاست سے آلودہ رہنا اور نیمہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔

گناہ کبیرہ کی جامع مانع تعریف کیا ہے، یہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہر وہ گناہ جس کی جزا میں

عہ ایضاً اس کے ایک باب بعد ص ۳۵۔ جناز۔ الجریذ علی القبر ص ۱۸۱۔ باب عذاب القبر من الغیبة والبول ص ۱۸۲ جلد ثانی ادب۔ باب الغیبة۔ باب النہمة من الکبائر ص ۸۹۲۔ مسلم جلد اول باب الدلیل علی نجاسة البول والنسوة ص ۱۴۱ ابوداؤد جلد اول طہارت۔ باب الاستبراء من البول ص ۴۔ ترمذی جلد اول طہارت۔ باب التشدید فی البول ص ۱۱۔ نسائی جلد اول طہارت۔ باب التنزه من البول ص ۱۲۔ جناز باب وضع الجریذ علی القبر ص ۲۹۱۔ ابن ماجہ باب التشدید فی البول ص ۲۹۔ مسند امام احمد۔

عذاب یا لعنت یا غضب مذکور ہو کبیرہ ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا حقوق العباد گناہ کبیرہ ہیں اور حقوق اللہ صغیرہ — مالک بن مغول نے کہا۔ بد مذہبوں کے گناہ کبیرہ ہیں اور اہلسنت کے گناہ صغیرہ۔ بعض نے کہا بالقصد جو گناہ کیا جائے کبیرہ ہے اور بھول چوک سے جو گناہ ہو وہ صغیرہ — سدی نے کہا، مقصود بالذات جو گناہ ہو وہ کبیرہ ہے اور مقدمات و مبادی صغیرہ — مثلاً زنا کبیرہ ہے اور دیکھنا، چھونا، بوس و کنار صغیرہ — ایک قول یہ ہے کہ جو گناہ موجب حد ہو وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ — راجح پہلی تعریف ہے۔ اس کی تعداد میں مختلف روایتیں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ ستر یا سات سو کے قریب ہیں۔ اور فرمایا۔ کوئی گناہ استغفار کے بعد کبیرہ نہیں اور اصرار کے بعد کوئی گناہ صغیرہ نہیں — نیز فرمایا۔ اللہ غر و جل کی ہر نافرمانی کبیرہ ہے ۱۷

تعداد | گناہ کبیرہ کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں کسی نے سات کہا، کسی نے نو کسی نے ستر، کسی نے قریب قریب سات کسی حدیث میں تمام کبار کماذکور نہیں۔ جن لوگوں نے سات کہا ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا:

سات برباد کرنے والی چیزوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ شرک، جادو، قتل ناحق، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا لڑائی سو بھاگنا، پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ ۱۸

جن لوگوں نے نو کہا انھوں نے ان سات پر دو کا اور اضافہ کیا۔ جھوٹی قسم، اور بیت اللہ کی بے حرمتی ۱۹

لیکن احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد مزید ان گناہوں کا بھی کبیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تنگی رزق کی وجہ سے چھوٹے بچوں کا قتل، زنا خصوصاً پڑوسی کی عورت سے، یہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہے ۲۰، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی جھوٹی گواہی، کسی کے ماں باپ کو گالی دینی، پیشاب سے ملوث رہنا، چغلی، وغیرہ وغیرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا کبار سات ہیں فرمایا، یہ قریب قریب ستر ہیں بلکہ قریب قریب سات سو کے بھی مروی ہے۔

اور حق یہ ہے کہ ان کی تعداد معین نہیں۔ کچھ گناہوں کے بارے میں تصریح ہے کہ یہ کبیرہ ہیں۔ جن گناہوں کے بارے میں کبیرہ کی تصریح نہیں۔ ان کے بارے میں امام ابو محمد بن عبد السلام نے یہ ضابطہ ارشاد فرمایا کہ:

ایسے گناہوں کا سب سے ہلکے گناہ کبیرہ سے تقابل کرو، اگر اس کا فساد اس کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو کبیرہ اور اگر کم ہے تو صغیرہ۔ مثلاً کسی پاکدامن عورت پر کسی بدکار کو قابو دینا کہ وہ اس کے ساتھ زنا کرے کسی مسلمان کو پھر طینا کہ اسے کوئی قتل کر دے بلاشبہ بہت بڑا گناہ کبیرہ ہے۔ حالانکہ کہیں ان کے گناہ کبیرہ ہونے کی تصریح نہیں اس لئے کہ ان کی قباحت، ان کا فساد، مال یتیم کھانے سے بہت زیادہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ ہے | چغلی خوری تو بلاشبہ کبیرہ ہے مگر پیشاب سے نہ بچنا یعنی بدن یا کپڑے کا ناپاک رہنا کبیرہ ہے یا نہیں یہ بحث طلب ہے۔ لیکن کبیرہ کی جو تعریف ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی اس کی بنا پر یہ ضرور کبیرہ ہے اس لئے

۱۷ خازن۔ سورہ نساء تفسیر آیۃ وان تجتنبوا کبارا ثرما تنھون عنہ۔ ۱۸ مسلم جلد اول باب اکبر الکبائر ص ۶۵

۱۹ عینی جلد ثالث ص ۱۱۲ ۲۰ سورہ فرقان (۶۸)، ۲۱ ماخوذ از نووی شرح مسلم جلد اول ص ۶۴

کہ اس پر عذاب کی وعید وارد ہے، بلکہ عذاب کا مشاہدہ ہے۔ البتہ پیشاب سے ملوث ہونا بذاتہ کبیرہ نہیں چونکہ ناپاک بدن اور ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہوتی۔ ایسا شخص حقیقت میں تارک صلوٰۃ ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے کی عادت الہی بلاشبہ گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ بالقصد ایک بار بھی ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چونکہ فساد نماز کی یہاں علت پیشاب سے ملوث رہنا ہے یہی نماز کے فاسد ہونے کا ذریعہ بنا اس لئے اسے کبیرہ فرمایا۔ اور اگر لایستقر کو ظاہر معنی پر لیں۔ یعنی پیشاب کرنے کی حالت میں پردہ نہیں کرتا تھا تو بھی ظاہر ہے کہ بے ستری کی عادت ضرور کبیرہ ہے۔ ہر صغیرہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جاتی ہے۔

کیا یہ وعید صرف انسان کے پیشاب کے ساتھ خاص ہے

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ وعید صرف انسان کے پیشاب کے ساتھ خاص ہے یا ہر جانور کے پیشاب کو عام ہے۔ بخاری کی اس روایت میں ”من بولہ“ ہے۔ جو

بظاہر پہلے کی مؤید ہے۔ اور دوسری روایت جو چند سطر بعد بے عنوان باب کے تحت مذکور ہے۔ اس میں ”من البول“ ہے، یہ عموم پر دلالت کرتی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کی مؤید وہ احادیث بھی ہیں جو پہلے مذکور ہوئیں۔ اس لئے کہ ان سب میں مطلقاً ”بول“ مذکور ہے جو اپنے مدلول کے لحاظ سے ہر بول کو شامل ہے۔

حیوانات کے پیشاب پاک ہیں یا ناپاک

اسی سے ایک دوسری بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ انسان کے پیشاب کی طرح دوسرے حیوانات کے پیشاب پاک ہیں یا ناپاک۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ ناپاک ہیں خواہ وہ حیوانات حلال ہوں یا حرام تفصیلی بحث حدیث عربیین میں آرہی ہے۔

یہ وعید صرف پیشاب کو خاص ہے یا ہر نجاست کو عام

بظاہر یہ وعید پیشاب کے ساتھ خاص معلوم ہوتی ہے مگر بنظر دقیق ہر نجاست کو عام ہے۔ اس لئے کہ پیشاب کا اثر اس کے نجس ہونے کی وجہ سے ہے کس

ہونے میں ہر نجاست مساوی تو جو اس کا حکم ہے وہی اور نجاستوں کا ہونا ضروری ہے۔

غیبت اور نیمہ کا فرق

بخاری کی روایتوں میں ”بالغیۃ“ ہے۔ یہاں تک کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں یہ

باب باندھا ہے۔ عذاب القبر من الغیبة والبول۔ اس کے تحت بھی جو روایت لائے اس میں بھی یہ ہے اما احد ہما فکان یسعی بالنیمۃ۔ غیبت کا لفظ اس میں بھی نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت اور نیمہ امام بخاری کے یہاں ایک ہی ہیں۔ ورنہ باب کے ساتھ مطابقت نہ ہوگی۔ علاوہ ازیں مسند امام احمد میں بجائے نیمہ کے غیبت ہے۔ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

علامہ عینی نے امام نووی سے نقل فرمایا کہ کسی کی بات ضرر پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا نیمہ ہے انھوں نے غیبت کی کوئی تعریف نہیں کی۔

علامہ ابن حجر نے کتاب الادب میں فرمایا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ بنیت ضرر کسی کا حال دوسرے تک بغیر اس کی مرضی کے پہنچانے کو نیمہ کہتے ہیں، خواہ اس کی موجودگی میں خواہ غلبوت میں۔ غیبت میں ضرر کی نیت شرط نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کا حال دوسرے تک پہنچایا جائے۔ البتہ ان دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ جو بات نقل کی گئی اس کا نقل کرنا اسے ناپسند ہو۔ یہ بات قول ہو، فعل ہو عیب ہو یا نہ ہو۔ ہر ایسی چیز جس کا افشاء کسی کو

نا پسند ہو اس کا افشاء نیمہ ہے۔ مثلاً کسی نے کہیں مال دفن کیا۔ اس کا افشاء بھی نیمہ۔

تخفیف عذاب کی علت | ان کھجوروں کی شاخ رکھنے سے عذاب میں تخفیف کی علت کیا ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں :-

علماء نے فرمایا، یہ اس پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شفاعت فرمائی۔ حضور کی یہ شفاعت شاخوں کے سوکھنے تک قبول ہوئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ احتمال بھی ہے کہ حضور اس وقت تک ان کے لئے دعا کرتے رہے ہوں۔ ایک قول یہ ہے۔ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہوئی کہ یہ شاخیں جب تک گیلی رہیں گی تسبیح کرتی رہیں گی، سوکھی تسبیح نہیں کرتیں یہ کریم **وَارْتُمْسِیْ إِلَّا یَسْبِیْحُ بِحَمْدِہٖ** ہر چہ پیر اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

میں اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ اس میں شئی سے زندہ مراد ہے۔ ان لوگوں نے فرمایا کہ ہر چیز کی حیات اس کے اعتبار سے ہے۔ لکڑی کی زندگی سوکھنے تک اور پتھر کی اس وقت تک جب تک اپنے معدن سے جدا نہ کیا جائے۔ مگر محققین کا مذہب یہ ہے کہ۔ یہ آیت اپنے عموم پر ہے یعنی زندہ مردہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔ اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ ہر چیز واقعی تسبیح کرتی ہے یا اس سے مراد تسبیح قہری ہے کہ ہر چیز کا وجود، اس کی ہیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا صانع ہر عیب سے منزہ ہے۔ محققین نے فرمایا۔ کہ ہر چیز حقیقت میں تسبیح کرتی ہے لہ

ان میں سے امام نووی کے نزدیک کیا حق ہے۔ انھوں نے بظاہر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا لیکن ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

استحب العلماء قراءة القرآن عند القبر
لهذا الحديث لانه اذا كان يرجی التخفيف
بتسبیح الجرید فبتلاوة القرآن اولی -
وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الحصیب
الاسلمی الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جریدتان
ففیہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبرک بفعل البنی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ۱۷

اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر پر قرآن مجید پڑھنے کو مستحب جانا۔ اس لئے کہ جب کھجور کی شاخ کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بدرجہ اولیٰ امید ہے۔ بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب اسلمی صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ حضرت بریدہ نے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے برکت حاصل کی۔

یہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک یہی رائج ہے کہ تخفیف عذاب ان شاخوں کی تسبیح کی وجہ سے ہے۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب عند التحقیق سوکھی لکڑی بھی تسبیح کرتی ہے تو تخفیف عذاب کو ترک کے ساتھ خاص کیوں کیا۔ اس کا جواب علامہ شامی نے یہ دیا کہ ہری شاخ کی تسبیح بہ نسبت سوکھی کے زیادہ اکمل ہے اس لئے ہری کی تسبیح تخفیف عذاب میں مؤثر ہے۔ جیسے حضرات انبیاء کرامؑ اولیاء عظام کی تسبیح، ذکر، دعا، کاجواثر و فائدہ ہے وہ ہم جیسے عوام کی تسبیح اور ذکر و دعا کا اثر و فائدہ نہیں۔ ترنابات کی تسبیح بہ نسبت سوکھے کے زیادہ قوی ہے۔ یہ خود غافلین کے شاہ صاحب کو تسلیم ہے جیسا کہ انوار الباری میں ہے۔

اسکے بعد علامہ نووی نے لکھا کہ خطابی نے اس سے انکار کیا کچھ لوگ اس حدیث کی بناء پر قبروں پر شاخ وغیرہ رکھتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری خطابى کے اس انکار کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں خطابى نے جو کچھ کہا اس میں واضح بحث ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث قبروں پر ہری شاخ وغیرہ رکھنے کی اصل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا خطابى کا یہ کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ منوع ہے یہ حدیث اس کی اصل اصل ہے اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ متاخرین نے یہ فتویٰ دیا۔ کہ قبروں پر پھول اور شاخیں رکھنے کی جو عادت ہے وہ اس حدیث کی روشنی میں سنت ہے لہ

حضرت ملا علی قاری کے اس ارشاد سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے نزدیک نیز حضرت علامہ ابن حجر کے نزدیک تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تسبیح ہے اور یہی علامہ عینی کا بھی رجحان ہے۔

اس لئے اس حدیث سے قبروں پر پھول وغیرہ رکھنے کا جواز ہی نہیں استحسان ثابت ہوتا ہے۔

لطیفہ | یہاں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ خطابى کی طرف منسوب تو یہ ہے کہ، وہ تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تسبیح کو نہیں مانتے اور ساتھ ہی ساتھ علامہ عینی نے ان کا اس حدیث سے استنباط یہ نقل کیا کہ خطابى نے کہا، یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ جب درخت کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید برکت میں کہیں اس سے زیادہ ہے لہ

یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ اصل علت ان شاخوں کی تسبیح ہے۔ خطابى کی اصل کتاب میرے پاس ہے نہیں کہ اصل حال کی تحقیق ہو سکے۔ علامہ ابن حجر نے طرطوشی کا یہ قول نقل کیا۔ تخفیف عذاب کی علت حضور کے دست مبارک کی برکت تھی۔ غیر مقدمین اور دیوبندی اس کو علت قرار دینے پر بہت زور دیتے ہیں۔ لیکن پھر یہ برکت اتنی محدود کیوں رہی کہ جب تک شاخیں ہری رہیں تخفیف عذاب رہا، اس کو کوئی صاحب بتائیں ؟

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت اور دعا کی تاثیر اپنی جگہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک تو دست مبارک ہے اگر نعلین پاک کسی کی قبر پر رکھ دیں تو ہمیشہ کیلئے عذاب قبر کیا عذاب جہنم ٹل جائے۔ اور دعا کے اثر کا حال اس سے بھی بڑھ کر پھر حضور نے تخفیف عذاب کی دعا کیوں نہیں کی۔ صرف دست مبارک یا قدم پاک یا نعل مقدس کیوں نہیں رکھا۔ اگر حضور ان کے عذاب میں تخفیف عذاب کیلئے دست مبارک رکھ دیتے یا دعا فرما دیتے تو کھجور کی شاخ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر حضور نے نہ دعا فرمائی نہ دست مبارک یا قدم پاک یا نعل مقدس رکھا کھجور کی شاخ رکھی۔ یہ دلیل ہے کہ اس خاص واقعہ میں تخفیف عذاب کی علت نہ دعا ہے نہ دست مبارک کا رکھنا بلکہ صرف اس شاخ کی تری ہے۔ جس پر حدیث کا یہ ارشاد۔ مائعہ تیسبا۔ نص ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اگر حضور دعا فرما کر یا دست مبارک رکھ کر تخفیف عذاب کر دیتے، تو وصال اقدس کے بعد آنیوالے ہزاروں لاکھوں امت کے افراد کو تخفیف عذاب کا یہ نسخہ معلوم ہوتا۔ حضور نے کھجور کی شاخ رکھ کر اپنی قیامت تک کی امت کو تخفیف عذاب کا یہ نسخہ عطا فرما دیا۔ دعا سے یا دست پاک کی برکت سے وہی مستفیض ہو سکتے تھے جو حیات ظاہری میں موجود تھے۔ مگر اس عطیہ سرکاری سے قیامت

لہ مرقات جلد اول باب آداب الخلار فصل اول ص ۲۸۶

لہ عینی جلد سوم کتاب الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من البول ص ۱۱۶

تک کی امت بہرہ مند ہوتی رہے گی۔

فقہانے لکھا کہ قبرستان کی ترگھاس کا کاٹنا مکروہ ہے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جب تک وہ ہری رہتی ہے تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انسیت حاصل ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس پر علامہ محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں :-

دلیلہ ماوردی الحدیث من وضعه علیہ الصلوۃ والسلام الجریۃ الحضراء بعد شقھا نصفین علی القبرین الذین یعذبان وتعلیلہ بالتخفیف ما لم یبسا ای تخفف عنھما ببرکۃ تسبیحھما اذھوا کمل من تسبیح الیاس لعافی الاخضر من نوع حیاۃ وعلیہ فکراۃ قطع ذلک وان نبت بنفسہ ولم یملک لان فیہ تفویت الحق المیت ویوخذ من ذلک ومن الحدیث ندب وضع ذلک لاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ

اس کی دلیل وہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہری کھجور کی شاخ کو دو ٹکڑے کر کے ان قبروں پر رکھا جن میں عذاب ہو رہا تھا۔ اور حضور کا تخفیف عذاب کی یہ علت بتانا ہے کہ جب تک سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے اسلئے کہ ترکی تسبیح سوکھی سے زیادہ کامل ہے کیونکہ تر میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اس بنا پر قبرستان سے ہری گھاس کاٹنے کی کراہت اسلئے ہے کہ اسمیں میت کی حق تلفی ہے اس مسئلے سے اور حدیث سے یہ حکم ماخوذ ہے کہ کھجور کی ہری شاخ رکھنا مستحب ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں اس پر قیاس کیا گیا وہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ آس وغیرہ کی شاخیں رکھتے ہیں۔

علامہ شامی کی فقہار اخاف میں جو حیثیت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی کتاب ردالمحتار، فقہ حنفی کی بہت مشہور اور مستند ہے۔ کوئی حنفی عالم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا انھوں نے بہت واضح غیر مبہم طور پر بتا دیا کہ ان لوگوں پر تخفیف عذاب کی علت خود حضور نے یہ بتائی کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس لئے کہ تر شاخ کی تسبیح سوکھی کے بہ نسبت زیادہ کامل ہے۔ اس لئے کہ تر شاخ میں یک گونہ حیات ہے۔ تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں کھجور کی تر شاخ رکھنا مستحب ہے۔ اور اس پر قیاس کر کے آس وغیرہ دوسرے تر نباتات رکھنا بھی۔

اس کے بعد ہمیں اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں، مگر دیوبندی وغیرہ مقلد شارحین نے یہاں عوام کو بہت مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اس لئے بحث کو مکمل کرنے کے لئے چند امور کا اضافہ ضروری ہے۔

اس حدیث میں تخفیف عذاب کی علت ان شاخوں کی تری اور تسبیح ہی ہے۔ یہی صحابہ کرام نے بھی سمجھا۔ چنانچہ سیدنا بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر پر دو کھجور کی شاخیں رکھی جائیں گے اس قسم کی وصیت حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کی تھی۔ شرح الصدور میں ہے کہ :-

”قنادہ نے کہا کہ حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث (زیر بحث) بیان کی اور یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ میری قبر میں

کھجور کی دو شاخیں رکھ دینا۔ ان کا وصال کرمان اور قوس کے درمیان ایک میدان میں ہوا۔ وہاں کھجور کی شاخ نہ مل سکی لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کی وصیت قبر میں شاخیں رکھنے کی تھی اور یہاں ہے نہیں کیا کریں۔ اتنے میں سجستان کی طرف سے کچھ سوار آئے جن کے پاس کھجور کی شاخیں تھیں ہم نے ان سے شاخیں لے کر ان کی قبر میں رکھ دیں۔ لے اس پر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:-

قد تاسی بریدہ بن حصیب الصحابی بذلک
فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریدتان واولی
ان یتبع من غیرہ

اسکی پیروی بریدہ بن حصیب صحابی نے کی اور یہ وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں ان صحابی کی بہ نسبت دوسروں کے اتباع کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ظاہر ہے کہ حدیث کو صحابہ کرام سے زیادہ، خطابی، طرطوشی نہیں سمجھ سکتے۔ صحابی نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ تخفیف عذاب کا سبب ان شاخوں کی تری ہے۔ اور ان کی تری کو تخفیف عذاب میں دخل ہے اس لئے اس کی وصیت کی۔ انھوں نے اس کو ان دونوں کے ساتھ خاص نہیں سمجھا، اس لئے ان صحابہ کرام کی اتباع ہم کو بھی کرنی چاہئے۔ ان کے عمل کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور جو انھوں نے سمجھا اس کو حق ماننا چاہئے۔

اس پر صاحب انوار الباری کا یہ کہنا کہ:-

حد ایک دو صحابی کے سوا دوسرے ہزار ہا صحابہ کرام نے جو بات سمجھی وہ لوگ اور بھی لائق اتباع ہیں۔ جو شائبہ بدعت کو سوسوں دور ہے، چنانچہ ایک دو صحابی کے سوا کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہوا کہ اس نے قبروں پر ٹہنیاں یا پھول وغیرہ رکھانے کو سنت یا مستحب سمجھا ہو۔ لے

آپ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ جب تک کوئی عمل تمام صحابہ سے مروی نہ ہو وہ قابل قبول نہیں۔ اگر یہ ثابت ہو کہ دو یا چار صحابہ نے یہ کام کیا مگر بقیہ صحابہ سے یہ منقول نہ ہو کہ انھوں نے بھی کیا تو وہ لائق اعتبار نہیں۔ آپ کی یہ تحقیق ماننے کے بعد دین کا کیا حال ہوگا۔ وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اس تحقیق کو صحیح مان لینے کے بعد تمام شرائع ختم ہو جائیں گے اور تو اور نماز پڑھنی مشکل ہو جائیگی۔ بلکہ محال۔ آپ بتائیں کہ تجیر تحریم میں کانوں تک ہاتھ لیجانا، ثنا پڑھنا، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، آمین بالستر کہنا، رکوع، سجد کی تسبیحات، تشہد وغیرہ کتنے صحابہ سے مروی ہے؟ کیا ان سب کے رد کے لئے آپ کی یہ منطق کافی نہ ہوگی؟ اہل علم جانتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے کسی فعل کا منقول ہونا کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کے خلاف کسی صحابی کا قول نہ ہو۔ اور یہاں تو دو صحابی کی وصیت اور تابعین کی جماعت کا عمل ثابت ہے، جس پر کسی صحابی، کسی تابعی نے کوئی انکار نہیں فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے:-
اصحابی کا لجنوم فباہم اقتدیتم اہد یتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں جسکی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

آپ نے عدم ذکر کو ذکر عدم بنا لیا۔ یہی آپ کی غلطی ہے۔ پھر ایسا بھی نہیں کہ صرف صحابی کا فعل ہی ہے اس کی مؤید حدیث بھی ہے اس کے باوجود آپ نے اس کے بدعت ہونے کا حکم لگا دیا۔ جب فعل رسول، فعل صحابہ، فعل تابعین بھی بدعت ہو جائے تو سمجھ

میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں کے نزدیک سنت کس چیز کا نام ہوگا۔
دوسرا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ:

”اور ظاہر ہے کہ یہ امر مغیبات میں سے ہے اس لئے جب دوسروں کو اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا تو ان کو اس فعل کا اتباع بھی درست نہ ہوگا،“ لے

اب یہ دوسری تحقیق بھی اگر حق ہے تو کسی مسلمان کے لئے دعا و مغفرت اس وقت تک فضول ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ گنہگار ہے اس لئے کہ گنہگار ہونا نہ ہونا مغیبات سے ہے جب ہمیں معلوم ہی نہیں کہ یہ گنہگار ہے یا نہیں تو دعا و مغفرت بیکار۔ ہم ثابت کر آئے کہ تخفیف عذاب کی علت ان کی تسبیح ہے اگر یہ بندہ صالح عذاب قبر سے محفوظ ہے تو اس سے اسے انس حاصل ہوگا، نزول رحمت ہوگی۔ یہ فائدہ کیا کم ہے۔

تیسرا اعتراض آپ کا یہ ہے:

”پھر اس طریقہ کی غلطی پر یہی دلیل کافی ہے کہ بجائے فساق و فجار کی قبور کے جن کے لئے تخفیف عذاب کے اسباب کی ضرورت ہے صلیار و مقربین بارگاہ خداوندی کے مزارات پر یہ چیزیں چڑھاتے ہیں،“ لے

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگوں کا بھی عمل ایسا ہی اٹا ہے۔ عوام غر بار فساق و فجار کے جنازے میں جانے کی آپ حضرت تو رحمت نہیں اٹھاتے مگر شیخ الحدیث حضرت جی، مہتمم صاحب وغیرہ قسم کے اپنے صلیار و مشائخ کے جنازے میں دھکے کھانے کے باوجود شریک ہوتے ہیں حالانکہ فساق و فجار کو نماز جنازہ و دعا و مغفرت کی آپ کے عقیدے کے مطابق آپ کے شیخ الحدیث و حضرت جی کی بہ نسبت زیادہ ضرورت ہے۔ آپ بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں اس کا پاس ضروری تھا۔

کشمیری صاحب ارشاد | فرمایا بکثرت علماء سلف و خلف نے قبروں پر ٹہنیاں لگانے وغیرہ کو بدعت و خلاف شریعت کہا ہے۔ لے

ذرا مہربانی کر کے دس بیس کے نام تو گنا دیجئے جس نے اسے بدعت کہا ہو۔ ادعا ہے دلیل علماء کے سر بہتان۔ یہ آپ کے بزرگوں کی بُرائی عادت ہے۔ خطابی یا علامہ ابن عبد البر نے جو کہا صرف یہ کہ اس حدیث سے اس کا استدلال درست نہیں۔ ان میں سے کسی نے بدعت نہیں کہا۔ یہ صرف بانیاں و ہابیت کا اختراع ہے۔
آگے شاہ صاحب نے فرمایا:

”اسی طرح متاخرین حنفیہ میں سے جس کسی نے اس کو جائز کہا، غلطی کی ہے۔ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ شامی میں سمجھتا ہوں ان حضرات کو مسئلہ بدعت صحیح طور سے متنبہ نہ ہو سکا تھا،“ لے

ذرا آپ نے اپنی تیق پیش کی ہوتی تو دنیا دیکھ لیتی کہ یہ تیق آپ کو بھی لے ڈوبی۔ یقیناً ان حضرات کے نزدیک بدعت کی ایسی کوئی تعریف نہیں جس کی رو سے فعل رسول، فعل صحابہ، فعل تابعین بھی بدعت ہو جائے۔ بدعت کی ایسی تعریف دیو بند میں ڈھلی اور وہیں بند ہے۔ اہل علم انصاف کریں۔ ان بزرگوں کے نزدیک جب فعل رسول، فعل صحابہ، فعل

تابعین بھی بدعت ہے تو پھر اس کا کیا علاج۔

لعل تحقیق کے لئے ہے حدیث میں ”لعل“ وارد ہے جو ترجی امید کرنے کے معنی میں آتا ہے اور ترجی میں شک ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان جو امید کرے وہ ضرور پوری ہو۔ مگر اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کی ترجی بھی تحقیق کے لئے ہے۔ جیسا کہ علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:-

الرجاء من الله ونبيه المتحقق
اللہ اور رسول کے کلام میں لفظ ترجی تحقیق کے لئے ہے۔
مسائل مستخرجہ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں:-

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں، کہ یہ بھی جان لیا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی جان لیا کہ کس بنا پر ہو رہا ہے نیز یہ جان لیا کہ ان شاخوں کے رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اور یہ بھی جان لیا کہ کتبک ہوگی۔ اس حدیث میں اکٹھے چار علم غیب کی خبر ہے۔

(۲) نیمہ گناہ کبیرہ ہے (۳) عذاب قبر حق ہے (۴) بدن یا کپڑے کے نجس ہوتے ہوئے نماز پڑھنی گناہ کبیرہ ہے (۵) گھنگار مومن پر بھی عذاب قبر ہوگا (۶) قبر کے پاس اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر، تلاوت، کوئی بھی عمل خیر مستحب ہے (۷) انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوقات کی بھی تسبیح و تقدیس مؤثر ہے (۸) قبر پر ہری شاخ، پھول وغیرہ رکھنا مستحب ہے (۹) ایک انسان کا عمل دوسرے کے لئے نفع بخش ہے (۱۰) پیشاب مطلقاً ناپاک ہے (۱۱) نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی بدن اور کپڑے کا پاک رکھنا ضروری ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ پیشاب دھونے کے بیان میں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قبروں سے فرمایا۔ جو پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور حضور نے انسانوں کے علاوہ اور کسی کے پیشاب کو نہیں ذکر کیا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حدیث سابق کے بعض طرق میں جو ”من بولہ“ کے بجائے ”من البول“ آیا ہے اس میں بھی بول سے اسی شخص کا پیشاب مراد ہے۔ گویا اس میں الف لام استغراق کا نہیں عہد خارجی کا ہے۔ اور چونکہ ایسے احکام میں کسی شخص کی خصوصیت نہیں ہوتی اس لئے یہ حکم پوری نوع کو عام ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ انسان غیر ماکول اللحم ہے اس لئے یہ حکم تمام غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب میں عام کیا جاسکتا ہے۔ ان مقدمات کے بعد امام بخاری کا مقصد یہ ظاہر ہوا کہ وہ صرف غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب کو ناپاک مانتے ہیں اور ماکول اللحم کے پیشاب کو پاک۔ اگر امام بخاری کا یہی مقصد ہے تو اس پر دو گزارش ہے،

اول یہ کہ ہم نے جو احادیث پہلے ذکر کیں ان میں مطلق ”بول“ ہے۔ اور اس کے الف لام کو عہد خارجی پر محمول نہیں کر سکتے وہ بلاشبہ استغراق کے لئے ہے جس میں تمام پیشاب داخل ہیں خواہ وہ ماکول اللحم کے ہوں خواہ غیر ماکول اللحم کے۔

دوم یہ کہ آپ نے انسان کے غیر ماکول اللحم ہونے کو علت قرار دے کر قیاس کیا۔ ماکول اور غیر ماکول کو طہارت و نجاست میں دخل نہیں۔ بہت سی اشیاء غیر ماکول ہیں مگر طاہر ہیں، جیسے خود انسان کا گوشت، طاہر ہے مگر ماکول نہیں۔ اس لئے اسکو حکم کا حاد ٹھہرانا درست نہیں۔ بلکہ بنظر دقیق پیشاب کی نجاست میں گوشت کو کوئی دخل ہی نہیں۔ پیشاب کی نجاست کی بنیاد

اس کا بدبودگندی کی جانب استحالہ یعنی بدلنا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے،

کہ اگر کوئی چیز اپنی اصل کے اعتبار سے طیب و طاہر ہو پھر وہ استحالہ کے بعد یعنی بدل کر گندی و بدبودار ہو جائے تو ناپاک ہے۔ اور اگر کوئی ناپاک چیز ہو اور بدل کر عمدہ، خوش ذائقہ ہو جائے تو پاک و طیب ہے۔ مثال کے طور پر چائے غذا کو لیجئے۔ ہم پاک و صاف، طیب و طاہر، لذیذ و خوش ذائقہ غذا کھاتے ہیں۔ مگر معدے میں جا کر جب وہ بدل کر بدبودار ہو جاتی ہے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ براہ غذا ہی کا بدلا ہوا حصہ ہے جو اپنی گندی اور بدبودکی وجہ سے ناپاک ہے۔ دوسری طرف لیجئے شراب نجس اور حرام ہے مگر جب بدل کر سرکہ ہو جائے تو حلال و طاہر۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ انسانوں کی طرح حیوانات کے پیشاب بھی ان کی غذا کی بدلی ہوئی حالت ہے جس میں گندی اور بدبود ہوتی ہے اس لئے وہ ناپاک ہے۔ اور پیشاب کے استحالہ الی الفساد والنتن میں سب حیوانات برابر ہیں خواہ وہ ماکول اللحم ہوں خواہ غیر ماکول اللحم، اس لئے سب کے پیشاب ناپاک۔

ہمارے اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو عارف باللہ علامہ احمد جیون قدس سرہ نے نور الانوار میں ذکر کی ہے: ایک مرد صالح کا وصال ہوا۔ دفن کے بعد وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گھر جا کر ان کی بیوی سے سبب پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بکریاں چراتا تھا ان کے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا: استنزھوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔

یہاں خاص بکریاں مذکور ہیں جو ماکول اللحم ہیں۔ اس لئے بول کے نجس ہونے میں غیر ماکول اللحم کی تخصیص قطعاً۔ امام بخاری کا مقصد اگر یہ ہے تو یہ افادہ ظاہر ہے کہ اس میں — من البول، عام نہیں، خاص ہے، مگر اسکے لئے لفظ ”باب“ کے اضافے کی کیا حاجت تھی۔

صاحب انوار الباری نے، اپنے حضرت گنگوہی کی یہ توجیہ ذکر کی، کہ امام بخاری کا مقصد یہ باب الگ لانے سے عموم بول کی نجاست بتانا ہے، کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ گنگوہی صاحب کا رد | مگر اس توجیہ پر کہیں کوئی خفی سے خفی ترقینہ کا دور، دور تک پتہ نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے، کسی طرح درست نہیں۔

علاوہ ازیں یہ مقصد اس وقت درست ہو سکتا تھا جب متعین طور پر یہ معلوم ہوتا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً ہر پیشاب ناپاک ہے۔ ایسا نہیں، بلکہ باب بول الصبیان اور باب ابوال ابل والدواب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جو لڑکے غذا نہ کھاتے ہوں۔ اور ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب پاک ہیں۔ یا کم از کم یہ کہ وہ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے ہیں۔ پھر بلا عنوان باب لکھنے سے کیسے یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مطلقاً تمام پیشاب ناپاک ہیں۔

حدیث (۱۶۰) ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاعرابی حتی فرغ من بولہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حَضَرَتِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

علامہ عینی نے یہ توجیہ کی کہ اس کا مقصد دونوں سندوں کی تصحیح ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ اس حدیث کی پہلی سند میں مجاہد کی بلا واسطہ طاؤس، حضرت ابن عباس سے روایت ہے اور اس بلا ترجمہ والی سند میں مجاہد کی حضرت ابن عباس سے بواسطہ طاؤس روایت ہے۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں سندیں متصل و صحیح ہیں۔ مجاہد، طاؤس کے واسطے سے بھی، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور طاؤس کے بلا واسطہ بھی۔ ابن حبان نے دونوں سندوں کو صحیح کہا۔ امام ترمذی نے، بواسطہ طاؤس والی روایت کو صحیح کہا۔ اس سے ثابت بلا واسطہ طاؤس والی بھی صحیح ہے۔

بلا واسطہ طاؤس والی سند پر امام دارقطنی نے جرح کی تو اس کا جواب تمام شارحین نے یہی دیا کہ یہ بھی صحیح ہے۔ اس خطرے کو امام بخاری نے محسوس کر لیا تھا۔ اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بلا عنوان باب کے تحت اس بواسطہ طاؤس والی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔

علامہ عینی پر میری گزارش یہ ہے کہ باب من الکباثران لایستقر من البول کے تحت جب یہ حدیث بلا واسطہ طاؤس، مذکور ہے تو وہیں اسے ذکر کر دینے سے یہ افادہ ہو گیا کہ یہ سند بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ جو بھی اعتراض ہو سکتا تھا اور ہوا وہ اسی سند پر ہوا۔ اس سند کی تصحیح کا افادہ کرنے کے لئے الگ بلا عنوان باب قائم کرنے کو کیا دخل؟ یہاں سیدھی سادی بات یہ ہے کہ بہت سی جگہ امام بخاری نے بلا ترجمہ باب لکھا ہے۔ ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ اصل میں یہاں بیاض تھا مگر ناقلین نے ملا کر لکھ دیا۔ اس جگہ امام بخاری کو باب کا کوئی عنوان لکھنا چاہئے تھا مگر کسی وجہ سے نہیں لکھ سکے اسی طرح اس حدیث کے مناسب کوئی باب لکھنا چاہتے ہونگے مگر کسی وجہ سے نہیں لکھ سکے اور ناقلین کے دونوں کو ملا کر بیاض چھوڑے بغیر لکھنے کی وجہ سے یہ دشواری پیدا ہو گئی۔ اور یہ صرف یہیں نہیں اور بھی جگہوں پر ہے۔

ان سب کے بعد اختتام کلام پر گزارش ہے کہ ان سب بکاث کے باوجود حدیث لایستقر من البول میں اظہر یہی ہے کہ اس سے متلا کا پیشاب مراد ہے اسلئے ہم بار بار ذکر کر آئے کہ حدیث کے مختلف طرق ایک دوسرے کی تفسیر ہوتے ہیں۔ جب کچھ طرق میں من بولہ مذکور ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ مراد مردے کا پیشاب ہے۔ یعنی وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اسکی متابعت میں امام بخاری نے فرمایا قال ابن المثنی وحد ثنا کعب قال حدثنا الاعمش قال سمعت مجاہدا مثله۔ اسکی ضرورت یہ پیش کرنا کہ اس حدیث میں محمد بن مثنی کے دو شیخ ہیں ایک محمد بن حازم انکی روایت میں حدثنا الاعمش عن مجاہد ہے دوسرے شیخ کعب ہیں انکی روایت میں حدثنا الاعمش قال سمعت مجاہدا ہے اعمش تیس میں مشہور ہیں پہلی سند میں عن مجاہد تھا اسمیں تیس کی گنجائش ہے دوسری سند میں اعمش نے سمعت مجاہدا کہا ہے اب تیس کا شبہہ جاتا رہا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس حدیث کو قوت مل گئی۔

تشریحات (۱۶۱، ۱۶۰) تکمیل۔ ایک اعرابی مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَابِيًّا بُولَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ

علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہے ہیں تو فرمایا اسے چھوڑ دو جب وہ

دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ ع

پیشاب سے فارغ ہو گئے تو پانی منگا کر اس پر بہایا

حدیث (۱۶۱) ایضاً أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ، قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک اعرابی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع

فَتَنَاولَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کر دیا تو لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ساتھ کسی پر مت رحم فرما۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایک وسیع معاملے کو تنگ کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھے اور مسجد کے ایک طرف جا کر پیشاب کرنے لگے، لوگ چیخ پڑے مہ مہ ہاں ہاں اور انکی طرف بڑھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو، اس کا پیشاب مت کاٹو اور صحابہ کرام سے فرمایا تم لوگ آسانی کرنے کے لئے (دنیا میں) بھیجے گئے ہو سختی کے لئے نہیں اور جب وہ اعرابی پیشاب سے فارغ ہو گئے تو ان کو بلایا اور فرمایا مسجد میں پیشاب نہیں کرنا چاہئے، یہ اللہ کے ذکر اور نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے ہے اور ایک صاحب سے فرمایا اس پر ایک ڈول پانی بہا دو اسے ابو داؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا۔ جہاں پیشاب کیا ہے وہاں کی مٹی پھینک دو اور وہاں ایک ڈول پانی بہا دو۔

یہ اعرابی کون تھے | ایک قول یہ ہے کہ یہ اقرع بن حابس تھے جیسا کہ ابو بکر تاریخی نے روایت کیا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ذوالخویصرہ یمانی تھے جیسا کہ ابو موسیٰ مدینی نے الصحابہ میں، روایت کیا۔ نیز حضرت طاہری نے شرح شفا میں اسی کو بیان فرمایا ہے البتہ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ یہ ذوالخویصرہ تمیمی تھا جو حقیقت میں منافق تھا بعد میں خوارج کا سردار بنا اور نھروان میں قتل ہوا۔ ذوالخویصرہ تمیمی ہی وہ گستاخ ہے جس نے غزوہ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت کہا تھا اعدل یا محمد اس پر حضرت فاروق نے عرض کی، اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مسلم میں ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ غزوہ حنین سے واپسی پر حضور اقدس مقام جعترانہ میں تشریف فرما تھے۔ بلال کے کپڑے میں چاندی تھی حضور مٹھی میں لے لے کر لوگوں کو دے رہے تھے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا، اے محمد انصاف کرو! حضور نے فرمایا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ تو خائب و خاسر ہوا اگر میں نے انصاف نہیں کیا۔ اس پر عمر بن خطاب نے

عہ ایضاً ایک حدیث کے بعد ص ۳۵ جلد ثانی ادب باب الرفق فی الامر کلہ ص ۸۹۰۔ مسلم جلد اول۔ طہارت، باب وجوب غسل البول والنجاسات اذا حصلت فی المسجد ص ۱۳۸۔ سنائی جلد اول طہارت، باب ترک التوقیت فی الماء ص ۲۰۔ ایضاً میاہ باب التوقیت فی ذلك ص ۴۳۴۔ مسلم ابو داؤد ص ۲۱۵ جلد اول ص ۳۵۰

دَعُوهُ وَهَرِّيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِّنْ مَّاءٍ أَوْ ذَنُوبًا مِّنْ مَّاءٍ

اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو تم لوگ

فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ

دنیا میں آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو نہ سختی کرنے کے لئے

عرض کیا مجھے اجازت دیں اس منافق کی گردن اڑا دوں گے۔

علاوہ ازیں حضرت ملا علی قاری نے مرقاة جلد خامس میں فرمایا:-

وَنَزَلَ فِيهِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ

فِي الصَّدَقَاتِ فَهُوَ مِنَ الْمُنَافِقِينَ

ذو النخوصہ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے

منافقین میں وہ ہے جو صدقات کی تقسیم کے سلسلے میں

تم پر سختہ چینی کرتا ہے اسلئے ذو النخوصہ منافقین میں سے ہے

اس سے ظاہر ہو گیا کہ ذو النخوصہ تمہی کو خود ملا علی قاری منافق مانتے ہیں اور کتاب الطہارت میں غالباً منافقین کی غلطی سے جائے

یمانی کے تمہی ہو گیا ہے اس لئے کہ ذو النخوصہ تمہی کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں کہ اس نے مسجد میں پیشاب کیا ہو۔

تناسبت ابواب | پہلے ابواب میں پیشاب کی نجاست کا بیان تھا اسی بیان کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ اگر زمین پر پیشاب

یا کوئی نجس چیز پڑ جائے تو اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ زمین کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہاں مذکور ہے کہ اس پر پانی

ڈال کر نجاست اس طرح بہا دو کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ زمین سوکھ جائے تو پاک ہو جائیگی

تیسرا یہ بھی ہے کہ ناپاک مٹی کھود کر پھینک دو۔

مسائل | (۱) اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کا پیشاب ناپاک ہے (۲) مسجد کو پاک و صاف رکھنا ضروری ہے

ورنہ صحابہ اس اعرابی کو نہ روکنے کی کوشش کرتے اور نہ بعد میں اس پر پانی ڈالا جاتا (۳) جو لوگ جاہل گنوار ہوں اور کوئی نام نہا

بلکہ ناجائز کام کر بیٹھیں تو ان کے ساتھ بجا سختی نہ کی جائے البتہ نرمی سے سمجھایا جائے حکم شرعی کی تلقین کی جائے (۴) مسجد کی

حرمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان اعرابی کو فوراً روک دیا جاتا مگر اس میں کچھ خطرات تھے ہو سکتا ہے کہ ڈر کی وجہ سے وہ اعرابی پیشاب

کرتے ہوئے بھاگتے تو مسجد کے اور حصے اور ان کے کپڑے ناپاک ہوتے، یا خوف کی وجہ سے پیشاب بند ہو جاتا تو اس میں شک

یا سخت مرض کا اندیشہ تھا ایسی صورت میں ان دو متضاد باتوں میں جو آسان تھی اسے اختیار فرمایا۔ اسے مسجد میں پیشاب کرنے

دیا گیا پھر مسجد کو پاک کرایا گیا۔ ظاہر ہے کہ ناپاک ہونے کے بعد مسجد کی طہارت نسبت آسان ہے۔ یوں ہی مسجد کی ایک جگہ پاک

کرنا بہ نسبت متعدد جگہوں کے زیادہ آسان ہے۔ اسی کو فرمایا گیا۔ اذابتلیتہم ببلیتین فلیخترولاھونھما۔ جب

دو بلاؤں میں مبتلا ہو تو جو آسان ہو اسے اختیار کر۔

۳۴۰ جلد اول کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المولفہ ص

۳۵۶ باب المعجزات فصل اول ص

حدیث (۱۶۲) بال صبی علی ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَى رَسُولُ

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاتَّبَعَهُ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا اس نے حضور کے کپڑے پر پیشاب کر دیا، حضور نے پانی نکالیا اور جہاں

آيَاَهُ **حَدِيثٌ اَيْضًا (۱۶۳) عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مُحْصِنٍ أَنَّهَا**

جہاں پیشاب پڑا تھا وہاں وہاں پانی ڈالا۔ حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

تَشْرِیحات ۱۶۲، ۱۶۳ (۱) ام قیس

یہ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں۔ قدیم الاسلام میں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی اور مدینہ طیبہ ہجرت کی ان سے چوبیس احادیث روئی

ہیں۔ صحیحین میں دو حدیثیں ہیں۔ علامہ ابن عبد البر نے ان کا نام جذامہ بتایا اور سہیل نے آمنہ لے

(۲) ان دو احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ ایسے بچوں کا پیشاب جو ابھی غذا نہ کھاتے ہوں ناپاک ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو اس

پر پانی ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔

البتہ اس کے پاک کرنے کے طریقے میں تھوڑی سی تفریق ہے کہ بچے کے پیشاب کو خوب اچھی طرح دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب

میں اتنے مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بچوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے جس کی وجہ سے انکا پیشاب

رقیق ہوتا ہے جو معمولی دھونے سے دور ہو جائے گا برخلاف بچوں کے کہ ان کے مزاج میں برودت غالب ہوتی ہے اسکی

وجہ سے اس میں غلظت کثافت لزوجت زیادہ ہوتی ہے وہ بغیر اچھی طرح دھوئے پاک نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں بچے کا پیشاب

بتلی دھار کے ساتھ نکلتا ہے وہ زیادہ جگہ پھیلتا نہیں اور بچوں کا پیشاب چوڑی دھار کے ساتھ پھیل کر نکلتا ہے وہ بدن اور

کپڑے پر زیادہ پھیل کر لگتا ہے۔ بچوں کے پیشاب کے بارے میں الفاظ مختلف آئے ہیں یہاں بخاری میں فاتبعہ ایاء وارد

ہے یعنی جہاں جہاں پیشاب تھا وہاں وہاں پانی ڈالا۔

بعض روایتوں میں صَبَّ یا یَصْبُ آیا ہے اس کے معنی پانی ڈالنے کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے لم یغسلہ

غسلًا۔ اس کو مبالغہ کے ساتھ نہیں دھویا۔ بعض میں رَشَّ وارد ہے جس کے معنی چھڑکنے کے ہیں بعض میں نَضَحَ وارد

ہے جس کے معنی بھی چھڑکنے کے ہیں۔ ان میں تین الفاظ فاتبعہ ایاء۔ صَبَّ۔ لم یغسلہ غسلًا۔ کا صریح منطوق

یہ ہے کہ شیرخوار بچے کے بھی پیشاب کو دھویا۔ اگرچہ اتنا زیادہ نہیں دھویا جتنا بچی کا دھویا۔ صرف دو لفظ اپنے ظاہر کے اعتبار

سے یہ بتا رہے ہیں کہ دھویا نہیں صرف پانی چھڑک کر چھوڑ دیا۔ لیکن یہ وہی کہے گا جس کے ذہن میں نَضَحَ اور رَشَّ کے دوسرے

عہ مسلم جلد اول طہارت باب حکم بول الطفل الرضيع ص ۱۳۹۔ نسائی جلد اول طہارت باب بول الصبی الذی

لم یاکل الطعام ص ۵۶، ابن ماجہ باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۴۰ لے عینی جلد سوم ص ۱۳۲۔

أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرًا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

کہ وہ اپنے ایک ایسے بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں جو ابھی غذا نہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُجْرَةٍ

لیتا تھا، بچے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گود میں بٹھایا بچے نے آپ

فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ عَه

کے کپڑے پر پیشاب کر دیا حضور نے پانی منگایا اور اس پر ڈالا اور اُسے دھویا نہیں

مواقع استعمال مستحضر نہیں۔ خود احادیث میں ”نضح“ اور ”رش“ دھونے کے معنی میں وارد ہیں۔

بخاری اور مسلم دونوں میں حضرت اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں خون حیض کے بارے میں وارد ہے واللفظ للبخا

فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فيه اسے چٹکی سے کھرچ دے پھر پانی سے دھوئے پھر اس کپڑے میں نماز پڑھے۔

علامہ نووی نے شافعی ہوتے ہوئے شرح مسلم میں فرمایا:

ومعنى تنضحه تغسله كذا قاله الجوهري وغيره وفي هذا الحديث وجوب غسل الجناسة بالماء

البروداؤد میں مذی کے بارے میں ہے:

فليتوضح فرجه وليتوضا حالانکہ اس کے پہلی والی حدیث میں اسی واقعہ میں یہ الفاظ ہیں۔

فاغسل ذكرك وتوضا

ایک حدیث میں فرمایا۔

انی لاعرف مدينة ينضح بجانبها بحر

اسی طرح رش بھی احادیث میں دھونے کے معنی میں مستعمل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کی تفصیل ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

عہ مسلم جلد اول طہارت باب حکم بول الطفل الرضيع ص ۱۳۹، جلد ثانی الطب باب لکل داء دواء ص ۲۲۷

ابوداؤد جلد اول باب بول الصبی یصیب الثوب ص ۴-۵۳، ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی نضح بول

الغلام قبل ان یطعم ص ۱۱، ابن ماجہ باب ماجاء فی بول الصبی الذی لم یطعم ص ۴۰، لہ کتاب الحيض باب

غسل دم الحيض ص ۴۵ طہارت باب نجاسة الدم ص ۱۴۰ جلد اول ص ۱۴۰، لہ جلد اول باب المذی

ص ۱۲۷، امام احمد ابو نعیم۔ مسند ابو یعلیٰ۔

حدیث (۱۶۴) البول قائما عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قوم کے گھوڑے پر تشریف لے گئے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا پھر پانی

آتٰی النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَاطَةً قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ

فَجِئَتْهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ عَهُ

طلب فرمایا میں پانی لیکر حاضر ہوا حضور نے وضو فرمایا

اخذ غرفة من ماء فرش على رحله اليمنى حتى غسّلها۔ ایک چلو پانی لے کر اپنے دائیں باؤں پر ڈالا یہاں تک کہ اسے دھویا۔

ترمذی میں حضرت اسماء والی حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

حلیہ ثم اقرصیه ثم رشیه و صلی فیدہ۔ اسے کھرج پھر چٹکی سے دور کر پھر دھو پھر اس میں نماز پڑھ جب نضح اور رش کے معنی بھی دھونے کے ہیں تو تمام احادیث میں تطابق کے لئے ضروری ہوگا کہ شیرخوار بچے کے پیشاب کے بارے میں جہاں جہاں نضح اور رش آیا ہے ہر جگہ ان کو غسل کے معنی میں لیا جائے۔

اس مسئلے کو لے کر بعض لوگوں نے احناف پر طعن کیا ہے کہ یہ لوگ حدیث کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ ہماری سابق تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ طعن بے بنیاد ہے اس مسئلہ کو دوسری عبارت میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے۔ انسان کا پیشاب ناپاک ہے اس میں شیرخوار بچے کا بھی پیشاب داخل ہے۔ جس پر قریب قریب اجماع ہے جو کثیر احادیث سے ثابت ہے۔ اور جب شیرخوار بچے کا پیشاب ناپاک تو اس کی طہارت بھی اسی طرح سے ہوگی جو تمام پیشاب کے لئے شریعت نے مقرر فرمایا ہے۔ شیرخوار بچے کے پیشاب کے لئے کوئی اور طریقہ اسی وقت قابل قبول ہوگا جبکہ نص سے ثابت ہو اس کے ثبوت میں وہ احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن میں ”نضح“ ”رش“ کے الفاظ وارد ہیں مگر چونکہ ان کے معنی خود احادیث میں دھونے کے آتے ہیں اس لئے ان سے استدلال ساقط اور اصل حکم باقی۔

تشریحات (۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶) احناف اور جمہور علماء کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منوع ہے یہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا :-

عہ ایضا اس کے بعد در باب میں، مظالم الوقوف والبول عند سباطة قوم جلد اول ص ۳۳۵۔ مسلم جلد اول طہارت باب المسح علی الخفین ص ۱۳۳۔ ابوداؤد جلد اول باب البول قائما ص ۴۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الرخصة فی ذلك ص ۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب الرخصة فی ذلك ص ۹۔ ابن ماجہ طہارت باب ماجاء فی البول قائما ص ۲۶۔ دارمی وضو (۹) مسند امام احمد لہ بخاری جلد اول وضو۔ باب غسل الوجه بالیمن من غرفة واحدة ص ۲۶۔ جلد اول طہارت باب ماجاء فی غسل دمر الحیض ص ۲۰۔

حدیث ایضاً (۱۶۵) عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيُّ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں جن صاحبزادے کا ذکر ہے وہ کون بزرگ تھے اس میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ان مہینوں بزرگوں کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھنا اور بیٹھکر پیشاب کرنا بھی ثابت ہے لیکن حضرت ام المومنین جن کا ذکر فرما رہی ہیں یہ کون صاحب تھے علی التبعین ثابت نہیں۔

ایضاً البخاری کی غلطی | ایضاً البخاری صفحہ ۸۲ پر ہے

ابوداؤد میں لم یغسل غسلاً آیا ہے

اس خادم کو ابوداؤد میں یہ لفظ نہیں ملا۔ البتہ سلم شریف میں ہے

من حدیثکم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبول قاشاً فلا تصدقوا مکان یبول الا قاعداً
اگر تم سے کوئی کہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے، اس کی بات مت ماننا، حضور بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔
امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا:

حدیث عائشہ احسن شئی فی هذا الباب واضح۔
صحیح ابوعوانہ اور حاکم کی مستدرک میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔

ما بال قاشاً منذ انزل علیہ القرآن
جس دن سے قرآن اتنا شروع ہوا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا
(۲) بخاری کے دونوں شارح علامہ عسقلانی و علامہ عینی نے، حضرت ام المومنین کی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھروں میں بیٹھ ہی کر پیشاب کرتے تھے۔ اس لئے وہ اپنے علم کی بنا پر فرما رہی ہیں، وہ گھر کے اندر کے حالات جان سکتی ہیں۔ اس پر علامہ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعقب فرمایا کہ صحیح ابوعوانہ اور مستدرک کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ گھر میں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا نہ باہر۔ اس لئے اس حدیث کو گھروں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں اس لئے حضرت ام المومنین ابتداء نزول قرآن کے پانچ سال پر پیدا ہوئیں تو وہ اپنے شاہد کی بنیاد پر یہ کیسے فرما سکتی ہے۔ جب سے نزول قرآن ہوا کھڑے ہو کر پیشاب نہیں فرمایا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ جو کچھ فرمایا تحقیق حال کے بعد فرمایا۔ صرف شاہد ہے پر نہیں فرمایا اس لئے یہ ارشاد گھروں باہر سب کے لئے عام ہے۔ اصل عادت کریمہ یہی تھی۔ اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ عند کی بنا پر ہے۔

طاہرہ اذیں بالکل واضح بات ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضور گھر کی تنہائی میں بیٹھکر پیشاب کرتے تھے تو بطریق دلالت نفس یہ بھی ثابت کہ باہر رجوع اولیٰ بیٹھکر پیشاب کرتے تھے، اس لئے کہ میدان میں، پردہ کرنے کی ضرورت، نسبت گھر کے زیادہ قریبی ظاہر ہے کہ بیٹھنے میں بہ نسبت
لے مسند امام احمد۔ ترمذی جلد اول طہارت باب النہی عن البول قاشاً ص ۳ نسائی جلد اول طہارت باب ما جاء فی البول قاعداً ص ۲۶

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشِيْ فَاَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَارِطٍ

ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ حضور ایک قوم کے گھوڑے کے پاس ایک دیوار کے پیچھے تشریف لے گئے

فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَاَنْتَبَذَتْ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَى فِجْتَةٍ فَقَمَتْ

اور ایسے کھڑے ہو گئے جیسے تم لوگ کھڑے ہوتے ہو اور پیشاب فرمایا میں حضور سے دور ہٹ آیا تو اشارے

عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ

سے قریب بلایا میں آیا اور حضور کی رڑی کے پاس کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ حضور فارغ ہو گئے۔

حَدِيثُ اَيْضًا (۱۶۶) عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ مُوسٰى الْاَشْعَرِيْ

ابو وائل نے کہا ابو موسیٰ اشعری پیشاب کے معاملے میں

کھڑے ہونے کے زیادہ پردہ ہے لے

(۲) بزار نے اپنی مسند میں بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین باتیں گنوار بننے کی ہے، کھڑے کھڑے پیشاب کرنا اور نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی پیشانی پونچھنا اور سجدے میں پھونک مارنا۔

ثَلَاثٌ مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ يَّبُولَ الرَّجُلُ قَائِمًا
اَوْ يَمْسَحَ جَبْهَتَهُ قَبْلَ اَنْ يَفْرَغَ مِنْ صَلَوَتِهِ
اَوْ يَنْفِخَ فِي سَجْدَةٍ -

(۳) ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا: رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بَوَّلُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عَمْرُو لَا تَبْلُ قَائِمًا فَمَا بَلْتَ قَائِمًا

بعد -

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یببول الرجل قائمًا۔

(۳) حدیث حذیفہ کے جوابات اول یہ کہ حدیث حذیفہ حضرت ام المومنین کی حدیث سے منسوخ ہے اسے ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور ابن شاہین نے کتاب السنہ میں اختیار کیا اس پر علامہ عینی و علامہ عسقلانی نے تعقب کیا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ دعویٰ نسخ پر کوئی قیاحت نہیں۔

اس لئے کہ حضرت حذیفہ نے جو بیان کیا یہ ان کے آخر عمر کا شاہدہ نہیں اور ام المومنین نے یوم وصال تک کی بات بتائی اور حضور

يُشَدُّ فِي الْبُولِ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبًا حِدْمًا

پیشاب کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتی

قَرَضَهُ فَقَالَ حَذِيفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

تو اسے کترنا پڑتا اس پر حضرت حذیفہ نے کہا کاشکہ وہ ایسا نہ کرتے بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ سَبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا

ایک قوم کے گھوڑے کے پاس آئے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا۔

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال میں آخر فالآخر لیا جاتا ہے۔ چشم دید واقعہ بیان کرنے والوں کے بیان میں تضاد ہو تو یہ نسخ کے منافی نہیں اگر بعض مشاہدہ کرنے والے بعد کا مشاہدہ بیان کرتے ہوں۔ نیز نسخ کی تائید اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوار پن ہے۔ حضور ایسے افعال سے پوری احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

دوم وہ جگہ بیٹھنے کے قابل نہ تھی اس وجہ سے کہ آگے ڈھال تھا۔

سوم اس وقت زانوے مبارک میں زخم تھا جس کے سبب اگر وہ بیٹھ نہیں سکتے تھے یہ توجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حاکم، دارقطنی اور بیہقی نے ان سے روایت کی۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال قائمًا
من جرح کان بما بضه
اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ کسی فعل منقول کی حکمت ظاہر کر سکے۔

چهارم منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ہمیشہ بیٹھے بیٹھے پیشاب فرمایا سوائے اس واقعہ کے کبھی مروی نہیں کہ کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا ہو۔ یہ صرف بیان جواز کے لئے ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اخاف اور جمہور فقہاء کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مکروہ تزیہی کہتے ہیں۔ مکروہ تزیہی کا ارتکاب حرام اور گناہ نہیں ہوتا۔ خلاف ادلی ہو تم ہے۔

اس کے علاوہ محدثین سے اور بھی توجہات مروی ہیں مگر وہ سب متکلم فیہ ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حضرت حذیفہ والی حدیث احادیث مانعت کے معارض ہے، اور رفع تعارض کی بالفرض کوئی وجہ نہ بھی مل سکے تو بھی ترجیح مانعت کی امانت کو ہوگی۔ اولاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ایک بار کا واقعہ حال ہے جس میں دسیوں احتمالات ہیں۔ ثانیاً قول و فعل میں جب تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے۔ ثالثاً جب مبیح و ماحر متعارض ہوں تو ماحر مقدم ہے۔

اس لئے از روئے قواعد شریعت ترجیح مانعت ہی کو ہوگی۔

یہ حدیث کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھلا گیا اور ہمارے معاشرے میں ہزاروں خرابیاں پیدا کر گیا، انہیں میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بھی ہے۔ ان انگریزوں کے ذہنی غلاموں کو حضرت حذیفہ والی حدیث

مطلقاً مفید نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا وہ بھی مذہبی وجہ سے وہ بھی ادنیٰ جگہ کھڑے ہو کر جس کے سامنے ڈھال اور زمین گھوڑے کی وجہ سے نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔

سامنے دیوار تھی، گھورا رخسار دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پر، پیچھے حضرت حذیفہ کو کھڑا کر لیا تھا جس سے ادھر بھی پردہ ہو گیا تھا۔ ان احتیاطوں کے ساتھ عمر میں ایک بار کا واقعہ منقول ہے اور انگریزوں کے ذہنی غلاموں کا عالم یہ ہے کہ جہاں جی چاہتا ہے کھڑے کھڑے دھار مارنے لگتے ہیں نہ پردے کا خیال نہ اس سے احتیاط کہ چھینٹ بدن یا کپڑے پر نہ آوے نہ کوئی عذر، ایک فیشن بنایا ہے۔ اس طرح پیشاب کرنا نصاریٰ، مشرکین و فساق کا شعار ہے اس لئے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم
اور فرمایا: ایاکم دزی الاعاجم
جو کسی قوم کا شعار اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے
عجمیوں کے فیشن سے دور رہو۔

اہل عرب کی عام عادت یہی تھی کہ وہ کھڑے کھڑے پیشاب کیا کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اصلاح فرمائی اور اس بد تمیزی کو ختم فرمایا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوگوں نے بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا تو یہ طنز کیا:

یسول کما تنبول المرأة له
یہ عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ترجیح اس کو ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

(۳) اسرائیل، حضرت یعقوب علیہ السلام کا اسم مبارک ہے، اس "سریانی زبان میں بندے کے معنی میں ہے اور "ایل" اللہ کے معنی میں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے انھیں کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ (۴) بنی اسرائیل کے جسم یا کپڑے پر نجاست لگ جاتی تو اسے کاٹ کر پھینک دیتے، مسلم اور ابوداؤد کی ایک روایت میں "جلد احدہم" ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں جسد احدہم ہے۔

مگر اس پر یہ استعجاب ہے کہ یہ بہت سخت حکم تھا۔ نجاست لگنے کے بعد بدن کی کھال کاٹ کر پھینک دیا جائے، اس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چند بار کھال کاٹنے کے بعد آدمی زندہ کیسے رہے گا زندہ رہے گا بھی تو مردہ سے بدتر۔ اس لئے شارحین نے اس کی تاویل کی ہے۔

علامہ قرطبی نے فرمایا کہ وہ لوگ چمڑے کا لباس پہنتے تھے۔ جلد احدہم سے یہی مراد ہے مگر جسد احدہم کی کیا توجہ ہوگی؟ یہ سوال اپنی جگہ رہ جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے تبدیلی ہوئی اصل میں لفظ ثوب تھا چونکہ وہ چمڑے کا لباس پہنتے تھے تو کسی راوی نے اسے جلد سے بدن کی کھال سمجھی اور اسے جسد سے بدل دیا لیکن اس قسم کے احتمالات لائق التفات ہو تو امان اٹھ جائے۔ اس خادم کی ناقص رائے یہ ہے کہ "غالباً یہ مراد ہے کہ پیشاب لگنے کے بعد جسم پاک نہ کرنے پر قبر میں اس کی سزا یہ تھی کہ وہ حصہ کاٹا جاتا۔ ان اصبحت فمن الله وان اخطئت فممنی ومن الشيطان۔

(۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشاب کے معاملے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ شیشی میں پیشاب کرتے تھے یہ اس پر حضرت حذیفہ نے یہ فرمایا کہ اتنی شدت کی ضرورت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا حالانکہ کھڑے کھڑے پیشاب کرنے میں چھینٹ پڑنے کا زیادہ احتمال ہے۔ حضور نے کبھی یہ تکلف نہیں فرمایا کہ شیشی میں پیشاب فرماتے۔

(۶) اسی سے ہمارے علماء نے یہ استنباط فرمایا کہ پیشاب کی بہت باریک سوئی کے نوک کے برابر چھینٹ معاف ہے۔
ایک حدیث کا حل | اس سلسلے میں ابو داؤد میں یہ حدیث ہے۔

عبدالرحمن بن حسنہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن عاص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضور باہر تشریف لائے، حضور کے ساتھ ڈھال تھی حضور نے اس کی آڑ میں پیشاب فرمایا۔ ہم نے کہا حضور کو دیکھو! عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۔ حضور نے اسے سن لیا۔ اور فرمایا تمہیں معلوم نہیں، صاحب بنی اسرائیل کو کیا ملا۔ بنی اسرائیل کو جب کہیں پیشاب لگتی تو اسے کاٹ دیتے اس نے منع کیا تو اسے قبر میں عذاب دیا گیا۔

اس حدیث میں تین اشکال ہیں | حضرت عبدالرحمن بن حسنہ وغیرہ نے حضور پر طنز کیا۔ صاحب بنی اسرائیل سے کون مراد ہے۔ بنی اسرائیل کو طہارت حاصل کرنے سے کیوں منع کیا۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ عبدالرحمن بن حسنہ وغیرہ نے طنز یا بہ نیت اعتراض یہ نہیں کہا تھا بلکہ چونکہ اہل عرب کے مردوں کی عام عادت تھی کہ کھڑے کھڑے جہاں ہوتا پیشاب کر لیتے تھے۔ البتہ عورتیں بیٹھ کر پردے کے ساتھ پیشاب کرتی تھیں۔ اس پر تعجب کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا۔ اسی لئے سننے کے بعد بھی حضور خفا نہ ہوئے ان کی تسلی فرمادی۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ صاحب بنی اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور فحشاہم سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے انہیں پیشاب کے ساتھ ملوث ہونے سے منع فرمایا مگر وہ نہ مانے اس لئے نہ ماننے والوں کو قبر میں عذاب ہوا فحشاہم کا متعلق محذوف ہے عن اصابة البول، اور یہ عبارت محذوف ہے فلا ینتھوا فعذاب کی فاء سببیہ ہے۔

صاحب تحفہ کی حدیث دانی | حضرت بریدہ والی حدیث بزار نے روایت کی امام ترمذی نے یہ تنقید کی کہ یہ غیر محفوظ ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ لکھا کہ اسے بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

اس پر صاحب تحفہ الماحوزی نے یہ گرفت کی۔ سند صحیح کے ساتھ روایت اس کے غیر محفوظ ہونے کے منافی نہیں۔ پھر اس تنقید سے کیا فائدہ۔

غالباً مبارکپوری صاحب کے ذہن میں ”غیر محفوظ“ کے معنی محفوظ نہ رہے ورنہ ایسی بات ہرگز نہ لکھتے۔ حدیث غیر محفوظ اصطلاح محدثین میں اس حدیث کو کہتے ہیں جسے کوئی ثقہ، دوسرے ثقات کے خلاف روایت کرے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی حدیث کے غیر محفوظ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے مقابل بھی کوئی روایت ہو اور اگر روایت صرف ایک ہی ہو تو اسے غیر محفوظ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں علامہ عینی نے تسریع کر دی کہ ”بزار نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو بریدہ سے سوائے سبید کے کسی اور نے روایت نہیں کی ہے۔ جب اس کے خلاف کوئی روایت ہی نہیں تو اسے غیر محفوظ کہنا درست نہیں۔

صاحب تحفہ کے ہاتھ کی صفائی | یہاں مبارکپوری صاحب نے ایک غیر مقلدانہ داؤ بھی چلا دیا ہے۔ علامہ عینی کی پوری عبارت نقل نہیں کی جس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی امام ترمذی کے مقابلے میں ہیں۔ جس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ امام ترمذی کے مقابلے میں علامہ عینی کی کیا حیثیت ہے۔

حدیث (۱۶۷) غسل الدم۔ عن اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت جاءت

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امراة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت ارأيت احدا

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، بتائیے ہم میں سے

تحیض فی الثوب، کیف تصنع، قال تحته ثم تقرصه بالماء وتنضحه

کسی کو کپڑے میں حیض آجائے (کپڑے کو لگ جائے) تو کیا کرے۔ فرمایا، اسے کھرچے پھر پانی ڈال کر

بالماء وتصلی فیہ عہ

چٹکی سے ملے اور پانی سے دھوئے اور اس میں نماز پڑھے۔

حدیث (۱۶۸) حکم الاستحاضة۔ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اصل مقابلہ امام بزار اور امام ترمذی کا ہے۔ علامہ عینی ایک حکم کی طرح فیصلہ دینے والے ہیں علاوہ ازیں غیر مقلدیت کے دعویٰ کے بعد یہ شخصیت پرستی زیب نہیں دیتی۔ اگر حضرت فاروق اعظم اور تمام صحابہ کے اجماعی فیصلہ کے خلاف ہر مقلد اپنی رائے کو حق کہہ سکتا ہے تو پھر اذروئے قواعد غیر مقلدیت، علامہ عینی جیسے حدیث و فقہ کے جامع کامل کو یہ حق کیسے نہیں مل سکتا کہ وہ امام ترمذی کی رائے پر کچھ لب کشائی کر سکیں۔

تشریحات ۱۶۷، ۱۶۸ (۱) خون مطلقا ناپاک ہے خواہ حیض کا خون ہو یا کوئی اور اس پر اجماع ہے البتہ غیر مقلدین حیض کے علاوہ بقیہ تمام خون پاک مانتے ہیں ان کے امام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے فتح المغیث اور طریقہ محمدیہ میں یہ لکھا ہے علاوہ ازیں ان کے شیخ رئیس قاضی شوکانی نے بھی الدر البہیہ میں لکھا ہے کہ حیض کے خون اور انسان کے بول و براز کے علاوہ ہر چیز پاک ہے نیز یہ بھی لکھ دیا کہ سور کی چربی حرام نہیں۔

فاطمہ بنت ابی حبیش والی حدیث اس پر نص ہے کہ خون استحاضہ بھی ناپاک ہے اور یہ خون حیض کے علاوہ اور خون ہے علاوہ ازیں دم مسفوح کی نجاست قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے،

أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ (انعام ۱۴۵) یا بہت خون یا سور کا گوشت کہ یہ سب ناپاک ہے۔

ہر نجاست بقدر درہم معاف ہے اس اتفاق کے بعد کہ خون ناپاک ہے علماء میں دو اختلاف عظیم ہے ایک یہ کہ نجاست قلیل ہو یا کثیر سب کا دھونا فرض ہے یا کچھ معاف بھی ہے۔ شوافع کا مسلک یہ ہے کہ نجاست تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا دھونا فرض ہے

عہ ایضا حیض، باب غسل الدم ص ۲۵ مسلم جلد اول طہارت، باب نجاسة الدم ص ۱۲۰ ابوع اور جلد اول طہارت باب المرأة تغتسل ثوبها الذي تلبسه فی حیضها ص ۵۲ ترمذی جلد اول طہارت، ماجاء فی غسل دم الحیض من الثوب ص ۲۰ نسائی جلد اول طہارت باب دم الحیض یصیب الثوب ص ۵۶ موطا، طہارت جامع الحیضہ ص ۲۲ دارمی وضو ص ۱۰۵ مسند امام احمد

قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي جَبِيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

لے فرمایا کہ فاطمہ بنت ابی جیش نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ

اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے استحاضہ کا عارضہ ہے پاک نہیں رہتی کیا

الصَّلَاةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا إِنَّمَا ذَلِكَ

نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں (نماز مت چھوڑ)

ہمارے یہاں تھوڑی نجاست معاف۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے، حضرت ام المومنین فرماتی ہیں: ہمارے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی میں حیض بھی آتا تھا، اگر کپڑے کو خون لگ جاتا تو ہم تھوک لگا کر ناخن سے خرچ دیتیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دو قطرے خون سے نماز میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

کس حد تک معاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ نے درہم کی مقدار رکھی ہے اور یہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ناخن کی مقدار کو معاف بتایا۔ محیط میں ہے کہ انکا ناخن قریب قریب ہماری پتھیلی کے تھاٹھ دیسے ہمارے یہاں بھی مستحب یہی ہے کہ تھوڑی سی بھی نجاست کہیں لگ جائے تو اسے دھو لیا جائے۔

پانی کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی شوافع یہ کہتے ہیں کہ نجاست کہیں لگ جائے تو صرف پانی ہی سے پاک ہوگی پانی کے علاوہ نجاست دور ہو سکتی ہے اور کسی چیز سے اگر دور کریں گے وہ چیز پاک نہ ہوگی۔ ہمارے یہاں پانی کی طرح ہر ایسی بہنے والی چیز سے نجاست دور ہو سکتی ہے جو ایسی رقیق اور سیال ہو کہ نجاست کو دور کر دے۔

شوافع کہتے ہیں کہ حدیث میں صرف پانی ہی سے نجاست دور کرنے کا حکم ہے کسی اور مائع، بہنے والی رقیق چیز سے نہیں۔ اس لئے صرف پانی ہی سے نجاست دور ہوگی دوسری چیزوں سے نہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں پانی کا ذکر اس بنا پر ہے کہ پانی ہی آسانی سے دستیاب ہوتا ہے اور عموماً اسی سے نجاست دور کی جاتی ہے۔ پانی کا ذکر بجز شرط نہیں بلکہ غالب اور اکثر کے اعتبار سے ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا: وَرَبَّائِبُكُمْ لَكَ فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ۔ (نساء ۲۳) تمہاری گود میں پلنے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان بیویوں کی ہیں جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو۔

علاوہ ازیں ایسے مواقع پر تخصیص دوسرے سے نفی کی دلیل نہیں ہوتی نیز یہ کہ مفہوم لقب ہمارے یہاں محبت نہیں۔ سیدھی سادی بات یہ ہے کہ کپڑا مثلاً نجاست لگنے سے پہلے پاک تھا، نجاست لگنے سے ناپاک ہوا جب نجاست کسی چیز سے دور کر دی گئی تو اپنے اصل کی طرف لوٹ آیا۔

لے بخاری، حیض باب هل يغسل المرأة في ثوب حاصنت فيه ص ۴۵، ابوداؤد حلد اول باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبه في حیضها ص ۵۲، لے عینی جلد سوم ص ۱۴۱

عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا

رگ کا خون ہے حیض نہیں۔ جب تیرا حیض شروع ہو تو نماز چھوڑ دے اور جب

أَدْبَرَتْ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي قَال، وَقَالَ ابْنِي، ثُمَّ تَوَضَّأِي

حیض کے دن پورے ہو جاؤ تو خون دھو کر نماز پڑھا کر ہشام نے کہا میرے والد (عروہ) نے

لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيئَ ذَلِكَ الْوَقْتُ ع

یہ بھی کہا تھا حضور نے یہ بھی فرمایا تھا۔ ہر نماز کے لئے وضو کر یہاں تک کہ وہ وقت یعنی حیض پھر آجائے۔

حیض کی شناخت حدیث ۱۲۸ میں فرمایا اِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ اس سے امام شافعی یہ اخذ کرتے ہیں، مراد یہ

ہے کہ جب حیض کا خون آئے۔ حیض کا خون بالکل سرخ یا کالا ہوتا ہے۔ امام شافعی کی توجہ پر مطلب یہ ہو کہ جب سرخ یا کالا خون آئے تو حیض شروع ہو گیا اور جب یہ رنگ ختم ہو کر دوسرے رنگ کا آئے تو استحاضہ ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر اسے پہلے حیض آچکا ہے، تو جن دنوں حیض آنے کی عادت تھی وہ دن جب آجائیں تو وہ حیض ہو گئی اور ان دنوں کے ختم ہونے پر مستحاضہ۔ مثلاً کسی عورت کو ہر ماہ پندرہ تاریخ سے بیس تک حیض آتا تھا اب اسے استحاضہ آنا شروع ہو گیا جو بند ہی نہیں ہوتا تو ایسی عورت کو لازم ہے کہ ہر مہینے کی پندرہ لغایت بیس حیض جانے بقیہ ایام استحاضہ۔ اور اگر کسی عورت کو خون آنا شروع ہوا اور پھر بند ہی نہ ہوا جس سے پہلے کی عادت کا علم ہو تو یہ جس تاریخ سے خون آنا شروع ہوا ہے اس تاریخ سے دس دن تک حیض شمار کرے اور بقیہ بیس دن استحاضہ لے

ہماری دلیل اسی حدیث کے دوسرے الفاظ ہیں جو مختلف روایتوں میں آئے ہیں۔ بخاری باب اذا حاصنت فی شہر ثلاث حیض میں ہے۔

وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدَرِ الْيَوْمِ الَّتِي كُنْتَ تَحِيضِينَ فِيهَا۔ اتنے دنوں نماز چھوڑ دے جتنے دنوں تجھے حیض آتا تھا۔

اسی حدیث کے ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :

ان تقعد الايام التي كانت تقعد تغتسل ان دنوں میں بیٹھے جن دنوں میں بیٹھتی تھی پھر غسل کرے۔

اسی میں حضرت ام المومنین کی ایک حدیث کے یہ الفاظ کریمہ ہیں۔

فلتنظر قدر ما كانت تحيض في كل شهر وحيضها جب اس کا حیض درست تھا اس وقت سے ہر مہینے جتنے دن

مستقيم فلتعد بقدر ذلك من الايام ثم لتدع سے حیض آتا تھا اتنے دن انتظار کرے اتنے دن شمار کر لے اور اتنے

عہ ایضا حیض، باب غسل الدم ص ۴۵ مسلم جلد اول طہارت، باب نجاسة الدم ص ۱۴۰، ابوداؤد جلد اول طہارت باب المرأة تغتسل ثوبا الذي تلبس في حياضها

ص ۵۲ ترمذی جلد اول طہارت باب ما جاء في غسل دم الحيض من الثوب ص ۲۰ سنائی جلد اول طہارت، باب دم الحيض يصيب الثوب ص ۵۶ موطا طہارت

جامع الحیض ص ۲۲ دارمی وضو ص ۵، مسند امام احمد لہ ہدایہ وغیرہ عامہ کتب۔

دنوں میں نماز نہ پڑھے۔

الصلوة فيهن نوبقدرهن

اسی میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔

فقال لتنظر عدة الليالي والايام التي كانت
تحيض من الشهر قبل ان يصيبها الذي اصابها
اس عارضہ سے پہلے جتنے رات دن ہر مہینے اسے حیض آتا
تھا اتنے دنوں انتظار کرے۔

ایک حدیث میں قدر ذلک ہے، ایک میں قدر ما كانت تحبسك حيضتك ہے۔ کسی میں ایام اقرانہا
ہے کسی میں صنت ایامہا ہے۔

حدیث کی ایک روایت دوسرے کی اور ایک حدیث دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ اس لئے ثابت ہو گیا کہ
اقلبت حیضتك سے مراد عادت کے ایام ہیں۔

شواہد اپنی تائید میں ایک حدیث لاتے ہیں کہ ارشاد فرمایا:

اذا كان دم الحيض فانه دم اسود يعرف
فامسكى عن الصلوة واذا كان الاخر فتوضى
جب حیض کا خون ہوا اور یہ کالا ہوتا ہے جو چھپانا جاتا ہے
تو نماز چھوڑ دے اور جب دوسرے رنگ کا خون آئے
تو وضو کرے۔

اس پر امام نسائی نے یہ نقد فرمایا

قد روى هذا الحديث غير واحد ولم
يذكر احد منهم ما ذكر ابن عدي له
اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے روایت کیا مگر کسی نے
بھی وہ نہیں ذکر کیا جو ابن عری نے ذکر کیا۔

امام نسائی کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی تحقیق کے بموجب یہ حدیث شاذ ہے۔ علاوہ ازیں علل ابن ابی حاتم میں
اس کو منکر کہا۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں امام احمد کا قول نقل فرمایا کہ یہ مدرج ہے بر تقدیر صحت حدیث۔ یہ باعتبار اغلب و اکثر
کے ہے۔ یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے لیکن یہ مدار حکم نہیں۔ علاوہ ازیں اگر اس کو مدار حکم قرار دیں گے تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ کبھی
کبھی خالص سرخ رنگ کا خون مہینوں آتا ہے تو کیا یہ سب ایام حیض ہی کے شمار ہوں گے۔

خارج من غير سبيلين | فاطمہ بنت ابی جیش والی حدیث اس کی دلیل ہے کہ سبیلین کے علاوہ اگر کہیں سے نجاست
بھی ناقض وضو ہے | خارج ہو تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ اس حدیث میں استحاضے کے خون
کے بارے میں نص صریح ہے کہ یہ رگ کا خون ہے۔

سبیلین سے غیر متعاد چیز کا | دم استحاضہ پیشاب کے مقام سے نکلتا ہے اور یہ غیر متعاد ہے اور ناقض وضو ہے تو
بھی خروج ناقض وضو ہے | ثابت کہ سبیلین سے غیر متعاد چیز کا خروج بھی ناقض وضو ہے۔ اب یہ حدیث دو مسئلوں
کی دلیل بن گئی، ایک اس کی کہ سبیلین کے علاوہ کہیں سے بھی خون یا اور کوئی نجس چیز نکلے تو وہ ناقض وضو ہے۔ دوسرے

لہ جلد اول الفرق بین دم الحيض والاستحاضه

یک سبیلین سے غیر متعاد چیز بھی نکلے تو ناقض وضو ہے۔

معذور کا حکم | اسی حدیث سے فقہار نے یہ استنباط فرمایا کہ مستحاضہ اور جو اس کے حکم میں ہے مثلاً کسی کو مسلسل البول ہے یا انفلت رتخ کا عارضہ ہے وہ بھی اتنی شدت کا کہ وضو کر کے فرض پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے تو وہ معذور ہے۔ اسکے لئے یہ علت ناقض وضو نہیں خروج وقت ناقض وضو ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرے اور اس وضو سے وقت کے اندر جتنی چاہے نمازیں پڑھے خواہ فرض خواہ نفل خواہ وقتیہ خواہ قضا۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر فرض کے لئے وضو کرے اس وضو سے اس فرض کے علاوہ اس کے توابع بھی پڑھ سکتا ہے البتہ ایک وضو سے دو فرض نہیں پڑھ سکتا مثلاً ظہر کے لئے وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کا فرض اور سنت و نوافل پڑھ سکتا ہے لیکن اگر دوسرے فرض کی قضا پڑھنی چاہے تو نہیں پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعی کی دلیل اس حدیث کی تمام روایات کا ظاہر لفظ ہے کہ فرمایا۔ توضع لکل صلوٰۃ۔ ہر نماز کے لئے وضو کر۔ نیز اس عارضہ کے ہوتے ہوئے وضو کے باقی رہنے کا حکم اسی ضرورت سے ہے کہ فرائض قضا نہ ہوں اور ایک فرض کی ادا کے بعد یہ ضرورت باقی نہ رہی۔

ہماری دلیل اسی حدیث کی وہ روایت ہے جو بطریق سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے جس کا لفظ یہ ہے:

توضع لوقت کل صلوٰۃ

ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کر۔

اسے امام محمد نے "اصل" میں روایت کیا اور ابن قدامہ نے معنی میں بھی ذکر کیا ہے۔ اس روایت کے مطابق لکل صلوٰۃ لوقت کل صلوٰۃ پر محمول ہے۔ اس لئے کہ لوقت کل صلوٰۃ محکم ہے۔ علاوہ ازیں شرع اور عرف دونوں میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں رکھتا بخلاف لکل صلوٰۃ سے نفس صلوٰۃ مراد ہے یا وقت صلوٰۃ۔ اس لئے کہ صلوٰۃ ہو کر نماز کا وقت مراد لینا شرع اور عرف دونوں میں شائع ہے۔ حدیث میں ہے: ان للصلوة اولاً و آخراً اور فرمایا ایما رجل ادرکنہ الصلوٰۃ فلیصل۔ عام محاورے میں بولتے ہیں اتیک لصلوة الظهر۔ اس لئے ضروری ہو کہ لکل صلوٰۃ کو لوقت کل صلوٰۃ پر محمول کر کے یہ کہا جائے کہ اس میں لکل صلوٰۃ سے لوقت کل صلوٰۃ مراد ہے۔ اس کی گنجائش یوں بھی بہت زیادہ ہے کہ لکل صلوٰۃ سے بالاجماع اس کا ظاہر معنی مراد نہیں اس لئے کہ **لکل صلوٰۃ** سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لئے الگ الگ وضو کرے، تو سنت کے لئے الگ وضو فرض ہوا اور فرض کے لئے الگ نفل کے لئے الگ۔ مگر امام شافعی بھی فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں بلکہ ایک وضو سے ایک فرض اور اس کے تابع سنن و نوافل معذور پڑھ سکتا ہے یہ ظاہر سے پھیرنا قیاساً ہے جب قیاس سے بالاتفاق یہ حدیث ظاہر معنی سے مصروف ہے تو بنص حدیث بدرجہ اولیٰ ہوگی جبکہ اس سے دونوں کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ رہ گیا حضرت امام اعظم پر ناخذاتر سوں کی بے بنیاد جرح اور آجکل کے بد زبان غیر مقلدین کی دشنام طرازیں، ان کے جوابات مقدمہ میں دئے جا چکے ہیں اعادہ کی حاجت نہیں۔

(۱۶۹) حدیث حکم المنی عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَاقٍ قَالَ سَأَلْتُ

سلمان بن یسار نے کہا میں نے حضرت

عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ، فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ مِنْ ثَوْبٍ

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا اس منی کے بارے میں جو کپڑے کو لگ جائے تو انھوں نے

تشریحات (۱۶۹)

باب مطابقت

اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

منی کا دھونا اور اس کا ملنا، اور عورت کی جو رطوبت لگ جائے اس کا دھونا اس کے تحت

جو حدیث لائے ہیں اس میں صرف منی کے دھونے کا ذکر ہے باب کے تین اجزاء تھے ان میں سے صرف ایک کے مطابق حدیث لائے۔ اقول تیسرے جز کے بھی مطابق اس حدیث کو کیا جاسکتا ہے وہ اس طرح کہ پہلی روایت میں الجنابة اور دوسری میں صرف منی کا لفظ ہے، جنابت سے مراد منی ہی ہے، سبب ہو کر مسبب مراد ہے یا یہ کہ جیسا کہ قاموس میں ہے جنابت کے معنی منی کے بھی آتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ منی دھوتی تھی، یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منی کو دھوتی تھی، یہ اپنے الملاق سے حضرت ام المومنین کی منی کو بھی شامل۔ اور جماع سے عورت کی منی کا مرد کے کپڑے پر لگ جانا اغلب و اکثر۔ اس لئے اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھوتی تھی خواہ وہ حضور کی منی ہو یا میری خواہ دونوں کی مخلوط۔ البتہ فکر کا اثبات کسی طریقے سے نہیں ہو سکتا اس کے لئے لوگوں نے جو سعی کی، لا حاصل ہے۔

منی ناپاک ہے | امام شافعی اور امام احمد بروایت منی کو پاک کہتے ہیں ان لوگوں کی دلیلیں یہ ہیں (۱) اصل اشیا میں طہارت ہے جبکہ دلیل شرعی سے کسی چیز کا ناپاک ہونا ثابت نہ ہو وہ چیز پاک ہی رہے گی۔ اور منی کی ناپاکی پر کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے۔ رہ گیا احادیث میں دھونے کا ذکر یہ نجاست کو مستلزم نہیں گھناؤنی ہونے کی وجہ سے بھی دھویا جاسکتا ہے جیسے رینٹھ دیوا قبلہ پر تھی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خود دور فرمایا۔

(۲) متعدد احادیث میں وارد ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی کو کھرچ دیتی اور پھر حضور اقدس اس میں نماز پڑھتے لے ظاہر ہے کہ کوئی نجاست اگر کہیں لگ جائے تو وہ محض کھرچ دینے سے پاک نہ ہوگی (۳) ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا (فرقان ۵۴) وہی ہے جس نے پانی سے انسان پیدا کیا۔

ظاہر ہے کہ منی پانی نہیں۔ اب پانی کہنے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ پانی کی طرح پاک ہے۔

(۴) انبیاء کرام منی سے پیدا ہوئے ہیں کیا ان کا تخم ناپاک ہو سکتا ہے۔

اخاف کے استدلال | (۱) احادیث کی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے میں جب بھی منی لگی اگر وہ تر تھی تو دھوئی گئی اور اگر سوکھ گئی تھی تو کھرچ کر دور کی گئی اسی پر موافقت رہی کبھی ایک بار بھی ثابت نہیں کہ دھویا

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ

فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھو دیتی حضور نماز کے لئے نکلتے

وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ يُبْقِعُ الْمَاءَ عَهُ

اور دھونے کا نشان پانی کے دھبوں کی شکل میں کپڑے پر رہتا۔

کھرج کر چھڑائے بغیر حضور نے نماز پڑھنی ہو اور کسی فعل پر ایسی مواظبت ہمیشگی پابندی رکھنی اس کے خلاف نہ ہو دلیل یہ ہے تو ثابت کہ کپڑے میں منی لگ جائے تو اسے دور کرنا واجب یہ دلیل ہے کہ منی ناپاک ہے ورنہ اس کا دور کرنا واجب نہ ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا ساقط کہ منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں۔

منی کے دھونے کو رینٹھ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ رینٹھ کے بارے میں ثابت ہے کہ اسے نماز کی حالت میں روباں میں لینے کا حکم دیا ہے جو اس کے طہارت کی دلیل ہے مگر منی کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ علاوہ ازیں رینٹھ سے وضو تک نہیں ٹوٹتا اور منی نکلنے سے وضو تو وضو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۲) سوکھی منی کے رگڑنے سے کپڑے کی طہارت چونکہ حدیث سے ثابت ہے جو اگرچہ خلاف قیاس ہے مگر حدیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے واجب التسليم ہے۔ مسلم میں ہے کہ امام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں

وَالْمَنِي لَأَحْكَمُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابِسًا بظفري ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میں منی اگر سوکھی ہوتی تو میں اپنے ناخن سے کھرچ دیتی۔

بزار اور ابو عوانہ میں انھیں سے ہے کہ فرمایا۔

كُنْتُ أَفْرَكَ الْمَنِي مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ رَطْبًا ۱۸

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی اگر سوکھی ہوتی اور اگر گیلی ہوتی تو دھو دیتی۔

طہارت صرف پانی سے دھونے میں منحصر نہیں کبھی طہارت رگڑنے سے بھی ہو جاتی ہے جیسے جوتے اور موزوں میں لگی ہوئی نجاست ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

إِذَا وَطِئَ الْإِذْيَ بِخَفِيهِ فَطَهَرَ هَا لَتَرَابٍ ۱۹

جب موزوں کے تلے ناپاکی آجائے تو اسکو پاک کرنے والی دھول ہے۔

عہ چار طریقے سے اکٹھے ہیں مذکور ہے۔ مسلم جلد اول طہارت باب حکم المنی ص ۱۴۰، ابوداؤد جلد اول طہارت باب المنی یصیب الثوب ص ۵۳، ترمذی جلد اول طہارت باب فی المنی یصیب الثوب ص ۱۴، نسائی جلد اول طہارت باب غسل المنی ص ۵۶، ابن ماجہ طہارت باب المنی یصیب الثوب ص ۴۱، مسند امام احمد، لہ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا بدرك البزاق ص ۵۹ ۲۰ مسلم طہارت باب حکم المنی ص ۱۴۰، جلد اول باب الاذی یصیب النعل۔

اس کے علاوہ بھی طہارت کے مختلف اور طریقے ہیں مثلاً پوچھنا جیسے شیشے، لوہے کی چیزوں میں نجاست لگ جائے تو صرف پوچھنے سے پاک ہو جائے گی۔ جلانا یا جل جانا جیسے جانور کی سری پر خون لگا ہے اسے آگ پر بھونگیا کہ خون جل گیا سری پاک ہو گئی۔ سوکھ جانا جیسے زمین یا زمین سے لمبی درخت گھاس پر نجاست پڑی اور سوکھ گئی، پاک ہو گئی، تہ نشین ہو جانا، کنواں یا تالاب ناپاک تھا، کسی وجہ سے پانی تہ نشین ہو گیا کنواں اور تالاب پاک۔ دھونے سے جیسے ناپاک روٹی کو دھن دیا جائے پاک۔ بنیادی غلطی یہ ہے کہ ہمارے بھائی شوافع یہ سمجھتے ہیں کہ دھونے کے علاوہ ناپاک چیز کے پاک کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ منی کو ملنا اگر ازالہ نجاست کے لئے نہیں تو کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ ملنا لغو اور بیکار ہو جائے گا۔

(۳) جہاں یہ ارشاد ہے وہو الذی خلق من الماء بشراً وہیں یہ بھی فرمایا۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَّاءٍ (نور ۴۵) اور اللہ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا فرمایا۔

اور چوپایوں کی منی خصوصاً حرام جانوروں کی بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۴) انبیاء کرام کا تذکرہ اس موقع پر مناسب نہیں۔ جس پر بحث گزر چکی۔ جب برہنہ تحقیق انبیاء کرام کے فضلات مبارکہ عام انسانوں کی طرح ناپاک نہیں بلکہ طیب و طاہر ہیں تو جن مبارک نطفوں سے ان کی تخلیق ہوئی ہے وہ بھی عام انسانوں کے نطفوں کی طرح ناپاک نہیں، طیب و طاہر ہیں۔

ویسے بطور الزام دیوبندی شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ انبیاء کرام کے اجسام کی اصل ہونے کی وجہ سے منی کو پاک مانتے ہو تو خون کو کیوں ناپاک مانتے ہو جس سے منی بنتی ہے۔ پھر خون حیض کو کیوں ناپاک کہتے ہو جو ماں کے پیٹ میں جنین کی غذا ہے۔

یہاں ایک خاص نکتہ ہے جو ان دیوبندیوں سے اوجھل رہ گیا اور شوافع کی رو میں بہ گئے۔ کسی بھی چیز کے ناپاک ہونے کا حکم اس وقت ہے جب وہ جسم سے باہر نکل آئے اپنے معدن و مستقر میں کوئی چیز نجس نہیں، ورنہ لازم کہ انسان کبھی بھی پاک نہ ہو، ہمارے جسم میں خون، پیشاب، پائخانہ کتنا بھرا ہے۔

وہ خون جس سے منی بنی یا وہ خون حیض جو جنین کی غذا بنی اپنے معدن و مستقر میں رہنے کی وجہ سے پاک تھے، یہاں بحث اس منی میں نہیں جو ہمارے جسم کے اندر ہے بلکہ اس میں ہے جو باہر نکل چکی ہے۔ اسلئے اسلم طریقہ وہی ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ جن نطفوں سے انبیاء کرام کے اجساد مبارک کی تخلیق ہوئی وہ پاک ہیں۔

ایک جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ منی اگرچہ ناپاک ہے مگر کئی مرحلے میں تغیر و تبدل اختیار کرتی ہے پھر وہ انسانی وجود اختیار کرتی ہے۔ نطفے کے بعد علقہ، علقہ کے بعد مضغہ غیر مخلقہ پھر مضغہ مخلقہ بنتا ہے، پھر نفخ روح ہوتی ہے اور تبدیل ماہیت کے بعد ہر ناپاک چیز پاک ہو جاتی ہے جیسے شراب جب سر کر ہو جائے۔ لیکن انبیاء کرام کی عظمت شان اسی کی مقتضی ہے کہ وہی قول کیا جائے کہ جن نطفوں سے ان کی تخلیق ہوئی وہ پاک و طاہر ہیں۔

ایضاح البخاری میں ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ شوافع نے منی کی طہارت کہاں سے سمجھی ہے؟ کیوں کہ شوافع کے پاس دلیل طہارت میں بس ایک فرقہ ہے

مولوی محمود حسن صاحب رتعقب

لے حصہ دہم ص ۵۰۶

گزر چکا کہ شوخ کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیا میں طہارت ہے منی کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں اس لئے وہ پاک ہے صرف ترک ہی دلیل نہیں۔ اپنے مقابل کی پوری بات ذہن میں رکھ کر گفتگو کرنی چاہئے۔

منی کی طہارت پر سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ام المومنین سے روایت ہے۔

انھا تحت المني من ثوب رسول الله صلى الله

وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی

تعالیٰ علیہ وسلم وہو یصلی لہ

کھرتیں اور حضور نماز پڑھ رہے ہوتے۔

اگر منی ناپاک ہوتی تو اس سے آلودہ کپڑے کے ساتھ نماز کی ابتداء ہی درست نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ منی پاک ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب منی سے آلودہ کپڑے کیساتھ نماز درست تھی تو حضرت ام المومنین نے اثناء نماز میں اسے کھرچا کیوں۔ اثناء نماز میں کھرچنے سے نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ یقیناً ہے بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ نمازی نماز توڑ بیٹھے اگرچہ حضور کے لئے یہ احتمال نہیں مگر خشوع و خضوع میں کما حقہ تو ضرور خطرہ ہے بلا کسی فائدے کہ حضرت ام المومنین نے یہ لغو کام کیوں کیا؟

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث کے وہ معنی نہیں جو ظاہر لفظ سے متبادر ہے اور جو شوخ نے لیا ہے بلکہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ام المومنین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیتی تھیں اور اس کے بعد حضور اسی کپڑے میں نماز پڑھتے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے۔ فیصلی فیہ اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں شریصلی فیہ وارد ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم بیان جواز کے لئے ایک بار ہی ایسا ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہوتا کہ منی لگنے کے بعد کپڑے کو بغیر کھرچے نماز پڑھتے مگر کہیں کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی یہ نہیں آیا۔ کہ کپڑے میں منی لگی ہو اور حضور نے نماز پڑھی ہو، اس سے ثابت کہ منی ضرور ناپاک ہے البتہ اگر سو کھ گئی ہے تو اس کے پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اسے کھرچ دیا جائے۔

علامہ نووی کی لغزش | علامہ نووی نے یہ تحریر فرمایا کہ حضرت علی حضرت ام المومنین عائشہ حضرت سعد بن وقاص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی منی کی طہارت کے قائل ہیں مگر لیکن احادیث کے ذخائر میں کہیں ان حضرات کا یہ قول نہیں ملا کہ یہ لوگ منی کو پاک مانتے ہوں بلکہ سوائے علامہ نووی کے اور کسی بزرگ نے ان حضرات کی طرف اس کی نسبت نہیں کی ہو یقیناً یہ علامہ نووی کی لغزش ہے۔ ان میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات سے واضح ہے کہ وہ منی کو ناپاک جانتی تھیں۔

اسی حدیث کی دوسری روایات پر جو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ہے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

اذا غسل الجنابة او غيرها ولم يذهب اثره جب منی یا کچھ اور دھوئے اور اس کا اثر نہ جائے۔

اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ صرف منی دھونے کے بارے میں ہے منی کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں کوئی حدیث نہیں لائے۔

ت (۴۴) وَصَلَى أَبُو مُوسَى فِي دَارِ الْبَرِيدِ وَالسَّرْقَيْنِ وَالْبَرِيَّةِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دار البرید میں نماز پڑھی جہاں گوبر تھا

اس پر علامہ عینی نے یہ فرمایا ترجمہ بلا حدیث غیر مفید ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس کی توجیہ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کا یہ طریقہ بھی ہے کہ اگر کسی حدیث سے کوئی خاص جزئی بات ثابت ہوتی ہو مگر ان کے نزدیک وہ حکم صرف اس جزئی کے لئے خاص نہ ہو، عام ہو تو ایسی جگہ وغیرہ یا وغیرہ کا اضافہ کر دیتے ہیں تاکہ تعمیم کا افادہ ہو جائے پھر اس باب میں وہ حدیث لاتے ہیں جس سے خاص وہ جزئی حکم ثابت ہوتا ہے جیسے کتاب العلم ص ۱۸ پر یہ باب باندھا ہے۔

باب الفتیاء وهو واقف علی ظہر الدابة او غیرہا

عالم سے ایسی حالت میں سوال کرنا کہ وہ چوپائے وغیرہ پر ہو

یہاں تو یہ بھی ہے کہ جو حدیث لائے اس میں چوپائے کا ذکر نہیں مگر اسی حدیث کے دوسرے طرق میں اونٹ مذکور ہے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ امام چوپائے پر سوار ہوا اور کسی چیز پر اس سے سوال کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح یہاں حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ منی کے لئے ہے مگر یہ منی کے ساتھ خاص نہیں ہر نجاست کو عام ہے اس کی طرف اشارہ کے لئے امام بخاری نے وغیرہ کا اضافہ کیا۔

اس باب کے لفظ ولہم یدھب اثرہ پر شرح میں بحث چھڑ گئی کہ اثرہ کی ضمیر کا مرجع غسل ہے یا جنابت اگر جنابت کو مرجع مانا جائے جیسا کہ علامہ کرمانی و علامہ عسقلانی نے مراد لیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نجاست دھونے کے بعد اگر نجاست کا جرم دور ہو جائے اور کچھ اس کا اثر مثلاً رنگ باقی رہ جائے جس کا دور ہونا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مگر اس کا اثبات حدیث کے کسی لفظ سے نہیں ہوتا اور اگر اس کا مرجع غسل کو ٹھہرایا جائے جس پر غسل دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ نجاست دھونے کے بعد دھونے کا نشان باقی رہے، اس پر حدیث کا یہ لفظ و اثر الغسل فیہ بقع الماء مال یہ ہوا کہ کپڑے میں دھونے کے نشانات پانی کے دھبے ہوتے، اور یہی دوسرے طریقے میں مروی۔ ثمرارہ فیہ بقعة او بقعا، سے بھی مستفاد ہے فرماتی ہیں میں پانی کا دھبہ یا چند دھبے دیکھتی۔ یہاں منی کے دھبے کے کوئی معنی نہیں۔ منی کا رنگ ایسا نہیں کہ دھونے کے بعد باقی رہے

تشریحات ۴۴ دار البرید کوفے میں ایک کنارے ایک جگہ کا نام تھا جہاں پیام رساں قاصد ٹھہر کرتے امام بخاری نے یہاں یہ باب باندھا ہے۔

باب ابوالابل والذواب والغنم ورا بضہا

اونٹوں اور چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے رہنے کی جگہوں کا بیان

یہ تو امام بخاری نے تصریح نہیں کی کہ وہ چوپایوں کے پیشاب و پاخانے کو پاک مانتے ہیں کہ ناپاک لیکن جو حدیثیں باب کے ثبوت میں لائے ہیں ان سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ وہ پاک مانتے ہیں اور یہی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے اس کا اثبات مشکل ہے۔ دار البرید میں

إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ هُمُنَا وَثَمَّ سَوَاءُ عَه

اور میدان ان کے پہلو میں تھا اور کہا یہاں وہاں یکساں ہے

(۱۷۰) حَدِيثٌ عَكْلٌ وَعُرَيْنَةٌ - عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

قَالَ قَدِمَ أَنَا سُّ مِّنْ عَكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةٍ فَاجْتَوُوا الْمَدِينَةَ

کہ عکل یا عرینہ کے کچھ لوگ مدینے میں آئے انھیں مدینہ ناموافق آیا تو

نماز پڑھنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ انھوں نے خاص ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں گوبر تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی ہو جہاں گوبر نہ رہا ہو قریب میں رہا ہو اس کا بھی امکان ہے کہ چٹائی یا کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہو یہ نظافت کے بھی خلاف ہے کہ ایسی جگہ بغیر کچھ بچھائے نماز پڑھی جائے۔

حضرت ابو موسیٰ، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں کوفے کے گورز تھے اسی وقت کا یہ قصہ ہے۔

تشریحات (۱۷۰) عکل عین کو ضمہ کاف ساکن، یہ پانچ قبائل کا نام ہے۔ ان سب کا مورث اعلیٰ عوف بن وائل تھا اس کے پانچ بیٹے تھے۔ حارث، جشم، سعد، عل، قیس۔ جب ان کی ماں، بنت ذی اللہجیہ مرگئی تو ان کی پرورش عکل نام کی ایک حبشی لونڈی نے کی تھی اسی کے نام پر ان کے قبیلے کا نام عکل پڑ گیا۔

عرینہ تصغیر کے صیغہ پر، بنی طے کی ایک شاخ تھی جو عرینہ بن نذیر یا عرینہ بن عزیز بن نذیر کی اولاد ہیں۔ ان کی تعداد یہ کل آٹھ تھے۔ جیسا کہ الجہاد اور دیات کی روایت ہے۔ یہاں شک کیساتھ روایت ہے مگر یہ شک کسی راوی سے ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عکل اور عرینہ دونوں قبیلوں کے آدمی تھے۔ جیسا کہ مغازی میں حرف تردید کے بغیر دونوں کا نام ہے، رہ گئے وہ طرق جن میں صرف عکل یا صرف عرینہ کا نام ہے۔ یہ راوی کا اختصار ہے، ابو عوانہ اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ سات تھے چار عرینہ کے اور تین عکل کے۔ یہ بخاری کی روایت کے معارض ہے۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ ہو سکتا ہے کہ ایک اور کسی قبیلے کا رہا ہو جو ان کا تابع تھا۔

تکمیل یہ حدیث بخاری میں بارہ جگہ مختلف الفاظ اور کمی زیادتی کے ساتھ مذکور ہے اس کے علاوہ حدیث کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان لوگوں نے اسلام قبول کیا کچھ دن مدینہ منورہ میں رہے مگر بد طینتوں کو مدینہ طیبہ کی ہوا اس نہ آئی، ان کو استسقاء کی بیماری ہوئی پھر ان کی درخواست پر یا از خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مدینے کے باہر وہاں بھجوا دیا جہاں سرکاری اور زکوٰۃ کے اونٹ رہتے تھے۔ حضور نے ان سے فرمایا کہ اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب پو کچھ دن میں یہ صحت مند ہو گئے تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے حضرت یسار کو انتہائی درندگی کیساتھ شہید

عہ ابو نعیم استاذ بخاری کتاب الصلاة مصنف ابن ابی شیبہ۔

فَأَمَرَ هُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ

بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دودھ والی اونٹنیوں میں جانے کا حکم دیا اور یہ کہ انکے دودھ اور

أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

پیشاب کو پیئیں یہ لوگ وہاں گئے اور جب تندرست ہو گئے تو بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْتَقُوا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ

چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک لے گئے اس کی اطلاع دن کے ابتدائی حصے میں آئی

کر دیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے زبان میں کانٹے چھوئے، ترمذی میں ہے، آنکھیں پھوڑ دی تھیں، اور ایک اونٹ ذبح کر لیا
بقیہ اونٹ پر ڈاکہ ڈال کر ہانک لے گئے، اس رات حسب عادت خدمت اقدس میں دودھ نہیں پینچا تو حضور نے بد دعا کی:
اللهم عطش من عطش آل محمد الليلة لہ اے اللہ اسے پیاسا رکھ جس نے آل محمد کو پیاسا رکھا
دوسرے چرواہے نے اگر واقعہ بتایا تو حضور نے، حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں بیس سواروں کا دستہ
جن میں اکثر انصار کرام تھے ان ڈاکوؤں کی گرفتاری کے لئے بھیجا، ساتھ میں ایک قیافہ شناس لے لئے جو قدموں کے نشانات
دیکھ کر بتا سکے یہ ظالم کدھر بھاگے ہیں۔

یہ سب اپنی منزل پر پہنچ چکے تھے کہ پھر طے لے گئے اور مدینہ لائے گئے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا انکے
بھی ہاتھ پاؤں کاٹے گئے آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی۔ مدینے کے باہر حرہ میں دھوپ سے جھلستی پتھر ملی زمین پر ڈال دئے گئے
ترپ ترپ کر جہنم میں گئے، پانی مانگتے تھے مگر ان کو کسی نے پانی نہیں دیا، شدت تکلیف و پیاس سے زمین دانتوں سے کاٹتے
پتھر چباتے، بخاری کتاب المغازی ص ۲۳ میں ہے کہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ چرواہے کی آنکھوں میں سلائی
پھیر دی تھی، بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی نہیں کئی چرواہوں کو شہید کیا تھا، یہ واقعہ سننے میں ہوا۔

استنباط مسائل (۱) | امام مالک کے یہاں حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے، اور امام محمد نے فرمایا کہ بطور علاج حلال
جانوروں کا پیشاب پینا جائز ہے مگر احناف اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ حرام جانوروں کی طرح حلال جانوروں کا بھی پیشاب
ناپاک ہے اور بطور دوا بھی اس کا استعمال جائز نہیں۔ رہ گیا ان خنثار کو اونٹ کے پیشاب پینے کی اجازت اسوجہ سے تھی کہ
حضور داناے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ حقیقت میں مومن نہیں اور ان خنثار کا علاج یہی ہے کہ ان کو
اونٹ کے دودھ اور پیشاب پلائے جائیں۔ آج بھی اگر کسی کو وہی یقین جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل تھا
کسی حرام چیز کے بارے میں حاصل ہو جائے کہ اس سے فلاں بیماری سے شفا حاصل ہوگی تو اسے اجازت ہے جیسے مختصہ
کی حالت میں شراب اور مردار کی حرمت باقی نہیں رہتی لیکن ایسا یقین حاصل کرنے کا ذریعہ اب کہاں رہا؟

لہ عینی بحوالہ سنائی ج ۳ ص ۱۵۶ - سنائی جلد ثانی - المحاربة باب - تاویل قول اللہ عز وجل :

انما جزاء الذین یحاربون اللہ - الآیة ص ۱۶۴ ،

فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَلَمَّا اُرْتَفَعَ النَّهَارُ جِئَ بِهِمْ فَأَمَرَ فُتِّقَ أَيْدِيَهُمْ

حضور نے ان کے تعاقب میں بھیجا جب دن چڑھ گیا تو انھیں لایا گیا حضور نے ان کے بارے میں

وَأَرْجَلَهُمْ وَسَمَرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَالْقَوَا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا

حکم دیا تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے گئے اور آنکھوں میں سلائی پھردی گئی اور دھوپ میں پھوڑ دئے گئے

يُسْقُونَ قَالَ أَبُو قَلَابَةَ فَهُوَ لَاءِ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ

پانی مانگتے تھے مگر ان کو پانی دیا نہیں گیا، ابو قلابہ نے کہا انھوں نے چوری کی اور قتل کیا اور مومن ہونے کے بعد کفر کیا

جہور اور احناف کا استدلال گزر چکا کہ فرمایا استنزہوا من البول فان عامة عذاب القبر منه پیشاب سے بچو کہ عام عذاب قبر پیشاب سے ہوتا ہے۔ استنزہوا صیغہ امر ہے جس میں اصل وجوب ہے جب دوسرے قرائن سے حالی ہو تو وجوب ہی کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں کسی دوسرے معنی کا کوئی قرینہ نہیں بلکہ (عامۃ عذاب القبر منه) وجوب کے لئے قرینہ ہے۔ پیشاب سے بچنا واجب اسی لئے ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔

دواء بھی پیشاب کا استعمال جائز نہیں | پیشاب یا کوئی نجس یا حرام چیز بطور دوا بھی استعمال کرنا جائز نہیں اس لئے کہ حرمت یقینی اور شفاظنی۔ کسی بھی دوا سے شفا یقینی نہیں صرف یہ ظن حاصل ہوتا ہے کہ اس سے شفا حاصل ہوگی۔ بلکہ حدیث میں فرمایا:-

ان الله لم يجعل شفاءكم في حرام (ابن حبان) اللہ نے حرام چیزوں میں تمھاری شفا نہیں رکھی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ شراب دوا ہے۔ تو فرمایا:- لا ولكنھاداء لہ شراب دوا نہیں بلکہ یہ بیماری ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:- ان الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم علیکم حرام چیزوں میں اللہ نے تمھاری شفا نہیں رکھی۔ اور فرمایا۔ لا تتداؤوا بالحرام ۳ حرام سے علاج نہ کرو۔

اور وارد ہے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الداء الحنیث۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گندی دوا سے منع فرمایا ایک شے کا ازالہ | یہ جو فرمایا کہ حرام میں شفا نہیں اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بار بار کا تجربہ ہے کہ بہت سی چیزیں حرام ہیں مگر ان سے بہت سے امراض میں شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض حرام اشیاء سے بعض بیماریوں میں شفا حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ شریعت نے جن جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے ان میں کوئی نہ کوئی شدید ضرر ہے جو لا علاج ہے۔ اب اگر کسی حرام چیز سے ایک بیماری سے شفا حاصل ہوئی تو دوسری اس سے سنگین بیماری کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے یہ بظاہر تو شفا ہے مگر حقیقت میں شفا نہیں ضرر ہے۔ جیسا کہ شراب کو لے لو، اس سے فی الجملہ بعض بیماریوں سے شفا حاصل

وَحَارِبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ عَه

اور اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی

ہوتی ہے مگر یہ خود کتنی ضرر دساں ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ آدمی کو بے عقل بنا دیتی ہے، جو چیز انسان سے عقل کو سلب کر لے اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے یہی اس سے زیادہ مضر اور کیا چیز ہو سکتی ہے اسی طرح حرام چیز کے اندر اگر تھوڑا سا نفع ہے تو ضرر اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لئے حدیث کا یہ ارشاد کہ حرام میں تمھاری شفا نہیں۔ اپنی جگہ درست ہے۔

(۲) نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آدمی کو اگر کہیں کی آب دھونا موافق ہو تو وہ جگہ بدل سکتا ہے (۳) زکوٰۃ کے اونٹوں سے مسافروں کو انتفاع جائز ہے (۴) اس حدیث سے مثلاً کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے مگر یہ حکم منسوخ ہے کسی کا بھی مثلاً کرنا صورتاً بگاڑنا جائز نہیں۔ بخاری ہی میں ہے :

نهی النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن النجبي والمثلة^۱ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ کھسوٹ اور مثلاً کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۵) نیز یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو جلادے تو قصاص میں اس مشرک کو جلانا جائز ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان ظالموں کی آنکھوں میں گرم کر کے سلاٹیاں پھیروائیں اگرچہ ان درندوں نے سرکاری چرواہے کی آنکھ میں گرم سلاٹیاں نہیں پھیری تھی، کانٹوں سے آنکھ ضائع کی تھی تو جبکہ ان ظالموں نے آگ کا عذاب نہیں دیا تھا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں آگ کا عذاب دیا تو جب کوئی ظالم کسی مسلمان کو آگ سے جلائے تو بدرجہ اولیٰ اسے آگ میں جلایا جاسکتا ہے۔ لیکن بعد میں یہ بھی منسوخ ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان النار لا يعذب بها الا الله ۲ آگ کا عذاب صرف اللہ ہی دے گا

دوسری روایت میں ہے :-

لا يعذب بالنار الا رب النار ۳ آگ کا عذاب آگ کا رب ہی دے گا

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے (۷) اس سے ثابت ہوا کہ ڈاکوؤں نے اگر مال بھی لیا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو ان کا ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے گا اور قتل بھی کیا جائیگا۔ تفصیل کتاب الحدود میں آئے گی۔

عہ ایضاً زکوٰۃ باب استعمال ابل الصدقة والبانها لالبناء السبيل ص ۲۰۳ - جہاد، باب اذا حرق المشرك المسلم هل يحرق ص ۲۲۳ جلد ثانی کتاب المغازی باب قصة عكل وعمرینة ص ۶۰۲ تفسیر باب انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ص ۶۶۳

طب باب الدوام بالبان الابل وباب الدوام بالابل ص ۸۴۸ باب من خرج من ارض لا تلائمہ ص ۸۵۲ کتاب المحاربين باب لعريق المرتدون والمحاربون حتى ماتوا ص ۱۰۰۵ - دیات باب القنامة ص ۱۰۱۹ مسلم جلد ثانی، قنامة باب حكم المحاربين والمرتدين ص ۵۷ - ابوداؤد جلد ثانی الحدود باب ماجاء في الحاربة ص ۲۲۴ - ترمذی جلد اول طہارت باب ملجاء في بول مايوكل لحمه ص ۱۱ - نسائی جلد اول طہارت بول مايوكل لحمه ص ۵۷ - ایضاً جلد ثانی الحاربة باب تاويل قول الله عز وجل

انما جزاء الذين يحاربون الله ص ۱۶۵ - ابن ماجہ حدود باب من شتم السلاح ص ۱۸۸ مسند امام احمد لہ جلد اول ص ۳۳۶

۱ بخاری جلد اول جہاد باب لا يعذب بها الا الله ص ۲۲۴ ترمذی جلد اول ص ۱۹۰ - ابوداؤد جلد ثانی ص ۷

حدیث (۱۷۱) الصلوة فی مرائب الغنم عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

عنه نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد بنانے سے پہلے

قال ابو قلابہ فہو لاء میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ راوی حدیث ”ایوب“ کا مقولہ ہو تو یہ بھی اسناد کے تحت ہے۔ یعنی ابو قلابہ سے امام بخاری تک سند متصل ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ امام بخاری کا مقولہ ہو تو یہ تعلیق ہو جائیگی بہر تقدیر یہ ”حضرت ابو قلابہ کا قول ہے۔ ان ظالموں کو اتنی سخت سزا کیوں دی گئی۔ اسی کی علت بیان فرمایا کہ ان کا جسم بہت سنگین تھا، یہ اکٹھے چار چار جرم کے مرکب تھے۔ ڈاکر ایک قتل دو، ازدواجی، اللہ اور رسول سے لڑائی چار، ان چاروں میں ہر ایک نہایت سنگین جرم ہے اور ان میں سے ہر ایک کی سزا قتل۔ اور جبکہ انھوں نے چار چار ایسے سنگین جرم کا ارتکاب کیا تو جرم کے اعتبار سے ان کی یہ سزا کم ہی ہے۔

ایضاح البخاری میں یہ لکھا ہے کہ — یہ بالکل صبح سویرے کا واقعہ تھا جب وقت پر سرکار کے گھر دودھ نہیں پہنچا تو آپ نے بد دعا دی ص ۱۵۸ جلد عاشر۔

ان خبثاء نے ڈاکر صبح کے وقت نہیں رات میں ڈالا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ دودھ جب وقت پر رات میں نہیں پہنچا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بد دعا کی:

اللهم عطش من عطش آل محمد اللیلة لہ

اے اللہ جس نے آج رات آل محمد کو پیاسا رکھا اسے پیاسا رکھ نیز ایضاح البخاری میں بڑے ادب سے ان خبثاء کو حضرات لکھا ہے ایک بار نہیں پانچ بار۔ یہ دیوبندی مذہب کی روح ہے، اللہ اور اس کے رسول کے محارب ڈاکو مرتدین ان کے مذہب میں اتنے قابل احترام ہیں کہ انھیں حضرات سے تعبیر کرتے ہیں۔

تشریحات (۱۷۱) اس حدیث کے بھی لانے سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہی ہے کہ چوپایوں کا پیشاب اور پاخانہ پاک ہے ورنہ بکریوں کے بارے میں نماز پڑھنا کیسے صحیح ہوتا — ہمارا جواب ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ چٹائی وغیرہ بچائے بغیر براہ راست زمین پر پڑھی ہو۔ یہ لازم نہیں کہ جہاں نماز پڑھی ہو وہ جگہ ناپاک ہی ہو۔ وہاں بکری کا پیشاب یا میگنی پڑی ہو یا پڑی تھی مگر سوکھ کر زمین پاک نہیں ہو گئی تھی اس لئے محض نماز پڑھنے سے زمین کی طہارت پر استدلال درست نہیں۔

اگر نماز پڑھنے سے زمین کی طہارت پر استدلال درست مان لیا جائے تو موطن اہل، اونٹوں کے رہنے کی جگہ نماز سے مانعت ہے، اس سے اونٹ کے پیشاب و میگنی کے ناپاک ہونے پر کوئی استدلال کرے تو کیا کہیں گے؟

امام بخاری کا مسلک | امام بخاری کا مسلک کیا ہے وہ ابھی طرح واضح نہیں جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے۔ دونوں حدیثوں اور

قَبْلَ أَنْ يَبْنِيَ الْمَسْجِدَ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

بکروں کے بارے میں نماز پڑھتے تھے

اثر ابو موسیٰ اشعری کے ذکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اونٹ اور بکری اور دوسرے چوپایوں کا پیشاب پاخانہ پاک ہے۔ اب پھر ابہام یہ پیدا ہوتا ہے کہ دواب کا اطلاق عرف میں ہر چوپائے پر ہوتا ہے خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا نہ ہو اثر حضرت ابو موسیٰ سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں سواری میں گھوڑوں کے ساتھ گدھے بھی استعمال ہوتے تھے بلکہ ان ممالک میں اب بھی گدھے کو سواری کے کام میں لاتے ہیں اس لئے دار البرید میں گدھے بھی ضرور ہتے ہوئے ان کی لید بھی ضرور پڑتی رہی ہوگی ان کا پیشاب بھی ضرور تہار ہا ہوگا پھر بھی حضرت ابو موسیٰ اشعری نے نماز پڑھی جس سے امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گدھے کا پیشاب اور اس کی لید پاک ہے تو جس طرح اونٹ اور بکری پر قیاس کر کے تمام ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب پاخانے کو پاک کہہ سکتے ہیں اسی طرح گدھے پر قیاس کر کے غیر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک کہہ سکتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کانت الکلاب تقبل وتدبر، کے ذکر کا بھی یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کتے کے پیشاب اور پاخانے کو پاک مانتے ہیں۔ لیکن امام بخاری کا مذہب کیا ہے وہ قطعی طور پر واضح نہیں ہو سکا۔ ان کے ان ابواب کو دیکھنے کے بعد دو باتوں میں سے ایک بات کو ماننا ہی پڑیگا۔ یا تو امام بخاری حرام حلال تمام جانوروں کے پیشاب و پاخانے کو پاک مانتے ہیں یا کم از کم ان کی نجاست کے بارے میں متردد ضرور ہیں۔

احناف کا مسلک اور دلائل احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تمام چوپایوں کے پیشاب اور پاخانے ناپاک ہیں۔

کے دلائل گزر چکے۔ پاخانے کے ناپاک ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عن اكل الجلالة والبانها
بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جلالہ کے کھانے سے
اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔

جمع البحار میں ہے کہ "جلاة" کے معنی میگنی کے ہیں۔ اس لئے جلالہ کے اصل معنی ہوئے میگنی کھانے والے کے۔ اس سے ظاہر کہ میگنی ناپاک ہے۔

عنه ايضا صلوة باب هل ينش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ منها مسجداً او باب الصلوة في مرائب الغنم ص ۹۱
بنيان الكعبة مقدم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه الى المدينة ص ۵۶۰، مسلم جلد اول كتاب المساجد ومواضع
الصلوة ص ۲۰۰، ابوداؤد جلد اول صلوة باب بناء المساجد ص ۶۵، ترمذی جلد اول صلوة باب ما جاء في الصلوة في
مرائب الغنم ص ۴۶، نسائی جلد اول، مساجد، باب ينش القبور واتخاذ أرضها مسجداً ص ۱۱۴، مسند امام احمد
له جلد ثانی کتاب الاطعمه ص ۴،

(۲) ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ مولیٰ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
 اذا جاء احدكم المسجد فلينظر فان رأى في
 نعليه قد ذرا او اذى فليمسحه
 جب مسجد میں آؤ تو اپنی چپلوں کو دیکھو اگر اس میں
 گندگی یا ناپاکی لگی ہو تو اسے دور کر لو۔

جوتے اور چپل میں انسان کے پیشاب اور پاخانے کا لگنا بہت مستبعد ہے۔ راستوں میں چوپایوں کے گوبر عام طور سے
 ہوتے ہیں انھیں سے جوتے اور چپل آلودہ ہوتے ہیں۔ اس لئے چوپایوں کے گوبر ناپاک ہیں۔

(۳) باب لا يستنجی بروت کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث گزری کہ حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوبر کے بارے میں فرمایا "ہذا رکس" یہ نجاست ہے۔

ہمارے ائمہ نے اس اتفاق کے بعد کہ چوپایوں کے پیشاب و پاخانے ناپاک ہیں۔ اس میں اختلاف کیا کہ انکی نجاست
 غلیظہ ہے یا خفیفہ۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حرام چوپایوں کے پیشاب اور پاخانے دونوں اور گھوڑے کی لید
 اسی طرح حلال جانوروں کے پاخانے نجاست غلیظہ ہیں۔
 گھوڑے اور حلال جانوروں کے پیشاب نجاست خفیفہ ہیں۔

حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ حلال جانوروں کے پاخانے کو بھی نجاست خفیفہ مانتے ہیں۔
 دلائل | امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چوپایوں کے پاخانے کی نجاست نص یعنی حدیث سے ثابت ہے اور اسکے معارض
 کوئی نص نہیں اس لئے یہ نجاست غلیظہ ہوئی۔ بخلاف پیشاب کے کہ استنزه و امن البول کے معارض عینین کی حدیث
 ہے۔ اس لئے ان کے پیشاب نجاست خفیفہ ہوئے۔

صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ حلال جانوروں کے پاخانے کی طہارت و نجاست میں مجتہدین کا اختلاف ہے اس لئے ہمیں
 تخفیف ہے۔ علاوہ ازیں اس میں حرام جانوروں کے نسبت ابتلاء عام ہے اس لئے اس میں تخفیف ہونی لازم ہے۔

مرا بضع غنم اور معاطن اہل
 کے احکام کے
 مختلف ہو سکی وجہ
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی بکریوں کے بارے میں نماز پڑھتے تھے اور صحابہ
 کو بھی اجازت دی ہے مگر اونٹوں کے تھانوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسکا سبب
 یہ نہیں کہ بکری کا پیشاب اور اس کی منگنی پاک ہو اور اونٹ کا پیشاب اور اس کی منگنی

ناپاک بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ بکری سیدھی سادی بے ضرر ہے اور اونٹ کبھی درندوں کی طرح خطرناک ہو جاتا ہے، کسی نے
 نماز شروع کی اور اونٹ کو مستی سو بھی تو بھاگتا مشکل ہو جائیگا۔ علامہ عینی نے بکریوں کے بارے میں نماز پڑھنے اور معاطن
 اہل میں نہ پڑھنے کے سلسلے میں چند احادیث ذکر کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

الغنم من دواب الجنة فامسحوا رغامها و
 صلوا فی مرا بضعها
 بکری جنت کے چوپایوں میں سے ہے اس کی رینٹ صاف کرو
 اور ان کے باروں میں نماز پڑھو۔

(۲) احسنوا لیہا و امیطوا عنہا الا ذی
 بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انکے آس پاس گندگی دور کرو

ت (۴۵) قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ

امام زہری نے فرمایا پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں اگر

بکریوں کے بارے میں نماز پڑھو اور اونٹ کے تھان میں نہ پڑھو کہ اونٹ شیطان سے پیدا کئے گئے ہیں۔

جب نماز کا وقت آجائے اور تم بکریوں کے بارے میں ہو تو وہیں نماز پڑھ لو اس لئے کہ بکری میں سیکنت اور برکت ہے اور جب نماز کا وقت ایسے موقع پر آئے کہ تم اونٹ کے تھان میں ہو تو باہر نکل جاؤ اس لئے کہ یہ جن ہیں اور جن سے پیدا کئے گئے ہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ جب بگڑتے ہیں تو کیسے ناک چرطھاتے ہیں۔

(۳) صَلَوَاتِي مَرَابُضِ الْغَنَمِ فَلَا تَصَلُوا فِي
إِعْطَانِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا خَلَقَتْ مِنَ الشَّيَاطِينِ
(۴) إِذَا دَرَكْتُمْ الصَّلَاةَ وَانْتَمَرْتُمْ فِي مَرَاكِ
الْغَنَمِ فَصَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا سَكِينَةٌ وَبَرَكَةٌ
وَإِذَا دَرَكْتُمْ الصَّلَاةَ وَانْتَمَرْتُمْ فِي إِعْطَانِ
الْإِبِلِ فَأَخْرِجُوا مِنْهَا فَإِنَّهَا جَنٌّ خَلَقَتْ
مِنَ الْجِنِّ الْإِنْتَرَى إِذَا انْفَرَّتْ كَيْفَ تَشْمَخُ
بِأَنْفِهَا۔

موطا امام محمد میں ایک اور حدیث ہے اسے بھی ملاحظہ کرتے ہیں۔ — فرمایا

بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، انکے رہنے کی جگہ عمدہ اور صاف رکھو اور اسکے گوشے میں نماز پڑھو اسلئے کہ وہ صحتی چوپایوں میں سے ہیں۔

أَحْسِنَ إِلَى غَنَمِكَ وَأَطْبِ مَرَاكِهَا وَصَلْ
فِي مَرَابُضِهَا فَإِنَّهَا مِنْ دَوَابِّ الْجَنَّةِ لَمْ

اس حدیث نے پوری بحث صاف کر دی کہ مَرَابُضِ غَنَمٍ میں نماز پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں بکریوں کی مینگنیاں اور پیشاب ہوں وہاں پڑھو، بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے کسی گوشے میں جو صاف و پاک ہو پڑھو۔

تشریحات (۴۵) امام زہری کا مطلب یہ ہے کہ پانی میں اگر نجاست گر جائے تو پانی اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ پانی میں نجاست کا رنگ یا نو یا مزہ نہ آجائے خواہ پانی تھوڑا ہو خواہ زیادہ۔ مثلاً ایک چلو ہو یا پورا تالاب را کہ ہو یا جاری۔

امام بخاری کا مسلک اور دیگر ائمہ کے مذاہب اس سلسلے میں ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی امام مالک کا بھی ہے۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ بہت تھوڑا پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ اس میں نجاست کا کوئی اثر نہ ظاہر ہو لیکن اگر دو ٹولے یعنی دو ٹکے ہے تو جب تک نجاست کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہو پاک ہے۔

ہمارا مسلک یہ ہے۔ اگر پانی قلیل ہے تو بہر حال ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نجاست کا اس میں کوئی اثر ظاہر نہ ہو اور اگر کثیر ہو تو ناپاک نہ ہوگا۔ جب تک نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ یہ حکم مادر اکد کا ہے، مار جاری قلیل ہو یا کثیر جب تک اس میں نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو پاک ہی رہے گا۔ ہاں اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو مار جاری بھی ناپاک، اصحاب ظواہر کو چھوڑ کر پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو را کہ، جب اس میں نجاست پڑے اور نجاست کا کوئی اثر پانی میں ظاہر ہو جائے تو وہ بہر حال ناپاک ہے۔

طَعْمُ أَوْ رِيحُ أَوْ لَوْنٌ ع

نجاست اس کا رنگ یا بو یا مزہ نہ بد لے

اصحاب ظواہر قریب قریب اس کے قائل ہیں کہ پانی کسی حال میں بھی ناپاک نہیں قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اصحاب ظواہر کا مذہب اتنا کمزور ہے کہ اب کوئی بھی اس کا قائل نہ رہا حتیٰ کہ غیر مقلدین بھی اس بارے میں ظواہر کے ہمنوا نہیں۔ جو اس زمانے میں ظواہر کی گڑی ہڈیاں اکھاڑ اکھاڑ کر دنیا میں پھیل رہے ہیں رہ گئے قابل اعتناء تو یہ تین مذہب ہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے التعلیق المجد میں باب الوضوء مما تشرب منه السباع وتسلح کے تحت لکھا ہے کہ سب سے راجح مالکیہ کا مذہب ہے۔ مولانا صاحب کی یہ عادت ہے کہ ایک دو جگہ نہیں کتنی جگہ مخالفین کے پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیا ہے بلکہ کہیں کہیں غیر مقلدیت کی بولی بولنے لگتے ہیں، یہی یہاں بھی کیا، آپ نے لکھا تو یہ ہے کہ سب مذاہب کے دریاؤں میں گھسا اور سب مذاہب کی کتابیں دیکھیں تو یہ سمجھا ہے۔ آئیے ہم ناظرین کو عینی شرح بخاری کا اس جگہ کا اقتباس دکھائیں تو معلوم ہوگا کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا صاحب لکھنوی دیگر مذاہب کے دریاؤں میں غوطہ زنی کی ہو مگر مذہب حنفی کے دریا کے ساحل تک بھی اس مسئلہ میں نہیں پہنچے فتح الباری میں ہے:

چونکہ

امام مالک نے اپنے مذہب میں قلیل و کثیر کی کوئی تفریق نہیں کی اس لئے اس پر ابو عبید نے کتاب الطہارۃ میں یہ اعتراض کیا کہ اس پر لازم آتا ہے کہ اگر پانی کے لوٹے میں کوئی پیشاب کر دے اور پانی کا وصف نہ بد لے تو اس پانی سے وضو وغیرہ (مثلاً پینا) سب جائز ہو جائے لانکہ یہ بات کتنی شنیع و قبیح ہے۔

اس لئے حدیث قلتین کی روشنی میں مالک قلیل و کثیر کی حد قائم کر دی جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ امام بخاری نے ”حدیث قلتین“ اپنی کتاب میں ذکر نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اختلاف ہے مگر اس کے راوی ثقہ ہیں اور ائمہ کی ایک جماعت نے اسے صحیح کہا ہے۔ البتہ قلتین کی مقدار پر اتفاق نہیں۔ امام شافعی نے احتیاطاً پانچ قرب حجازی مقرر فرمایا ہے، اسی سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ”الماء لا ینجسہ شئ“ کی تخصیص فرمائی۔

علامہ عینی کا تعقب

اس پر علامہ عینی لکھتے ہیں قلتین کی حدیث سے کوئی مدد کیسے لی جاسکتی ہے جبکہ ابن العربی نے کہا یا تو اس کا مدار علت پر ہے یا اس کی روایت میں اضطراب ہے یا وہ موقوف ہے۔ یہی کیا کہ ہے کہ امام شافعی نے اس کی روایت ولید بن کثیر سے کی ہے یہ اباضی ہے اور اس کی روایت میں اختلافات ہیں قلتین بھی ہے قلتین او ثلثا بھی ہے۔ اربعون قلة بھی ہے اور اربعون فرقا بھی ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر پر موقوف ہے۔

یہی نے کہا۔ ابن منذہ نے باعتبار رواۃ اسے علی شرط مسلم صحیح کہا۔ مگر باعتبار روایت اس سے اعراض کیا اس لئے کہ اس میں کثیر اختلاف اور اضطراب ہے۔ امام مسلم نے غالباً اسی وجہ سے اسے ترک کر دیا۔
 میں کہتا ہوں کہ اسی اختلاف اسناد کی وجہ سے امام بخاری نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔ ابو عمر نے تمہید میں کہا
 حدیث قلتین کی وجہ سے امام شافعی نے جو مسلک اختیار کیا ہے وہ باعتبار نظر ضعیف ہے و باعتبار اثر غیر ثابت ہے۔
 اس لئے کہ اس حدیث میں علماء کے ایک گروہ نے نقل سے کلام کیا ہے۔ دوسری نے کتاب الاسرار میں کہا کہ یہ حدیث ضعیف
 ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اس لئے کہ صحابہ اور تابعین نے اس پر عمل نہیں کیا۔
 کیا لکھنوی صاحب نے علامہ عینی کی تحقیق نہیں ملاحظہ کی تھی۔ تطویل کا خوف نہ ہوتا تو اور جو کچھ علماء احناف نے
 اس حدیث پر کلام کیا ہے وہ سب لکھتا۔

امام مالک کے مذہب کے کلام | حضرت امام مالک کے مذہب کی تائید میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جو حضرت ابو
 امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ان الماء لا ینجسہ شی الا ما غلب علی ریحہ
 وطعمہ ولونہ لہ
 پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک کہ وہ پانی کی
 بو اور اس کے مزہ اور اس کے رنگ پر غالب نہ آجائے۔

مگر یہ حدیث بھی لائق استناد نہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیث قوی نہیں۔
 علاوہ ازیں اسی ابن ماجہ میں اس کے پہلے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں تفصیل ہے۔
 ”ہم ایک تالاب پر پہنچے جس میں ایک گدھا مرا پڑا تھا ہم نے یہ پانی استعمال نہیں کیا مگر جب اس تالاب پر رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے تو فرمایا ان الماء لا ینجسہ شی لہ اس پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرے گی۔“
 اس کا امکان ہے کہ یہ ارشاد بھی اسی تالاب کے بارے میں ہو یا اسی قسم کے کسی اور تالاب یا گدھے کے بارے میں ہو جیسا
 کہ ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں اسی مضمون کی یہ حدیث ہے۔

ان الماء طہور لا ینجسہ شی
 یہ بیرضاء کے بارے میں ہے جس کا پانی جاری تھا۔ اس تفصیل سے قطع نظر صرف لفظ دیکھئے تو دھوکا ہوتا ہے کہ مطلق پانی کے
 بارے میں ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس حدیث کو اپنے عموم پر رکھیں گے تو بہت سی احادیث سے تعارض لازم آئے گا جیسے لایبولن احدکم
 فی الماء وغیرہ۔

مذہب امام شافعی علیہ السلام | اولاً یہ حدیث قلتین لائق استناد نہیں جیسا کہ گذر گیا۔

ثانیاً جب کسی روایت میں قلتین ہے کسی میں ثلاث قلال کسی میں اربعین قلۃ ہے کسی میں اربعین فرق ہے۔ تو عمل کس پر ہوگا۔
 ثانیاً یہ شک کے بڑے ہوں گے۔ کہاں کے بنے ہوئے معتبر ہوں گے۔ رابعاً پھر قلہ لفظ مشترک ہے اس کے یہ معنی ہیں ٹکا، مشک

(۴۶) ت:- قَالَ حَمَادٌ لَا بَأْسَ بِرُبِيشِ الْمَيْتَةِ ع

حضرت حماد نے کہا کہ مُردار کا پَر پانی میں پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں

(۴۷) ت قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ الْفِيلِ وَغَيْرِهِ

امام زہری نے کہا مُردوں مثلاً ہاتھی کی ہڈیوں کے بارے میں

پہاڑ کی چوٹی، انسان کا قد، اونٹ، کسی ایک معنی کی تعین کیسے ہوگی اور اگر آپ حجر کے ٹکے کی تعین بھی کر لیں تو وہ بھی چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہوتے ہیں، کس مقدار کے آپ مراد لیں گے۔ خامساً دوسری احادیث سے تعارض کا کیا جواب ہوگا مذہب احناف کے دلائل اس کے بعد والے باب کی حدیث میں مفصل آتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مردہ پر ندے کا پَر پاک ہے اگر پانی یا کسی اور چیز میں گر جائے تو پانی وغیرہ ناپاک نہ ہوں گے۔ یہی احناف کا بھی مسلک ہے۔ یہ حضرت حماد، حضرت امام کے استاذ فقیہ عراق ہیں ان کو بھی امام بخاری نے اپنی عنایتوں کا نشانہ بنایا ہے ان کو بھی مرحی لکھ دیا۔ رحمہ اللہ واعف عنہ۔

یعنی مردوں کی ہڈی پاک ہے حتیٰ کہ ہاتھی کی بھی یہی احناف کا بھی مسلک ہے اس کی علت یہ ہے کہ مردار اس لئے ناپاک ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد دم مسفوح جو جانوروں کے جسم کے اندر دوڑتا رہتا ہے محسوس ہو جاتا ہے۔ دم مسفوح ناپاک ہے، اس لئے جہاں جہاں یہ جسم میں رکاوہ سب جگہ ناپاک ہو گئی، چونکہ ہڈی اوپر وغیرہ میں دم مسفوح جاتا ہی نہیں اس لئے موت سے ان کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

امام زہری تابعی ہیں اس لئے سلف سے مراد ان کے پہلے کے علماء ہیں جو صحابہ اور صف اول کے تابعین ہیں۔ کفای بِنَافِذٌ وَهَّ۔

ہاتھی کے ذکر کی خصوصیت یہ ہے کہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ نجس العین ہے اس لئے ان کے نزدیک اسکی ہڈی ناپاک اور نجس ہوگی۔ مگر شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف کا مذہب یہی ہے کہ ہاتھی نجس العین نہیں اس لئے دیگر مردار کی طرح اس کی ہڈی بھی پاک ہے۔

مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں امام ابو یوسف کا مذہب یہ بتایا ہے کہ وہ ہاتھی کو نجس العین کہتے ہیں سُبْحَانَكَ هَذَا بَهْتَانٌ عَظِيمٌ۔

امام شافعی کے یہاں ہاتھی وغیرہ درندوں کی ہڈی ناپاک ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھی کو بطریق شرعی ذبح کر دیا جائے تو اس کی ہڈی پاک ورنہ ناپاک۔

احناف کی دلیل حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔

انما حرم من المیتة ما یوکل منها و هو اللحم مردار کا وہی جز حرام ہے جو کھایا جاتا ہے یعنی گوشت۔

أَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ بِهَا وَيَدَّ هِنُونٌ

میں نے اپنے پہلے کے علماء کو اس پر پایا کہ ان ہڈیوں کا کنگھا استعمال کرتے تھے اور اسمیں

فِيهَا لَا يَرُونَ بِهِ بَاسًا

تیل استعمال کرتے تھے اور اسمیں کوئی حرج نہیں جانتے تھے

ت (۴۸) قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَابْنُ سِيرِينَ لَا بَاسَ بِتِجَارَةِ

حضرت ابراہیم (نخعی) اور ابن سیرین نے فرمایا ہاتھی کے

العَاجِ

دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں

یہ حضرت امام مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کہ فرمایا۔

لَا بَاسَ بِمَسَاكِ امْلِيَّةٍ اِذَا دَبِغَ وَلَا بِشَعْرَةٍ اِذَا غَسَلَ۔

مردار کے چمڑے سے نفع حاصل کرنے میں حرج نہیں جب اس کی دباغت کریں یا اسے اور یونہی پاں سے جب دھو لیا جائے۔

تشریح (۴۸) یہ حضرت ابراہیم نخعی بھی حضرت امام اعظم کے اساتذہ میں سے ہیں اور حضرت امام بخاری کے معتبوب امام بخاری نے انھیں بھی مرتبی کہا ہے مگر فرخندی یہ کہ ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور بشور سند پیش کرتے ہیں۔

اس سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان دو بزرگوں کے نزدیک بھی ہاتھی کا دانت پاک ہے اگر ناپاک ہو تا تو تجارت کی اجازت نہ ہوتی۔ جیسے مردار کے چمڑے کی تجارت اس لئے جائز نہیں کہ وہ ناپاک ہے۔

باب مطابقت باب یہ تھا کہ گھی اور پانی میں جو نجاستیں گر جاتی ہیں اس کا بیاں۔ اس کے تحت یہ ذکر فرمایا کہ ہاتھی کے دانت کا کنگھا استعمال کرنا اور اس کی ڈبیہ میں تیل رکھ کر اس تیل کو استعمال کرنے

کو اسلاف جائز سمجھتے تھے۔ امام زہری کی تعلیق سے ثبوت ہوتا ہے کہ تیل میں ہاتھی کا دانت پڑ جائے تو تیل پاک ہے۔ اب ایک عجیب الجھن ہے، اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری ہاتھی کے دانت اور مردار کی ہڈی کو پاک مانتے ہیں تو اس تعلیق کو باب سے کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ امام بخاری ہاتھی کے دانت اور مردار کی ہڈی کو ناپاک مانتے ہیں مگر ان کے تیل میں پڑنے سے انکا کوئی اثر تیل میں ظاہر نہیں ہوتا لہذا وہ تیل پاک ہے اور ان کا مسلک یہ ہے کہ ناپاک چیز کی تجارت جائز ہے۔ اب اس تعلیق کا پہلی والی تعلیق سے ربط بھی ہو جاتا ہے اور یہی تقریر اسمیں بھی جاری ہوگی۔ واعلم عند اللہ تعالیٰ۔

عہ مصنف عبد الرزاق۔

حدیث (۱۷۲) الفارۃ اذا سقطت فی السمن

عَنْ مِمْوْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَّةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ الْقَوَاهَا

سے یہ سوال ہوا کہ چوہا کھی میں گر جائے تو کیا کیا جائے تو فرمایا کہ چوہے کو اور

ابو داؤد اور نسائی میں ہے۔

تشریحات (۱۷۲)

تکمیل

بخاری کتاب الذبائح میں یہ زائد ہے، فماتت۔ نسائی میں بطریق عبد الرحمن بن ہدی یہ ہے، فی سمن جامد، اب اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر چوہا جھے ہوئے کھی میں گر جائے اور مر جائے تو چوہے کو اور چوہے کے ارد گرد جو کھی ہے اس کو پھینک دیا جائے اور بقیہ کھی کھایا جائے۔

وان کان مانعاً فلا تقر بوہا اور اگر گھٹلا ہوا پتلا ہو تو اس کھی کے قریب نہ جانا اس تکمیل سے بہت سے شبہات دور ہو گئے کہ یہاں بخاری میں جو حکم مذکور ہے وہ جھے ہوئے کھی کا ہے۔ اور گھٹلے ہوئے پتلے کھی میں چوہا گر جائے تو کل کھی ناپاک ہے۔ اگرچہ کھی میں چوہے کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ تھوڑی چیز میں اگر کوئی نجاست گر جائے تو وہ ناپاک ہو جائے گی خواہ نجاست کا کوئی اثر اس چیز میں ظاہر ہو خواہ نہ ہو۔ خواہ وہ چیز منجمد ہو خواہ رقیق۔ اس لئے کہ اگر منجمد کھی ناپاک نہ ہوتا تو چوہے کے ارد گرد کے کھی کے پھینکنے کا حکم نہ ہوتا فرق یہ ہے کہ منجمد چیز صرف نجاست کے ارد گرد کی ناپاک ہوگی اور رقیق پوری۔

ایک تسامح

امام بخاری نے جلد دوم کتاب الذبائح میں اس حدیث پر جو باب باندھا ہے اس میں یہ اضافہ کر دیا فی السمن الجامد والذائب مگر یہ غور نہیں فرمایا کہ اگر اس حدیث میں سمن سے ذائب گھٹلا ہوا مراد لیں گے تو القوہا و ماحولہا پر عمل کیسے ہو سکے گا۔ جب کھی گھٹلا ہوا ہوگا تو چوہے کا کوئی ماحول نہ ہوگا جب کھی پتلا ہے اور چوہا اس میں گرا تو مرتے مرتے تڑپ تڑپ کر کہاں کہاں گیا، کیا معلوم اب تو سب کا سب چوہے کا ماحول ہو گیا القوہا و ماحولہا کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ حکم صرف جامد کے ساتھ خاص ہے۔

جس تیل یا کھی میں نجاست گر جائے تو اسے جلانا یا پھینکا جائز ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، احناف کے یہاں جائز ہے۔

ہماری دلیل اسی حدیث کی دوسری روایت ہے، جس میں یہ ہے وان کان مانعاً فاستصبحوا به وانتفعوا له اگر وہ کھی پتلا ہے تو اسے جلاؤ اور اس سے نفع حاصل کرو۔

وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوا سَمْتَكُمْ

چوہے کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو اور اپنا گھی کھاؤ

بہت ہی میں ہے :

ان کان السمن مانعا انتفعوا به ولا تاكلوا^۱ اگر گھی پتلا ہے تو اس سے نفع حاصل کرو اسے کھاؤ مت اسے بچکر اس کی قیمت اپنے صرف میں لانا بھی ایک قسم کا نفع حاصل کرنا ہے۔ عبد الرزاق کی ایک روایت میں جو یہ آیا ہے کہ اس کے قریب مت جانا اس سے مراد یہی کھانا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فلا تقربا هذه الشجرة میں مراد نہ کھانا ہے۔

بر بنائے تحقیق گھی کے حکم میں تمام تیل، شہد، راب (گرٹ)، وغیرہ میں کہ ان میں کوئی سوکھی نجاست گر جائے اور یہ جے ہوں تو اس شخص چیز کے ساتھ اس کے ارد گرد کو پھینک دیا جائے اور اگر رقیق پگھلا ہو تو سب ناپاک ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں شدید اختلاف ہے جسے دارقطنی نے بیان کیا ہے، اوڑاعی کی زہری سے اور امام شافعی اور شعبی کی امام مالک سے جو روایت ہے اس میں حضرت میمونہ نہیں۔ ابن عباس براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

ابن وہب کی روایت میں ابن عباس ساقط ہیں اور یحییٰ بن بکیر اور ابو مصعب کی روایت میں نہ ابن عباس ہیں نہ حضرت میمونہ۔ عبد الملک بن ماجہ شون نے یہ سند بیان کی۔ عن مالک عن الزہری عن عبد اللہ عن ابن مسعود اور عبد الجبار نے کہا عن الزہری عن سالم عن ابیہ۔ مگر عبد الملک سے وہم ہو گیا ہے۔ ابو داؤد میں بطریق عبد الرزاق یوں ہے عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الفارۃ تقع فی السمن قال اذا کان جامدا فالقوها وان کان مانعا فلا تقربواہ۔ ابو عمر نے کہا، امام مالک سے اس حدیث کی سند میں سخت اضطراب ہے۔ اسماعیلی نے کہا یہ حدیث معلول ہے اس وجہ سے امام بخاری نے یہ ضروری جانا کہ اسے صاف کر دیں اس لئے فرمایا۔

معن نے کہا کہ مالک نے ان گنت بار مجھ سے حدیث بیان فرمائی جس میں انھوں نے یہ کہا عن ابن عباس عن میمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے یہ افادہ فرمایا۔ صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بواسطہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے۔

عہ ایضاً دو طریقے سے، جلد ثانی الصيد والذباح باب اذا وقعت الفارۃ فی السمن ص ۸۳۱۔ ابو داؤد جلد ثانی اطعمہ۔ باب الفارۃ تقع فی السمن ص ۱۸۱۔ ترمذی جلد ثانی اطعمہ باب ماجاء فی الفارۃ تموت فی السمن ص ۲۔ نسائی جلد ثانی فرع والعتیرۃ۔ باب الفارۃ تقع فی السمن۔ دارمی وضوء، ۱۶۰ اطعمہ ۴۱۔ موطا امام مالک استیذان ۲۰۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

۱ فتح الباری کتاب الاطعمہ

(۱۷۳) حدیث دم الشہید: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلِمَةٍ يُكَلِّمُهَا الْمُسْلِمُ

کہ راہ خدا میں مسلمان کو جو بھی زخم لگے گا قیامت کے دن

تشریحات (۱۷۳)

اس حدیث کو باب سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں۔ علامہ عینی نے لکھا۔ یہ حدیث شہید کے فضائل کی ہے اسے امام بخاری طہارت میں کیوں لائے؟ پھر شہید کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے اس کا تعلق عالم آخرت سے ہے اور پانی کی طہارت و نجاست کا تعلق احکام دنیا سے ہے۔ ایسے موقع پر معمولی درجے کی بھی کوئی معقول مناسبت نکل آئے تو کافی ہے۔ علامہ عینی نے یہ وجہ مناسبت بیان فرمائی ہے۔

پانی اصل میں پاک ہے۔ مگر نجاست سے متاثر ہونے کے بعد جب اس صفیت پر نہیں رہتا جس پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تغیر و ضعف تغیر حکم کا سبب ہے۔ اس کی ایک نظیر ذکر کر دی جیسے شہید کا خون کہ اصل میں ناپاک تھا مگر شہادت کی وجہ سے وہ پاک ہو گیا، اس کی بوجہ لگی تو اب پاک ہو گیا۔ اسی وجہ سے شہید کو غسل دیا جائے گا اور اس کا خون دھویا جائے گا کہ قیامت کے دن اس کا مرتبہ سب پر ظاہر ہو جائے۔

علامہ عینی کا مقصد یہ ہے کہ باب اور اس حدیث میں قدر مشترک یہ ہے کہ تغیر و ضعف مدار احکام ہے۔ اتنی مناسبت کافی ہو۔ بخاری کے اس قسم کے ابواب میں شرح نے کہیں کہیں ضرورت سے زیادہ اپنی ذہانت اور زور طبع دکھایا ہے۔ یہاں بھی کافی مشغول ہوئے تفصیل کے لئے فتح الباری اور عینی کا مدعا لہ کریں۔ اردو شارحین نے بھی زور آزمائی کی ہے۔ مگر علامہ عینی سے زیادہ گنتی ہوئی بات کوئی کہہ نہ سکا اور بعض تو محض مہمل ہیں۔

مسائل اس حدیث سے شہید کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی کہ مدتہائے دراز بلکہ دودو عالم کے تغیر کے بعد تیسرے عالم قیامت میں بھی شہید کا زخم ہر ابھر رہے گا جس سے خون نکلتا ہوگا۔ تاکہ شہید کو جو اللہ اور رسول کیساتھ جنون خیز عشق تھا اس کا زہارہ پوری دنیا کر لے اور اس کی جاں نثاری و جاں سپاری چشم سر سے دیکھ لے۔

ع خوشامرسم بنا کر دند بجاک و خون غلطیدن اور ان کی مظلومیت سب پر آشکارا ہو جائے۔ پھر الطاف خداوندی کی شہیدوں پر جو بارش ہوا سے بھی محسوس کریں کہ اتنی مدت کے بعد زخم کا کیا حال ہونا چاہئے مگر حال یہ ہے کہ اس سے مشک کی خوشبو اٹھ رہی ہے۔ شہید کا خون پاک ہے اس لئے یہ ہائز نہیں کہ شہید کو غسل دیا جائے، ان کا خون دھویا جائے یا خون آلود کپڑے ان کے جسم سے اتارے جائیں۔ خون میں لت پت دفن کریں گے تاکہ روز محشر شہید کہہ سکیں۔

ع تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا یست

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذْ طَعِنَتْ تَفْجَرُ وَمَا اللَّوْنُ

ویسا ہی ہوگا جیسے آگنے کے وقت تھا جس سے خون بہے گا رنگ تو

لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمُسْكِ

خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی

حدیث (۱۷۴) لَا يَبُولُنْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رِبْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تشریحات (۱۷۴)

امام بخاری نے باب باندھا ہے البول فی الماء الدائم حدیث کا پہلا جز ہے۔

باب مطابقت

نحن الاخرون السابقون،۔۔ اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں اور تعلق پیدا

کرنے کی کوشش بے سود ہے۔ اسے ذکر کرنے کی حکمت میں جو بات سب سے زیادہ چسپاں ہوتی ہے وہ یہ ہے۔

عبدالرحمن بن ہریرہ عرج کے پاس احادیث کا صحیفہ تھا اسی طرح ہمام بن منبہ کے پاس بھی تھا۔ دونوں کی ابتداء میں یہ

حدیث نحن السابقون الاولون روایت ہے امام بخاری کی عادت ہے کہ جب ان دونوں صحائف میں سے کسی صحیفے

کی کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو بطور علامت جتنا حصہ بھی ذکر کرتے ہیں جیسے امام مسلم کی عادت ہے کہ ایسے موقع پر مذکور

الاحادیث، ومنہا ہذا الحدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

اس باب کے علاوہ مندرجہ ذیل ابواب میں امام بخاری نے ایسا ہی کیا ہے۔

کتاب الجہاد۔ باب یقاتل من وراء الاسار ویتقی بہ ص ۲۱۵ بطریق اعرج

کتاب الديات۔ باب القصاص بین الرجال والنساء ص ۱۰۱

کتاب التوحید۔ باب قول اللہ یریدون ان یمدوا کلام اللہ ص ۱۱۶

کتاب الایمان والاندور۔ باب اول

ص ۹۸ ہمام

کتاب التعمیر۔ باب النفع فی النوم

ص ۱۰۴۲

علہ ایضا جہاد باب من یمخرج فی سبیل اللہ ص ۳۹۳۔ ایضا جلد ثانی ذبايح، باب المسک ص ۸۳۔

مسلم جلد ثانی۔ امارۃ۔ باب فضل الجہاد ص ۱۳۳۔ ترمذی جلد اول فضائل جہاد باب ما جاء فی فضل

من یمخر فی سبیل اللہ ص ۹۹۔ نسائی جلد ثانی جہاد باب من کلم فی سبیل اللہ ص ۵۹۔ نسائی جلد اول جناز

باب موالاة الشہید فی دمہ ص ۲۸۲۔ موطا امام مالک جہاد ص ۲۹۔ مسند امام احمد۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ الْاٰخِرُونَ السَّابِقُونَ

یہ فرماتے ہوئے سنا ہم سب سے پہلے سب سے سبقت لے جانے والے ہیں

وَبِاسْنَادِهِ قَالَ لَا يَبُولِقُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الشَّذِي

اور اسی سند سے یہ فرمایا تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہتا نہ ہو

لیکن اس پر پوری پابندی نہیں۔ ص ۱۱۱ پر بطریق زناد عن الاعرج یہ روایات ذکر کی ہیں مگر کسی میں یہ حصہ نہیں البتہ بطریق ہمام دو جگہ ہے دونوں جگہ نحن الاخرون السابقون بھی ہے۔

یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے جو کتاب الجمعہ کی پہلی حدیث ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ظہور میں سب سے آخر میں مگر بقیہ تمام باتوں میں سب امتوں سے آگے ہیں ہمارا فضل و شرف زائد تھوڑے اعمال پر ثواب سب سے زائد۔ قیامت کے دن سب سے پہلے ہمارا معاملہ فیصل ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

یہ ایک طویل حدیث کا جز ہے | تھوڑے پانی میں نجاست پڑنے سے ناپاک ہوگا یا نہیں، یا ناپاک ہوگا تو کب ہوگا۔ یہ مسئلہ فقہ کے اہم ترین مسائل میں سے ہے۔ ہمیشہ معرکۃ الآراء رہا ہے اور اب غیر مقلدین کی وجہ سے یہ لڑائی تھکر گئی

ماہ قلیل کا حکم | اس سبب بن گیا ہے۔ غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ تھوڑے پانی میں اگر کوئی نجاست گر جائے اور نجاست کا کوئی اثر پانی میں ظاہر نہ ہو تو وہ پانی پاک ہے۔ مثلاً ایک لوٹے پانی میں ماشہ دو ماشہ پیشاب پڑ جائے تو وہ پاک ہے۔ اسے پیو اس سے کھانا پکاؤ، کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ ان کے نواب شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ص ۶ پر لکھا ہے ان کے اشراف کا یہ حال ہے، جہاں ان کا بس چلتا ہے وہاں کنوؤں میں گوبر لاکر ڈال دیتے ہیں تاکہ احناف پریشان ہوں، یا تو یہی ناپاک پانی پیئیں یا پھر اسے پاک کرنے کی دقت میں پڑیں یا کہیں اور سے پانی لائیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ پانی کی تین قسمیں ہیں۔ اول، مار جاری بہنے والا پانی جیسے دریا یا نہر کا پانی، یہ قلیل ہو یا کثیر اس میں نجاست اگر پڑے گی تو صرف اتنا ہی حصہ ناپاک ہوگا جتنے میں نجاست کا اثر ظاہر ہو۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک وہ اثر باقی رہے پھر سب پاک، یہی حکم سمندر کا بھی ہے۔

دوم کنوئیں کا پانی۔ اس میں پانی جمع رہتا ہے جوں جوں خرچ ہوتا رہتا ہے نیچے سوتے سے آتا رہتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ نجاست گرنے سے کنوئیں کا کل پانی ناپاک ہو جائے گا مگر کنوئیں میں موجود پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا اسلئے کہ ناپاک پانی کی جگہ پاک پانی آگیا۔

سوم۔ تالاب حوض وغیرہ کا پانی۔ جو اپنی حد میں محدود رہتا ہے، اس میں سے نکلنے کے بعد اس کی جگہ دوسرا نہیں آتا۔ یہی دونوں قسم متنازع فیہ ہے۔ غیر مقلدین کے یہاں کنوئیں پھونکے گڑھے بلکہ گلاس بلکہ چلوں کتنی ہی نجاست پڑ جائے

لے اس کتاب پر غیر مقلدین کے شیخ اکل فی اکل یاں مذہب حسین دہلوی نے بھی مہر کی اور کہا اس پر موجدین غیر مقلدین، بے دھڑک عمل کریں۔

لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ ع

ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرے

وہ پاک ہی ہے جب تک کہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر پانی دو قلعے یعنی پانچ مشک سے کم ہو تو ناپاک ہو جائے گا اگرچہ نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو، دو قلعے یا اس سے زائد ہو تو ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس میں نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ اگر یہ پانی قلیل ہے تو نجاست گرتے ہی سب کا سب ناپاک۔ اس لئے کہ اس میں نجاست پڑتے ہی پھیل کر سب پانی میں مل جائے گی۔ اس لئے کہ پانی کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں کچھ ڈالو تو وہ چیز بہت تیزی سے پانی میں تحلیل ہو کر پھیلنے لگتی ہے۔ اور اگر کثیر ہے تو جب تک نجاست کا کوئی اثر اس میں ظاہر نہ ہو وہ پانی پاک ہے۔ جتنی دور تک یا جتنی دیر نجاست کا اثر پانی میں ظاہر ہوگا پانی ناپاک رہے گا، قلیل و کثیر میں حد فاصل یہ ہے کہ پانی اگر کسی ایسے تالاب یا حوض میں ہو کہ اگر اس کے ایک طرف ہلایا جائے تو دوسرا کنارہ نہ ہلے تو کثیر ہے ورنہ قلیل۔ عوام کی آسانی کیلئے علماء نے اس کی مقدار وہ درودہ رکھی ہے۔

قلیل و کثیر میں تفریق خود احادیث سے ثابت ہے۔ اس کے قبل والے نمبر میں حدیث گزری کہ ایسے تالاب کے بائے میں جس میں گدھا مارا پڑا تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی اسکے بالمقابل یہ حدیث باب ہے کہ فرمایا۔ اُس کے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب مت کرو پھر اس میں نہاؤ۔ ترمذی اور نسائی میں ہے، پھر ضو کرو۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے پھر پیو۔

حدیث کا سابق صاف صاف بتا رہا ہے۔ پیشاب کرنے سے ممانعت صرف اس وجہ سے ہے کہ پیشاب پڑنے سے وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور قابل غسل نہ رہے گا۔

اس پر امام غیر مقلدین ابن تیمیہ نے یہ کہا۔ یہ ممانعت اس لئے نہیں کہ پانی ناپاک ہو جائیگا بلکہ اس بنا پر ہے اگر مارا رکھ میں لوگ پیشاب کرتے رہیں گے تو پھر اس میں پیشاب کا اثر ظاہر ہو جائے گا اور وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

یہ ابن تیمیہ ہے جس کی تعریف سے غیر مقلدین تو غیر مقلدین دیوبندی بھی نہیں تھکتے۔ یہ حدیث کی حجامت بنانی ہے۔ خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث کا مطلب سمجھا ہے وہ ابن تیمیہ کا رد ہے۔

طحاوی میں ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کسی تالاب پر گزرتا ہے تو کیا اس میں پیشاب کر سکتا ہے، فرمایا، نہیں، ہو سکتا ہے اس کے بعد کوئی اُس سے غسل کرے اور پیئے۔

عہ مسلح جلد اول طہارت باب النہی عن البول فی الماء الراکد ص ۱۳، ابوداؤد جلد اول طہارت باب البول فی الماء الراکد ص ۱۳، نسائی جلد اول طہارت باب الماء الدائری ص ۱۳، ابن ماجہ طہارت، باب النہی عن البول فی الماء الراکد ص ۱۳، دارمی، وضوء ص ۵۴ مسند امام احمد،

دوسری حدیث یہ ہے جو گزر چکی۔

اذا ولع الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ویغسلہ سبع منار۔
جب کتا تھارے برتن میں نہ ڈالے تو برتن ہی جو کچھ ہو
پھینک دو اور برتن کو سات بار دھو لو۔

یہ حکم مطلق ہے کتے کے لعاب ظاہر ہونے یا نہ ہونے کی کوئی تخصیص نہیں اس لئے ثابت ہو گیا کہ کتے کے منہ ڈالنے ہی
برتن اور برتن میں جو کچھ ہے سب ناپاک۔

تیسری حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے والے نمبر میں گزری کہ بطریق عبدالرزاق یہ زائد ہے۔

وان کان مانعا فلا تقر بوجہ
اگر گھی پتلا ہو اور اس میں چوبار جاے تو اس کے قریب مت جانا
جو بھی حدیث یہ ہے جسے حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا کہ فرمایا۔

لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب
رکے ہوئے پانی میں کوئی اس حال میں غسل نہ کرے جب کہ
فقال کیف یعمل یا ابا ہریرۃ قال یتناولہ تناولاً
وہ جنبی ہو سٹنے والے نے پوچھا اے ابو ہریرہ پھر وہ کیا کرے؟
فرمایا پانی لے کر باہر نہائے۔

جنابت کی حالت میں نہانے سے ممانعت اسی وجہ سے ہے کہ جنابت میں عموماً کپڑے اور جسم پر مٹی لگی رہتی ہے۔ جب
رکے ہوئے پانی میں نہائے گا تو سب پانی ناپاک ہو جائے گا۔

پانچویں حدیث انھیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ یہ جلد اول میں گزر چکی ہے کہ

اذا استیقظ احدکم من نومہ فلیغسل یدہ
قبل ان یدخلہا فی وضوئہ فان احدکم لا
بیدری این نائت بیدہ۔
جب سو کر اٹھو تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالے سے پہلے
ہاتھوں کو دھو لو۔ تم نہیں جانتے، رات باٹھ کہاں رہا۔

یہ تمام احادیث بہ راحت اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پانی میں اگر ناپاک چیز پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اس میں نہایت
کے اثر ظاہر ہونے نہ ہونے کی کوئی تخصیص نہیں۔ اب یہ احادیث پہلی حدیث کے معارض ہوئیں، ان میں تطبیق یہی ہے
کہ پہلی قسم کی تمام احادیث مارکشر کے بارے میں ہے اور قسم ثانی کی احادیث ماکلیل کے بارے میں۔

آجکل غیر مقلدین اپنے مدعی پر بیرضاعہ والی حدیث پیش کرتے ہیں جو ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابوسعید
خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم بیرضاعہ سے وضو کر سکتے ہیں؟ یہ ایسا کنواں
مقا جس میں حیض کے گندے کپڑے، مردار کتے اور گندگیاں پھینکی جاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا، یہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرے گی۔

پھر امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ بیرضاعہ پر چادر پھینک کر ناپا تو اس کی چوڑائی سچہ ہاتھ کی، اور میں نے محافظ سے پوچھا کہ اسکی عمارت

ت (۴۹) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي تَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّيُ وَضَعَهُ

حضرت ابن عمر اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر خون دیکھ لیتے تو کپڑا رکھ دیتے

میں کچھ رد و بدل ہوا ہے تو اس نے بتایا کہ نہیں۔ ان سب تفصیل سے ظاہر ہے کہ بیرضاعہ صرف چھ ہاتھ جوڑا تھا تو اسکا پانی مار کثیر نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب امام طحاوی نے پورے شرح و بسط کے ساتھ دیا ہے۔ پہلا جواب یہ دیا۔

كانت طريقا للماء الى البساتين فكان الماء لا يستقر فيها۔ قد حكي هذا عن الواقدي

بیرضاعہ باغوں میں پانی بجانے کی نہر تھی اس میں پانی ٹھہرتا نہیں تھا۔ یہ امام واقدی سے مروی ہے

یہاں قابل غور بات یہ ہے چھ ہاتھ جوڑے کنوئیں میں وہ سب گندگیاں جو مذکور ہوئیں تو بہت ہیں اگر صرف مردار کا ایک دھبہ دیکھ دیا جائے تو کیا اس مردار کی بدبو پانی میں نہیں آئے گی؟ پھر بھی احادیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیرضاعہ کا پانی پیا اس سے وضو فرمایا اور صحابہ کو وضو کرنے کی اجازت دی۔ لا محالہ ماننا پڑے گا کہ بیرضاعہ کی حیثیت یہی تھی جو آب مدینہ طیبہ کی نہر زرقاد اور مکہ معظمہ کی نہر زبیدہ کی ہے کہ اندر اندر لمبی نہر ہے اور پانی لینے کے لئے جگہ جگہ کنوئیں بنا دیئے گئے ہیں ورنہ ان سب غلاظتوں کے ڈالے جانے کے بعد کنوئیں کے پاس کھڑا رہنا مشکل ہوتا۔ بات وہی تھی کہ چونکہ بیرضاعہ زیر زمین ایک نہر تھی جس پر کنواں بنا دیا گیا تھا اس میں کچھ بھی ڈالا جاتا رہ جاتا۔ اس لئے اس کا پانی پاک تھا۔

امام واقدی پر جو جرحیں حضرات شوافع یا دوسرے اصحاب نے کی ہیں وہ ثابت نہیں۔ اخاف کے نزدیک امام واقدی

تھے ہیں۔ امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

قال في الامام جمع شيخنا ابو الفتح الحافظ في اول كتابه المغازی والسیر من ضعفه و من وثقه و رجح توثيقه و ذكر الاجوبة عما قيل فيه له

ہمارے شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی کتاب "المغازی والسیر" کے شروع میں سب کو جمع کر دیا ہے جنہوں نے انہیں ضعیف کہا اور جنہوں نے انکو ثقہ کہا ہونے کو راجع بتایا اور امام واقدی کے بارے میں جو کچھ کہا گیا سب کے جوابات دیئے۔

امام بخاری نے ان تعلیقوں پر یہ باب باندھا ہے۔

اذا لقی علی ظہر المصلی قذرا وجیفة لم تفسد علیہ صلوٰتہ۔ نمازی کی پیٹھ پر گندگی یا مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ ابواب طہارت میں سلسلہ وضو کا چل رہا تھا یہ بیچ میں کتاب الصلوٰۃ کا مسئلہ کیوں ذکر کر دیا۔ اس باب کا ابواب وضو سے کوئی تعلق نہیں۔ مناسبت پیدا کرنے کی لوگوں نے بہت کوشش کی ہے مگر سب بے سود۔

بات اصل یہ ہے کہ امام بخاری ترتیب کے ساتھ مسائل بیان کرنے کے بہت زیادہ پابند نہیں جو ان کی اس کتاب میں نظر کر لیا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کتاب الوضو کے ابواب پر نظر ڈالئے کتنے ابواب وضو کے علاوہ دوسروں کے آگئے ہیں

لہ فصل آثار۔ نزل کشور ص ۴۵

وَمَضَىٰ فِي صَلَاتِهِ

اور نماز پوری کر لیتے

ت (۵۰) وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ

ابن مسیب اور شعبی نے کہا جب نماز پڑھ لی اور اس کے کپڑے پر

أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لَغِيرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمْ فَصَلِّ ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ

خون یا منی لگی تھی یا غیر قبلہ کو منہ تھا یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور وقت کے اندر اندر پانی مل گیا

لَا يُعِيدُ

تو نماز لوٹائے نہیں

مثلاً استنجا وغیرہ کے مسائل اسی طرح یہ بھی ایک باب ہے۔

ذکر یہ چل رہا تھا کہ پانی میں نجاست پڑنے سے کبھی پانی پر ناپاک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے کبھی نہیں۔ یہ باب بھی کچھ اسی قسم کا ہے کہ بدن اور کپڑے پر نجاست لگی مگر بدن اور کپڑے کو ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اگر کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہو اور اس کا علم ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی لیکن اگر درمیان نماز نجاست لگی یا مصلی کے علم میں آئی تو پھر دو صورت ہے، اگر نجاست اثناء نماز میں لگی تو نجاست لگنے سے پہلے جو پڑھی وہ ہوگی۔ جب نجاست لگی فوراً فرض ہے کہ مصلی اسے دور کرے اور سابقہ نماز پر بنا کرے اگر مانع بنا کا اگر کتاب نہ

ہوا ہو تو۔ اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے نجاست لگی ہے اور اثناء نماز میں معلوم ہوا کہ کپڑے میں نجاست لگی ہے تو فرض ہے نماز کو نئے سرے سے پڑھے۔ اور اثر ابن عمر اسی پر محمول ہے کہ وہ نجاست اثناء نماز میں لگی تھی، اس لئے کہ ایسے جلیل القدر صحابی

سے مستبعد ہے کہ اتنے بے پرواہ ہوں کہ کپڑے میں نجاست لگ جائے اور انھیں خبر نہ ہو، حتیٰ کہ نماز شروع کر دیں۔

اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اثناء نماز میں نمازی کے بدن پر یا کپڑے پر نجاست پڑ جائے تو نماز نہ توڑے بدستور پڑھتا رہے نماز صحیح ہوگی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

باب کی غایت

اس پر امام بخاری نے پہلی دلیل اثر ابن عمر پیش کی ہے۔ کہ وہ نماز کی حالت میں کپڑے پر نجاست دیکھتے تو اسے آمار کر رکھ دیتے اور نماز پوری کر لیتے۔

اس اثر سے باب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ امام بخاری نجاست سے آلودہ ہونے کے باوجود نماز جاری رکھنے کو کہتے ہیں، اور حضرت ابن عمر کا یہ عمل تھا کہ وہ نجاست لگتے ہی کپڑے کو آمار دیا فوراً دھو کر نماز پڑھتے۔ جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں مفصل ہے۔

انہ کان اذا كان في الصلوة فرأى في ثوبه دما حضرت ابن عمر اگر نماز کی حالت میں کپڑے پر خون دیکھتے اور

(۱۷۵) حدیث طرح الاشقیاء الجیفۃ علی ظہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فاستطاع ان يضعه وضعه وان لم يستطع
اے آمارہ سکتے تو فوراً اتار دیتے اور اگر اسے اتارنے پر قادر نہ
ہوتے تو دھوتے پھر کر پہلے پڑھی ہوئی ناز پر بنا کرتے۔

باب کا مقصد تو یہ تھا کہ جیسے ابتداء نماز میں کپڑے اور بدن کا نجاست سے پاک رہنا ضروری ہے اسی طرح اثناء نماز میں ضروری
نہیں۔ اثناء نماز میں اگر نمازی کے بدن یا کپڑے کو نجاست لگ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بدن اور کپڑے کو ابھی پاک کرنے کی
ضرورت نہیں۔

اور اثر ابن عمر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اثناء نماز میں کپڑے کو نجاست لگ جائے تو فوراً ایک کرے یا کپڑا اتار دے ناپاک
کپڑے کے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ امام بخاری نے باب پر دوسری دلیل حضرت سعید بن مسیب اور حضرت شعبی کا یہ فتویٰ نقل
فرمایا:-

جب کوئی ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے پر خون یا منی ہو یا اس کا رخ قبلہ کے علاوہ
اور کسی طرف ہو یا تیمم سے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر اندر پانی مل گیا تو نماز نہ لوٹائے۔

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابتداء نماز میں اگر کوئی نجاست لگی یا غیر قبلہ کی طرف منہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ اگر مصلیٰ کے علم
میں یہ بات ہے جب اس پر اتفاق ہے۔ اس لئے ان دونوں حضرات کے فرمانے کا مطلب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ابتداء ہی
میں یہ صورت تھی اور مصلیٰ جانتا تھا، لامحالہ ان حضرات کے فتویٰ کا مطلب یہی ہوگا کہ اثناء نماز میں کوئی نجاست لگی اور
نمازی کے علم میں آئی یا ابتداء میں لگی تھی نمازی اس پر مطلع نہ تھا، اثناء نماز میں مطلع ہوا۔ تو نماز ہو گئی۔ لیکن یہاں دو معروضے
ہیں، ایک یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ خون اور منی کو پاک مانتے ہوں دوسرا یہ کہ ہو سکتا ہے خون اور منی قدر درہم۔ سے کم اتنی
ہو جو معاف ہے۔ تو ابتداء ہی سے اگر کپڑے میں خون اور منی لگی ہو تو کیا حرج ہے۔ رہ گیا غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز کا مسئلہ
تو اس سے کسے انکار ہے۔ تحری کے بعد جس رخ نماز پڑھے گا ہو جائے گی، اگرچہ وہ واقع میں جہت قبلہ نہ ہوا سئلے کہ تحری کے
بعد جہت تحری ہی جہت قبلہ ہے۔ اس مسئلے کا باب سے کیا علاقہ، اسی طرح تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی ملا تو نماز کے اعادہ
کی حاجت نہیں۔ اسے بھی باب سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ یہ سب ایک ارشاد تھے اسلئے ان سب کو ذکر فرمادیا۔

تشریحات (۱۷۵) | حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ جہیتی اور پیاری صاحبزادی ہیں جنہیں
حضرت سیدہ فاطمہؓ

فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنة ۷۲
فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

۱۷ عینی جلد ثالث ص ۱۷۰، ۷۲ بخاری جلد اول المناقب باب ذکر فاطمۃ ص ۵۳۱ مسند امام احمد

كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوسٌ إِذْ قَالَ

بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ابو جہل اور اس کے کچھ ساتھی بھی بیٹھے

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيْكُمُ يَجِيءُ بِسَلَا حِزْوٍ بَنِي فُلَانٍ فَيَضَعُهَا

ہوئے تھے کہ انھوں نے آپس میں یہ کہا کہ تم میں کون ہے کہ جو فلاں قبیلے میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے

علمائے اہلسنت میں ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ یہ مطلقاً دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں، انکی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس پر بقدر ضرورت پہلے حصے میں بحث گذر چکی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں یہ سب سے چھوٹی تھیں۔ بعثت کے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سن بعثت میں بعثت کے بعد پیدا ہوئیں مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح وہی قول اول ہے۔

سنہ ۳ میں غزوہ بدر کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکا عقد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا۔ ماہ رمضان میں عقد ہوا اور ماہ ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی چار سو مثقال چاندی ہبہ مقرر ہوا۔ ان ایام کی عادت کے مطابق ہر معجل یعنی پیشگی ہر کی ادائیگی میں حضرت علی نے وہ زرہ پیش کی جو غزوہ بدر میں ان کو ملی تھی ۳ چار سو مثقال چاندی انگریزوں کے زمانے میں جو چاندی کا روپیہ چلتا تھا اس سے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوتی ہے۔

حضرت سیدہ کے بطن سے تین صاحبزادے امام حسن، امام حسین، محسن ہوئے۔ محسن صفر سن میں وصال کر گئے تھے۔ صاحبزادیاں حضرت زینب، ام کلثوم، رقیہ ہیں ۴

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان شریف سنہ شنبہ کی رات میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں رات ہی میں حسب وصیت دفن ہوئیں۔ حضرت علی ہی نے غسل بھی دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ صحیح یہی ہے کہ مزار پاک قبہ عباس میں ہے جہاں دیگر اہل بیت کرام کے مزارات ہیں۔

ان سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں ایک ہے۔ ان سے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ایک حدیث روایت کی ہے ۵ وصال کے وقت عمر مبارک کیا تھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ صاحب اکمال نے اٹھائیس لکھا ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ واقعہ احد کے بعد شادی ہوئی اور شادی کے وقت عمر مبارک پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی۔ غزوہ احد سنہ کے سوال میں ہوا، اس حساب سے وصال کے وقت عمر مبارک زیادہ سے زیادہ تیس سال کی تھی۔

ولادت مبارک کے سلسلے میں سب مشہور روایت وہ ہے جو ابن جوزی نے لکھا ہے یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے، اس طرح نکاح کے وقت عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ یہی اصابہ وغیرہ میں ہے۔ اس تقدیر پر اکمال کی یہ بات درست ہے کہ وصال کی وقت عمر مبارک اٹھائیس سال تھی۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۸-۱۳ ۲۔ مدارج النبوة نو کشور جلد دوم ص ۱۰۵ ۳۔ فتاویٰ رضویہ ص ۸-۱۳ ۴۔ اکمال ۵۔ مدارج جلد دوم ص ۵۹۱-۶ عینی جلد ثالث ص ۱۷۴

عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ، فَاَنْبَعَثَ أَشَقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ

اس کی بچہ دانی اٹھا لائے اور محمد جب سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ یہ سکران میں جو سب سے زیادہ بدبخت

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا

نخا اٹھا اور اسے لایا۔ لاکر اتھاڑ کر تار مارا جب حضور نے سجدہ کیا تو اسے حضور کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے

تکمیل کتاب الجہاد میں یہ زائد ہے کہ حضور کعبے کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ صلوٰۃ میں یہ زائد ہے کہ ان میں سے جس نے یہ گنہ گاری لائے کی بات کہی تھی اس نے یہ کہا تھا کہ "اس ریاکار کو دیکھو" مسلم میں ہے کہ یہ کینہ والا ابو جہل ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا اہل فلاں قبیلے میں اونٹ ذبح ہوا ہے، صلوٰۃ میں ہے کوئی جائے اور اس کی لید اور خون اور بچہ دانی لائے۔

اشقی قوم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔ یہاں یحییٰ بن یحییٰ بعض علی بعض ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے پر حوالہ کرنے گئے، مگر یہ معنی غیر مناسب ہے۔ موزوں معنی یہ ہے کہ اس بدتمیزی سے جس سے رہے تھے، کہ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے حتیٰ مال بعضہم علی بعض۔ اسی میں ہے کہ کسی جاکر حضرت سیدہ کو خبر دی یہ بہت چھوٹی بچی تھیں دوڑتی ہوئی آئیں۔ اور ان اشرا کو گالی دینے لگیں، عام روایتوں میں ہے اللہ صلی علیہ وسلم یا بابی جہل بن ہشام مگر صلوٰۃ میں اس کے نام کے ساتھ عمرو بن ہشام ہے خادم کے نزدیک کیا روایت راجح ہے اس لئے کہ اس وقت ابو جہل کے نام کی شہرت اتنی تھی بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک اس کی یہ کیفیت نہ رچی ہو۔

یہ ساتوں میں امام راوی یاد نہ رکھ سکے عمار بن ولید بن مغیرہ ہے۔ یہ بدر میں نہیں، بلکہ گیا مکہ یہ حبشہ گیا وہاں ایک عورت پر چھڑائی کی اس کی ستر میں بخاشی نے ایک سارا کر کو حکم دیا کہ اس کے اخیل میں ستر چھو مکہ ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا جس کے اثرات وحشی ہو گیا اور چوپایوں کے ساتھ رہنے لگا تھا۔ حشر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں مراد اسی طرح عقبہ بن ابی معیط بھی میدان جنگ میں نہیں مارا گیا اور نہ قلیب بدر میں ڈالا گیا۔ یہ بدر میں گرفتار ہوا اور مدینہ طیبہ واپس نہ لے کر لے کر واپس لے کر قریب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیا کے سب سے بڑے بدبخت انسان کا یہ قبر کیا۔ عرق الطیبہ میں غسل کیا گیا مدینہ طیبہ سے تین میل پہلے بقیع میں دفن کیا گیا اور مدینہ طیبہ سے چار کی ماٹیں قلیب بدر میں ڈالی گئیں۔ امیہ بن خلف اور ابی ہریرہؓ اس وقت اس کو قلیب بدر میں دفن کیا تو اس کے اعضا جوڑتے اکھڑ گئے اس لئے اس کو وہیں مٹی میں دفن کیا گیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کا رشتہ میں نے ان کو بدر کے کنوئیں میں پڑا ہوا پایا باغیہ راغلب و اکثر کے ہے۔

فلہر یحفظہ کے قائل ابواسحق ہیں جیسا کہ بخاری کتاب الجہاد میں اور مسلم میں بطریق سفیان ثوری تحریر ہے۔

بائے مطابقت امام بخاری کا استدلال یہ ہے۔ نماز کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر کھڑکی ڈالی گئی اس سے جسم نہیں ٹوٹ پڑے ضرور اودھ ہوئے ہوں گے یا نہیں تو کم از کم جسم پر نماز کی حالت میں نجاست رکھی رہی مگر حضور نماز پڑھتے رہے۔ نماز کی حالت میں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پیٹھ پر کیا رکھا ہے مگر فراغت کے بعد تو معلوم ہوا پھر اعادہ

أَنْظُرُوا أَغْنَى شَيْئًا لَوْ كَانَتْ لِي مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ وَيُحِيلُ

درمیان رکھ دیا عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں میں دیکھ رہا تھا مگر کچھ کر نہیں سکتا تھا کاشکہ مجھے قوت ہوتی

بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس پر وہ نبیؐ، منسنے لگے اس طرح کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور رسول اللہ

کیوں نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگ جائے تو نماز میں کوئی غلہ نہیں پڑتا۔

اخاف و شوافع کی طرف سے اس کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے لائق ذکر تین ہیں۔

(۱) علامہ ابن حجر نے فتح الباری تفسیر سورہ مدثر میں ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ آیت کریمہ و ثيابك فطهر اور اپنے کپڑے کو پاک کر دے کے نزول سے پہلے کا ہے۔ اس واقعہ کے وقت نماز کے لئے کپڑوں کو پاک رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب امام بخاری کے استدلال کی ساری عمارت ڈھ گئی۔ اس کے بعد کسی جواب کی حاجت نہیں مگر ہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے دو مزید نقل کئے دیتے ہیں۔

(۲) ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کا اعادہ فرمایا ہو اگرچہ فوراً نہیں فرمایا۔ عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ اس لئے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے اعادہ نہ فرمایا ہو۔

(۳) ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس وقت تک مشرکین کے ذبیحے کے احکام نہیں نازل ہوئے تھے اس لئے اس سلا بچہ دانی پر نجاست کا حکم درست نہیں مگر اس جواب میں یہ سقم ہے کہ ابھی گذرا کہ کتاب الصلوٰۃ کی روایت میں یہ ہے۔ فلیعمد الی فرثھا و دمھا و سلاھا اس کی لید اور اس کے خون اور اس کی بچہ دانی اٹھا لائے۔ خون اور لید تو بہر حال ناپاک ہیں اس لئے یہ جواب لائق توجہ نہیں۔

سلا کا ترجمہ کچھ لوگوں نے اوجھڑی کیا ہے، یہ غلط ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سلا اس کھال یا جھلی کو کہتے ہیں جس میں بچہ رتبہ اصمعی نے کہا یہ جانوروں کی بچہ دانی کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں ہو سکتا ہے کتاب الصلوٰۃ والی روایت کی بنا پر کسی نے لازم معنی کا لحاظ کر کے اوجھڑی کر دیا ہو جس میں لید اور بچہ دانی بھی ہوتی ہے۔

ایضاح البخاری میں۔ علی ظہرہ کا ترجمہ ان کی کر کیا ہے یہ غلط ہے، ظہر کے معنی پیٹ کے ہیں۔ ان بزرگ کو آگے کتقیہ بھی نظر نہ آیا، کیا دونوں شافعیوں کے بیچ میں کمر ہوتی ہے؟

مسائل (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معظمہ کی عظمت مشرکین کے دلوں میں بھی اتنی تھی کہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہاں دعا ضرور قبول ہوتی ہے (۲) تین بار دعا کی تکرار دعا کے مقبول ہونے میں موثر ہے اور یہ مستحب بھی ہے (۳) ظالم کے لئے بدعا کرنا جائز ہے بعض علماء نے لکھا کہ اگر مسلمان ہے تو اس کی ہدایت و توفیق توبہ کی دعا کرنی چاہئے اور اس کے لئے استغفار کرنا چاہئے (۴) کسی بڑائی

سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّىٰ جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے ہی کی حالت میں رہے اپنا سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ حضرت سیدہ فاطمہ آئیں

ظَهْرَهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرْشٍ ثَلَاثَ

اور اس گندگی کو حضور کی پشت مبارک سے ہٹایا تو حضور نے اپنا سر اٹھایا پھر بد دعا کی۔ اے اللہ قریش کو اپنی گرفت

مَرَاتٍ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوا يَرَوْنَ

میں لے۔ تین بار۔ جب حضور نے ان پر بد دعا کی تو یہ ان پر شاق ہوا، ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اس شہر میں دعا ضرور

اِنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمِعَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ يَا بِي

قبول ہوتی ہے۔ پھر نام لے لے کر ہلاکت کی دعا فرمائی اے اللہ ابو جہل کو اور عتبہ بن

جَهْلٍ وَعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ

ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن

عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَعَدَّ السَّائِعَ فَلَمْ

عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر اور ساتویں کو بھی گنا گمر

کا ارتکاب کرنے والا برائی کی ترغیب دینے والے سے زیادہ بدتر ہے، ان سب میں کفر سرکشی اور تمرد میں ابو جہل سب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا اور اسی نے اس پر اکسایا تھا مگر پھر بھی انسانی عقبہ بن ابی معیط کو کہا گیا۔ (۵) اس حدیث میں ہے ورسول اللہ ساجد لا یرفع رأسه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں رہے سراقہ میں نہیں اٹھایا اس پر عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ بوجہ اتنا زیادہ تھا کہ حضور سراقہ میں اٹھا نہیں سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ واقعہ یہ ہو مگر امیر ذوق یہ کہتا ہے کہ یہ بوجہ جب اتنا تھا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صغیر السن مکی ہوتے ہوئے اسے گرا دیا جب کہ حضرت سیدہ کی عمر مبارک اس وقت شکل سے آٹھ سال رہی ہوگی، تو یہ بوجہ اتنا نہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سر اٹھانا چاہتے تو اٹھا سکتے تھے۔ سراقہ میں سجدے سے نہ اٹھانا اس لئے نہ تھا کہ بوجہ زیادہ تھا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ چاہا کہ اسی خاص حالت عبودیت میں جو ظلم ہوا ہے اسے دیر تک اس بے نیاز کے حضور پیش کئے رہوں تاکہ اس کی رحمت کی توجہ بیش از بیش ہو۔ جیسا کہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کے بارے میں فرمایا۔ صفیہ کے دکھ کا خیال نہ ہوتا تو حمزہ کی لاش بغیر دفن چھوڑ دیتا کہ درندے کھاتے اور قیامت کے دن ان کا شر درندوں کے پیٹوں سے ہوتا، یا جیسا کہ بیرعونہ کے واقعے میں حرام بن طمان بہتے ہوئے خون کو اپنے چہرے پر ملتے جاتے اور کہتے جاتے فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ کایا بے یوگیا رب کعبہ کی قسم۔ بات وہی ہے ع

”تو نیز بر سر بام آگہ خوش تماشا یست“

يَحْفَظُهُ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِينَ عَدَّ رَسُولُ اللَّهِ

مجھے یاد نہ رہا۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرَعِي فِي الْقَلْبِ قَلْبٌ بَدْرٌ ع

جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گنا تھا سب کو بدر کے کنوئیں میں بڑا ہوا پایا

(۵۱) ت - كِرْهَاهُ الْحَسَنُ مُحَمَّدٌ وَأَبُو الْعَالِيَةِ لِلَّهِ

نمیز سے وضو کرنے کو حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ نے مکروہ جانا

حدیث میں فرمایا گیا۔ بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہو
گو یا کہ زبان حال سے یہ استہرا کر رہے ہیں۔ حضور قدس میں قرب خاص کے وقت دشمنوں کی یہ حرکت صرف میری ہی
نہیں تیری بارگاہ قدس کی بھی ہانت ہے، اختیار کچھ ہے۔ اپنے بارگاہ قدس کی تحقیر کرنے والوں کو ڈھیس دے یا سزا
دے۔ کیا اس جبار و قہار غیور کے جلال کو جوش میں لانے کا اس سے بھی عمدہ کوئی طریقہ ہو سکتا ہے۔

تشریحات (۵۱) | تابیین کرام کے صف اول میں سے ہیں۔ نام لڑائی حسن ہے اور کنیت ابو سعید، حضرت فاروق
امام حسن بصری

عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر دور خلافت میں پیدا ہوئے جبکہ دو سال رہ گئے تھے۔ پیدائش
کے بعد انھیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی
تحنیک کی یعنی کھجور چبا کر اپنا تبرک ان کے تالو میں لگایا۔ ان کے لئے دعا بھی کی اللھم فقصہ فی الدین ووجہہ
فی الناس اے اللہ انھیں نقیبہ بنا اور لوگوں میں انھیں وجاہت عطا فرما۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے علاوہ در بھی صحابہ کرام کی خدمت میں ان کی والدہ لے جاتیں اور سب دعائے نوازتے، انھوں نے ایک سو تیس صحابہ کی
زیارت کی، خود فرماتے ہیں، میں نے خراسان کا جہاد کیا تو ہمارے ساتھ ایک سو تیس صحابہ کرام تھے۔

ان کے والد کا نام سیار اور کنیت ابو الحسن تھی یہ حضرت زید بن ثابت کے غلام تھے۔ حضرت حسن کی والدہ ماجدہ
حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں۔ ان کی والدہ انھیں چھوڑ کر کہیں کسی کام کے لئے چلی جاتیں اور یہ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی چھاتی ان کے منہ میں دیدیتیں۔ حضرت ام المومنین کی کرامت کہ دو دھڑا آتا اور یہ خوب پیتے۔ ان کو جو علوم

عنہ ایضا جلد اول الصلوۃ - باب المرأة تطرح عن المصلى شيئا من الاذى ص ۴۲، ایضا جلد اول جہاد باب طرح جیف

المشركين في البير ص ۴۵۲، ایضا جلد اول جہاد باب دعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة ص ۴۱۱، ایضا جلد اول مناقب باب

ذكر ما لقي النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه من المشركين ص ۵۲۳، ایضا جلد ثانی مغازی باب دعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

على كفار قريش ص ۵۶۴ - مسلم جلد ثانی جہاد ما لقي النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من اذى المشركين ص ۱۰۸

نسائی جلد اول - طهارت باب فرث ما يוכל لحمه يصيب الثوب ص ۵۸ مسند امام احمد -

عن مصنف عبد الرزاق، وابوعبيد، للعه مارقطنی، ابن ابی شیبہ و ابو عبید

اور معارف نے یہ سب اسی تبرک دودھ کا اثر ہے۔

حضرت حسن کی جلالت شان کا عالم یہ ہے۔ ایک بار کسی نے حضرت انس سے کچھ پوچھا تو فرمایا مولانا حسن سے پوچھو انھوں نے بھی سنا اور ہم نے بھی سنا۔ انھوں نے یاد رکھا، ہم بھول گئے، ایک بار فرمایا، مجھے بصرے والوں میں ان دو شخصوں پر رشک آتا ہے، حسن اور ابن سیرین پر، قتادہ نے کہا، میں جس فقیہ سے ملا حسن اس سے افضل ہے۔

بایہبیت، خوبصورت، وجہ بزرگ تھے، علم و عمل کے جامع، زبردست عابد و زاہد، مقبول خاص و عام، سلاسل اولیاء کرام کے امام، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بصرہ جا کر آباد ہو گئے، مدۃ العروہیں رہے۔ وہیں واصل بحق ہوئے۔ مدینہ طیبہ کے ایام قیام میں صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل فرمائے۔ مدینہ سے جانے کے بعد پھر حضرت علی کی زیارت نہ کر سکے۔ بہ ماہ رجب سال ۳۷ میں وصال فرمایا ابو العالیہ | ربیع بن ہریرہ رباحی، اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی زیارت کی ہے۔ تین بار قرآن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا تھا، جاہلیت کا بھی کچھ زمانہ پایا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد ایمان سے مشرف ہوئے سنہ ۹ھ میں وصال ہوا۔

امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔

لا یجوز الوضوء بالنبذ وبالمنسکر نمیز اور مسکر (نشہ آور) چیز سے وضو جائز نہیں۔

عرب کا پانی عموماً شور ہوتا تھا، اس کی شوریت ختم کرنے کے لئے پانی میں چھوہارے ڈال دیتے تھے کہ پانی میں کچھ مٹھاس آجائے۔ کبھی کبھی چھوہارے کی دن رہ جاتے تو پانی میں جوش پیدا ہو جاتا نشہ آ جاتا، کبھی چھوہارے زیادہ ڈال دیتے تو پانی گاڑھا بھی ہو جاتا۔ مختلف فیہ نمیز کی پہلی قسم ہے، چھوہاروں کی وجہ سے جس کا نہ پتلا پن ختم ہوتا اس میں جوش آئے نہ نشہ پیدا ہو۔ رہ گئی نشہ آور چیز خواہ وہ نمیز ہو خواہ کچھ اور، اس سے وضو دیگر علماء کی طرح ہمارے یہاں بھی درست نہیں۔ امام بخاری کا غالباً مسلک یہ ہے کہ اس نمیز سے بھی وضو جائز نہیں جسکی نہ رقت گئی ہو نہ نشہ آیا ہو۔ امام بخاری نے اپنے مدعا پر پہلے حضرت امام حسن بصری اور ابو العالیہ کا یہ فتویٰ پیش کیا کہ ان دونوں بزرگوں نے نمیز سے وضو کو مکروہ جانا۔ اس پر تین معروضے ہیں:

(۱) اس کراہت سے کراہت تحریم مراد ہے یا کراہت تنزیہ۔ اگر تنزیہ ہے تو یہ جواز کے معارض نہیں۔ اسے لاجور کی دلیل بنانا درست نہیں، اور اگر کراہت تحریم مراد ہے تو یہ حضرت امام حسن بصری کے اس ارشاد سے باطل ہے جو ابوبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا۔ نمیز سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

وہ گئے حضرت ابو العالیہ تو ان سے وضو کے بارے میں کوئی روایت ہمیں نہیں ملی۔ ان سے جو روایت ہے وہ غسل کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ دارقطنی اور ابن ابی شیبہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ ایسی نمیز سے غسل جائز ہے کہ نہیں، یہ خود اخاف کے یہاں مختلف فیہ ہے۔ راجح یہی ہے کہ غسل درست نہیں اس لئے کہ وضو کا جواز خلاف قیاس حدیث کیوجہ سے ہے، جب یہ

لے یہ ساری تفصیلات اکمال اور ہدایہ نہایہ جلد تاس سے لی گئی ہیں۔

ت (۵۲) قَالَ عَطَاءُ التِّمِّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ

حضرت عطاء نے کہا کہ نمیز اور دودھ سے وضو کرنے کے

وَاللَّبَنِ

بہ نسبت تیمم مجھے زیادہ پسند ہے۔

وضو کے بارے میں نہیں، تو اسے وضو کے عدم جواز کی دلیل میں پیش کرنا لا حاصل۔

(۲) اور پھر یہاں بھی یہ احتمال باقی کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہ ہو۔

(۳) حدیث کے مقابلے میں تابعی کا قول لائق ترجیح نہیں۔ امام بخاری خود احادیث کے خلاف اقوال رجال پر فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے مقلدین یہ الزام ہم کو دیتے ہیں۔ تابعین کے بارے میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مشہور ہے اور مقدمہ میں گذر چکا۔ ہمارے رجال و نحن رجال۔

تشریحات (۵۲) کبار تابعین میں سے ایک ہیں، ان کی جلالت شان مسلم عند اہل ہے، دو صحابہ کا زمانہ پایا، اتنے عطاء بن ابی رباح جلیل القدر امام کہ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اب مسائل حج کا جاننے والا ان سے زیادہ کوئی نہ رہا۔ نیز فرمایا، ان سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں، ایام حج میں اموی شہنشاہوں کی طرف سے یہ اعلان عام ہو جاتا کہ سوئے عطار کے کوئی مسائل حج نہ بتائے، ان سب کے علاوہ اتنے بڑے عابد تھے کہ بیس سال تک مسجد میں معتکف رہے۔ سترج اور سوئے کے۔ جلالت شان یہ اور خدا کی شان بے نیازی کہ چونکہ حبشی النسل تھے اس لئے رنگ سیاہ اور بال الجھے ہوئے تھے، ناک چھٹی تھی، ایک آنکھ کی بینائی نہیں تھی، اخیر عمر میں دوسری آنکھ کی بھی بینائی جاتی رہی، ہاتھ شل تھا لنگڑے بھی تھے، مگر علم و فضل کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے ائمہ زانوئے ادب نہ کرنا باعث فخر جانتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جہاں مسجد حرام میں درس دیتے تھے، ان کے بعد ان کی جگہ یہ بیٹھے۔

مطابقت

احب الی۔ زیادہ پسند ہے۔ کالفظ بتا رہا ہے۔ حضرت عطاء نمیز اور دودھ سے وضو کرنے کو پسند کرتے ہیں مگر کم۔ اور ابوداؤد میں ہے کہ امام عطاء نے فرمایا میں نمیز اور دودھ سے وضو ناپسند کرتا ہوں اس سے زیادہ مجھے تیمم پسند ہے۔ دونوں کا مفاد یہ نکلا کہ حضرت عطاء نمیز اور دودھ سے وضو کو جائز جانتے ہیں۔ البتہ کم پسند ہے یا زیادہ سے زیادہ ناپسند کرتے تھے۔ امام بخاری نے یہاں باب کا جو عنوان رکھا ہے وہ یہ ہے:

لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيذِ وَلَا بِالْمَسْكِ ظاہر ہے کہ یہ تعلیق امام بخاری کے اس باب کا رد ہے۔

اس سلسلے میں اخاف کا مسلک یہ ہے۔ دودھ سے وضو قطعاً جائز نہیں، اس پر اجماع ہے۔ اخاف ہی نہیں پوری امت کا یہی مسلک ہے۔ رہ گئی نمیز تو اخاف کے یہاں تفصیل ہے۔

عرب کا پانی عموماً کھاری ہوتا ہے پانی میں چند کھجوریں ڈال دیتے کہ پانی میں کچھ مٹھاس آجائے، یہی نمیز ہے۔

نبیذ جب تک سیٹھی اور اتنی پتلی ہو کہ اعضاء پر پانی کی طرح بہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر گاڑھی ہو گئی یا جوش آگیا یا اس میں نشہ آگیا تو ایسی نبیذ سے ہرگز ہرگز وضو جائز نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پانی نہ ہو تو ایسی نبیذ کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے انھوں نے فرمایا:-

قال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة الجن ما في اداوتك قال نبیذ قال تمر طيبة وماء طهور قال فتوضا منه۔

ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن میں فرمایا، تیرے برتن میں کیا ہے، انھوں نے عرض کیا نبیذ ہے۔ فرمایا کبوتر بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے، ابن مسعود نے کہا کہ پھر حضور نے اس سے وضو فرمایا۔

ترمذی میں فتوضا منه اور مصنف ابن ابی شیبہ میں واقام الصلوۃ زائد ہے۔

اس حدیث کی ایک طرف سے اخاف کے بہرہ بانوں نے تضعیف کی۔ اس کے بالمقابل علماء اخاف نے اس حدیث کی نصیح کو دلائل سے ثابت کر دیا ہے تفصیل کے لئے عینی کا یہ مقام اور طحاوی کی شرح معانی الآثار کا مطالعہ کریں۔ مثلاً امام ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کا ایک راوی ابو زید ہے جو مجہول ہے۔ سوائے اس حدیث کے اسکی کوئی روایت نہیں۔

علامہ عینی نے اس کا جواب دیا، ابن العربی نے شرح ترمذی میں کہا کہ ابو زید مولیٰ عمرو بن حرث سے راشد بن کیسان اور ابو رواق نے روایت کیا ہے۔ اتنے ہی سے اس کا مجہول ہونا ختم ہو جاتا ہے۔ ہاں اس کا نام نہیں معلوم ممکن ہے امام ترمذی کی مجہول کہنے سے یہی مراد ہو اور یہ مضر نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ابو زید کے مثل چودہ حضرات نے روایت کی ہے۔ اس حدیث پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ نہیں تھے۔ ان سے کسی نے پوچھا۔ تو فرمایا ما شہد ہا مننا احد۔ ہم میں سے کوئی لیلۃ الجن میں حاضر نہ تھا۔

اس کے دو جواب علامہ عینی نے دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس قول سے ان کی مراد یہ ہے کہ پوری رات حضور کے ساتھ نہیں رہا۔ ساتھ میں گیا پھر جدا ہو گیا، پھر صبح کو ساتھ ہو گیا۔ ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب حضور جنوں کو تلقین فرما رہے تھے خاص اس وقت حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اور غالباً علامہ عینی کی بھی یہی مراد ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ لیلۃ الجن دو ہیں ایک باریمنویٰ کے جنوں نے ملاقات کی تھی ایک باریصبین کے جنوں نے۔ نخلہ میں ینویٰ کے جن تھے اور مکہ میں نصیبین کے جن۔ نخلہ والے واقعے میں حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ اور مکہ والے واقعے میں حضرت ابن مسعود ساتھ تھے۔

۱۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب الوضو بالنیذ ص ۱۲، ترمذی جلد اول طہارت باب الوضو بالنیذ ص ۱۳، ابن ماجہ طہارت باب الوضو بالنیذ ص ۱۲ فتح القدیر جلد اول ص ۲۴ نوکثور ص ۱۲ ایضاً

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بعض لوگوں سے یہ نقل فرمایا کہ ابتداء میں نمیز سے وضو کی اجازت تھی۔ پھر آیت کریمہ فلم تجد دماء سے منسوخ ہو گئی۔ اس لئے کہ لیلۃ الجن کے کا واقعہ ہے اور یہ آیت مدنی ہے۔

علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ (نزول اقرار کے بعد غار حرا سے اتر کر) حضرت جبریل نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرنے کی تعلیم دی۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء بعثت ہی سے پانی سے وضو کرنے کا حکم تھا۔ اس کے باوجود حضور نے لیلۃ الجن میں نمیز سے وضو فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ پانی سے وضو کے حکم اور نمیز سے وضو کرنے میں کوئی تنافی نہیں۔

لیکن اس خادم کی اس پر یہ گزارش ہے کہ نمیز مار مطلق ہے یا نہیں۔ اگر مار مطلق ہے تو علامہ عینی کا جواب درست اور علامہ ابن حجر کا اعتراض سرے سے ساقط۔ اس خصوص میں بہت زیادہ لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں۔ خود اسے حدیث میں فرمایا، ارشاد ہوا تمرة طيبة و ماء طهور۔ پھر اس کے مار مطلق ہونے میں کلام کی کیا گنجائش۔ اور اگر یہ مار مطلق نہیں اور آیت کریمہ فلم تجد و اماء میں مار سے مراد مار مطلق ہے۔ تو نمیز کے ہوتے ہوئے یہ صادق ہے کہ پانی نہیں ملا۔ اب علامہ ابن حجر کا اعتراض اپنی جگہ باقی رہ جائے گا۔ اسی پر ہماری گزارش ہے کہ اس کے دفع کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے اور حدیث مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز درست۔ رہ گئی یہ بات کہ یہ حدیث مشہور ہے وہ گزر چکا کہ علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو زید کے عدوہ چورہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پندرہ حضرات نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابن جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ ہونے کی جو توجیہات ہمارے علماء نے کی ہیں۔ ترمذی کی اس حدیث میں جاری نہیں ہو سکتی ۱۵۸ پر ہے۔

علقہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود سے پوچھا، لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آپ لوگوں میں سے کوئی تھا یا نہیں۔ فرمایا ہم میں سے کوئی حضور کے ساتھ نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ قیام مکہ کے ایام میں ایک رات حضور غائب ہو گئے۔ ہم نے کہا کہ حضور کو اچک لیا گیا۔ ہم نے انتہائی اذیت میں یہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ حضور حرا کی طرف سے آرہے ہیں۔ لوگوں نے اپنا حال بیان کیا، اس پر حضور نے پورا واقعہ سنایا اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جزیرے نصیبین کے جن تھے۔

امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لیکن حیرت اس پر ہے کہ خود ترمذی میں دو جگہ اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت ابن مسعود لیلۃ الجن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک۔ باب کراہۃ ما یستنجد بہ میں حضرت ابن مسعود کا یہ قول مذکور ہے : کہ وہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

دوسرے "ابواب" الامثال میں انھیں سے یوں روایت ہے کہ۔

ایک رات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشاء سے فارغ ہوئے تو تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑا اور

بطحار مکہ میں لے گئے اور بٹھا دیا۔ پھر میرے ارد گرد خط کھینچ دیا اور فرمایا اس کے باہر نہ نکلنا، کچھ لوگ تمہارے قریب آئیں گے۔ ان سے بات مت کرنا۔ وہ بھی تم سے نہیں بولیں گے۔ پھر حضور کو جہاں جانا تھا چلے گئے۔ میں خط کے اندر بیٹھا تھا کہ میرے قریب کچھ کالے کالے سوڈانی قسم کے لوگ آئے جن کے بال اور جسم سوڈانیوں جیسے تھے۔ انکا جسم پر لباس نہیں تھا مگر پھر بھی ان کے چھپانے کی جگہیں نظر نہیں آتی تھیں۔ میری طرف آتے مگر خط کو پار نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف چلے جاتے، آخر رات میں حضور تشریف لائے اور خط کے اندر داخل ہوئے فرمایا، آج رات سو نہیں سکا۔ پھر میری ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ الحدیث بطولہ لے

امام ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کی تصحیح کی ہے۔ ان کے علاوہ کفایہ میں ہے امام بخاری نے بارہ طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود، لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تھے۔ تین طریقے سے تاریخ صغیر میں مذکور ہے۔ بقیہ نو طریقے کسی اور کتاب میں مذکور ہوں گے،

جب بوجہ متعددہ صحیحہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تھے تو لامحالہ وہ روایت جہیں یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ کوئی نہیں تھا، مرجوح ہوگی۔

اس نبیذ کی حقیقت | جس نبیذ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا اس کی حقیقت صرف

یہ تھی کہ پانی میں چند کھجوریں ڈال لی تھیں تاکہ پانی کا کھارا پن دور ہو جائے۔ پانی اپنی طبعی رقت اور سیلان پر باقی تھا نہ گاڑھا ہوا تھا نہ جوش کھایا تھا۔ نشہ آنا تو دور کی بات ہے۔ بدائع ص ۱ پر ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس نبیذ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا، چند کھجوریں پانی میں ڈال لی جاتی تھیں بس نبیذ ہو گئی۔

ایسی ہی نبیذ سے وضو کو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جائز بتایا ہے، رہ گئی وہ نبیذ جس میں جوش پیدا ہو جائے یا نشہ آ جائے تو اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔

والنبیذ المختلف فیہ ان یکون حلوا رقیقا یسیل علی الاعضاء کالماء وما اشتد منها صام حراما لا یجوز التوضی بہ۔ ۵۲

جس نبیذ سے وضو کے بارے میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ میٹھی پتلی ہو جو اعضاء پر پانی کی طرح بہے اور اگر جوش کھا گئی حرام ہو گئی تو اس سے وضو جائز نہیں۔

لوگوں کو استعجاب و حیرت اس لئے ہو رہی ہے کہ لوگ اپنے زمانے کی نبیذ پر قیاس کرنے لگے۔ حالانکہ اس نبیذ سے وضو کے جواز کا کسی نے قول نہیں کیا ہے۔

ایک خاص نکتہ | حضرت امام کاہیہ بنیادی اصول تھا کہ جب تک حدیث صحیح نہ ہوتی اس کے مطابق فتویٰ نہ دیتے ادا

صح الحدیث فهو مذہبی مشہور ارشاد ہے اور حضرت امام کاثر متدین ہونا بلکہ امام ہونا متفق علیہ ہے۔ تو جب امام کسی حدیث سے استدلال فرمائیں تو یہ اس حدیث کے صحت کی دلیل ہے۔ اگرچہ محدثین اسے اپنی سندوں کے لحاظ سے ضعیف کہیں اسکی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ انصاف پسند اصحاب کو اس پر غور کرنا لازم ہے۔ اسی ایک نکتے سے اخاف کے مخالفین خصوصاً غیر مقلد

(۱۷۶)

حدیث کل شراب اسکر فہو حرام

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

معاذین کے سارے ہدیانات کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ جو اخاف کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اسی حدیث میں دیکھ لیجئے کہ امام ترمذی نے اپنی سند کے لحاظ سے ابوزید پر کلام فرمایا۔ یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت امام کو یہ حدیث ابوزید ہی کے واسطے سے ملی ہو۔ ہو سکتا ہے کسی دوسری سند کے ساتھ پہنچی ہو جس میں امام ترمذی والی جرح کی بھی گنجائش نہ ہو۔ ابوزید کے علاوہ چودہ اور حضرات سے یہ حدیث مروی ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ان چودہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے حضرت امام تک پہنچی ہو۔ اس لئے ہمارے سامنے جو سند ہے اس کو سامنے رکھ کر کسی حدیث کو مطلقاً ضعیف کہنا دانت والی صاف کے خلاف ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی حدیث سے استدلال کی بالکل وہی حیثیت ہے جو امام بخاری اور امام مسلم کے کسی حدیث کو صحیح کہنے کی ہے۔ حضرت امام کا استدلال حقیقت میں یہ اعلان ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

نایب صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس بھی بنیذمر سے وضو کو جائز جانتے تھے۔ اس طرح اس حدیث کو اور اخاف کے مذہب کو عمل صحابہ سے بھی قوت مل گئی۔

نایب ائمہ علاوہ صحابہ کرام کے حضرت حسن بصری، حضرت عکرمہ، حضرت ابوالعالیہ، امام اوزاعی، سفیان ثوری اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ لیکن ہمارے خاص کرم فرما صاحب تحفۃ الاحوذی اور مرعاة اپنے غیظ و غضب کا نشانہ صرف ہم اخاف کو بناتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایسی بنیذمر جو اپنی رقت و سیلان پر باقی ہو جس میں نہ جوش پیدا ہوا ہو اور نہ وہ گاڑھی ہوئی ہو اور نہ اس میں نشہ آیا ہو اس سے وضو جائز ہے۔ اس معنی کو کہیں کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔ یہ حضرت امام اعظم کا مذہب ہے اور یہ حدیث صحیح بلکہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ مخالفین نے اس حدیث پر جلتی جرحیں کی ہیں علماء اخاف نے سب کے گن گن کر تفصیلی جوابات دیئے ہیں خصوصیت سے امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں علامہ زلیعی نے نصب الرای میں وغیرہ وغیرہ۔

تشریح (۱۷۶)

اس حدیث کو باب کے دوسرے جز سے مطابقت ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ہر مسکر ناپاک ہے

باب مطابقت

اور ناپاک سے وضو جائز نہیں۔ یا یہ کہ کوئی مسکر پانی نہیں اور پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے وضو جائز

نہیں۔ اس لئے مسکر سے وضو جائز نہیں۔

ہر مسکر ناپاک ہے رہ گئی یہ بات کہ مطابقت کی وجہ اول کا صغریٰ درست بھی ہے یا نہیں۔ یہ محل نظر ہے۔ حضرت امام

کُلُّ شَرَابٍ أَسْكِرَ فَهُوَ حَرَامٌ ع

پینے کی ہر وہ چیز جو نشہ لائے حرام ہے

ت (۵۳) وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ إِمْسَحُوا عَلَى رِجْلَيْ فَإِنَّهَا مَرِيضَةٌ ع

اور ابو العالیہ نے کہا۔ میرے پاؤں پر مسح کر دو۔ اس لئے کہ وہ بیمار ہے

حدیث (۱۷۷) بای شی دوی جرح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اعظم اور حضرت امام یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک خمر کے علاوہ بقیہ نشہ آور چیزوں کا بقدر نشہ پینا کھانا حرام ہے مگر وہ ناپاک نہیں خمر کیا ہے انگوڑے کے پانی کو جب وہ خوب جوش کھانے لگے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے خمر کہتے ہیں۔ اس سے کشید کیا ہوا عرق بھی خمر ہے۔ خمر کی بوند بوند حرام و نجس ہے وہ بھی نجاست غلیظہ۔ اس کے علاوہ بقیہ چیزوں سے بنائی ہوئی شرابیں، خمر نہیں اور نہ سخین کے نزدیک ان کا وہ حکم ہے۔

البتہ امام محمد فرماتے ہیں کہ خمر کی طرح ہر نشہ آور رقیق کی بوند بوند حرام و ناپاک ہے۔ احناف کے یہاں یہ مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مگر قول اول بھی ساقط و باطل نہیں۔ بہت قوی ہے۔ یہی جمہور صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ یہی قول امام اعظم کلہے، یہی اصل مذہب ہے۔ عامہ متون مذہب جیسے مختصر قدوری، ہدایہ، وقایہ، نقایہ، کنز، غرر اصلاح وغیرہ میں اسی پر جزم و اقتضار کیا۔ اکابر ائمہ تزیج و تصحیح جیسے امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو الحسن کرخی، امام ابو بکر خواہر زادہ امام قاضی خاں امام صاحب ہدایہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو راجح و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار میں اسی پر فتویٰ دیا۔ اسی کو بہ نادر فرمایا۔ علماء مذہب نے بہت سی کتب معتمدہ میں اسی کی تصحیح فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اکد الفاظ تزیج علیہ الفتویٰ بھی فرمایا۔ اس تقدیر پر نبیذ کی نجاست کا سوال ہی نہیں اسلئے اس سے نجس ہونے کی بنا پر وضو کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دینا ساقط۔ وہ گئی یہ وجہ کہ یہ مطلق نہیں اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ احناف جس نبیذ سے وضو کو جائز کہتے ہیں یعنی پانی میں چند کھجوریں اسلئے ڈال دی جاتی ہیں تاکہ اسکی مٹھاس پانی میں آجائے اور بس نہ اسمیں جوش آئے اور نہ نشہ نہ وہ گاڑھی ہوئی ہو اس پر بھی پانی کا اطلاق درست نہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ خود حدیث میں سے پانی کہا گیا۔ ارشاد ہے تمہرۃ طیبۃ وماء طہور۔ اس لئے اس حدیث کو مطلقاً ہر نبیذ سے وضو کے عدم جواز کی دلیل بنانا درست نہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور رقیق چیزیں حضرات شیخین کے یہاں کیوں ناپاک نہیں اور قدر اسکا رسے کم انکا پینا کیوں حرام نہیں، اس پر مفصل بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کتاب الاثر بہ میں آئے گی۔ اور اگر کسی صاحب کو عجلت ہو تو فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم کا رسالہ مبارکہ الفقہ التبعیلی نے عجین النازحہ جلی کا مطالعہ کریں۔

عہ ایضاً جلد ثانی اشربہ باب الخمر من الغسل وهو الباق ومن بھی عن کل مسکر ص ۸۳۸ مسلم جلد ثانی اشربہ باب بیان کل مسکر شراب و کل خمر حرام ص ۱۶۷ ابوداؤد جلد ثانی اشربہ باب ما جاء فی السکر ص ۱۳۳ ترمذی جلد ثانی اشربہ باب ما جاء کل مسکر حرام ص ۸ ابن ماجہ اشربہ باب کل مسکر حرام ص ۲۵۱ موطا امام مالک اشربہ ۹ دارمی اشربہ ۸ مسند امام احمد علیہ مصنف عبد الرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ۔

عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ بْنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

ابو حازم نے کہا کہ انھوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ اس طرح کہ میرے

عَنْهُ وَسَأَلَ النَّاسَ وَمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَحَدٌ بِأَيِّ شَيْءٍ دَوِيَ جُرْحُ

اور ان کے درمیان کوئی نہیں تھا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي

علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا تو انھوں نے کہا اس کا

كَانَ عَلَيَّ يَجْسِي بِتُرْسِيهِ فِيهِ مَاءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ

مجھ سے زیادہ جاننے والا اب کوئی بھی نہیں رہا۔ علی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور فاطمہ حضور کے چہرے سے خون

تشریحات (۵۳) (۱۷۷)

حضرت سہل بن سعد ساعدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مدینہ طیبہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخر یہ ہیں۔

ان کی کنیت ابو العباس ہے۔ ان کا نام حَزْنٌ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے بدل کر سہل رکھا۔ حَزْنُ کے معنی سخت زمین کے ہیں اور سَهْلُ کے معنی

زمین کے ہیں۔ سو سال کی عمر پا کر ۹۱ھ میں وصال فرمایا، اس حساب سے ہجرت کے وقت نو سال کے تھے۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں

ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے۔

یہ تعلیق پوری یوں ہے۔ عاصم بن علی بن ابی حمزہ نے کہا کہ ہم ابو العالیہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ لوگوں نے ان کو وضو کرایا جب ایک

پاؤں رہ گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس پر مسح کر دو، اس میں تکلیف ہے۔

باب مناسبت

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ غسل المرأة اباھا الدم عن وجهه —

بیٹی کا باپ کے چہرے سے خون دھونا۔ حدیث تو باب کے بالکل مطابق ہے مگر تعلیق کا باب سے

کیا تعلق ہے، یہ اب تک لایا نہیں ہے۔ کتاب الوضوء میں اس باب کا مقصد کیا ہے۔ یہ بھی پردہ خفا میں ہے۔ تعلیق کو تو وضوء سے

تعلق ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی عضو پر پانی بہانا مضر ہو تو وہاں مسح کافی ہے۔ مگر حدیث کا وضوء سے کیا تعلق ہے، وہ سمجھ

سے بالاتر ہے۔ کیونکہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے با وضو ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا

ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ زخم کی بھی حالت میں اگر پانی مضر نہ ہو تو دھونا ہی فرض ہے مسح کافی نہیں۔

رہ گیا بعض لوگوں کا اس سے یہ سمجھنا کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ”عورت کے چھوٹے سے وضو نہیں ٹوٹتا، بہت ہی بے تکلیف

بات ہے۔

یہ حادثہ کب کا ہے

یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے۔ ابن قتیہ کی تلوار سے خود سراقہ میں چھب گیا تھا۔ اس سے سراقہ میں لہو لہان ہو گیا

تھا۔ خون رکتا ہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے اور حضرت سیدہ سے

الذَّمَّ فَأَخَذَ حَصِيرٌ فَأَحْرَقَ فَحَشِيَ بِهِ جُرْحَهُ ع

دھوتی تھیں - چٹائی جلا کر زخم میں بھری گئی -

(۱۷۸) حدیث، اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدته یستن

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا کہ میں بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور

فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنْ بِالسَّوَاكِ بِيدِهِ يَقُولُ أَعْ أَعْ وَالسَّوَاكِ فِي

کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے پایا۔ اے اے کی آواز نکال رہے تھے اور مسواک

دھوتی تھیں۔ مگر جب اس سے بھی خون نہ تھا تو حضرت سیدہ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھردی جس سے خون بند ہو گیا۔

مسائل اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوئے (۱) عورت اپنے محارم مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہے اور تیمارداری میں انھیں ہاتھ بھی لگا سکتی ہے (۲) علاج مسنون ہے۔ یہ توکل کے منافی نہیں (۳) انبیاء کرام پر قسم کی ابتلا، آزمائش، دکھ، درد و بیماری آ سکتی ہے تاکہ ان کی شان عبودیت و بشریت ظاہر ہو اور کوئی ان کے معجزات کو دیکھ کر فتنے میں نہ پڑ جائے کہ معاذ اللہ یہ خدا تو نہیں۔ اور اُمت پر جب کوئی افتاد پڑے تو اسے صبر و سکون ملے کہ انبیاء کرام کی سنت ہے (۴) جو بات معلوم نہ ہو وہ جاننے والوں سے پوچھنی چاہئے (۵) بوقت ضرورت عالم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس معاملہ کو میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔

تشریحات (۱۷۸، ۱۷۹)
حضرت حذیفہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے والد کا اصل نام عَسَل یا عَسِيل تھا مگر یمن کے ساتھ مشہور ہیں۔ جنگ احد میں جب لڑائی کا رخ مسلمانوں کے خلاف ہو گیا اور اگلی صفیں پچھلی سے بھڑگیں اس افراتفری میں حضرت یمن خود مسلمانوں کی تلواروں سے

شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ لاکھ چلاتے رہے مسلمانوں کی اکر رہے ہو؟ مگر کسی نے کچھ سنا نہیں۔ حضرت حذیفہ کا یہ ایشیہ ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کے خون کو معاف کر دیا۔ حضرت حذیفہ کا لقب صاحب السر تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص رازدار تھے۔ منافقین کے سارے بھید جانتے تھے اور سب سے واقف تھے۔ یہ بات اتنی مشہور تھی کہ جب کوئی مرتبا اور اس کی نماز جنازہ حضرت حذیفہ پڑھتے تو حضرت فاروق اعظم بھی پڑھتے اور اگر وہ نہیں پڑھتے تو یہ بھی نہیں پڑھتے۔

عہ ایضاً۔ جلد اول۔ جہاد۔ باب دواء الجرح باحرق الحصیر ص ۲۶۶۔ ایضاً۔ جلد ثانی۔ نکاح۔ باب لا یسدین زینتھن الالبعولتھن ص ۷۸۹۔ ایضاً۔ جلد ثانی۔ طب۔ باب حرق الحصیر لیسید بہ الدم ص ۸۵۲۔ مسلم۔ جلد ثانی۔ جہاد۔ باب غزوہ احد۔ ص ۱۰۷، ترمذی۔ جلد ثانی۔ طب۔ باب التداوی بالرماد ص ۳۰۔ مسند امام احمد۔

فِيهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ

حضور کے منہ میں ہتی ایسا لگتا ہے گویا فتنے کر رہے ہیں۔

(۱۷۹) حدیث یثووص فاه بالسوال

عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَثُوصُ فَاهُ بِالسَّوَالِ ع

رات میں اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے

ایک بار پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ میرے عمال میں کوئی منافق ہے۔ حضرت حذیفہ نے کہا۔ ہاں ایک ہے، فرمایا نام بتاؤ بہت پوچھا مگر حضرت حذیفہ نے نام نہیں بتایا۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عموماً فتنوں کو پوچھا کرتے تاکہ اس سے بچے رہیں۔ ان کے فضائل بہت ہیں جنگ خندق میں ایک رات سخت سردی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا، کوئی ہے، جو دشمن کے کیمپ میں جا کر ان کا حال معلوم کر کے آئے۔ موسم اتنا سخت تھا کہ کوئی نہ بولا۔ حضور نے ان کا نام لے کر پکارا، یہ حاضر ہوئے۔ حکم ہوا کہ دشمن کے کیمپ میں جا کر ان کا حال معلوم کر کے آؤ، مگر ان کو بھڑکانا مت۔ یہ گئے فرماتے ہیں معلوم ہوتا تھا کہ گرم حمام میں ہوں۔ ابوسفیان کو دیکھا، آگ تاپ رہے ہیں تیرکمان میں رکھی چاہا کہ چلاؤں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم یاد آگیا نیز ترکش میں کرلی۔ وہاں حال یہ تھا کہ سخت آندھی کیوجہ سے خیموں کی میخیں اکھڑ گئی تھیں، چو لھے سے دیگیں لٹ اُٹ گئی تھیں۔ گھوڑے میدان میں آوارہ دوڑ رہے تھے۔ ابوسفیان نے اعلان کر دیا۔ قریظہ اور غطفان نے ساتھ چھوڑ دیا موسم کا یہ حال ہے، رسد ختم ہے۔ اب واپس چلنا ہے۔ حضرت حذیفہ نے آکر خوشخبری سنائی۔ سرکار نے انھیں ایک عباڑھا کر سلا دیا صبح تک مزے سے سوتے رہے۔ ہمدان، رے، دینور کو انھوں نے فتح کیا۔ حضرت فاروق اعظم نے کچھ دن ان کو مدائن کا حاکم بھی بنایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بیس دن بعد مدائن ہی میں وصال ہوا ۳۶ھ سنہ وصال ہے۔

عہ مسلم جلد اول طہارت باب السواک ص ۱۲۸، ابوداؤد جلد اول طہارت باب کیف یستاک ص ۷

نسائی جلد اول طہارت باب کیف یستاک ص ۵،

عہ ایضاً جلد اول جمعہ باب السواک یوم الجمعة ص ۱۲۲، ایضاً جلد اول تہجد باب طول الصلوة فی قیام اللیل ص ۱۵۳،

مسلم جلد اول طہارت باب السواک ص ۱۲۸، ابوداؤد جلد اول طہارت باب السواک لمن قام باللیل ص، نسائی جلد اول

طہارت باب السواک اذا قام من اللیل ص ۵، نسائی جلد اول قیام اللیل باب ما یفعل اذا قام من اللیل من السواک ص ۲۴۱

ابن ماجہ طہارت باب السواک ص ۲۵، دارمی وضو ص ۲۰، مسند امام احمد -

ت (۵۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتَ أَتَسْوَاكَ بِسِوَاكَ فَجَاءَنِي رَجُلَانِ

فرمایا میں نے (خواب) دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں کہ میرے پاس دو شخص آئے

شیخ قطب الدین کی تصریح کے مطابق ان سے سنتیں حدیثیں مروی ہیں۔ بارہ متفق علیہ ہیں، آٹھ افراد بخاری سے اور سترہ افراد مسلم سے ہیں۔

مسواک کا حکم | ہر وضو میں مسواک سنت ہے وضو کے علاوہ ان اوقات میں مستحب ہے۔ (۱) ہر نماز کے وقت ،

(۲) تلاوت قرآن مجید کے لئے (۳) سوکراٹھنے کے بعد (۴) منہ میں جب بھی کسی وجہ سے بدبو پیدا ہو جائے اس وقت (۵) جمعہ

کے دن (۶) سونے سے پہلے (۷) کھانے کے بعد (۸) سحر کے وقت۔ ۱۵

مسواک کا طریقہ | مسواک زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہو ایک بالشت سے زائد لمبی مسواک

ہرگز ہرگز نہ رکھیں حدیث میں ہے کہ اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ پیلو، زیتون وغیرہ کی ہو کسی خوشبودار یا پھلدار درخت کی نہ ہو استعمال

سے پہلے مسواک دھو لے۔ داہنے ہاتھ میں لے اس طرح کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے ہو اور بیچ کی تین انگلیاں مسواک کے اوپر اور انگوٹھا

مسواک کے سرے پر رکھے دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہ کرے، پہلے داہنے طرف کے اوپر کے دانتوں میں کرے پھر

بائیں طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر داہنے طرف کے نیچے کے دانتوں میں پھر بائیں طرف کے نیچے کے دانتوں میں۔ فارغ ہونے کے

بعد بھی دھو لے اور کسی محفوظ جگہ کھڑی کر کے رکھے، ریشہ اوپر کی جانب ہو۔ ۱۶

یہ واقعہ خواب کا بھی ہے اور بیداری کا بھی جیسا کہ بیہقی اور مسند امام احمد میں ہے، علامہ نووی نے یہ

تشریحات (۵۴)

تطبیق دی کہ جب بیداری کا واقعہ پیش آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خواب کا

واقعہ بھی بیان فرمایا۔ یہ افادہ فرمانے کے لئے کہ میں نے جو کیا ہے وہ اس لئے کہ خواب میں مجھے اس کا حکم ہو چکا ہے۔ میرا خواب بھی وحی ہے

راویوں میں جس کو قبضہ کیا اور اس نے اتنا بیان کیا۔ اس کی تائید ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جو ام المومنین حضرت

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ خدمت اقدس میں دو شخص حاضر تھے ایک بڑا دوسرا

چھوٹا حضور کی طرف وحی ہوئی کہ مسواک بڑے کو دیں۔ ۱۷

مسائل | (۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عمر میں بڑے ہوں ان کا لحاظ اور پاس رکھنا تعظیم و توقیر کرنی لازم ہے۔

خصوصاً بوڑھوں کی۔ حدیث میں ہے۔

۱۷ عینی ۱۷ بہار شریعت حصہ دوم ۳۷ ابوداؤد جلد اول طہارت باب فی الرجل یستاک بسواک غیرہ ص ۷

أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخِرِ فَنَاولَتْ السَّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا

ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھ سے کب اگیا

فَقِيلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا۔ ع

کہ بڑے کو دے پھر میں نے بڑے کو دی

من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلمہ
اللہ کے اجلال میں بوڑھے مسلمان کی تعظیم ہے۔
(۲) جو بھی مسواک دوسروں کو دینی اور دوسرے کو استعمال کرنی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ دوسرا اسے دھو لے (۳) بڑے کو حق تقدیم اس وقت ہے کہ بیٹھے نہ ہوں اور اگر لوگ بیٹھے ہوں تو حق تقدیم داہنے والوں کو ہے۔

قال ابو عبد الله اختصرة نعیم

ابو عبد اللہ سے امام بخاری مراد ہیں نعیم وہی مشہور جعل ساز ہے۔ جس نے ذاتی عداوت کی بنا پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب جھوٹی حکایات گڑھ گڑھ کر پھیلانی ہیں جس کا ذکر مقدمہ میں ہو چکا ہے۔ میزان میں ہے۔
ان نعما هذا کان یزور حکایات فی ابی حنیفة یہ نعیم وہی ہے جو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جھوٹی حکایات گڑھتا تھا۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ یہ قاضی ابویطع لمخنی تلمیذ حضرت امام کامیروشی تھا کسی جرم میں اسے قید کر دیا۔ اس بخش کی وجہ سے وہ حضرت امام کے پیچھے پڑ گیا۔ اس قسم کے لوگوں کی یہی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو اذیت دینے میں زیادہ لذت پاتے ہیں پھر سوچتے ہیں ان سے انتقام لیا تو کیا بنے گا ان کے بڑے کی خبر لو۔ یہ کذاب حضرت امام کو جہی کہتا تھا۔ حالانکہ مسایر میں ہے کہ حضرت امام نے ”جہم“ سے مناظرہ کیا اور اخیر میں یہ کہہ کر دھتکار دیا ”اے کافر میرے یہاں سے نکل جا“ اسی سے سن سن کر امام بخاری نے بھی ایسی ہی باتیں کی ہیں تعجب ہے کہ حضرت امام بخاری جیسے ناقد متیقظ ثقہ محتاط کیسے اس کی روایت اپنی اس کتاب میں لائے، یہ بھی تاویل نہیں کر سکتے کہ نعیم کی روایت صرف استشاد میں لائے اس لئے کہ اصول میں بھی اس سے روایت موجود ہے۔ دیکھو فضل استقبال القبلة ص ۵۲ کھل جواد کبوتہ“ حق ہے۔
قال عفان۔ اسے تعلیقات میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ عفان امام بخاری کے شیخ ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری نے عفان سے مناولہ سنی ہو مذاکرہ نہ سنی ہو۔ شیخ جب تحدیث کے لئے نہ بیٹھا ہو اور سلسلہ کلام میں کوئی حدیث بیان کرے تو مفاہلت ہے اور جب حدیث بیان کرنے کے لئے بیٹھے اور حدیث بیان کرے وہ مذاکرہ کہلاتا ہے، اس تقدیر پر یہ حدیث متصل ہوگی، اسکا بھی امکان ہے کہ امام بخاری نے اسے کسی اور واسطے سے سنا ہو اور کسی وجہ سے امام بخاری اس کا ذکر پسند نہ کرتے ہوں اس لئے عفان کہہ دیا۔ اس تقدیر پر یہ تعلیق ہوگی۔

عے مسلم جلد اول زہد باب النھی عن المذح اذا کان فیہ افراط ص ۴۱۴

لے ابوداؤد جلد ثانی ادب، باب فی تغزیل الناس مناز لہم ص ۳۰۹

(۱۸۰) حدیث فضل من نام علی الوضوء

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ

وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر آنا چاہو تو پہلے نماز جیسا وضو کر لو پھر

وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْيَمَنِ ثُمَّ قُلْ

داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ پڑھو اے اللہ

اللَّهُمَّ اسْلِمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَالْجَنَاحَاتِ

میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا تجھی کو

تشریحات ۱۸۰
حضرت براء بن عازب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوسى انصاری صحابی ہیں، غزوہ احد میں شریک ہونا چاہا، عمر کم ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ واپس کر دئے گئے سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے پھر اس کے بعد تمام مشاہد میں ہمرکاب اقدس رہے۔ انھوں نے ۲۲ سالہ میں رے فتح کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تستر کے جہاد میں شریک ہوئے۔ حضرت علی کے حامیوں میں تھے۔ تمام معرکے میں ان کے ساتھ رہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں وصال فرمایا کوفے میں ان کے والد ماجد حضرت براء بھی صحابی ہیں ان سے پانچ سو پانچ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بائیس متفق علیہ ہیں اور پندرہ صرف امام بخاری نے چھ تنہا امام مسلم نے روایت کی ہے۔

تکمیل | شیخین نے یہ حدیث مختلف طرق سے روایت کی ہے مگر وضو کا ذکر سوائے اس روایت کے اور کسی میں نہیں کتاب الدعوات باب ما یقول اذا نام میں ہے۔ ایک شخص کو وصیت فرمائی جب تو اپنے بچھونے کا ارادہ کرے۔ وہاں اذا اردت مضجعک ہے۔

اور باب النوم علی الشق الایمن میں ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر جاتے تو داہنی کروٹ پر سوتے۔

وجہ کے معنی ذات کے بھی ہیں۔ اس لئے میں نے اسلمت وجہی کے معنی یہ کئے۔ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا ایسے وجہ کے معنی چہرے کے بھی ہوں گے۔ اب معنی یہ ہوں گے، میں نے اپنا چہرہ تیری طرف جھکا دیا۔ مقصود وہی ہے۔

ظَهَرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجِيَ إِلَّا

پشت پناہ بنایا تیرے ثواب کے شوق اور تیرے عذاب کے ڈر سے تیرے سوا

إِلَيْكَ اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي

کہیں پناہ نہیں کہیں ٹھکانا نہیں اے اللہ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری ہے

أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ

اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے اس کے بعد اگر تو اس رات مرے گا تو فطرت پر مرے گا اور

آخِرَ مَا تَكَلَّمْتُ بِهِ، قَالَ، فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

ان کلمات کو آخری کلام کرو۔ برائے نے کہا۔ میں نے اس دعا کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لوٹایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ، اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي

جب میں نے اللہم آمنت بکتابک الذی انزلت کے بعد یہ کہا

اخیر میں جو تلقین ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و احادیث میں جو دعائیں وارد ہیں ان کو بعینہ و ایسے ہی بلفظ پڑ جائے جیسی وارد ہے، دعاؤں میں کسی لفظ کا بدلنا یا ترتیب الٹا ہرگز نہیں چاہئے ورنہ اس دعا کا جو فائدہ ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح تعداد کی بھی پابندی لازم ہے۔ اس کی مثال تالے کی چابی کی ہے۔ ہر تالے کی مخصوص چابی ہوتی ہے جس میں مخصوص دندانے ہوتے ہیں اس سے وہ تالا کھلیگا اگر چابی کے دندانے چھوٹے بڑے ہو گئے یا کم و بیش ہو گئے تو اس چابی سے وہ تالا ہرگز نہیں کھلے گا۔

فطرت سے کیا مراد ہے | فطرت سے یہاں مراد دین اسلام ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (روم)

تو اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر۔ اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

فطرت کے معنی خلقت کے بھی ہیں جیسا کہ اسی آیت میں فطر الناس آیا۔ اور سنت بھی ہے۔ حدیث میں ہے

خمس من الفطرة پانچ باتیں سنت ہیں۔

مسائل | اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے (۱) سوتے وقت وضو کرنا مستحب ہے ہمارے یہاں یہ بھی شرط ہے اگر با وضو نہ ہو تو (۲) سوتے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد مستحب ہے (۳) یہ یا اس کے علاوہ جو مخصوص عبادتیں احادیث میں آئی ہیں ان کو با مخصوص پڑھنا مستحب ہے (۴) داہنی کروٹ پر سونا سنت ہے اس طرح سونے میں نیند زیادہ غفلت کی نہیں آتی جاگنا آسان ہوتا ہے، اطباء نے لکھا ہے کہ بائیں کروٹ سونا صحت کے لئے مفید ہے اس میں کھانا خوب ہضم ہوتا ہے نیند گہری آتی ہے مگر مسلمان کو سنت ہی پر عمل کرنا لازم ہے۔ اشارہ اللہ اسی میں دین دنیا

أَنْزَلْتُ، قُلْتُ وَرَسُولِكَ قَالَ لَا وَبَنِيكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ عَنْهُ

ورسولک تو حضور نے فرمایا نہیں و بنیک الذی ارسلت -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الغسل

(۱۸۱) حدیث الوضوء قبل الغسل

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ

اُم المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

کی فلاح ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ بعض دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چپ لیٹا کرتے تھے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ دونوں جمع کر لے پہلے تھوڑی دیر چپ لیٹ لے پھر داہنی کروٹ پر لیٹے۔

براعتہ اختتام | امام بخاری ہر کتاب کے اختتام پر ایسی حدیث لاتے ہیں جس سے آخر حیات کی طرف اشارہ ہوتا ہے یہاں حدیث مذکور میں ہے۔ فان مت مت علی الفطرت

النهم ارزقنا حسنه

اس حدیث پر کتاب الوضوء ختم ہوئی اور پہلا پارہ بھی پورا ہوا۔

طہارت بمنزلہ جنس کے ہے۔ اس کی دو نوعیں ہیں۔ طہارت حقیقیہ، طہارت حکمیہ پھر طہارت حکمیہ کی دو قسمیں ہیں طہارت صغریٰ، طہارت کبریٰ۔ وضو طہارت صغریٰ ہے اس کے بیان سے فارغ ہوئے اب طہارت کبریٰ یعنی غسل کو بیان فرما رہے ہیں۔

تشریحات (۱۸۱)
پہلے سے مناسبت

مسائل | (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھونا سنت ہے۔ (۲) وضو کرنا مستحب ہے (۳) غسل کی حقیقت یہ ہے کہ پورے جسم پر پانی بہا دیا جائے۔ حتیٰ کہ بالوں کی جڑوں میں بھی بلکہ بال کی جڑوں کا خصوصیت سے خیال رکھنا لازم ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے۔

پھر پورے جسم پر پانی بہاتے

اس سے معلوم ہوا کہ غسل صحیح ہونے کے لئے پورے جسم پر پانی کا بہہ جانا کافی ہے۔ بدن کا ملنا فرض نہیں جیسا کہ مالکیہ فرماتے ہیں

عہ بخاری جلد ثانی دعوات باب اذابات طاهرا ص ۹۳۳ ایضا جلد ثانی دعوات باب ما یقول اذا نام ص ۹۳۴ ایضا جلد ثانی دعوات باب النوم علی الشق الایمن ص ۹۳۴ مسلم جلد ثانی ذکر باب الدعاء عند النوم ص ۳۴۸ ابوداؤد جلد ثانی الادب۔ باب ما یقوم عند النوم ص ۳۳۲ ترمذی جلد ثانی الدعوات باب فی الدعا اذا اوی الی فواشہ ص ۱۷۵

لہ بخاری

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغَسَلَ

علیہ وسلم جب جنابت سے غسل فرماتے تو سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو دھوتے

يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ

پھر نماز جیسا وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان کے ذریعہ بالوں کی جڑوں

بِهَا أَصُولَ الشَّعْرِ، ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرْفٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ

میں پانی پہنچاتے۔ پھر تین چلو پانی اپنے سر پر بہاتے

يُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جُلْدِهِ كُلِّهِ

پورے جسم پر پانی بہاتے

(۱۸۲) حَدِيثُ، كَيْفِيَّةُ غَسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ

عَنْ مِمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ

۱۲۱ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ

نماز جیسا وضو کیا سوائے اس کے

تشریحات (۱۸۲)
یکمیل

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے ان سب کو اکٹھا کرنے کے بعد پوری حدیث یہ ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حضرت میمونہ نے پانی رکھا اور پردہ کر کے کھڑی ہو گئیں۔ سب سے پہلے حضور نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنا عضو تناسل اور جہاں نجاست لگی تھی دھویا پھر ہاتھ کو دیوار پر ملا اور دھویا پھر وضو فرمایا مگر پاؤں نہیں دھویا پھر چلو بھر کر تین چلو سر پر پانی ڈال کر پورے جسم پر پانی بہایا پھر وہاں سے ہٹ کر پاؤں دھوئے، میں نے رومال پیش کیا تو نہیں لیا ہاتھ جھٹکنے لگے۔

اگر غسل ایسی جگہ کر رہا ہو جہاں پانی جمع رہتا ہے تو ابتداء میں جب وضو کرے تو پاؤں نہ دھوئے غسل سے نایغ ہونے

عہ ایضا باب هل يدخل الجنب يده في الاناء الخ ص ۴۰ - باب تخليل الشعر حتى ظن انه قد اروى بشرته

افاض عليه ص ۴۱ - مسلم جلد اول طهارت باب صفة الغسل من الجنابة ص ۱۴۷ - ابوداؤد جلد اول طهارت

باب الغسل من الجنابة ص ۳۲ - نسائی جلد اول طهارت باب ذكر وضوء الجنب قبل الغسل ص ۴۹ - ترمذی جلد اول طهارت

باب ماجاء في الغسل من الجنابة ص ۱۵ - ابن ماجه جلد اول طهارت باب ماجاء في غسل الجنابة ص ۴۳ -

رَجُلِيهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَفَا ضَ

پاؤں نہیں دھویا۔ اور اپنی شرمگاہ اور جہاں نجاست لگی تھی دھوئی۔ پھر پورے

عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَى رَجُلِيهِ فَغَسَلَ مِمَّا هَذَا غُسْلُهُ مِنْ

بدن پر پانی بہایا اس کے بعد دونوں پاؤں کو ہٹایا اور دونوں کو دھویا۔ یہ

الْجَنَابَةُ ع

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنابت سے غسل ہے

(۱۸۳) حدیث الغسل من فرق

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں اور

کے بعد دھوئے اور اگر وہاں پانی جمع نہ رہتا ہو تو وضو ہی کے ساتھ پاؤں بھی دھوئے پہلی صورت میں پاؤں اسلئے نہیں دھوئے جائیں گے کہ دھونا بیکار ہوگا جب پانی جمع ہے تو پھر پاؤں آلودہ ہو جائے گا۔

مسائل | اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے (۱) غسل کرنے میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے (۲) شرمگاہ اور جہاں جہاں نجاست لگی ہو دھوئے (۳) ہاتھ میں جب بھی نجاست لگے تو اسے مٹی سے ملکر دھوئے۔ یہاں تین روایات ہیں ایک یہ کہ دیوار پر ہاتھ ملا، ایک یہ ہے کہ زمین پر ملا ایک یہ ہے کہ مٹی سے ملا۔ سب کا حاصل ایک ہے (۴) غسل میں وضو سنت ہو، پردے کے اندر ننگے نہانے میں کوئی حرج نہیں (۵) حضور نے رومال قبول نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نہانے کے بعد رومال یا تولیہ سے بدن پوچھنا ممنوع ہے مگر حقیقت میں ممانعت نہیں۔ کبھی گرمی کی وجہ سے جی یہ چاہتا ہے کہ سر بھیگا رہے بدن کا پانی بدن ہی میں جذب ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رومال نہ لینا اسی خیال سے ہے۔ اسلئے کہ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عذیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے بدن پوچھا کرتے تھے (۶) سر اور داڑھی کے بالوں کا خلال کرنا جیسا کہ تصریح ہے کان میخلل اصول شعرة۔ (۷) پورے جسم پر تین بار پانی بہانا۔

تشریحات (۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر سادات اہلبیت اور اجلہ تابعین میں ہیں
حضرت امام زین العابدین امام زہری نے فرمایا کہ کسی قرشی کو ان سے افضل نہیں دیکھا۔ حضرت علی

عہ بخاری جلد اول غسل، باب الغسل مرة واحدة ص ۳۹ ایضا جلد اول غسل باب المضمضة والاستنشاق فی الجنابة ص ۴۰ ایضا جلد اول غسل باب مسح اليد بالتراب لیکون انقی ص ۴۰ ایضا جلد اول غسل باب من افترغ بيمينه علی شماله ص ۴۰ ایضا تفريق الغسل والوضوء ص ۴۰ ایضا من توضا فی الجنابة ثم غسل سائر جہتہ ص ۴۱ ایضا نفی البدن من غسل الجنابة ص ۴۱ ایضا من اغتسل عربا نادر حدة فی الخلوة ص ۴۲ مسلم جلد اول غسل باب صفة الغسل ص ۴۲ ابوداؤد جلد اول غسل باب غسل الجنابة ص ۳۲ نسائی جلد اول طہارت باب غسل الرجلین فی غیر المكان الذی یغتسل فیہ ص ۴۹ ترمذی جلد اول طہارت باب ما جاء فی غسل الجنابة ص ۱۵ ابن ماجہ جلد اول طہارت باب ما جاء فی غسل الجنابة ص ۴۳

وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنْاءٍ وَاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے جس کو فرق

يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ عه

کہتے ہیں نہایا کرتے تھے۔

(۱۸۴) حَدِيثُ الْغَسَلِ مِنْ صَاعٍ

سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت ام المومنین کے ایک (رضائی) بھائی ان کی خدمت میں

فَسَأَلَهَا أَخُوهَا عَنْ غَسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حاضر ہوئے۔ اُس نے اُن سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل کیسے

وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِإِنْاءٍ نَحْوِ مِائَةِ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ

فرماتے تھے۔ تو ام المومنین نے ایک صاع کے قریب ایک برتن منگایا اور غسل فرمایا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں ۵۸ سال کی عمر پاکر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں اپنے عم مکرم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سلاطین عثمانیہ نے اہل بیت کے تمام مزارات پر ایک عالیشان قبہ بنوا دیا تھا جو قبہ عباس کے نام سے مشہور تھا، ابن سعود نجدی نے اپنے تغلب کے بعد قبہ کو ڈھا دیا اور تمام مزارات کو توڑ کر کھنڈر کر دیا۔

واقعہ کربلا کے وقت تقریباً چوبیس سال کے تھے بیماری کی وجہ سے بچ گئے بعض ظالموں نے شہید کرنا چاہا تو ابن سعد نے سختی سے روک دیا۔ ان کے بڑے بھائی حضرت علی اکبر شہید وہیں شہید ہوئے۔ لے مشہور یہ ہے کہ ایران کے اخیر تاجدار یزدجرد کی بیٹی شہربانو کے بطن سے ہیں۔ بعض مورخین نے اس کا سختی سے انکار کیا ہے والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

حدیث ۱۸۵ میں سائل حضرت محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حضرت حسن ہیں جیسا کہ بخاری میں اس کے بعد والی روایت میں تصریح ہے۔ حضرت جابر نے امامت اس لئے کی کہ یہی ان سب میں زیادہ علم والے اور سب سے

عہ مسلم جلد اول حیض باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۴۸ ابوداؤد جلد اول طہارت باب مقدار الماء الذی یجزی بہ الفصل ص ۳۱ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یمکن فی بہ الرجل من الماء للغسل ص ۴۶ دارمی وضوء ص ۶۸ موطاء امام مالک طہارت ص ۶۸ مسند امام احمد لے البدایہ والنہایہ واکمال۔

عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَهُمَا حَبَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَزِيدُ بْنُ

اور اپنے سر پر پانی بہایا ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یزید بن

هَارُونَ وَبَهْرُ وَالْجَدِّي عَنْ شُعْبَةَ قَدَرِ صَاعٍ عه

ہارون اور بہز اور مجدی نے شعبہ سے مخوم صاع کے بجائے قدر صاع روایت کیا۔

(۱۸۵) حَدِيثُ اَيْضًا - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ

ہم سے ابو جعفر حضرت امام باقر نے حدیث بیان کی یہ اور ان کے والد

بْنِ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ أَبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَاءَ لَوْ هُ عَنِ الْغُسْلِ

(امام زین العابدین) حضرت جابر کے گھر تھے اور وہاں اور لوگ بھی تھے لوگوں نے

فَقَالَ يَكْفِيكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِينِي، فَقَالَ جَابِرُ كَانَ

ان سے غسل کے بالے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا غسل کیلئے ایک صاع پانی کافی ہے اس پر کسی نے کہا مجھے کافی نہ

يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْ فِي مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرًا مِنْكَ ثُمَّ آمَنَّا فِي ثَوْبٍ عه

ہو گا تو حضرت جابر نے فرمایا اتنا پانی اس ذات کیلئے کافی ہوتا تھا جسکے بال اتنے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے اور حضرت جابر نے

صرف ایک کپڑا پہنے ہوئے ہماری امامت کی۔

افضل بھی تھے کہ یہ صحابی تھے۔ یا اس بنا پر کہ یہ ان کا گھر تھا۔ ایک کپڑے میں نماز پڑھا کر یہ بتایا کہ نماز کے لئے دو یا اس سے
زائد کپڑوں کی شرط نہیں، صرف بدن کے ان حصوں کا چھپانا ضروری ہے جنہیں نماز میں چھپانے کا حکم ہے۔

صاع اور فرق کی پوری تحقیق و تفصیل حدیث ۱۲۶ میں گذر چکی۔ وہیں یہ بھی بیان کیا گیا کہ حدیث ۱۷۳ میں حضرت
ام المومنین کی مراد یہ ہے کہ باری باری کے بعد دیگرے میں بھی اسی برتن سے نہالیتی اور حضور بھی۔ اس حدیث میں
اخوہا سے مراد رضائی بھائی ہیں جیسا کہ مسلم شریف اور نسائی شریف کی حدیث میں تصریح ہے انکا نام غالباً
عبد اللہ بن یزید ہے لہ

حضرت ام المومنین، ابوسلمہ کی رضاعی خالہ تھیں۔ ابوسلمہ نے ام المومنین کی بہن، ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق
کا دودھ پیا تھا۔ یہ دونوں محرم تھے اس لئے حضرت ام المومنین اتنا پردہ کر کے کہ صرف سر نظر آ رہا تھا۔ بقیہ جسم
پردے میں تھا، غسل کر کے بتایا۔ علی تعلیم بہ نسبت قول کے زیادہ دلنشین ہوتی ہے، صحابہ کرام کا اکثر یہ دستور تھا
کہ جب کوئی پوچھتا تو عمل کر کے بتا دیتے۔

عہ مسلم جلد اول حیض۔ باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۳۸ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی
یکتفی به الرجل من الماء للغسل ص ۲۶۔ مسند امام احمد۔

عہ بخاری جلد اول غسل، اسی باب میں دو اور طریقے سے۔ نسائی جلد اول غسل، باب ذکر القدر الذی یکتفی به الرجل من الماء للغسل ص ۲۶
لہ تیسیر القاری الجزء الثاني ص ۱۰۶،

(۱۸۶) حدیث غسل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومیمونة من اناء واحد

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِيمُونَةَ كَأَنَّا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

اور میمونہ ایک ہی برتن سے غسل کرتی تھیں امام بخاری نے کہا

كَانَ ابْنُ عِيْنَةَ يَقُولُ أَحْيَرًا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مِيمُونَةَ وَالصَّيْحُ

کہ سفیان بن عیینہ ابخر عمریں عن ابن عباس عن ميمونة كمن لگے تھے

مَا رَوَى أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ

صحیح وہی ہے جو ابو نعیم نے روایت کیا۔

(۱۸۷) حدیث افاضة الماء على الراس ثلثا

حَدَّثَنِي جَبْرِ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات (۱۸۶) امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا تھا الغسل من صاع ونحوہ۔ ایک صاع یا اس کے

قریب قریب کسی برتن سے غسل کرنا۔ اس حدیث کو باب کیا مطابقت ہے؟ وہ سب پر ظاہر ہے، علامہ کرمانی اور علامہ

عسقلانی نے مطابقت پیدا کرنے کی بہت کوشش کی اور حق علامہ عینی کے ساتھ ہے کہ اس حدیث کو باب کوئی مطابقت نہیں

یہ حدیث سفیان بن عیینہ سے دو طرح مروی ہے۔ عن ابن عباس عن ميمونة۔ اور عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ومیمونة۔ پہلی صورت میں یہ حدیث مسانید میمونہ میں ہوگی اور دوسری صورت میں مسانید ابن

عباس میں سے ہوگی۔ اسلئے ضرورت پڑی کہ امام بخاری یہ فیصلہ دیں کہ ان دونوں میں صحیح کون ہے۔ فرمایا صحیح وہی ہے جو

ابو نعیم نے روایت کیا جسے ہم نے متن میں درج کیا ہے۔ یعنی دوسری صورت کہ یہ مسانید ابن عباس سے ہے۔

تشریحات (۱۸۷)

سلیمان بن صرد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ بنی خزاعة کے فرد ہیں۔ ان کا نام جاہلیت میں یسار تھا۔ حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھ دیا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ

عہ مسلم جلد اول حیض۔ باب قدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۴۸، نسائی جلد اول غسل

باب ذکر اغتسال الرجل والمرأة من نساءه من اناء واحد ص ۴۷، ابن ماجہ طہارت، باب الرجل

والمرأة یغتسلان من اناء واحد ص ۳۱۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأَفِضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ

اور اپنے

میں اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتا ہوں

فرمایا

كَلَّتِيْهُمَا ع

دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا

تعالیٰ عنہ کے حکم سے کوفہ بسایا جانے لگا تو پہلے پہل جو لوگ کوفہ میں جا کر آباد ہوئے ان میں یہ بھی تھے۔ بنی خزاعہ کے محلے میں گھر بنایا۔ اپنی قوم میں بہت ہر دلغزیاور مقبول تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص مجاہدین میں تھے صفین کے خونی معرکہ میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے۔ جوشن کو انھوں نے مارا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر کوفہ بلانے والوں میں یہ بھی تھے، مگر عین موقع پر گھر بیٹھے رہے۔ شہادت کے بعد احساس ہوا اب پھپھٹائے مگر اب کیا ہوتا ہے، پھر یہ اور مسیب بن نجیبہ نے انتقام حسین کی تحریک چلائی اور اپنا نام تو این رکھا اور حضرت سلیمان بن صرد کو امیر بن کر چار ہزار لشکر اکٹھا کر کے ابن زیاد کے مقابلے کیلئے نکلے۔ یہ قصہ پہلی ربیع الآخر ۶۱ھ کا ہے۔ ادھر سے ابن زیاد نے اپنا لشکر بھیجا مقام عین التمر پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ سلیمان بن صرد اور مسیب دونوں مارے گئے۔ ان کے سرمروان کے پاس بھیجے گئے۔ شہادت کے وقت انکی عمر تیرانوے سال تھی۔ انھیں یزید بن حسین بن میر نے تیرے شہید کیا تھا۔

حضرت جبر بن مطعم | رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی نوفل کے چشم و چراغ تھے ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان کے والد مطعم

بن عدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہت مہربان تھے، حضرت جبر بن مطعم صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مابین ایمان لائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بدر کے بعد قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں آئے تھے۔ نماز مغرب یا عشاء میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہان اقدس سے سورہ طور سنی تو دل لرز اٹھا اور ایمان کی پہلی کرن پھوٹی۔ قیدیوں کی سفارش پر فرمایا۔ اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور ان کے بارے میں سفارش کرتے تو ضرور انکو چھوڑ دیتا۔

قریش کے بہت ماہر انساجھے، زمانہ معاویہ میں مدینہ طیبہ ہی میں وصال ہوا ۹۷ھ تا ۹۹ھ سن وصال ہے۔

تکمیل | مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور غسل کے بارے میں کچھ لوگ لڑ پڑے یہ کہنے لگے میں تو اپنے سر کے ساتھ ایسا کرتا ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

عہ مسلم جلد اول طہارت، باب استنجاب افاضۃ الماء علی الرأس ثلاثا ص ۱۴۹۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب فی الغسل من الجنابة ص ۳۲۔ نسائی جلد اول غسل باب ذکر ما یکنفی الجنب من افاضات الماء علی راسه ص ۲۹ ابن ماجہ طہارت باب فی الغسل من الجنابة ص ۲۲

(۱۸۸) حدیث۔ افاضۃ الماء علی سائر الجسد ثلثا

حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ لِي جَابِرٌ أَتَانِي ابْنُ عَمِيكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ

حضرت ابو جعفر یعنی امام باقر نے فرمایا کہ مجھے جابر نے بیان کیا کہ میرے پاس آپ کے چچا کے لڑکے آئے

بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ

ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی۔ اور پوچھا جنابت سے غسل کیسے کیا جائے؟ تو میں نے کہا کہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثَ أَكْفٍ فَيُفِيضُهَا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین چلو پانی لیتے اور اسے اپنے سر پر ڈالتے

عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ

اپنے پورے جسم پر اس پر حسن نے مجھ سے کہا میں بہت زیادہ

كَثِيرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ شَعْرًا

بال والا انسان ہوں۔ میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے زیادہ بال والے تھے

(۱۸۹) حدیث افاضۃ الماء علی الراس

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

سَأَلَ

اس حدیث سے یہ سائل اخذ کئے گئے۔ غسل میں تین بار پورے جسم پر پانی بہانا سنت ہے حدیث

میں اگرچہ صرف سر پر تین بار پانی بہانے کا ذکر ہے۔ مگر اسی پر قیاس کر کے پورے جسم پر تین بار پانی بہانے کو مسنون کہا گیا ہے۔

تشریح (۱۸۸) یہ حدیث ۱۸۵ ہی ہے تھوڑے تغیر اور الفاظ کے اختلاف کیساتھ یہ حدیث اخاف کے مسلک پر نص ہے کہ سر کی طرح پورے جسم پر تین بار پانی بہانا مسنون ہے۔

تشریحات (۱۸۹)

حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا ایک وقت کا دودھ آجائے اور مطلقاً ہر دودھ کے

برتن کو بھی کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ برتن ایک بالشت کچھ کم لمبا چوڑا ہوتا ہے۔ امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے من بدع

بالحلاب او الطیب عند الغسل۔ جس نے حلاب یا خوشبو سے غسل شروع کیا۔ طیب کا استعمال باب میں ذکر کی ہوئی کسی حدیث سے نہیں ثابت ہوتا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ الْحَلَابِ فَآخَذَ

علیہ وسلم جب جنابت سے غسل کرتے تو حلاب کے مثل کوئی برتن منگاتے پھر اسے اپنے

بکفہ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْإِیْمَنِ ثُمَّ الْإِیْسَرِ فَقَالَ بِهَمَا عَلٰی وَسْطِ رَأْسِهِ

ہاتھیں لیتے اور سر کی دائیں جانب سے شروع فرماتے پھر بائیں جانب ڈالتے پھر دونوں ہاتھ سے بیچ سر کو ملتے عہ

اس پر شرح نے موافقت و مخالفت میں بہت نکتہ آفرینیاں کی ہیں جو اس کی سیر کرنا چاہے وہ بخاری کی شرحیں مطالعہ کرے۔

لیکن شارحین کی ان سب ابحاث کی بنیاد اس پر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلاب منگاتے اور اسی سے نہاتے۔ اس وقت درست ہوتا جب حدیث میں — دعا بالحلاب — ہوتا — مگر جبکہ حدیث میں یہ ہے — دعا بشی نحو الحلاب — یعنی حلاب جیسا کوئی برتن منگاتے تو اب ان ابحاث کی گنجائش نہ رہی — اس لئے کہ نکتہ آفرینی کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ ”حلاب“ دودھ کے برتن میں ہو ہوتی ہے، اور جب اس میں پانی رکھا جائے گا تو بڑا پانی میں آجائے گی۔ مگر مگر جب حدیث میں یہ ہے — کہ حلاب جیسا برتن منگاتے تو اس کی گنجائش نہ رہی — اب دو مطلب ظاہر ہے — ایک یہ کہ — اخذ کا مفعول محذوف شی — کو مانا جائے تو معنی یہ ہوں گے — کہ اس چیز کو اپنے ہاتھ میں لیتے اور مشک وغیرہ یا کسی اور بڑے برتن میں سے اس چیز سے پانی لیتے — جیسے آجکل بالٹی میں پانی بھر لیا جاتا ہے — اور لکھ وغیرہ سے نکال نکال کر نہایا جاتا ہے — دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اخذ کا مفعول ”ماء“ کو محذوف مانا جائے جس پر قرینہ حالیہ دلالت کرتا ہے — تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے ہاتھ سے پانی اس چیز میں سے لے کر نہاتے — پہلا احتمال ظاہر ہے — بعض شارحین نے یہ لکھا ہے کہ ”حلاب“ گلاب کا معرب جلاب تھا اور بدل کر ”حلاب“ ہو گیا — یہ احتمال اس قابل بھی نہیں کہ اس کو لکھا جاتا مگر ناظرین کی معلومات کے لئے ہم نے لکھ دیا۔

قال کے معنی یہاں ملنے کے ہیں۔ قال تقریباً افعال عامہ سے ہے۔ اپنے مفعول کے اعتبار سے اس کے معانی بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً قال بیدہ — ہاتھ سے پکڑا — قال برجلہ — پیدل چلا — وغیرہ وغیرہ۔

عہ مسلم جلد اول - حیض - باب صفة غسل الجنابة ص ۱۲۷

ابوداؤد - طہارت - باب فی الغسل من الجنابة ص ۳۲

ت (۵۵) وَأَدْخَلَ ابْنَ عُمَرَ وَبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهْوَرِ

حضرت ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بغیر دھلا ہاتھ پانی میں ڈالا پھر

وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ عَه

اس سے وضو کیا

ت (۵۶) وَلَمْ يَرِ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ بِأَسَابِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم، جنابت کی حالت میں نہانے سے جو پھینٹیں پڑتیں

غَسَلَ الْجَنَابَةَ عَه

اس سے کچھ حرج نہیں جانتے

تشریحات (۵۵) (۵۶) یہاں امام بخاری یدہ میں واحد کی ضمیر لائے ہیں اور بعد میں ”توضاً واحد“

کا صیغہ لائے ہیں۔ حالانکہ مراد ان کی یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور براء بن عازب دونوں اپنا اپنا ہاتھ بغیر دھوے پانی میں ڈالتے اور دونوں وضو کرتے۔ امام بخاری کو یدہما تشبیہ کی ضمیر لانی ضرور تھی۔ اور توضاً، تشبیہ کا صیغہ لازم تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بتاویل کل واحد، واحد کی ضمیر اور واحد کا صیغہ لائے ہیں۔

باب کا فائدہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ محدث یا جنبی اگر دھوے بغیر برتن میں ہاتھ ڈال دے تو پانی ظاہر بھی رہتا ہے اور مطہر بھی۔ یہ احناف کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احناف کا مسلک مفتی بہ یہ ہے کہ محدث یا جنبی اگر بغیر دھوے ہاتھ پانی میں ڈال دے گا تو پانی مستعمل ہو جائے گا، جو طاهر ہے مگر مطہر نہیں۔ احناف کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول۔ ابن ابی شیبہ میں یہ ہے کہ اگر کوئی جنابت کی حالت میں چلو سے پانی لے گا تو پانی نجس ہو جائیگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول و فعل کو تعارض سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ”بخاری“ کے اس اثر میں حالت جنابت مستثنیٰ ہو۔ رہ گیا حدث کی حالت میں ہاتھ ڈالنے کا معاملہ تو اس اثر میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ حالت حدث میں ایسا کرتے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ ایسی حالت کا ہو جب یہ حضرات وضو پر وضو کرتے ہوں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ یہ ایسے وقت کا قصہ ہو جب پانی بڑے برتن میں ہو جسے اوندھا کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی چھوٹا برتن نہ رہا ہو جس سے پانی لیتے۔ ایسی صورت میں ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ پہلے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پانی لے کر داہنے ہاتھ کو دھوئے، پھر دہنے ہاتھ سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کو دھوئے۔ اس اثر میں ”یدہ“ واحد کا صیغہ اسی کی طرف مشعر ہے۔ پھر یہ صحابی کا فعل ہے اور حدیث ۱۱۹ میں ہے کہ فرمایا

حدیث (۱۹۰) اغتسل انا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اناء واحد

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ اُغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِناءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا فِيْهِ عه

علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے ہم اپنے ہاتھ کے بعد دیگر اس برتن میں ڈالتے

(۱۹۱) غُسل الیدین فی الغسل عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُغْتَسِلَ مِنْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنابت سے

الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ عه

غسل فرمانا چاہتے تو اپنے ہاتھ کو دھو لیتے

”جب تم سو کر اٹھو تو برتن میں ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو دھو لو“

فلیغسل یدہ میں امر ہے اور امر میں اصل وجوب ہے۔ وجوب اس کی دلیل ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنا ممنوع ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ اس وقت برتن میں ہاتھ ڈالنا گناہ ہے لامحالہ اس کا محمل یہ ہے کہ لائق وضو و غسل نہیں۔ نجس کہہ نہیں سکتے اسلئے کہ پانی پاک تھا اور ہاتھ کا نجس ہونا یقینی نہیں۔ شک سے نجاست ثابت نہیں ہوگی تو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ پانی تو پاک ہے مگر وضو و غسل کے لائق نہیں یہی معنی ہیں ”ظاہر غیر مطہر“ کے۔ حدیث صحیح کے معارض، صحابی کا عمل نہیں ہو سکتا اس لئے اس اثر کو مذکورہ دونوں محملوں میں سے ایک پر حمل کرنا لازم ہوگا۔ رہ گئی دوسری تعلیق یہ ہمارے مذہب کے قطعاً معارض نہیں۔ غسل جنابت کے وقت جو چھینٹیں اڑتی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ ماز مستعمل ہوں گی اور ہم ماز مستعمل کو پاک مانتے ہیں ناپاک نہیں مانتے کہ اگر وہ پانی میں پڑ جائے تو پانی ناپاک ہو جائے۔

تشریحات (۱۹۰) بخاری، باب تحلیل الشعر حتی اذا ظن انه قد اروی بشرته افاض علیہ میں ط ۲ بر بھی یہ حدیث تھوڑے سے تغیر اور کچھ زیادتی کے ساتھ مذکور ہے، اس کے علاوہ ابوداؤد میں بھی

عہ مسلم جلد اول، حیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة ص ۱۳۸، ابوداؤد جلد اول، طہارت باب الوضوء بفضل المرأة ص ۱۱، ابن ماجہ۔ طہارت، باب الرجل والمرأة یغتسلان من اناء واحد ص ۳۱ مسند امام احمد۔ عہ ایضاً غسل۔ باب تحلیل الشعر حتی اذا ظن انه قد اروی بشرته افاض علیہ ص ۴۱، ایضاً غسل الوضوء قبل الغسل ص ۳۹، ابوداؤد جلد اول طہارت، باب الغسل من الجنابة ص ۳۲۔

(۱۹۲) **حديث** اغتسال المرأة مع زوجها **عن عائشة رضي الله تعالى**
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

عنها قالت كنت اغتسل أنا والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم
فرمایا میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے

من اناء واحد من جنابة وعن عبد الرحمن بن القاسم عن
غسل جنابت کرتے تھے۔

أبيه عن عائشة مثله

(۱۹۳) **حلیث ایضاً** سمعت انس ابن مالك رضي الله تعالى عنه
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ

يقول كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی عورتوں میں

کچھ تغیر کے ساتھ ہے۔ بخاری میں دونوں جگہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ یہاں پر تصریح نہیں کہ غسل کی ابتداء میں کہ وسط میں کہ انتہا میں، مگر ابوداؤد میں صاف صاف تصریح ہے کہ غسل کی ابتداء ہاتھ دھونے سے فرماتے بلکہ خود بخاری باب الوضوء قبل الغسل میں ۲ پر تصریح ہے کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر وضو فرماتے۔

امام بخاری نے ان احادیث پر یہ باب باندھا ہے
”جنی کے ہاتھ پر اگر کوئی نجاست، جنابت کے علاوہ نہ ہو تو کیا وہ دھوئے بغیر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال سکتا ہے؟“

تشریحات (۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳)
باب کی توضیح

باب تو امام بخاری نے سوال کے انداز میں قائم کیا ہے۔ مگر جو آثار و احادیث لائے ہیں، ان سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جنی بغیر دھوئے برتن میں ہاتھ ڈال دے، اس سے نہ پانی ناپاک ہوگا نہ سمیں کوئی ایسا فساد پیدا ہوگا کہ اس سے وضو یا غسل نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ جنابت نجاست حسی اور حقیقی نہیں بلکہ معنوی اور حکمی ہے۔ ابھی گزرا کہ یہ احناف کے مذہب کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر محدث یا جنی دھوئے بغیر اپنا ہاتھ پانی میں ڈالے گا تو ”پانی“ مستعمل ہو جائیگا جو طاهر تو ہے مگر مطہر نہیں۔ یہاں بھی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان احادیث سے ”امام بخاری کا مقصد“ ثابت نہیں ہوتا۔

نِسَائِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ

سے ایک عورت ایک ہی برتن سے غسل کرتیں مسلم اور وہب ابن جریر نے روایت

عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ

شعبہ یہ زیادہ کیا کہ جنابت سے۔

باب کے ثبوت کی صورت صرف یہ ہے کہ چونکہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاتھ برتن میں یکے بعد دیگرے پڑتے، اور چونکہ غسل جب تک پورا نہ ہو جنابت دور نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں، پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہماری عرض یہ ہے کہ اگر یہ ثابت نہ ہوتا کہ نہانے سے پہلے ہاتھ دھو لیتے تھے تو ضرور باب ثابت ہو جاتا مگر ابھی حدیث ۱۹۰ میں گذرا۔

اذا اغتسل من الجنابة غسل يده۔ جب غسل جنابت کرنا چاہتے تو اپنا ہاتھ دھو لیتے۔ اس مختصر حدیث کی جو تفصیل خود بخاری اور ابوداؤد کے حوالے سے ہم نے لکھی اس میں تصریح ہے کہ ابتداءً ہاتھ دھوئے جب یہ ثابت ہے کہ غسل کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لیتے تو ہاتھ پر جو جنابت ہوتی وہ دور ہو جاتی۔ اس کے بعد برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پانی پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اس پر صاحب ایضاح البخاری کا یہ کہنا کہ غسل کے پہلے ہاتھ دھونے سے بھی ہاتھ کی جنابت نہیں دور ہوتی اسلئے کہ نجاست غیر متجزی ہے۔ طفل تسلی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جنابت میں تجزی نہیں، اس معنی اگر کہ جب طاری ہوگی تو پورے جسم پر طاری ہوگی، ایسا نہیں کہ بعض اجزاء پر طاری ہو بعض پر نہ طاری ہو لیکن ازالے میں ضرور تجزی ہے۔ جنابت کے بعد جن اعضا پر پانی بہہ جائے گا ان سب کی جنابت دور ہوتی جائے گی۔ اگر اس کو تسلیم نہ کریں تو لازم کہ جنابت دور ہونے کی سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ جنبی پانی میں غوطہ لگائے۔ اس لئے کہ غوطہ لگانا ہی ایک ایسی صورت ہے کہ جس سے پورے جسم پر بیک وقت پانی پہنچے، اور کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی سے جب غسل کریں گے تو پھر کوئی صورت نہیں کہ بیک وقت پورے جسم پر پانی پہنچ سکے۔ یقیناً بعض اعضا پر پہلے اور بعض پر بعد میں پانی پہنچے گا۔ مثلاً آپ نے سر پر پانی ڈالا۔ آپ کتنا ہی پانی ڈالیں کسی طرح پورے جسم پر بیک وقت نہیں پہنچے گا۔ تو اگر یہ قول کیا جائے کہ ازالے کے اعتبار سے بھی جنابت میں تجزی نہیں تو اس صورت میں غسل ہی نہ ہوگا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ دور ہونے کے اعتبار سے جنابت میں تجزی ہے۔ یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ اعضا کی جنابت پہلے دور ہو اور کچھ کی بعد میں۔ بناءً علیہ جب ہاتھ دھو لیا تو ہاتھ کی جنابت دور ہوگئی، اب اسے برتن میں ڈالنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حدیث (۱۹۲) کی متابعت میں امام بخاری نے فرمایا:۔ وعن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه عن عائشة مثله۔ یہ حدیث مذکور کی سند "عن ابی بکر بن حفص عن عروۃ پر معطوف ہے۔ مراد یہ ہے کہ شعبہ نے اس حدیث کو حضرت ام المومنین سے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک عن ابی بکر بن حفص عن عروۃ اور

(۵۷) وَيُذَكِّرُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، أَنَّهُ غَسَلَ

ت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل مذکور ہے کہ انھوں نے دوسرے اعضاء وضو

قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَتْ وَضُوءُهُ

کے سوکھ جانے کے بعد پاؤں دھو یا۔

دوسری عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه کے ساتھ۔

حدیث (۱۹۳) کے بعد ہے زاد مسلم و وہب عن شعبۃ من الجنابة۔ یہ مسلم بن ابراہیم
الازدی ہیں، امام مسلم صحیح مسلم کے مصنف نہیں۔ اور یہ وہب و وہب بن جریر ہیں۔ وہب بن منبہ نہیں مطلب
یہ ہے کہ شعبہ سے جو روایت بطریق ابوالولید ہے اس میں من الجنابة نہیں۔ مگر شعبہ ہی سے یہی حدیث بطریق مسلم
اور وہب مروی ہے، اس میں ”من الجنابة“ مذکور ہے۔

پہلی حدیث میں صرف غسل کا ذکر ہے، یہ مذکور نہیں کہ یہ غسل جنابت تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ غسل
تبرید یا تنطیف کے لئے رہا ہو۔ اس لئے اس سے باب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو امام بخاری نے تیسری حدیث ذکر کی
جس میں ”من الجنابة“ کی تصریح ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ام المومنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہا غسل جنابت بھی ایک ہی برتن سے فرماتے،

علامہ عینی نے یہاں فرمایا کہ اس تعلیق کو صیغہ تملیض یعنی مجہول کے ساتھ ذکر کیا جو ضعف کی
تشریح (۵۷) جانب مشعر ہے۔ حالانکہ یہ تعلیق بسند متصل و صحیح بہقی نے ذکر کی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اکثر جگہ صیغہ تملیض سے ضعف کی طرف اشارہ ہے مگر اس پر کلیتہً التزام نہیں کہیں کہیں صحیح و متصل
احادیث کو ”تعلیقاً“ صیغہ مجہول سے ذکر فرمایا۔ جس کی تفصیل مقدمہ میں گزر چکی۔ علاوہ ازیں امام بہقی نے سند متصل کے
ساتھ جو ذکر کیا ہے اس میں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں بلکہ موزوں پر مسح کا ذکر ہے۔

اس تعلیق کے ذکر سے امام بخاری قدس سرہ کا مقصود یہ ہے کہ وضو میں اور اسی کے مثل غسل میں موالاة فرض
نہیں کہ یکے بعد دیگر بلاتاً خیر اور بلا فصل اعضاء کو دھویا جائے۔ اعضاء کے دھونے میں اگر تاخیر ہو جائے تو خواہ کتنی ہی تاخیر
ہو جائے وضو اور غسل میں کوئی خلل نہیں پڑے گا، البتہ امام مالک موالاة فرض مانتے ہیں۔

بہقی نے معرفت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر نے بازار میں وضو
کیا اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اپنے سر پر مسح کیا اس کے بعد نماز جنازہ کے لئے بلائے گئے تو مسجد میں گئے اس وقت
اپنے موزوں پر مسح کیا اس کے بعد نماز پڑھی لے

مگر اصل مقصد پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے:-

(۱۹۴) عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُنْتَشِرٍ رَوَيْتُ عَنْ اَبِيهِ قَالَ

ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، كُنْتُ

حضرت عائشہ سے کہی تو انھوں نے فرمایا اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے

”تفريق الوضوء والغسل:- وضوء اور غسل کرنے میں اعضا دھونے میں فصل کرنا“

یعنی یہ ضروری نہیں کہ وضو کرنے میں یا غسل کرنے میں اعضا کو یکے بعد دیگرے بلا تاخیر دھویا جائے۔ اگر کچھ دیر کے بعد دھویا جائے تو بھی حرج نہیں، یہ تاخیر کتنی ہی زیادہ ہو بشرطیکہ حدث نہ ہو۔ یہ اب بھی ثابت اسلئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بازار میں منہ ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح مسجد میں آکر کیا تو وضو میں فصل ثابت ہو گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ اثر وہ نہ رہا جو امام بخاری نے ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے بقیہ اعضا وضو کے سوکھنے کے بعد پاؤں دھویا۔ اور یہی کی روایت میں پاؤں دھونے کا ذکر نہیں موزوں پر مسح کا ہے۔

اس باب کی تائید میں امام بخاری نے وہی حضرت میمونہ والی حدیث ۱۸۲ ذکر فرمائی جس میں یہ ہے

ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ:- پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پاؤں دھویا۔

حضور نے وضو ”شروع غسل“ میں کیا تھا مگر پاؤں نہیں دھویا تھا۔ غسل مکمل کرنے کے بعد پاؤں دھویا۔ وضو کی تکمیل میں اتنا فصل ہو گیا۔

یہی ہمارا بھی مسلک ہے کہ وضو میں موالاة فرض نہیں۔ اس حدیث میں ایک لفظ، مذاکیرہ آیا ہے، یہ ذکر کی خلاف قیاس جمع ہے۔ ذکر کے دو معنی ہیں۔ نرا اور عضو تناسل۔ بمعنی اول کی جمع، ذکور، ہے اور بمعنی ثانی کی جمع، مذاکیرہ۔ جمع لانا تعیم کے لئے ہے تاکہ انہیں کو بھی شامل ہو جائے۔

تشریحات (۱۹۴) سند میں یہ ہے کہ ابراہیم بن محمد بن منتشر سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں، اس کا نہایت واضح مطلب یہ ہے کہ ابراہیم اپنے باپ محمد بن منتشر سے

روایت کرتے ہیں لیکن تعجب ہے کہ ایضاح البخاری میں یہ ترجمہ کیا۔ محمد بن منتشر

اپنے باپ، منتشر سے روایت کرتے ہیں۔

تکمیل پوری حدیث اسی بخاری میں ایک باب کے بعد یوں ہے۔

میں نے حضرت عائشہ سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ

میں احرام کی حالت میں رہوں اور میرے جسم یا کپڑے سے خوشبو اٹھتی ہو۔ اس پر ام المومنین نے یہ فرمایا۔ مسلم میں

یہ ہے کہ انھوں نے یہاں تک کہدیا کہ احرام کی حالت میں میرے جسم پر قطران پوتا ہوا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت

أُطِيبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوفُ عَلَى

میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی اس کے بعد حضور اپنی ازواج کے پاس

نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحَرَّمًا يَنْضَحُ طِيبًا عَه

تشریف لے جاتے اور صبح کو احرام باندھتے حضور کے جسم سے خوشبو اٹھتی رہتی۔

اس کے کر میرے جسم سے خوشبو اٹھ رہی ہو۔

اختلاف روایت یہاں یَنْضَحُ، خار مجھے کے ساتھ بھی روایت ہے اور یَنْضَحُ خار حسی کے ساتھ بھی۔ دونوں معنی کے اعتبار سے متقارب ہیں مشہور روایت یہ یَنْضَحُ خار مجھے ہی کے ساتھ ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے۔
فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَاجَتَانِ۔ ان دونوں میں دوا پھلتے ہوئے چشمے ہیں۔

یہ کیا خوشبو تھی بخاری کتاب الحج میں ہے کہ یہ خوشبو ”ذریہ“ تھی لہ اس زمانے میں ہندوستان سے ایک گرجہ دار خوشبودار لکڑی جاتی تھی۔ اسے بہت باریک پس چھان کر ایک خوشبو تیار کرتے تھے اسے ذریہ کہتے ہیں۔ یہ ”ذریہ“ سے بنا ہے جس کے معنی چھوٹی چوٹی کے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس میں مشک بھی ملاتے ہوں اس سے کہ نسائی کی حدیث میں یہ ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو احرام سے پہلے اور یوم نحر طواف سے پہلے ایسی خوشبو لگاتی جس میں مشک ہوتا ہے

یہ واقعہ حجة الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ چونکہ احرام کی حالت میں عورتوں سے قربت جائز نہیں، اس لئے احرام سے قبل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب ازواج پر کرم فرمایا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام ازواج کے مابین عدل واجب تھا یا نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ واجب نہ تھا۔ مگر یہ کرم تھا کہ پھر بھی عدل فرماتے تھے۔ اب یہاں ایک سوال یہ ہے کہ پھر ایک ہی وقت میں تمام ازواج کے پاس کب تشریف لے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ”یہ موقع عمر میں صرف ایک بار حجة الوداع کے موقع پر پیش آیا۔ مگر حدیث کے یہ دو جملے۔ کان یدور اور من اللیل والنہار۔ اس حصر کو باطل کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ۔ کان یدور۔ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور من اللیل والنہار۔ یہ بتا رہا ہے کہ دن میں بھی ایسا ہوتا تھا اور رات میں بھی۔ حجة الوداع کے موقع پر اگر دن میں یہ واقعہ پیش آیا تو رات میں کب پیش آیا۔ اور اگر رات میں پیش آیا تو دن میں کب پیش آیا۔

عہ ایضا جلد اول۔ باب الغسل۔ و باب من تطیب وبقی اثر الطیب ص ۴۱، مسلم جلد اول۔ حج

باب استحباب الطیب قبیل الاحرام ص ۳۷۸، نسائی۔ جلد اول۔ غسل، باب اذا تطیب و اغتسل

و بقی اثر الطیب ص ۷۱، لہ بخاری جلد ثانی کتاب اللباس، باب الذریہ ص ۸۷۸،

لہ نسائی جلد ثانی۔ حج۔ باب اباحۃ الطیب ص ۹۔

حدیث (۱۹۵) کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدور علی نساءہ فی الساعة الواحدة

حدثنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدور علی نساءہ فی الساعة الواحدة

تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی وقت تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے

ومن اللیل والنهار وھن احدی عشرة، قال قلت لا انس

خواہ رات کا وقت ہو خواہ دن کا یہ گیارہ تھیں تقادہ نے کہا میں نے حضرت انس

اوکان یطیقہ قال کنا نتحدث انه اعطی قوة ثلثین وقال

سے پوچھا کیا حضور اس کی طاقت رکھتے تھے تو حضرت انس نے بتایا ہم یہ بات کیا کرتے تھے کہ حضور کو تیس

علامہ عینی نے یہ توجیہ کی۔ کہ سفر سے واپسی پر ایسا موقع ملتا تھا۔ اسلئے کہ سفر سے قبل سفر کی باری ختم ہو جاتی اور حضور کی مرضی تھی جس سے چاہتے باری شروع فرماتے۔ نئی باری شروع فرمانے سے پہلے یہ موقع ملتا تھا۔ دوسری توجیہ یہ کہ جس کی باری ہوتی اس کی اجازت سے ایسا کرتے۔ تیسری توجیہ، ابن مہلب کی نقل کی۔ کہ دو باریوں کے بیچ میں اس کا موقع تھا جو تھی توجیہ ابن عربی کی یہ بیان کی کہ اللہ عز وجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک ایسا وقت عطا فرمایا تھا کہ اس وقت کسی زوجہ کا حق نہیں تھا۔ اسی وقت تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔ کتاب مسلم میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ وقت عصر و مغرب کے مابین تھا۔

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ احرام باندھتے وقت خوشبولگانا سنت ہے (۲) ایک جماع کے بعد غسل کے بغیر دوبارہ جماع کرنا جائز ہے اگرچہ دوسری عورت سے کرے (۳) ثابت ہوا کہ غسل کا سبب صرف جنابت نہیں جنابت کے ساتھ ارادہ صلوٰۃ، دونوں ملکر سبب ہیں (۴) ثابت ہوا کہ غسل جنابت میں بدن ملنا ضروری نہیں صرف پانی بہانا کافی ہے۔ اس لئے کہ اگر ملنا ضروری ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور ملتے پھر خوشبو کا اثر باقی نہ رہتا۔

تشریحات (۱۹۵) امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا۔ جماع کے بعد جماع کرے اور جو تمام عورتوں کے پاس ایک ہی غسل میں گیا۔ باب سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ "فی الساعة الواحدة" ایک ہی وقت میں۔ ظاہر ہے کہ نو بیویوں کے

پاس ایک ہی وقت میں جانا اور پھر جماع کے بعد غسل کرنا بہت دشوار ہے تو ثابت ہوا کہ ایک بیوی سے فارغ ہو کر دوسری کے پاس غسل کے بغیر تشریف لے جاتے۔ پہلی حدیث میں اگرچہ "فی الساعة الواحدة" کا لفظ

سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ إِنَّا نَحَدِّثُ أَنَّ انْسَاحِدَ ثَمَمٌ لِسَوْقٍ عَدِ

۱۱۱ کی قوت دی گئی ہے۔ سعید نے بروایت قتادہ کہا کہ حضرت انس نے یہاں پہنچا تو وہاں انھیں

نہیں مگر وہاں بھی ہی ہو رہے۔

معاذ بن حشام کی روایت میں ہے کہ گیارہ مورخین تھے۔ اس پر یہ شہید ہے۔ ایک وقت میں نوادین
شہیدہ و رازال سے زیادہ کبھی اکٹھی نہ ہوئیں۔ اگرچہ کل تعداد گیارہ ہے۔ ان میں سے حضرت معمر بن یحییٰ اور حضرت

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حیات مبارکہ ہی میں انتقال ہو چکا تھا۔ اس پر جو اب یہ ہے کہ اگرچہ روایت کی قوت

نہ توفیق مگر وہاں بھی تھے۔ ایک دوسری قطعہ۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ اس وقت

نہ توفیق کی ہے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ "تیس مورخین کی قوت دی گئی تھی اور تیس مورخین کی قوت دی گئی تھی"۔

تو توفیق دی گئی تھی اور توفیق دی گئی ہے کہ جنت کے ایک مورخ کو دنیا کے سو مورخوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے وہ قوت ہو گیا ہے کہ وہ

سے توفیق دی گئی تھی اور توفیق دی گئی ہے کہ جنت کے ایک مورخ کو دنیا کے سو مورخوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے وہ قوت ہو گیا ہے کہ وہ

توفیق دی گئی تھی اور توفیق دی گئی ہے کہ جنت کے ایک مورخ کو دنیا کے سو مورخوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے وہ قوت ہو گیا ہے کہ وہ

توفیق دی گئی تھی اور توفیق دی گئی ہے کہ جنت کے ایک مورخ کو دنیا کے سو مورخوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے وہ قوت ہو گیا ہے کہ وہ

توفیق دی گئی تھی اور توفیق دی گئی ہے کہ جنت کے ایک مورخ کو دنیا کے سو مورخوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے وہ قوت ہو گیا ہے کہ وہ

توفیق دی گئی تھی اور توفیق دی گئی ہے کہ جنت کے ایک مورخ کو دنیا کے سو مورخوں کے برابر قوت دی گئی۔ اس قوت سے وہ قوت ہو گیا ہے کہ وہ

مسائل (۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جسے قوت ہو وہ جماع کی کثرت کر سکتا ہے۔ (۲) جسے قوت ہو اور یہ اعتماد ہو کہ

وہ مورخوں کے ساتھ عدل کر سکے گا تو وہ ایک سے زیادہ ہزار تک شادیاں کر سکتا ہے۔ (۳) کثرت جماع عیب نہیں بشرط قوت نفس

وہاں ہے۔ (۴) مورخوں کی طرف میلان اگر دینی اور دنیوی فرائض کی انجام دہی میں عارض نہ ہو تو سنت ہے۔

عہ ایضا۔ جلد اول، غسل۔ باب الجنب یخرج ویمشی فی الاسواق وغیرہ ص ۴۲

جلد ثانی نکاح باب کثرة النساء ص ۵۸

باب من طاف علی نسائه فی غسل واحد ص ۸۵

ترمذی طہارت باب ما جاء فی الرجل یطوف علی نسائه بغسل واحد ص ۲۰

مسلم جلد اول حیض باب جواز النوم ص ۱۳۲

نسائی اول نکاح باب اول ص ۶۴

ابن ماجہ طہارت باب فی من یغتسل من جمیع نسائه غسلاً واحداً ص ۴۴

جلد ثانی صفۃ الجنۃ باب ما جاء فی صفۃ جماع اہل الجنۃ ص ۷۶

حدیث (۱۹۶) بقاء اثر الطیب بعد الاحرام

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ كَانِي أَنْظُرُ إِلَى وَبَيْصِ الطِّيبِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا - گویا میں خوشبو کی چمک بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فِي مَفْرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَه

کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں - حالانکہ حضور احرام باندھے ہوئے ہیں

حدیث (۱۹۷) اذا ذكر في المسجد انه جنب فليخرج

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ أُقِمَّتِ الصَّلَاةُ وَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی اور لوگ کھڑے

تشریحات (۱۹۶)

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جس نے خوشبو لگا کر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا

بابے مطابقت

اس کے پہلے حدیث ۱۹۴ ذکر کی، جس میں یہ ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں: کہ میں حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور حضور تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے۔ پھر صبح کو احرام باندھتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

خوشبو ازواج مطہرات کے پاس جانے سے پہلے لگائی جاتی تھی۔ ازواج مطہرات سے فارغ ہونے کے بعد غسل فرماتے پھر احرام باندھتے

احرام کے بعد بھی خوشبو کا اثر باقی رہتا تو ثابت ہو گیا کہ غسل سے پہلے جو خوشبو لگائی گئی اس کا اثر غسل کے بعد باقی رہے تو بھی غسل ہو گیا

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی گئی اگر اس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ

یہ اثر رنگ نہ ہو۔

تشریحات (۱۹۷)

بخاری کتاب الصلوة میں یہ تشریح ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہی حضور کو یہ یاد آیا اور غسل کرنے تشریف

لے گئے۔ مگر ابن ماجہ میں یہ ہے:-

تکمیل

”و کہ حضور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تھے اور تکبیر (تحریمہ) بھی کہہ چکے تھے، اس کے بعد یہ اشارہ فرمایا (کہ تم لوگ اپنی جگہ

رہو) لوگ ٹھہر رہے پھر تشریف لے گئے اور غسل فرمایا الخ،“

اور ابوداؤد میں مرسلایہ ہے:-

پھر تکبیر پڑھی اور قوم کو اشارہ فرمایا کہ تم لوگ بیٹھو۔

عہ بخاری، جلد اول، مناسک، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸

مسلم، جلد اول، حج، باب استحباب الطیب قبل الاحرام ص ۳۷۸

نسائی، جلد ثانی، مناسک، باب اباحۃ الطیب عند الاحرام ص ۱۰

مسند امام احمد بن حنبل -

عَدَلْتُ الصَّفُوفُ قِيَامًا خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
 بوجھتے تھے صفیں سیدھی کی جا چکی تھیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری طرف

وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ، فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ، ثُمَّ

تشریف لائے۔ جب اپنے مصلے پر کھڑے ہو گئے تو یاد فرمایا کہ انھیں غسل کی ضرورت ہے۔ تو ہم سے فرمایا، تم لوگ اپنی

رَجَعَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فُكْبَرُ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ عَد

جگہ رہو پھر تشریف لے گئے اور غسل فرمایا پھر ہماری پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ حضور کے سر پانی ٹپکتا تھا اس کے بعد ہمیں نماز بڑھائی

اشکال یہاں دو اشکال ہیں۔ ایک یہ کہ بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے یاد آیا اور غسل کے لئے

تشریف لے گئے۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یاد آیا۔ دوسرا یہ کہ بخاری میں ہے کہ قال البنی

زبان سے فرمایا۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یہ ہے کہ اشارہ فرمایا۔

پہلے اشکال کا جواب علامہ عینی نے دیا۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں ”کہہ“ معنی میں ارادہ تکبیر کے ہے اور دوسرے

کا جواب یہ دیا کہ دونوں کو جمع فرمایا۔ یعنی زبان سے فرمایا بھی اور اشارہ بھی فرمایا۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں۔

توجہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسجد میں تشریف لا کر کھڑے ہو جانے کے بعد حجرہ مبارکہ میں غسل کے لئے جمانے

سے صحابہ کرام نے قیاس فرمایا کہ حضور پر غسل تھا۔ علاوہ ازیں ابن ماجہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ”نماز سے فارغ ہو کر خود حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حالت جنابت میں آگیا تھا مجھے بھلا دیا گیا۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے۔ انبیاء کرام پر نسیان طاری ہونا جائز ہے۔ اگر جنبی بھول کر مسجد میں آجائے

تو فوراً واپس ہو جائے، ایک سکند بھی مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں۔ کوئی مسجد میں سو رہا تھا اور اسے غسل کی ضرورت پیش آگئی تو

اسٹے ہی تیمم کرے اور فوراً مسجد سے نکل جائے۔ ہمارے ائمہ نے تیمم کا حکم اس لئے دیا کہ جنبی کو مسجد میں گزرنا جائز نہیں۔ اور اس وقت

مسجد میں وہ غسل کرنے پر قادر نہیں۔ اور ہر جنبی جو غسل پر قادر نہ ہو اس پر بجائے غسل کے تیمم ہے۔ اس وقت یہ تیمم بمنزلہ غسل کے

ہو گیا۔ اب وہ مسجد سے گزرے گا تو یہ گزرنا حالت جنابت میں نہ ہوا۔ مسجد سے باہر ہوتے ہی وہ غسل پر قادر ہو گیا اس لئے

وہ تیمم ختم ہو گیا۔

عہ ایضا۔ جلد اول، صلوٰۃ، باب هل يخرج من المسجد لعله ص ۸۹

ص ۸۹ ، باب اذا قال الامام مكانكم

مسلم ، باب متى يقوم الناس للصلوة ص ۲۲۰

ابوداؤد ، طهارة، باب في جنب يدخل المسجد ص ۳۱

نسائی ، صلوٰۃ، باب الامام تعرض له الحاجة بعد الإقامة ص ۱۲۸

حدیث (۱۹۸) اذا اصاب احدنا جنابة اخذت بيديها ثلثا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَ أَحَدَنَا

حضرت عائشہ نے فرمایا ہم عورتوں میں سے کسی کو جنابت لاحق ہوئی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے

جَنَابَةً أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدَيْهَا عَلَى

اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتی اس کے بعد ایک ہاتھ سے دایہنی طرف

يَشْقِيهَا الْيَمِينَ وَبِيَدِهَا الْآخَرَى عَلَى شِقِّهَا الْآلَا يُسِرُّ

اور ایک ہاتھ سے بائیں طرف

(۵۸) قَالَ بَهْزُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

ت بھرنے اپنے باپ حکیم سے انھوں نے بھرنے کے دادا معاویہ بن جندہ سے

تشریحات (۱۹۸) خطاب والی حدیث ۱۸۹ میں گزر رہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل میں پہلے سر کی

اشکال

دائیں طرف پانی ڈالتے۔ اور اس حدیث میں یہ ہے کہ ازواج مطہرات سب سے پہلے اپنے

سر پر پانی ڈالتیں۔ اس کے بعد دایہنی طرف۔ اس سے ثابت کہ ازواج مطہرات غسل کی ابتداء سر پر پانی ڈالنے سے کرتیں۔

جواب کسی انسان کے داہنے حصے میں، سر کا بھی داہنا داخل ہے۔ اس لئے دایہنی طرف سے مراد سر کا بھی داہنا حصہ

ہے۔ تو اب مطلب یہ ہوا کہ پہلے سر پر پانی ڈالے اور الٹیں کہ بال کی جڑوں میں ابھی طرح پانی پہنچ جائے۔ یہ بطور تمہید غسل

کے ہوتا اصل غسل اس کے بعد شروع ہوتا جس میں پہلے دایہنی طرف پانی ڈالتیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے امام بخاری

نے یہ باب باز رکھا ہے، جو سر کی دایہنی طرف سے غسل کرے۔

تشریحات ت (۵۸) یہ تعلق ایک حدیث کا جزو ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ معاویہ بن جندہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه نے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ!

ہم اپنی عورات یعنی جسم کے چھپانے والے اعضاء میں سے کس کس کو چھپائیں اور کس کس

کو کھولیں۔ ارشاد فرمایا۔ اپنی بیوی اور باندی کے سوا سب سے سب کو چھپاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اپنوں میں ہوں

تو؟ فرمایا۔ اس کی کوشش کرو کہ تمہاری عورت کوئی نہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم تنہا ہوں تو؟ فرمایا

لوگوں کی بہ نسبت اللہ عزوجل سے زیادہ حیا کرنا لائق ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تنہائی میں اگرچہ کوئی نہیں جس سے شرم کرو مگر اللہ عزوجل تو دیکھ رہا ہے۔ آدمیوں کی بہ نسبت

اس سے زیادہ شرم کرنی لازم ہے۔ حدیث میں اصل لفظ عورات یا عورت ہے۔ عورت کے معنی، جسم کا ہر وہ عضو

جس کے کھلنے پر شرم آئے۔ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں تک مرد کا، اور چہرے اور ہتھیلیوں اور پاؤں کو چھو کر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَى مِنْهُ مِنَ الثَّانِي عَشَرَ

معمول نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ دنیا لوگوں کی ہر سنت قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔

پور جسم، عورت کا عورت ہے تنہائی میں بھی ان کا کھونا جائز نہیں۔ ہر عورتیں گھٹے کے ذریعے میں ہر عورت کو ہر
اعضایہ استثنائے ہے۔ مثلاً کان، گردن، شانہ، چہرہ وغیرہ بعض علماء نے فرمایا کہ عورت ہر عورت ہر عورت کے
نہت کے ساتھ عورت نہیں۔

عبد بن عیسیٰ نے فرمایا کہ اس حدیث کو سنن اربعہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے۔ مگر حرجی
مسل میں سے ہیں یہ۔ تعلیق ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چنانچہ شاذیہ گرائی کی جو روایت عن ابیہ عن جابر
بن وہب شاذیہ ہے۔ اس کے سب سے کوئی کتاب نہیں۔ خبیث کہا کہ حضرت زبیر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے روایت
کی عبادہ بن ابی رافع کی وفات کے ماہین کا نوے سال کی مدت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب شکات میں اس سن کے ساتھ چھوٹ
ذکر کی اس میں "یذکر" فرمایا جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ مگر یہاں تو اس کی روایت ضعیف پر نہیں مگر ترمذی
یہ ہے کہ جب تک سند متصل اور قوی ہے۔ جو ضعف ہے وہ اس کے بعد ہے۔ اس سند کے شاذیہ عبادہ بن جابر
اصحاب میں یہ خوب دیکھا کہ معاویہ بن جندبہ سے حدیث ان کے بیٹے عیسیٰ بن جندبہ نے روایت کی۔ یہ بعد ان سے ہے
وہ بن روم لکھی کی روایت پائی ہے۔ ورنہ مری نے کہا کہ حمید مانی نے بھی معاویہ سے روایت کی ہے۔ یہاں
نے یہ باب باندھا ہے۔

جو تنہائی میں برہنہ نہایت اور جو پردہ کر کے نہایت اور پردے کے ساتھ نہایت افضل ہے۔ اس کی غفیس ہے
کہ جہاں کوئی نہ ہو جیسے میدان۔ وہاں برہنہ نہایت جائز ہے یا نہیں؟ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء فرماتے
ہیں۔ جائز تو ہے مگر پردے کے ساتھ نہایت افضل ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا جائز نہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں (ننگے) نہاتے دیکھا تو منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ پہلے اللہ کی
تہنیت کی پھر فرمایا۔ اللہ عزوجل جیسا فرمانے والا ہے جیسا اور پردے کو پسند فرماتا ہے۔ جب کوئی غسل کرے تو پردہ کرے
ماہیسل ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

جو رات کو میدان میں نہاتے تو اپنی شرمگاہ کو بچائے۔ اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اسے کوئی تکلیف پہنچی تو اپنے علاوہ

عہ ابوداؤد، جلد ثانی، حمام، باب فی التعری ص ۲۰۱	ترمذی، استیذان باب فی حفظ العورة ص ۱۰۱
ابن ماجہ نکاح باب التستر عند الجماع ص ۱۳۹	ابوداؤد جلد ثانی حمام باب النہی عن التوی ص ۲۰۱
نسائی جلد اول غسل باب الاستتار عند الغسل ص ۴۰	

کسی کو ملامت نہ کرے۔

اسی طرح دریا، تالاب وغیرہ میں بغیر تہبند ننگے نہانے میں بھی تفصیل ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں کوئی نہ ہو تو کپڑے باہر اتار کر بغیر تہبند کے نہا سکتا ہے۔ مگر افضل یہی ہے کہ تہبند کے ساتھ نہائے۔ اور گدھاں اور لوگ بھی ہو یا جگہ ایسی ہے جہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں تو جائز نہیں۔ اس لئے کہ آخر پانی میں ننگے جائے گا اور ننگے نکلے گا ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا

پانی میں تہبند کے بغیر مت جاؤ اس لئے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنکا مسکن پانی ہے۔

یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر احتیاطاً اس پر عمل افضل ہے پھر اس کی تائید صحابہ کرام کے فعل سے بھی موجود ہے۔ حضرت ابن عباس دریاؤں میں بھی بغیر تہبند نہیں نہاتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ اس میں بھی کچھ بسنے والے ہیں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما چادر باندھ کر پانی میں گئے۔ پوچھا گیا تو فرمایا۔ پانی میں بھی کچھ بسنے والے ہیں۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ ان دونوں حضرات کا یہ واقعہ ایسی جگہ پیش آیا ہے جہاں اور لوگ بھی تھے۔ مگر وہ جو بتائی ہے اس سے تنہائی میں بھی برہنہ نہانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

مگر امام بخاری نے اس تعلیق کے بعد حضرت موسیٰ و حضرت ایوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے جو واقعے تحریر کئے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تنہائی میں جہاں کوئی نہ ہو برہنہ پانی میں بھی نہانا جائز ہے۔ اس لئے کہ اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے: شرأع من قبلنا شرأع لنا اذ قص الله ورسوله من غير انكار۔ پہلی شریعت ہماری بھی شریعت ہے جب اللہ اور رسول اسے بیان فرمائیں اور اس پر انکار نہ فرمائیں۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کے واقعے کو بیان فرمایا۔ اور اس پر کچھ نہیں فرمایا۔ تو ثابت کہ یہ ہماری شریعت میں بھی جائز ہے۔ اب تمام احادیث میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے۔ تنہائی میں برہنہ نہانا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ برہنہ نہائے۔

تہبند باندھ کر نہانے میں خصوصیت سے دو باتوں کا خیال رکھئے۔ اول جو تہبند باندھ کر نہائے وہ پاک ہو، اس میں نجاست نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ ران وغیرہ جسم کے کسی حصے پر نجاست لگی ہو تو اسے پہلے دھو لے ورنہ جنابت تو دور ہو جائے گی مگر بدن یا تہبند کی نجاست کیا دور ہوگی۔ پھیل کر دوسری جگہوں پر بھی لگ جائیگی اس سے عوام تو عوام، خواص تک غافل ہیں۔

خلوت میں برہنہ نہانے کی مذکورہ بالا بحث میدان یا وسیع کشادہ جگہ کے بارے میں ہے لیکن اگر کوئی مکان کے اندر یا غسل خانے میں نہا رہا ہے تو برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔

معاویہ بن حیدرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات نہ مل سکے۔ صرف یہ ملا کہ بصرے میں سکونت اختیار کر لی تھی اور خراسان جہاد کرنے گئے وہیں داخل بحق ہوئے۔

حدیث (۱۹۹) فرار الحجر بثوب موسیٰ علیہ السلام

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

وَسَلَّمَ قَالَ، كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ

بنی اسرائیل ننگے نہاتے، ایک دوسرے کو دیکھتے

إِلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ، فَقَالُوا وَاللَّهِ

اور موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل فرماتے، اس پر بنی اسرائیل نے کہا

مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ أَدْرُفْ ذَهَبَ مَرَّةً

بخدا موسیٰ کو ہمارے ساتھ نہانے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ انکے حصے بڑے ہیں۔ حضرت موسیٰ ایک

تشریحات (۱۹۹) اَدْرُفْ - ادرة سے صفت مشبہ ہے۔ اس کے معنی بڑے حصے کے ہیں یا آتر
لغات اُترنے کے۔ آدر کے معنی ہوئے، بڑے حصے والا یا جس کی آنت اُترتی ہو۔ جمع تیزی

سے دوڑا، ندب، مارکا وہ نشان جو گال پر باقی رہے، سانٹھ۔ ثوبی یا حجر میں ثوبی فعل محذوف، اعطی کا
مفعول بہ ہے۔

تکمیل کتاب الانبیاء میں پوری حدیث یوں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا فرمانے والے تھے۔ اپنے جسم
کو چھپائے رکھتے۔ جس جگہ کے کھلنے سے شرم آئے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس پر بنی اسرائیل کے موزیوں نے
انہیں ایذا دی اور یہ کہا، اتنا پردہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں کوئی عیب ہے۔ یا تو برص ہے یا حصے بڑے ہیں یا اور کوئی
بیماری ہے۔ اللہ عزوجل نے چاہا کہ ان کی برأت ظاہر فرمادے تو یہ ہوا۔ ایک بار تنہائی میں اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر
پر رکھا پھر غسل فرمایا جب فارغ ہو کر کپڑے کی طرف چلے کہ اسے لے کر پہنیں تو پتھر کپڑے لے کر تیزی سے بھاگا۔ حضرت موسیٰ
اپنا عصا لے کر پتھر کے پیچھے اسے پکڑنے کے لئے یہ کہتے ہوئے چلے میرا کپڑا اے پتھر! میرا کپڑا اے پتھر! یہاں تک کہ بنی اسرائیل
کے ایک اجتماع تک پہنچ گئے۔ اب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کو اللہ عزوجل نے اعلیٰ درجے کا حسن عطا فرمایا ہے
اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لگائے ہوئے عیب سے ان کی برأت ظاہر فرمادی۔ اب پتھر ٹھہر گیا حضرت
موسیٰ نے اپنے کپڑے لے کر پہن لئے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے ان کی ضرب سے اس پتھر پر تین یا چار یا پانچ
نشانات ہیں۔ یہی واقعہ ہے جس کی طرف اللہ عزوجل نے اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے حضرت

موسیٰ کو ستایا تو اللہ نے انہیں اس سے بری فرمادیا جو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَذَوْا

مُوسَىٰ فَكَرَاهَ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِندَ اللَّهِ

يَغْتَسِلُ فَوْضَحَ ثَوْبِهِ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَجَمَحَ مُوسَى

عسل کرنے کے لئے تو اپنا کپڑا ایک پتھر پر رکھ دیا پتھر ان کا کپڑا لے کر بھاگا حضرت موسیٰ پتھر

فِي آثَرِهِ يَقُولُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ حَتَّى نَظَرْتُ بَنُو

کے پیچھے تیزی سے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرا کپڑا دے! اے پتھر میرا کپڑا دے!

إِسْرَائِيلَ إِلَى مُوسَى وَقَالُوا وَاللَّهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَائِسٍ وَآخَذَ

یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور کہا بخدا موسیٰ کو کوئی عارضہ نہیں حضرت

وَجِئَهَا - (سورہ احزاب آیت ۶۹) انھوں نے یہی تھی اور موسیٰ اللہ کے ہاں عزت والے ہیں۔

مسلم شریف میں یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا فرمانے والے تھے۔ کسی نے ان کو ننگا نہیں دیکھا تھا، اس پر بنی اسرائیل نے وہ کہا۔ ایک بار تھوڑے سے پانی میں غسل فرمانے لگے کہ وہ پتھر کپڑا لے کر تیزی سے بھاگنے لگا۔ حضرت موسیٰ اپنا عصا لے کر اس کے پیچھے دوڑے کہ اسے ماریں۔ اخیر قصہ تک۔

امام نووی نے فرمایا کہ ہمارے بلاد کے تمام نسخوں میں مُوْبَیْہ ہے جو مار کی تصغیر ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ دوسری جگہ کے اکثر نسخوں میں مَشْرُوبَہ ہے۔ یہ اس گڑھے کو کہتے ہیں جو کھجور کی جڑ میں ہوتا ہے تاکہ اس سے باغ کو سنبھالا جائے مُوْبَیْہ غلط ہے۔

توجہات بنی اسرائیل کی شریعت میں نہانے کے وقت ستر عورت فرض نہ تھا۔ ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ضرور مت فرماتے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام خود اپنی فطری حیا کی وجہ سے، مجمع عام میں اس طرح غسل نہ فرماتے چونکہ ان بے وقوفوں نے اللہ عزوجل کے ایک اولوالعزم نبی کے ساتھ بدگمانی کی بنا پر عیب لگایا تھا جو ان کے ایمان کے برباد ہونے کا سبب بن سکتا تھا۔ اللہ عزوجل نے ان پر کرم فرماتے ہوئے اس معجزے کو ظاہر فرما کر ان کی بدگمانی دور کر دی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے اجتماع تک جانا اضطراب تھا۔ جب پتھر کپڑے لے کر بھاگا تو خیال فرمایا کہ میں غسل سے فارغ ہو کر کیا پہنوں گا اس لئے پتھر سے کپڑے چھیننے کے لئے بے اختیار اس کے پیچھے دوڑے۔ ایسے عالم میں انسان کو کچھ یاد نہیں رہتا یہی حال حضرت موسیٰ کا بھی ہوا۔ پتھر سے کپڑا چھیننے کی دھن میں خیال نہ رہا کہ میں کس حال میں ہوں، کہاں ہوں۔ اس لئے ان پر یہ الزام نہیں کہ وہ برہنہ اسرائیلی اجتماع میں کیسے گئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوتے ہیں خواہ وہ خلُقِ مسأل ہوں خواہ خلُقِ نیرایسی بیماریوں اور عوارض سے بھی منزہ ہوتے ہیں جو منفر کا سبب بن سکیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تین معجزے ظاہر ہوئے۔ ایک پتھر کا کپڑے کو لے کر بھاگنا، دوسرے بنی اسرائیل کے اجتماع میں جا کر پتھر کا رک جانا۔ تیسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب کے نشانات قبول کرنا۔ اس پتھر سے یہ تین معجزے ظاہر ہوئے

ثَوْبَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

موسیٰ نے اپنا کپڑا لے لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا

وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ

بخدا اس پتھر پر چھ یا سات مار کے نشانات ہیں۔

حَدِيثُ (۲۰۰) حَدِيثُ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَزُولِ الْجَرَادِ مِنَ الزَّهَبِ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ میدان تیرہ میں جب پانی کی ضرورت ہوئی تو اسی پتھر پر عصا مبارک مارتے جس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عند الضرورت شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے وہ بھی صیغہ تریض کی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مسند ہے، پہلے والی حدیث موسیٰ کی اسناد پر معطوف ہے یعنی اسی ایک سند سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں۔

تشریحات (۲۰۰)
تعلیق نہیں، مسند ہے

بخاری کتاب الانبیاء اور کتاب التوحید میں رَجُلٌ جَرَادٌ ہے۔ رجل ایسا جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ معنی میں جہاں اور دل کے ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ

”ان پر ٹڈیوں کا دل گرا“

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ یہ سات سو ٹڈیاں تھیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام | یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں، پانچویں یا چھٹی پڑھی میں تھے، ان کی ماں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں اپنے زمانے میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے، تیرا نوے سال کی عمر پائی۔ یہ جہاں قیام پذیر تھے وہ جگہ اب دیر ایوب کے نام سے مشہور ہے وہیں مزار پاک بھی ہے۔ یہاں ایک پتھر ہے جس پر قدم کا نشان ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ حضرت ایوب ہی کے قدم پاک کا نشان ہے۔ وہاں ایک چشمہ ہے جس کا پانی مبرک سمجھا جاتا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ”ایوب“ عجمی لفظ ہے۔ چونکہ یہ حضرت اسحق کی اولاد سے ہیں

عہ ایضاً، جلد اول، انبیاء، باب (بلا عنوان) ص ۴۸۳

مسلم، ”اول، حیض، جواز الغسل عریانا وحده ص ۱۵۴

”ثانی، انبیاء، فضائل موسیٰ علیہ السلام ص ۶۶۶

ترمذی، ”تفسیر، سورۃ احزاب ص ۱۵۴۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ

کہ ایوب علیہ السلام برہنہ نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں ایوب انھیں دونوں

فَجَعَلَ أَيُّوبُ مِحْشِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنِيْكَ

ہاتھوں سے اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے اس پر انکے پروردگار نے انھیں پکارا اے ایوب

عَمَّا تَرَى، قَالَ بَلَى وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى لِي عَنْ بَرَكَتِكَ عه

کیا میں تمکو جو دیکھ رہا ہوں اس سے بے نیاز نہیں کر دیا، ایوب نے عرض کیا ضرورت نے بے نیاز کر دیا تیری عزت کی قسم لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں۔

إِنَّ أَبَا مَرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِي بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ

حضرت ام ہانی کے غلام ابو مرہ نے خبر دیا کہ انھوں نے ام ہانی سے

(۲۰۱) صَلَوةُ الصُّحُ
حَدِث

اور ان کا قیام بھی شام میں تھا۔ اس سے یہی ظاہر ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے۔ اس تقدیر پر یہ غیر منصرف ہوگا۔ قرآن مجید میں غیر منصرف ہی استعمال ہوا ہے۔

مسائل | اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے سونے کی ٹڈیاں جمع کرنے پر باز پرس کی مگر برہنہ نہانے پر نہیں کی (۲) اللہ عزوجل کی صفات کی قسم کھانا جائز ہے (۳) مال حلال کی حرص محمود ہے۔ مال داری محمود ہے اس کو حضرت ایوب علیہ السلام نے برکت کہا ہے۔

تشریحات (۲۰۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ مشہور یہ ہے کہ ان کا نام ”دو فاختہ“ تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ فاطمہ تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ہند تھا۔ یہ حضرت علی کی حقیقی بہن تھیں۔ قبل اسلام حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا پیغام ”ابوطالب“ کو دیا اور دوسری طرف سے ہبیرہ بن عمرو بن عائد مخزومی نے بھی پیغام بھیجا۔ ابوطالب نے ہبیرہ سے ان کی شادی کر دی اس پر حضور نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ تو ابوطالب نے یہ معذرت کی۔ ہم نے ان سے یہ رشتہ کر لیا ہے۔ شریف انسان، شریف انسان سے اچھا سلوک کرتا ہے یوم فتح یہ ایمان لائیں۔ ہبیرہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ نجران بھاگ گیا وہیں کفر پر مرا۔ جس کی وجہ سے دونوں میں تفریق کر دی گئی اسکے بعد حضور نے ام ہانی کو پھر نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مصیبت زدہ ہوں آپ سے جاہلیت اور اسلام دونوں میں محبت کرتی رہی ہوں۔ آپ مجھے میری آنکھ اور کان سے زیادہ محبوب ہیں۔ مگر دیکھ لیجئے یہ ایک بچہ ابھی کتنا چھوٹا ہے اور یہ ایک دودھ پیتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ میں حق زوجیت ادا نہ کر پاؤں۔

عہ ایضاً، جلد اول، انبیاء، باب قول اللہ عزوجل وایوب اذ ناداه ربہ ص ۲۸۰

”ثانی، توحید، باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ۔ ص ۱۱۱۶

نسائی، اول غسل، باب الاستتار عند الغسل ص ۷۰

مسند امام احمد بن حنبل۔

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِیَ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ

سنا کہ یہی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ

میں حاضر ہوئی میں نے حضور کو اس حال میں پایا کہ غسل فرما رہے تھے

فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتَرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ

اور انکی صاحبزادی حضرت فاطمہ پردہ کئے ہوئے تھیں میں نے حضور کو سلام کیا تو بوجھتا

جب ان کے دونوں بچے بڑے ہو گئے تو خود ام ہانی نے اپنے آپ کو پیش کیا تو حضور نے فرمایا اب نہیں اس لئے کہ اللہ عزوجل نے یہ آئیہ کریمہ نازل فرمائی ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَكَّأَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ (احزاب - ۵۰)

چونکہ ام ہانی نے ہجرت نہیں کی تھی اس لئے وہ ان میں داخل نہ ہو سکیں۔ اکمال میں ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بھی زندہ رہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فوت ہوئیں۔

مکمل | ہم نے یہاں کتاب الغسل والی روایت کے بجائے کتاب الجہاد کی روایت لی۔ اس لئے کہ وہ زیادہ مفصل ہے۔ بخاری میں ہر جگہ یہ ہے کہ ام ہانی نے یہی عرض کیا کہ میں نے فلاں بن ہبیرہ کو پناہ دی مگر

ترمذی میں ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ میں نے اپنے دیوروں کو پناہ دی لہٰذا تمہید اور طہرانی معجم کبیر میں بھی یہی ہے اسکی توجہ یہ ہے کہ راوی نے اختصار کیا، اصل میں انھوں نے دو شخصوں کو پناہ دی تھی۔ قصہ یہ ہوا کہ اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان عام فرمادیا تھا کہ جو اپنا دروازہ بند کر لے اسے امان۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے امان۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے نہ دروازہ بند کیا اور نہ ہتھیار ڈالا۔ بلکہ حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے۔ ان میں یہ دونوں بھی تھے۔ جب مکہ پر مکمل قبضہ ہو گیا تو یہ دونوں بھاگ کر ام ہانی کے گھر آئے۔ حضرت علی ام ہانی کے گھر گئے اور فرمایا کہ میں ان دونوں کو قتل کروں گا۔ ام ہانی نے ان کو گھر کے اندر بند کر دیا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ یہ دونوں کون تھے علامہ ابن حجر کا حجان یہ ہے کہ ان دونوں میں ایک تو حارث بن ہشام تھے اور دوسرے یا تو عبد اللہ بن ربیعہ تھے یا زہیر بن امیہ۔ بخاری میں اصل میں، ابن، کے بجائے ”عم“ یا قریب تھا جو ابن سے بدل گیا۔

مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِي بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِي

کون ہے یہ۔ میں نے عرض کیا میں ابو طالب کی بیٹی ام ہانی ہوں۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا ام ہانی کو مرحبا ہو

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ

جب غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہوئے اور ایک ہی کپڑے میں پٹ کر آٹھ رکعت نماز پڑھی (جب نماز

وَاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّ قَيْسٍ أَنَّ قَاتِلَ رَجُلًا قَدْ

پڑھ چکے) تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے حقیقی بھائی علی نے کہا ہے کہ وہ اسے قتل کرے گے جسے میرے

أَجْرُتُهُ فَلَانَ بْنِ هَبِيرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

پناہ دی ہے، یعنی فلاں بن ہبیرہ کو یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں ایک ”ہبیرہ“ کا بیٹا تھا خواہ وہ ام ہانی کے بطن سے ہو خواہ دوسرے کے بطن سے، اس پر بخاری کی روایت، فلاں بن ہبیرہ، نص ہے اور تبدیل کا قول بلا ضرورت ہے۔ رہ گئے دوسرے اور کون تھے اس کو انھوں نے بیان نہیں فرمایا۔

اقول :- میری رائے یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ ایک تو یہ جو بخاری میں مذکور ہے۔ جس میں یہ تشریح ہے کہ ام ہانی نے یہ عرض کیا کہ میں نے فلاں بن ہبیرہ کو پناہ دی۔ اور دوبارہ حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ربیعہ کے لئے حاضر ہوئی ہوں گی۔ اس طرح فلاں بن ہبیرہ کی روایت بھی درست ہو جاتی ہے اور حموی یا رجبین من احمائی کی بھی روایت درست ہو جاتی ہے۔ یہ واقعہ مکرر ہوا۔ اس کی علامہ عبد الباقی زرقانی نے نشاندہی کی ہے، لکھتے ہیں :-

و جمع بان ذلك مما تكرر منه بدليل ان

في رواية ابن خزيمة عنها ان ابا ذر ستره

لما اغتسل له

يوم فتح مكة حضور صلى الله تعالى عليه وسلم كقيام، خيف بنى كنانة يعني وادي المحصب في تلك المصيبة

تھی اس لئے غسل فرمانے، ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے جو کہ معظمہ کے اس محلے میں تھا جو ”اعلیٰ مکہ“ کہلاتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ یہ نماز، نماز چاشت تھی۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ فرمایا :-

ثم صلى ثمانى ركعات سبحة الضحى

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ شکرانہ فتح تھا، اسی لئے فاتحین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کسی بھی جگہ کے فتح کے بعد نماز

شکر پڑھتے ہیں۔

وَسَلَّمَ قَدْ أَجْرًا مِّنْ أَجْرَتِ يَأْمُرُهُنَّ أَنْ يَقُلْنَ وَأَمْرُهُنَّ وَذَلِكَ ضَحَّى عَه

وسلم نے فرمایا۔ اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی اسے میں نے بھی پناہ دی، ام ہانی فرماتی ہیں کہ واقعہ چاشت کے وقت ہوا تھا۔

کتاب التہجد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے یہ نماز بہت مختصر پڑھی تھی۔ البتہ رکوع اور سجدہ پورا پورا ادا فرمایا تھا۔
مسائل | اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ (۱) نماز چاشت سنت ہے۔ (۲) جہاں لوگ ہوں وہاں پردہ کر کے رہنے نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی پر قیاس کر کے یہ کہا گیا کہ غسل خانے میں برہنہ نہانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۳) عورت کی امان جائز ہے یا نہیں، یہ مختلف فیہ ہے۔ اس حدیث کی بناء پر حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آزاد عورت کی امان درست ہے۔ (۴) اگر کوئی گھر کے اندر ہو تو اسے سلام کرتا جائز ہے (۵) زائر جب آئے تو اسے مرحبا خوش آمدید کہنا سنت ہے۔

عہ	ابضاً ، جلد اول ، جہاد ،	باب امان النساء وحوارهن	ص ۲۲۹
	”	”	ص ۵۲
	”	”	ص ۲۲
	”	”	ص ۱۵۷
	”	”	ص ۶۱۲
	”	”	ص ۹۰۹
مسلم	اول ، حیض ،	باب تشر المغتسل بثوب ونحوہ	ص ۱۵۳
”	”	”	ص ۲۲۹
ترمذی	”	”	ص ۱۹۱
”	”	”	ص ۹۸
نسائی	اول ، طہارت ،	باب ذکر الاستتار عند الاغتسال	ص ۲۶
ابن ماجہ ،	”	”	ص ۲۵
موطأ امام مالک ،	”	”	ص ۵۱
دارمی	”	”	ص ۱۵۱

(۵۹) وَقَالَ عَطَاءٌ يُحْتَجُّمُ الْجَنْبُ وَيَقْلِمُ أَنْفَارَهُ وَيُحْلِقُ رَأْسَهُ

ت اور امام عطاء نے کہا جنبی نے اگر وضو نہیں بھی کیا ہے جب بھی سینگ کی لگواسکتا ہے

وَأِنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْهُ

ناخن ترشوا سکتا ہے سر منڈوا سکتا ہے

(۲۰۲) حلیث ان المومن لا ینجس
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا

قَالَ لَقِيتَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنْبٌ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ملے اور میں جنبی تھا

فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ حَتَّى قَعَدَ فَاَنْسَلَلْتُ فَاتَيْتُ الرَّحْلَ

حضور نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں حضور کے ساتھ چلا یہاں تک کہ حضور بیٹھ گئے میں چپکے سے سرک آیا

تشریحات (۵۹) (۲۰۲)
تکمیل

اس کے پہلے باب عرق الجنب میں ہے کہ یہ ملاقات مدینہ طیبہ میں سر راہ ہوئی تھی اس میں فانسلاّت کے بجائے فانتجست منہ فذہبت ہے اس کے معنی یہ ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو نجس جانا اس لئے میں وہاں سے چلا گیا۔ یہ خرمت

کے معنی کو متفہم ہے۔

سبحان فعل محذوف سبحت کا مفعول مطلق ہے۔

لفظ سبحان کے بارے میں علماء لغت کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ثلاثی مجرد کا مصدر ہے۔ دوسرے یہ کہ تسبیح کے معنی میں اسم مصدر ہے۔ تیسرا یہ کہ علم مصدر ہے۔ تفصیل استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی مجاہد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حاشیہ ”قاضی مبارک“ میں مذکور ہے۔

مسائل (۱) یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ مومن اگرچہ محدث ہو، اگرچہ جنبی ہو نجس نہیں۔ اسی طرح اس کا پسینہ اس کا لعاب اس کا آنسو سب پاک ہے۔ خواہ زندہ ہو خواہ مردہ۔

امام بخاری نے تعلیقا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول ذکر فرمایا ہے :

المسلم لا ینجس حیاً ولا میتاً۔ مسلمان زندہ ہو یا مردہ ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

اسے امام حاکم نے مستدرک میں سند متصل کیساتھ مروفاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ، فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَاهُ رُبْرَةٍ

اور اپنے ٹھکانے آیا اور غسل کیا پھر حاضر ہوا اور حضور ابھی بیٹھ ہی تھے مجھے پوچھا اے ابو ہریرہ

فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ أَمْوُومِنَ لَا يَنْجُسُ عَه

کہاں تھے میں نے حضور کو بتا دیا فرمایا سبحان اللہ۔ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

حدیث (۲۰۳) نومر الجنب قبل الغسل

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَكَانَ

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا

لَا تَنَاجِسُوا مَوْتَاكُمْ فَانَ الْمُسْلِمَ لَمْ يَنْجُسْ

اپنے مردوں کو نجس نہ مانو مسلمان زندہ ہو یا مردہ
نجس نہیں ہوتا۔

حیا ولا میتا

علامہ عینی نے تحریر فرمایا حتیٰ کہ وہ نومولود بچہ جو ابھی پیدا ہوا جس کے جسم پر ابھی اندرونی رطوبت ہو۔ یہ حکم صرف مسلمان ہی کے ساتھ خاص نہیں کافر کا بھی یہی حکم ہے۔ اور آیہ کریمہ انما المشرکون نجس، مشرکین نجس ہیں۔ اس سے مراد اعتقاد اور عمل کی نجاست ہے جو باطنی ہے اس لئے کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ اگر وہ ناپاک ہوتی تو اس سے اختلاط کا مطلب ہوتا نجاست سے اختلاط۔ اور نجاست سے اختلاط کی شریعت کبھی اجازت نہیں دیتی۔ یہ ساری بحث نجاست حقیقی میں ہے، رہ گیا غسل اور وضو کا واجب ہونا یہ بر بنائے نجاست حکم ہے۔ (۲) اس سے ثابت ہوا کہ جبوقت غسل واجب ہوا اسی وقت فوراً بلا تاخیر غسل کرنا واجب نہیں البتہ اتنی تاخیر حرام ہے کہ نماز کا وقت کھل جائے۔ (۳) جنبی ضروریات کیلئے باہر جاسکتا ہے (۴) اگر استاد یا پیر کو یہ اندازہ ہو کہ کوئی کسی غلط بات کا متعقد ہے تو اس سے پوچھ کر اسکو صحیح بتا دے (۵) مومنین کی تالیف قلوب فقرا کیساتھ عنایت و ہربانی سنت ہے۔

تشریحات (۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵) حدیث (۲۰۳، ۲۰۴) ایک ہی ہے دوسری میں وغسل فوجہ زائد

ہے اس لئے اس کو بھی لکھ دیا۔

جنبی ہونے کے بعد اگر سونا چاہے تو مستحب ہے کہ وضو کرے، فوراً غسل کرنا واجب نہیں البتہ اتنی تاخیر نہ کرے کہ نماز کا وقت

ص ۲۲	باب عوق الجنب	عہ ایضا جلد اول غسل -
ص ۱۶۲	باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس	مسلم - حیض -
ص ۳۰	باب فی الجنب یصافح	ابوداؤد - طہارت -
ص ۱۴	باب ماجاء فی مصافحة الجنب	ترمذی - " -
ص ۵۲	باب مما ساء الجنب و مجالسته	نسائی - " -
ص ۲۰	باب مصافحة الجنب	ابن ماجہ - " -

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَيَتَوَضَّعُ لَهُ

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں سوتے تھے انھوں نے بتایا ہاں اور وضو فرما لیتے تھے

اَيْضًا (۲۰۴) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

حلیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ

جب جنبی ہوتے اور سونا چاہتے تو

فَرَجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ

اپنی شرمگاہ دھوتے اور نماز کے لئے جیسا وضو ہے ویسا وضو فرماتے۔

اَيْضًا (۲۰۵) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ

حلیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا

أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

رات میں کبھی جنابت ہو جاتی ہے (تو کیا کیا جائے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

نکل جائے۔ یہی اس حدیث کا محمل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابو داؤد نسائی وغیرہ میں مروی ہے کہ فرمایا :-

لَا تَدْخُلُ الْمَلَكَةُ بَيْتَانِيهِ صُورَةً وَلَا كَأَبٍ لَاجْنِبٍ اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جس میں تصویر یا کتا یا جنبی ہو۔

اس حدیث سے مراد یہی ہے کہ اتنی دیر تک غسل نہ کرے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور وہ جنبی رہے گا عادی ہو اور یہی

مطلب بزرگوں کے اس ارشاد کلہے کہ حالت جنابت میں کھانے پینے سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔

مسلم جلد اول حیض باب جواز النوم واستحباب الوضوء ص ۱۳۲

ابوداؤد " طہارت باب الجنب یا کل ص ۲۹

ترمذی " باب ما جاء في الجنب نيام قبل ان يغتسل ص ۱۴

نسائی " باب وضوء الجنب اذا اراد ان نيام ص ۵۰

ابن ماجہ " باب من قال لا يناما الجنب حتى يتوضأ وضوءه للصلاة ص ۲۳

ابوداؤد جلد اول " باب الجنب يوحى الغسل ص ۳۰

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمَّ عَه

علیہ وسلم نے فرمایا وضو کر لے اور اپنا عضو تناسل دھو لے پھر سوئے۔

حلیث (۲۰۶) اذا جلس بين شعبها الأربع

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تشریحات (۲۰۶) (۲۰۷)

اذا جلس بين شعبها الأربع الخ مرد عورت کے چاروں اعضا کے درمیان بیٹھ گیا

میں چاروں اعضاء سے یا تو عورت کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں مراد ہیں یا دونوں

پنڈلیاں اور دونوں رانیں مراد ہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس سے عورت کی شرمگاہ کے دونوں بالائی اور دونوں

زیریں لب مراد ہیں۔ کچھ حضرات نے اول کو اوپر کچھ حضرات نے اخیر کو ترجیح دی ہے۔

خادم کے نزدیک اغلب احوال کے لحاظ سے ثانی کو اور عموم کے لحاظ سے ثالث کو ترجیح ہے۔

جَهْدَهَا سے مراد یہ ہے کہ بقدر التقار ختاہین دخول ہو گیا ہو۔ اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ اس پر دلیل ابوداؤد کی یہ روایت

ہے جس میں جہدھا کے بجائے

وَالزَّقَ الحَتَّانَ الحَتَّانَ فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ

اور ابن ماجہ میں بطریق ابو موسیٰ اشعری یہ ہے۔

اذا مس الحَتَّانَ الحَتَّانَ

اور ترمذی میں اذا جاوز الحَتَّانَ الحَتَّانَ۔ اور مسلم میں وان لم ينزل، اگرچہ انزال نہ ہو۔

ہمارے دیار میں عورتوں کا ختنہ نہیں ہوتا اس لئے فقہانے اس کی مقدار یہ رکھی ہے کہ حشفہ غائب ہو جائے۔

عہد صحابہ میں یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان حضرت علی حضرت زبیر بن عوام حضرت طلحہ

بن عبید اللہ حضرت سعد بن وقاص حضرت ابن مسعود حضرت رافع بن خدیج حضرت ابوسعید خدری حضرت ابی

بن کعب حضرت ابن عباس حضرت ابویوب انصاری حضرت نعمان بن بشیر حضرت زید بن ثابت حضرت جہرہ

عہ اس کے پہلے دو طریقوں سے

مسلم جلد اول حیض باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء ص ۲۲

ابوداؤد طہارت باب فی الجنب ینام ص ۲۹

ترمذی " باب فی الوضوء للجنب اذا اراد ان ینام ص ۷۷

نسائی " باب وضوء الجنب وغسل ذکرہ اذا اراد ان ینام ص ۵۰

ابن ماجہ " باب من قال لا ینام الجنب حتی یتوضا وضوءہ للصلوۃ ص ۲۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الرَّبْعَ ثُمَّ جَهَّهَا فَقَدْ

علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا جب مرد عورت کے چاروں اعضا کے درمیان بیٹھ گیا اور کوشش

وَجَبَ الْغُسْلُ عَنْهُ

مکمل تو ضرور غسل واجب ہو گیا۔

حدیث (۲۰۷) إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ وَلَمْ يَنْزِلْ الْخ

أَخْبَرَنِي أَبِي بَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ لِمَرْأَةٍ

جب مرد عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو کیا کرے) فرمایا اس مقام کو دھو لے جس سے عورت کو

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اور حضرت عطار ابو سلمہ ہشام بن عروہ امام اعظم کا مذہب یہ تھا کہ جب تک انزال نہ ہو جائے غسل واجب نہیں اگرچہ پورا دخول ہو چکا ہو اگرچہ بار بار ہوا ہو۔

ان حضرات کی دلیل یہاں مذکور بعد والی حدیث نمبر ۲۰۷ اور گذشتہ حدیث نمبر ۳۶ ہے اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں اور اکثر حضرات کا یہی مذہب تھا کہ صرف التفارختائین یا غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔ ان کی دلیل یہاں مذکور حدیث نمبر ۲۰۶ ہے۔

یہ صدر اول کا حال تھا اب اس پر اتفاق ہے کہ صرف غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہے اگرچہ انزال نہ ہوا ہو۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں جب اس مسئلے پر اختلاف شدید ہو گیا تو انھوں نے تمام صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے ارشاد فرمایا تم لوگ اصحاب بدر ہو اور اختلاف کر بیٹھے تو تمہارے بعد والے اور زیادہ اختلاف کریں گے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس چیز کو ازواج مطہرات سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں، ان سے پوچھ لیجئے جب ازواج مطہرات سے دریافت کیا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب ختنہ ختنہ سے آگے بڑھ جائے تو غسل واجب ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جو اس کے بعد اس سے اختلاف کر لیا اس سے سزا دوں گا۔ دونوں قسم کی احادیث میں تعارض کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں۔ ایک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے فرمایا

عہ مسلم جلد اول حیض باب ان الجماع کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الخ ص ۱۵۶

ابوداؤد • طہارت باب فی الاکسال ص ۲۸

نسائی • " باب وجوب الغسل اذا التقى الختان الختان ص ۴۱

ابن ماجہ • باب ما جاء فی وجوب الغسل اذا التقى الختان الختان ص ۴۵

مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَصَلَّى قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ - الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَلِكَ الْآخِرُ

مس کیا ہے پھر وضو کرے۔ اور نماز پڑھے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا زیادہ احتیاط اسمیں ہے کہ غسل

إِنَّمَا بَيَّنَّا هَ لَا خِلَافَ فِيهِمْ وَالْمَاءُ أَنْتَقَى -

کرے۔ اخیر حدیث اسلئے ذکر کی کہ اسمیں انکا اختلاف ہے۔ اور پانی صاف ستھرا کرنے والا ہے۔

پہلا حکم احتلام کے ساتھ خاص ہے مگر احادیث میں جو تفصیل مذکور ہے وہ احتلام پر چسپاں نہیں ہوتی۔ دوسری توجہ یہ کی گئی ہے کہ وجوب غسل کے لئے انزال کی شرط ابتداء اسلام میں تھی بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسا کہ ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ الماء من الماء کا حکم ابتداء اسلام میں بطور رخصت تھا بعد میں ہمیں (بغیر انزال) کے بھی غسل کا حکم دیا گیا۔

آخر میں امام بخاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس لئے ہم نے دوسری حضرت عثمان والی حدیث بھی ذکر کر دی مگر احوط غسل ہے۔ یہ جملہ دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے ایک تو یہ کہ انکا مذہب یہی ہے کہ انزال کے بغیر غسل واجب نہیں مگر غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ انکا مذہب یہ ہو کہ برائے احتیاط غسل واجب ہونے کا حکم ہے والعلم عند ربی وعلمہ جل مجدہ انہ و احکوم۔

مناسبت

غسل کے اسباب تین ہیں۔ جنابت، انقطاع حیض، انقطاع نفاس، پہلا سبب۔ اس میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔ حیض و نفاس عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔ سبب عام بیان کرنے کے بعد سبب خاص بیان فرمانا شروع کیا۔

حیض چونکہ بہ نسبت نفاس کے عام ہے اس لئے حیض کا بیان مقدم رکھا۔ عورت کے جسم میں قدرت نے فطری طور پر یہ قوت رکھی ہے کہ اس کے خون کا کچھ حصہ اس کے رحم میں جائے یہی زائد خون ایام حمل میں جنین کی غذا ہوتا ہے۔ اور ایام رضاعت میں دودھ بنتا ہے مگر جب عورت حمل و رضاعت کی حالت میں نہ ہو تو یہ خون ہر ماہ مقررہ تاریخوں میں اندام نہانی سے خارج ہوتا ہے۔ یہی حیض ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد رحم میں جمع شدہ خون جو زائد آلت ہے یہ نفاس ہے بیماری سے جو خون یا رطوبت نکلتی ہے وہ استخاضہ ہے۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت نہ نماز پڑھ سکتی ہے، نہ روزہ رکھ سکتی ہے، نہ قرآن مجید چھو سکتی ہے نہ پڑھ سکتی ہے، نہ مسجد میں جا سکتی ہے۔ نمازیں معاف ہیں البتہ روزوں کی قضا رہے۔

استخاضے کی حالت میں یہ باتیں بھی منوع نہیں۔

حیض کے لغوی معنی سیلان کے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں۔ "حاضت السمرة" بھول کے درخت سے سرخ رنگ لگا پانی نکلا۔ عرف عام میں اندام نہانی سے نکلنے والے خون کو کہتے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں "حاضت الارنب" خرگوش کی اندام نہانی سے خون نکلا، شریعت میں اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے مادہ نکلے اور وہ بیماری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كتاب الحيض

(۶۰) قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ

ت بعض حضرات نے فرمایا سب سے پہلے بنی اسرائیل پر حیض بھیجا گیا

حلیث ۲۰۸ ان هذا امرٌ كتب الله على بنات آدم

سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ فرمادی ہیں کہ

یا بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے نہ ہو۔
یہ ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے اسے
تشریح (۶۰) عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ ان دونوں نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کے مرد و عورت
اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ عورتیں مردوں کو جھانکتی تھیں تو اللہ عروج مل نے انھیں حیض میں مبتلا کر دیا اور مسجدوں میں جانے
سے روک دیا۔

تشریحات (۲۰۸) یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کے صاحبزادے ہیں۔ اجلہ تابعین کی صف اول کے بھی سرخیل ہیں۔ یحییٰ بن سعید نے کہا
قاسم بن محمد اس عہد میں مدینہ میں ان سے افضل کسی کو نہیں پایا دینے کے فقہائے سبعہ میں ہیں ۳۱
میں پیدا ہوئے اور ۳۱ھ میں وصال فرمایا۔

سرف | مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اس میں اور مکہ کے مابین چھ سے لے کر دس میل کا فاصلہ ہے علمیت
اور تائید معنوی کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

أَنْفُسُ | امام نووی نے فرمایا کہ نون کے فتح اور ضم کے ساتھ دونوں کے معنی حیض کے بھی ہیں اور نفاس کے بھی
مگر اکثر یہ ہے کہ ضم کے ساتھ ولادت کے معنی میں ہے۔ اور فتح کے ساتھ حیض کے معنی میں۔ اسی سے نفاس، حائضہ کے معنی
میں آتا ہے، نفاس کی جمع نفاس ہے۔ نفاس مصدر بھی ہے، جس کے معنی خون کے ہیں۔ مغرب میں ہے نفاس أَنْفُسُ الْمَوَاتِ
کا مصدر ہے اس کے معنی ہیں بچہ جننا فضل کے معنی ادا کرنے کے بھی آتے ہیں ارشاد ہے فاذا قضيت الصلوة۔

تکمیل | ۳۱ھ میں جب پورا عرب اسلام قبول کر چکا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج مطہرات
کے ساتھ حج کے لئے نکلے، مدینہ طیبہ سے نکلتے وقت سب کا مقصود بالذات حج ہی تھا مگر میقات پر پہنچ کر
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمادیا، جس کا بھی چاہے حج کا احرام باندھے اور جس کا بھی چاہے عمرہ کا حضرت

خَرَجْنَا لَا نَرَىٰ إِلَّا الْحَبَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرَفٍ حِضْتُ فَدَخَلَ

کہ ہم صرف حج کے ارادے سے نکلے جب "سرف" میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا اسوقت

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عمرے کا احرام باندھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیچر کے دن بعد نماز ظہر ۲۶ رذوالقعدہ کو مدینے سے نکلے مدینہ طیبہ سے چھ میل دور ذوالحلیفہ ہے جو مدینے کی میقات ہے۔ یہاں رات بھر قیام فرمایا صبح کو احرام باندھا۔ آٹھویں دن پیچر کو سرف آپہنچے یہاں رات بسر فرمائی۔ صبح ۴ رذوالحجہ کو نویں دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ سرف پہنچ کر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حیض آگیا ان کو خیال ہوا کہ جس طرح حیض کی حالت میں نماز کی اجازت ہے نہ روزے کی، شاید حج کی بھی نہ ہو، اور میں حج سے محروم رہ جاؤں، اس بنا پر روئے لگیں۔ حضور نے انھیں تسلی دی کہ تم حج کے تمام ارکان ادا کر سکتی ہو۔ صرف طواف نہیں کر سکتی ہو۔ اس لئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور عائشہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی

تطبیق حضرت ام المؤمنین اور حضرت ابن مسعود کا جو قول تعلیقاً مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض بطور ذمیوی سزا پہلے پہل بنی اسرائیل کی عورتوں کو آیا۔ اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حیض بنات آدم کے لئے مقرر ہے۔ بنات آدم اپنے عموم کے لحاظ سے بنی اسرائیل سے پہلے کی عورتوں پر بھی صادق ہے۔ اس سے ثابت کہ روز اول ہی سے تمام عورتوں کو حیض آتا تھا۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں حضرت سارہ کے بارے میں ہے

وَأَمْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ (ہود آیت ۷۱) ان کی بیوی کھڑی تھی ہنسنے لگی۔

طبری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے فضحکت کی تفسیر حاضنت کیساتھ نقل کی ہے یعنی انھیں حیض آگیا ہے

نیز حاکم اور ابن منذر نے سند صحیح کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت حوا جب جنت سے اتریں تو انھیں حیض آنے لگا ۲

اس پر امام بخاری نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اکثر ہے یعنی باعتبار روایت اسلئے اسے ترجیح حاصل ہے۔ ایک نسخے میں بجائے اکثر کے اکبر ہے۔ یعنی بہ نسبت صحابی کے قول کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بڑا یعنی اجل و اکبر ہے اس لئے اسے ترجیح ہے۔

علامہ عینی نے یہ تطبیق کی صورت نکالی کہ بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی کی وجہ سے یہ عذاب آیا کہ ان کی عورتوں کا حیض بند کر دیا گیا یہ عذاب اس طرح ہے کہ توالد و تناسل کے اسباب عادیہ میں حیض بھی ہے۔ جس عورت کو حیض نہیں آتا وہ لا ولد رہتی ہے

مَا لَكَ اَلْفِسَّتِ قُلْتَ نَعَمْ قَالَ اِنَّ هَذَا اَمْرُكُتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ

حضور نے مجھ سے پوچھا کیا بات ہے کیا تجھے حیض آگیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، حضور نے فرمایا

اَدَمَرَا قُضِيَ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطْوُفِي بِالْبَيْتِ قَالَتْ

یہ ایسی چیز ہے جو آدم کی بیٹیوں کے لئے خدا نے مقرر فرمادی ہے جو کچھ حج کر نیوالا کرے تم بھی کرو، البتہ بیت اللہ کا

ایک مدت تک یہی رہا پھر اللہ عزوجل نے جاری کر دیا۔

مگر تعلق کا یہ لفظ اول ما ارسل اللہ الحیض اس توجہ کے مطابق نہیں اس لئے راستہ یہی رہ گیا کہ امام بخاری نے جو فرمایا ہے اسی کو اختیار کیا جائے۔

ایک اشکال بقر بغیر تار کے جنس ہے جو واحد اور کثیر سب پر بولا جاتا ہے۔ البتہ بقرۃ تار مدورہ کیساتھ واحد ہے اس کے معنی ایک گائے کے ہیں جیسے تمر اور تمرۃ کلم اور کلمۃ وغیرہ۔ اب اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں تمام ازواج مطہرات تھیں اور ان کی تعداد اس وقت نہ تھی اس پر اجماع ہے کہ ایک گائے میں صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں پھر نوا ازواج مطہرات کی طرف سے ایک ہی گائے کی قربانی کیسے درست ہوئی۔

اگر تمام روایات میں بالبقر یا بقر بغیر تار کے ہوتا تو تاویل ممکن تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک سے زائد قربانی کی تھی۔ مگر بعض روایات میں بالبقرۃ تار کیساتھ ہے یہ تاثر تائید نہیں اس لئے کہ حیوانات کیلئے تاثر تائید نہیں آتی اور اگر آتی بھی ہو تو ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث میں بقرۃ واحدة آیا ہے جو وحدت پر نص ہے۔

جواب اولاً ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ حیوانات میں تاثر تائید نہیں آتی۔

امام لغت ابن السکیت نے اس کی تصریح کی ہے کہ حیوانات کے اسماء پر بھی تاثر تائید آتی ہے۔ اس لغت پر بالبقرۃ اور بالبقر کا مفاد ایک ہوا رہ گئی وہ روایت جس میں بالبقرۃ الواحدة وارد ہے۔ وہ غالباً راوی کی اپنی زیادتی ہے۔ کسی راوی نے بالبقرۃ کی تار کو تار وحدت سمجھ لیا اور اپنی سمجھ کے مطابق الواحدة بڑھا دیا۔

اس جواب کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔
ذبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن عائشہ بقرۃ یوم النحر ۲
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کیطرف سے یوم النحر میں ایک گائے کی قربانی کی۔

مگر اس پر یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت صدیقہ کی طرف سے ایک گائے ہوئی تو پھر بھی بقیہ آٹھ ازواج کیطرف سے ایک ہی گائے کی قربانی ہوئی۔

۱ ابوداؤد جلد اول مناسک باب فی ہدی البقر ص ۳۴۴

۲ ابن ماجہ اضافی باب کو تجزی البدن قال البقر ۲۳۳

۳ مسلم جلد اول حج باب جواز الاشتراك فی الہدی ص ۲۲۴

وَضَعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرَةِ

طواف مت کرنا حضور نے اپنی عورتوں کی طرف سے گائے قربان کی

صحیح جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قربانی صرف انھیں ازواج کی طرف سے کی تھی جنہوں نے میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ذبح عمن اعتمر من نسائه بقرة بينهن
حضور نے ان عورتوں کی طرف سے مشترکہ طور پر ایک گائے کی قربانی کی جنہوں نے عمرہ کیا۔

ہو سکتا ہے کچھ ازواج مطہرات نے عمرے کا احرام نہ باندھا ہو صرف حج کا احرام باندھا ہو۔

ایضاح البخاری | ایضاح البخاری میں بالبقرۃ الواحدة کی روایت نسائی کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ مجھے نسائی میں نہیں ملی البتہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے، حیوانات کے اسماء پر تار تار تائینث داخل ہوتی ہے اس پر استدلال کرتے ہوئے انھوں نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

مشہور محدث حضرت قتادہ جب کوفہ پہنچے تو ان کے گرد بھیر لگ گئی تشنگان علم ٹوٹ پڑے، یہ زمانہ حضرت امام کی نوعمری کا تھا حضرت قتادہ کی شہرت سن کر حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا: جس چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کو دیکھ کر یہ کہا تھا: اے چیونٹیو اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہیں بے خبری میں سلیمان اور ان کے لشکر کی تمھیں کچل نہ ڈالیں، یہ نہ تھی کہ مادہ؟ حضرت قتادہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ تو حضرت امام نے فرمایا کہ یہ چیونٹی مادہ تھی، اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے قَالَتْ نَمْلَةٌ۔

اس سے صاحب ایضاح البخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت امام کا بھی مذہب یہی تھا کہ تار تار تائینث، حیوانات کے اسماء پر داخل ہوتی ہے اسلئے کہ حضرت امام نے ”نملۃ“ کی تار سے اس کے مادہ ہونے پر استدلال فرمایا
اقول :- یہ زبردستی حضرت امام کے سر تھوپنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت امام کا استدلال بجائے تار کے قالت صیغہ تائینث اور من تو تھا، کی ضمیر مونث سے ہو۔

عہ بخاری جلد ثانی	الاضاحی	باب الاضحية للمسافر والنساء	ص ۸۳۲
مسلم - اول	حج	باب بیان وجوہ الاحرام الخ	ص ۳۸۸
نسائی -	طہارت	باب بدو الحيض	ص ۶۴
ابن ماجہ	حج	باب الحائض تقضي المناسك الا الطواف	ص ۲۱۹
ابوداؤد اول		مناسك باب في هدي البقر	ص ۳۴۴
ابن ماجہ		اضاحی باب كوتجزي البدنۃ والبقرۃ	ص ۲۳۳

حدیث ۲۰۹ ترجیل الحائض راس زوجها

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ ع

کے سر میں کنگھی کرتی اس حالت میں کہ میں حائضہ ہوتی۔

أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّه سُئِلَ

ہشام بن عروہ نے خبر دی کہ حضرت عروہ سے پوچھا گیا

۲۱۰
حدیث ایضا

تشریحات (۲۰۹) (۲۱۰)
ہشام

ہشام بن عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کے مشہور تابعین میں ہیں۔ ان سے بکثرت احادیث مروی ہیں اکابر اجلہ تابعین میں ہیں۔ اہل مدینہ کے طبقہ رابعہ سے ہیں۔ انھوں نے حدیث اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنی ہے کہ حضرت ابن عمر کی زیارات کی مگر ان سے حدیث نہیں سنی، حضرت جابر عبداللہ حضرت انس بن مالک اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے مشرف ہیں شہنشاہ منصور کے عہد میں کوفے تشریف لائے تو ان سے اہل کوفہ نے احادیث سُنیں۔

یہ ار غلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، قتادہ اور اعلمش عاشورہ ۶۱ھ کو ٹھیک اس دن پیدا ہوئے جس دن الشہداء حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوئے۔ اخیر عمر مبارک میں بغداد منصور کے پاس آگئے تھے وہیں ۴۵ھ یا ۴۶ھ میں وصال ہوا منصور نے انکی نماز جنازہ پڑھائی، مقبرہ خیزران کے جانب غربی بازار سے باہر خندق کے پیچھے باب قطر کی جانب، باب حرب کے مقابلہ میں مزار ہے، مزار پر تختی لگی ہوئی ہے جس پر کندہ ہے ”ہذا قبر ہشام بن عروہ“۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ خیزران کے جانب شرقی میں دفن ہیں اور جانب غربی جو مزار ہے وہ ہشام بن عروہ مروزی کلبی جو حضرت عبداللہ بن مبارک کے اصحاب میں سے ہیں۔

ابو عبداللہ | عروہ بن زبیر بن عوام حواری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے مشہور فقہار سبعہ میں ہیں بہت زبرد عابد زاہد شب زندہ دار بزرگ تھے روزانہ بلاناغہ جو تھائی قرآن مصحف شریف دیکھ کر تلاوت فرماتے، جو تھائی قرآن شریف رات کو تہجد میں پڑھتے۔

عہ ایضاً جلد اول اعتکاف باب المکتف یدخل راسہ البیت للفعل ص ۲۷۴

ایضاً ثانی لباس باب ترجیل الحائض زوجها ص ۸۷۹

ترمذی شمائل باب ترجیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲

نسائی جلد اول طہارت باب غسل الحائض راس زوجها ص ۲۸

أَتَّخِذُ مِنْيَ الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُو مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ - فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ

کیا حائضہ میری خدمت کر سکتی ہے، جہنی عورت میرے قریب آ سکتی ہے اس پر عروہ نے

ذَلِكَ عَلَى هَيْنٍ وَكُلُّ ذَلِكَ يَخُذُ مِنْيَ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ

فرمایا یہ سب مجھ پر آسان ہے اور یہ سب میری خدمت کرتی ہیں اس میں کسی پر کوئی حرج نہیں

امام زہری نے ان کے بارے میں فرمایا یہ وہ دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔

یہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے حقیقی بھائی تھے دونوں حضرات اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بطن سے ہیں ۲۲ یا ۲۳ء میں پیدا ہوئے اور ۹۳ یا ۹۴ء سنۃ الفقہاء میں وصال فرمایا مدینہ طیبہ سے چار رات کے فاصلہ پر ربذہ کے نواحی میں ایک بہت سرسبز و شاداب مقام فرعون ہے یہی جائے وفات ہے یہیں دفن بھی ہوئے۔

ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام حکومت میں عبدالملک بن مروان اور یہ اور ان کے دونوں بھائی حضرت عبداللہ اور مصعب مسیج حرام میں اکٹھا ہوئے تو ان لوگوں نے آپس میں کہا آؤ ہم لوگ اپنی اپنی تمنا ظاہر کریں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ حرمین طہین کا مالک بنوں اور خلافت پاؤں۔ مصعب نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ میں عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ کا حاکم بنوں اور قریش کی دو عاقل ترین خواتین کو اپنے نکاح میں جمع کروں، سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو۔ عبدالملک نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں پوری زمین کا مالک بنوں اور معاویہ کا جانشین۔ عروہ نے کہا میری آرزو تم لوگوں جیسی نہیں میری تمنا یہ ہے کہ دنیا سے الگ رہوں آخرت میں جنت پاؤں اور مجھ سے یہ علم (حدیث) روایت کیا جائے، خدا کی شان کہ ہر ایک کی تمنا پوری ہوئی اسی بنا پر ولید بن عبدالملک کہا کرتا تھا جسے یہ پسند ہو کہ کسی صفت کو دیکھے وہ عروہ کو دیکھے۔

بہت ہی تحمل بردبار و صابر و شاکر تھے ایک دفعہ ولید کے یہاں گئے تو پاؤں میں آکھ ہو گیا ولید نے کہا پاؤں کٹواؤ پہلے انکار کیا مگر جب اس کا اثر پنڈلی تک پہنچ گیا تو ولید نے کہا اگر کٹواؤں گے نہیں تو یہ پورے جسم میں سرایت کر جائیگا۔ پاؤں کاٹنے والا آیا اس نے عرض کی شراب پی لیں تاکہ احساس نہ ہو، فرمایا میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کے ذریعہ عافیت نہیں چاہتا، اس نے عرض کیا کوئی خواب اور دوا دیدوں تو فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرا کوئی عضو کاٹا جائے اور مجھے اس کی تکلیف کا احساس نہ ہو اور اس کے ثواب سے محروم رہوں پھر کچھ لوگ آئے کہ پکڑے رہیں فرمایا کوئی ضرورت نہیں۔

بالآخر پاؤں کا گوشت پہلے چھری سے پھر ہڈی آری سے کاٹی گئی اور آہ تک نہیں کی تجر و تہلیل میں مصروف رہے یہاں تک کہ جب روغن زیتون لوہے کے چمچوں میں کھولا کر داغا گیا تو بہوش ہو گئے، افاقے کے بعد چہرے سے پسینہ پوچھنے لگے، کٹا ہوا پاؤں ہاتھ میں لے کر اٹھنے پلٹنے لگے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے تجھ پر سوار فرمایا۔ تیرے ذریعہ سے کسی گناہ کی طرف نہیں گیا ہوں یہ سب اس طرح ہوا کہ وہیں ولید باتیں کرتا رہا اسے خبر بھی نہیں ہوئی جب داغنے کی بو پھیلی تو معلوم ہوا۔

اسی سفر میں ان کے صاحبزادے محمد، ولید کے اصطفیل میں گئے تو کسی چوپائے نے انھیں مار دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ جب مدینہ طیبہ

أَخْبَرْتَنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجھے حضرت عائشہ نے خبر دی کہ وہ حالت حیض میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنگھا کرتی تھیں۔

وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں (حالت اعتکاف) میں ہوتے ان کی طرف اپنا سر بڑھا

يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ ع

دیتے وہ اپنے حجرے میں ہوتیں وہ حضور کے سر میں کنگھا کرتیں حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں

آئے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمایا۔

لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا (کھف ۶۲) اپنے اس سفر سے ہم کو بہت تکلیف پہونچی۔ اتنے سخی اور جواد تھے کہ باغ میں جب پھل تیار ہو جاتے تو احاطے کی دیوار میں سوراخ کر دیتے لوگ باغ میں آکر کھاتے بھی اور باندھ کر لے بھی جاتے، جب باغ میں جاتے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمانے لگتے۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - (کھف ۳۸) اور جب تو اپنے باغ میں گیا تو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ - (کھف ۳۸) الا باللہ کیوں نہیں کہا؟

انھوں نے اپنے والدین اور اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور کبار صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

باب کا فائدہ | یہاں امام بخاری نے باب کا عنوان یہ قائم فرمایا ہے غسل الحائض راس زوجها و ترجيله حائضہ کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس میں کنگھا کرنا۔

چونکہ قرآن کریم میں ہے۔ فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (بقرہ) حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو! اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حائضہ عورت سے کوئی خدمت نہیں لی جاسکتی۔ یہ باب باندھ کر امام بخاری نے اس شبہ کا ازالہ فرمادیا کہ اس آیت میں اعتزال سے مراد جماع نہ کرنا ہے مطلقاً علیحدہ رہنا اس طرح کی شوہر کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے مراد نہیں البتہ ایک خدمت رہ جاتا ہے کہ اس باب کے ضمن میں جو حدیث لائے اس سے کنگھا کرنا تو ثابت ہو گیا مگر سر دھونا ثابت نہیں ہوا۔

عہ ایضاً جلد اول	اعتکاف	باب الحائض ترجل المعتكف	ص ۳۷۱
مسلم	حیض	باب جواز غسل الحائض راس زوجها و ترجيله	ص ۲۲
ابوداؤد	صیام	باب المعتكف يدخل البيت لحاجته	ص ۳۳۲
نسائی	طہارت	باب ترجيل الحائض راس زوجها وهو معتكف	ص ۲۸
ابن ماجہ	"	باب الحائض تناول الشئ من المسجد	ص ۲۶
"	اعتکاف	باب في المعتكف يغسل راسه ويرجله	ص ۱۲۸

(۶۱)

وَكَانَ أَبُو وائلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ

ت

ابو وائل

اپنی خادمہ کو ابو رزین کے پاس بھیجتے

اقول

بحث نگہا کرنے اور دھونے کی نہیں بلکہ شوہر کو ہاتھ لگانے اور نہ لگانے کی ہے، حدیث سے جب ثابت کہ حائضہ شوہر کو نگہا کر سکتی ہے جس میں ہاتھ لگنا لازم ہے تو اسی پر قیاس کر کے سر دھونا بھی ثابت اس لئے کہ اسمیں بھی ہاتھ لگانے سے زائد اور کوئی بات نہیں۔

ہماری اس تقریر سے صاحب ایضاح البخاری کی کم فہمی ظاہر ہوئی انھوں نے لکھا ہے کہ باب کا پہلا جز حدیث سے ثابت نہیں ہم مقدمہ میں بتائے کہ باب کے ثبوت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ حدیث کی باب پر دلالت التزامی ہو جو یہاں موجود ہے ان بزرگ نے حضرت عروہ کے استدلال کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ ترجمیل سے مطلقاً خدمت کے جواز پر دلیل لائے۔ حضرت عروہ سے دو سوال ہوا تھا ایک یہ کہ حائضہ مرد کی خدمت کر سکتی ہے کہ نہیں اور دوسرے یہ کہ جنبی عورت خدمت کر سکتی ہے کہ نہیں۔ حضرت عروہ نے فرمایا دونوں خدمت کر سکتی ہیں نیز یہ بھی کہا کسی کے نزدیک اسمیں کوئی حرج نہیں عروہ نے دلیل میں یہ حدیث پیش کی جس سے یہ ثابت ہوا کہ حائضہ اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے حدیث میں جنبی کا ذکر نہیں۔

مگر اہل فہم پر روشنا ہے کہ حائضہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس حالت میں اس کی نجاست جاری رہتی ہے پھر بھی اپنے شوہر کی خدمت کر سکتی ہے اور جنبی عورت جبکی یہ حالت نہیں۔ اس کے جسم سے جو نجاست نکلتی تھی نکل چکی اب کوئی نجاست نہیں نکلتی تو یہ بدرجہ اولیٰ شوہر کی خدمت کر سکتی ہے لم یہ ہے کہ حیض کی حالت میں گھن آنا زائد ہے برخلاف جنابت کے کہ اسمیں کوئی گھن نہیں اہل انصاف و دیانت غور کریں یہاں امام بخاری نے قیاس فرمایا حضرت عروہ نے قیاس فرمایا مگر یہ قیاس نہیں۔ اہل حدیث ہیں اور اخاف قیاس کریں تو وہ غیر مقلدین کی بارگاہ سے ”قیاس“ کا خطاب پائیں۔

مسائل (۱) متکلف اگر اپنا سر یا کوئی عضو مسجد سے باہر نکال دے تو اعساف باطل نہوگا (۲) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں گھر میں نہ جائیگا اگر سر یا ہاتھ گھر میں داخل کر دیا تو حائض نہ ہوگا (۳) بیوی کی رضامندی سے شوہر خدمت لے سکتا ہے مگر جبر نہیں کر سکتا (۴) حائضہ اور جنبی کا ظاہر جسم پاک ہے (۵) فاعتزوا النساء فی الھیض اور ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسجد سے مراد جماع ہے اور آیت ثانیہ سے مراد جماع کے ساتھ دوائی بوس و کنار بھی ہے۔ مطلقاً چھونے ہاتھ لگانے کی مانعت مراد نہیں (۶) حائضہ کو مسجد میں جانا جائز نہیں (۷) مرد اپنے بالوں کو نگہا کر سکتا ہے اسی طرح زینت کر سکتا ہے

تشریحات (۶۱) (۲۱۱)

رزین کا نام مسعود بن مالک اسدی ہے۔ یہ ابو وائل کے غلام تھے۔ تابعی ہیں یہاں باب

یہ ہے۔ مرد کا حائضہ کی گود میں سر رکھے قرآن پڑھنا۔ تعلیق کا باب سے کوئی علاقہ نہیں

البتہ حدیث سے ہے اور یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔

فَتَاتِيهِ بِأَمْلَصَحَفٍ فَمُسِكَهَ بِعِلَاقَتِهِ ع

وہ مصحف لاتی اور غلاف کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے رہی تھی حالانکہ وہ حائضہ ہوتی -

حلیث (۲۱۱) قرأت القرآن، متکئا فی حجر الحائضۃ

عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ أَنَّ أُمَّهَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ

منصور بن صفیہ سے روایت ہے کہ ان کی ماں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نے ان سے یہ حدیث

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَكِي فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگائے ہوئے قرآن پڑھتے حالانکہ میں حیض کی حالت میں رہتی -

حلیث (۲۱۲) مضاجعة الزوج مع الحائض فی لحاف واحد

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

ابو سلمہ نے روایت کی کہ زینب بنت ام سلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا

(۲۱۲)
تشریحات

بظاہر ایسا شبہ ہوتا ہے کہ ابو سلمہ اور ام سلمہ میں جو اضافت ہے وہ ایک ہی شخص کی طرف ہے مگر حقیقت

میں ایسا نہیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت ام سلمہ ان کے صاحبزادے کی طرف

نسبت کر کے ہے جو ان کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے۔ اور اس حدیث کے راوی ابو سلمہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو سلمہ سے تھیں پہلے ان کا نام کبرہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا۔ قبل ہجرت حبشہ یا مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں تھیں ان کا نکاح عبداللہ بن زمرہ رضی اللہ عنہ کے

ساتھ ہوا تھا یہ اپنے زمانے میں صف اول کی عابدہ فقیہہ تھیں ان سے ایک مخلوق نے حدیث روایت کی واقعہ حرہ کے بعد انتقال

فرمایا اس حدیث سے ثابت ہو کہ حائضہ کیساتھ ایک چادر میں سونا ناجائز نہیں بلکہ اس میں ادنیٰ کراہت بھی نہیں البتہ ناف

کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک اتنا موٹا کپڑا حائل ہو کہ حائضہ کے بدن کی گرمی شوہر محسوس نہ کرے۔

عہ ابن ابی شیبہ

ص ۱۱۲۶

باب الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة

عہ ایضا جلد ثانی توحید

ص ۱۲۳

باب جواز غسل الحائض راس زوجها

مسلم۔ اول حیض

ص ۳۲

باب مأكلة الحائض ومجامعتها

ابوداؤد۔ طہارت

ص ۶۷

باب الرجل يقرأ القرآن ولاسه في حجر امراته وهي حائض

نسائی۔

ص ۲۶

باب الحائض تتناول الشيء من المسجد

ابن ماجہ

حَدَّثَهَا قَالَتْ بَيْنَ اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةً

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں سوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا

فِي خِمِصَةٍ اِذْ حِضْتُ فَاَنْسَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ قَالِ الْفِسْتُ

تو میں چپکے سے کھسک گئی اور میں نے حیض کے کپڑے لئے حضور نے

قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخِمِصَةِ ع

فرمایا کیا تھے حیض آگیا، میں نے عرض کی، جی، پھر بھی حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کیساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی۔

حَدِث (۲۱۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اُغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَلَا نَا جَنْبٌ وَكَانَ يَأْمُرُنِيْ فَاَتَزَوَّرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا

برتن سے غسل کرتے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔ جب مجھے حیض آتا تو مجھے حکم دیتے میں تہبند باندھ لیتی

حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ اِلَيَّ رَاسَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاُغْسِلُهُ وَاَنَا حَائِضٌ ع

اسکے بعد مجھ سے مباشرت فرماتے اور اعتکاف کی حالت میں اپنے سر اقدس کو میری طرف مسجد باہر کر دیتے میں سے دھوئی حالانکہ میں حائض ہوں

تشریحات (۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵) باب کا مقصد

ان احادیث پر باب کا عنوان یہ ہے ”مباشرت الحائض“ حائضہ کے ساتھ
مباشرة کا بیان۔ مباشرت کے معنی ہیں ظاہر جسم کو دوسرے کے ظاہر جسم سے ملانا۔

ص ۲۵۸	باب القبلة لصائم	الصيام	عہ ایضاً جلد اول
ص ۱۴۲	باب الاضطجاع مع الحائض في الحاف واحد	حيض	مسلم
ص ۵۲	باب مضاجعة الحائض	طهارة	نسائی
۱۰۷		وضو	دارمی
ص ۱۴۱	باب مباشرة الحائض فوق الازار	حيض	عہ مسلم
ص ۳۶	باب في الرجل يصيب من المرأة مادون الجماع	طهارة	ابوداؤد
ص ۱۹	باب ماجاء في مباشرة الحائض	"	ترمذی
ص ۵۲	باب مباشرة الحائض	"	نسائی
ص ۴۶	باب مال للرجل من امراته اذا كانت حائضا	"	ابن ماجه

(۲۱۴)

حدیث ایضا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ہم میں سے جب کوئی عاٹھ

إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَارَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مباشرت کرنے کا ارادہ فرماتے تو حیض کے

أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمْرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرَهَا قَالَتْ

جوش کی حالت میں اسے علم دیتے کہ تہبند باندھ لے پھر اس سے مباشرت فرماتے

چونکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے، فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ، حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔ اس کا ظاہر مفہوم یہ ہوتا ہے کہ نہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ نہ وہ تم کو ہاتھ لگائیں جسم کو جسم سے ملانا تو دور ہے۔ امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "اعْتَزِلُوا" الگ رہنے سے مراد یہ ہے کہ جماع نہ کرو اس پر کثیر احادیث کی نص صریح شاہد ہے جو مفسر مشہور ہیں۔

مسائل ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ جماع چھوڑ کر حیض کی حالت میں بھی عورت سے دوسرے قسم کے انتفاع جائز ہیں چنانچہ اس پر اتفاق ہے کہ ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کو چھوڑ کر پورے جسم سے انتفاع جائز ہے اگرچہ عنیدہ اسمانی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ اس حالت میں عورت سے مطلقاً استمتاع جائز نہیں مگر وہ لوگ لایعباہ کے درجے میں اقل قلیل ہیں۔

البتہ ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنے کے وپر تک سے استمتاع میں اختلاف ہے امام اعظم امام شافعی ابو یوسف امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے البتہ امام محمد اور امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ سبیلین کے علاوہ اور جگہوں سے استمتاع جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یہودی جب ان کی عورتوں کو حیض آتا ہے تو نہ ان کے ساتھ لھاتے پیتے ہیں نہ ان کے ساتھ گھر میں رہتے ہیں یہ کیسا ہے تو آیت کریمہ نازل ہوئی۔ فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوا هُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ۔ "حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ پاک ہو جائیں" اور فرمایا:۔

إِصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الزَّكَاحَ ۚ ہمسری کے علاوہ سب کچھ کرو۔

احناف اور جمہور کی دلیل یہ ہے جسے علامہ عینی نے ابوداؤد کے حوالے سے لکھی ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ما یجمل للرجل من امراته وہی حائض۔ جب عورت عاٹھ ہو تو مرد کو کہاں تک حلال ہے فرمایا ما فوق الانزار (وفی حدیث معاذ) والتعفف عن ذلك اجمل۔ انوار کے اوپر تک اور اس سے بھی بچنا بہتر ہے۔

۱۴۳ ص مسلم جلد اول حیض باب مباشرۃ الحائض فوق الانزار

۳۴ ص ابوداؤد طہارت باب ماکلة الحائض ومماسها

۲۹۶ ص ایضا ایضا نکاح باب اتیان الحائض ومباشرتها

وَأَيْكُمْ يَمْلِكُ أَرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ أَرْبَهُ

حضرت عائشہ نے فرمایا جتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت پر قابو رکھتے تھے تم میں کون قابو رکھتا ہے۔

(۲۱۵)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ قَالَ سَمِعْتُ مِمْوَنَةَ رَضِيَ اللَّهُ

حَدِيثًا

عبد اللہ بن شداد نے کہا میں نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا

تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ

انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی ازواج میں سے کسی سے مباشرت کرنا چاہتے اور

أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ أَمْرَهَا فَاتَّرَزَتْ وَهِيَ حَائِضٌ عَنْ

وہ حیض کی حالت میں ہوتیں تو انھیں حکم دیتے وہ تہبند باندھ لیتیں۔

نزا بولعلی موصلی کی روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے فرمایا۔

لہ ما فوق الازار وليس ما تحته۔ ازار کے اوپر تک جائز ہے نیچے نہیں۔

مسلم میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔

یباشرہن فوق الازار وھن حیض۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں سے ازار کے اوپر تک مباشرت فرماتے جب وہ

حائضہ ہوتیں۔

مگر اس پر یہ ایراد ہے کہ ابوداؤد میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں یہ ہے

اذا كان عليها ازار الى انصاف الفخذين او الركبتين جب ان پر آدھی رانوں یا آدھی پنڈلیوں تک ازار ہوتا۔

نیز علامہ عینی نے بحوالہ ابوداؤد ابن ماجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث ذکر کی ہے وہ فرماتی ہیں

كانت احدا نافي فورها اول ما تحيض تشد عليها حیض کے شروع میں جب تیزی ہوتی ہم آدھی آدھی رانوں تک

ازار لالی انصاف الفخذين ثم تضطجع معه عليه تہبند باندھ لیتیں اور حضور کے ساتھ سوتیں۔

السلام۔

عہ مسلم جلد اول حیض باب مباشرة الحائض فوق الازار ص ۱۴۱

ابوداؤد طہارت باب في الرجل يصيب المرأة مادون الجماع ص ۳۵

ترمذی " باب مباشرة الحائض ص ۵۲

نسائی " باب مباشرة الحائض ص ۵۲

ابن ماجہ " باب مال الرجل من امراته اذا كان حائضا ص ۲۶

عہ مسلم " حیض باب مباشرة الحائض فوق الازار ص ۱۴۱

ابوداؤد نکاح باب في اتیان الحائض ومباشرتها ص ۲۹۷

ابوداؤد کی پہلی روایت میں تردید تھی مگر امام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں صرف انصاف الفخذین ہے تو جب ازواج مطہرات نے خود اس ازار کی تحدید فرمادی کہ وہ آدھی رانوں تک ہوتا تھا تو محض احتمال سے مدعی ثابت نہیں ہوگا نیز فرمایا۔ اجتنب شعار الدم۔ خون کی جگہ سے پرہیز کر۔ نیز ابوداؤد میں عکرمہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

کان اذا اراد من الحائض شیئا لقی علی فرجھا شیئا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ کیساتھ کچھ کرنا چاہتے تو اسکی شرکگاہ کپڑا ڈال لیتے ان سبب یہ ثابت ہوا کہ شرکگاہ کے علاوہ بقیہ پورے جسم سے انتفاع جائز ہے اس کے عموم میں مادون السرة الی الركبتہ بھی داخل ہے اسی بنا پر امام ابو جعفر طحاوی اور علاوہ عینی نے حضرت امام محمد کے مذہب کو ترجیح دی۔

ان سبب مباحث کے باوجود ایک خاص بات یہ ہے مادون السرة الی الركبتہ سے استمتاع میں احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ حرمت اور حلت۔ ایسے موقع پر ترجیح حرمت کو ہی ہوتی ہے۔ اس لئے فقہار کے اصول کے مطابق ترجیح قول امام ہی کو ہے ان مباحث سے بہت کر جب ہم ارشاد ربانی میں غور کرتے ہیں تو بھی قول امام ہی کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح اعتزال اور عدم قربت کا حکم اپنے اطلاق کے اعتبار سے یہ جانتا ہے کہ حائضہ سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر فوق السرة و تحت الركبتہ سے انتفاع ایسی احادیث سے ثابت جنکا کوئی معارض نہیں، اسلئے ان کی تخصیص ہو گئی رہ گیا مادون السرة الی الركبتہ سے انتفاع اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس لئے ان سے انتفاع کی حرمت اصل حکم قرآنی کے مطابق باقی رہی مگر پھر بات بوٹ کر وہیں جاتی ہے کہ فوق الازار سے کیا مراد ہے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک یا صرف شعار دم یا زیادہ سے زیادہ انصاف الفخذین تک یہ محل نظر ہے۔ مگر یہ بحث صرف بحث کی حد تک ہے مفتی بہ قول امام اعظم و جہور ہے اور بنا رہی ہے کہ معارض حلت و حرمت میں دائر ہے تو ترجیح حرمت کو ہوگی۔

(۲) حالت حیض میں جماع کرنے پر احادیث میں تصدیق کا حکم آیا ہے۔ کسی حدیث میں ایک دینار ہے، کسی میں نصف دینار کسی میں دینار کا دو خمس۔ مگر اس حدیث پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے اس لئے اس سے وجوب ثابت نہیں ہو سکتا، فیصلہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے اگر ابتداء حیض میں جماع کرے تو پورا دینار اور ختم کے قریب کے ایام میں کرے تو آدھا دینار صدقہ کرے۔ ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونا ہوتا ہے۔

(۳) حائضہ کو چاہئے کہ ایام حیض کے لئے علحدہ لباس رکھے۔

(۴) عورت کے قریب سونے پر جسے اندیشہ ہو کہ اپنے اوپر قابو نہیں رکھ پائے گا وہ عورت سے دور رہے۔

(۵) حدیث (۲۱۴) عن فور حیضتھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مافوق الازار مباشرت بہر حال جائز ہے ابتداء حیض ہو کہ انتہاء حیض۔ مگر اس کے بالمقابل ابن ماجہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کان یتقی سورۃ الدم ثلاثا ثم یباشرھا بعد ذالک، تین دن خون کی تیزی کے وقت بچتے تھے اس کے بعد مباشرت فرماتے تھے۔

اس حدیث میمونہ کا محل حکم عام ہے اور امام المومنین حضرت صدیقہ کی حدیث کا محل یہ ہے کہ وہ حضور کے ساتھ خاص ہے۔

حدیث خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اضحیٰ او فطر فمر علی النساء

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الاضحیٰ

تعالیٰ علیہ وسلم فی اضحیٰ او فطر الی المصلیٰ فمر علی النساء فقال

یا عید الفطریں عید گاہ تشریف لے گئے (نماز سے فارغ ہو کر) آپ کا عورتوں پر گذر ہوا تو فرمایا

آخر کا یہ جملہ "تم میں کون اپنی حالت پر اتنا قابو رکھتا ہے جتنا حضور رکھتے تھے اس کی طرف نشیر ہے اس حدیث میں ارب کا لفظ ہے یہ ہزہ کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی "عضو تناسل" بھی ہے اور حاجت بھی۔ یہاں دونوں بن سکتے ہیں۔ حدیث ۲۱۳ میں تصریح ہے کہ ام المؤمنین حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ حضور اپنا سر میری جانب بڑھا دیتے اور میں اسے بھونکے تعجب انگیز بات یہ ہے کہ اس کے پہلے حدیث ۲۱۲ پر امام بخاری نے جواب قائم کیا تھا وہ یہ تھا "غسل الی کش راس زوجہا زیادہ مناسب یہ تھا کہ یہ حدیث اسی باب میں ذکر فرماتے مگر وہاں صرف ترجیل والی حدیث ذکر فرمائی جس سے یہ بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ یہ حدیث باب کے مطابق ہے یا نہیں۔ غالباً امام بخاری کا مقصود اس فقہی نکتہ کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ جو ہم نے حدیث ترجیل میں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۲۱۶

باب کا فائدہ

اس حدیث پر باب کا عنوان یہ ہے تراک الحائض الصوم۔ حائضہ کا روزہ چھوڑنا۔ حالانکہ حدیث میں نماز چھوڑنے کا بھی ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کے لئے طہارت شرط نہیں اگر کوئی مرد یا عورت جنابت کی حالت میں روزہ رکھے بلکہ دن بھر جنبی رہے جب بھی روزہ ہو جائیگا اگرچہ وقت پر غسل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا پھر بھی حائضہ کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ تو نماز پڑھنے کی بدولت اولیٰ اجازت نہ ہوگی اس لئے کہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے۔ جس کو یوں کہہ لیجئے کہ اگر حالت حیض میں نماز چھوڑنے کا کوئی خصوصی حکم نہ ہوتا تو بھی حائضہ کے لئے نماز کی اجازت نہ ہوتی۔ اس لئے کہ نماز کی ایک شرط یعنی طہارت مفقود تھی، لیکن روزے کیلئے اگر کوئی خصوصی حکم نہ ہوتا تو اس کی مانعت معلوم ہوتی اس لئے امام بخاری نے ضروری جانا کہ اس کے لئے ایک مستقل باب قائم کر کے بتا دیں کہ حائضہ روزے بھی نہ رکھے گی اس کی ہم یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے جسم میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے خشکی کی وجہ سے کماحقہ خون حیض خارج نہ ہوگا جو مضر ہے۔ اسی لئے ان ایام میں عورتوں کو ایسی چیزیں استعمال کرائی جاتی ہیں جن سے ابھی طرح اذہار ہو جائے، روزہ اس میں خارج ہوگا لہذا روزہ رکھنا منع کر دیا گیا اس مانع خفی سے قطع نظر روزے کی صحت کے دوسرے شرائط موجود تھے اس لئے اس پر روزے کی قضا ہے مگر نماز کی نہیں کیونکہ نماز کی اہم شرط طہارت ان دنوں معدوم تھی اس کو یوں کہہ لیجئے کہ نماز کی اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کا خطاب ان دنوں عورتوں سے نہ ہوا اس لئے نمازوں کی قضا واجب نہ ہوئی اور روزے کی اہلیت کی وجہ سے ان دنوں بھی روزے کا خطاب ان سے رہا اس لئے ان دنوں کا روزہ ان کے ذمہ واجب ہوا اگر اندیشہ ضرورت کی وجہ سے ادائیگی موخر کرنے کی اجازت دیدی گئی۔

يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنْ أَرَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمِ

اے عورتوں! صدقہ کرو۔ اسلئے کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنمی دیکھا ہے۔ اس پر عورتوں نے

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَكْثُرَنَّ اللَّعْنُ وَتَكْفُرَنَّ الْعَشِيرُ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ

کہا۔ ایسا کیوں ہے یا رسول اللہ فرمایا تم بہت لعن طعن کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو عقل

عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ

اور دین میں ناقص ہوتے ہوئے ہوش مند مرد کی عقل کو لیجانے والا تم سے زیادہ کسی کو میں نے نہیں

وَمَا نَقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ

دیکھا عورتوں نے عرض کیا ہمارے دین اور ہماری عقل کی کمی کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا کیا ایک عورت

لغات

اضحیٰ کے معنی آفتاب کے بلند ہونے کے ہیں چونکہ قربانی کا وقت اسی سے شروع ہوتا ہے اس ادنیٰ مسابقت سے قربانی کو "اضحیٰ" کہتے ہیں اضحیہ اس بکری کو کہتے ہیں جس کی قربانی کی جائے "معشر" اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی ایک بات پر متفق ہو خواہ وہ سب مرد ہوں خواہ عورت یا مخلوط۔ "لعن" کے معنی ہیں دھسکارنا، دور کرنا یہاں یہ معنی ہیں لعنت کرتی ہیں۔ کفر کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یہاں ناشکری مراد ہے۔ اس لئے کہ یہ احسان کے چھپانے کو مستلزم ہے۔ عقل اس جوہر لطیف کو کہتے ہیں جسے اللہ عزوجل نے دماغ میں پیدا فرمایا۔ جس سے بذریعہ اسباب غائب چیزوں کا اور بذریعہ حس محسوسات کو جاننا جاتا ہے۔ و بيمہ میں واؤ عاطفہ ہے یہاں معطوف مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے وما ذنبنا و بيمہ بار حرف جربہ یہ بھی محذوف کے متعلق ہے یعنی اسْتَحَقُّا قَوْلَ الذَّابِرِ مَا اسْتَفْهَامِيہ ہے جب ما استفہامیہ پر حرف جر داخل ہو تو اس کے الف کا حذف واجب ہے جیسے الام، علام، فیم وغیرہ۔

نقصان دین | یہاں دین کے نقصان سے فی نفسہ دین کا نقصان مراد نہیں بلکہ اضافی مراد ہے یعنی بنسبت مردوں کے کم ہے جیسے ہر کامل میں بنسبت اکل کے کچھ کمی رہتی ہے۔

مسائل (۱) عیدین کی نماز عید گاہ میں جا کر پڑھنا مستحب ہے (۲) صدقہ ہمیشہ محمود ہے اگرچہ نافلہ ہو خصوصاً عیدین کو جبکہ مجمع عام میں یتیم، نادار مالداروں کے عمدہ عمدہ لباس اور تنعم کو دیکھ کر حسرت زدہ ہوں صدقہ دینے سے ان کا احساس کم ہوگا۔ (۳) اس عہد میں عورتوں کو عیدین کے لئے نکلنا جائز تھا اب فتنہ و فساد کے اندیشہ سے منع ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

لو ادرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ لیتے جو عورتوں نے نکال لیا تو انہیں مسجدوں میں جانے سے منع فرمادیتے۔ جیسے بنی اسرائیل

مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَىٰ - قَالَ فَذَا لَكَ مِنْ نَقْصَانِ

کی گواہی مرد کی نصف گواہی کے برابر نہیں، عورتوں نے عرض کیا، ہاں ہے۔ فرمایا یہ عورت کے عقل کی کمی ہے

عَقْلُهَا أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تَصِلْ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَىٰ قَالَ

کیا جب اسے حیض آتا ہے تو نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے انھوں نے عرض کیا

فَذَا لَكَ مِنْ نَقْصَانِ دِينِهَا

ہاں ایسا ہے فرمایا یہ عورت کے دین کی کمی ہے۔

کی عورتوں کو منع کر دیا گیا۔

کامنعت نساء بنی اسرائیل لہ

یہ عہد رسالت کے بالکل قریب کی بات ہے اور آج کیا حال ہے کسے معلوم نہیں۔ اس لئے عورتوں کو عید گاہ تو بہت دور ہے محلے کی مسجدوں میں جانے کی اجازت نہیں (۴) وعظ میں اتنی سختی ہونی چاہئے کہ اصلاح ہو جائے (۵) بہتر یہ ہے کہ وعظ میں کسی شخص معین سے خطاب نہ کیا جائے خطاب عام ہو (۶) گالی گلوچ لعن طعن حرام ہے (۷) کسی دینی ضرورت یا کسی محتاج فقیہ کے لئے سوال کرنا بلاکراہت درست ہے (۸) ایسے گناہوں پر جو کفر نہیں کفر کا تغلیظ اطلاق درست ہے (۹) اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اور متعلم واعظ اور استاذ سے پوچھ سکتا ہے۔ (۱۰) حیض کی حالت میں نہ نماز درست ہے نہ روزہ۔

فائدہ جو عورتیں نماز اور روزے کی پابند ہیں اللہ عزوجل کے فضل سے یہی امید ہے کہ ایام حیض میں چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزے کے ثواب سے انھیں محروم نہیں فرمائے گا۔

ص ۴۶	باب لا تقضى الحائض الصلوة قطعة منه	عہ بخاری جلد اول	الحیض
ص ۱۹۷	باب الزکوة علی الاقارب	زکوة	"
ص ۳۶۱	باب الحائض تترك الصوم والصلوة	صوم	"
ص ۶۱	باب بیان نقصان الايمان بنقض الطاعات	ایمان	مسلم
		ابن ماجہ	
ص ۲۰	باب خروج النساء الى المسجد بالليل والغلس	لہ بخاری جلد اول	اذان
ص ۱۸۳	باب خروج النساء الى المساجد اذا العیترتب علیه فتنة	مسلم	صلوة
ص ۷۱	باب خروج النساء فی العیدین	ترمذی	عبیدین
ص ۷۵	باب ماجاء فی خروج النساء الى المساجد	موطأ امام مالك	قبلہ

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاسَ اَنْ تَقْرَعَ الْاِيَةَ ع

۶۲، ۶۳، ۶۴

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ حائضہ ایک آیت پڑھے۔

ت

وَلَمْ يَرِ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَاسًا ع

اور حضرت ابن عباس جنبی کے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ ع

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ عز و جل کا ذکر فرماتے تھے۔

تشریحات ۶۲، ۶۳، ۶۴

باب مناسبت

یہاں باب کا عنوان ہے

تقضى الحائض المناسك كلها الا الطواف

حائضہ طواف کے سوا حج کے تمام مناسک ادا کرے گی۔

اس کے تحت چھ تعلیقات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک تعلیق باب کے مطابق ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو حیض آگیا پھر بھی انھوں نے طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام مناسک ادا کئے البتہ نماز نہیں پڑھتی تھیں۔ بقیہ تعلیقات کی باب سے جو مناسبت ہو سکتی ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتی ہے کہ حیض اور جنابت کی حالت میں ذکر تسبیح حتیٰ کہ ایک آیت تک کی تلاوت کی اجازت ان تعلیقات سے نکلتی ہے تو مناسک حج بھی درست اس لئے کہ ان میں بھی ذکر تسبیح و تہلیل اور دعا ہوتی ہے اس لئے مناسک حج کی بھی ادائیگی جائز۔ البتہ طواف نہیں کر سکتی اسلئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور مسجد حرام بلکہ کسی بھی مسجد میں حائضہ کو جانا جائز نہیں۔ مگر اس قیاس میں یہ خلل ہے کہ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے جن اذکار یا ایک آیت تک کی تلاوت کا ذکر ان تعلیقات میں ہے وہ سب نوافل ہیں اور حج فرض ہے اسلئے اسے نوافل پر قیاس درست نہیں۔ مگر امام بخاری جو افادہ فرمانا چاہتے ہیں اس کے لئے یہی مناسبت کافی ہے۔ ہمارا گمان تو یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصود ان آثار کے ذکر سے یہ ہے کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن مجید کی تلاوت کرنی جائز ہے۔

تلاوت قرآن کا مسئلہ

اس سلسلے میں مذاہب تین ہیں ایک یہ کہ حائضہ اور جنبی کو قرآن مجید کی تلاوت مطلقاً جائز ہے یہ امام بخاری اور ایک قول کی بنا پر حضرت امام مالک کا مذہب ہے امام مالک کا دوسرا قول یہ ہے کہ حائضہ کو قرآن مجید کے تلاوت کی اجازت ہے، جنبی کو نہیں۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے مگر اخاف اور خالفہ کا مذہب یہ ہے کہ نہ حائضہ کو قرآن مجید کے تلاوت کی اجازت ہے نہ جنبی کو۔ شوافع کا مختار یہی قول ہے۔

امام بخاری کو چونکہ اس سلسلے میں کوئی حدیث اپنے معیار کے مطابق نہیں ملی۔ اس لئے انھوں نے جواز کا قول کیا۔ مگر اس سلسلے میں ایک نہیں متعدد احادیث وارد ہیں جن میں ہر ایک کی سند پر کچھ نہ کچھ کلام کیا گیا ہے۔ مگر وہ ایک دوسرے سے قوت پا کر درجہ

عہ دارمی عہ ابن منذر ابن ابی شیبہ

معہ مسلمہ جلد اول طہارت باب ذکر اللہ تعالیٰ فی حال الجنابة وغیرہا

حسن تک پہنچ چکی ہیں اور حدیث حسن احکام میں بھی بالاتفاق مجتہد ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بیت الخلا سے باہر آئے اور وضو کے بغیر تلاوت کرنے لگے یہ لوگوں کو ناگوار ہوا کہ بلا وضو قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اس پر حضرت علی نے فرمایا:-

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجئ من الخلاء فیقرأ بنا القرآن ویاکل معنا اللحم ولا یعجزہ عن القرآن شیئ لیس الجنابة له

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت الخلا سے باہر تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ قرآن پڑھتے، گوشت کھاتے، جنابت کے سوا حضور کو قرآن پڑھنے سے کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح کی۔ اس کے ایک راوی عبداللہ بن سلمہ پر کلام کیا گیا ہے مگر اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ امام حاکم نے کہا یہ غیر مطعون ہے۔ مجلی نے کہا تابعی ثقہ ہے۔ ابن عدی نے کہا میں کرتا ہوں کہ لا باس بہ ہے۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا یقرء الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن ۵

اس کے ایک راوی اسمعیل بن عیاش ضعیف ہیں

(۳) اس حدیث کے ہم معنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دارقطنی نے اور ابن عدی نے کامل میں روایت کی ہے اسکے بھی ایک راوی محمد بن فضل ضعیف ہیں مگر دو طریقوں سے مروی ہے اس لئے حسن ہو گئی۔ مجوزین کا اصل تمسک اباحت اصلیه ہے ویسے کچھ حضرات نے تعلیق (۶۵) سے استدلال کیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے اور ہر حالت کا عموم حالت جنابت کو بھی شامل ہے۔ اور قرآن مجید کی تلاوت بلا شبہ ذکر ہے۔ قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ حدیث میں ہے ہوال ذکر الحکیم و ہوال صراط المستقیم بلکہ ایک جگہ فرمایا خیر الاذکار القرآن۔ تو ثابت حالت جنابت میں تلاوت بھی کرتے ہوں گے۔

یہ استدلال جیسا ہے بظاہر ہے۔ ظاہر ہے علی کل احیان اپنے عموم کلی پر نہیں۔ کھانے، پینے، سونے، حوائج ضروریہ اس سے مستثنیٰ ہیں

۳۰ ص	باب ما فی الجنب یقرء القرآن	۵ ابو داود جلد اول طہارت
۵۲ ص	باب حجب الجنب من قراۃ القرآن	نسائی
۴۴ ص	باب ما جاز فی قراۃ القرآن علی غیر طہارۃ	ابن ماجہ
۴۴ ص	باب ذکر الجنب والحائض والذی لیس علی وضو وقراۃ القرآن	طحاوی
		مسند امام احمد

۱۹ ص	باب ملجاء ان الجنب والحائض لا یقرآن القرآن	۵ ترمذی جلد اول طہارت
۴۴ ص	باب ملجاء فی قراۃ القرآن علی غیر طہارۃ	ابن ماجہ

اور جب یہ عموم کلی پر نہیں۔ تو اس میں حالت جنابت کا شمول یقینی نہیں۔ اسی طرح ذکر کا جب حصر تلاوت ہی میں نہیں تو اس کا ثبوت محتمل اور جب دوسرے احتمالات موجود تو استدلال فاسد۔ خصوصاً جبکہ اس کے بالمقابل احادیث حسنہ موجود ہیں جن سے حالت جنابت اور حیض میں تلاوت کی تخصیص کی گئی ہے۔

اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حالت میں اس حالت کے مناسب ذکر فرماتے رہتے تھے مثلاً کھانے سے پہلے اس کے مناسب، سونے سے پہلے اس کے مناسب، کپڑا پہننے سے پہلے اس کے مناسب، سفر میں جاتے وقت اس کے مناسب، سفر سے واپسی کے وقت اس کے مناسب، سواری پر بیٹھنے کے وقت اس کے مناسب، وغیرہ وغیرہ۔ ہو سکتا ہے ان اذکار میں کہیں قرآن مجید کی کوئی آیت یا آیت کا جز آ جا تا رہا ہو تو اس سے ہمیں بھی انکار نہیں کہ کسی آیت کا جز یا پوری آیت بہ نیت دعا حائضہ اور جنبی بھی پڑھ سکتا ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی سے پانچ قول منقول ہیں۔ اول چار شخص قرآن نہ پڑھیں، جنب، حائض، بیت الخلاء اور حمام میں۔ دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ آیت کا ابتدائی حصہ پڑھ سکتے ہیں۔ پوری آیت نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جنب کو قرآن پڑھنا مکروہ ہے چوتھا قول یہ ہے کہ ایک سے کم پڑھ سکتے ہیں پوری آیت نہیں۔ پانچواں قول یہ ہے کہ جنب قرآن نہ پڑھے حائضہ پڑھ سکتی ہے۔

ت (۶۲) حضرت ابن عباس سے دو طرح مروی ہے ابن منذر کے الفاظ یہ ہیں

ان ابن عباس یقرء وردہ وھو جنب ابن عباس اپنا وظیفہ حالت جنابت میں بھی پڑھتے تھے۔

ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں روایت کیا

عن ابن عباس انہ کان لایری باسا ان یقرء

الجنب آیۃ اوایتین۔

ابن منذر کے الفاظ سے ثبوت مدعیوں ہو گا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سید المفسرین ہیں تو ان کے وظیفے میں تلاوت

ضرور شامل رہی ہوگی۔ اور جب جنابت کی حالت میں ”وظیفہ“ پڑھتے تھے۔ تو ثابت کہ قرآن مجید بھی ضرور پڑھتے ہونگے۔

لیکن اس پر عرض یہ ہے کہ عرف میں ورد کا اطلاق تلاوت نہیں ہوتا، ورد سے تلاوت کے علاوہ دوسرے اذکار و ادعیہ مراد ہوتے

ہیں اور اس قسم کے کلام میں معنی عرفی ہی مراد لینا ضروری ہے رہ گیا ابن ابی شیبہ والاثر، تو ٹھیک ہے اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا

ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی تھا کہ ایک دو آیت کی تلاوت جائز ہے مگر اس کا بھی امکان ہے کہ مراد

یہ ہو کہ بطور دعا ایک یا دو آیت پڑھنے میں حرج نہ ہو، اس میں ہمارے مذہب سے کوئی تخالف نہیں۔

اور اگر کسی کو ضد ہو کہ مطلقاً جواز ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ گزارش کروں گا کہ ایک صحابی کے فعل کے مقابلے میں احادیث حسنہ بہر حال ہر

طرح لائق ترجیح ہیں

اس کے بعد امام بخاری نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال فرمایا، وہ فرماتی ہیں۔

ہم حیض والیوں کو بھی حکم ہوتا کہ عید گاہ میں چلیں، مسلمانوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور دعا مانگیں لے

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ حائضہ تکبیر پڑھ سکتی ہے، دعا مانگ سکتی ہے، اگرچہ وہ دعا کلمات قرآن سے ہو مثلاً ربنا اتنا فی الدنیا حسنة الآت وغیرہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عید کے بعد بھی دعا مسنون ہے جس کی پوری بحث ”کتاب العیدین“ میں آرہی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عید گاہ میں حائضہ جاسکتی ہے۔ اور جو بعض روایتوں میں یعترلن المصلی آیا ہے اس سے مراد خاص وہ جگہ ہے جہاں نماز ہوتی ہے یعنی نمازیوں کے قریب نہ رہیں۔

پھر امام بخاری نے حدیث ہرقل کو پیش کیا۔ اگر جنبی اور محدث کو قرآن مجید چھونا اور پڑھنا جائز نہ ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جو والا نامہ بھیجا تھا اس میں آیت کریمہ یا ہل الکتاب تعالوا تحریر نہ فرماتے اس لئے کہ والا نامہ اسی لئے بھیجا تھا کہ ہرقل اسے ہاتھ میں لے اور پڑھے ظاہر ہے کہ ہرقل کافر تھا، نہ وضو جانتا تھا نہ غسل۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اولاً۔ ہرقل اہل کتاب میں سے تھا دعوت اسلام پہنچنے سے پہلے اسے کافر کہنا درست نہیں۔ اور اہل کتاب اپنے مذہب کے مطابق وضو اور غسل بھی کرتے تھے۔ وہی ان کے حدیث اور جنابت دور ہونے کے لئے کافی تھا۔

ثانیاً جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے والا نامے میں وہ دو آیتیں اپنے مضمون کے درمیان لکھیں تو وہ سب خط کا مضمون ہو گئیں۔ انھیں پڑھنا خط پڑھنا ہے قرآن مجید کی تلاوت کرنا نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے قرآنی دعاؤں کو بہ نیت دعا پڑھنا تلاوت نہیں۔ جنبی کو بھی پڑھنا پڑھنا جائز ویسے ہی یہاں بھی ہے، پھر حضرت عطا کا یہ قول پیش فرمایا کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عمرؓ کے احرام میں حیض آگیا تو انھوں نے طواف کے علاوہ تمام مناسک حج ادا فرمایا۔ دعائیں بھی پڑھیں اس استدلال پر کلام گذر چکا۔

سب سے اخیر میں امام بخاری نے حضرت حکم کا یہ قول نقل فرمایا۔

ت (۶۵) انی لا ذبح وانا جنب وقال اللہ عزوجل ولا تاكلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ عہ
میں حالت جنابت میں ذبح کرتا ہوں اللہ عزوجل نے فرمایا جس پر اللہ کا نام نہ ذکر کیا جائے مت کھاؤ۔

مقصود یہ ہے کہ جب یہ ارشاد خداوندی ہے تو میں اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں یعنی بسم اللہ اکبر پڑھتا ہوں اور یہ دونوں قرآن مجید کے اجزاء ہیں۔

لیکن بتایا جا چکا ہے کہ قرآن مجید بہ نیت دعا پڑھنا جائز اور ذبح کے وقت بسم اللہ اکبر بہ نیت دعا ہی پڑھا جاتا ہے۔ ثانیاً یہاں بحث اس میں ہے کہ قرآن کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بحث نہیں کہ قرآن مجید میں جتنے الفاظ آئے ہیں انھیں کوئی ادا ہی نہیں کر سکتا۔ مثلاً قال، جار، ذهب وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جیسے صرف قال، جار، ذهب کو ہم اپنے روزمرہ کے کلام میں بولیں تو یہ قرآن نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی صرف اللہ اکبر، بسم اللہ، عادت کے مطابق یا دعا کی نیت سے پڑھے تو اسے تلاوت قرآن نہیں کہتے۔ ویسے ہی ذبح کے وقت بسم اللہ اکبر پڑھنا بھی ہے۔

(۲۱۷) غسل الدم

حلیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم میں سے

تَحِيضٌ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طَهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضِحُ

کسی کو جب حیض آتا تو پاکی کے وقت خون کو چٹکیوں سے کھرتح ڈالتی اس کے بعد اسے دھوتی

عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تَصَلِّي فِيهِ عَه

اور اس کے پورے پر پانی بہاتی اس کے بعد اس کپڑے میں نماز پڑھتی۔

(۲۱۸) المستحاضة تعتكف

حلیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَاءِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی بعض عورتوں نے اعتکاف کیا اس حالت میں کہ اسے استحاضہ

تَرَى الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطِّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ وَزَعَمَ

تھا۔ خون دیکھتی تھی۔ کبھی خون کی وجہ سے اپنے نیچے طشت رکھتی تھی۔ اور اس (عکرمہ)

تشریحات (۲۱۷) مراد یہ ہے کہ کپڑے پر جہاں خون لگا ہوتا اس جگہ کو چٹکی سے کھرچ کر خون دور کرتیں پھر اتنی جگہ خوب اچھی طرح دھوتیں اور بقیہ کپڑے کو بھی دھوتیں مگر اس مبالغے کے ساتھ نہیں جس مبالغے سے خون آلود جگہ کو دھوتیں۔ نضح غسل کے معنی میں آتا ہے وہ گزر چکا۔

تشریحات (۲۱۸) اس حدیث کے بعد ہی ہے کہ یہ خون اور زرد رنگ کا پانی دیکھتیں نماز پڑھتیں تو طشت ان کے نیچے رکھا رہتا۔

عصفر، کسٹم کے پھول کو کہتے ہیں جو پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ کون صاحبہ تھیں اس میں تین قول ہیں۔ حضرت سودہ حضرت ام حبیبہ حضرت زینب بنت محش۔ صحیح یہ ہے کہ ان تینوں میں کوئی نہیں تھیں۔ بلکہ حضرت ام سلمہ تھیں، جیسا کہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عکرمہ ہی سے مروی ہے کہ ام سلمہ اعتکاف میں تھیں اور انھیں استحاضہ تھا۔ کبھی اپنے نیچے طشت رکھ لیتی تھیں۔

وزعم کی ضمیر فاعل مستتر ہو، کا مرجع عکرمہ میں اور اس کا عطف معنی عنعنہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ حدیثی عکرمہ کذا وزعم۔ اب یہ سند متصل ہوگی۔ مراد یہ ہے کہ ام المومنین نے اس بانی کو دیکھا جس میں کسٹم کا پھول بھگوا ہوا تھا تو یہ فرمایا۔ کہ مراد یہ ہے کہ انھیں پیلے رنگ کی رطوبت آتی تھی جیسا کہ دوسرے طرق میں تصریح ہے۔

أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعَصْفَرِ فَقَالَتْ كَانَ هَذَا شَيْئًا كَانَتْ فَلَانَهُ تُجَدُّ لَعَنَهُ

نے گمان کیا کہ حضرت عائشہ نے کسٹم کے پھول کا پانی دیکھا تو کہا یہ ایسا ہے جیسا فلاں پاتی تھی۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ

(۲۱۹) حَدِيثُ اِزَالَةِ الدَّمِ مِنَ الرِّقِّ

مجاہد نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

تَعَالَى عَنْهَا مَا كَانَ لِاحِدٍ اِنَّا اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ فَاِذَا اَصَابَهُ شَيْءٌ

فرمایا ہم ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے سے زائد نہیں تھا جب کپڑے کو

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مستحاضہ مسجد میں بھی جاسکتی ہے اور اعتکاف بھی کر سکتی ہے اور نماز بھی پڑھے گی اگرچہ خون اتنا زیادہ آتا ہو کہ رکتانہ ہو جس کی تفصیل گزر چکی۔

تشریحات (۲۱۹)

امام مجاہد

امام مجاہد بن جبر۔ عبد اللہ بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔ مکہ معظمہ کے مشہور و معروف ائمہ تابعین و اجلہ فقہاء و قراء میں سے ہیں انکی کنیت ابو حجاج ہے۔ یہ اس پاک کے بزرگ تھے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ کر یہ فرمایا، کاشکہ میرا بیٹا سالم اور میرا غلام نافع تمھاری طرح یاد رکھتے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اخص تلامذہ میں سے ہیں۔ تیس مرتبہ ان کو قرآن مجید سنایا اور دوبارہ ہر آیت کو سبقاً سبقاً مع تفسیر پڑھا ہے۔ انہی سال کی عمر میں اس حالت میں داخل بحق ہوئے کہ انکا سر سجدے میں تھا۔

باب کا فائدہ

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حائضہ کا پسینہ پاک ہے۔ حیض سے ظاہر جسم پاک نہیں ہوتا۔ یہ نجاست حکمی ہے۔ نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ عورتیں ایام حیض

میں جو کپڑا پہنے ہوتی ہیں پاک ہونے کے بعد اسے اتار دیتی ہیں۔ دھوئے بغیر نہیں پہنتیں۔ اسے دوبارہ پہننا بہت معیوب سمجھتی ہیں۔ ابھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث گزری۔ انھوں نے فرمایا کہ جب مجھے حیض آیا تو میں نے حیض کے کپڑے لے لئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض ازواج مطہرات کے پاس ایک سے زائد کپڑے تھے۔ عام دنوں میں پہننے کے لئے الگ اور ایام حیض کے لئے الگ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام المومنین جو فرما رہی ہیں یہ ابتداء کی بات ہے اور حضرت ام سلمہ جو فرما رہی ہیں وہ بعد کی بات ہے

عہ بخاری جلد اول حیض باب اعتکاف المستحاضة ص ۲۵

صوم باب اعتکاف المستحاضة ص ۲۴۳

ابوداؤد باب المستحاضة تعتکف ص ۳۳۵

ابن ماجہ صیام ص ۱۲۸

لہ بدایۃ نہایۃ جلد ۹ ص ۲۲۲

مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا ع

کچھ خون لگ جاتا تو اس کو اپنے تھوک سے ترکر دیتی اس کے بعد ناخن سے کھرتج دیتی۔

حدیث (۲۲۰) استعمال الطیب للحائضة اذا اغتسلت

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ نَحْدَّ عَلَى مَيِّتٍ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع

جب فتوحات ہوئیں اور وسعت ہوئی اس وقت کا قصہ ہے۔ نیز ان کے الفاظ میں اخذت ثیاب حیضتی ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد لباس نہ ہو۔ وہ مخصوص کپڑا جو ایام حیض میں خاص کر عورتیں استعمال کرتی ہیں، مثلاً کرسف وغیرہ۔

اس حدیث کے اس طریقے میں خون کی مقدار نہیں مگر ابوداؤد میں بطریق عطار جو روایت ہے اس میں تصریح ہے

مسائل

خون کا ایک قطرہ دیکھیں تو ایسا کریں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں ثم تری فیہ قطرة من دمہ اور اگر بالفرض

یہ روایت نہ بھی ہوتی تو بھی ظاہر ہے کہ مراد یہی ہے کہ۔ اگر تھوڑا خون ہوتا تو ایسا کرتی تھیں اس لئے کہ اوپر گزر چکا کہ اگر کپڑے میں

حیض کا خون لگا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ اسے کسی چیز سے رگڑ کر دور کر دے پھر پانی ڈال کر چٹکی سے

سے ملو پھر پانی سے دھوؤ۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کے بعد صرف تھوک سے بھگونانا ناخن سے کھرچنا کافی نہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے

کہ اسے ”دم قلیل“ پر محمول کریں۔ اب اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قلیل نجاست معاف ہے۔ اور اگر کسی صاحب کو یہ اصرار ہو کہ

نہیں یہ خون قلیل نہیں ہوتا تھا یا قلیل معاف نہیں۔ تو پھر انھیں ماننا ہوگا کہ تھوک مزیل نجاست ہے اس تقدیر پر یہ ثابت ہو

جائے گا کہ پانی کے علاوہ ہر بہنے والی رقیق چیز سے نجاست دور کی جاسکتی ہے۔ نجاست حقیقیہ کا ازالہ پانی کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ باعتبار

ظاہر کے کلام تھا۔

بنظر دقیق یہ نجاست قلیل تھی جو معاف ہے مگر تھوڑی نجاست کا بھی ازالہ مستحب ہے اس لئے حضرت امہات المؤمنین اسے دور

کرتی تھیں۔ قلیل ہونے کی وجہ سے تھوک سے بھی بالکلہ ازالہ ہو جاتا تھا۔ اور یہ اپنی جگہ محقق ہے کہ ہر رقیق سائل سے نجاست حقیقیہ

کا ازالہ صحیح ہے۔ مختصر ہونے کی وجہ سے اس خون کا تھوک ہی سے ازالہ ہو جاتا تھا اسی لئے اس پر اکتفا کرتی تھیں۔

تشریحات (۲۲۰)

ثوب عصب۔ عَصَب۔ یہ منی دھاری دار چادروں کی ایک مخصوص قسم ہے جس کے سوت

کو پہلے رنگتے ہیں۔ پھر بنتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سوت کو جگہ جگہ باندھ کر رنگتے تھے پھر بنتے تھے اس

چادر میں کہیں کہیں رنگین چٹیاں پڑ جاتی تھیں۔ بعض نے کہا کہ ہلکے کالے رنگ کی منی چادر ہوتی تھی۔ یہاں یہی تیسرا معنی مناسب ہے۔

اسلئے کہ دھاری دار منی چادریں اعلیٰ لباس میں شمار ہوتی تھیں اسے رُؤسا اور سلاطین استعمال کرتے تھے لہ

کست اظفار۔ کتاب الطلاق میں کست ظفار ہے سلم اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں قسط و اظفار ہے۔ کست کو بڑا

ناف کے ساتھ قسط بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الطلاق میں لکھا۔ يقال الکست والقسط والکافور والقافور۔

فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكِحَ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا

کیا جاتا تھا۔ البتہ شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ کی اجازت تھی۔ اور ہم نہ سرمہ لگا سکتی تھیں اور نہ

نَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصَبٍ وَقَدْ رَخَّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا

کوئی خوشبو اور نہ عصب کے علاوہ کوئی رنگین کپڑا پہن سکتی تھیں اور حیض سے پاکی کے بعد غسل کے وقت

اِغْتَسَلْتُ أَحَدَانَا مِنْ مَحِيضِهِمَا فِي نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتٍ أَظْفَارٍ وَكُنَّا

ہمیں کست اظفار کے استعمال کی اجازت تھی

نُنْهَى عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ - رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ

اور ہمیں (عورتوں کو) جنازے سے روکا جاتا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے

کست یا قسط کو ہندی میں کُٹ کہتے ہیں۔ غالباً یہ کٹ ہی کا معرب ہے۔

یہاں اظفار ہے۔ کتاب الطلاق میں ظفار ہے۔ ابن تین نے کہا یہی صحیح ہے۔ ظفار یمن کا ایک ساحلی شہر ہے جہاں ہندوستان

سے قسط جاتی تھی اور وہیں سے حجاز وغیرہ میں سپلائی ہوتی تھی ظفار قیام کی طرح بنی علی الکسر ہے۔ مسلم وغیرہ میں قسط و لظفار واو

کے ساتھ ہے یہ روایت احسن ہے اسلئے کہ قسط ایک الگ چیز۔ اظفار ایک خوشبودار لکڑی ہے جو غلاف دار ناخن کے مشابہ ہوتی

ہے جس کی دھوئی سے کپڑے بساتے تھے اس کو اظفار الطیب بھی کہتے ہیں۔

احسن ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قسط میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور امام بخاری نے یہاں باب یہ باندھا ہے۔ حیض سے

غسل کے وقت عورت کا خوشبو استعمال کرنا۔

حدیث کی باب سے مطابقت اسی وقت ہوگی جبکہ وہ اظفار کو خوشبو مانیں۔

مسائل (۱) اس سے ثابت ہوا کہ عورت پر شوہر کا سوگ واجب ہے خواہ وہ مدخولہ ہو خواہ نہ ہو خواہ چھوٹی ہو خواہ

بڑی، آزاد ہو یا باندی۔ البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک چھوٹی بچی پر سوگ نہیں۔ پوری تفصیل کتاب

الطلاق میں آئے گی (۲) زیب و زینت کی ہر چیز سے سوگوار عورت بچے (۳) حیض سے پاکی کے بعد مستحب ہے کہ عورتیں

اندام نہانی میں کوئی مناسب خوشبو استعمال کر لیں حتیٰ کہ سوگوار عورت کو بھی اجازت ہے (۴) عورتوں کو جنازے کے

ساتھ جانا منع ہے۔

اخیر میں امام بخاری نے فرمایا۔ ورواہ ہشام بن حسان۔ اس کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اس دوسری سند سے جو روایت

ہے اس میں عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح ہے۔ اب اس کا مرفوع ہونا قطعی ہو گیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ بعض

نسخوں میں پہلی سند میں تشکیک ہے۔ یعنی عن ایوب عن حفصۃ وقال ابو عبد اللہ او ہشام بن حسان عن حفصۃ

یہاں بلا تشکیک کے ہشام بن حسان عن حفصۃ ہے۔ اور یہی صحیح ہے بقیہ تمام محدثین نے بغیر تشکیک کے روایت کی

ہے بلکہ خود امام بخاری نے کتاب الطلاق میں سند ثانی کو بلا تشکیک ذکر کی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اتنا کچھ تعلیق ہے۔ حامد کا قول نہیں۔

أَمْرٌ عَطِيَّةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع

وہ ام عطیہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

حدیث (۲۲۱) استعمال المساء للحيض اذا اغتسلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِي

سَ حَيْضٍ سَ غَسَلِ كَ بَارَ مِ يَ پوچھا حضور نے اسے بتایا کہ کیسے غسل کرے۔ فرمایا

تشریحات (۲۲۱)
تکمیل

ایک انصاری خاتون جنکا نام ”اسمار“ بنت شکیل تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور یہ سوال کیا کہ حیض سے غسل کا کیا طریقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پانی اور بیری کی پتی لے کر خوب اچھی طرح پاکی حاصل کرو پھر اپنے سر پر ڈالو اور سر خوب اچھی طرح ملو تاکہ پانی سر کے جڑ میں پہنچ جائے۔ پھر سر پر پانی ڈالو۔ اس کے بعد مشک آلود پھایا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو، اسمار نے کہا کیسے پاکی حاصل کروں۔ تین بار یہی تکرار ہوئی تیسری بار فرمایا سبحان اللہ پاکی حاصل کر۔ حضور نے منہ پھیر لیا اور چھپا لیا۔ سفیان بن عیینہ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا اس طرح۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں حضور کے مقصد کو سمجھ گئی میں نے اسے اپنی طرف کھینچے اسے بتایا اس کے بعد بخاری میں جو روایت ہے اسمیں یہ ہے توضی بھایاں توضای لغوی معنی میں ہے یعنی اسے پھا ہے سے دھو۔ مسلم میں ابن یسوی کا نام ”اسمار بنت شکیل“ آیا ہے۔ مگر خطیب نے اسمار بنت یزید بن اسکن روایت کیا ہے یہ وہی بیوی ہیں جو خطیبہ انصار کے ساتھ مشہور ہیں۔ بعض متاخرین نے اسی کو صحیح کہا، اس لئے کہ شکیل نام کے کوئی انصاری صحابی نہیں مگر زیادہ مستند روایات یہی آئی ہیں کہ یہ اسمار بنت شکیل ہیں۔

بابے مطابقت یہاں باب یہ ہے۔ دلت المرأة نفسها اذا تطهرت من الحيض عورت کا اپنے جسم کو مناجب وہ حیض سے پاکی حاصل کرے۔ امام بخاری نے حدیث کا جو ٹکڑا نقل فرمایا ہے اس سے اب کی مطابقت نہیں ہوتی۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ ہاں مسلم کی روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ جس پر ہم بار بار کلام کرائے ہیں۔

عہ بخاری جلد ثانی طلاق باب القسط للحادة۔ باب تلبس الحادة ثياب العصب ص ۸۰۴
مسلم۔ اول باب وجوب الاحداث في عدة الوفاة ص ۲۸۸
ابوداؤد۔ باب فيما تجتنب المعتدة في عدتها ص ۳۱۵
نسائی۔ ثانی باب ما تجتنب الحادة من الثياب المصبغة ص ۱۱۷
ابن ماجہ۔ باب هل تحجد المرأة على غير زوجها ص ۱۵۲

فَرْصَةً مِّنْ مَّسِكَ فَتَطَهَّرِي بِهَا - قَالَتْ كَيْفَ اتَّطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِي

مشک گئے ہوئے پھائے کو لے اور اس سے پاکی حاصل کر۔ اسنے عرض کیا اس سے کیسے پاکی حاصل کروں فرمایا

بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِي - فَاجْتَدِي بِهَا إِلَى فَقُلْتُ

اس سے پاکی حاصل کر۔ اسنے عرض کی کیسے فرمایا سبحان اللہ پاکی حاصل کر۔ اس پر میں نے اس کو اپنی طرف کیپنیا اور

تَبْتَغِي بِهَا أَثْرَ الدَّمِ ع

بتا یا اسے خون کی جگہ لگا دے۔

صحیح یہ ہے کہ مشک پا کوئی بھی خوشبو استعمال کرنے کی حکمت خون کی وجہ سے جو بد بو اور گھناؤنا پن پیدا ہو گیا تھا اس کا ازالہ مقصود ہے خون کے آنے سے جلد میں سکڑن پیدا ہو جاتی ہے۔ مشک یا اس قسم کی چیزوں سے استعمال سے یہ سکڑن ختم ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا مشک یا کسی بھی خوشبو کا استعمال غسل سے پہلے کرے گی۔ مگر یہ حدیث کے سیاق کے خلاف ہے۔ مسلم میں ”ثم“ موجود ہے جو تعقیب بلکہ تراخی پر دلالت کرتا ہے، بعض شارحین نے مشک کے استعمال کی حکمت یہ بھی کہ یہ استقرار نطفہ میں معین ہوتا ہے مگر ان کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی کہ مشک کا استعمال ہر عورت کو مستحب ہے خواہ شوہر والی ہو خواہ نہ ہو۔

بعد والی روایت میں ہے۔ تَوْضِي ثَلَاثًا - اَوْ قَالَ تَوْضِي بِهَا اس کی توضیح میں شراح نے مختلف قول کئے ہیں۔ اس سلسلے کی روایات کو ذہن میں رکھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ثلاثا کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے تین بار فرمایا۔ مشک اوی اس میں ہے کہ بھیا بھی فرمایا تھا یا نہیں۔

اثر الدم سے عام علماء نے شرمگاہ مراد لی ہے۔ البتہ محاطی نے ہر وہ جگہ مراد لی ہے جہاں خون لگا ہو۔ سوائے محاطی کے کسی اور نے یہ قول نہیں کیا ہے مگر اسمعیلی کی روایت اس کی مؤید ہے جس میں مواضع الدم آیا ہے۔

مسائل | (۱) تعجب کے وقت سبحان اللہ پڑھنا سنت ہے (۲) پوشیدہ عوارض کو کناہی سے ادا کیا جائے (۳) یہ بھی

عہ اس کے بعد متصلاً - باب غسل المحيض ص ۴۵

ایضا	جلد ثانی	اعتصام	باب الاحکام اللتی تعرف بالدلائل	ص ۱۰۹۳
مسلم	اول	طہارت	باب استقباب المغتسلۃ من الحيض فرصة من مسك موضع الدم	ص ۱۵
ابوداؤد	"	"	باب الاغتسال من الحيض	ص ۴۴
نسائی	"	"	باب ذکر العمل فی الغسل من الحيض	ص ۴۹
"	"	غسل	باب العمل فی الغسل من الحيض	ص ۷۲
ابن ماجہ	"	طہارت	باب فی المائض کیف تغتسل	ص ۴۷
دارمی	وضوء	۸۴	مسند امام احمد	

حدیث (۲۲۲) ان عاشہ رضی اللہ عنہا اہلت بعمرۃ فی حجة الوداع

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِينَ لِهَلَالِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا، ہم ذی الحجہ کے چاند ہونے کے قریب (مدینے سے حج کیلئے)

ذِي الْحِجَّةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ

نکلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف

درست ہے کہ عالم کے کلام کی تشریح اس کی موجودگی میں کوئی اور کر دے اور عالم سنے (۴) عالم کے کلام کی تفسیر جب اسکے سامنے دوسرے نے کی اور عالم نے سن لی تو یہ عالم ہی کی تفسیر ہو گئی (۵) ثابت ہو گیا کہ شیخ کو تلمیذ پڑھ کر سنا سکتا ہے۔

تشریحات ۲۲۲ یہاں امام بخاری نے اس حدیث پر دو عنوان قائم کیا ہے۔

مطابقت باب

امتناسط المرأة عند غسلها من الحيض حیض سے غسل کے وقت عورت کا نگہ کرنا۔

نقص المرأة شعرها عند الحيض حیض سے غسل کی وقت عورت کو اپنے سر کے بال کا کھوٹنا

حدیث میں کہیں غسل کا ذکر نہیں۔ یہ امام بخاری کی اسی عادت مستمرہ کے مطابق ہے اگرچہ ان کی ذکر کردہ روایت میں غسل کا لفظ نہیں مگر ابوودود و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا۔ فاغتسلی۔ پھر غسل کر۔ موافقین کا مادہ وفو آتا ہے جس کے معنی "پورا کرنا۔" اس کے باب افعال کا صلہ جب علی آتا ہے تو اس کے معنی "اشرف" کے ہیں بولتے ہیں۔ اوذا علی کذا ای اشرف یعنی جھانکا، یہاں مراد یہ ہے کہ ہم ذی الحجہ کے ہلال کو جھانک رہے تھے۔ یعنی اس کی روایت قریب تھی۔

ہم پہلے بتا آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۶ ذوالقعدہ سنچہر کے دن بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور رات ذوالحلیفہ میں گزاری، ۲۷ ذوالقعدہ التوار کو وہاں سے چلے تھے اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے۔ مسلم شریف میں مدینہ طیبہ سے نکلنے کی تاریخ لخمس بقین من ذی القعدہ ہے اور مکہ مکرمہ پہنچنے کی تاریخ تردید کے ساتھ لاربیع خلون من ذی الحجۃ او خمس ہے اسی اختلاف کی وجہ سے یہ بھی اختلاف پیدا ہو گیا کہ راستے میں کتنے دن صرف ہوئے۔ ۹ دن یا۔ دس دن۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ کی شنبہ کو پہنچے تھے، بخاری کتاب التمنیٰ میں لاربیع خلون من ذی الحجۃ بلا تردید ہے۔ لیلۃ المحصبہ سے مراد تیرہ ذوالحجہ کے بعد آنے والی چودھویں رات۔ یہ منیٰ اور مکہ کے مابین ایک میدان ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" کے موقع پر قیام فرمایا تھا۔ حج کے واپسی کے بعد رات کو پھر یہیں قیام فرمایا۔ مدینہ طیبہ والے حجاج جب تک اونٹوں کا سفر تھا یہیں اکٹھے ہو کر واپس ہوتے تھے۔ اس کو وادی محصب اور خیف بنی کنانہ بھی کہتے ہیں۔

۱۰ جلد اول حج باب وجوہ الاحرام ص ۳۹۰

۱۱ ایضا

۱۲ جلد ثانی تمنیٰ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدرت ص ۱۰۴۳

يَهْلُ بِعُمْرَةٍ فَلْيَهْلُ فَإِنِّي لَوَلَا أَنِي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهْلُ

عمرے کا احرام باندھنا چاہے وہ صرف عمرے کا باندھے۔ اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا تو عمرے ہی کا احرام باندھتا

بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهْلُ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهْلُ

اسپر بعضوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعضوں نے حج کا۔ اور میں نے عمرے کا احرام

بِعُمْرَةٍ فَأَذْرَكْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

باندھا تھا جب عرفہ کا دن آیا تو میں حائضہ تھی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضرت عائشہ کے
حج کی تفصیل

اس حدیث کی ابجاث سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ناظرین حج کے اقسام ذہن نشین کر لیں۔ حج تین

قسم کا ہوتا ہے۔ افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھیں۔ تمتع یعنی میقات سے

صرف عمرے کا احرام باندھیں، اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اپنے ساتھ ”ہدی“ یعنی قربانی کا جانور نہ لے جائے۔ ایسے

لوگ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائیں گے۔ دوسرے وہ جو اپنے ساتھ ”ہدی“ لے جائیں۔ یہ لوگ مکہ پہنچ کر عمرہ کرنے کے بعد بھی

احرام سے باہر نہ ہوں گے جب تک قربانی نہ کریں۔ تمتع آٹھ ذوالحجہ کو حرم سے حج کا احرام باندھ کر حج کرے گا۔ قرآن یعنی میقات

سے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھیں۔

ہمارے اور شوافع کے درمیان یہاں ایک اختلاف ہے۔ ہمارے یہاں قارن پر دو طواف دو سعی واجب ہے ایک طواف

اور سعی عمرے کی۔ اور ایک حج کی۔ امام شافعی کے یہاں قارن کے لئے صرف ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے۔

اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ، لیلتہ المحصبہ چودہویں ذوالحجہ کی رات میں ام المومنین حضرت عبدالرحمن

کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے گئیں۔ اور ظاہر ہے کہ عمرہ طواف اور سعی کا نام ہے تو حضرت ام المومنین نے طواف بھی کیا اور سعی

بھی۔ اس طرح اس حدیث سے صرف ایک طواف اور ایک سعی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ ام المومنین

قارنہ تھیں اور انھوں نے صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کی۔ تو شوافع کا مسلک ثابت کہ قارن کے لئے صرف ایک ہی

طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے۔ اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ عام طرق میں لیلتہ المحصبہ کے پہلے کسی طواف کا ذکر

نہیں۔ مگر مسلم میں بطریق محمد بن عبداللہ بن زبیر حضرت قاسم سے جو روایت ہے امیں یہ تصریح ہے حتیٰ نزلنا منیٰ فطهرت

ثم طفنا بالبیت۔ جب ہم منیٰ میں اترے تو میں پاک ہو گئی پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کے بعد محصب سے عمرہ

کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے پہلے والی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں۔ میں یوم نحر کو پاک ہو گئی تھی تو ثابت ہو گیا کہ لیلتہ المحصبہ سے

پہلے ہی ام المومنین نے طواف زیارت کر لیا تھا۔ اگر بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو بھی واقعات کی روشنی میں یہی ثابت ہوتا

کہ ام المومنین نے طواف زیارت اپنے وقت پر یا کم از کم لیلتہ المحصبہ سے پہلے کر لیا تھا۔ لیلتہ المحصبہ میں ام المومنین نے یہ عرض کیا تھا

یرجع الناس بحجة وعمره وارجع بحجة۔ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں صرف حج کے

ساتھ لوٹ رہی ہوں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت ام المومنین نے حج کے لئے طواف اور سعی اس وقت تک نہیں کی تھی۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيَ عُمَرَتِكَ وَانْقَضِيَ رَأْسُكَ وَامْتَشِطِي

اپنا حال بیان کیا تو فرمایا عمرہ پہنہ دے، اور اپنے سر کو کھول ڈال کنگھا کر

وَأَهْلِي بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِي

اور حج کا احرام باندھ میں نے یہی کیا جب لیلۃ الحصبۃ آئی تو مجھے میرے

عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنْعِيمِ

بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ تنعم بھیجا

توان کا حج ہوا کہاں کہ وہ فرما رہی ہے میں صرف حج کے ساتھ واپس ہو رہی ہوں۔ ام المؤمنین کی یہ عرض اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت تک انھوں نے طواف زیارت بھی کر لیا تھا۔ اور حج کے لئے سعی بھی کر چکی تھیں، اس طرح ان کا حج مکمل ہو چکا تیرہ ذوالحجہ تک ایام حج ہیں ان ایام میں عمرہ ہو نہیں سکتا، اس لئے عمرہ نہیں کر سکتی تھیں اب واپسی کا وقت آیا تو مذکورہ بالا عرضداشت پیش کی جس پر انھیں عمرہ کرنے کے لئے تنعم بھجوا دیا گیا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ انھوں نے حج کا طواف اور اسکی سعی نہیں کی تھی تو ضروری تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں حج کے طواف اور سعی کا حکم فرماتے۔ علاوہ ازیں حج کے طواف کا وقت بارہ ذوالحجہ تک ہے۔ یوم نحر یعنی دس ذوالحجہ کو وہ پاک ہو گئی تھیں۔ کس کے قیاس میں یہ بات آسکتی ہے؟ کہ بلا وجہ شرعی ان کے طواف کو قضا کرایا ہو۔ اور واپسی ہونے لگی پھر بھی طواف کے لئے نہیں فرمایا۔ بلکہ جب عمرے کی خواہش ظاہر کی تو عمرے کے بہانے طواف کے لئے بھیجا۔ اس لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ حقائق کی روشنی میں یہ مان لیا جائے کہ حضرت ام المؤمنین لیلۃ الحصبہ سے پہلے حج کا طواف اور اس کی سعی کر چکی تھیں۔ لیلۃ الحصبہ صرف عمرہ کرنے گئی تھیں۔

اس تقریر کے بعد اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ام المؤمنین نے قرآن کیا تھا تو بھی یہ حدیث شوافع کے لئے مفید نہیں۔ ہمارے ہی مسلک کی مؤید ہے۔

حضرت ام المؤمنین نے
تمتع کیا تھا

ویسے اس حدیث کے تمام طرق پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے تو ثابت یہی ہوتا ہے کہ حضرت ام المؤمنین نے قرآن نہیں کیا تھا بلکہ تمتع کیا تھا، اس کے مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

(۱) ان کو حکم ہوا۔ اپنے سر کو کھولا کو کنگھا کر دے۔ حج کا احرام باندھو۔ اگر انھوں نے قرآن کیا ہوتا تو میقات

ہی پہنچ کا بھی احرام باندھ لیا ہوتا۔ اب اس وقت یوم عرفہ احرام باندھنے کا کیا مطلب۔ پھر حالت احرام میں کنگھا کرنا منع ہے کنگھا کرنے میں ضرور بال ٹوٹنے ہیں (۲) اور فرمایا دعی عمرتک، کسی میں ہے وارفضی عمرتک اور کسی میں وانترکی عمرتک ہے۔

اپنا عمرہ چھوڑ دے۔ یہ دلیل ہے کہ میقات سے جس عمرے کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے۔ اسے چھوڑ دے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ حضرت ام المؤمنین کو حکم دیا جا رہا ہے کہ عمرے کا جو احرام باندھا تھا اسے ختم کرو اور اب حج کا احرام

باندھ کر دے۔ (۳) حضرت ام المؤمنین اس وقت حالت حیض میں تھیں۔ اس حالت میں غسل کا حکم طہارت حاصل کرنے کیلئے تو نہیں

سکتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ احرام کے لئے غسل کا حکم تھا۔ (۴) صاف صاف حکم ہے واهلی بحج حج کے لئے تلبیہ کہو یعنی حج کا احرام

فَأَهْلَتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمَرَتِي قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ

پس میں نے وہاں عمرے کا احرام باندھا

ہشام نے کہا کہ اس میں

باندھو۔ اگر حج کا احرام پہلے باندھ چکی تھیں تو اب حج کا احرام باندھنے کا حکم دینے کا کیا مطلب۔ خصوصاً مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابر کی حدیث کے یہ الفاظ فاغتسلی ثم اھلی بالحج غسل کر لو پھر حج کا احرام باندھو (۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ہذا مکان عمرتک وغیرہ کا سوا اس کے اور کیا مطلب ہے کہ جو عمرہ احرام باندھنے کے بعد نہ کر سکی تھیں اور توڑنا پڑا تھا اس کی قضا میں یہ عمرہ کر لو۔ (۶) بخاری میں حدیث مذکور کے پہلے والی حدیث میں صاف تصریح ہے فکنت ممن تمتع میں تمتع کرنے والوں میں تھی۔ اور لیل عرفہ میں عرض کیا انما کنت تمتعت بعمرۃ میں نے عمرہ کا احرام باندھ کر تمتع کیا تھا۔

منشأ اختلاف

اختلاف کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں یعنی شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ میں عمرے کو بڑا جانتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینے سے نکلے تو لوگوں کا خیال یہی تھا کہ صرف حج کرنے جا رہے ہیں مگر ذوالحلیفہ پنچکر حضور نے اعلان فرمادیا۔ جس کا جی چاہے صرف عمرے کا احرام باندھے جس کا جی چاہے صرف حج کا، یادو نوں کا۔ میں ہدی لے کر چل رہا ہوں اگر میں ہدی لے کر نہیں چلتا تو عمرے کا احرام باندھتا اس پر لوگوں نے اپنی اپنی صواب دید اور توفیق کے مطابق احرام باندھا۔ کسی نے صرف عمرے کا، کسی نے صرف حج کا، کسی نے دونوں کا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے عمرے کا احرام باندھا۔ چنانچہ عام طرق میں بالفاظ مختلف یہی ہے مگر بعض روایتوں سے کہ ابتداء میں صرف حج کا ارادہ تھا۔ یہ الفاظ فرمادیے کہ ام المومنین حج کے لئے نکلیں، حج کا احرام باندھا وغیرہ وغیرہ۔

یہ کہ حج فرض ہونے کی وجہ سے معظم مقصود ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کہہ دیا۔ جیسے ہمارے دیار کے حجاج تقریباً کل کے کل تمتع کرتے ہیں یعنی میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ حاضر ہو کر عمرے سے فراغت کے بعد احرام کھول دیتے ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ حج کرنے جا رہے ہیں، کوئی نہیں کہتا کہ عمرہ کرنے جا رہے ہیں۔ اسی عرف کے مطابق اس روایت کے بعض طرق میں یہ مذکور ہو گیا کہ ام المومنین نے حج کا احرام باندھا حج کے لئے نکلیں وغیرہ وغیرہ۔

قارن پر ایک طواف اور سعی ہے یا وہ اس کی پوری بحث کتاب الحج میں آئے گی۔

غایت باب

غسل کرتے وقت عورتوں کی چوٹی اگر گندھی ہوئی ہو تو بالوں کو کھول کر ان کے درمیان بھی پانی کا پہنچانا ضروری ہے یا صرف بال کی جڑوں میں پانی بہہ جانا کافی ہے؟ ہمارا مذہب یہی اخیر ہے، عورت خواہ حیض و نفاس سے فراغت کے بعد غسل کرے خواہ جنابت کی حالت میں یہی حکم ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ

مِنْ ذَالِكَ هَدَى وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ عَنْهُ

نہ صدقہ دینا پڑا

نہ روزہ رکھنا پڑا

نہ قربانی کرنی پڑی

افانقضه للحيضة و الجنابة فقال لا
کیا میں حیض اور جنابت کے غسل کیلئے چوٹی کھول دوں؟ فرمایا نہیں۔
ان دونوں بابوں سے شہدہ ہوتا ہے کہ شاید امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ حائضہ پر ضروری ہے کہ وہ بال کھول کر ان کے درمیانی حصے میں بھی
پانی پہنچائے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب مطلقاً یہ تھا کہ ہر غسل فرض میں عورت جوڑا کھول کر بالوں میں پانی پہنچائے
ام المومنین حضرت عائشہ کو جب یہ خبر پہونچی تو فرمایا۔

تعجب ہے ابن عمر تو توں کو غسل کے وقت سروں کو کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ عورتیں اپنے سر مونڈا ڈالیں رہ گیا
اس حدیث میں بالوں کے کھولنے کا جو امر ہے وہ یا تو استحباب کے لئے ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ حضرت ام المومنین کے
اتنے گھنے رہے ہوں یا چوٹی اتنی سخت گندھی رہی ہو یا سر پر کوئی لیپ لگا لیا تھا جس کی وجہ سے پانی بالوں کی جڑوں میں نہیں
پہنچ سکتا تھا، اس لئے کھولنے اور کنگھی کرنے کا حکم دیا۔

قال هشام حضرت هشام کا یہ کہنا کہ حضرت ام المومنین کے اس فعل پر نہ دم دینا پڑا نہ روزہ رکھنا پڑا اور نہ صدقہ دینا پڑا
اپنے علم و دانست کے اعتبار سے ہے ورنہ حضرت ام المومنین پر بہر صورت دم واجب تھا۔ خواہ انھوں نے تمتع کیا ہو خواہ قرآن۔
اسلئے کہ ان دونوں صورتوں میں ان پر واجب تھا کہ وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کر لیتیں یا کم از کم عمرے کا چار پھیرے طواف کر لیتیں
مگر عذر لاحق ہو جائیگی وجہ عمرہ نہ کر سکیں حتیٰ کہ شب عرفہ میں احرام کھولنا پڑا تو دم جنایت لازم ہو گیا۔ ص ۲۱۱ میں حضرت جابر
کی حدیث گزری۔ کہ حضرت عائشہ کی طرف سے حضور نے یوم نحر ایک گائے قربانی کی تھی۔ اس کا امکان قوی ہے کہ یہی دم جنایت
رہا ہو۔

حضرت هشام کو اسکی خبر نہ ہوئی اسلئے انھوں نے یہ کہہ دیا، کہ اسمیں ہدی وغیرہ کچھ واجب نہ ہوا۔

ص ۲۵	باب امتشاط المرأة عند غسلها من الحيض	عنه ايضاً جلد اول	حيض
ص ۲۶	باب كيف تملي الحائض بالحج والعمرة	ايضاً	حج
ص ۲۱۱	باب كيف تملي الحائض والنفساء	ايضاً	مناسك
ص ۲۳۹	باب العمرة ليلة الحصة وغيرها	ايضاً	عمرة
ص ۶۳۱	باب حجة الوداع	ايضاً	ثاني مغازی
ص ۳۸۹، ۸، ۷، ۶	باب وجوه الاحرام وانه يجوز افراد الحج والتمتع والقران	مسلم	اول حج
ص ۲۴۷	باب في افراد الحج	ابوداؤد	مناسك
ص ۴۸	باب ذكر الامر بذلك للحائض عند الاعتسال للاحرام	نسائي	طهارة
ص ۱۹	باب في المهلة بالعمرة فحيض وتختان فوت الحج	ايضاً	مناسك
ص ۲۲۱	باب العمرة من التمتع	ابن ماجه	مناسك
ص ۱۶۸	باب دخول الحائض مكة	موطأ امام مالك	حج
ص ۱۵۰	باب دخول الحائض مكة	مسند امام احمد	مسلم جلد اول طهارة

حدیث (۲۲۳) ان الله وکل بالرحم ملکا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے

يَقُولُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عُلْقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ

جو کہتا ہے اے پروردگار رحم میں نطفہ آگیا اے پروردگار یہ منجمد خون ہو گیا اے پروردگار گوشت کا لٹھڑا بن گیا جب

تشریحات (۲۲۳)

اس حدیث پر مکمل کلام کتاب الانبیاء میں آئے گا۔ یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس حدیث کا حیض سے کیا تعلق۔ جس کا باب چل رہا ہے اس سے اس حدیث کا دو تعلق ہے (۱) ایک یہ کہ خون حیض ہی ایام حمل میں جنین کی غذا بنتا ہے جیسا کہ احادیث سے بھی ثابت ہے اور اطباء کا بھی قول ہے، اس باب سے مقصود یہ ہے کہ حیض کے احوال میں ایک حالت یہ بھی ہے (۲) جمہور اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ ایام حمل میں جو خون آئے وہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے البتہ قول جدید یہ ہے کہ وہ حیض ہے۔ امام مالک کا اصل مذہب وہی ہے جو جمہور کا ہے البتہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ ابتداء حمل میں جو خون دکھائی دے وہ حیض ہے اور اخیر ایام میں جو دکھائی دے وہ استحاضہ ہے امام بخاری یہ باب قول اللہ عز وجل مخلقة و غیر مخلقة باندھ کر اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایام حمل میں جو خون عورت کو دکھائی دے وہ حیض نہیں۔ وہ جنین کی غذا کے کام آتا ہے باہر نہیں آتا یہ مذہب بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی زوجہ کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا، ابن عمر سے کہو رجعت کرے اسے اپنے نکاح میں رکھے یہاں تک کہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے۔ اس حیض سے پاک ہونے کے بعد اسے اختیار ہے چاہے رکھے چاہے تو اسے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدے۔

(۲) او طاس کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا۔ کسی حاملہ سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے اور نہ کسی غیر حاملہ سے وطی کی جائے جب تک کہ ایک حیض آکر یہ نہ ظاہر ہو جائے کہ اس کا رحم خالی ہے۔

(۳) حضرت رؤف بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ کسی کو یہ جائز نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سینچے یا کسی باندی سے وطی کرے جب تک کہ اسے حیض نہ آجائے یا اس کا حمل نہ ظاہر ہو جائے۔

۱۔ بخاری جلد اول طلاق ص ۹۰، مسلم جلد اول طلاق باب تحريم الطلاق الحائض ص ۲۷۶

۲۔ ابوداؤد جلد اول نکاح ص ۲۹۳

۳۔ مسند امام احمد۔ ابوداؤد جلد اول نکاح باب وطی السایا ص ۲۹۳

أَنْ يَقْضَىٰ خَلْقَهُ قَالَ أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَىٰ، شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ فَمَا السَّرُّ

اللہ عزوجل یہ ارادہ فرماتا ہے کہ اس کی تخلیق مکمل فرمادے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے مرد کہ عورت، بد بخت

وَمَا الْأَجَلَ قَالَ فَيَكْتُبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ ع

کہ نیک بخت، کتنی روزی ہو، کتنی عمر ہو، فرمایا سب کچھ اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

ان احادیث میں، حیض کو اس کی علامت بتایا گیا ہے کہ حمل نہیں۔ اگر حمل کے ساتھ حیض بھی آنا ممکن ہوتا تو حیض اس کی علامت نہیں ہو سکتا تھا تو ثابت کہ ایام حمل میں حیض نہیں آ سکتا۔ اس بارے میں آثار بھی بکثرت وارد ہیں (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل نے حاملہ سے حیض اٹھالیا۔ اس خون کو بچے کی غذا کر دیا، جو رحم پھینک دیتا تھا۔ (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے حاملہ سے حیض اٹھالیا اور اس کو بچے کا رزق بنا دیا ۱۵

(۳) ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حاملہ کے بارے میں فرمایا جو خون دیکھے۔ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ یہ غسل کرے اور نماز پڑھے ۱۶ یہ غسل کا حکم بطور استحباب ہے۔

مخلقہ غیر مخلقہ کی تفسیر یہ ہے کہ استقرار کے بعد چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے پھر منجمد خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ گوشت بنتا ہے جس میں ابتداء اعضاء نہیں ہوتے پھر اعضاء کی کلیاں پھوٹی ہیں پھر اعضاء بنتے۔ پھر چالیس دن یعنی استقرار کے ایک سو بیس دن کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

ہر نطفہ بچہ نہیں ہوتا، کچھ ساقط بھی ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب نطفہ رحم میں مستقر ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل ایک فرشتہ اس پر مقرر فرما دیتا ہے۔ یہ فرشتہ پوچھتا ہے۔ اے پروردگار یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ۔ اب اگر ارشاد یہ ہوتا ہے کہ غیر مخلقہ تو رحم اس کو باہر پھینک دیتا ہے اور اگر جواب یہ ملتا ہے کہ مخلقہ ہے، تو یہ فرشتہ پھر عرض کرتا ہے یہ مرد ہے یا عورت۔

دوسری حدیث میں انھیں سے یہ ہے کہ نطفہ جب رحم میں مستقر ہو جاتا ہے تو فرشتہ اسے ہتھیلی میں لے کر عرض کرتا ہے یہ مرد ہے کہ عورت اس کا معاملہ کیا ہے کہاں مرے گا تو حکم ہوتا ہے۔ ام الكتاب یعنی لوح محفوظ میں دیکھ لو۔ اس کا قصہ تم کو اس میں ملیگا۔ فرشتہ لوح محفوظ میں جا کر دیکھ لیتا ہے ۱۷ (اسی کے مطابق اس کی تخلیق کرتا ہے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلقہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ نطفہ پیکر انسانی قبول کر لیا اور غیر مخلقہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پیکر انسانی میں تبدیل نہ ہوگا، ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نطفے کے رحم میں جو مختلف احوال ہیں ان کو بیان فرمایا ہے کہ نطفہ علقہ ہوا پھر مضغ ہوا۔ ابتداء اس کے اعضاء نہیں تھے تو غیر مخلقہ ۱۸ یعنی جس کے نقشے نہیں بنے۔ جب اعضاء بن گئے تو مخلقہ ہو گیا یعنی تمام الخلق ہو گیا۔ قرآن کریم کے سیاق سے اسی دوسری تفسیر

عہ ایضا جلد اول انبیاء باب خلق آدم و ذریعہ ص ۶۴۹

ایضا جلد ثانی ایمان بالقدر دوسری حدیث ص ۹۷۶

مسلم . قدر باب کیفیۃ خلق الادمی فی بطن امہ ص ۳۳

۱۵ عینی جلد ثالث ص ۲۹۲ بحوالہ ابو حفص بن شاہین ۱۶ ایضا ۱۷ عینی جلد ثالث ص ۲۹۲ بحوالہ اثر و دارقطنی

حَدَّثَنَا (۲۲۲) حَدِيثُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ

أَهَلَ بِحَجٍّ فَقَدْ مَنَّا مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ، وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ

وَأَهْدَى فَلَا يَحِلَّ حَتَّى يَنْجِرَ هَدْيَهُ - وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ

قَالَ فَحَضَّتْ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَلَمْ أَهْلِلْ إِلَّا

بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِي

كَأَحْرَامٍ بَانَدَهَا تَحَا - مَحْجِي بِنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَكْمِ دِيَا

كَمِيں اہنا سر کھول ڈالوں

کی تائید ہوتی ہے فرمایا :-

فَانَا خَلَقْنَا كَرَمِنْ تَرَابٍ ثَمَرٍ مِنْ نَظْفَةٍ ثَمَرٍ مِنْ عِلْقَةٍ

ثَمَرٍ مِنْ مَضْغَةٍ مَخْلُوقَةٍ أَوْ غَيْرِ مَخْلُوقَةٍ - (حج - ۸)

یہاں باب کا عنوان یہ ہے - کیف تھل الحائض بالحج والعمرة

عائشہ حج اور عمرے کا احرام کیسے باندھے گی۔

علامہ ابن حجر علامہ عینی وغیرہ نے باب کی توضیح یہ کی کہ عائشہ کو حج اور عمرے کا احرام باندھنا

درست ہے - خواہ پہلے احرام باندھے ہو پھر حیض آیا خواہ حالت حیض میں احرام باندھے - یعنی حیض نہ انعقاد احرام کے منافی

ہے نہ بقاء احرام کے - مگر کیف یہ بتا رہا ہے کہ مقصود یہ ہے کہ احرام کیسے باندھے - مثلاً غسل کرے گی کہ نہیں اس لئے کہ عائشہ

حالت حیض میں غسل کرنے سے پاک تو ہوگی نہیں - حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ غسل کرے گی - ان النقض راسی وامتشط

تشریحات ۲۲۲
توضیح باب

وَأَمْتَشِطَ وَأَهْلًا بِالْحَجِّ وَأَتْرَكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ

اور کنگھا کروں اور حج کا احرام باندھوں اور عمرہ چھوڑ دوں میں نے یہ کیا یہاں تک کہ میں نے

حَجَّتِي فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ فَأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَمِرَ

جج پورا کر لیا اس کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکر کو میرے ساتھ کر دیا اور مجھے حکم دیا کہ

مَكَانَ عُمَرَاتِي مِنَ التَّنْعِيمِ

اپنے عمرے کی جگہ تنعیم سے عمرہ کروں

وَكُنْ نِسَاءً يَتَّبَعْنِ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

(۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عورتیں

ت

غسل سے کنایہ ہے بلکہ بعض طرق میں فاعطسلی کا لفظ صراحتہ مذکور ہے۔ احرام کے وقت جو غسل سنت ہے وہ ادا ہو جائیگا اس وقت غسل کرنا لغو نہ ہوگا۔ اسی روایت میں حتی قضیت حجی کا جملہ اس کی دلیل ہے کہ لیلۃ الحصبہ سے پہلے پہلے حضرت ام المومنین نے حج پورا ادا کر لیا تھا۔ جس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ انھوں نے حج کا طواف بھی کر لیا تھا اس لئے ثابت کہ انھوں نے دو طواف کئے ایک حج کا دوسرا عمرے کا۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ حضرت ام المومنین نے میقات پر صرف عمرے کا احرام باندھا تھا جیسا کہ وہ فرماتی ہیں ولم اھلل الا بعمرۃ۔ میں نے عمرے ہی کا احرام باندھا تھا اور آگے ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ واترک العمرۃ۔ میں عمرہ چھوڑ دوں۔

تشریحات ۶۶، ۶۷ لغات

بالدرجۃ - درجہ - وال کے کسرے اور رار کے فتح کے ساتھ - اور درجہ - وال کے ضمے اور رار کے سکون کے ساتھ۔ اس کپڑے کو بھی کہتے ہیں جس میں دوالت کر کے بیماری میں دینی کی شرمگاہ میں رکھتے ہیں۔ اور چھوٹی ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جس میں عورتیں خوشبو وغیرہ رکھتی ہیں۔

یعنی ڈبیا، اگرچہ وہ دھات وغیرہ کی نہ ہو۔ کُرْسُفُ کے اصل معنی روئی کے ہیں۔ یہاں خاص وہ روئی ملے جو ایام حیض میں عورتیں خاص طریقے سے استعمال کرتی ہیں۔ القصہ - کے معنی چونے کے بھی ہیں اور روئی کے بھی۔ پہلی تقدیر پر معنی وہ ہوئے جو ہنہ لکھے ہیں یعنی چونے کے مثل سپیدی دیکھے، دوسری تقدیر پر معنی یہ ہوئے کہ روئی کو سفید دیکھے۔ اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ روئی پر کوئی رنگ نہ دیکھے، دوسرے یہ کہ روئی سوکھی پائے۔ اس لئے سفید و طوبت سے بھی بھینگنے کے بعد روئی پر دھتے پڑ جاتے ہیں۔ یہ حدیث اخاف کی مستدل ہے۔ کہ ایام حیض میں جس رنگ کا بھی خون آئے وہ حیض ہے۔ سرخ، کالا، زرد، مثیلا گدلا سبز۔ کسی بھی رنگ کا خون دس دن کے اندر اندر آئے تو حیض ہے۔ دس دن کے بعد بھی اگر طوبت کا میلا پن باقی ہے تو جو عادت کے دن ہیں حیض ہے۔ اس کے بعد والے استفاضہ۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد حکام رفوع ہے اس لئے کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ عقل سے نہیں معلوم کیا جاسکتا، صحابہ کرام کے ایسے سارے ارشادات مرفوع کے حکم میں ہیں، اس کے برخلاف حضرات ثنوائے کتب کہتے ہیں کہ حیض کا خون صرف کالا ہے، ان کے علاوہ دوسرے رنگ کی

بِالدَّرَجَةِ فِيهَا الْكَرْسُفُ فِيهِ الصُّفْرَةُ - فَتَقُولُ لَا تَجْلُنَ حَتَّى تَرَيْنَ

ڈبیہ میں کرسف رکھ کر کے بھیجتیں جس میں زردی ہوتی۔ اس پر ام المومنین فرماتیں جلدی نہ کرو

الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ تُرِيدُ بِذَلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ ع

جب تک چونے کی طرح سفیدی نہ دیکھ لو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہے۔

وَبَلَغَ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ نِسَاءً

۶۷

ت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو یہ خبر ملی کہ عورتیں

يَدْعُونَ بِالْمَصَابِيحِ مِنْ جُوفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ

رات میں چراغ منگا کر پاکی کو دیکھتی ہیں اس پر انھوں نے فرمایا

مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا وَاعَابَتْ عَلَيْهِنَّ ع

عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں۔ اس کو انھوں نے معیوب جانا۔

رطوبت حیض نہیں ان کی دلیل ابوداؤد کی یہ حدیث ہے۔

فانہ دم اسود یعرف۔ حیض کا خون کالا ہے جو پہچانا جاتا ہے۔ حیض کا خون ہر عورت کا ہمیشہ کالا ہی ہو یہ واقعہ کے مطابق نہیں۔ جو عورت تندرست، معتدل مزاج کی ہو اور معتدل غذا استعمال کرے اس کے حیض کا خون سرخ ہوگا، جس کے مزاج میں حدت ہوگی گرم غذائیں کھائے گی یا موسم یا جگہ گرم ہوگی تو کالا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح غذا، عوارض، موسم، کے لحاظ سے اور رنگ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ارشاد خاص حضرت فاطمہ بنت حبیش کے لئے تھا، یا زیادہ سے زیادہ وہاں کی عورتوں کے بارے میں، ورنہ اس کے معارض حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہم طہر کے بعد گدلی اور سلی رطوبت کو کچھ نہیں جانتی تھیں اس سے ظاہر کہ طہر کے قبل یعنی عادت کے دنوں میں اسے وہ حیض جانتی تھیں۔

بنت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی کونسی صاحبزادی مراد ہیں اس میں شرح کا اختلاف ہے۔ حضرت

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آٹھ صاحبزادیاں تھیں۔ ام اسحق، ام کلثوم، ام حسن، ام محمد، ام سعد حسنہ، قریبہ، عمرہ۔ صاحب توضیح نے کہا قرین قیاس یہ ہے کہ یہ ام سعد ہیں۔ اسی طرح بعض شارحین کا یہ گمان ہے کہ یہ ام سعد ہی ہیں انھیں بھی علامہ ابن عبد البر نے صحابیات میں شمار کیا ہے۔ بعض دوسرے شارحین نے کہا یہ ام کلثوم ہیں۔ اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادیوں میں ام کلثوم کے علاوہ کسی اور کی روایت ثابت نہیں۔ علامہ عینی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں

عہ موطا امام مالک۔ باب طہر الحائض ص ۲۲۔ عہ ایضا

۱۔ جلد اول طہارت باب من قال توذا لکل صلوٰۃ ص ۴۳

۲۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب فی المرأة ترى الكدرة والصفرة بعد الطهر ص ۳۳

۶۸ وَقَالَ جَابِرٌ أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

ت حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَدَعِ الصَّلَاةَ -

روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضور نے فرمایا حائضہ نماز چھوڑ دے گی۔

پلے برابر ہیں۔ ام کلثوم کی روایت ثابت ہے اگرچہ اس مخصوص روایت کا ان سے ثبوت نہیں۔ مگر جب یہ صحابیہ ہیں تو اس کا امکان ہے کہ یہ انھیں کا واقعہ ہو۔ اسی طرح ام سعد جب صحابیہ ہیں تو اس کا امکان ہے کہ انھیں کا قصہ ہو۔ رات میں اٹھ کر روشنی میں کرسف دیکھنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر حیض بند ہو گیا ہے تو غسل کر کے عشاء پڑھ لیں۔ اور یہ ایک مستحسن اقدام تھا۔ پھر ان کے اس فعل کو معیوب جانے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ بات یہ ہے کہ دین میں تعمق پسندیدہ نہیں۔ جیسا کہ گزر چکا۔ لن یشاد الدین احد الا غلبہ۔ عورتیں اس کی مکلف ہیں کہ صبح کو اٹھنے کے بعد اگر یہ دیکھیں کہ حیض بند ہو گیا ہے تو عشاء کی قضاء پڑھ لیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ رات کو سوتے سے اٹھ کر چراغ منگا کر دیکھنے میں حرج ہے اس لئے اس کو انھوں نے معیوب جانا۔ علاوہ اس کے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ چراغ کی روشنی میں دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ کرسف پر خالص سپیدی ہے یا کچھ گدلا پن ہے دشوار ہے۔ اس کا خطرہ تھا کہ کہیں وہ سمجھ لیں کہ ہم پاک ہو گئیں اور نماز پڑھ لیں، اور حقیقت میں پاک نہ ہوئی ہوں تو یہ نماز حیض کی حالت میں ہوگی جو یقیناً قابل اعتراض بات ہے۔

اس طرح ہے کہ یہ عورتیں یہی نہ دیکھتیں تھیں کہ اگر کرسف بالکل سپید ہے تو حیض ختم اور اگر اس میں کچھ گدلا پن ہے تو حیض باقی تو معلوم ہوا کہ عہد صحابہ میں یہ بات عام عورتوں کو معلوم تھی کہ نکلنے والی رطوبت جب تک خالص سفید نہ ہو حیض ختم نہ ہوا۔

۶۸ تشریحات بلفظہ اس اثر کی کوئی سند نہیں ملی۔ مگر اس کا امکان ہے کہ امام بخاری کے علم میں کوئی سند ہی ہو۔ عدم وجدان۔ وجدان عدم نہیں البتہ معنایہ دونوں اثر و حدیث مسند کے حصے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے خود امام بخاری نے "کتاب التمی" میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجتہ الوداع کا واقعہ ذکر فرمایا، اس میں یہ ہے کہ جب انھیں حیض آگیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ غیر انھا لا تطوف ولا تصلیٰ حج کے تمام مناسک ادا کرے البتہ نہ طواف کرے نہ نماز پڑھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر اسی بخاری باب ترک الحائض الصوم میں ان الفاظ کے ساتھ گزر چکا کہ فرمایا۔ ایس اذا حاضت لم تصل ولم تصوم کہ جب اسے حیض آتا ہے تو نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے۔

۲۲۵
حلیث

کنا نحیض فلا یامرنا بالقضاء الصلوۃ حدّثتني

مَعَاذَةُ اَنَّ اِمْرَاَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَتَجْزِيْ

معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے پوچھا

کیا ہم

باب مطابقت

اس جگہ باب یہ ہے۔ لا تقضی الحائض الصلوۃ۔ حائضہ نماز کی قضا نہیں کرے گی۔ ان دونوں اثر سے یہ تو ثابت ہوا کہ اس حالت میں نماز پڑھے گی نہیں۔ مگر قضا بھی نہیں کرے گی۔ یہ ثابت نہیں ہو رہا ہے اس لئے کہ ان دونوں اثر کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ نماز نہ پڑھے، نماز نہیں پڑھتی۔ نماز نہ پڑھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں قضا بھی نہ کرے، اور اگر کسی طرح لازم آتا ہے تو حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ روزہ نہیں رکھتی تو لازم آئے گا کہ روزہ کی بھی قضا نہیں۔ اب اس سے تفصی کی دو صورت ہے ایک یہ کہ حائضہ نماز قضا نہیں پڑھ سکتی۔ کا دو جز ہے۔ ایک یہ کہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے دوسرا یہ کہ بعد میں اس کی قضا بھی نہیں۔ ان دونوں اثر سے صرف پہلا جز ثابت ہوا۔ دوسرا جز اس باب میں مذکور حدیث سے ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ شارحین کا قیاس ہے کہ امام بخاری کے ان دونوں اثر سے مراد مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ ورنہ امام بخاری نے جو یہاں لفظ ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہے۔ تدع الصلوۃ۔ حائضہ نماز چھوڑ دے گی۔ چھوڑنا اسی صوت میں صادق آئے گا کہ نہ اس وقت پڑھ سکتی نہ بعد میں قضا پڑھے گی۔

تشریحات (۲۲۵)
معاذہ بنت عبد اللہ

عَدْوِيَّةُ بَرِيٍّ عَابِدَةُ زَاهِدَةٍ شَبَّ زَنْدَهُ وَادُّعَالُهُ، فَاضْلُهُ، حُجَّتُ ثَقَّةٍ تَابِعِيَّةٍ خَاتُونُ تَقِيٍّ۔ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں ان سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے ۸۳ء میں وصال ہوا۔

حروریہ

حروراء کوفہ کے قریب ایک بستی تھی۔ خوارج کا پہلا اجتماع یہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس بستی کی طرف نسبت کر کے خار جیوں کو، حروری کہا جاتا ہے۔ خوارج یہ ایک باطل فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا ان کے حدود کا سبب یہ ہوا کہ جب واقعہ صفین کے موقع پر حضرت علی نے اپنی مرضی کے خلاف اپنے ہی شیعوں کے دباؤ سے خلافت کے معاملے میں حکم بنانا قبول فرمایا۔ تو یہ کہہ کر حضرت علی سے باغی ہو گئے کہ قرآن مجید میں ہے اِنْ اَحْكَمْتُمْ اَلْاَمْرَ لَكُمْ اَوَّلُ اور تم نے غیر اللہ کو حکم مان لیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفین سے کوفہ واپس ہوئے تو بارہ ہزار خوارج ان سے الگ ہو کر "حروراء" میں جمع ہوئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی افہام تفہیم کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا انھوں نے ان کے شبہات کے تسلی بخش جوابات دئے جس پر بروایت دو ہزار بروایت چار ہزار کے سمجھ میں بات آگئی اور وہ حضرت علی کی اطاعت میں آگئے۔ دو مہینہ الجندل کے واقعے کے بعد یہ بد بخت نھر وان میں اکٹھے ہوئے، اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اہلیہ کو انتہائی بے دردی کے ساتھ ذبح کر ڈالا۔

إِحْدَا نَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهَّرَتْ - فَقَالَتْ أَحْرُورِيَّةُ أَنْتِ قَدْ كُنَّا

جب حیض سے پاک ہوں تو نماز کی قضا کریں - فرمایا کیا تو حرور یہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَأْمُرُ نَابِيَهُ أَوْ قَالَتْ

کے زمانے میں ہمیں حیض آتا تو حضور ہمیں اس (قضا پڑھنے) کا حکم نہیں دیتے یا یہ فرمایا

انکی اہلیہ عامرہ تھیں مگر ان پر بھی ان شکرگروں کو ترس نہیں آیا، انھیں ذبح کرنے کے بعد ان کے شکم کو چاک کر دیا۔ تو حضرت علی ان سے فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے نھروان تشریف لے گئے۔ پہلے افہام و تفہیم کی کوشش فرمائی۔ اجلہ صحابہ کرام مثلاً قیس بن سعد بن عبادہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہما نے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں پوری طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر غلے نہمیاں دوڑیں جس پر سب تقریباً راہ راست پر آ گئے، تھوڑے سے اپنی ضد پر اڑے رہے۔ ان سے قال فرمایا یا ہائیک کہ سب مارے گئے۔ قال سے فارغ ہو کر فرمایا ذو اللہ یہ کو تلاش کرو، اگر وہ مل گیا تو تم نے بدترین خلق کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا تو خود چند اصحاب کو لے کر تلاش میں نکلے تو ملا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کے مثل تھا۔ اسے دیکھتے ہی حضرت علی نے فرمایا صدق اللہ وبلغ رسول اللہ اور بہت دیر تک سجدہ شکر ادا کرتے رہے اسی موقع پر حرقوص بن زہیر تسمی جو ذوالنخویرہ کے ساتھ مشہور تھا مارا گیا تھا۔ جس نے مقام جعترانہ میں تقسیم غنائم کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی اور بہت بے باکی کے ساتھ کہا تھا۔ اعدل یا محمد اے محمد انصاف کر۔

مگر بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج علماء دیوبند اس ذوالنخویرہ کو صحابی کہتے ہیں۔

خو رن حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبر کرتے ہیں۔ دین کے معاملہ میں بہت متشدد تھے۔ حتیٰ کہ یہ کہتے تھے کہ حالت حیض میں خون نمازیں چھوٹ گئی ہیں عورتوں پر اس کی قضا واجب ہے لہ

حرور کی نسبت میں قاعدے کے اعتبار سے حرور راوی ہونا چاہئے لیکن زوائد کو حذف کر کے حروری مستعمل ہے۔

بخاری کی اس روایت میں سائل کا نام نہیں۔ مگر حقیقت میں سوال کرنے والی ”معاذہ“ ہی تھیں جیسا کہ مسلم میں دوسرے طرق کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ مسلم میں یہ بھی ہے کہ جواب میں معاذہ نے عرض کیا میں حرور یہ نہیں ہوں لیکن میں پوچھتی ہوں۔

سائل کون تھیں

شک راوی

فلا یا مرنابہ او قالت فلا نفعله۔ کرمانی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ شک معاذہ کی طرف سے ہے علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ فلا یا مرنابہ، اس بات میں قطعی نہیں کہ ان نمازوں کی قضا نہیں اس لئے کہ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اس بنا پر کہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا پڑھنے کا حکم عام ہے۔ جو ان نمازوں کو بھی شامل ہے۔ اسی پر اکتفا کرتے ہوئے حکم نہیں فرماتے تھے۔ اقول یہ احتمال سیاق کے منافی ہوئے کیونکہ ساقط ہے۔ اس لئے دونوں جملوں سے یکساں طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حالت حیض میں چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں

فَلَا نَفْعَ لَهُ

م یلقضائیں کرتی تھیں۔

حدیث (۲۲۶) حضرت وانا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحمیلة

عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا

۱۱ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَمِيلَةِ

مجھے حیض آگیا اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادریں (سوئی ہوئی تھی)

فَانْسَلَّتْ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَاخَذْتُ ثِيَابَ حِيضَتِي فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ

میں چیکے سے سر کی اور چادر سے نکلی اور میں نے حیض کا کپڑا لے کر پہن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ

غالباً علامہ نے بھی "اوضح" سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔

مسائل (۱) کسی فرقے کو اس جگہ کی طرف منسوب کرنا درست ہے جہاں سے وہ پیدا ہوا ہو (۲) اس پر امت کا

اجماع ہے کہ حائضہ پر حیض کے ایام کی نمازوں کی قضا نہیں۔ سوائے خوارج کے اس کا کسی نے خلاف نہیں کیا ہے۔ البتہ ان

ایام کے روزوں کی قضا ہے۔ اصل دلیل احادیث ہیں مگر اس میں لم یہ ہے کہ نماز روزانہ پانچ وقت کی فرض ہے۔ ان ایام کی

نمازوں کی قضا کے حکم میں عورت پر حرج عظیم ہے، بخلاف روزے کے کہ وہ سال میں ایک پہینے کا فرض ہے پورے سال میں

زیادہ سے زیادہ دس روزے رکھنے پڑیں گے اس میں کوئی دقت نہیں (۳) التزامات ثابت ہوا کہ گمراہ فرقوں کا اختلاف جماع میں

خارج نہیں (۴) حائضہ کے لئے مستحب ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر کے اتنی دیر جتنی دیر وہ نماز پڑھتی تھی مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح

و تہلیل کر لیا کرے تاکہ عادت نہ چھوٹے امید ہے کہ اسے سب سے اچھی نماز کا ثواب ملے گا ۵

تشریح (۲۲۶) یہ ایک حدیث تین باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے اور تیسرے حصہ پر کلام ہو چکا ہے صرف بیچ کے

حصہ پر کلام باقی ہے وہ کتاب الصوم میں مفصل آئیگا۔

عہ مسلم جلد اول حیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰۃ ص ۱۵۳

ابوداؤد طہارت باب فی الحائض لا تقضی الصلوٰۃ ص ۳۵

ترمذی " باب ماجاء فی الحائض انہا لا تقضی الصلوٰۃ ص ۱۹

نسائی " حیض باب سقوط الصلوٰۃ عن الحائض ص ۶۸

ابن ماجہ طہارت باب الحائض لا تقضی الصلوٰۃ ص ۴۶

۵ عینی جلد ثالث ص ۳۰۱ بحوالہ منیۃ المفتی ۵۲ ایضاً بحوالہ درایہ

لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَسَتْ قُلْتُ نَعَمْ

علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے حیض آگیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں

فَدَعَانِي وَادْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ

پھر مجھے بلایا اور اپنے ساتھ چادر میں کر لیا۔ زینب نے کہا اور انھوں (ام سلمہ) نے یہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَكُنْتُ اغْتَسِلُ

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے سے ہوتے اور ان کا بوسہ لیتے اور میں اور

أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے۔

حدیث (۲۲۴) وَلِشَهِدَانِ الْخَيْرِ وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِينَ

عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيدَيْنِ

حفصہ (بنت سیرین) نے کہا ہم نوجوان غیر شادی شدہ عورتوں کو عید گاہ جانے سے منع کرتی تھیں

فَقَدِمَتْ امْرَأَةٌ فَنَزَلْتُ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ فَحَدَّثْتُ عَنْ أُخْتِهَا

اتفاقاً ایک عورت آئی اور قصر بنی خلف میں اتری اس نے اپنی بہن سے روایت کرتے ہوئے

وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَامَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتِي

یہ حدیث بیان کی کہ میرے بہنوئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ

عَشْرَةَ غُرُورَةً وَكَانَتْ أُخْتُي مَعَهُ فِي سِتٍّ، قَالَتْ فَكُنَّا نُدَاوِي

غزوہ کے اور میری بہن اُن کے ساتھ چھ بیس شریک رہی میری بہن نے کہا ہم زخمیوں کا علاج

الْكَلْمَى وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں میری بہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا

تشریحات (۲۲۴)

لغات

عواتق، عاتق کی جمع ہے۔ عاتق اس نو عمر لڑکی کو کہتے ہیں جو بالغ ہو چکی ہو مگر ابھی اس کی شادی نہ ہوئی ہو

کلمی، یہ کلم کی جمع ہے جیسے مریض کی مرضی، زخمی کے معنی میں ہے۔ جلاباب وہ چادر جو کپڑوں کے اوپر سے

عورتیں اوڑھتی ہیں جس سے سر اور سینہ ڈھکا رہے، نقاب، کرتا، یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ الخذور، یہ خد کی جمع ہے، خد اس پرے

کو کہتے ہیں جو گھراور خیمے میں ایک کنارے تان دیا جاتا تھا تاکہ کنواری لڑکیاں اس میں رہیں۔ یہاں مراد کنواری پر وہ نشین عورتیں ہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَىٰ اِحْدَا اَنَا بَاسٌ اِذَا الْمَ يَكُنِي لَهَا جُلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ

ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (اور عیدین) میں نہ نکلے تو کوئی حرج ہے فرمایا

لَتَلْبَسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلَتَشْهَدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا

اس کی ساتھی اپنی چادر میں سے اسے اڑھا دے۔ اور خیر اور مومنوں کی دعائیں حاضر ہوں۔ جب

قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلَتْهَا اَسْمَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

ام عطیہ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے انھوں نے

بَابِي نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تُذَكِّرُهُ اِلَّا قَالَتْ بَابِي سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ

فرمایا اپیر میرے ماں باپ قربان ہاں! یہ جب بھی حضور کا ذکر کرتیں تو کہتیں اپیر میرے ماں باپ قربان میں نے سنا ہے وہ

وَذَوَاتُ الْخُدُورِ وَالْحَيْضُ وَلَيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ وَتُعْزِلُ

فرماتے تھے نوجوان غیر شادی شدہ اور پردہ نشین اور حیض والی بھی نکلیں۔ خیر اور مسلمانوں کی دعائیں حاضر ہوں۔

یہ حصہ، حضرت ابن سیرین کی بہن ہیں، ان کی کنیت ام الہذیل ہے۔ قصر بنی خلف۔ یہ بصرہ میں ہے جو طلحہ الطلحات طلحہ بن عبد اللہ بن خلف خزائی کے دادا، خلف کی طرف منسوب ہے یہ بیوی جنھوں نے قصر بنی خلف میں اپنی بہن کی روایت سے یہ حدیث بیان کی حضرت ام عطیہ کی بہن تھیں۔

مسائل | اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوئے (۱) حائضہ، نفاس اور انھیں کی طرح جنب ذکر و اذکار اور اذکار و ظائف نہیں چھوڑے گا (۲) عیدین کی نماز کے بعد پنجگانہ نمازوں کی طرح دعا مانگنا مسنون ہے۔ فرمایا ولشہدن الخیر ودعوتہ المسلمین۔ خیر اور مسلمانوں کی دعائیں حاضر ہوں۔ عطف میں اصل تغایر ہے۔ خیر سے یہاں مراد نماز عیدین ہے، اور دعوتہ المسلمین سے دعا، اب اگر یہ مان لیا جائے کہ عیدین میں دعا نہیں تھی تو دعوتہ المسلمین کا کیا مفاد ہوگا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں:-

ولیکن ممن یدعو او یومن رجاء برکۃ
المشہد الکریم لہ
یہ عورتیں بھی دعا کریں یا دعا پر آمین کہیں۔ اس مبارک جمع کی برکت کے حصول کی امید پر۔

(۳) عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں اگرچہ وہ غیر محرم ہوں اگرچہ انھیں ہاتھ لگانا پڑے حتیٰ کہ مرہم پٹی بھی کر سکتی ہیں۔ مگر یہ شرط ضرور ہے کہ کوئی مرد یا محرم عورت معالج نہ مل سکے تو (۴) حائضہ وغیرہ کسی مسجد میں نہیں جاسکتیں (۵) انھیں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں (۶) منیٰ، زمرات، مزدلفہ جاسکتی ہیں۔

الْحَيْضُ الْمُصَلَّى، قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحَيْضُ فَقَالَتْ أَلَيْسَتْ تَشْهَدُ

حيض والیاں مصلے سے الگ رہیں، حفصہ نے کہا، اس پر میں نے کہا کیا حیض والیاں بھی۔ فرمایا

عَرَفَةٌ وَكَذَا وَكَذَا

کیا وہ عرفہ اور فلاں فلاں جگہ نہیں حاضر ہوتیں۔

ت (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳)

وَيُذَكِّرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشَرِيحٍ، إِنَّ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بَطَانَةِ أَهْلِهَا مَسْنٍ

حضرت علی اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے مخصوص افراد میں سے کسی کو گواہ لائے

يُرْضَى دِينُهُ أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صَدَّقَتْ عَنْهُ وَقَالَ عَطَاءُ أَقْرَاهَا

جس کے دین کو پسند کیا جاتا ہو (یعنی دیندار) کہ اسے ایک ہینے میں تین حیض آگیا تو اسکی بات مان لی جائیگی اور امام

مَا كَانَتْ عَنْهُ وَبِهِ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَ قَالَ عَطَاءُ، الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلَى خَمْسَةِ

عطائے کہا (عدت کے ایام میں) اسکے حیض کے دن وہی ہیں جو (عدت) سے پہلے تھے۔ یہی ابراہیم نے بھی کہا۔

تشریحات (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳)

قاضی شریح

یمن میں جو فارسی النسل آباد ہو گئے تھے انھیں کی نسل سے تھے عہد نبوت انکو ملا مگر حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل نہیں۔ ایمان کب لائے معلوم نہیں۔ ائمہ تابعین کے صف اول میں ہیں۔

ص ۱۳۳

باب خروج النساء والحيض المصلى

عیدین جلد اول بخاری

ص ۱۳۲

باب اذا لم يكن لها جلباب في العيد

ايضا ايضا

ص ۱۳۲

باب اعتزال الحيض المصلى

ايضا

ص ۱۲۲

باب تقضى الحائض المناسك كلها الا الطواف

المناسك

ص ۲۹۰-۱

فصل في اخراج العواتق وذوات الخدور والحيض المصلى

عیدین مسلم

ص ۱۶۱

باب خروج النساء في العيد

صلوة ابو داود

ص ۷۰

باب في خروج النساء في العیدین

عیدین ترمذی

ص ۲۳۱

باب خروج العواتق وذوات الخدور في العیدین

نسائی

ص ۲۳۲

باب اعتزال الحيض مصلی الناس

ابن ماجه

ص ۹۳

باب ما جاء في خروج النساء في العیدین

عیدین

عہ دارمی ابن حزم عہ عبدالرزاق عہ عبدالرزاق

عَشْرَ عَہ وَ قَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْہِ قَالَ سَاَلْتُ اِبْنَ سِیْرِيْنَ عَنْ الْمَرْأَةِ

اور عطار نے کہا حیض ایک دن تک ہے، معتمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں

تَرَى الدَّمَ بَعْدَ قُرْعِہَا بِخَمْسَةِ اَيَّامٍ قَالَ النِّسَاءُ اَعْلَمُ بِذَٰلِکَ عَہ

پوچھا جو حیض آنے کے پانچ دن بعد پھر خون دیکھے تو انھوں نے فرمایا عورتیں اسے اچھی طرح جانتی ہیں۔

عابد، زاہد، عالم، فاضل، شاعر سبھی خوبیاں ان میں جمع تھیں۔ عرب ہی نہیں دنیا کے عظیم قاضیوں میں سے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے انھیں کوفے کا قاضی بنایا تھا۔ اس زمانے سے لے کر حجاج کے عہد تک مسلسل کوفے کے قاضی رہے۔ درمیان میں صرف تین سال حضرت عبداللہ بن زبیر کے عہد خلافت میں اس عہدے سے الگ رہے۔

بدایہ نہایہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں معزول کر دیا تھا پھر حضرت معاویہ نے انھیں اپنے عہد حکومت میں کوفے ہی کا قاضی بنایا۔ حجاج کے زمانے میں استعفادے کر علیحدہ ہو گئے درمیانی تین سال چھوڑ کر پھر سال اس عہد پر رہے ۹۵ء میں یا اس سے کچھ پہلے ایک سو بیس سال کی عمر پاکر وصال فرمایا۔ ان کا وصال کب ہوا اس میں کثیر اختلاف ہے علامہ عینی نے وہی لکھا ہے جو ابھی ہم نے ذکر کیا۔

تفویض قضا کا قصہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے ایک شخص سے ایک گھوڑا خریدا اس سے پوچھ کر اس کو جانچنے کے لئے اس پر سوار ہوئے۔ کچھ دور جا کر گھوڑا مر گیا، حضرت فاروق اعظم نے گھوڑے کے مالک سے کہا اپنا گھوڑا لے اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا، چلو ہم دونوں کسی کو حکم مان لیں۔ اس نے انھیں قاضی شریح کا نام لیا حضرت فاروق اعظم نے تسلیم کر لیا۔ قاضی شریح نے طرفین کا بیان سُن کر حضرت فاروق اعظم سے فرمایا، امیر المومنین یا تو جیسا اس کا گھوڑا تھا یعنی زندہ ویسے ہی واپس کیجئے یا پھر اس کی قیمت دیجئے۔ فاروق اعظم نے یہ فیصلہ سُن کر فرمایا۔ فیصلہ یہ ہے کوفے جاؤ میں نے تم کو وہاں کا قاضی بنایا۔ قدرت نے ایسا ملکہ دیا تھا کہ چہرہ دیکھ کر پہچان لیتے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

ایک بار ایک عورت روتی ہوئی آئی، اس حال میں اپنا دعویٰ پیش کیا کہ آنسوؤں کے تار بندھے ہوئے تھے۔ دیکھنے والے نے کہا یہ مظلوم معلوم ہوتی ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا یہ ضروری نہیں۔ حضرت یوسف کے بھائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے وَجَاؤْا اَبَاہُمْ عِشَاءً یَّتَبَكُّوْنَ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔ آخر کار فیصلہ اس عورت کے خلاف ہوا۔

بہت دلچسپ باتیں کرتے تھے۔ زیاد بن ابیہ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے عراق بائیں ہاتھ سے قابو میں کر لیا ہے۔ داہنا ہاتھ آپ کی اطاعت کے لئے خالی ہے۔ مجھے حجاز کا بھی والی بنادیں۔ یہ خبر جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملی، یہ اس وقت کہ میں تھے، تو یہ دعا کی اے اللہ زیاد کے داہنے ہاتھ کو ہم سے دور رکھ۔ یہ دعا تیرے قضا بن گئی۔ زیاد کے داہنے ہاتھ میں طاعون کی گھٹی نکل آئی معاہدین نے کہا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ زیاد نے قاضی شریح سے مشورہ کیا، فرمایا

عہ داری۔ دارقطنی عہ داری

رزق مقسوم ہے موت کا وقت مقرر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ تم دنیا میں رہو اور تمھارا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ یا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں جاؤ اور پوچھو کہ یہ ہاتھ کیوں کٹوایا تو تم یہ کہو تیری ملاقات سے بچنے کے لئے۔ زیادہ ان کا مشورہ قبول کر لیا اسی دن مر گیا۔ عوام کو زیادہ سے جو عداوت تھی وہ یہی چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ لوگوں نے قاضی صاحب کو ملامت کی تو فرمایا۔ زیادہ مجھے مشورہ کیا تھا، اور جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے ورنہ میں بھی پسند کرتا تھا کہ روز اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں۔

اس عہد کے آپسی جھگڑوں میں ہمیشہ الگ تھلگ رہے حتیٰ کہ لڑائی جھگڑے کے واقعات بھی نہیں سنتے تھے۔ نہ کسی سے پوچھتے تھے اس پر ایک صاحب نے کہا اگر میں نہ پوچھوں تو مر جاؤں لے

اثر اول :- پورایہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک عورت اور مرد آئے۔ مرد نے اس عورت کو طلاق دیدی تھی۔ عورت کا یہ کہنا تھا کہ میری عدت ختم ہو گئی، حالانکہ ابھی طلاق دئے ایک ہی مہینے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی شریح سے کہا تم فیصلہ کر دو، انھوں نے عرض کیا حضور موجود ہیں اور میں فیصلہ کروں۔ فرمایا فیصلہ کرو۔ قاضی شریح نے یہ فیصلہ کیا۔ اگر اپنے گھر کی عادل ویندار عورتوں میں سے کسی کو لائے جو یہ گواہی دے کہ اس مدت میں اسے تین حیض آچکے ہیں ہر حیض پر پاک ہو کر اس نے نماز پڑھی ہے تو عدت پوری ہو گئی ورنہ نہیں، حضرت علی نے فرمایا۔ قالون یعنی تم نے اچھا فیصلہ کیا یہ رومی لفظ ہے۔ دوسرا اور تیسرا اثر یعنی حضرت عطار اور حضرت ابراہیم نخعی کا قول بھی عدت ہی کے بارے میں ہے۔ — مراد یہی ہے کہ عدت کے پہلے اس کی جتنے دنوں حیض آنے کی عادت تھی عدت میں بھی اسی کا اعتبار ہوگا۔

حضرت عطار کے دوسرے قول یعنی جو تھے اثر کا مفاد یہ ہے کہ حیض کی مدت کم از کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے۔ پانچویں اثر یعنی حضرت ابن سیرین کے قول کا مطلب یہی ہے کہ عورت کو جیسی عادت ہو اس کے مطابق اس کے حیض کے ایام ہوں گے۔

یہاں امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

باب کی توضیح

اذا حاضت فی شہر ثلث حیض جب عورت کو ایک مہینے میں تین حیض آئے۔ حیض وحمل کے معاملے میں عورتوں کی بات مانی جائیگی اگر وہ جو کہیں ممکن ہو تو۔ وما یصدق النساء فی الحیض والحمل فیما یمکن۔

باب کا دوسرا حصہ اجماعی ہے۔ البتہ پہلا حصہ اختلافی ہے۔ امام بخاری نے باب کی تائید میں جو آیت ذکر کی ہے۔ اس سے صرف دوسرا حصہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلا حصہ یعنی یہ کہ ایک مہینے میں تین آسکتے ہیں ثابت نہیں ہوتا۔ لا محالہ امام بخاری کو اقوال رجال کا سہارا لینا پڑا اور افسوس یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں۔ وہ بھی بعض ایسے اقوال رجال سے جو امام بخاری کے طریقے پر ضعیف ہیں۔ مثلاً حضرت علی اور قاضی شریح کے اثر کے راوی شعبی ہیں، شعبی کا حضرت علی سے سماع ثابت نہیں اگرچہ زمانہ ایک ہے۔

حیض و طہر کی اقل مدت

اس کی تفصیل یہ ہے۔ حیض و طہر کی اقل مدت اور اکثر مدت کے سلسلے میں چاروں ائمہ کے چار مذاہب ہیں۔ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ عدت کے معاملے میں حیض کی اقل مدت

لہ عینی ہدایہ نہایہ۔ ابن خلکان

تین دن ہے اور نماز روزے اور وحی کے معاملے میں ایک قطرہ تک ہے۔ یعنی ایک قطرہ خون آکر رک جائے تو حیض ختم۔ اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ حنبلی حضرات کا مذہب مختار یہ ہے کہ اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔ البتہ اقل طہر کی مدت تیرہ دن ہے۔ امام شافعی کے یہاں اقل حیض کی مدت ایک دن اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن۔ ہمارے یہاں اقل مدت حیض تین دن اور تین راتیں ہیں اور اقل مدت طہر پندرہ دن۔ قاضی شریح کا فیصلہ امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے مطابق ہو سکتا ہے۔ امام مالک کے مذہب پر بالکل ظاہر ہے۔ جب ان کے یہاں عدت کے معاملے میں اقل حیض کی مدت تین دن ہے۔ اور اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ تو نو دن چند ساعت میں عدت پوری ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امام احمد کے یہاں جب اقل حیض کی کوئی مدت نہیں۔ اور اقل طہر کی تیرہ دن ہے۔ تو ۲۶ دن اور چند ساعت میں عدت پوری ہو سکتی ہے۔ مثلاً شوہر نے طلاق دیا۔ فوراً خون کا ایک قطرہ آیا پھر تیرہ دن بند رہا۔ پھر ایک قطرہ آیا۔ پھر تیرہ دن بند رہا پھر ایک قطرہ آیا۔ اور بند ہو گیا۔ عدت پوری ہو گئی۔

البتہ ہمارے اور شوافع کے یہاں ایک مہینے میں عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ امام شافعی کے یہاں تو اس لئے کہ ان کے یہاں عدت تین طہر ہے اور جس طہر میں طلاق دیا وہ بھی عدت میں شمار ہوگا۔ فرض کیجئے کسی نے طہر میں طلاق دی۔ طلاق دینے کے بعد فوراً حیض جاری ہو گیا۔ اب اس کے بعد ایک دن حیض کا پندرہ دن طہر کا پھر ایک دن حیض پندرہ دن طہر کے، اب تین طہر ہو گئے۔ یہ کل بتیس دن ہو گئے، اس سے کم میں امام شافعی کے مذہب کی رو سے عدت پوری ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس سے ظاہر کہ ان کے مذہب میں بتیس دن سے کم میں عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ ہمارے یہاں عدت کے لئے کم از کم انتالیس دن ضروری ہیں۔ تین حیض کے لئے نو دن دو طہر کے لئے تیس دن۔

اب لا محالہ اخاف اور شوافع کو، قاضی شریح کے اس فیصلے کی تاویل کرنی پڑے گی۔ مگر میرے خیال میں تاویل کی ضرورت نہیں۔ اولاً اس کے الفاظ میں خود اضطراب ہے جو روایت داری میں، یعلیٰ بن عبیدہ کے طریقے سے ہے۔ اس میں "حاضت فی شہر" ہے اور ابن حزم نے جو بطریق ہشیم روایت کی ہے، اس میں "فی شہر او خمس و ثلاثین لیلة" ہے۔ ثانیاً جب احادیث مرفوعہ سے ثابت کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدت حیض دس دن ہے۔ اور اقل طہر کی مدت پندرہ دن تو بہر حال احادیث مرفوعہ کو "قاضی شریح کے فیصلے کے مقابلے میں ترجیح ہوگی۔ ان احادیث پر اگرچہ باعتبار سند کلام کیا گیا ہے مگر تعدد طرق سے قوت پا کر درجہ حسن تک پہنچ چکی ہیں۔ جیسا کہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ اور شرح بخاری میں ثابت فرمایا ہے۔ حدیث حسن احکام میں بھی حجت ہیں۔

وہ گئے بقیہ آثار، ان سب کے جواب میں یہی گزارش ہے کہ ارشادات رسول کے مقابلے میں کسی کو ترجیح نہیں نیران کے بالمقابل انھیں حضرات کے درجے کے دوسرے حضرات کے اقوال ہمارے موافق ہیں، جن کی فہرست عینی شرح ہدایہ میں موجود ہے علاوہ ازیں استحضار کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں اور خود امام بخاری نے یہاں جو حدیث ذکر فرمائی ہے اس میں، قدر الایام اللتی ہے۔ حضرت امام داؤدی اگرچہ شافعی ہیں۔ مگر انھوں نے اس سے استدلال فرمایا کہ اقل حیض کی مدت تین ہی دن ہوگی اس سے کم نہیں اور اکثر مدت دس دن اس سے زیادہ نہیں۔ وہ اس طرح کہ "ایام" جمع ہے۔ اقل جمع تین ہے۔ اور اعداد کی تین میں عشرة (دس) تک جمع لاتے ہیں۔ بولتے ہیں تسعة ایام عشرة ایام۔ اسکے بعد

واحد لاتے ہیں کہتے ہیں۔ احد عشر یوما۔ لفظ ایام سے جہاں تک اقل مدت پر استدلال ہے وہ سو فیصدی صحیح ہے۔ البتہ اکثر مدت پر استدلال میں خلجان ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ہے:

کلوا واشربوا دنیا بما اسلفتم فی الايام الخالیه (الحاقہ ۲۲) گذشتہ دنوں جو کچھ آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزے سے کھاؤ پو
اس آیت میں ایام سے تقریباً پوری زندگی مراد ہے۔ ایضاً البخاری کے حاشیے میں خود مصنف کی جو تاویل نقل کی ہے کہ اس سے مراد وہ ایام ہیں جو آیہ کریمہ **اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَالْفِ سِنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ** میں مذکور ہے۔ یعنی ہمارے دنوں سے ایک ہزار دن کا ایک دن۔ اس کی تشریح مرتب صاحب نے یہ کی ہے کہ حضرت آدم سے اب تک تقریباً آٹھ ہزار سال گزر چکے ہیں۔ اگر ایام خالیہ سے دس مراد لئے جائیں تو وہ الف سنہ کے حساب سے دس ہزار سال ہوتے ہیں اس طرح دنیا کی زندگی تین ہزار سال اور ہو سکتی ہے اور معلوم ہے کہ دنیا اب قیامت کے دہانے پر ہے۔ ج ۱۲، ص ۱۴۵

یہ تاویل بچند وجوہ باطل محض ہے۔ بلکہ قرآن کی تحریف معنوی ہے۔ اولاً یہاں جمع کا مقابلہ جمع سے ہے اسلئے آحاد کی آحاد پر تقسیم ہو مطلب یہ ہوا کہ یہ ہر جنتی سے کہا جائیگا۔ تو کیا ہر جنتی دس ہزار سال تو بڑی بات ہے ایک ہزار سال بھی دنیا میں رہا ہے؟ ثانیاً اپنے کیسے جان لیا کہ دنیا قیامت کے دہانے پر آگئی ہے کہ تین ہزار سال کے بعد قیامت آجائے گی جبکہ آپلوگوں کے عقیدے کی رو سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت کا علم نہ تھا۔ ثالثاً آٹھ میں تین ملانے سے گیارہ ہوتے ہیں، دس نہیں ہوتے رابعاً گیارہ ہو گئے تو امام رازی کا استدلال رخصت۔ خامساً آیت کا صریح منطوق یہ ہے کہ اس آیت میں ”ایام خالیہ“ سے مراد اس دنیا کے ایام ہیں۔ عند ربک ولای ایام نہیں۔ سادساً فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ (بقرہ)

اسمیں کیا ہینگے۔ سابعاً آپ مستدل ہیں اور مستدل کیلئے احتمال کافی نہیں۔ مجھے کہنے دیجئے کوئی عجب۔ روزگار بات کہہ کر طلبہ سے داد و تحسین حاصل کر لینا اور بات ہے، اس کا فی الواقع صحیح ہونا اور بات ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ عد و کیسا تھ جب تیز آتی ہے تو دس کے بعد واحد اور اس سے پہلے جمع آتی ہے۔ اور جب عد و کیسا تھ نہ تو جمع ہو لکر ہزار ہا ہزار ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن سیرین کے ارشاد میں آیا ہے۔ بعد قرئھا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس میں قرء سے مراد طہر ہے اسلئے کہ پہلے تری الدم اسی پر قرینہ ہے۔ خون کے بعد خون دیکھنے کا کیا معنی۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ نہیں ”قرء“ سے مراد حیض ہی ہے۔ یہاں سوال کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو مخصوص دن خون آنے کی عادت تھی۔ اتنے دن خون آچکا پھر پانچ دن مزید آیا تو یہ پانچ دن حیض ہی میں شمار ہونگے یا نہیں۔ ابن سیرین نے جواب دیا، عورتیں اسے جانتی ہیں کہ عادت کے دنوں میں حیض ہے اور اس کے بعد استحاضہ۔ صاحب توضیح نے بھی یہی فرمایا کہ ”قرء“ سے مراد حیض ہے۔ خود ابن سیرین قرء سے مراد حیض لیتے تھے۔ اور ہر مشکل کے کلام کے وہی معنی متعین ہیں جو خود اس کا محاورہ ہو۔

حدیث کنا لاعد الكدرة والصفرة شیاً (۲۲۸)

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ، كُنَّا لَا نَعْدُ الْكُدْرَةَ وَالْصُّفْرَةَ شَيْئًا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہم لوگ گدلی اور زرد رطوبت کو کچھ نہیں شمار کرتے تھے

حدیث المستحاضة تغتسل لكل صلوة (۲۲۹)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت

وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ

ام حبیبہ کو سات سال استحاضہ رہا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ تو حضور نے انھیں غسل کا حکم دیا اور فرمایا

تشریحات (۲۲۸)

حیض کتنے رنگوں کا ہوتا ہے گد چکا اور اس پر بقدر ضرورت کلام بھی ہو چکا۔ یہاں حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد یہ ہے کہ ایام حیض کے بعد ہم گدے اور پیلے رنگ کی رطوبت کو حیض نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں اس کی تصریح ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے باب میں یہ قید لگائی ہے۔ فی غیر ایام الحیض ایام حیض میں اگر ان دونوں رنگ کی رطوبت دکھائی دے تو وہ حیض ہی ہے۔

تشریحات (۲۲۹)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضرت ام المومنین نہیں بلکہ حش بن مطلب کی صاحبزادی اور ام المومنین حضرت زینب بنت حش کی بہن تھیں۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ ہیں۔ مسلم کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام زینب تھا۔ عینی میں ہے کہ ام المومنین حضرت زینب کا نام پہلے بڑہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر "زینب" رکھا۔ اس لئے کہ ان کی بہن اپنی کینت ام حبیبہ کے ساتھ مشہور ہو گئی تھیں۔ مستحاضہ کا حکم یہ ہے کہ اس عارضہ سے پہلے جتنے دن حیض آتا تھا اتنے دن حیض شمار کرے نہ ناز پڑھے نہ روزہ رکھے جب یہ دن پورے ہو جائیں تو غسل کر کے ناز پڑھے۔ ہر نماز کے لئے غسل واجب نہیں۔ البتہ ہر نماز کے لئے وقت نکلنے کے بعد وضو

عہ ابوداؤد جلد اول، طہارت، باب فی المرأة تری الكدرة والصفرة بعد الطهر ۳۳۔ نائی جلد اول حیض باب الصفرة والكدرة ملا۔ ابن ابی طہارت باب ملجاء فی الحائض تری بعد الطهر الصفرة والكدرة ۴۴۔

هَذَا عِرْقُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَوةٍ عَمَهُ

یہ رگ ہے۔ اس کے بعد وہ ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

حدیث ان صفیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قد حاضت (۲۳۰)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے

أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صفیہ

واجب ہے۔

تکمیل بخاری میں صرف یہ ہے۔ فامرہا تغتسل۔ مگر مسلم وغیرہ میں لکل صلوة زائد ہے۔ یعنی یہ حیض کے متعادل گذار کر ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ یہ حکم استجابی ہے یعنی ہر نماز کے لئے غسل کرنا اسے مستحب ہے۔ استحاضے کا خون، جوف جسم سے نہیں آتا۔ بلکہ رحم کے منہ کے قریب ایک رگ ہے جس کا نام "عاذل" ہے اس سے آتا ہے لہ

(۲۳۰)

تشریحات

اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ مدینے کے باشندے یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنی نضیر کے سردار حنی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جب سُنّہ میں باوجود باہمی معاہدے کے انہوں نے بد عہدی کی حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہید کرنے کی سازش کی۔ تو انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ یہ جا کر خیبر میں آباد ہو گئے۔

یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ انکا باپ بنو قریظہ کے ساتھ قتل ہوا۔ انکا نکاح پہلے سلام بن مشکم سے ہوا تھا۔ پھر کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا۔ کنانہ خیبر میں جب مار ڈالا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو کوم فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے حرم میں داخل فرمایا۔ اور صہبیا پر زفاف فرمایا۔ کچھ اور ستو سے دعوت ولیمہ فرمائی۔ اس سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک چاندان کی گود میں آگیا ہے۔ اس خواب کا تذکرہ اپنی ماں سے کیا۔ اس خبیثہ نے انہیں اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کا نشان رہ گیا۔ اور کہا تو اپنی گردن اٹھاتی ہے کہ شہنشاہ عرب کی ملکہ ہو۔ خدمت اقدس میں حاضری کے وقت اس کا نشان باقی تھا انہوں نے حضور کو دکھایا بھی۔ یہ حسن و جمال میں یکساں، علم و فضل میں یکساں، تحمل و بردباری میں بے مثل تھیں۔ یہ جب مدینہ طیبہ آئیں تو انکا شہرہ سن کر عورتیں زیارت کے لئے گئیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ بھی گئیں۔ حضور نے انہیں دیکھ لیا۔ جب واپس آئیں

عہ بخاری جلد اول حیض باب عرق المستحاضۃ۔ مسلم جلد اول حیض باب الاستحاضۃ وغیرہا وصلوٰتھا۔ ابوداؤد جلد اول طہارت باب ماروی ان الاستحاضۃ تغتسل لکل صلوة۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الاستحاضۃ انھا تغتسل عند کل صلوة۔ نسائی جلد اول حیض باب ذکر الاستحاضۃ و اقبال الدم و ادھارہ۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ماجاء فی الاستحاضۃ اذا اختلط علیہا الدم فلم یغف علی ابامہ حیضہ۔

نہ نووی شرح مسلم جلد اول کتاب الحيض باب المستحاضۃ ص ۱۵

بِنْتُ حَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا

بنت حی کو حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شاید وہ ہمیں

تو پوچھا کیسی ہے۔ انھوں نے کہا یہودیہ ہے۔ فرمایا۔ یہودیہ مت کہو۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ معزز ہیں۔ ہم ان کی بیٹیاں ہیں اور ان کے چچا کی بیٹیاں ہیں۔ اس کی خبر ان کو ملی تو رونے لگیں اسی حال میں حضور تشریف لائے۔ دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے انھوں نے حضور سے شکایت کی حضور نے فرمایا۔ تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا۔ تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو حالانکہ میرے شوہر محمد ہیں اور میرے باپ ہارون اور میرے چچا موسیٰ علیہم السلام۔ مرض وصال میں تمام ازواج حاضر تھیں۔ حضور کا حال دیکھ کر حضرت صفیہ نے کہا۔ یا نبی اللہ کا شک حضور کی بیماری مجھے ہوتی۔ اس پر تمام ازواج نے آنکھ مارا۔ حضور نے فرمایا۔ تم سب کی کرد۔ ازواج نے عرض کیا کاہے سے۔ فرمایا۔ صفیہ کو آنکھ مارنے سے۔ بخدا وہ سچی ہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر لیا تو یہ اپنے غلام کناز کے ساتھ خچر پر سوار ہو کر چلیں کہ بلوائیوں کو واپس کریں۔ اُس شتر نے ان کے خچر کے منہ پر مارا تو لوٹ پڑیں۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ کھانا پانی بھیجتی رہیں شہزادہ کے رمضان المبارک میں وصال ہوا جنت البقیع میں آسودہ ہیں ان سے دس حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ایک بخاری نے لی ہے۔ لے

لغات | یہاں لعل، ترجی کے لئے نہیں۔ استفہام کے لئے ہے۔ مقصد یہ ہوا کیا وہ ہمیں روک دے گی؟ اس حدیث کی بعض روایتوں میں، عقری، حلقی، آیا ہے عقری کا مادہ عقر۔ اس کے معنی ہیں زخمی کرنا ذبح کرنا۔ کو نچیں کاٹنا۔ بانجھ ہونا۔ ہلاک کرنا۔ عقری کے معنی یہ ہیں۔ اللہ اسے زخمی کرے مار ڈالے۔ بانجھ کر دے۔ یہ اپنی قوم کو ہلاک کر دے۔ حلقی۔ کا مادہ حلق ہے اس کے معنی، سر مونڈنا۔ حلق میں بیماری ہونا ہے۔ حلقی کے معنی ہوئے اس کا سر مونڈ دیا جائے۔ اس کی حلق میں بیماری ہو۔ اس کی قوم مونڈی جائے یعنی برباد ہو۔ علامہ قرطبی نے نقل کیا کہ عورتوں کو جب حیض آتا تو یہود ان کو عقری حلقی، کہا کرتے تھے۔ یہ تو ان دونوں الفاظ کی اصل ہوئی۔ عرف میں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے۔ یہ بھی اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے قائلہ اللہ، تربت یمینک وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی، زجر و خفگی کے اظہار کے لئے بولتے ہیں۔ کبھی کبھی پیار کے لئے بھی ترجمہ یہ ہو گا۔ کہ اللہ اسے مار ڈالے۔ بانجھ بنا دے، اس کا سر مونڈ دے۔

لے معنی، اصابع، استیعاب الاکمال بایہ نہایہ جلد ثامن۔ مع بخاری جلد اول حیض باب المرأة تحيض بعد الافاضة ۳۷۔ بخاری جلد اول مناک باب اذا حاضت بعد الافاضة ۳۷۔ بخاری جلد اول مناک باب الادساج من المحصب دو طریقے سے ۳۳۔ بخاری جلد ثانی طلاق باب قول الله لا يحل لهن ان يكتمن ما خلق الله في ارحامهن من ۵۰۔ بخاری جلد ثانی مغازی باب حجة الوداع ۶۳۔ سلم جلد اول حج باب وجوب طواف الوداع ۳۴۔ ابوداؤد جلد اول مناسک باب الحائض بعد الافاضة ۴۷۔ نائی جلد اول حیض باب المرأة تحيض بعد الافاضة ۵۱۔ ترمذی جلد اول حج باب المرأة - تحيض بعد الافاضة ۵۱۔ ابن ماجہ مناسک باب الحائض تنفر قبل ان تنفر ۲۲۔ دارمی مناسک ۴۔ موطا حجاج باب افاضة الحائض ۱۶۹۔ مسند امام احمد۔

تَحْبِسُنَا۔ اَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنْ فَقَالُوا بَلَىٰ قَالَ فَاخْرُجِي ع

رک دے۔ کیا تم لوگوں کے ساتھ اس نے طواف نہیں کیا تھا۔ تو لوگوں نے کہا۔ ہاں کر لیا تھا۔ فرمایا تو چلو۔

حدیث رخص للحائض ان تنفرا اذا حاضت (۲۳۱)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رُخِصَ لِلْحَائِضِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حائضہ کو اجازت ہے کہ (طواف وداع) کئے بغیر

أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ فِي أَوَّلِ أَمْرِهَا أَنْهَا لَا تَنْفِرُ

کے سے واپس ہو سکتی ہے اور ابن عمر پہلے یہ کہتے تھے کہ (طواف وداع) کئے بغیر) واپس نہ ہو

مسائل ① طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ فرض ہے اس کا وقت دس ذوالحجہ کی صبح صادق سے لیکر مدت العمر ہے۔ اس کے بغیر کوئی احرام سے پورے طور پر باہر نہیں ہوتا۔ دسویں کو قربانی کر کے سر مونڈانے کے بعد عورت سے قربت کے علاوہ تمام ممنوعات احرام کی اجازت ہو جاتی ہے مگر جب تک طواف زیارت نہ کر لیں۔ قربت جائز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی مرد و عورت طواف زیارت کے بغیر گھر واپس آجائے تو بھی قربت جائز نہ ہوگی جب تک کہ طواف زیارت نہ کرے۔ ② حائضہ کو حیض کی حالت میں طواف کی اجازت نہیں۔ حیض کی حالت میں طواف صد یا طواف وداع کرے گی تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے اور اگر طواف زیارت کرے گی تو ایک اونٹ کی۔ ③ آج کل واپسی کے ٹکٹ کیوجہ سے بعض عورتوں کو یہ دشواری ہوتی ہے کہ وہ اپنے اس عارضہ کیوجہ سے ایام نحر میں بھی طواف زیارت نہیں کر پاتیں اور کبھی بعد میں بھی موقع نہیں ملتا۔ ایسی صورت میں درخواست دیکر اگر واپسی کی تاریخ بدلی جا سکے تو بدلوا لینا ضروری اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی شخص عورت کے سامنے یہ مسئلہ بیان کر دے کہ جو عورت حیض کی حالت میں طواف زیارت کرے گی وہ گنہگار ہوگی۔ اس پر ایک اونٹ کی قربانی واجب ہے۔ ④ حائضہ و نفاس سے طواف وداع ماقط ہے۔

(۲۳۱)

تشریحات

وكان ابن عمر الخ۔ یہ امام طاؤس کا کلام ہے۔ عینی میں ہے ہو کلام طاؤس قولہ ثم سمعته اى قال طاؤس سمعت ابن عمر الخ۔ مگر ایضاً البخاری میں اسے ابن عباس کا قول بتایا ہے۔ ترجمے میں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر میں نے انھیں فرماتے سنا۔ اللہ عزوجل اس قوم کو ہدایت دے۔ یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ تصنیف کے وقت شروع دیکھ لیں۔ اپنے جی سے جو آتا ہے۔ ہانک دیتے ہیں۔ ابتداءً اس مسئلہ میں اختلاف تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلے

عہ بخاری جلد اول حیض باب المرأة تحيض بعد الافاضة مؤ ۴۴ لہ رد المحتار جلد ثانی ص ۱۸۳۔

ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَنْفِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ

مگر بعد میں میں نے خود سنا کہ وہ فرماتے تھے جاسکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت دی ہے

حدیث الحائض تغتسل وتصلی ولو ساعة من نهار (۲۳۲)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيُ وَلَوْ سَاعَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ مستحاضہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ تھوڑی دیر

اپنے اجتہاد سے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ فرائض حج سے فراغت کے بعد اگر کسی عورت کو حیض آجائے تو وہ پاک ہونے تک مکہ معظمہ ٹھہری رہے پاکی کے بعد طواف و داع کر کے اپنے گھر جائے۔ مگر جب انہیں حدیث مل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حائضہ کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ طواف و داع کئے بغیر واپس ہو سکتی ہے تو وہ بھی اس کے مطابق فتویٰ دینے لگے۔

تشریحات (۲۳۲)

یہاں باب یہ ہے۔ اذ اسرأت المستحاضة الطهر۔ جب مستحاضہ طہر دیکھے۔ اس کا دو مطلب ہے ایک یہ کہ واقعی حیض بند ہو جائے دوسرے یہ کہ حکماً طہر دیکھے مثلاً اس کی عادت کے دن پورے ہو گئے یا یہ کہ خالص سفید رطوبت آنے لگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل طہر کی کوئی مدت نہیں۔ ایک ساعت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔ جمہور اور ہمارا اور شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اقل طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔

مستحاضہ سے وطی جائز ہے یا نہیں اس سلسلے میں خود صحابہ کرام میں اختلاف تھا۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسلک یہ تھا کہ جائز نہیں۔ اور یہی زہری ابراہیم نخعی ابن سیرین اور حکم کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں ایسی ہی احادیث ملی ہیں جن میں صرف نماز کی اجازت ہے بہتیری کے بارے میں کوئی اجازت وارد نہیں۔

جمہور فرماتے ہیں جماع سے ممانعت صرف حیض کی حالت میں تھی اس لئے کہ وہ اذی ہے۔ جب حیض ختم۔ تو اباحت لوٹ آتی ہے۔ علاوہ ازیں۔ ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استحاضے کی حالت میں ان کے شوہر بہتیری کرتے تھے۔ نیز دارقطنی اور ابو داؤد میں ہے کہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر بھی اس حالت میں ان سے بہتیری کرتے تھے۔ الصلوۃ العظمیٰ کے بارے میں علامہ عینی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے۔ یہ ان کا استخراج ہے یعنی حضرت ابن عباس کا قول نہیں۔

اس باب پر امام بخاری نے۔ حضرت فاطمہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے استدلال فرمایا جس میں یہ ہے کہ حضور

مِنْ نَّهَارٍ وَيَأْتِيَهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتْ، الصَّلَاةُ أَكْبَرُ

کے لئے طہر دیکھے۔ اگر یہ نماز پڑھ لے تو اس کے پاس اس کا شوہر آسکتا ہے۔ نماز بہت عظیم والی ہے۔

حدیث اِنَّ امْرَاةً مَاتَتْ فِي بطنِ فَصْلٍ عَلَيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲۳۳)

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ فِي

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت بیٹ کی

نے یہ فرمایا۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دے جب ختم ہو جائے تو خون دھو کر نماز پڑھ۔ مراد یہ ہے کہ غسل بھی کرے۔ اس کا ذکر اس لئے نہیں فرمایا کہ یہ سب کو معلوم تھا کہ انقطاع حیض کے بعد غسل فرض ہے۔

تشریحات (۲۳۳)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بنی فزارہ کے چشم و چراغ تھے۔ یہ ابھی بچے ہی تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھیں سکران کی والدہ مدینہ آئیں۔ بہت خوبصورت خاتون تھیں۔ بہت سے لوگوں نے پیغام دیا۔ ان کی ماں نے یہ شرط کی کہ میں اسی سے تادی کروں گی جو اس بچے کی بھی پرورش کا وعدہ کرے ایک انصاری نے اسے قبول کیا ان کے ساتھ انکا عقد ہو گیا۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ انصار میں رہنے لگے۔ انصار کرام کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے بچوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے۔ جو جہاد کے لائق ہوتا اسے قبول فرما لیتے۔ ایک بار ایک صاحبزادے کو حضور نے شکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد حضرت سمرہ پیش ہوئے تو انھیں مسترد فرمادیا انھوں نے کہا یا رسول اللہ حضور نے اسے اجازت دیدی اور مجھے واپس فرمادیا۔ اگر ہم دونوں کشتی لڑیں تو اسے میں پچھاڑ دوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر لڑ کے دکھاؤ۔ دونوں میں کشتی ہوئی حضرت سمرہ نے انھیں پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بھی شکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔

زیاد بن ابیہ انھیں چھ مہینہ بصرہ کا والی بنانا اور چھ مہینے کوفہ کا۔ جب زیاد مرنا تو بصرہ کے والی تھے۔ حضرت معاویہ نے انھیں سال بھر اس عہدے پر باقی رکھا پھر معزول کر دیا۔ یہ خوارج کے معاملے میں بہت سخت تھے اسی لئے خوارج ان کو برا کہتے تھے ایک مرتبہ یہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک صاحب اور موجود تھے۔ حضور نے ان تینوں سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تم تینوں میں جو سب کے بعد مر گیا وہ آگ میں مر گیا۔ اسی کے مطابق ہوا۔ انھیں بہت سخت کڑا ز (پیش) ہو گئی اس کے لئے وہ بھپا لیتے ایک بار بھپا لیتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں گر پڑے اور یہی پیام اجل ثابت ہوا۔ بصرہ ہی میں وصال ہوا ششم سنہ وصال ہے۔ ان سے ایک سو تیس احادیث مروی ہیں جن میں سے چار بخاری نے روایت کی ہے۔ ایک حدیث انھیں سے

کی تکلیف کی وجہ سے (زچگی کے دنوں میں) فوت ہو گئیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی نماز جنازہ پڑھی نماز کیلئے انکی بیعت کر لی ہوگی۔

مسائل | اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① جو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں مرجائے تو اس کی بھی نماز جنازہ جائز ہے ② اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا کہ میت اگر عورت ہے تو امام اس کی کمر کے پاس کھڑا ہوگا مگر ہمارا مذہب مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ میت مرد ہو یا عورت سینے کے برابر کھڑا ہوگا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ حدیث میں یہ نہیں ہے کہ کمر کے پاس کھڑے ہوئے۔ بلکہ۔ "وَسَطُهَا" ہے اسے اگر "وَسَطُ" سین کے فتح کیساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی زیچ کے ہوں گے۔ اب اگر ہاتھ پاؤں کو الگ مان کر دیکھیں تو زیچ سینہ ہی ہوگا اور اگر ہاتھ پاؤں کو ملا کر دیکھیں تو سینے سے اوپر دو عضو سر اور ہاتھ ہیں۔ اور سینے سے نیچے دو عضو یعنی پیٹ اور پاؤں ہیں زیچ کا عضو سینہ ہوگا۔ اور اگر "وَسَطُ" سین کے سکون کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہوئے درمیان کے۔ اور ظاہر ہے کہ درمیان سینے کو بھی شامل جسم کے درمیانی اعضاء میں یہ بھی ہے۔ وسط کی دلالت کمر پر قطعی نہیں۔ اس مسئلہ پر بقیہ گفتگو کتاب الجنائز میں ہوگی۔

عنه بخاري جلد اول حيف باب الصلوة عن النقاء ومنتها ٣٤ بخاري جلد اول جناز باب الصلوة على النقاء ماتت في نفاها ٣٥ بخاري جلد اول جناز باب اين يقوم من المرأة والرجل ٣٦ سلم جلد اول جناز باب في القيام وسط المرأة للصلوة عليها ٣٧ ابوداؤد جلد ثاني جناز باب اين يقوم الامام من الميت اذا صلى عليه ٣٨ ترمذي جلد اول جناز باب ما جاء اين يقوم الامام من الرجل والمرأة ٣٩ نسا جلد اول جناز باب اجتماع جناز الرجال والنساء ٤٠ ابن ماجه جناز باب ما جاء اين يقوم الامام اذا صلى على جنازة شاء الاتيعا اذ اخذها، لكان سلم ٤١

حدیث اصابۃ ثوب المصلی علی الحائض (۲۲۳)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے اپنی خالہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ

عَنْهَا نَزَّوَجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَّهَكَ كَأَنْتَ تَكُونُ حَائِضًا

تعالیٰ عنہا سے سنا کہ وہ حالت حیض میں ہوتی۔ نماز نہیں پڑھتی اور رسول اللہ صلی اللہ

لَا تُصَلِّي وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چھوٹی پٹائی پر نماز پڑھتے رہتے۔

تشریحات (۲۲۳)

عبداللہ بن شداد

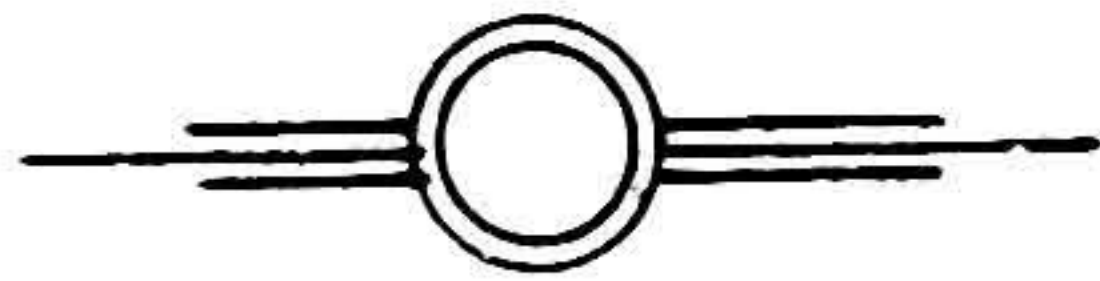
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عہد رسالت میں پیدا ہوئے ان کی والدہ سلمیٰ بنت عیس تھیں۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عیس کی حقیقی بہن تھیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اخیانی بہن۔ ان دونوں کی ماں کا نام ہند بنت عوف ہے۔ ام المومنین حضرت میمونہ، عارث کی صاحبزادی ہیں اور سلمیٰ، عیس بن معد کی۔ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن شداد نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی خالہ کہا۔ مسجد۔ سے مراد نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ خود بخاری کتاب الصلوٰۃ میں بجائے مسجد کے یہ ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی وانا حذاءہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے اور میں حضور کے برابر ہوتی۔ مگر تعجب، صاحب ایضاح البخاری پر کہ اتنے بڑے شیخ الحدیث ہوتے ہوئے۔ یہاں۔ مسجد۔ کا ترجمہ سجدہ گاہ کر دیا ہے۔ کانت تکون۔ میں تین وجہ ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ دونوں میں سے ایک کو زائد مانیں۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ وجیران لنا کانوا اکرام، میں کانوا، زائد ہے۔ کرام جیران کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرد ہے۔ دوسرے یہ کہ ”کانت“ میں ضمیر قصہ اس کا اسم ہے اور۔ تکون حائضاً۔ اس کی خبر ہے۔ تیسرے یہ کہ ”تکون“ تصویر۔ کے معنی میں یں اور یہ کانت کی خبر ہو جائے اور۔ کانت۔ کی ضمیر مستتر اس کا اسم۔ یہاں امام بخاری نے باب کا کوئی عنوان نہیں قائم کیا ہے۔ اس کی توجیہات مقدمہ میں گذر گئی۔ یہاں ایضاح البخاری میں ایک لایعنی تقریر ہے جس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ طلبہ پر دھونس جمائیں۔ ان کو یہ نہیں سمجھ میں آیا کہ نفسار یا حائضہ کو جب موت کے بعد غسل دیدیا گیا۔ تو جس طرح ان کی نجاست حقیقی دور ہو گئی۔ اسی طرح حکمی بھی دور ہو گئی۔ اب اس سوال کی گنجائش ہی نہیں کہ ان کی دفات پاکی میں ہوئی یا ناپاکی میں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ موت سے ایک اور نجاست طاری ہو گئی۔ توارد نجاستیں ہو گیا۔ مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دو نہیں اگر دس نجاستوں کا توارد ہو تو بھی ایک ہی غسل کافی ہے ایک عورت حیض

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى خُمَرَاتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَتْ بَعْضُ ثَوْبِهِ - ع

میں اس کے برابر لیٹی رہتی جب سجدہ کرتے تو حضور کے کپڑے کا کچھ حصہ مجھ سے چھو جاتا۔

سے باہر ہوئی ابھی غسل نہیں کیا تھا کہ جنبی بھی ہو گئی۔ اسے ایک ہی غسل کافی نہیں ہے۔ ابو ذر اور اصیلی وغیرہ کی روایت میں "باب" نہیں۔ اس سے پہلی والی اور اس حدیث میں مناسبت کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفاس سے ظاہر بدن ناپاک نہیں ہوتا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیض سے بھی ظاہر بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ اس خصوص میں حیض و نفاس ایک حکم میں ہیں۔

مسائل ① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حیض سے عورت کا ظاہری جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ باطنی حکمی نجاست ہے۔ ② نمازی کے برابر سونے میں کوئی حرج نہیں جبکہ نمازی ایسا ہو کہ اس کے دل بیٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔ در نہ سونے والے کے نزدیک نماز پڑھنا منع ہے۔ ③ کھجور وغیرہ کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے افضل یہ ہے کہ زمین پر پڑھے اس لئے کہ اس میں تذلل زیادہ ہے۔ چٹائی ہی کے حکم میں کپڑے وغیرہ کے مصلے بھی ہیں البتہ ایسی ریشمی جانماز پر نماز مکروہ تحریمی ہے جو خالص ریشم کی ہو یا جس کا بانا ریشم کا ہو اگرچہ تانا کسی اور چیز کا ہو۔



عہ بخاری جلد اول حیض باب ۳۷۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب اذا اصاب ثوب المصلی امرأته اذا سجدت۔ بخاری جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ۔ مسلم جلد اول صلوٰۃ باب جواز الجماعة فی النافلة والصلوٰۃ علی الحصر والخرقة۔ ۳۳۔ ابو داؤد جلد اول صلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ۔ نسائی اول مساجد باب الصلوٰۃ علی الخمرۃ۔ ابن ماجہ اقامۃ الصلوٰۃ باب من ملی و بینہ و بین القبۃ شقۃ۔ دارمی صلوٰۃ۔ ۱۴۔ مسند امام احمد۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب التیمم

حدیث انقطع عقد لی (۲۳۵)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي رَفِيقَةٍ حَيَاتِ حَضْرَتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا نَے کہ اہم رسول اللہ صلی اللہ

کتاب التیمم

مناسبت اس کے پہلے وضو اور غسل کا بیان تھا جو پانی سے حدث اصغر اور اکبر کے دور کرنے کا نام ہے۔ اب تیمم کا بیان شروع فرمایا۔ جو بحالت مجبوری وضو اور غسل کا بدل ہے جو مٹی وغیرہ سے دونوں حدثوں کے دور کرنے کا نام ہے۔ ازالہ حدث کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ چونکہ وضو اور غسل اصل ہیں اور یہ بدل۔ اس لئے پہلے ان کو بیان کیا پھر تیمم کا بیان شروع فرمایا۔

یہاں کتاب کو رفع بھی پڑھنا جائز ہے اس تقدیر پر کہ مبتدائے محذوف ہذا کی خبر ہے۔ اور نصب بھی درست ہے اس طرح کہ اسے خُذْ یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا مفعول بنائیں۔ تیمم کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں۔ اس کا مادہ اُمُّ ہے جس کے معنی قصد کے ہیں۔ شرع میں تیمم کے معنی یہ ہیں زمین یا زمین کی جنس کو چہرے اور ہاتھوں پر ملنا، حقیقتہً یا حکماً۔ پاکی حاصل کرنے، نماز مباح ہونے کی نیت سے۔ اور زمین یا زمین کی جنس کا پاک کرنے والا ہونا شرط ہے۔ لے تیمم اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ جعلت لی الارض مسجداً وَ طَہوراً۔ میرے لئے پوری زمین کو نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی کر دی گئی۔

تشریحات (۲۳۵)

بیدام۔ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے راستے میں، مزدلفہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ ذات الجیش مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے مابین مدینہ طیبہ سے نصف منزل دوری پر وادی عقیق سے سات میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ یطعننی۔ جب نصرینصر سے آتا ہے تو اس کے معنی کو نچا دینے کے آتے ہیں یعنی محسوس طعن۔ اور جب فتح یفتح سے آتا ہے تو اس کے معنی مغنوی طعن یا ملامت کرنے کے آتے ہیں۔

لے البحر الرائق جلد اول باب التیمم ورد المحتار جلد اول باب التیمم۔

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے۔ جب ہم بیدار یا ذات الجیش میں پہنچے

بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تومیرا ایک بار ٹوٹ کر (گر پڑا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ

تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے اور لوگ بھی رک گئے۔ نہ تو لوگ پانی پر تھے

آیت تیمم کس سفر میں نازل ہوئی

علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی مصطلق میں پیش آیا تھا جس کا دوسرا نام غزوہ مہسع بھی ہے۔ یہ غزوہ سنہ ۳۷ یا ۳۸ھ میں ہوا تھا اسی میں واقعہ انک بھی پیش آیا تھا۔ ان کی دلیل حدیث انک کا یہ حصہ ہے۔ فانقطع عقد لہا من جزع ظفار فحبس الناس ابتغاء ماء۔ ظفار کے مہروں کا ان کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش کے لئے لوگ رک گئے۔

علامہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے جو سنہ ۳۷ھ میں ہوا ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا۔ ان دونوں کے معارض طبرانی کی یہ روایت ہے۔ کہ ام المومنین فرماتی ہیں۔

لما كان من امر عقدى ما كان وقتا
اهل الافك ما قالوا خرجت مع رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم في غزوة اخرى
فسقط ايضا عقدى حتى حبس الناس على
التماسه وطلع الفجر فلقيت من ابى بكر
ما شاء الله وقال يا بنيت في كل سفر تكونين
عناء وبلاء ليس مع الناس ماء فانزل الله
الترخصة في التيمم فقال ابو بكر انك ما علمت
لسباركة۔

جب میرے ہار کا جو قصہ ہونا تھا وہ ہو چکا اور اہل انک کو جو کہنا تھا کہہ چکے تو اس کے بعد میں ایک دوسرے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی تو پھر میرا ہار گر گیا اور لوگوں کو اس کے تلاش کے لئے رنا پڑا اور فجر طلوع کر آئی۔ تو اللہ نے جو چاہا مجھے ابو بکر سے تکلیف پہنچی اور انھوں نے یہ بھی کہا اے بیٹی تم ہر سفر میں مصیبت اور بلا ہو جاتی ہو۔ لوگوں کے ساتھ پانی نہیں۔ اب اللہ عزوجل نے تیمم کی اجازت نازل فرمائی تو ابو بکر نے کہا تم نے جو کچھ کیا تم برکت والی ہو۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ "واقعہ انک" اس قصے سے پہلے کا ہے اور دونوں میں ہار ٹوٹ کر گرا تھا۔

اس خادم کی بھی یہی رائے ہے کہ جس سفر میں تیمم کی آیت نازل ہوئی یہ واقعہ انک کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے۔ اس نے کہ واقعہ انک میں یہ ہے کہ ہار اس وقت گرا تھا جب حضرت ام المومنین قنار حاجت کے لئے گئی تھیں۔ واپس آکر سینہ پر ہاتھ گیا تو ہار نہیں تھا۔ تو اسے تلاش کرنے کے لئے جہاں قنار حاجت کے لئے تشریف لے گئی تھیں پھر گئیں۔ اتنے میں شکر

(وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ) فَآلَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا لَا تَرَى

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا۔ لوگ ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور یہ شکایت کی کہ آپ دیکھتے نہیں

مَا صَنَعْتَ عَائِشَةُ، أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ

عائشہ نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روک لیا اور لوگوں کو بھی۔

وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ۔ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حالت یہ ہے کہ نہ تو لوگ پانی پر ہیں اور نہ لوگوں کیساتھ پانی ہے۔ یہ منکر ابو بکر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ

روانہ ہو گیا۔ یہ اکیس رہ گئیں اور ہار مل گیا۔ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہار کے گم ہونے کی اطلاع دگئی اور نہ ہار کی تلاش کے لئے لشکر رکا اور نہ ہار تلاش کرنے کے لئے کسی کو مقرر کیا گیا تھا۔ مگر آیت تیمم کے شان نزول کے واقعے میں۔ یہ تفصیلات مذکور ہیں کہ ہار کے گم ہونے کی اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار تلاش کرنے کے لئے خود بھی قیام فرمایا اور پورا لشکر رکا۔ حتیٰ کہ نماز فجر کے وقت تک رکا رہا۔ آیت تیمم نازل ہوئی۔ سب نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو تلاش کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ مگر جب حضرت ام المومنین کا اونٹ اٹھایا گیا تو اونٹ کے نیچے ہار ملا۔ حضرت ام المومنین اکیس نہیں قافلے کے ساتھ ساتھ رہیں۔ قافلہ رات کے پچھلے پہر نہیں، نماز فجر کے بعد چلا۔ اس لئے اتنا تو طے ہے کہ واقعہ انک جس سفر میں پیش آیا تھا اس میں آیت تیمم نہیں نازل ہوئی تھی بلکہ کسی اور سفر میں نازل ہوئی تھی۔

اب بحث طلب بات یہ رہ جاتی ہے۔ کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے یا کسی اور غزوے کا۔ علامہ ابن جوزی کی رائے ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے جو سنہ ۳ھ میں ہوا۔ اور طبرانی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ انک کے بعد کا قصہ ہے۔ واقعہ انک کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابن سعد نے کہا کہ سنہ ۲ھ شعبان دو شنبہ کو حضور غزوہ مریسہ کے لئے نکلے تھے۔ امام بخاری نے ابن اسحاق سے نقل کیا یہ غزوہ سنہ ۳ھ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا سنہ ۳ھ میں۔ اگر غزوہ مریسہ اور ذات الرقاع دونوں کو سنہ ۳ھ میں مان لیا جائے جب تو معاملہ آسان ہے۔ لیکن اگر غزوہ ذات الرقاع کو سنہ ۳ھ میں اور غزوہ بنی المصطلق کو سنہ ۳ھ یا سنہ ۳ھ میں مانیں تو معاملہ پھر مشکل ہو جاتا ہے صحیح یہی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق سنہ ۳ھ میں ہوا ہے۔ علامہ عسقلانی نے تحریر فرمایا کہ شاید یہ سبقت قلم ہے۔ اس لئے کہ مغازی ابن عقبہ بنی متعدد طریقوں سے یہی ہے کہ یہ غزوہ سنہ ۳ھ میں ہوا۔ علامہ سیوطی نے تو شیعہ میں بھی یہی فرمایا کہ یہاں امام بخاری سے سبقت قلم ہو گیا ہے۔ ابن عقبہ کا قول ابن اسحق سے زیادہ صحیح ہے۔ یہ غزوہ سنہ ۳ھ میں نہیں ہوا۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ واقعہ انک کے وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیات تھے۔ اہل انک کے معاملے میں انھوں نے یہی عرض کیا تھا۔ حضور فرمائیں اگر وہ ہمارے قبیلے اوس کا ہے تو ہم اس کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصْنَعْ رَأْسَهُ عَلَى فُخْذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسَتْ رُسُولُ

تعالیٰ علیہ وسلم اپنا سر مسیری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ ابو بکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَیْسُوا عَلَی مَآءٍ وَلَیْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ

علیہ وسلم اور لوگوں کو تونے روک لیا؟ اور حال یہ ہے لوگ پانی پر نہیں اور نہ ان کے ساتھ پانی

فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللہُ اَنْ یَّقُولَ وَجَعَلَ یُطْعَنُ

عائشہ نے بتایا۔ اس پر ابو بکر مجھے سرزنش کرنے لگے اللہ نے جو چاہا کہا۔ اور میری۔ کوکھ میں اپنے ہاتھ

گردن اڑا دیں۔ اور اگر ہمارے بھائی خزرج کا ہے تو حکم دیں ہم تعمیل کریں۔ ان کی شہادت غزوہ خندق میں تیر لگے سے
بنی قریظہ کے معاملے میں فیصلہ کے بعد ہوئی تھی۔ اور یہ طے ہے کہ غزوہ خندق شوال سنہ ۵ میں ہوا ہے۔ غزوہ بنی مصطلق کے لئے
طے ہے کہ یہ شعبان میں ہوا تو لازم کہ زیادہ سے زیادہ سنہ ۵ میں ہوا غزوہ مسیب کے سنہ ۵ میں ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ اتنا تو
یقینی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعد ہوا ہے اس لئے کہ خندق کے موقع پر تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ صلوٰۃ خوف
نہیں پڑھی گئی تو معلوم ہوا کہ خندق کے وقت تک صلوٰۃ خوف مشروع نہیں تھی۔ اور یہ بھی طے ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں
صلوٰۃ خوف پڑھی گئی۔ نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے غزوہ نجد میں
ذات الرقاع کا دوسرا نام ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی اور حضرت ابن عمر
جس پہلے غزوہ میں شریک ہوئے تھے وہ خندق ہے۔ اور آگے بڑھتے۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد و نسائی میں ہے۔ کہ حدیبیہ
کے موقع پر، عسفان، میں عصر و ظہر کے درمیان صلوٰۃ خوف نازل ہوئی تھی پہلی صلوٰۃ خوف عسفان میں پڑھی گئی۔ تو
معلوم ہوا کہ غزوہ ذات الرقاع حدیبیہ کے بعد ہوا۔ کتنے دن بعد ہوا۔ اس کا سراغ یہاں تک لگتا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔

اس لئے کہ اس میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ
میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب آیت تیمم نازل ہوئی تو مجھے یہ نہیں سمجھ میں آیا کہ تیمم کیسے کرے۔
اور یہ لوگ خیبر کے فتح کے بعد خدمت اقدس میں خیبری میں حاضر ہوئے نیز بخاری مغازی میں ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اسے غزوہ سابع کہا ہے اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ سن سات کا غزوہ۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ یہ سنہ ۵ میں ہوا۔
اس کا بھی لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ خیبر کے بعد ہوا۔ اس لئے کہ خیبر سنہ ۵ کے ادا میں اور سنہ ۶ کے اخیر میں ہوا تھا۔

دوسرا اشکال اور حل اس حدیث میں۔ آیت تیمم سے مراد کیا ہے۔ اس لئے کہ تیمم کا حکم دو آیتوں میں ہے ایک سورہ

بخاری جلد اول صلوٰۃ الخوف ۳۰۰ ایضاً جلد ثانی مغازی غزوہ ذات الرقاع ۵۹۲ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ۲۲۹ ابوداؤد جلد اول صلوٰۃ الخوف

۱۴۳۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ۲۳۰ ایضاً ۲۳۱۔ بخاری جلد ثانی مغازی غزوہ ذات الرقاع ۵۹۲۔ بخاری جلد ثانی مغازی ذات الرقاع ۵۹۲۔ ابوداؤد

صلوٰۃ الخوف ۱۴۳ ایضاً ۱۴۴۔ نسائی جلد اول صلوٰۃ الخوف ۲۲۹۔

بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ

سے کوپنچے مارنے لگے۔ مجھے ہلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ فَخَذِي - فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ

کا سر اٹھادس میرے زانو پر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبح کو

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ

اچھے تو پانی نہیں تھا۔ اس پر اللہ عزوجل نے تیسم کی آیت

نسا میں ہے۔ دوسری سورہ مائدہ میں ہے۔ دونوں آیتوں کے الفاظ ایک ہی ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت میں - وَإِيْدِيكُمْ - کے بعد مِنِّہ بھی ہے۔ سورہ نسا کی آیت یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ③

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ جب تک جو کہو اے سمجھنے نہ لگو اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک غسل نہ کرلو۔ مگر یہ کہ راستہ چل رہے ہو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا قضا حاجت کر کے آئے ہو یا عورتوں سے ہمبستی کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیسم کرو اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو ملو۔

سورہ مائدہ کی آیت کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ - وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ④

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونا چاہو تو اپنے اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور اپنے اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے اپنے پاؤں ٹخنے تک دھوؤ اور اگر جنبی ہو تو خوب اچھی طرح پاک ہو لو۔

اس کے بعد بعینہ ہی الفاظ کریم ہیں جو سورہ نسا کے ہیں صرف بعد میں منہ کا اضافہ ہے۔ امام بخاری نے سورہ نسا کی آیت کے ضمن میں بھی بالاختصار یہی حدیث ذکر کی ہے اور سورہ مائدہ والی آیت کی بھی تفسیر میں یہی حدیث ذکر کی ہے۔ جس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ ان دونوں آیتوں کا شان نزول ایک ہی واقعہ ہے۔ مگر ہر دو علم پر واضح ہے کہ دونوں آیتوں کا شان نزول ایک ماننا بہت سطحی بات ہے۔ اگر دونوں جگہ کی روایتوں پر نظر دقیق ڈالیں گے نو واضح ہو جائے گا کہ امام بخاری نے قریب قریب یہ تصریح فرمادی ہے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ

عَزَّوَجَلَّ آيَةُ التَّيْمِمْ - فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أَسِيدُ بْنُ الْحَضِرِ

اتاری - اس کے بعد لوگوں نے تیمم کیا - اسید بن حضیر نے کہا اے آل

سورہ نسا میں صرف یہ ہے فانزل الله التيمم - اور سورہ مائدہ میں - فنزلت - يا ايها الذين امنوا اذا قمتم الى الصلوة فاغسلوا - الاية - یہ اس پر نص ہے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی۔ اس روایت کے مطابق خود حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ارشاد ہوا کہ اس وقت میں سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی۔ نیز مسند حمیدی میں بھی یہ تصریح ہے۔ اس لئے راجح یہی ہے کہ اس حدیث میں آیت تیمم سے مراد سورہ مائدہ کی آیت ہے۔ علاوہ ازیں یہاں باب میں امام بخاری نے جو آیت نقل فرمائی ہے اس میں - منہ - ہے۔ اس سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ امام بخاری اس کے قائل ہیں کہ اس حدیث میں - آیت تیمم سے مراد، سورہ مائدہ کی آیت ہے۔

تیسرا اشکال اور حل | ابن عربی نے کہا کہ اس وقت کون سی آیت نازل ہوئی یہ ایسا اشکال ہے جس کا کوئی حل نہیں۔ اللہ عزوجل نے ان اساطین ملت کو اسلام اور مسلمین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ انکا کفشت دار عرض کرتا ہے۔ ہم بتائے کہ اس موقع پر سورہ مائدہ والی آیت نازل ہوئی اس سے ظاہر ہو گیا کہ صحیح یہ ہے کہ سورہ نسا والی آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اس لئے کہ سورہ نسا کی آیت اگر پہلے نازل ہو چکی ہوتی تو اس وقت لوگوں کے پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ تیمم کر کے نماز پڑھ لیتے پریشان کیوں ہوتے؟ رہ گیا یہ شبہ کہ پھر سورہ نسا میں تیمم کے دوبارہ ذکر کی ضرورت کیا تھی؟۔ یہ شبہ اس وقت لائق لحاظ ہوتا جبکہ قرآن مجید میں کچھ احکام مکرر مذکور نہ ہوتے۔ کتنے احکام مکرر مذکور ہیں۔ اسی طرح تیمم بھی دوبارہ مذکور ہوا تو کیا اعتراض۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں ایک خاص فائدہ بھی موجود ہے۔ سورہ نسا کی آیت پر ایک بار پھر نظر بغور ڈالیں ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک جو کہو اسے سمجھنے نہ لگو اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک غسل نہ کر لو مگر یہ کہ راستہ طے کر رہے ہو۔ اگر آیت یہیں تک ہوتی اور اس کے بعد تیمم کا ذکر نہ ہوتا تو دو شبہ ہو سکتا تھا۔ ایک یہ کہ شاید اس نے آیت تیمم منسوخ کر دیا۔ دوسرا یہ کہ مسافر پر غسل جنابت نہیں۔ ان دونوں شبہوں کے دفعیہ کے لئے پھر تیمم کا ذکر فرمایا کہ یہ افادہ ہو جائے کہ تیمم کا حکم اب بھی ان لوگوں کے لئے باقی ہے جو پانی پر قدرت نہ رکھتے ہوں۔ خواہ انھیں غسل کی حاجت ہو خواہ وضو کی۔ خواہ مسافر ہوں خواہ مقیم۔

ایضاح البخاری کی لایعنی تقریر | یہاں پھر دہی کہنا پڑتا ہے کہ صاحب ایضاح البخاری نے اپنے جی حضور کہنے والے طلبہ کو دھونس دینے کے لئے اس شق پر بھی نکتہ آفرینی کی ہے۔ کہ اگر یہ مان لیا جائے۔ سورہ نسا کی آیت پہلے نازل ہوئی۔ اور سورہ مائدہ کی بعد میں تو حضرات صحابہ کی پریشانی کا باعث یہ بات ہو سکتی ہے۔

کہ سورہ نسا کی آیت میں جنابت کا مسئلہ صراحت کے ساتھ نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں یہ تصریح نہیں۔ کہ جنابت کی صورت میں بھی تیمم کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایک درجہ میں وہم ہی پیدا ہوتا ہے کہ جنبی کو بہر صورت غسل ہی کی ضرورت ہے ولا

عَلَيْهِ فَأَصْبْنَا الْعُقَدَ تَحْتَهُ

میں ہتی تو ہار اس کے نیچے مارا۔

بعض مسائل کے بارے میں فرمایا کہ ہم نہیں جانتے۔ ان چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام بلکہ امام الائمہ ہونے کے منافی نہیں۔ اس طرح اگر بغرض غلط یہ مان لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے۔ تو یہ اس کے منافی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علم غیب جانتے تھے۔ ویسے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ ہار کہاں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ ہار کہاں ہے، مگر بتایا کیوں نہیں دہاں قیام کیوں فرمایا۔ اس لئے کہ حضور کو یہ معلوم تھا کہ تیمم کا حکم یہیں نازل ہوگا۔ جس میں میری امت کے لئے آسانی ہے۔

ناظرین غور کریں۔ یہ ہار حضرت ام المومنین کا اپنا نہیں تھا ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا ان سے مانگ کر لائی تھیں۔ جیسا کہ اسی بخاری ہی میں ایک حدیث کے بعد ہے۔ انھا استعسارت من اسماء ولادة حضرت ام المومنین نے حضرت اسماء سے ہار منگنی لیا تھا۔ عرب کے ریگستانی علاقے میں یہ ہار لوٹ کر گر پڑا ہے وہ بھی رات کے وقت وہ بھی ایک شکر کے ہمراہ گرنے کے بعد اس پر اونٹوں کے پاؤں پڑنے کا اندیشہ ہے جس سے زمین میں دھنس کر غائب ہو سکتا ہے۔ اپنی چیز کے گم ہونے کا اتنا غم نہیں ہوتا۔ جتنا منگنی کی چیز کے غائب ہونے کا ہوتا ہے جس کی چیز ہے وہ کچھ بھی سوچ سکتا ہے۔ ان سب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر خاص اثر ہونا ضروری تھا۔ مگر روایت کے الفاظ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطمینان سے میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر حضرت ام المومنین کو کیا کیا کہتے ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہار کی طرف سے مطمئن تھے۔ معلوم تھا کہ ہار خود حضرت عائشہ کے اونٹ کے نیچے بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے۔ کہیں غائب نہیں ہے۔ اس لئے پورے سکون کے ساتھ گہری نیند سوتے رہے اور چونکہ یہ معلوم تھا کہ آیت تیمم یہیں نازل ہوگی اس لئے قیام فرمایا۔ غور کریں اس واقعے سے علم غیب کا ثبوت ہوتا ہے مگر کیا کیجئے گاع ہنز پشم عداوت بزرگتر عیب

است
مسائل ۱ شادی شدہ لڑکی کی شکایت اس کے باپ سے کرنی جائز ہے اگرچہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہتی ہو ۲ ایسی لڑکی کو بھی باپ تنبیہ و تادیب کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیٹے کو بھی ۳ لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ جس گھر میں ہو۔ باپ اس میں جاسکتا ہے بشرطیکہ میاں بیوی دونوں راضی ہوں ۴ مذہب صحیح یہ ہے کہ تہجد کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی یہی جمہور کا بھی مذہب ہے۔ ان کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے۔

بخاری جلد اول تیمم۔ اول حدیث ۴۴۴ ایضاً مناقب باب فضل ابی بکر ۴۴۵ ایضاً جلد ثانی تفسیر سورہ مائدہ باب قوله فلم تجدوا ماء فتيمموا۔ دو طریقے ۴۴۶ ایضاً جلد ثانی بحار من ادب اہلہ او غیرہ دون السلطان ۴۴۷ مسلم جلد اول طہارت باب التيمم ۴۴۸ سنن ابی داؤد جلد اول طہارت باب بد التيمم ۴۴۹

حدیث اعطیت خمساً (۲۳۶)

أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

حُفَرْت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہیں خبر دی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلَةً لَكَ ۖ
بغی اسرائیل ④
رات میں، سونے کے بعد اٹھ کر نماز پڑھو خاص تمہارے لئے یہ زیادہ ہے۔

تَهَجَّدُ۔ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حالت سفر میں حضور پر تہجد فرض نہ تھا۔
⑤ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کتنا احترام تھا، کتنی محبت تھی کہ کوچے کھانے کے بعد بھی ذرا سی حرکت نہ کی مبادا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں خلل پڑے۔ ⑥ بارگاہ الوہیت میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجاہت معلوم ہوئی کہ اللہ عزوجل نے اتنی بڑی نعمت ان کے ذریعہ سے عطا فرمائی۔ اور بقول حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسی برکتیں ان سے بار بار ظاہر ہوئیں۔ ⑦ اس بار کی قیمت بارہ درہم تھی۔ مگر اس کی تلاش کے لئے پورا لشکر روکا گیا تو معلوم ہوا۔ معمولی قیمت کی بھی کوئی چیز ضائع نہیں ہونے دینی چاہیے ⑧ سفر میں اگر ساتھیوں کا کوئی سامان غائب ہو جائے تو اس کی تلاش دوسرے رفقار کو بھی کرنی چاہیے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے دور کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے اگرچہ اس کے لئے رکنا پڑے۔ ⑨ عورتوں کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر امن و امان ہو اور اطمینان ہو ⑩ عورتوں کو زیب و زینت کے لئے زیور پہننا جائز ہے ⑪ عورت منگنی کا زیور پہن سکتی ہے اور مالک کی اجازت کے بعد سفر بھی کر سکتی ہے۔

تشریحات (۲۳۶)

تعداد خاصاً ایہاں پانچ کا عدد مذکور ہے۔ مسلم میں چھ کا اور تفصیل میں "اعطیت الشفاعة" نہیں ہے۔
دو مزید یہ ہیں۔ اعطیت بجوامع الکلم۔ و ختم نبی النبیون۔ مسلم ہی میں حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے۔ فضلنا علی الناس بشک۔ جعلت صفوفنا کصفوف الملائکہ۔ وجعلت لنا الارض الیٰ اخرہ نسائی میں یہ زائد ہے۔ واوتیت ہولاء الایات الاخر سورۃ البقرہ من کنز تحت العرش اور ابوداؤد میں ہے واوتیت الکوثر۔ بخاری، مسلم، نسائی میں ہے۔ واوتیت بمفاتح خزائن الارض اور منہ امام احمد میں یہ اضافہ ہے واعطیت بمفاتح الارض و سمیت احمد وجعل لی التراب طهوراً وجعلت امقی خیر الامم۔ یہ بارہ خصائص ہوئے۔ مگر ان میں بھی حصر نہیں۔ ابوسعید نیشاپوری نے اپنی کتاب۔ شرف المصطفیٰ میں ساٹھ شمار کرائے۔ مگر ہاتھ میں بھی انحصار نہیں جو اس کی قدرے تفصیل دیکھنا

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، نَصْرْتُ

نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک بیٹے کی مسافت تک میرے مخالفوں

بِالرَّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا

کے دل میں میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی میرے لئے پوری زمین نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی۔

چاہے وہ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ کی کتاب۔ خصائص کبریٰ۔ کا مطالعہ کرے۔ مذہب صحیح و متحقق یہ ہے کہ مفہوم عدد حجت نہیں۔ اس لئے تین یا پانچ یا چھ کے عدد کے مذکور ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زائد نہیں۔ بلکہ موقع و محل کے اعتبار سے جتنے کی ضرورت سمجھی ان کو بیان فرمایا۔ مسند امام احمد میں، عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده کی حدیث میں ہے کہ حضور نے غزوہ تبوک کے سال یہ فرمایا تھا۔

لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ | داؤدی اور بعض دوسرے لوگوں نے اس کا مطلب یہ بتایا کہ مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں مجبوری طور پر کسی کو نہیں ملیں۔ ان میں سے بعض، بعض انبیاء کو عطا کی گئیں مثلاً نوح علیہ السلام تمام اہل ارض کے لئے رسول تھے۔ قبل طوفان بھی بعد طوفان بھی۔ قبل طوفان اس طرح کہ طوفان پوری دنیا کے کافروں پر آیا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا | ہم کسی پر عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کہیں اور کسی نبی کی بعثت نہیں ہوئی۔ تو ثابت ہے کہ پوری زمین کے انسانوں کی طرف مبعوث تھے۔ بعد طوفان تو سارے کافر ہلاک ہو گئے صرف اسی افراد جو مومن تھے بچے جو سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے تھے۔ اس کے علاوہ حدیث شفاعت میں ہے کہ اہل محشر حضرت نوح علیہ السلام سے عرض کریں گے۔ أَنْتَ أَوَّلُ رَسُولٍ إِلَىٰ أَهْلِ الْأَرْضِ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ سیاحت فرماتے رہتے۔ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا نماز پڑھ لیتے۔

مگر صحیح یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک فضیلت کسی کو نہیں عطا ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کے بارے میں قرآن کی نص ہے کہ فرمایا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ۔ هود ١٥ | ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ رہ گیا پوری دنیا پر عذاب آنا ہو سکتا ہے یہ اس وجہ سے ہو کہ دوسری قوموں کی طرف دوسرے انبیاء بھیجے گئے ہوں اور ان قوموں نے انبیاء کو جھٹلایا ہو۔ عدم علم، علم عدم نہیں۔ اور اہل محشر کی عرض کا ماحصل یہ ہے کہ آپ پہلے وہ رسول ہیں جو زمین والوں کی جانب بھیجے گئے ہیں یہ نہیں کہ تمام اہل زمین کی طرف بھیجے گئے ان کی قوم بھی تو اہل ارض

رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ

میری امت کے جس شخص پر جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے میرے لئے

وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ. وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى

اموال غنیمت حلال کر دئے گئے مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔ اور مجھے شفاعت کبریٰ عطا کی گئی۔ اور پہلے نبی کو خاص انکی

ہی ہے۔ رہ گیا بعد طوفان کا معاملہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اصل بعثت تو ان کی قوم ہی کی طرف تھی۔ یہ اتفاق ہے کہ طوفان میں بقیہ قومیں ہلاک ہو گئیں اور صرف ان کی قوم کے انبیاء بچے۔

ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں صرف انہیں کی قوم موجود رہی ہو۔ دوسری قومیں نہ رہی ہوں تو اصل بعثت ان کی قوم کی طرف ہوئی۔ یہ اتفاق ہے کہ انسان انکی قوم ہی میں منحصر تھے۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اجازت تھی کہ وہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں۔ یہ بھی معارض نہیں۔ اس لئے کہ اس سلسلے میں خصوصیت دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک پوری زمین کا مسجد ہونا دوسرے زمین کا پاک کرنے والا ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین کے ہر حصے میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ مگر ان کے لئے زمین، طاہر کرنے والی نہیں بنائی گئی تھی۔

نصرت بالمرعب | سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں یہ تفصیل ہے۔ نصرت بالمرعب شہراً امّامی و شہراً خلفی۔ ایک مہینہ کی مسافت پر میرے آگے اور ایک ماہ کی مسافت پر میرے پیچھے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

يَقْذِفُ فِي قُلُوبِ أَعْدَائِي۔ یہ رعب میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے شارحین نے فرمایا۔ کہ ایک مہینے کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ مدینہ طیبہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس زمانے کے پہلوں میں سے کوئی ایک مہینے کی دوری پر نہیں تھا۔ اس کا مفاد یہ ہوا کہ شہر کی قید احترازی نہیں واقعی ہے۔ اس لئے ایک مہینے کی دوری کی تخصیص نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ میرا رعب میرے ہر دشمن کے دل میں ہے خواہ وہ کتنی ہی دوری پر کیوں نہ ہو۔

أُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ | غنائم غنیمت کی جمع ہے۔ کشمینی کی روایت میں مغانم ہے۔ یہ مغنم کی جمع ہے۔ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی کوئی چیز مفت حاصل کرنا۔ شریعت میں غنیمت اس مال کو کہتے ہیں۔ جو لڑائی میں کافروں سے بطور قہر و غلبہ لیا جائے۔ گذشتہ انبیاء کرام میں کچھ وہ تھے جنہیں لڑائی کی اجازت نہ تھی۔ کچھ وہ تھے جنہیں لڑائی کی اجازت تھی مگر ان کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ آسمان سے آگ آتی اور اسے جلا دیتی۔

أُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ | شفاعت کے لغوی معنی دعا کے ہیں۔ اور عرف میں کسی غیر سے کسی غیر کی حاجت کا

قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً

قوم کی جانب بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

سوال کرنا۔ الشفاعة پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد۔ شفاعتِ عظمیٰ ہے۔ مراد یہ ہیکہ میدان محشر میں جب کوئی کسی کا نہ ہوگا اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ اس دن کی سختی سے ہر شخص جان سے عاجز ہوگا اس وقت سختیوں میں کمی کرانا اور حساب و کتاب شروع کرنا مراد ہے۔ یہ وہ شفاعت ہے جو ہر شخص کے لئے ہوگی خواہ وہ ہون ہو یا کافر نبی ہو یا دلی۔ اس شفاعت کبریٰ کے علاوہ اور بھی مخصوص شفاعت کی قسمیں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔ جو جلد اول میں مذکور ہو چکی ہیں۔ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی خصوصیت یہ ہے کہ جس کے بارے میں بھی شفاعت فرمائیں گے وہ ضرور قبول ہوگی۔ جیسا کہ حدیث شفاعت میں ہے کہ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ قل تسمع سل تعطہ۔ اشفع تشفع۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ سوال کرو دیا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

بعثت الی الناس عامة | بعثت عامۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اگلے انبیاء کرام کی طرح قوم بستی، ملک یا زمانے کیساتھ خاص نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت سارے جہان کے لئے ہے جو حیات ظاہری کے وقت دنیا میں موجود تھے۔ ان کے لئے بھی اور پہلے والوں کے لئے بھی اور قیامت تک جتنے پیدا ہوں گے سب کے لئے۔ خواہ وہ انسان ہوں خواہ جن، خواہ نبی درہم ہوں خواہ ملائکہ۔ بلکہ اللہ عزوجل کے ماسوا تمام موجودات کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ

لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ①

فایما رجل ادرکتہ الصلوۃ | جس کو جہاں نماز کا وقت ملے پڑھ لے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیز ہو اس سے تیمم جائز ہے۔ اس لئے کہ حدیث کا یہ جز۔ سابق پر تفریع ہے۔ یعنی جب پوری زمین نماز کی جگہ بنا دی گئی۔ اور پوری زمین پاک کرنے والی کر دی گئی۔ تو تم جہاں ہو وہیں نماز پڑھو پانی نہ ملے تو زمین تو ہے تیمم کر کے نماز پڑھو۔ زمین کا بہت ساحصہ ایسا ہے جہاں مٹی نہیں صرف پتھر ہے اگر تیمم کو مٹی کے ساتھ خاص کر دیں گے۔ تو یہ تفریع درست نہ ہوگی۔ اس کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ یہ مائیں کہ اگر تم کسی ایسی جگہ ہو جہاں مٹی نہ ہو پتھری پتھر ہو تو پتھری سے تیمم کر لو۔ اس لئے کہ یہ بھی زمین ہی کی جنس سے ہے۔ جب پتھر پر تیمم اس لئے جائز کہ زمین کی جنس سے

عہ بخاری جلد اول۔ تیمم ص ۴۴، بخاری جلد اول صلوۃ باب جعلت لی الارض مسجد او طہو ص ۴۵۔ مسلم جلد اول مساجد باب اول بیض نیلۃ و نقصان ص ۱۹۹۔ ترمذی جلد اول سیر باب ماجاء فی الغیمۃ ص ۱۸۱۔ نسائی جلد اول غسل باب التیمم بالصید ص ۴۴۔

حدیث: اُنہا استعارت من اسماء قلاۃ فہلکت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءٍ قِلَادَةً

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت اسماء سے ایک ہار منگنی لیا تھا

فہلکت فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا

وہ غائب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا، تو انہیں

ہے تو ان تمام چیزوں سے جائز جو زمین کی جنس سے ہوں۔ ہر وہ چیز جو آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہو نہ اس کے اثر سے پگھلتی ہو نہ نرم ہوتی ہو وہ جنس ارض ہے جیسے ریت، چونا، سرمہ، ہڑتال، مردار سنگ، گبر و ہر قسم کے پتھر جیسے زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہ۔

تشریحات

اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اوس کی مشہور شاخ بنی عبدالاشہل کے چشم و چراغ تھے۔ غاندانی رئیس تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے کچھ دن پہلے، انصار کے دونوں قبیلے، اوس، خزرج میں ایک اخیر بہت خطرناک لڑائی ہوئی تھی جو، بغاٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ان کے والد، حضیر غارس اوس اور اس کے رئیس تھے عقبہ اولی کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ تبلیغ اسلام کیلئے جب تشریف لائے تو ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ انہیں کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن بارہ نقباء کو منتخب فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ یہ بہت مائل و فہیم صائب الراء بزرگ تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے جاں نثار ایک کے سانچے پر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کی پاکدامنی بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا۔ اس سلسلے میں میری کون مدد کرتا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ میں حضور کی مدد کروں گا۔ یہ مفتری اگر میرے قبیلے اوس کا ہے تو اس کی گردن میں ازادوں کا اور اگر ہمارے بھائی خزرج کا ہے تو آپ حکم دیں تعمیل ارشاد کروں گا۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہہ دیا۔ اے اللہ کے دشمن تم نے جھوٹ کہا نہ تم اسے قتل کرو گے اور نہ قتل کر سکتے ہو۔ یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر کو یارائے ضبط نہ رہا انہوں نے کہا۔ تم نے جھوٹ کہا خدا کی قسم ہم اسے ضرور قتل کریں گے تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں لڑتے ہو۔ بد میں شریک رہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے مگر اس کے بعد سارے «مشاہد» میں شریک رہے۔ غزوہ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں جبکہ انتشار عام کیوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چودہ جاں نثار

فَادْرَكْتَهُمُ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلُّوا فَاذِلَّ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ

مل گیا مگر اسی اشارہ میں نماز کا وقت آ گیا۔ لوگوں کے ساتھ پانی نہیں تھا بغیر وضو کے نماز پڑھ لی لوگوں نے رسول اللہ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التِّيمِّمْ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اس کے بعد آیت تیسم نازل ہوئی اس پر اسید بن حفیر نے

رہ گئے تھے۔ یہ بھی موجود تھے۔ اس غزوے میں انھیں سات زخم لگے تھے۔ انھیں خوبیوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسید اچھا آدمی ہے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ انصار میں تین ایسے بزرگ ہیں جن کے فضل و کمال ہم کوئی انصاری نہیں پہنچا۔ اور یہ تینوں بنی عبد الاشہل کے فرد ہیں۔ سعد بن معاذ، اسید بن حفیر اور عباد بن بشر۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکا کافی لحاظ رکھتے تھے۔ اور یہی حال حضرت فاروق اعظم کا بھی تھا۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لئے گئے تو انھیں بھی ساتھ لیا تھا۔

سنہ ۲۰ کے شعبان میں وصال ہوا۔ حضرت فاروق اعظم نے جنازے کو کاٹھا دیا۔ ان پر چار ہزار دینار قرض تھا جس کی ادائیگی کے لئے حضرت فاروق اعظم کو وصیت کر گئے تھے۔ حضرت فاروق اعظم نے ان کے باغ کے پھلوں کو بیچ بیچ کر چار سال میں سب قرض ادا کر دیا۔ یہ ابھی مفصل گزری ہوئی حدیث (۲۳۵) کی تلخیص ہے مگر اس میں دو باتیں زائد ہیں ایک یہ کہ جو ہار غائب ہوا تھا وہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہار تلاش کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر فرمایا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کو علیحدہ ذکر کیا۔

باب کی توضیح اس حدیث پر امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ جب کوئی پانی اور مٹی نہ پائے۔ ایسے شخص کو فاقد الطہور کہتے ہیں۔ یہ شخص کیا کرے۔ وضو اور تیمم کے بغیر نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں

تحریر کیا ہے جیسا کہ عام طور پر ان کی عادت ہے۔ اس سلسلے میں علماء کے مذاہب معتبرہ چار ہیں اول یہ کہ اس حالت میں نماز پڑھے اور نہ اس نماز کی اس پر قضا ہے۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ دوم یہ کہ اس حالت میں بھی اس پر نماز پڑھنی واجب ہے۔ نماز پڑھے اور بعد قنات اعادہ کرے۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ سوم یہ شخص بغیر تیمم اور وضو نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہوگئی چہارم یہ کہ اس وقت بلانیت نماز کے ارکان ادا کرے اور جب پانی یا مٹی ملے تو وضو یا تیمم کر کے نماز کی قضا پڑھے۔ یہ اخاف کا مذہب ہے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا۔ لا صلوة الا بطہور۔ پاکی کے بغیر نماز ہی نہیں۔ اس لئے فاقد الطہورین کا نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا یکساں ہے۔ رہ گئی بلانیت ارکان نماز کی ادائیگی یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے رمضان میں مسافر، دن میں گھر آیا یا نابالغ، بالغ ہوا یا کافر، مسلمان ہوا یا مجنون کو افاقہ ہوا یا حائضہ پاک ہوئی تو رمضان

حُضِيرُ لِعَايْشَةَ جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا فَوَ اللهُ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ تُكَرِّهِيْنَهُ

حضرت عائشہ سے کہا۔ آپ کو اللہ عزوجل بہترین جزاء دے۔ خدا کی قسم جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار حادثہ

إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذُلَّكَ لَكَ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ خَيْرٌ أَع

پیش آتا ہے تو اللہ عزوجل اس میں آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بھلائی کر دیتا ہے

کے احترام میں بقیہ دن روزہ دار کی طرح رہیں گے نہ کچھ کھائیں گے اور نہ کچھ پئیں گے۔ یا جیسے حج کسی وجہ سے فاسد ہو گیا تو بھی تمام ارکان حاجیوں کی طرح ادا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کو دوبارہ حج کرنا فرض ہے۔ ان نظائر سے معلوم ہوا کہ جہاں مامور پر حقیقتہً عمل ناممکن ہو وہاں ایسی صورت بنانا شرعاً مطلوب ہے گویا مامور بہ ادا کر رہا ہے۔

باب مطابقت | باب یہ تھا۔ کہ پانی اور مٹی نہ پائے اور حدیث میں ہے کہ وہاں پانی نہیں تھا۔ مٹی موجود تھی۔ اس لئے شبہ ہو سکتا ہے کہ حدیث باب کے مطابق نہیں۔ مگر نظر دقیق سے مطابقت یوں ہے۔ کہ جب تیمم کا حکم نازل ہی نہیں ہوا تھا تو مٹی کا وجود کالعدم تھا۔ بظاہر مٹی تو تھی مگر حقیقت میں یوں کہنے کہ نہیں تھی۔ جب اس وقت اس سے طہارت کا حکم ہی نہیں تھا تو ہونا بیکار تھا۔ اس کو دوسری عبارت میں یوں کہہ لیجئے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی مُطہّر نہ ہو تو کیا کرے اور حدیث میں ہے کہ مُطہّر نہیں تھا لوگوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ یہ حدیث ہمارے معارض نہیں۔ اس لئے کہ صحابہ کرام نے بغیر حضور کے حکم کے یہ نماز پڑھی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو آرام فرما رہے تھے۔ اس لئے صریح ارشاد « لا صلوة الا بطہور » کے خلاف صحابہ کا یہ فعل جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن سے نہیں تھا، معارض نہیں ہو سکتا۔

تطبیق | حدیث (۲۳۵) میں یہ ہے کہ — میں جس اونٹ پر تھی اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ہارم نے پایا — اور اس حدیث میں ہے — کہ جن صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلاش کے لئے بھیجا تھا انہوں نے پایا۔ بخاری فضل عائشہ اور مسلم میں ہے۔ صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو اسے تلاش کرنے کیلئے بھیجا — ان سب میں تطبیق یہ ہے واقعہ یہی ہے — کہ ہار تلاش کرنے کیلئے چند حضرات کو حضرت اسید بن حضیر کے ساتھ بھیجا تھا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ ان سب کے سردار یہی تھے اس لئے اس روایت میں صرف حبلان ذکر ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت خالد بن ولید کو شام جہاد کیلئے بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید نے شام فتح کیا۔ اور اس حدیث میں — جمع مکمل ہے۔ ہم نے پایا۔ اس میں حضرت اسید بن حضیر بھی داخل ہیں۔ ان لوگوں کو ہار کہاں ملایا اس حدیث میں مذکور نہیں یہ حدیث (۲۳۵) میں ہے کہ اونٹ کے نیچے ملا۔

عنه بخدي جلد اول تيمم باب ادا لم يجد ماء ولا تروا به ٢٠ ايضا جلد ثاني تفسير باب قول وان كنتم مرضى او على سفر ٢١ ايضا باب استعارة القلادة ٢٢
 ايضا بحاج باب استعارة الثياب للعروس وغيره ٢٣ ايضا جلد اول فضائل اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم باب فضل مكة ٢٤ مسلم جلد اول جيف باب التيمم ١٧٠ -
 ابوداود جلد اول تيمم باب التيمم ٣٥ - سأل جلد اول طهارة باب فيمن لم يجد الماء ولا الصعيد ٣٦ ابن كهم كتاب ارجاء في التيمم ٣٧ دلي وخرق ٦٠ سند الكرم احمد

ت (۴۳) بَابُ التَّيْمُمِ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوَتْ الْوَقْتُ

جب کوئی آبادی میں پانی نہ پائے اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے تیمم کا بیان — اور

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ

یہی عطاء نے کہا۔

ت (۴۵) قَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاقِلُهُ لِيَتَيَّمَّ

امام حسن بصری نے اس مریض کے بارے میں فرمایا جس کے قریب پانی ہو اور کوئی ایسا نہ ہو جو مریض کو دے سکے تو تیمم کرے

ت (۴۶) وَأَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی زمین سے واپس ہو رہے تھے جو جُرف میں تھی کہ

تشریحات ت (۴۳) (۴۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ الفاظ ہیں۔

اذا كنت في الحضر وحضرت الصلوة وليس عندك ماء فانتظر الماء۔ فان خشيت فوت الصلوة فتيمم وصل۔
جب تم آبادی میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور میرے پاس پانی نہ ہو تو پانی کا انتظار کر لو جب نماز فوت ہو نیکا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔

دوسری تعلیق کے الفاظ اسی مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ ہیں۔

ولا يتيمم ما رجا ان يقدر على الماء في الوقت۔ نماز کے وقت میں پانی ملنے کی جب تک امید ہو تیمم نہ کرے۔
یہی احناف کا بھی مسلک ہے کہ جس کے پاس پانی نہ ہو یا اسے پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اگرچہ وہ مسافر ہو یا مقيم ہو اگرچہ وہ آبادی میں ہو۔

تشریحات ت (۴۶)

یہ اثر موطا امام مالک میں یوں ہے۔

عن نافع انه اقبل هو وعبد الله بن عمر من ارضهم بالجرف حتى اذا كانوا بالماء بدا نزلهم۔
نافع نے کہا کہ یہ اور ابن عمر، جُرف سے چلے جب مرہ پہنچے۔
تو وہ اترے اور پاک زمین سے تیمم کیا اور اپنے چہرے اور کہنیوں

مع مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک۔ طہارت باب العمل في التيمم ص ۱۴۶

فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبِدِ النِّعَمِ فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِدْ

مرید النعم میں عصر کا وقت آگیا انھوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد مدینہ گئے اور ایسے وقت مدینہ پہنچ گئے تھے کہ آفتاب بلند تھا پھر بھی نماز پائی نہیں

حدیث فسخ بوجہ ویدیہ ثم رد السلام (۲۳۸)

قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، قَالَ أَقْبَلْتُ

عبد الرحمن اعرج نے کہا میں نے حضرت ابن عباس کے غلام عمیر سے سنا۔ انھوں نے کہا۔ میں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ

أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام عبد اللہ بن یسار ابو جہیم بن حارث بن صمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فَتَيَمَّمُ صَعِيدًا طَيِّبًا فَسَحَّ وَجْهَهُ وَوَدِيهَ إِلَى الْمَرْفِقَيْنِ ثُمَّ صَلَّى سَمِيتُ الْهَتَمُونَ كَوَ مَلَا۔ پھر نماز پڑھی۔

حرف۔ مدینہ سے تین میل کی دوری پر شام کی طرف ایک گاؤں ہے۔ کہیں جہاد کے لئے جاتے وقت لشکر یہیں جمع ہوتا تھا۔ یہیں حضرت عمر اور دوسرے لوگوں کی آراضی تھی اس کا نام بیر جشم اور بیر محل بھی ہے۔ مرید النعم کا فاصلہ مدینہ سے ایک میل کا ہے۔

۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر اس میں اور پانی میں ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اگر وقت میں پانی مل جائے تو اعادہ کی حاجت نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے۔

غایت باب تیمم کی آیت حالت سفر میں نازل ہوئی تھی اور سفر میں ایسے مواقع اکثر پیش آتے رہتے ہیں کہ پانی نہ ملے۔ آبادی میں شاید باید ایسا حادثہ پیش آتا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کو واضح کر دیا جائے۔ اس باب سے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ — فلم تجدوا ماءً — عام ہے۔ خواہ کوئی سفر میں ہو یا حضر میں یا میدان اور جنگل میں جہاں بھی پانی نہ ملے تیمم کر سکتا ہے۔ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے۔ خصوص مورد کا نہیں۔

تشریحات (۲۳۸)

ابو جہیم بن حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قبیلہ خزرج کے چشم دہسراغ تھے۔ ان کے والد، حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی ہیں اور کہاں صحابہ میں سے ہیں۔ انصار کرام میں سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان میں اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔

حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابو جہیم نے بتایا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ محل کی طرف سے آ رہے تھے کہ ایک

أَبُو جُهَيْمٍ أَقْبَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَوْبِ بَرْجَمِلَ

تھیں حضور سے ملے اور حضور کو سلام کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا: دیا

فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہاں تک کہ دیوار کے پاس تشریف لے گئے اور اپنے چہرے اور

غزوہ بدر میں شرکت کیلئے جا رہے تھے مگر زوردار پہنچ کر بیمار ہو گئے اس لئے حضور اور اس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا۔ مگر مال غنیمت سے حصہ دیا۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ عثمان بن عبد اللہ بن میسرہ کو انہوں نے ہی قتل کیا تھا اور یہ ان چودہ جاں نثاروں میں سے ہیں جو اس قیامت خیز گھڑی میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد حصار بنے رہے جب اور لوگ بدحواسی میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے۔ بیر معونہ میں شہید ہوئے۔ صحابہ میں ابو جہیم ایک اور بزرگ ہیں۔ انبجانیہ والے۔ یہ قریشی ہیں ان کا نام عامر یا عبید اللہ ہے اور باب کا حذیفہ۔ ان انصاری کا نام عبد اللہ ہے اور باب کا نام حارث۔ بعض محدثین کو دونوں میں اشتباہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ امام مسلم کو بھی۔ اسی لئے اس حدیث کی سند میں انہوں نے ابی جہیم کے بجائے ابی جہم ذکر کر دیلے۔

بیزجل۔ گزر چکا کہ حرف کا دوسرا نام بیزجل بھی ہے۔ راستے میں جو صاحب طے تھے اور سلام کیا تھا۔ یہ خود راوی حدیث ابو جہیم ہی تھے جیسا کہ امام شافعی نے جو تخریج کی ہے اس میں تصریح ہے۔ مسرت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① آبادی میں تیمم جائز ہے ② اذکار مستحبہ کیلئے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بھی تیمم کر لینا بہتر ہے ③ دوسرے کی دیوار پر تیمم جائز ہے جبکہ اس کی اجازت ہو یا معلوم ہو کہ اسے ناگوار نہ ہوگا۔ ④ پتھر پر تیمم جائز ہے۔ اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے مکانات کا لے پتھر کے تھے۔ ⑤ نماز جنازہ و نماز عیدین کیلئے تیمم جائز ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیمم کر کے جواب اس لئے دیا کہ اگر پانی کا انتظار کرتے یا کسی سے منگاتے اور وضو کرتے تو سلام کا جواب رہ جاتا جس کا کوئی بدل نہیں تھا۔ اس لئے کہ ابو جہیم سلام کر کے اگے بڑھ گئے تھے۔ جب مٹی کے موڑ پر پہنچے اور یہ اندیشہ ہوا کہ وہ چلے جائیں گے اور سلام کا جواب رہ جائے گا۔ تو تیمم کر کے جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر وضو میں مشغولیت کی وجہ سے ایسے فرض اور واجب چھوٹنے کا اندیشہ ہو جس کا کوئی خلف نہ ہو تو تیمم کی اجازت ہے نماز جنازہ اور عیدین کا کوئی بدل نہیں اس لئے اگر وضو میں مشغولیت کی وجہ سے ان کے فوت ہو یا کا اندیشہ ہو تو تیمم کی اجازت

يَا قَبْلَ عَلَى الْمَجْدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

ہاتھوں پر مسح فرمایا (تیم کیا) پھر سلام ۴ جواب دیا۔

حدیث: عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتمعت (۲۳۹)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ

حضرت عبد الرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ایک شخص، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ثابت۔ یہ استدلال اس وقت تام ہوگا جبکہ یہ واقعہ ہو کہ سلام کا جواب یا کوئی بھی ذکر براء وضو جائز نہ ہو مگر واقع میں ایسا نہیں۔ بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ شروع میں یہی تھا مگر آیت وضو سے منسوخ ہو گیا۔ یا ام المومنین کی اس حدیث سے کہ فرماتی ہیں۔ کان یدکر اللہ علی کل احیاء۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ یا حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے جس میں یہ فرمایا کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سویا تھا اور حضور وضو کرنے سے پہلے سورہ آل عمران کی دس آیتیں اور دعائیں پڑھیں۔ اس خادم کی بھی رائے یہی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر حالت حدث میں سلام کا جواب دینا ممنوع نہ ہوتا تو تاخیر فرماتے۔ اس وقت یہی حکم تھا اب منسوخ ہے۔ مگر افضلیت اب بھی باقی ہے۔ ہماری اس تقریر سے باب اور حدیث میں مطابقت بھی ظاہر ہوگئی کہ آبادی اور حضر میں بھی اگر پانی نہ ملے حقیقتاً یا حکماً کی صورت یہ ہے کہ پانی موجود ہے مگر وضو کرنے میں وظیفہ البیہ فوت ہو جائے گا تو تیمم کر لے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب سلام فوت ہو جانے کے اندیشے سے تیمم کر کے جواب دیا۔ واضح ہو کہ سلام کرنا سنت ہے مگر جواب دینا واجب ہے۔

تشریحات (۲۳۹)

حضرت عبد الرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے حلیف اور ان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے اور نماز کی اقتدار کا بھی۔ ان کو ان کے آقا نافع بن حارث نے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں، مکہ معظمہ پر والی بنا دیا تھا۔ اسے جب حضرت عمر نے سنا تو غضبناک ہو کر کجاوے میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ تو نے اللہ کی آل پر عبد الرحمن بن ابزی کو حاکم بنا دیا۔ نافع نے عرض کیا۔ یہ ان سب میں کتابوں کے سب سے زیادہ عالم اور فقیہ ہیں۔ تو حضرت عمر کا جلال ختم ہو گیا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ شجر و جبل اس قرآن کی بدولت ایک قوم کو بلند رتبہ فرمائے گا اور دوسری قوم کو پست۔ ایک روایت کی بنا پر

عہ بخاری جلد اول تیمم باب التیمم فی الحضرة اذا لم یجد ماء وخاف فوت الوقت ۳۔ سلم جلد اول طہارت۔ باب التیمم ۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب التیمم فی الحضرة ۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب فی من لم یجد الماء ولا الصعیق ۳۔

إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَصِبِ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں ملا۔ اس پر حضرت عمار بن یاسر

الْمَاءَ، فَقَالَ عَمَّا رُبُّنْ يَا سِرِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب سے کہا۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔

بیعت رضوان میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں کوفے کا گورنر بنایا تھا۔ اخیر عمر میں کوفے آجسے تھے اور یہیں وصال ہوا۔ ان کے والد ماجد حضرت ابزی بھی صحابی ہیں۔ امام بخاری نے انہیں کتاب الوحدان میں ذکر فرمایا فتمتکت۔ اس کا مصدر، تَمَعْتُ، ہے تَقَبُّلُ کے وزن پر اور مادہ معك ہے اس کے معنی ذلیل کرنا اور بیوقوف بنانا ہے باب تفعّل میں جانے کے بعد اس کے معنی آتے ہیں، زمین پر لوٹنے کے اور باب تفعیل میں لٹانے کے دوسری روایت میں ہے فتمرغت فی الصعيد کما تمرغ الدابة، میں زمین پر ایسے لٹا جیسے چوپایہ لٹتا ہے۔ تمرغ کا مادہ روغ ہے۔ اس کے صلہ اور متعلق کے اعتبار سے مختلف معانی آتے ہیں۔ داغ الصید شکار کا ادھر ادھر کرنا۔ المیہ کسی طرف کتر کر نکل جانا۔ عن الطريق کسی کو دھوکہ دینے کیلئے کتر کر چلنا۔ باب تفعّل میں جانے کے بعد اس کا معنی لوٹنے کے ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَرَاغَ إِلَى الْفِتْرَةِ۔ نظر بجا کر ان کے معبودوں کے پاس گیا۔ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ۔ لوگوں کی نظر بجا کر اپنے ہاتھ سے مارنے لگا۔

تکمیل | بخاری میں یہ حدیث مختصر ہے بقیہ صحاح میں مفصل یوں ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص آیا اور کہا ہم کبھی ایسی جگہ مہینے دو مہینے رہتے ہیں جہاں پانی (نہانے کیلئے) نہیں ملتا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا میں (اگر ایسی جگہ جنبی ہو جاؤں، تو جب تک پانی نہیں ملے گا نماز نہیں پڑھوں گا اس پر حضرت عمار نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں۔ ہم اور آپ اونٹوں میں تھے اور ہم دونوں کو جنابت لاحق ہو گئی۔ میں زمین پر لوٹا (اور نماز پڑھ لی)، پھر ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ تو فرمایا۔ تمہیں یہی کافی تھا کہ اس طرح کر لیتے اور حضور نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں کو پھونکا پھر ان دونوں کو اپنے چہرے اور آدمی کلائی تک ہاتھوں پر ملا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا۔ اے عمار اللہ سے ڈر۔ اس پر حضرت عمار نے کہا۔ اے امیر المومنین اگر آپ کی منشاء ہو تو بخدا میں کبھی اس کو ذکر نہ کروں۔ حضرت عمر نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم جس حال پر ہو تم کو اس پر ہم چھوڑتے ہیں۔

وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے یہ کافی تھا۔ یہ مرما کر

التیمم ضربۃ للوجه، ضربۃ للذراعین
الی المرفقین لہ

تیمم یہ ہے کہ (مٹی پر) ایک بار ہاتھ چہرے کیلئے اور ایک بار
کہنیوں تک کلائیوں کے لئے مارنا ہے۔

امام حاکم اور امام ذہبی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے اسے موقوفہ روایت کیا ہے اور
حسب اصول حدیث یہ موقوف بھی مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

دوسرا مسئلہ ہاتھ پر مسح کہاں تک کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں بھی احادیث مختلف آئی ہیں اور حدیث عامہ میں اضطراب

ہے بہت سی احادیث میں مونڈھوں اور بغل تک مسح کا ذکر ہے۔ اس لئے احناف نے تیمم کی اصل وضو پر
قیاس کر کے کہنیوں تک مسح کا حکم دیا۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ تیمم سے پہلے اللہ عزوجل نے وضو ذکر فرمایا جس میں تین اعضاء
کے دھونے اور سر کے مسح کا حکم دیا تیمم میں جن اعضاء کو ساقط کرنا تھا ساقط فرما دیا۔ اگر کہنیوں تک مسح مطلوب نہ ہوتا تو
اسے بھی ساقط فرما دیتا۔ اسے ساقط نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے اصل پر باقی ہے۔ اسی سے ان احادیث کو بھی ترجیح
حاصل ہو گئی جن میں کہنیوں تک مسح کرنے کا صراحۃً ذکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد
ہاتھوں پر گرد ہو تو اسے جھاڑ لینا چاہیے۔ تاکہ چہرے پر گرد نہ لگے۔ اس لئے کہ یہ صورت بگاڑنے کے مرادف ہوگا جو منع ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تیمم صحیح ہونے میں غبار کو دخل نہیں۔ کیونکہ اگر غبار کو دخل ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم پھونک کر غبار کو اڑاتے نہیں۔ اس لئے ایسے پتھر پر بھی تیمم جائز ہے جس پر غبار نہ ہو۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کسی
حادثے میں قرآن و حدیث کا حکم معلوم نہ ہو تو اجتہاد کی اجازت ہے اور اس پر عمل بھی درست ہے حضرت عمرؓ نے اپنے
اجتہاد پر عمل کیا اور حضرت عمارؓ نے اپنے اجتہاد پر۔

تیمم میں کہنیوں تک مسح ہے یہی مسلک احناف کا بھی ہے اور امام مالک کا بھی۔ امام شافعی کا قول مشہور بھی یہی
ہے۔ اصحاب ظواہر اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ کہنیوں تک مسح کی حاجت نہیں صرف ہتھیلیوں کا مسح کافی ہے۔ امام بخاری
کا بھی بظاہر یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کی استدلال یہی حضرت عمارؓ والی حدیث ہے۔ مگر اس میں اضطراب شدید ہے۔
اسی لئے امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ مسح بھما و جھہ و کفیہ۔ زیادہ قوی ہے۔ یہ عنوان قائم کر کے۔ باب
التیمم للوجه و الکفین اس حدیث کی مزید چھ طریقوں سے تخریج کی۔

مگر ماہرین پر ظاہر ہے کہ اس سے اضطراب تو دور ہوا نہیں۔ اس لئے کہ اس کے برخلاف جو لوگ روایت کرتے ہیں

فَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِيَّةِ الْأَرْضِ وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفِيَّتَهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان پر پھونکا اس کے بعد اپنے چہرے اور ہاتھوں پر ملا۔

ت ۷۷ وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِيهِ التَّيْمُ مَا لَمْ يَحْدِثْ عَهُ

وہ بھی ثقہ ہیں۔ جب اضطراب باقی رہا۔ تو لا محالہ ترجیح کیلئے قرآن مجید کی طرف اور دوسری احادیث کی طرف رجوع لازم ہوا۔ اور ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ اس لحاظ سے ترجیح احناف ہی کے مسلک کو حاصل ہے۔ ان روایات میں کچھ کچھ زیادتی ہے۔ بطریق حجاج میں یہ بھی زائد ہے۔ "ثم اداها من فيه" پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ سے قریب کیا۔ بطریق سلیمان بن حرب یہ زائد ہے۔ کنا فی سریتہ۔ ہم ایک چھوٹے لشکر میں تھے۔ اور بجائے "نفخ" کے "تفل" فیہما ہے۔ ان دونوں میں تھوکا۔ یہاں حقیقتہً تھوکا مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنے زور سے پھونکا کہ کچھ لعاب مبارک نکل پڑا محمد بن کثیر کے طریقہ میں بجائے کفیفہ کے والکفین ہے یہ روایت ابوذر۔ اور کریمہ کی ہے اصیل کی روایت میں۔ یکفیک الوجہ والکفان ہے۔ جو بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ یہ فاعل پر معطوف ہے۔ رہ گئی والکفین کی روایت، نصب کے ساتھ۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہے اور۔ والکفین مفعول معہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تشریح ۷۷ ہمارا اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا تیمم کے سلسلے میں یہ اختلاف ہے کہ ایک تیمم سے ایک سے زائد فرض پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور وقت سے پہلے تیمم کر لیا تو نماز کا وقت ہونے کے بعد اس تیمم سے کوئی بھی نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں درست ہے اور امام شافعی وغیرہ کے یہاں درست نہیں۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے یا خلف ضروری۔ امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ خلف ضروری ہے۔ اس لئے نماز کے وقت سے پہلے جو تیمم کیا، اس سے وقت ہونے کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنی صحیح نہیں اور جس فرض کے لئے تیمم کیا ہے اس کے علاوہ دوسرا فرض پڑھنا درست نہیں۔ اور ہمارے یہاں تیمم، وضو کا خلف مطلق ہے۔ اس لئے جیسے وقت سے پہلے کئے ہوئے وضو سے وقت ہونے کے بعد وقتیہ فرض اور دیگر فرائض بلکہ ہر نماز پڑھنی صحیح ہے اور ایک وضو سے متعدد فرائض پڑھنا صحیح ہے۔ اسی طرح وقت کے پہلے کئے ہوئے تیمم سے بھی وقت آنے کے بعد وقتیہ اور دیگر متعدد فرائض پڑھنا درست ہے نیز ایک تیمم سے چند فرائض بھی درست ہیں۔ یہاں امام بخاری نے جو باب باندھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ باب الصعيد الطيب وضوء ۶ المسلم يكفيه من الماء۔ پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ پانی کے بجائے اسے کافی ہے۔

عہ بخاری جلد اول طہارت باب التيمم هل ينفع فيه ماء ۴۰۔ ايضا طہارت باب التيمم للوجه والکفین ۴۱۔ مسلم جلد اول طہارت باب التيمم۔ ابو داؤد جلد اول طہارت باب التيمم ۴۲۔ ترمذی جلد اول طہارت باب ملجاء فی التيمم ۴۳۔ نسائی جلد اول طہارت باب التيمم فی الحضرة ۵۰۔ ايضا جلد اول طہارت باب نوع اخر من التيمم النفخ فيه ۴۴۔ ابن ماجہ جلد اول ملجاء فی التيمم مضرة واحدا ۴۵۔ عہ مصنف ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق، وابو نعير باختلاف الالفاظ۔

ت ۴۸) وَ اَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ هُوَ مُتِمُّهُ

ابن عباس نے تیمم کی حالت میں امامت کی

ت ۴۹) وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ رَأْسُ الصَّلَاةِ عَلَى السَّنَجَةِ وَالتَّمِيمِ جَاءَا

اور یحییٰ بن سعید نے کہا، زمین شور (کھاری زمین) پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ افادہ فرمایا کہ اس خصوص میں وہ بھی احناف کے مسلک پر ہیں اور اسی کی تائید میں حضرت حسن بصری کا یہ ارشاد ذکر فرمایا۔ اور یہی ابراہیم، عطاء، ابن مسیب، زہری، لیث، حسن بن حی اور داؤد بن علی کا مذہب ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے بھی منقول ہے۔ اس کی پوری بحث اصول فقہ اور ہدایہ کی شروح میں مذکور ہے۔

تشریح ۴۸) اس اثر سے امام بخاری اس کی تائید فرمانا چاہتے ہیں کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے اس لئے کہ اگر خلف مطلق نہ ہوتا۔ خلف ضروری ہوتا۔ تو ضعیف ہوتا۔ پھر ابن عباس وضو کرنے والوں کی امامت نہ فرماتے۔ اس لئے کہ اگر امام مقتدیوں سے ضعیف حالت میں ہو تو امامت درست نہیں۔ جیسے نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والوں کی امامت نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ تیمم کرنے والے کی امامت متوضی کے مثل ہے۔ اب ثابت کہ تیمم وضو کا خلف مطلق ہے۔ حضرت ابن عباس نے یہ تیمم جنابت کی وجہ سے کیا تھا اور مقتدیوں میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے۔ اسی طرح حضرت عمرو بن عاص نے بھی جنابت سے تیمم کر کے امامت کی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے بیان کیا تو حضور مسکرائے۔ یہی ہمارا اور امام شافعی امام احمد کا بھی مسلک ہے۔ کہ متیم متوضی کی امامت کر سکتا ہے۔

تشریح ۴۹) امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تیمم صرف ایسی مٹی سے درست ہے جو مثبت ہو یعنی اس میں سبزہ اگانے کی قوت ہو۔ شور زمین میں یہ قوت نہیں اس لئے اس سے ان کے نزدیک تیمم درست نہیں ہمارے یہاں اس سے بھی درست ہے۔ ہمارا استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید میں صعید طیب۔ سے تیمم کا حکم ہوا۔ صعید کے معنی «روئے زمین کے ہیں اور کھاری زمین بھی اس میں داخل ہے۔ امام شافعی کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ الطیب الصعید للحرث» سب سے عمدہ صعید کھیت ہے۔ مگر علامہ نووی نے فرمایا کہ تیمم کیلئے ارض مثبت شرط نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے امام شافعی کا مسلک نہیں ثابت ہوتا کہ کھاری مٹی سے تیمم درست نہیں اس لئے کہ «الطیب الصعید للحرث» کہنا خود بتا رہا ہے کہ «کھیت کے علاوہ بقیہ زمین بھی صعید ہے البتہ کھیت سب سے عمدہ ہے۔ نیز اگر بفرض غلط اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ کھیت کے علاوہ بقیہ زمین صعید نہیں تو لازم آئے گا کہ «کھیت کے علاوہ اور کہیں تیمم جائز نہ ہو۔

امام بخاری اس مسئلے میں بھی احناف کے ساتھ ہیں اس لئے یحییٰ بن سعید انصاری کا یہ ارشاد اپنی تائید میں نقل فرمایا۔ کہ کھاری زمین پر تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عہ ابن ابی شیبہ و سبقتی۔

حدیث: اشتكى الناس الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من العطش (۲۳۰)

عن عمران رضي الله تعالى عنه، قال كنا في سفر مع النبي صلى الله تعالى

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (تہوک) میں تھے۔ اور

عليه وسلم وإنا أسرينا، حتى كنا في آخر الليل وقعنا وقعة ولا وقعة

ہم لوگ رات بھر چلے یہاں تک کہ رات کا آخر ہو گیا تو ہم نے قیام کیا ہم پر ایسی نیند طاری ہوئی کہ اس سے زیادہ میٹھی

أحلى عند المسافر منها فما أيقظنا إلا حر الشمس فكان أول من استيقظ

مسافر کے نزدیک کوئی اور نیند نہیں ہوتی (ہم سو رہے) ہیں سورج کی گرمی ہی نے جگایا

(۲۳۰)

تشریحات

عمران بن حصین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے فرد ہیں۔ فقہار صحابہ میں سے ہیں۔ خیبر کے سال ایمان لائے۔ اور متعدد غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنی خزاعہ کا علم انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں بصرہ اس مقصد سے بھیجا تھا کہ وہاں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں۔ یہ وہاں کے قاضی بھی تھے۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ملکہ حفظ کی زیارت کرتے تھے۔ فرشتے انھیں سلام کرتے تھے۔ ۲۵ھ میں وصال ہوا۔ بصرہ جائے وصال ہے ان سے ایک سو اسی احادیث مروی ہیں بخاری نے بارہ احادیث لی ہیں۔

اسرینا۔ بعض روایتوں میں سرینا ہے اس کا مادہ سری ہے۔ جس کے معنی رات میں چلنے کے ہیں۔ جلیدا۔ لغات کرم یکریم سے ہے اس کا مصدر جلد اجلادۃ اور جلودۃ آتا ہے۔ اس کے معنی قوی ہونا ہے۔ سلم میں اجوف جلیدا ہے۔ اجوف کے معنی ہیں جو پیٹ سے آواز نکالے۔ مراد یہ ہیکہ قوی اور بلند آواز تھے۔ مزاد تین او سطیحتین مزادۃ۔ اس بڑے شیکڑے کو کہتے ہیں جو دو کھالوں کو سی کر بنایا گیا ہو جسے پکھال کہتے ہیں اور یہی معنی سطیحتہ، کے بھی ہیں۔ شک مرف ایک کھال کی ہوتی ہے جس میں گردن کی طرف جوں کاتوں رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف سی دیتے ہیں۔ شک چھوٹی ہوتی ہے اور پکھال بڑی اس کیلئے عربی میں دوسرا لفظ راویہ بھی ہے۔ مزاد تین اور سطیحتین شک راوی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ شیخ نے، مزاد تین کہا تھا یا سطیحتین۔ کیا لفظ تھا اس میں راوی کو شک تھا معنی ایک ہی ہیں میں نے

فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُدْسِمُهُمْ أَبُو رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ

سب سے پہلے فلاں جاگا پھر فلاں پھر فلاں: بورجاء انکا نام لیتے تھے، عوف بھول گئے۔ اس کے بعد پڑتے تھے عمر بن

الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ

خطاب اٹھے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آرام فرما ہوتے تو ہم بیدار نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور خود ہی

نُوقِظُهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ - لَنَا لَا نَدْرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ

بیدار ہوتے۔ اس لئے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ سونے کی حالت میں حضور پر کیا حالت درپیش ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيدًا فَكَبَّرَ

جب عمر جاگے اور لوگوں پر جو حالت طاری تھی دیکھا اور یہ نظر اور جری انسان تھے تو انھوں نے

وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْكَبِيرِ فَمَا نَزَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالْكَبِيرِ حَتَّى

تجیر کہنی شروع کی اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنے لگے وہ مسلسل تجیر کہنے لگے اور تکبیر کے ساتھ آواز بلند

صرف تقن کیلئے مزاد تین کا ترجمہ پچھالیں اور سطحیں کا بڑے مشینزے، کیا ہے۔ اَمْسِ کل گزشتہ یہ مجازیوں کے یہاں
مبنی علی الکسر ہے اور تمیموں کے نزدیک معرب غیر منصرف ہے۔ عدل اور علمیت کی وجہ سے۔ نفس۔ تین سے لیکر دس سے
کم مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ خلوف۔ خالف یعنی مسافر کی جمع ہے جیسے شاہد کی جمع شہود۔ اوکا۔ بندھن
سے مضبوط باندھا۔ عزالی۔ عزلاء کی جمع ہے پچھال اور مشک میں دو منہ ہوتے ہیں ایک اوپر بڑا جس سے پانی بھرتے
ہیں ایک نیچے چھوٹا جس سے ضرورت کے مطابق پانی لیتے ہیں۔ عزلاء اسی نیچے والے منہ کو کہتے ہیں۔ وایم اللہ یہ
اصل میں اَیْمُنُ اللہ تھا۔ یہ ان الفاظ میں سے ہے جو قسم کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ کبھی نون حذف کر کے ایم اللہ کہتے
ہیں۔ شروع کا ہمزه ہمزه وصل ہے۔ ایک یہی ہمزه وصل ایسا ہے جو مفتوح آتا ہے۔ ایم اللہ، مبتدار۔ اس کی خبر قسمی
مخذوف ہے۔ اور ہمیشہ مخذوف رہتی ہے جیسے لعمر لکے میں۔ عجوة۔ کھجور کی ایک قسم کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کی کھجوروں
میں سب سے عمدہ ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا نام لینہ بھی ہے۔ اس کے، احادیث میں فضائل بھی آئے ہیں۔

مَادَرْمُنَا سَمِعَ يَسْمَعُ سے ہے ہم نے کم نہیں کیا۔ بعض روایتوں میں «نراء» کو فتح بھی آیا ہے۔ العجب
فعل مخذوف، حَبَسْنِي کا فاعل ہے۔ الصبرم۔ وہ چند گھر جو عام آبادی سے الگ اکٹھے بنے
ہوں۔

اَسْتَيْقِظَ بِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقِظَ شَكَّوْا

کرتے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہو گئے حضور جب بیدار ہو گئے تو لوگوں نے

إِلَيْهِ الَّذِي أَصَابَهُمْ، فَقَالَ لَا ضَيْرَ أَوْ لَا يَضِيرُ ارْتَحِلُوا فَارْتَحِلْ فَسَارَ

حضور سے جو افتاد پڑی تھی اس کی شکایت کی۔ اس پر فرمایا۔ کوئی نقصان نہیں یا فرمایا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یہاں

غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوُضْءِ فَمَضَى وَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ،

سے چلو۔ وہاں سے چلے تھوڑی دور چل کر اترے اور وضو کا پانی طلب فرمایا۔ پھر نماز کے لئے اذان دی گئی۔ حضور نے

فَلَمَّا انْقَلَمَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ

لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا) ایک شخص الگ ہے سب کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اس سے فرمایا

مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ،

اے فلاں سب کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس بات نے روک دیا انھوں نے عرض کیا مجھے جنابت لاحق

قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ، ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

ہو گئی ہے۔ اور غسل کے لئے پانی نہیں۔ فرمایا مٹی سے تیمم کر یہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی

فی سفر

یہ واقعہ کس سفر میں پیش آیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خیبر سے واپسی میں بعض حضرات نے کہا حدیبیہ سے واپسی میں۔ بعض ارباب تحقیق نے فرمایا کہ تبوک کے راستے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ جیسا کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے جسے امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس واقعے میں تیمم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ہم پہلے حدیث (۲۳۵) میں تحقیق کر آئے کہ آیت تیمم غزوة ذات الرقاع سے واپسی میں نازل ہوئی۔ جو خیبر کے بعد ہوا تھا۔ صحیح اور محقق یہ ہے کہ سفر میں نماز فجر قضا ہونے کا واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ ایک دفعہ خیبر سے واپسی میں یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاگتے رہنے کا ذمہ لیا تھا مگر وہ بھی سو گئے۔ اور سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے مسلم اور ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

وَسَلَّمَ، فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فَلَا نَاكَانَ يُسَمِّيهِ

دور چلے۔ تو لوگوں نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ اس پر اتر پڑے اور فلاں کو بلایا۔ ابو جبار اس کا نام

أَبُو رَجَاءٍ، نَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا، فَقَالَ إِذْ هَبَا فَا بُتْغِيَا الْمَاءَ فَا نْطَلَقَا

لیتے تھے۔ عوف بھول گئے اور علی کو بلایا اور فرمایا تم دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ یہ دونوں چلے تو

فَلَقِيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيحَتَيْنِ مِنْ مَّاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا فَقَالَ لَهَا

انھیں ایک عورت ملی جو پانی سے بھری ہوئی۔ دو پٹھالوں یا دو بڑے مشکیزوں کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھی تھی۔ ان

أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ أُمِسَ هَذِهِ السَّاعَةُ وَنَفَرْنَا خُلُوفًا

حضرات نے اس عورت سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے بتایا کہ میں پانی کے پاس کل اسی وقت تھی اور ہمارے مرد پیچھے رہ گئے

قَالَ لَهَا اَنْطَلِقِي إِذَا قَالَتْ إِلَى أَيْنَ قَالَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

ان دونوں نے اس سے کہا ایسا ہے تو چل۔ اس نے پوچھا۔ کہاں دونوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّبَإِيُّ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِينَ فَا نْطَلِقِي

کی خدمت میں۔ اس نے کہا وہی جنھیں صابی کہا جاتا ہے ان دونوں نے کہا ہاں وہی جنھیں تو سمجھتی ہے

دوسرا حدیبیہ سے واپسی میں اس میں بھی حضرت بلال ہی نے سب کے جگانے کا ذمہ لیا تھا اور خود بھی سو گئے۔ اور فلاں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگے اسے ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ تیسری بار کسی اور سفر میں جیسے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستے سے ہٹ کر سوئے تھے۔ یہ مسلم اور ابو داؤد میں حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے۔

كَانَ أَوَّلَ مَنْ اسْتَيْقِظَ بَخَارِي عِلَامَاتِ نُبُوْتٍ أَوْ سَلَّمَ بَابَ قِضَاءِ الصَّلَاةِ الْفَائِتَةِ ۝ میں ہے کہ سب سے پہلے

حضرت صدیق اکبر اٹھے۔ دوسرا اور تیسرا کون تھا۔ ان کا نام یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ علامہ ابن حجر کا قیاس یہ ہے کہ دوسرے راوی حدیث عمران بن حصین تھے۔ اس لئے کہ وہ حدیث جس طرح بیان کر رہے ہیں وہ بتا رہا ہے کہ انھوں نے سب کچھ دیکھ کر

فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَهُ الْحَدِيثَ. قَالَ

دہیں چل یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اسے لائے اور واقعہ بیان کیا۔ راوی نے

فَاسْتَنْزَلُوها عَنْ بَعِيرِها وَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فَفَرِغَ

کہا۔ اور اسے اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برتن منگایا اور اس میں دونوں

فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ أَوِ السَّطِيحَتَيْنِ وَأَوْكَأَفَوْاهُمَا وَأَطْلَقَ

پکھالوں یا مشکیزوں کے دو مٹھوں سے کچھ پانی اونڈیلا اور ان کے منہ باندھ دیئے۔ اور اس کے نیچے کا

الْعَزَالِي وَنُودِي فِي النَّاسِ، أَسْقُوا وَأَسْتَقُوا، فَسَقَى مَنْ سَقَى وَأَسْتَقَى مَنْ

تنگ منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا۔ کہ پانی خود بھی پیو اور جانوروں کو بھی پلاؤ جس کو پینا تھا پیا اور جس نے

شَاءَ وَكَانَ آخِرُ ذَلِكَ أَنْ أُعْطِيَ الَّذِي أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَاءً مِّنْ مَّاءٍ

چاہا جانوروں کو پلایا۔ اور سب کے آخر میں ایک برتن پانی اسے دیا جسے جنابت لاحق ہو گئی تھی اور فرمایا جاؤ اسے اپنے

قَالَ أَذْهَبُ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ. وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يَفْعَلُ بِمَايُهَا

اور ہڑال لو (نہالو)۔ اور وہ عورت کھڑی وہ سب دیکھتی رہی جو اس کے پانی کے ساتھ کیا جا رہا تھا

بیان کیا ہے۔ اور تیسرے صاحب ذوق فرمیں جو اس سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کر رہے تھے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ یہ قیاس اور اندازے سے حدیث میں تصرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تطبیق یہاں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اٹھکر تکبیر کہنی شروع کی اور علامات نبوت میں ہیڈ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ اٹھے اور تکبیر کہنے لگے۔ مگر دونوں میں منافات نہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے بھی تکبیر کہی مگر ان کی آواز بلند نہ تھی اسے محسوس نہ ہوئے اور حضرت فاروقؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ اس سے بیدار ہوئے۔ اس کا لحاظ کر کے یہاں اختصار کر دیا۔ اور علامات نبوت میں پوری بات ذکر کر دی۔

وكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا نام لم يوقظ

اس پر ایک شدید اشکال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عینی تنامان ولا ينام قلبی میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ فرمایا۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کیوں نہ ہوئی کہ نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ سورج نکلنے والا ہے۔

وَاَيُّمُ اللّٰهِ لَقَدْ اَقْلَعَ عَنْهَا وَاِنَّهُ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنْهَا اَشَدُّ مِلَّةً مِّنْهَا حِينَ

اور خدا کی قسم جب ان مشکیزوں سے پانی لینا باند کیا گیا تو ہمیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس وقت زیادہ بھرے

اُبْتُدُ اَفِيْهَا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْمَعُوْا لَهَا، فَجَمَعُوْا

میں بہ نسبت اُس وقت کے جب ان سے پانی لینا شروع کیا گیا تھا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيقَةٍ وَسَوِيْقَةٍ حَتّٰى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوْهُ فِيْ

اس عورت کے لئے کچھ جمع کر دو تو لوگوں نے اس کے لئے عجوہ آٹا ستو کھانے کے سامان اکٹھا کر دیا اور ایک کپڑے

ثَوْبٍ وَحَلَوْهَا عَلٰى بَعِيْرِهَا وَوَضَعُوْا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْرِهَا فَقَالَ لَهَا

میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کرا دیا اور کھانے کا کپڑا اس کے آگے رکھ دیا اب حضور نے اس کو فرمایا

اس کا سب سے عمدہ اور ٹھیک جواب وہ ہے جو استاذی جلالتہ العلم حافظ ملت، حضرت علامہ حافظ ابوالفیض عبدالعزیز صاحب قدس سرہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اگرچہ قلب محسوسات اور معقولات دونوں کا ادراک کرتا ہے۔ مگر محسوسات کے ادراک کے لئے حواس کا واسطہ ضروری ہے طلوع فجر محسوس مبصر ہے اس کے جاننے کیلئے آنکھ کا واسطہ ضروری ہے۔ چونکہ چشمان مبارک سو رہی تھیں۔ اس لئے قلب مبارک طلوع فجر کا ادراک نہ کر سکا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ جیسے حالت بیداری میں کبھی کبھار سہو ہو گیا ہے اس مصلحت سے تاکہ سہو کی تلافی اور قضاء کے احکام کا بیان اور اس کی تشریح فعل رسول سے ہو جائے۔ اسی طرح سونے کی وجہ سے نماز کی قضا بھی اسی حکمت کی بنا پر ہے کہ احکام قضاء کا بیان اور اس کی تشریح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے ہو جائے۔

فَارْتَحِلُوا | وہاں سے کوچ کرنے کی وجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ۔

هٰذَا مَنْزِلُ حَضْرَةِ الشَّيْطَانِ اس جگہ شیطان آگیا۔

فَدَا عَافِلَانِ | یہ خود راوی حدیث حضرت عمران تھے۔ جیسا کہ ابن زبیر کی روایت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جو چند سوار تھے ان کے ساتھ مجھے پانی تلاش کرنے کے لئے بعجلت تمام بھیجا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت عمران اور حضرت علی ہی نہیں گئے تھے بلکہ ایک جماعت گئی تھی۔ جن کے امیر

تَعْلَمِينَ مَا رَزَقْنَا مِنْ مَّاءٍ لَكَ شَيْئًا وَلَكِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي اسْقَانَا. فَأَتَتْ أَهْلَهَا

ہم نے تیرے پانی سے کچھ کم نہیں کیا ہاں اللہ ہی وہ ہے جس نے ہمیں پانی پلا دیا۔ اس کے بعد عورت اپنے گھر

وَقَدْ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ۔ قَالُوا مَا حَبَسَكَ يَا فُلَانَةُ۔ قَالَتْ الْعَجَبُ لِقَيْنِي

والوں کے پاس گئی چونکہ اس کے پہنچنے میں تاخیر ہو گئی تھی۔ تو گھر والوں نے پوچھا اے فلانہ تجھے کس چیز نے روکا۔ اس نے کہا

سَرُجُلَانٍ فَذَهَبَانِي إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّبَابِيُّ فَفَعَلَ بِي

تعب انگیز بات ہے مجھے دو شخص ملے اور مجھے ان کی خدمت میں لے گئے جنہیں صابی کہا جاتا ہے۔ تو انھوں نے ایسا

كَذَّوْكَذًا فَوَاللَّهِ إِنَّهُ لَا سِحْرَ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ

ایسا کیا خدا کی قسم وہ شخص اس کے اور اُس کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے ہوں گے اور ممتاز افراد میں حضرت عمران۔ اس لئے بخاری کی اس روایت میں خصوصیت سے ان دونوں کا تذکرہ ہے۔

فَفَرَّغَ | مسلم میں ہے۔ فَبَجَّ فِي الْعَزْلَاءِ وَالْعُلَيَّاءِ۔ سیقی اور طبرانی میں ہے فَمَضَضَ فِي الْمَاءِ وَاعَادَهُ فِي أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ۔ پانی میں کلی کر کے مشکیزوں کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کی برکت سے پانی سب نے پیا۔ جانوروں کو پلایا مگر کم نہ ہوا۔

مَسَائِلَ | اس حدیث سے یہ مسائل اخذ ہوئے ① بزرگوں کا ادب بہر حال لازم ہے۔ وہ سو رہے ہوں تو ان کو مخاطب کے پکارنا بھی نہیں چاہئے ② کسی طاعت کے فوت پر افسوس محمود ہے ③ اپنی تعصیر کے بغیر نماز قضا ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ④ سفر میں ساتھیوں کا خیال رکھنا لازم ہے ⑤ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں جنبی کو بھی تیمم کافی ہے ⑥ پوری جماعت کی نماز قضا ہو جائے تو اذان بھی سنت ہے اور جماعت بھی ⑦ شدید پیاس دفع کرنے کیلئے دوسرے کا پانی بالجبر عوض سے لینا جائز ہے۔ ⑧ وضو اور غسل پر پیاس مقدم ہے ⑨ ہبہ وغیرہ اور اس کا عوض زبان سے کہے بغیر لینا جائز ہے ⑩ کفار کے برتن اور بانی اور کھانے کا استعمال جائز ہے جب تک نجاست اور حرمت کا یقین نہ ہو ⑪ فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں بفرقہ ناخیر درست ہے ⑫ حضرت فاروق اعظم دینی معاملے میں سب سے زیادہ قوی اور سخت تھے ⑬ استیلا تمام سے حربیوں کا مال مسلمانوں کیلئے حلال ہے۔ استیلا تمام سے مراد یہ ہے کہ وہ مال پورے طور سے قبضے میں آجائے۔ لشکر اسلام یا دارالاسلام میں پہنچ جائے۔

بِأَصْبَعِهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَابَةَ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ

اپنی پجلی اور کلمے کی انگلیوں سے اشارہ کیا ان دونوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اس کی مراد زمین اور آسمان تھی۔

أَوَإِنَّ لِلرَّسُولِ اللَّهُ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدُ يُغَيِّرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا

یادہ یقیناً اللہ کے برحق رسول ہیں۔ اس کے بعد مسلمان اس عورت کے ارد گرد کے مشرکین پر پھپھاپے مارتے رہے

مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَلَا يُصِيبُونَ الصِّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا

اور یہ عورت جس محلے میں تھی اسے چھوڑ دیتے۔ اس پر اس عورت نے ایک دن اپنی قوم سے کہا

لِقَوْمِهَا مَا أَرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ يَدْعُونَكُمْ عَمَدًا أَهْمَلُ لَكُمْ

میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ تم کو بالقصد چھوڑ دیتے ہیں تو کیا اب تمہیں اسلام قبول کرنے کی رغبت ہے

فِي الْإِسْلَامِ فَأُطَاعُوا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

قوم نے اس کی بات مان لی اور سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ ابو عبد اللہ نے کہا

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَابِي كَالْفَتْحِ صَابِي كَالْفَتْحِ صَابِي كَالْفَتْحِ

کے لغوی معنی ہیں۔ مائل ہوا۔ قلبی رجحان ہوا۔ اور ایک صَبَاً يَصْبُأُ یہ تہمز لام ہے اس کے معنی لغت میں ہے۔ ایک دین نے کلا دوسرے دین میں داخل ہوا۔

اس حدیث میں صابی کا لفظ آیا ہے۔ اس کے بارے میں امام بخاری بتا رہے ہیں کہ اس کے معنی۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والے کے ہیں۔ عرب کے جاہل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "صابی" اس بنا پر کہتے تھے کہ حضور نے قریش کے مذہب کے بجائے دین ابراہیمی اختیار فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں "صائبین" کا لفظ آیا ہے۔ لفظی مناسبت سے امام بخاری، ابو العالیہ کا قول نقل کر کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زیور پڑھتا تھا۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ "صائبین" اہل کتاب میں سے ہیں۔ اس کی پوری تحقیق اپنے موقع پر آئے گی۔

صَبَاً خَرَجَ مِنْ دِينٍ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِيُّنَ فِرْقَةٌ

امام بخاری نے کہا۔ صَبَاً۔ کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوا اور ابو العالیہ نے کہا۔

مَنْ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَأُونَ الزَّبُورَ۔ أَصْبُ أَمِلٌ۔

صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں۔ أَصْبُ کے معنی ہیں میں مائل ہوں۔

ت (۸۰) وَيُذَكِّرُ أَنَّ عُمَرَو بْنَ الْعَاصِ، أَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عاص کو ایک سردرات میں جنابت لاحق ہو گئی

سورہ یوسف میں۔ أَصْبُ۔ کا لفظ آیا ہے۔ جو ناقص واوی ہے۔ اس کے معنی اَمِلُ کے ہیں یعنی میں مائل ہو جاؤں گا۔ علامہ عینی کی تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں صابی کا جو لفظ ہے۔ یہ ناقص واوی ہے۔ اس لئے کہ اہل عرب جو شخص مسلمان ہو جاتا۔ اسے مَصْبُوءٌ۔ اور عام مسلمان کو صَبَاءَةٌ کہتے تھے۔ جو صابی ناقص کی جمع ہے۔ جیسے غازی کی غزاة قاضی کی قضاۃ اگر یہ مہوز لام ہوتا تو اس کا اسم مفعول مَصْبُوءٌ ہمزے کیساتھ آتا جیسے مَقْرُوءٌ اور جمع صُبَّاءٌ آتی جیسے قاری کی جمع قراء۔ حدیث میں صابی کی روایت دونوں طرح ہے ہمزے کیساتھ بھی اور بغیر ہمزے کے بھی۔ اس حدیث میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ ان صحابیہ بی بی نے حالت کفر میں بھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوئی گستاخی نہیں کی۔ بلکہ ادب کا لحاظ رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تو یہ کہا۔ وہ جنہیں صابی کہا جاتا ہے۔ خود انہوں نے صابی نہیں کہا۔ اس کا فائدہ ان کو یہ ملا کہ ایمان نصیب ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر بھی اگر محبوبان بارگاہ کا ادب کرتا ہے تو اسے فائدہ پہنچتا ہے۔

تشریحات ت (۸۰)

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابہ کرام میں سے ہیں۔ سیاست، حکمرانی، شجاعت جنگی مہارت اور شکل سے شکل معاملے کے حل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ مشہور ہے۔ دُہاء عرب چار ہیں۔ معاویہ، میفرہ، عمرو بن عاص زیاد بن ابیہ۔ ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ شکل اور لائیکل معاملات کو چٹکی بجاتے حل کر دیتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سات سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بیس سال باحیات رہے نوے سال کی عمر پائی۔ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان سترہ صفر کو سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر خدمت

فَتِمْمَ وَتَلَا وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا فذِكْرُ ذَلِكَ

تو انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ عنہ رحیم و جل تم پر مہربان ہے

ہو کر ایمان سے مشرف ہوئے ان کے ساتھ عثمان بن طلحہ بھی تھے۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف پھینک دیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میرے دل میں اسلام اسی وقت گھر کر گیا تھا جب میں نجاشی کے یہاں مسلمانوں کو واپس لانے گیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد بارگاہ اقدس کے مقربان خاص میں داخل ہو گئے۔ ان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتنا احترام اور اجلال تھا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بارگاہ میں ہمیشہ نگاہ نیچی رکھتے تھے۔ ان کی سرکردگی میں سنیہ میں ذات السلاسل کی مہم گئی جس میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ماتحت تھے۔ اسی غزوے میں وہ واقعہ رونما ہوا جو اس "تعلیق" میں مذکور ہے۔ اخیر عمر مبارک میں انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمان کا والی بنادیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اس عہدے پر باقی رہے۔ جب شام کی مہم شروع ہوئی، تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں فلسطین کی مہم پر مقرر فرمایا۔ پھر فلسطین کی فتح کے بعد، ان کو اردن اور فلسطین کا والی بنادیا اس کے بعد مصر کی فتح پر مامور فرمایا انھوں نے جب مصر فتح کر لیا تو وہاں کا والی بنایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی عہدے پر باقی رکھا۔ پھر چار سال کے بعد معزول کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات تک یہ فلسطین رہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد یہ حضرت معاویہ کے پاس آگئے اور ان کے مشیر خاص اور قوت بازو رہے۔ یہاں تک کہ واقعہ صفین کے بعد جب حکیم پر اتفاق ہوا تو حضرت معاویہ نے ان کو اپنی طرف سے حکم بنایا۔ دومۃ الجندل کے افسوسناک واقعے کے بعد حضرت معاویہ نے مصر پر ان کو والی بنادیا۔ اسی حالت میں خاص عید الفطر کے دن ۳۳ھ کو مصر میں وصال فرمایا۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر نماز عید پڑھائی۔ فسطح کے علاقہ مقطم میں دفن کئے گئے۔ یہ وصیت فرما گئے تھے کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر اتنی دیر بیٹھ رہنا۔ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ مجھے انسیت حاصل ہو۔ ان سے سینتیس احادیث مروی ہیں جن میں سے تین بخاری میں ہیں۔

سریہ ذات السلاسل | یہ واقعہ سریہ ذات السلاسل میں پیش آیا تھا۔ سریہ جمادی الاولیٰ سنہ ۳۳ھ میں ہوا تھا۔ اس کا نام ذات السلاسل اس لئے پڑا کہ یہ قبیلہ جذام کی سرزمین میں ہوا تھا جس کا نام

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعْنِفْ.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اسے ذکر کیا گیا تو حضور نے انکی سرزنش نہیں کی۔

حدیث - مناظرۃ ابن مسعود و ابی موسیٰ الاشعری فی تیمم الجنب (۲۴۱)

عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَ ابْنِ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ

شقیق بن سلمہ نے کہا میں، حضرت عبد اللہ (بن مسعود) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیساتھ

سلسل ہے یہ مدینہ طیبہ سے دس دن کی دوری پر وادی القریٰ کے آگے ہے۔

پوری تفصیل یہ ہے جو خود حضرت عمرو بن عاص نے بیان کیا۔ کہ مجھے سریہ ذات السلاسل میں جنابت لاحق ہو گئی۔ سردی کی رات تھی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر نہاؤں تو کہیں مر نہ جاؤں تو تیمم کر کے میں نے صبح کی نماز پڑھائی واپسی پر لوگوں نے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ میں نے وجہ عرض کر دی اور یہ آیت تلاوت کی۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (نار، ۲۹) اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے۔

اس حدیث سے یہ مسائل اخذ ہوئے ① محدث ہو یا جنب اگر اسے یہ ظن غالب ہو کہ پانی کے استعمال سے جان چلی جائیگی یا مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا تو وہ تیمم کر لے ② جنبی بوجہ عذر شرعی اگر تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو اس کا اعادہ نہیں جیسا کہ امام بخاری کے ذکر کردہ لفظ، "لم یعنفه" اور ابو داؤد کے۔ "ولم یقل شیئا" سے ظاہر ہے ③ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اجتہاد کی اجازت تھی۔

تشریحات (۲۴۱)

تکمیل - اس روایت میں قلب ہے۔ یعنی مکالے کے نقل میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ اے ابو عبد الرحمن بتائیے اگر کوئی جنبی ہو جائے اور پانی نہ پائے تو کیا کرے یعنی تیمم کر کے نماز پڑھے۔ یا بلا تیمم کے یا نماز ہی نہ پڑھے۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ، یہ

تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى لَوْ أَنَّ سَرَجًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا

بیٹھا تھا کہ ابو موسیٰ نے عبد اللہ سے کہا اگر کوئی جنبی ہو جائے اور ایک بیٹے تک پانی نہ پائے تو کب تیمم کرے اور نماز پڑھے۔

أَمَا كَانَ يَتَيَّمُ وَيُصَلِّي، قَالَ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتَيَّمُ وَإِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ

کے اور نماز پڑھے۔ راوی نے کہا اس پر عبد اللہ نے کہا تیمم نہ کرے اگرچہ ایک دم تک پانی نہ ملے۔

شَهْرًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ

ابو موسیٰ نے کہا سورہ مائدہ کی اس آیت کو کیا کرو گے (دکھ فرمایا) اگر پانی نہ پاو تو کب تیمم کرے

نماز نہ پڑھے۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ عمار کی اس روایت کو کیا کرو گے جو وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تمہیں یہ کافی ہے۔ (تیمم کی طرف اشارہ فرمایا)۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت عمر نے عمار کے قول پر اطمینان نہیں فرمایا۔ اب حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ چلو ہم عمار کے قول کو چھوڑتے ہیں اس آیت کو کیا کرو گے اس کا جواب حضرت عبد اللہ نے دے پائے۔ اور یہ کہا۔ اگر ہم جنبی کو تیمم کی اجازت دیدیں تو جب کسی کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو غسل نہ کریگا تیمم کرنے لگے گا۔ اعمش نے کہا میں نے شفیق سے کہا۔ حضرت عبد اللہ نے اس وجہ سے اسے ناپسند کیا تو شفیق نے کہا ہاں۔ اس میں تھوڑا اختصار بھی ہے پوری تفصیل وہ ہے جو حدیث (۲۳۹) میں گزر چکی ہے کہ حضرت عمار نے حضرت عمر سے یہ کہا مجھے اور آپ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک سر پہ میں یا اونٹوں کی دیکھ بھال کیلئے بھیجا تھا۔ اور مجھے بھی جنابت لاحق ہو گئی اور آپ کو بھی۔ میں نے تو چوپائے کی طرح زمین پر لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ آپ نے نہیں پڑھی۔ جب واپس آ کر خدمت اقدس میں واقعہ عرض کیا تو یہ فرمایا تمہیں یہ کافی ہے۔

توضیح باب

اس حدیث پر امام بخاری نے دو باب قائم فرمایا ہے۔ پہلا یہ ہے۔

إِذَا خَافَ الْجَنْبَ عَلَى نَفْسِهِ الْمَرَضِ أَوِ الْمَوْتِ أَوْ خَافَ الْعَطَشَ يَتَيَّمُ۔

غسل کرنے سے اگر جنبی کو مریض ہو جانے یا موت کا یا پیاس کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے۔ اس کی تائید میں امام بخاری نے پہلے عمرو بن عاص کا اثر ذکر فرمایا۔ جس میں یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے اپنے اجتہاد سے ضرر کے اندیشے سے بجائے غسل کے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ پھر خدمت اقدس میں عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ نہ تو انھیں ملامت کی نہ اس پر انکار فرمایا بیان کے فعل کی تائید ہے۔ جسے اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں۔ اس طرح اس خصوص میں حضور کی بھی اجازت ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا جب جنبی غسل پر قادر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ یہی جمہور صحابہ اور امام اعظم امام

فَلَمْ تَجِدْ وَأَمَّا فَتَيَّمَمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رُخِصَ

تیمم کرو۔ اس پر عبد اللہ نے کہا اگر اس صورت میں تیمم کی اجازت

فِي هَذَا الِهْمْلَ لَا وَشَكُّوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَّمَمُوا الصَّعِيدَ

دیدہ جائے تو لوگوں کو جب بھی پانی ٹھنڈا لگے گا مٹی سے تیمم کرنے لگیں گے

مالک اور شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔ فَلَمْ تَجِدْ وَأَمَّا فَتَيَّمَمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ پانی نہ پانے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک حقیقی کہ واقعی حقیقت میں وہاں پانی نہ ہو۔ دوسرے حکمی کہ پانی ہے مگر پانی کے استعمال پر قدرت نہیں۔ مثلاً دشمن یا دزدے کا خوف ہے یا پانی کنوئیں میں ہے اس کے پاس ڈول یا رسی یا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے پانی کھینچ سکے۔ یا پانی تھوڑا ہے اگر اسے غسل میں صرف کر دیا تو اس کی یا ساتھیوں یا جانوروں کی پیاس کا اندیشہ ہے۔ یا پانی کے استعمال پر بظاہر قدرت ہے مگر چونکہ پانی کے استعمال کرنے سے جان جانے کا اندیشہ ہے یا بیمار پڑ جانے کا یا بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو یہ حقیقت میں پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہوئی۔ ان صورتوں میں پانی موجود تو ہے مگر اس کا وجود و عدم برابر ہے اس لئے حکماً گویا پانی موجود نہیں۔ اس لئے ان تمام صورتوں میں تیمم کی اجازت ہے۔ ان تمام صورتوں میں جنب کی تخصیص نہیں۔ بلکہ محدث کا بھی یہی حکم ہے۔

اس باب کی تائید میں امام بخاری نے دوسری دلیل، حضرت عمار کی وہ حدیث پیش کی جو زیر بحث ہے اس حدیث میں جو استدلال ہے وہ اصل میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ انھوں نے اس پر دو دلیلیں قائم کیں۔ ایک حضرت عمار کی حدیث میں یہ ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت میں حضرت عمار کو تیمم کی اجازت دی۔ دوسری دلیل سورہ مائدہ کی آیت تیمم ہے۔ آیت سے استدلال کا حضرت عبد اللہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ حضرت عمار کی حدیث پر یہ فرمایا کہ حضرت عمار کے قول پر حضرت عمر کو اطمینان نہ ہوا۔ حضرت عمر کے اطمینان نہ ہونے کا سبب یہ نہیں کہ وہ حضرت عمار کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضرت عمار نے یہ بیان کیا تھا کہ آپ بھی ساتھ تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں۔ اس سے حضرت عمار، حضرت فاروق اعظم کی تائید حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر چونکہ حضرت فاروق اعظم کو یاد نہ تھا اس لئے فرمایا۔ اے عمار اللہ سے ڈرو۔ حضرت عمر عمار کو جھوٹا نہیں جانتے تھے۔ اس پر قرینہ یہ ہے جب حضرت عمار نے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں آئندہ اسے بیان کروں تو فاروق اعظم نے فرمایا میرا مقصد یہ ہرگز نہیں تمہیں یاد ہے تو تم بیان کرو۔ اگر انھیں جھوٹا جانتے تو ضرور انھیں یہ حد بیان کرنے سے روک دیتے۔

قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا إِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ

میں نے کہا تم نے اس سے ناپسند کیا ہے انھوں نے کہا ہاں۔ اس پر ابو موسیٰ نے کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا

عَمَّا رِيعَمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

جو عمار نے عمر بن خطاب سے کہا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کام کیلئے بھیجا

حضرت عمار نے ایک بار اس حدیث کو بیان فرمادیا۔ اس سے فرض تبلیغ ادا ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے کتمان علم کی اجازت مانگی تھی۔

حضرت عمر کس بنا پر جنبی کیلئے غسل کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ یہ کہیں منقول نہیں۔ مگر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ غالباً اس آیت میں۔ **أُولَاصْتَمُ النِّسَاءُ**۔ سے مراد لمس بالید، صرف ہاتھ سے چھونا مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ملاست سے جماع مراد لیتے تو نص قرآنی کے خلاف کبھی فتویٰ نہ دیتے۔ اب حضرت عمر کا استدلال یہ ہو سکتا ہے کہ فرمایا گیا۔ **وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطْفُؤْا**۔ اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو لو۔ **فَاظْفُرُوا**۔ سے بالا جماع غسل مراد ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عورتوں کو چھوؤ اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرو۔

تو سیاق سے ظاہر ہو گیا کہ تیمم صرف محدث کیلئے ہے۔ اور جنب کیلئے صرف غسل ہے۔

رہ گئے حضرت ابن مسعود تو انھوں نے اپنے فتویٰ کیوجہ خود ہی ظاہر کر دی۔ کہ اگر جنبی کو بجائے غسل کے تیمم کی اجازت دیدی جائے۔ تو جسے بھی پانی ٹھنڈا لگے گا وہ تیمم کرنے لگے گا۔

یعنی یہ اندیشہ ہے کہ اگر جنبی کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دیدی گئی تو لوگ ذرا سی باتوں کیوجہ سے بجائے غسل کے تیمم کرنے لگیں گے۔ اور ایسی باتوں کا سد باب ضروری ہے۔ اس لئے جنب کو تیمم کی اجازت نہ ملنی چاہئے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام میں حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنب کو غسل کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مگر امام نووی نے ایک قول نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر نے اس فتوے سے رجوع فرمایا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام نبیرہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہا نے اپنی شرح میں فرمایا کہ ابن ابی شیبہ میں بسند منقطع یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے فتویٰ سے رجوع فرمایا تھا۔ اس طرح اب اس پر اجماع ہو گیا کہ جنب کو اگر پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔

حَاجَةٌ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ

تھا تو میں جنبی ہو گیا اور پانی نہ پاسکا تو میں اس طرح لوٹا تھا جیسے چوپایا لوٹتا ہے۔ میں نے

فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا۔ تمہیں صرف یہ کافی تھا کہ ایسے کر لیتے

أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا وَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ

اور حضور نے اپنی ہتھیلی ایک بار زمین پر ماری پھر اسے جھاڑا پھر اس مٹی کو

اس حدیث پر امام بخاری نے دوسرا باب یہ قائم فرمایا ہے۔ التیمم ضربۃً۔ تیمم صرف ایک بار ہاتھ مارنا ہے اس پر پوری بحث گذر چکی۔ اس باب کی تائید حدیث کے اس جملے سے ہوتی ہے کہ حضرت عمار نے فرمایا۔ ضرب بکفہ ضربۃ علی الارض۔ حضور نے اپنی ہتھیلی ایک بار زمین پر ماری۔ لیکن اسلوب کلام سمجھنے کی جو لوگ مہارت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیمم کا طریقہ نہیں بتا رہے تھے۔ بلکہ مقصود یہ تھا کہ اے عمار جنبات کے لئے تیمم میں پورے جسم پر مٹی ملنا ضروری نہیں کہ تم لوٹے۔ بلکہ صرف معہود تیمم کر لینا کافی تھا۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مٹی پر ہاتھ مار کر یوں کر لیتے یعنی جیسے تیمم کیا جاتا ہے ویسے کر لیتے۔ ورنہ اس میں یہ پہلے ہاتھوں کی پشت کو ملا پھر چہرے کو ملا۔ یہ کسی کے یہاں نہیں کہ پہلے ہاتھ پر مٹی ملے پھر اس کے بعد چہرے پر ملے۔ جو جواب اور لوگ اس کا دیں گے وہی جواب ہم، ضربۃ کا دیں گے۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے ① محدث کی طرح جنب بھی اگر پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے ② حذر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب اللہ کے مقابلے میں حضرت عمار کی حدیث جو خبر واحد تھی، قبول نہیں فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر واحد مرجوح ہے۔ خطاب نے کہا۔ کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت کریمہ، میں، ملامت، سے جماع مراد لیتے تھے۔ اور اگر وہ ملامت سے مس بالید، مراد لیتے۔ تو انھیں بہت آسان تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے جواب میں کہہ دیتے۔ کہ اس آیت سے استدلال درست نہیں۔ یہ جنب کے بارے میں وارد ہی نہیں۔ یہ صرف محدث کیلئے ہے۔ لیکن علامہ عینی نے اسے یہ فرما کر مسترد کر دیا۔ کہ اگر حضرت ابن مسعود۔ ملامت۔ سے جماع مراد لیتے۔ تو لازم آئے گا کہ وہ نص قرآنی کے خلاف فتویٰ دیتے تھے۔ یہ ان سے مستبعد ہے۔ ہو سکتا ہے وہ۔ ملامت۔ سے مس بالید ہی مراد لیتے ہوں۔ مگر بحث کو طول دینا نہیں چاہتے۔ یا وہ مجمع اس لائق نہ تھا۔ اس لئے وہ جواب نہ دیا۔ دوسرا

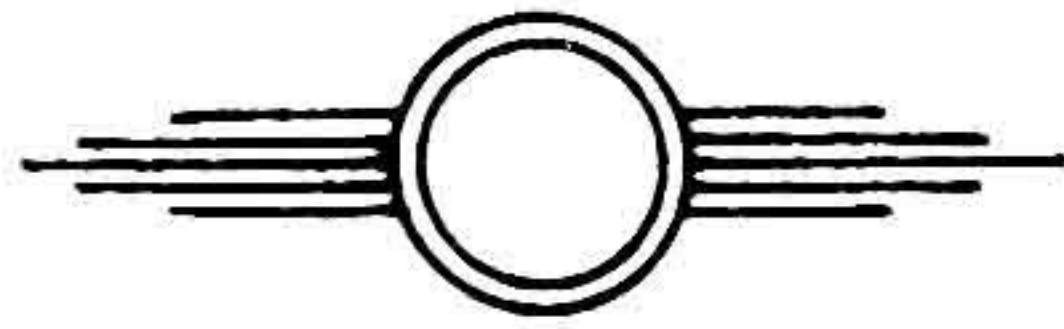
بِهَازْمَرِ كِفِّهِ بِشِمَالِهِ اَوْ ظَهَرَ شِمَالِهِ بِكِفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهَمَا وَجْهَهُ ، فَقَالَ

بائیں ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کی پشت پر ملا یا بائیں ہاتھ کی پشت کو اپنی دائیں ہتھیلی سے ملا پھر دونوں کو

عَبْدُ اللَّهِ أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

اپنے چہرے پر ملا۔ یہ سن کر عبد اللہ نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ عمر کو عمار کے قول پر اطمینان نہیں ہوا۔

سبب بیان کر دیا۔ ۴) دوران مناظرہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف منتقل ہونا جائز ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ دوسری دلیل۔ بہ نسبت پہلے کے مقابل کو جلد ساکت کرنے والی ہو۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرو د کے مقابلے میں کیا تھا۔ پہلے فرمایا۔ میرا خدا وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اس پر اس نے جب دو قیدیوں کو بلا کر ایک کو قتل کر دیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ تو حضرت خلیل اللہ نے بحث کو طول نہیں دیا۔ دوسری دلیل ایسی مسکت پیش فرمائی۔ کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ فرمایا اللہ وہ ہے جو سورج کو پورب سے نکالتا ہے تو اگر خدا ہے تو پچھم سے نکال دے۔



جلد ۱

شرح مشکوٰۃ

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیف :-
عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
اردو ترجمہ حواشی

علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

فیوض غوثیہ

ترجمہ
افتح الرزائی

از محبوب سبحانی حضرت شیخ سیدہ القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ترجمہ مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ

شواہد الحق

فی الاستغناء عن سبیل الخلق

تصنیف : امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ
ترجمہ : مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ

موطأ امام مالک

ترجمہ تحشیہ علامہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہچانپوری علیہ
مصحح البخاری سنن ابن ماجہ سنن ابوداؤد وغیرہ

حجۃ الاسلام

تالیف
حضرت قطب الدین حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی

غنیۃ الطالبین

از محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ترجمہ : مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی
تقدیم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فرید بک ٹال © ۳۸- اردو بازار لاہور فون ۳۱۲۱۴۳ / ۲۲۲۸۹۹

شرح صحیح مسلم

(جلد ۱)

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی
اس صدی کی بہترین شرح جس میں عصر حاضر کے
جدید مسائل کا متفقانہ حل پیش کیا گیا ہے۔
● یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے
بے نیاز کرے گی۔

شرح مشکوٰۃ

(جلد ۱)

شرح مشکوٰۃ

تصنیف

عارف باللہ شیخ مفتی محمد مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی
ازاد تہذیب وراثت
حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی
علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

بخاری شریف مترجم

(جلد ۳)

امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری
مترجم، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

سنن نسائی مترجم

(جلد ۳)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن حنبل بن علی بن نسائی
ترجمہ مولانا دوست محمد شاہ مولانا محمد عبدالحق قادری

جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی

(جلد ۲)

محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی مدظلہ
مترجم، مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاری

مشکوٰۃ شریف مترجم

(جلد ۳)

امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب مدظلہ العالی
مترجم، افاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

طحاوی شریف مترجم

(جلد ۲)

محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی مدظلہ العالی
مترجم، علامہ محمد صدیق ہزاری مترجم ترمذی شریف رابض الصالحین
تقدیم، علامہ غلام رسول سعیدی شارح صحیح مسلم شریف

سنن ابن ماجہ مترجم

(جلد ۲)

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربیع القزوی مدظلہ
مترجم، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

ریاض الصالحین مترجم

(جلد ۲)

شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی
مترجم، مولانا محمد صدیق ہزاری مدظلہ
تقدیم، محمد عبدالحکیم شرف قادری

سنن ابو داؤد شریف مترجم

(جلد ۳)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بختانی مدظلہ العالی
مترجم، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

۴۳۱۲۱۴۳
۴۲۲۳۸۹۹

۳۸ اردو بازار لاہور

فریدیک سٹال



فرید بک سٹال
۳۸- اردو بازار لاہور

E-mail: info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com